اسلام علیکم !

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا

تک پہنچانا چاہتے ہیں تو زوبی ناولز زون

https://www.zubinovelszone.com

https://www.zubinovelszone.in

https://www.znzlibrary.com/

آن لائن ویب سائٹ آپکو پلیٹ فارم فراہم کر رہا ہے اگر آپ ہماری ویب سائٹ پر اپنا ناول، افسانہ، کالم آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ای میل کریں۔

ZUBINOVELSZONE@GMAIL.COM

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل اور وٹس ایپ کے ذریعہ رابطہ کر سکتے ہیں

وہاٹسپپ پر رابطہ کرنے کے لئے نیچے لنک پر کلک کرے

0344 4499420

https://www.facebook.com/Zubi.Novels.Zone.10

انتباہ! اس ناول کے تمام جملہ حقوق زوبی ناولز زون کے پاس محفوظ ہیں کسی بھی طرح کاپی کرنے سے گریز کیا جائے۔

https://www.facebook.com/groups/Z.Novel.Zone

WhatsApp Channel Link

Channel Join Now

باکس میں موجود ناولز یا کیٹیگری والے ناولز پڑھنے کے لئے ناول نام یا کیٹیگری نام پر کلک کریں

Famous Youtube Novels

Novel Name : Yaar E Sitamgar

Jaan E Aziz Novel By Dua Khan

Lams E Junoon By Zoya Ali Shah

Teri Rahguzar Novel By Kitab Chehra

Bismil Novel By Mehrunnisa Shahmeer

Shiddat E Yaar Novel By Zoya Ali Shah

Ishq E Maknoon Novel By Maryam Jutt

Saza E Ishq Novel By Shahzmeen Mehdi

Atish E Ishq An American Monster By Saleha Iqbal

Novels Categories

Web Special

Short Novels

Long Novels

Digest Novels

Romantic Novels

Facebook Novels

Ebook Novels PDF

Youtube Novels PDF

مکمل ناول

ناول: قسمت

منصفہ: مہر نور

کچھ چیزوں پر انسان کا اختیار

نہیں ہوتا

جیسے غصہ، جیسے دل، جیسے محبت

اور جیسے قسمت"

"آغاز"

کہتے ہیں کچھ کہانیوں کا آغاز اختتام سے شروع ہوتا ہے اور کچھ کہانیوں کا اختتام ان کے نئے آغاز پر بہت اثر انداز ہوتا ہے

اندھیری رات تھی۔ہر طرف بادل گرج رہے تھے۔ تیز ہوائیں چل رہی تھیں۔ایسا لگ رہا تھا جیسے آج کی رات کوئی طوفان آنے والا تھا۔

ایسا ہی ایک طوفان تو اس کی زندگی میں بھی آچکا تھا۔۔۔

وہ اس وقت مکمل کالے برقعے میں ملبوس تھی۔

سر پر اچھے طریقے سے کالا دوپٹہ لے رکھا تھا اور کالے نقاب میں تھی۔

نقاب میں صرف اس کی آنکھیں نظر آرہیں تھیں اس کے علاوہ اس کا چہرہ وغیرہ کچھ بھی واضح نہیں تھا۔

آنکھوں میں صرف تکلیف ہی تکلیف نظر آرہی تھی۔

اس کے آس پاس کیا چل رہا تھا اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔نہ شور گل نہ لوگوں کی آوازیں کچھ بھی اس کا دماغ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

وہ اس وقت ریلوے اسٹیشن میں موجود ایک ٹرین کی بوگی میں بیٹھی تھی۔

بھورے لیدر کی بیگ کو اپنے سینے سے لگائے پتہ نہیں وہ خلا میں کیا گھور رہی تھی۔

اچانک شور اٹھا اور ٹرین چل پڑی۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ قسمت اسے کہاں لے جا رہی ہے۔۔۔۔۔۔۔

لیکن اتنا ضرور جانتی تھی کہ یہ اس کی کہانی کے نئے باب کا آغاز ہے۔۔

ٹرین سٹیشن سے نکل چکی تھی اور آہستہ آہستہ سپیڈ پکڑ رہی تھی۔جیسے جیسے ٹرین سپیڈ پکڑ رہی تھی اس کا دل ویسے ہی زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

وہ تو کبھی زندگی میں ٹرین میں بیٹھی نہیں تھی۔

لیکن بہت ساری چیزیں زندگی میں پہلی بار بھی ہوتی ہیں اور اب اس لڑکی کی کہانی کے نئے باب کا آغاز ہو چکا تھا۔

کیا وہ اپنی اس منزل تک پہنچ پائے گی جس کے لیے وہ تکلیفوں سے لڑ کر یہاں تک پہنچی تھی؟۔

ایک مسلسل ڈر اسے یہ بھی تھا کہیں وہ لوگ اسے ڈھونڈ نہ لیں۔۔۔؟

سالوں کی قید سے رہا ہو کر وہ آئی تھی بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اس قید سے بھاگ کر آئی تھی تو صحیح ہو گا۔

کہ جس کی لیے اس نے اتنی محنت کی تھی وہ اس کو پا بھی سکے گی۔۔۔۔

یہ تو بس کہانی کا آغاز ہے آگے دیکھنا ہے کہ اس کی قسمت میں کیا لکھا ہے۔۔۔۔۔

اس منظر کو یہیں چھوڑ کر ہم واپس آتے ہیں

اور

چلتے ہیں اپنی کہانی کے آغاز کی طرف۔

یہ لاہور کے پاس کا ایک علاقائی گاؤں ہے۔ویسے تو اس کا قدیم نام کچھ اور تھا۔ لیکن چونکہ کافی سالوں سے اس گاؤں کے سردار خان ہیں۔تو یہ گاؤں خان پور کے نام سے مشہور ہو گیا۔اب اس علاقے اور خطے میں یہ خان پور گاؤں کے نام سے ہی مشہور ہے۔

تو چلتے ہیں گاؤں کی طرف، ہماری کہانی کا آغاز ہوتا ہے خان حویلی سے،اونچے سفید ستونوں والی خوبصورت حویلی، حویلی کی ایک طرف خوبصورت سا باغ بنا ہوا ہے۔تو دوسری طرف مردان خانہ ہے تین منزلہ خوبصورت بڑی حویلی ایک بڑے احاطے پر پھیلی ہوئی ہے۔ بیشک وہ پورے گاؤں میں سب سے زیادہ خوبصورت تھی۔

یہ اتوار کی ایک خوبصورت صبح کا منظر ہے۔

ستمبر کے دن چل رہیں ہیں۔

حویلی میں سب ملازم بھاگ بھاگ کر کام کر رہے تھے۔اور حویلی کی نوجوان نسل اتوار کی وجہ سے خواب خرگوش کے مزے لے رہی تھی۔

لیکن ان سب میں ایک ایسا وجود ہے جس کے لیے اتوار کا مطلب زیادہ زمہ داری، زیادہ کام، زیادہ تانے اور زیادہ تکلیف۔۔۔۔ لیکن اب اتنے سالوں سے یہ سب چلتا آرہا ہے۔کے اب اسے ان کاموں کی عادت تو ہو چکی ہے۔ لیکن ہر بار تکلیف نئے طریقے سے ہوتی تھی۔

حسب معمول صبح اذان کے وقت اٹھ کر نماز پڑھنے کے بعد ہمیشہ کی طرح اپنی ہر تکلیف اپنے خدا سے بانٹ کر کچھ سکون حاصل کرنے کے بعد، قرآن مجید کی تلاوت کے بعد آج بھی وہ ہمیشہ کی طرح باورچی خانے میں سب سے پہلے موجود تھی۔اور حسب عادت سارے کام کر

رہی تھی۔حویلی میں اتنی ساری ملازماؤں کے ہوتے ہوئے بھی کھانا بنانے کی ذمہ داری اس کے سر کر کے خود سب بری زمہ ہو چکے تھے ۔کسی کو احساس تک نا تھا۔کہ گرمی کے موسم میں اتنے گھنٹے چولہے کے سامنے کھڑے ہونے کے بعد اس کی کیا حالت ہو جاتی ہے۔اور کتنی بار کام کرتے ہوئے اس کے ہاتھ اور بازو جلے ہوئے ہیں۔صرف اتنا ہی نہیں حویلی میں کسی کی پینسل تک نہ ملے تو وہ بھی اس نازک جان کی غلطی اور زمہ داری کے وہ ڈھونڈ کر دے گی تو خلاصی جان ہو گی۔

حسب عادت وہ آج بھی کچن میں بڑے تایا ابا کا ناشتہ بنا رہی تھی۔اگر کچن کے دروازے سے اندر جھانک کر دیکھیں تو اس کی پشت نظر آ رہی تھی کہ اتنے میں بڑی تائی کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔جو شدید غصے میں اسے آوازیں دے رہیں تھیں۔اور کچن میں کام کرتی اس نازک لڑکی کے ہاتھ کپکپا اٹھے۔"کہاں مر گئی ہو منحوس ماری بہری ہو

گئی ہو کیا۔سنائی نہیں دیتا دفعہ ہو یہاں" وہ جلدی سے بھاگتی ہوئی کچن سے لاؤنج میں آئی... تو اس کی شکل واضح ہوئی لمبے کمر تک آتے کالے بال جو سلیقے سے چوٹی میں بندھے ہوئے تھے، ہلکی بھوری خوبصورت آنکھیں اور آنکھوں پر کالی پلکوں کی جھالر گری ہوئی، گول نقش نین، گلابی ہونٹ، گوری رنگت بالکل میدے جیسی نرم ملائم جلد، فروزی رنگ کی سادہ سی شلوار قمیض، سر پر دوپٹہ جو سرک کر کندھوں پر آچکا تھا، پاؤں میں سادہ سی چپل وہ کم و بیش 19,20 سالہ خوبصورت، بے آسماں سے اتری ہوئی اپسرا ہی تھی۔اس بات کا حد خوبصورت کوئی بھی ساری حویلی کو غم تھا کے وہ حویلی کی تمام خواتین میں سب سے زیادہ خوبصورت تھی۔جو کہ اس کے لیے ایک اضافی تانہ بن گیا۔اگر خدا نے اسے خوبصورت بنایا تو اس میں اس بچاری کی کیا غلطی...؟ آنکھیں اس نے اپنے باپ سے لی تھیں..اور باقی شکل اور خوبصورتی پر

وہ اپنی ماں پر گئی تھی۔۔اس حلئیے میں وہ کہیں سے بھی خان حویلی کی پوتی نہیں لگتی تھی۔کیونکہ کپڑے اور جوتے جو وہ زیب تن کیے ہوئے تھی۔وہ اس کے چھوٹے تایا کی بیٹی کے تھے جو ان کے لیے وہ نازک وجود اس طرح کی اترن کے قابل تھی۔جب جب تائی اسے دیکھتی تو دل میں نئے سرے سے نفرت ابھرتی لکین حویلی کی دوسری بیٹیوں کی اترن میں اسے دیکھ کر کمینی سی خوشی بھی ملتی۔"آپ نے بلایا تائی جی؟"اس نازک گڑیا کی آواز بہت خوبصورت تھی۔ایسے جیسے بارش کے بعد مدھم قوس قزح ہو۔وہ بہت خوبصورت بولتی تھی۔"اسے تائی جان یا تائی اماں کہنے کی اجازت نہ تھی حالانکہ اس کے باقی کزن کہتے تھے۔"کہاں مر گئی تھی منحوس ماری بہری ہو گئی تھی کیا؟"۔"وہ میں تایا جی کا ناشتہ بنا رہی تھی"۔"تو کیا احسان کر رہی تھی ہم پر"۔"نہیں تائی جی میرا وہ مطلب تو نہیں تھا"۔"تو تیرا مطلب ہے میں

جھوٹی ہوں"اوراس کے ساتھ۔۔۔چٹاخ۔۔۔اورایک تھپڑاس کے نازک گال کی زینت بنا.... ناجانے تائی جی کو کس بات کا غصہ تھا۔جو اس بے قصور پر نکل گیا۔وہ اب اس طرح پڑھنے والے تھپڑوں پر حیران نہیں ہوتی تھی۔کیونکہ یہ تو آئے روز کا معمول تھے۔ہاں لیکن حویلی والوں حتی کہ حویلی میں کام کرنے والی نوکرانیوں کے سامنے اپنی اس تذلیل پر اس کا دل خون کے آنسو روتا تھا۔مگر وہ منہ سے ایک لفظ نہ کہتی تھی۔کیونکہ اسے شکایت کرنے کا حق نہ تھا اور کرتی بھی تو کس سے۔۔۔وہ گال پر ہاتھ رکھے اپنی آنکھوں کی نمی کو قابو کرنے کی کوشش میں تھی۔"اب کھڑی کیا ہے ناشتہ لے کر جلدی پہنچ خان صاحب کا"۔۔وہ حکم دیتی سڑھیاں چڑھتی یہ جاوہ جااور منظر سے غائب... پیچھے وہ بہت ضبط کے باوجود بھی آنسو روک نا پائی اور آنسو لڑکھراتا گال پر بہتا گیا۔۔۔۔"ماہی بی بی"۔تب ہی اسے اپنے عقب

سے آواز آئی اس نے مڑ کر دیکھا تو پیچھے اقصیٰ ہاتھ میں ٹرے لیے اسے ہمدرد نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ "ناشتہ تیار ہے آپ لے جائیں۔" ماہی نے مشکور نظروں سے اسے دیکھا، اثبات میں سر ہلایا اور ٹرے اس کے ہاتھ سے پکڑ کر تایا جی کے لیے ناشتہ دینے چل پڑی۔ اس نے لائبریری کے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے اجازت ملتے وہ اندر داخل ہوئی۔ سلام کرنے کے بعد۔ (وہ اس کے سلام کا جواب کہاں دیتے تھے۔ اور اس نازک گڑیا کو ایسا محسوس ہوتا جیسے اس نے سلام کیا ہی نہ۔ ہو پھر بھی ہر بار وہ سلام کرتی تھی۔ کہ شاید کبھی تایا پلٹ کر دیں۔) اس نے ٹرے میز پر رکھی اور گویا ہوئی اسے سلام کا جواب دیں ۔"تایا جی آپ کا ناشتہ "تایا جی جو کے کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے۔ اس کی آواز پر نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ ایک ثانیے کے لیے دونوں کی نظریں ملیں۔ ماہی نے اپنے تایا کی آنکھوں میں ہمیشہ کی طرح آج بھی

اپنے لیے کوئی پیار، محبت، ہمدردی اور شناسائی کی رمق ڈھونڈنی چاہی۔۔ لیکن ہمیشہ کی طرح وہ آنکھیں آج بھی اس نازک گڑیا کے لیے بے تاثر ہی رہیں۔ ہر طرح کے تاثر سے خالی اس کے دل کو تکلیف ہوئی۔ اس ایک ثانیے میں تایا نے اپنے اس بھائی کی بیٹی کے گال پر صاف تھپر کا نشان دیکھا۔۔۔ لکین ہمیشہ کی طرح کوئی رد عمل نہ دیا۔ ایک ثانیہ تھا آیا اور گزر گیا۔ اس سے زیادہ کبھی تایا نے اس کو دیکھا ہی نا تھا۔ وہ آگے بڑھی دراز سے تایا کی دوائی نکالی اور پلیٹ میں رکھی۔ "تایا جی یہ آپ کی دوا ناشتے سے پہلے والی اور یہ دوسری ناشتے کے بعد والی"۔ یہ اس نے پلیٹ اور جگ سے پانی کا گلاس بھر کر تایا کے قریب میز کہہ کر پر رکھا اور واپس مڑ گئی۔ ہمیشہ کی طرح خواہش دل میں لیے کے شاید تایا کبھی اسے مخاطب کر لیں۔۔ لیکن کہتے ہیں نہ کچھ خواہشات کبھی پوری نہیں ہوتی۔۔

کیااس کی قسمت میں تایا کی شفقت نہیں تھی؟اس سوال پر دل خون بہت دکھتا تھا۔وہ واپس کچن میں آئی اور اپنے کاموں میں مصروف ہو گئی۔

یہ ہے خان حویلی جس میں بستا ہے حاکم خان کا خاندان۔

حاکم خان اس گاؤں کے سردار تھے کڑوروں کے مالک اور عدل اور انصاف پسند سردار تھے۔وہ اپنے اصولوں کے خلاف جانے والوں کو کبھی معاف نہیں کرتے تھے۔۔۔چاہے خلاف جانے والی ان کی اپنی اولاد ہی کیوں نہ ہو پھر۔۔حاکم خان کی شادی رقیہ خان جو کہ ان کی چچا کی بیٹی تھی ان سے ہوئی۔حاکم خان کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔

سب سے بڑا بیٹا ابرار حاکم خاں، جن کی شادی ان کی کزن کلثوم خان

سے ہوئی۔شادی کے دس سال بعد بھی اولاد نہ ہوئی۔۔۔لیکن انہوں نے دوسری شادی نہ کی کیونکہ محبوب بیوی تھی۔اس لیے خدا کی مرضی کے سامنے خاموش رہے۔ناحاکم صاحب نے دوسری شادی کا زور دیا کیونکہ ان کے وارث باقی تین بیٹے بھی تھے۔

دوسرے بیٹے ابراج حاکم ان کی شادی ان پھپھو کی بیٹی سعدیہ بیگم سے ہوئی۔خدا نے ان کو دو بیٹے اور دو بیٹیوں سے نوازا۔اس طرح سعدیہ بیگم سسر کے سامنے دو وارث دینے کی وجہ سے اپنے نمبر بڑھا گیں۔ بڑا بیٹا 28 سالہ فواد ابراج جو لندن کی یونیورسٹی سے پچھلے چھے سالوں سے پڑھائی مکمل کر کے ایک ہفتے بعد واپس آنے والا ہے۔اس سے چھوٹا بیٹا 26 سالہ ولید ابراج جو کے میڈیکل کالج سے ڈاکٹر کی پڑھائی کے آخری سال میں ہے۔اس سے چھوٹی 23 سالہ رمشا جو یونیورسٹی کے 7 سمیسٹر میں ہے۔انتہا کی مغرور اور نکچری دولت کی گھمنڈی۔اور

سب سے چھوٹی 21 سالہ زینب جو کے 12 کے بعد پڑھائی کو خیر آباد کہہ چکی۔۔ کیونکہ اس کے خیال میں پڑھائی سے زیادہ سکون خان حویلی میں آرام کرنے میں ہے۔اس کے خیالات بھی اپنی بہن سے مختلف نہیں۔حاکم نواب کی تیسری اولاد ان کی بیٹی راحیلہ بیگم تھیں۔ جنہوں کر پسند کی شادی کی۔۔اور نتیجہ باپ نے جائداد نے باپ کے خلاف جا سے آق کر کے سارے تعلق ختم کر دیئے۔شادی کے بعد کبھی بھی وہ گاؤں نہیں آئی وہ کہاں رہتی، باپ نے کبھی جاننے کی کوشش نہیں کی۔

اس سے چھوٹا بیٹا حماد خان ان کی شادی ان کی خالہ کی بیٹی نور بیگم سے ہوئی۔وہ سب سے زیادہ سمجھدار اور سلجھی ہوئی اور مثبت خاتون تھیں۔ خدا نے ان کو ایک بیٹے اور ایک بیٹی سے نوازا۔جب دوسری اولاد بیٹی پیدا ہوئی تو حماد صاحب نے اپنی بیٹی بڑے بھائی کی گود میں ڈال دی

کیونکہ ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔۔اورانہیں بیٹوں سے زیادہ بیٹی کی خواہش تھی۔اس طرح ابرار صاحب بن گئے انوشہ خان کے باپ۔ ان سے چھوٹی بیٹی روبینہ حاکم جن کی شادی اپنے چچا کے بیٹے سے ہوئی اور شادی کے 5 سال بعد بیوہ ہو کر ایک بیٹی کے ساتھ خان حویلی آ گئیں۔ان کی بیٹی 24 سالہ فائزہ خان پڑھائی مکمل کر چکی۔

اس کے بعد سب سے چھوٹے بھائی تھے سلیمان حاکم خان۔سب بہن بھائیوں میں سب سے زیادہ باپ کے لاڈلے۔سب بہن بھائیوں کی اس میں جان بستی تھی۔زندگی میں سب کچھ ٹھیک تھا، حویلی میں طوفان تو تب آیا... جب ایک دن سلیمان حاکم نے اپنی مرضی سے شہر کی ایک غریب لڑکی سے شادی کرلی۔اور بیوی کا ہاتھ پکڑ کر حویلی لے آئے۔حاکم خان کے خاندان کے اصول تھے کے خاندان سے باہر شادی کرنا گناہ سمجھا جاتا تھا اس لیے حویلی میں اچھی خاصی جنگ ہوئی۔

کلثوم بیگم کے توارمانوں پر پانی بہہ گیا۔وہ تواپنی چھوٹی بہن کواس گھر میں بیاھ کر لاناچاہتی تھیں۔انہوں نے الگ حویلی سر پر اٹھالی لکین سلیمان خان نے اپنی بیوی کاہاتھ نا چھوڑا۔حاکم صاحب نے کہہ دیاکہ اگراسی وقت اس لڑکی کو طلاق دے دیں گے تووہ اس کوایک غلطی سمجھ کر معاف کردیں گے۔لیکن انہوں نے کہاکے وہ اپنی بیوی کو کبھی نہیں چھوڑیں گے۔اور پھران کو بھی جائیداد سے عاق کر دیا گیااور وہ اپنی بیوی کو حویلی سے لے گئے۔دوسرے گاؤں میں ایک چھوٹاسا گھر لے کراس میں رہناشروع ہوگئے۔اس وجہ سے حماد خان کو بہت دکھ ہوا۔ اپنے چھوٹے بھائی میں جان بستی تھی حماد کی۔اس لیے اپنے باپ سے لڑ جھگڑ کر بھائی کو حویلی آنے کی اجازت دلوائی۔اب کبھی کبھی سلیمان خان ماں اور بھائی سے آکر مل جاتے۔اس واقعے کے ایک سال بعد خدا نے سلیمان صاحب کوایک پیاری بیٹی سے نوازا۔لیکن ان سب میں ان

کی محبت،ان کی بیوی چل بسی یہ غم ان کے لیے بہت بڑا تھا۔بیٹی کو سینے سے لگا کر بہت روئے۔اور انہوں نے اپنی بیٹی کا نام رکھا ماہیر سلیمان خان جیسے سب پیار سے ماہی کہنا شروع ہو گئے۔حویلی میں صرف اس کے تایا حماد اور ان کی بیوی نور بیگم ہی پیار کرتے تھے۔باقی سب تو بد قسمت جیسے القابات سے پکارتے تھے۔کلثوم بیگم نے سوچا کہ سلیمان صاحب کی بیوی تو اب مر چکی ہے۔کیوں نہ ایک بار پھر سے اپنی بہن کے لیے بات چلائی جائے۔ان کی بہن جو سلیمان صاحب کہ پیار میں پاگلوں کی طرح دیوانی تھی اور ابھی تک کہیں اور شادی بھی نہیں کی تھی۔انہوں نے سسر سے بات کی اور حاکم صاحب نے بیٹے سے۔

سلیمان صاحب نے صاف منع کر دیا کہ وہ اقصی بیگم یعنی کہ ان کی بیوی کے علاوہ کسی دوسری عورت کی طرف کبھی انکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھیں گے۔ان کی زندگی میں ایک ہی عورت آنی تھی وہ آ چکی اب ان

کی زندگی صرف اور صرف ان کی بیٹی ماہی کے لیے ہے۔اور اس بات کی تکلیف کلثوم بیگم کو ساری زندگی رہی کے پہلے اقصیٰ اور پھر ماہی کی وجہ سے ان کی بہن اس حویلی میں آنہ سکی۔اس لیے ماہی سے نفرت کی جو 20 سال بعد بھی کم نا ہو سکا۔حاکم صاحب ایک بڑی وجہ یہ غم تھا۔ نے زور لگایا کہ وہ واپس حویلی آجائیں لیکن وہ اپنے اسی گھر جہاں وہ اپنی بیوی کے ساتھ رہتے تھے، رہنے لگے اپنی بیٹی کے ساتھ، جس حویلی میں ان کی بیوی کے لیے جگہ نہ تھی اب وہ وہاں کیوں جائیں۔۔ لیکن زندگی نے ایک بار پھر پلٹا کھایا اور جب ماہیر 5 سال کی ہوئی تو ایک ایکسیڈنٹ میں سلیمان صاحب کی موت ہو گئی۔۔ماں تو پہلے چل بسی تھی باپ بھی چلا گیا۔۔اور وہ نازک سی جان یتیم ہو گئی اور 15 سال سے وہ اس حویلی میں رہ رہی ہے۔اس کی حیثیت حویلی میں ملازمہ سے زیادہ نہیں۔

حماد صاحب ایک پولیس افیسر تھے۔اس لیے 15 سال پہلے ان کا ٹرانسفر اسلام آباد کے قریب کسی شہر میں ہوا۔حاکم صاحب توان کی اس نوکری کے خلاف تھے۔ سلیمان صاحب کی موت کے بعد ان کا حاکم صاحب سے جھگڑا ہو گیا وہ جھگڑا کیا تھا یہ بات حاکم صاحب اور حماد صاحب دونوں کی موت کے ساتھ ہی راز بن گئی۔اس جھگڑے کے بعد وہ اپنی بیوی اور بیٹے کو لے کر حویلی چھوڑ کے ہمیشہ کے لیے چلے گئے ۔حویلی چھوڑنے کے تین سال بعد حاکم صاحب کو خبر ملی کہ ان کے بیٹے اور بہو دونوں پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ جس میں دونوں اس دنیا سے چل بسے۔انہوں نے بہت کوشش کی اپنے پوتے کو ڈھونڈنے کی۔ لیکن وہ مل ناسکا وہ جان ناسکے ان کا وہ پوتا کہاں گیا۔ جبکہ حویلی میں کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ شاید اب وہ اس دنیا میں ہو ہی نا۔ لیکن یہ بس رائے ہی تھی سچ کیا تھا یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ حویلی والے تو خوش تھے کہ کڑوروں کی

جائیداد میں سے ایک وارث کم ہو گیا۔ لیکن حاکم صاحب نے اپنی زندگی میں اپنے پوتے کو ڈھونڈنے کی کوشش تو بہت کی۔ کیونکہ وہ ان کا سب سے لاڈلہ پوتا تھا۔ سلیمان صاحب کے بعد حویلی میں ان کا وہ پوتا ہی سب سے زیادہ لاڈلہ اور ان کو سب سے زیادہ عزیز تھا۔ لیکن قسمت کے وہ ملا ہی نہیں اور 5 سال پہلے حاکم صاحب کی وفات ہو گئی۔ تب سے ابرار صاحب گاؤں اور جرگے کے ذمہ دار بن گئے۔ حاکم صاحب کو بھی ماہی سے کوئی خاص محبت نہ تھی لکین اتنا ضرور تھا کہ ان کے سامنے کوئی ماہی کو کچھ نا کہتا۔ اور ان کے حویلی سے باہر جانے کے بعد وہ سب اپنی بھڑاس ضرور نکالتے۔ اب اس حویلی میں صرف 3 لوگ تھے جو ماہی سے ہمدردی رکھتے تھے۔ ایک ماہی کی دادی رقیہ بیگم جو کہ اپنی دو جوان اولادوں کو کھونے کے بعد ممتا کی آگ میں تڑپتی رہتی۔ وہ ماہی کو کوئی تکلیف نہیں دیتی تھیں۔ کیونکہ وہ ان کے سب سے زیادہ لاڈلے

آخری نشانی تھی۔دوسری انوشہ خان وہ ماہی کی تکلیف پر بیٹے کی افسوس کرتی۔اسے واقعی ماہی سے دلی ہمدردی ہوتی کیونکہ انوشہ خان اور ماہیر خان دونوں کو ایک ڈور آپس میں جوڑتی تھی۔اور وہ ڈور کون سی تھی یہ تو ماضی کا اک راز تھا یا مستقبل بتانے والا تھا۔تیسری تھی اقصیٰ حویلی کی 28 سالہ اک ملازمہ اسے ماہیر پر ترس آتا۔وہ ملازمہ تھی ماہی کے لیے کچھ نہیں کر سکتی تھی ماہی کو اقصیٰ سے دلی لگاؤ تھا کیونکہ کے اقصیٰ اس کی ماں کا نام تھا۔اس لیے اسے یہ اقصیٰ عزیز تھی بلکل بڑی بہن کی طرح۔

جب ماہی کام کرتی کسی ملازمہ کو اجازت نہ تھی اس کی مدد کی۔لیکن اقصیٰ سے یہ دیکھا نہ گیا اس لیے اس نے رقیہ بیگم سے درخواست کی کے اسے ماہی بی بی کے ساتھ کاموں میں ان کا ہاتھ بٹانے کی اجازت دی جائے۔دادی بوڑھی ہو چکی تھی اور اب تو چل بھی نہیں سکتی تھی ویل

چیئر پر بیٹھ سکتی۔ماہی ہی ان کو اندر باہر لے کر جاتی باقی سب نے تو اس کام سے منہ موڑ لیا تھا۔اور اقصیٰ ہر کام میں ماہی کی مدد کو موجود ہوتی۔ باقی پوتے، پوتیوں کو تو فرصت ہی نہیں ہوتی کہ دو گھڑی دادی کے پاس بیٹھ جاتے۔پہلے تو اسے حویلی کا سب سے خستہ حال کمرہ دیا گیا تھا۔وہ تو دادی کو رات کو بیٹھانا اور لیٹانا حویلی والوں کے لیے مصیبت بن گیا تو ماہی کو دادی کے ساتھ ان کے کمرے میں رہنے کی اجازت ملی۔اس وقت حویلی میں کلثوم بیگم خود کو سردار کی بیوی کی حثیت سے مالکن ہونے کی حثیت سے سمجھتی تھیں۔تو سعدیہ بیگم دو بیٹوں کی ماں دونوں کی جنگ میں جو غصہ دونوں کو نکالنا ہوتا۔۔۔وہ اس نازک جان پر نکلتا۔اس کا باپ جو اس حویلی کا لاڈلا تھا آج اپنی بیٹی کو اس حال میں دیکھتا۔۔تو اس شخص کا دل تکلیف سے پھٹ جاتا اس نازک جان کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ ایک غریب اقصیٰ کی بیٹی تھی۔اور اس کی ماں خان

خاندان سے ناتھی۔اب اس کی قسمت میں کیا لکھا تھا یہ تو کہانی کے ساتھ ساتھ پتا چلے گا۔۔۔

ظالم

ظالم کا ظلم جب حد سے بڑھ جائے تو وہ ہائے آسماں تک جاتی ہے

ٹرین مسلسل اپنی رفتار کے ساتھ چل رہی تھی۔

اور اس کا دل بار بار ڈوب کر ابھر رہا تھا۔

بس ذہن میں ایک ہی سوال آرہا تھا کہ کیوں آخر اس کے ساتھ ہی یہ سب کیوں ہوا۔۔۔؟

آخر کیا بگاڑا تھا اس نے کسی کا۔۔۔۔۔۔

ٹرین کے جس ڈبہ میں وہ بیٹھی ہوئی تھی وہاں زیادہ تر عورتیں ہی تھیں یا بچے تھے۔۔

اس لیے وہ تھوڑا پر سکون تھی۔

مگر پھر بھی وہ ایک الگ کونے والی سیٹ پر بیٹھی تھی۔۔۔

اچانک اس کے دل میں ایک ڈر سا پیدا ہو گیا کہ وہ کہاں جا رہی ہے۔؟

وہ چونک کر اپنے خیالوں سے باہر آئی۔

اور اب وہ ٹرین میں کبھی باہر تو کبھی اندر دیکھ رہی تھی۔

اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کس سے پوچھے۔۔۔

اچانک اس کے ذہن میں ایک نسوانی آواز گونجی۔۔

وہ آواز بہت جانی پہچانی تھی۔۔۔ مگر اس کا دماغ پروسیس نہیں کر پارہا تھا کہ وہ آواز کس کی تھی۔۔ "اس ٹرین کا آخری سٹاپ کراچی ہے آپ کو آخری سٹاپ پر اترنا ہے"۔۔۔

جیسے ہی وہ آواز کانوں میں پڑی اس کے دل کو تھوڑا سا سکون ملا۔۔۔۔

"شکریہ"۔۔۔۔

وہ یقیناً اس نسوانی آواز سے مخاطب تھی۔۔۔

اور پھر وہ ہولے سے بڑبڑائی۔۔۔۔ "روشنیوں کا شہر"۔

"The city of lights"

ٹرین اب بھی منزل کی جانب رواں دواں تھی مگر اب وہ پہلے سے کچھ پر سکون لگ رہی تھی۔۔۔۔

باہر رات گہری سے گہری ہوتی جا رہی تھی۔۔

اور وہ سب کچھ پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھ رہی تھی۔۔۔۔

دس بج گئے تھے اسے کچن میں کام کرتے ہوئے۔۔۔

ابھی وہ شیلف صاف کر رہی تھی کہ پیچھے سے اقصی کی آواز آئی "بس کریں ماہی بی بی پہلے کھانا کھالیں۔ دس بج چکے ہیں اور آپ صبح پانچ بجے سے جاگ رہی ہیں۔ بڑی بیگم صاحبہ کو میں ناشتہ کروا چکی ہوں۔ آپ بھی کچھ کھالیں"۔

ماہی نے مڑ کر اقصی کی طرف دیکھا اور دل میں ایک درد کی ٹیس سی اٹھی۔ دل میں ایک سوال آیا کہ اگر اس کی اپنی ماں اقصی سلیمان آج زندہ ہوتی تو۔ کیا وہ بھی اپنی بیٹی کے لیے اتنی ہی فکر مند ہوتی۔ جتنی آج یہ حویلی کی معمولی سی ملازمہ تھی۔

اقصی حویلی والوں کے لیے تو ایک معمولی سی ملازمہ تھی مگر ماہی کے لیے بہت خاص تھی۔

آہ۔۔۔سارا دکھ اس بات کا ہی تو تھا کہ اس کی ماں زندہ نہیں تھی۔اگر اس کی ماں زندہ ہوتی۔۔۔تو کیا وہ اس حویلی میں یوں نوکروں کی طرح کام کر رہی ہوتی۔۔؟؟؟

یہ سب سوچتے اس کی آنکھوں میں کب نمی آئی اسے احساس نہ ہوا۔"ماہی بی بی کہاں کھو گئی؟۔"۔

ماہی اقصی کی آواز پر ایک دم چونک کر اپنے خیالوں سے باہر آئی۔"ہمم کہیں نہیں آپ کچھ کہہ رہیں تھیں!۔۔۔"۔

"میں کہہ رہی تھی کھانا کھالیں"

"ہاں کھالیتی ہوں"

اقصی کو ماہی ابھی بھی کہیں کھوئی کھوئی لگ رہی تھی۔

"ماہی بی بی آپ ٹھیک تو ہیں"

"ہاں... میں ٹھیک ہوں"

اقصی سے زیادہ شاید وہ خود کو تسلی دے رہی تھی کہ وہ ٹھیک ہے۔

ابھی وہ دونوں کھڑی ہی تھیں کہ باہر سے باتوں کی آوازیں آنی شروع ہو گئی۔یقیناسب اٹھ چکے تھے اور اب سب ناشتہ کرنے والے تھے۔ اور حویلی والوں کی ناشتہ کرنے سے پہلے ماہی ناشتہ کرلے۔اس چیز کی

اسے کہاں اجازت تھی۔"دیکھا میں آپ کو کہہ رہی تھی ناناشتہ کر لیں اب آپ کام میں لگ جائیں گی اور ایک گھنٹہ اور گیا"۔

ماہی اقصی کی اپنے لیے اتنی فکر مندی پر آسودہ سی مسکرادی۔۔

اف اس نازک گڑیا کی مسکراہٹ کتنی خوبصورت تھی۔
اقصی تو ماہی کی مسکراہٹ میں کہیں کھو ہی گئ۔
ماہی بہت کم مسکراتی تھی مگر جب مسکراتی تھی تو سامنے والے کو کھونے پر مجبور کر دیتی تھی۔
ابھی وہ صرف زخمی سا مسکرائی تھی۔تو اس کی مسکراہٹ ایسی تھی جیسے بارش کے بعد خوبصورت سا آسماں۔یا جیسے تتلیاں رقص کر رہیں ہوں

۔

اب کی بار ماہی نے اقصی کو کھوئے ہوئے دیکھا۔
تو اس کی انکھوں کے سامنے چٹکی بجائی۔

تو اقصیٰ ہڑ بڑا کر ہوش میں آئی ماہی نے اسے یوں دیکھا جیسے پوچھ رہی ہو
اب آپ کو کیا ہوا؟
اقصی نے نفی میں سر ہلایا اور مسکراتے ہوئے
دل میں ماہی کی خوشیوں کے لیے دعا گو ہوئی۔

اقصی اور ماہی نے مل کر جلدی سے ناشتہ لگایا سب کے لیے۔

سب ڈائننگ ہال میں ناشتے کے لیے بیٹھ چکے تھے۔

بڑے تایا تو صبح ہی ناشتہ کر چکے تھے۔ سربراہی کرسی خالی تھی کیونکہ وہ بڑے تایا کی تھی۔اس کے ساتھ والی کرسی پر بڑی تائی بیٹھی تھی۔

بڑی تائی کے سامنے والی کرسی پر چھوٹی تائی بیٹھی تھی۔

اور چھوٹی تائی کے دائیں طرف چھوٹے تایا بیٹھے تھے۔

وہ تینوں اس وقت مہنگے کپڑوں میں ملبوس تھے۔

دور سے دیکھنے پر ہی پتہ چلتا تھا کہ سردار خاندان کے بیٹے اور بہوئیں تھی۔

اور صرف یہی چیز نہیں ان سب میں غرور بھی کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔

ماہی کچن کے دروازے میں کھڑی سب کو دیکھ رہی تھی۔

کبھی کبھی اسے یقین نہیں آتا تھا کہ کیا یہ سب اس کے اپنے تھے۔وہ اپنے جن کے ساتھ اسے ایک ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ کے کھانے کی اجازت تک نہ تھی۔

اتنی حقیر تو نہ تھی وہ جتنی ان لوگوں نے اسے کر دیا تھا۔

اب چھوٹی تائی اماں اپنے بچوں کو آوازیں دے رہی تھیں۔

ان کی آواز میں اپنی اولاد کے لیے کس قدر شیری بیانی گھلی ہوئی تھی۔

اور ماہی سے بات کرتے وقت ان سب کا لب و لہجہ صرف غصے اور نفرت سے بڑھا ہوتا تھا۔

اب ماہی کی نظر سیر ھیوں کی طرف اٹھی۔ جہاں سے اس کے چھوٹے تائے کا بیٹا ولید اپنی مکمل وجاہت کے ساتھ سیڑ ھیاں اترتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

چھوٹے کالے بال ماتھے پہ بکھرے ہوئے کالی انکھیں جو پر کشش تھیں، چھ فٹ سے نکلتا ہوا قد، اٹھی ہوئی مغرور ناک، سرخ رنگت بلا شبہ ایک ہینڈ سم نوجوان تھا۔ جو اپنی ایک جھلک سے ہزاروں لڑکیوں کے دل مائل کر سکتا تھا۔

ماہی ولید کو ایک بڑے بھائی کی نظر سے دیکھتی تھی۔ کبھی کبھی اس کا دل چاہتا کہ کاش اس کا بھی کوئی سگا بھائی ہوتا۔ جو بالکل اس کے ناز نخرے ایسے اٹھاتا جیسے ولید اپنی بہنوں کے اٹھاتا تھا۔

وہ بلیک پینٹ اور وائٹ شرٹ میں ملبوس تھا۔

اب وہ ڈائننگ ٹیبل کے پاس پہنچ چکا تھا اور اس نے اپنی ماں کے بائیں طرف والی کرسی کھینچی اور بیٹھ گیا۔

اس کی ماں کتنی محبت سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر رہی تھی۔یقیناوہ بہت مغرور تھی۔اس بات پر کہ انہوں نے خانوں کی نسل کو پروان چڑھانے کے لیے بہترین وارث دیے تھے۔

اب سڑھیوں سے انوشہ اور فائزہ دونوں اترتی دکھائی دے رہی تھیں۔

وہ دونوں ہم عمر تھی کیونکہ انوشہ بھی 24 سالہ تھی انوشہ اپنی گریجویشن کمپلیٹ کر چکی تھی۔اور فی الحال وہ آرٹ کلاسز لیتی تھی کیونکہ اسے پینٹنگ کا بہت شوق تھا۔

اب ماہی کی نظر انوشہ کا جائزہ لے رہی تھی بھورے بال جو کچھ شولڈر سے نیچے آتے تھے۔ جنہیں بے حد سٹائلش طریقے سے کٹ کروایا ہوا تھا۔اور وہ اس پر خوبصورت بھی لگ رہے تھے۔

پانچ فٹ سے نکلتا قد اس کی ہیزل گرین آنکھیں جو ماہی کو دنیا کے سب سے خوبصورت آنکھیں لگتی تھی۔ کیونکہ جب وہ ان آنکھوں کو دیکھتی تھی تو اسے ان آنکھوں میں کسی اور کی آنکھوں کا عکس نظر آتا تھا اور ہر بار وہ ان آنکھوں کو دیکھ کر یہی سوچتی تھی کہ کیا وہ زندگی میں کبھی دوبارہ وہ آنکھیں دیکھ پائے گی؟

کیونکہ انوشہ کی آنکھیں ہو بہو ان آنکھوں جیسی تھیں۔

رخسار پر تل، درمیانی رنگت نہ زیادہ گوری نہ زیادہ کالی، تیکھے نقش نین اس وقت وہ خوبصورت بلیک پینٹ کے اوپر بلیو سٹائلش سی فروک پہنے ہوئے گلے میں کالا دوپٹہ جھول رہا تھا۔

پاؤں میں برانڈ چپل، وہ ہر اینگل سے ابرار حاکم خان کی بیٹی لگتی تھی اور لگتی بھی کیوں نہ تائی کلثوم اپنی اس اکلوتی بیٹی پر اپنی ساری سلطنت بھی نچھاور کر سکتی تھیں۔

اس کے ساتھ ہی فائزہ جس نے اس وقت وائٹ کیپری کے اوپر یلو کلر کی شرٹ پہنی ہوئی تھی، اور اس کے گلے میں بھی وائٹ دوپٹہ جھول رہا تھا

کالی آنکھوں والی مناسب نقوش،لائٹ براؤن بال جوڈائی کروائے تھے شولڈر سے تھوڑا نیچے آرہے تھے۔

فائزہ حویلی کی سیاست میں کوئی حصہ نہیں لیتی تھی۔اس کی بلا سے کوئی جو مرضی کرتا پھرے اسے بس اپنے آپ سے مطلب تھا۔

۔وہ خود میں ہی رہنے والی لڑکی تھی۔

وہ خوبصورت تھی انوشہ سے کچھ زیادہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔

اتنے میں رہینہ پھپھو بھی اپنے کمرے سے آکر ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ چکی تھیں۔

اب آخر میں رمشہ اور زینب سیڑھیاں اترتی ہوئی نظر آرہی تھی۔

رمشہ اس وقت بلو جینز اور اوپر شارٹ فراک میں ملبوس تھی اور دوپٹہ تو گلے میں تھا ہی نہیں۔

کیونکہ اس کے خیال سے ڈائننگ ٹیبل پر اس کا بھائی اور باپ دونوں اس کے محرم تھے اس لیے اسے دوپٹہ لینے کی ضرورت نہ تھی۔

رمشہ نے بھی بالوں کو ڈائی کروا رکھا تھا۔

وہ پرپل شیڈ کا کوئی کلر تھا آج تک ماہی سمجھ نہ سکی کہ بالوں کو ایسا کلر کرنے کی کیا ضرورت تھی

اس کی آنکھیں اپنے بابا کی طرح گہری بھوری تھیں رنگ بھی صاف تھا اور ویسے ہی اپنے بھائی ولید کی طرح مغرور ناک۔ پوری خان حویلی میں سب سے زیادہ بدلہاز اور بد تمیز تھی مگر مجال ہے جو کوئی اسے کچھ کہہ سکے۔

وہ اتنی خوبصورت نہ تھی جتنا اس کا غرور اسے بناتا تھا خود کو دنیا کی خوبصورت ترین لڑکی ہی سمجھتی تھی۔

زینب ڈارک پنک کلر کی شرٹ کے ساتھ زنک کلر کے ٹراؤزر میں دوپٹہ اس کے گلے میں بھی نہ تھا۔

چاکلیٹ براؤن بال۔ جو اس وقت ایک میسی سے جوڑے میں تھے اس کے بعد زیادہ بڑے نہ تھے نہ ہی زیادہ چھوٹے تھے۔

اس کی آنکھیں ولید جیسی تھی اور چہرے کی رنگت اور نقوش وغیرہ اپنی ماں سعدیہ بیگم جیسے تھے۔

زینب بھی بس مناسب شکل وصورت کی تھی نہ اتنی کوئی زیادہ خوبصورت نہ اتنی کوئی عام صورت لیکن اس کا غرور اسے خود کو خوبصورت ظاہر کرواتا تھا۔

اب وہ سب بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔

ایک آخری نظر ان پر ڈالنے کے بعد ماہی کچن کی طرف لوٹ آئی اور آ کر شیلف کے پاس چیئر پر بیٹھ کر اپنا ناشتہ کرنے لگی۔

ناشتے کے دوران بھی ماہی کو مسلسل ڈائننگ ٹیبل سے باتوں کی آوازیں آرہیں تھیں۔کیسے وہ سب ساتھ مل کر قہقے لگاتے ہوئے خوشگوار ماحول میں کھانا کھا رہے تھے۔

کتنی مکمل فیملی تھی ان کی۔۔۔اور وہ ماہیر سلیمان خان تو کہی تھی ہی نہیں۔۔۔

اپنی آنکھوں کی نمی کو کنٹرول کرتے ہوا س نے جلدی سے اپنا ناشتہ ختم کیا۔

اور دادی کے کمرے کی طرف چل دی۔

وہاں اقصی پہلے سے ہی دادی کا خیال رکھنے کے لیے موجود تھی۔

وہ آئی اور دادی کے پاؤں کے پاس بیٹھ گئی۔ "کیا بات ہے کہاں کھوی ہوئی ہو ماہی۔ "دادی نے ماہی کو پریشان دیکھ کر سوال کیا۔

جانتی تو تھی وہ پریشان کیوں ہے پھر بھی سوال کر دیا کہ شاید وہ اپنے دل کی بات بانٹ لے۔ "دادی اماں ایک بات تو بتائیں میری ماما کیسی دکھتی تھیں؟ "ماہی کا سوال دادی کی سوچ سے بالکل ہی الٹ تھا۔ "آپ نے ان کو دیکھا ہو گا نا؟ "۔۔۔۔ "وہ بہت خوبصورت تھی بالکل تمہاری طرح اور بہت پیارے دل کی تھی بالکل ویسا ہی دل جیسا تمہارے پاس ہے "..... اور پھر وہ کافی دیر تک دادی سے اپنی ماں کی باتیں کرتی رہی۔۔

اس ایک عرصے بعد اپنی ماں کا ذکر کر کے سکون ملا تھا۔

دادی سو چکی تھی وہ ان کے اوپر بلینکٹ ٹھیک کر رہی تھی۔

اتنے میں رمشہ آپی کی آواز ماہی کے کانوں میں پڑی۔

وہ غصے میں ماہی کو آوازیں دے رہی تھی۔

ماہی ڈر کے فورا باہر لاؤنج کی طرف آئی۔

"کیا ہوا رمشہ آپی"

یہ تم مجھ سے پوچھ رہی ہو کیا ہوا ہے" اس نے اپنی ایک وائٹ سٹائلش "

سی شرٹ ماہی کے منہ پر دے ماری۔

جو ماہی کے منہ پر لگنے کے بعد سیدھی نیچے فرش پر گر گئی۔ "میری یہ

"شرٹ تم نے دھوئی تھی؟

اب وہ ماہی سے سوال پوچھ رہی تھی"۔جی میں نے ہی دھوئی تھی"۔

"You bloody fool, are you mad or are you blind?

میری 10 ہزار کی شرٹ پر تم نے یہ رنگ لگا دیا.....اب اس کا خمیازہ کون بھگتے گا تم یا اس کے لیے تمہارا باپ، یا تمہاری ماں قبر سے نکل کے آئیں گیں؟"۔۔۔۔۔۔۔اپنے ماں باپ کی اس قدر تذلیل پر ماہی کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔۔۔۔۔"آپی دیکھیں پلیز میرے ماں باپ کو کچھ مت کہیں۔ان کو درمیان میں مت لائیں۔میں دوبارہ دھو دیتی ہوں.....اسے صاف کر دیتی یوں"۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ نازک جان کہاں اپنے مرے ہوئے ماں باپ کی اتنی بے حرمتی برداشت کر سکتی تھی۔رمشہ کا شور اس قدر بلند تھا۔کہ سارے حویلی والے لاؤنج میں جمع ہو چکے تھے۔

یہاں تک کہ بڑے تایااور چھوٹے تایا بھی اور حویلی میں کام کرنے والی نوکرانیاں بھی۔

اس کے ماں باپ کو تو حویلی کے ملازمین کے سامنے بے عزت کیا جارہا تھاوہ کیسے خاموش رہتی۔

"You bloody fool how dare you ?

تم دو ٹکے کی لڑکی مجھ سے زبان لڑاؤ گی۔

ایک تو میری 10 ہزار کی شرٹ خراب کردی اوپر سے مجھے ہی باتیں سنا رہی ہے "اور اس کے ساتھ.....چٹاخ

۔۔۔۔رمشہ کا ہاتھ اٹھا اور ماہی کا نازک گال سرخ کر گیا۔۔ تھپڑ اس قدر زور کا تھا کہ ماہی کو اپنا جبڑا ہلتا ہوا محسوس ہوا۔۔

تھپڑ کی آواز سارے لاؤنج میں گونجی مگر مجال ہے کہ کسی نے رمشہ کو ایک لفظ بھی کہا ہو۔

اس کے دونوں تایا صرف کھڑے ہو کے تماشہ دیکھ رہے تھے بڑے تایا کی آنکھیں تو ہمیشہ کی طرح ہر تاثر سے خالی تھی۔ مگر چھوٹے تایا اسے ہمیشہ کی طرح تنفر اور نفرت سے دیکھ رہے تھے۔ وہ آج تک یہ نہ سمجھ سکی کہ اس کے چھوٹے تایا کا اس کے ساتھ ایسا رویہ کیوں تھا۔ حویلی کا ہر فرد ہی اس سے نفرت کرتا تھا۔

وہ ہمیشہ ایسے ہی ہر تھپڑ اور تذلیل کے بعد اپنے آنسو پر ضبط کرنے کی کوشش کرتی تھی۔

وہ ساری حویلی والوں کے لیے ایک پنچنگ بیگ سے زیادہ اہم نہیں تھی۔

حویلی میں اگر کسی کو کسی بھی بات پر غصہ آتا۔تو وہ آکر ماہی کی تذلیل کر کے ماہی کو تھپڑ مار کر اپنا غصہ اتار دیتا۔

وہ ان سب میں سے کسی کے سامنے بھی رونا نہیں چاہتی تھی۔ مگر بہت ضبط کے باوجود بھی اپنی آنکھوں کی نمی کو اپنے اندر نہ اتار سکی۔ اور آنسو لڑیوں کی صورت میں گالوں پر پھسلتے گئے۔

انوشہ نے کچھ افسوس۔۔۔اور۔۔۔اقصی نے دکھ سے ماہی کی طرف دیکھا۔۔۔۔

اس نے جھک کر وہ شرٹ اٹھائی جو رمشہ نے اس کے منہ پر ماری تھی اور نیچے گر چکی تھی۔

اور اسے دھونے کے لیے چل پڑی۔

دونوں تائیاں تو ویسے ہی تماشہ دیکھ رہیں تھیں۔ حیرانی والی بات یہ تھی کہ اس کے باقی کسی کزن نے بھی رمشہ کو ایک لفظ نہ کہا نہ ہی روکنے کی کوشش کی۔

وہ بھی کن لوگوں سے امید رکھ رہی تھی۔۔۔

وہ واشنگ ایریا میں بیٹھی اچھی طرح سے اس وائٹ شرٹ سے کلر اتار رہی تھی۔

ماہی نے پچھلے ہفتے ہی یہ شرٹ دھوئی تھی۔

تب یہ بالکل صاف تھی یقینا یہ رنگ رمشہ سے ہی لگا ہو گا۔

کیونکہ وہ پینٹنگ کلر تھا جو آج کل انوشہ کر رہی تھی۔

اسے دیکھ کر رمشہ کو بھی کریز چڑتا تھا پینٹنگ کا۔

اس نے احتیاط سے رگڑ رگڑ کر اس کلر کو نکالا۔

بہت مشکلوں کے بعد جا کر وہ کلر اتر گیا۔

رمشہ نے اپنی کسی بات کا غصہ ماہی پر اتارا تھا۔

یہ تو شکر تھا کلر ابھی زیادہ گہرا نہیں اگر سوکھ جاتا تو شرٹ سے نہ اترتا پھر رمشہ بی بی نے ایک اور عدالت لگا لینی تھی۔

شرٹ دھونے کے ساتھ ساتھ اس کی آنکھوں سے آنسو بھی بہتے جا رہے تھے ہمیشہ کی طرح وہ آج بھی اپنی بے بسی پر رو رہی تھی۔

اور دل میں اپنے ماں باپ سے مخاطب تھی کہ کیوں وہ اسے اکیلا چھوڑ کر چلے گئے۔کاش وہ بھی ان کے ساتھ ہی مر گئی ہوتی تو آج اس کی ساری تکلیفیں ہی ختم ہو گئی ہوتیں۔

اوپر سے اس کے بعد حماد تایا اور نور تائی جو اس سے بہت محبت کرتے تھے۔وہ بھی اس سے ہمیشہ کے لیے دور ہو گئے۔

اب وہ شرٹ کو سکھا چکی تھی۔

اور واپس رمشہ کو دینے جا رہی تھی۔۔۔

حویلی کے تین فلور تھے سب سے نیچے والے فلور میں پانچ کمرے تھے۔

سارے کمرے ایک سے بڑھ کر ایک اور خوبصورت تھے۔۔۔

کچن کے پاس والا کمرہ ماہی اور اس کی دادی کا تھا۔

لاؤنج کے ساتھ والا کمرہ روبینہ پھپھو کا تھا۔

اس کے ساتھ دو کمرے تھے ایک بڑے تایا تائی کا اور دوسرا چھوٹی تایا تائی کا تھا۔

اس کے ساتھ ہی چھوٹا سا سٹور روم تھا۔

جسے ماہی کو صاف کروا کر دے دیا گیا تھا وہ کمرہ اتنا خستہ حال تھا کہ حویلی کے سرونٹ کوارٹر کا کمرہ بھی اس سے زیادہ اچھا ہو گا۔

نہ اس میں اے سی تھا خیر ماہی تو اے سی میں رہنے کی ویسے ہی عادی نہ تھی۔۔

سیکنڈ فلور میں ایک بہت بڑا ٹی وی لاؤنج اور ڈائننگ ہال تھا۔اور لائبریری تھی۔۔۔

اور چار کمرے تھے

ایک کمرہ انوشہ کا تھا۔انوشہ جس کمرے میں رہتی تھی وہ کمرہ حماد تایا اور نورتائی کا تھا وہ اپنی مرضی سے ہی اپنے ماں باپ کے کمرے میں رہتی تھی۔

وہ بہت اچھے سے جانتی تھی کہ وہ کمرہ اس کے سگے ماں باپ کا ہے۔

اور ابرار حاکم اس کے تایا ہیں۔

لیکن چونکہ انہوں نے باپ بن کر پالا تھا اس لیے انہیں ڈیڈ ہی بلاتی تھی۔

دوسرا کمرہ فائزہ کا تھا۔

تیسرا کمرہ سلیمان صاحب کا تھا جہاں وہ شادی سے پہلے رہتے تھے۔۔

پوری حویلی میں ماہی کو سب سے زیادہ سکون اسی کمرے میں ملتا تھا۔

اسے اس کمرے میں جانے کی اجازت نہ تھی۔وہ تو مہینوں بعد جب اس کمرے کو صفائی کے لیے کھولا جاتا تھا۔تو ماہی کی ہی ڈیوٹی تھی صفائی کرنا۔

تب ماہی اپنے باپ کی خوشبو کو اس کمرے میں محسوس کرتی تھی۔

ورنہ وہ کمرہ ہمیشہ بند ہی رہتا۔

اس کی چابی بھی کلثوم بیگم کے پاس ہوتی تھی۔

ماہی کے لیے وہ کمرہ کسی خزانے سے کم نہ تھا۔

اس کا بس چلتا تو تائی کے پیروں میں پڑ کر اس کمرے کی چابی لے لیتی۔ مگر وہ جانتی تھی تائی کبھی نہیں دیں گی اس لیے اس نے دل کی خواہش کو ہمیشہ دل میں ہی رکھا۔۔

چوتھا کمرہ زینب کا تھا۔

تیسرے فلور پر بھی تین کمرے تھے۔

ایک کمرا فواد خان کا جب وہ چھ سال پہلے پاکستان میں اس حویلی میں رہتا تھا تب استعمال کرتا تھا۔

دوسرا کمرہ ولید خان کا تھا۔

اور تیسرا کمرا رمشہ کا تھا۔

وہ چھ کے چھ اپنے الگ الگ کمروں میں رہتے تھے اور کمرے بھی اتنے تھے luxury خوبصورت کھلے اور

بس ماہی کے لیے ان کے پاس کوئی کمرہ نہ تھا اور کوئی بھی کزن ماہی کے ساتھ اپنا کمرہ شیئر کرنے کے لیے تیار نہ تھی کیونکہ ان کو لگتا تھا کہ ماہی ان کی پرائیوسی میں انٹرفیئر کرے گی۔

ماہی نے بھی کبھی اتنے اونچے خواب نہیں دیکھے کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس کو ایک ذاتی ڈریس تک نہیں مل سکتا تو اس کو ذاتی کمرہ کیا خاک ملے گا

وہ چاروں جو بھی کپڑے بازار سے لاتی۔انہیں ایک دو بار پہنتی پھر جب دل بڑھ جاتا تو وہ کپڑے ماہی کے حوالے کر دیتی۔

uncomfortable کچھ کپڑے ایسے ہوتے جو ماہی کو بہت لگتے تو وہ انہیں نہیں پہنتی تھی وہ سمپل سے شرٹ ٹراؤزر یا فراکس وغیرہ پہن لیتی تھی۔

اس کے لیے کبھی کوئی نیا کپڑا گھر میں آیا ہی نہیں عید پر بھی وہ ان کی اترن ہی پہنتی تھی۔

اسے اتنی عادت ہو چکی تھی کہ اب برا ہی نہ لگتا تھا۔

اس نے رمشہ کے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔

اندر سے اجازت ملتے ہی وہ اندر گئی۔

رمشہ جو سکون سے اپنے لیپ ٹاپ پر بزی تھی۔

ایک نظر ماہی اور اس کے ہاتھ میں اپنی شرٹ کو دیکھا۔۔۔۔۔۔۔"آپی میں نے آپ کی شرٹ دھودی ہے بالکل صاف ہو گئی ہے بے شک چیک کر لیں"۔۔۔۔۔۔۔۔یقیناً ماہی کی اتنی تذلیل کرنے کے بعد رمشہ کے دل کو سکون آگیا تھا۔

اس لیے وہ اچھے موڈ میں تھی۔۔۔۔۔ماہی کو دیکھ اس کے ہونٹوں پر

ایک تنزیہ مسکراہٹ آئی "گڈ اب تمہیں عقل آگئی نا

آئندہ یاد رکھنا"۔۔۔وہ فقط جی ٹھیک کہہ کر ہی واپس لوٹ آئی۔۔۔

خان حویلی میں وہ سب سے چھوٹی تھی

بالکل ایسے ہی جیسے اس کے بابا سب سے چھوٹے تھے۔

مگر کتنا فرق تھا اس کی قسمت اور اس کے باپ کی قسمت میں

وہ حویلی میں سب سے چھوٹے ہو کر سب کے لاڈلے تھے۔

اور وہ سب سے چھوٹی ہو کر سب کے لیے سب سے زیادہ قابل نفرت۔

وہ سب کو آپی کہہ کر ھی بلاتی تھی کیونکہ وہ سب اس سے بڑی تھیں۔

وہ رمشہ کی شرٹ دیے کر واپس آ رہی تھی۔ کہ نظر اپنے باپ کے کمرے کے بند دروازے پر پری۔

آنکھوں میں نئے سرے سے نمی اتری۔۔۔۔

اس لیے وہ بھاگتی ہوئی سیڑھیاں اتر گئی۔۔۔

کیوں ہر شخص اسے چھوڑ کر چلا جاتا تھا جس شخص سے وہ پیار کرتی تھی جو شخص اس کے دل کے قریب ہوتا تھا ہر اس شخص نے اسے چھوڑ دیا۔۔

سب سے پہلے پیدا ہوئی تو اس کی ماں چھوڑ کے چلی گئی۔

اس کی زندگی کے محور میں صرف چار لوگ ہی تورہ گئے تھے۔

پھر اس کا باپ بھی چھوڑ کر چلا گیا باپ کیا گیا اس کی دنیا ہی ہل گئی۔

پھر تایا اور تائی بھی چلے گئے۔

اس رات وہ بہت روئی تھی صرف چھ سال کی بچی ساری حویلی والوں سے چھپ کر روئی تھی۔۔۔

کیونکہ اس دن وہ جان گئی تھی۔

کہ اس کے اپنے سب اس حویلی سے جا چکے ہیں۔۔۔

اور پھر آخر میں وہ شخص بھی چلا گیا۔

جو ساری دنیا میں اسے سب سے زیادہ عزیز تھا۔

اپنے ماں باپ تایا اور تائی کی موت کا غم ایک طرف۔

اور اس شخص کا جانا دل کو مار ہی تو گیا تھا۔

آخر کون تھا وہ شخص؟؟

کیا تھا ماہیر خان کے ماضی کا راز۔۔۔؟؟

کیا قسمت کبھی ماہی کو اس حویلی کے در و دیوار سے، اس حویلی کے ظالم ماحول سے آزادی دے گی۔۔۔

یہ تو کہانی میں آگے چل کر ہی پتہ چلے گا۔۔۔

تکلیف

کہتے ہیں وقت ہر چیز پر مرحم رکھ دیتا ہے
لیکن وقت کے ساتھ ساتھ تکلیف بھی بڑھتی جاتی ہے۔

ہنوز ٹرین اپنی رفتار کے ساتھ چل رہی تھی۔
اب تو وہ اپنے اس شہر سے بہت دور نکل آئی تھی۔
اب اسے امید تھی کہ وہ لوگ اسے ڈھونڈ نہیں پائیں گے۔۔
مگر دل میں پھر بھی ایک انجانا سا ڈر تھا۔

اس نے زندگی میں پہلی بار اتنا بڑا قدم اٹھایا تھا۔

اگر وہ وہاں رکتی تو عزت جاتی اور اگر بھاگتی تو جان۔۔۔

پھر کیا اس دل نے مرنا منظور کر لیا۔۔۔

لیکن وہ اتنا بڑا گناہ نہیں کر سکتی تھی۔

اگر اب وہ لوگ اسے ڈھونڈ کر مار بھی دیں گے تو اسے کوئی غم نہیں ہو گا۔۔۔

دل میں یہ رنج نہیں ہو گا کہ اس نے کوئی کوشش نہیں کی۔۔۔

وہ ہنوز آنکھیں بند کیے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھی تھی۔

دماغ میں کہیں دور بہت دور ماضی چل رہا تھا۔۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کے ذہن کی سکرین پر کسی کا چہرہ نمودار ہوا۔۔

اور نقاب کے نیچے اس کے ہونٹوں کو ایک خوبصورت سی مسکراہٹ نے چھو لیا۔۔۔

وہ کتنے عرصے بعد کھل کر دل سے مسکرائی تھی۔۔

اب وہ چہرہ پوری آب و تاب کے ساتھ اس کے بند آنکھوں کے سامنے نمودار تھا۔۔

اس چہرے پہ وہ خوبصورت سی مسکراہٹ۔۔۔

واللہ اسے دنیا میں اس سے زیادہ خوبصورت منظر نہیں لگتا تھا۔۔۔

ایک یہ واحد چہرہ ہی تو تھا۔۔۔

جو اسے اپنی ہر تکلیف کے ساتھ یاد آتا تھا۔۔

اوراس چہرے کودیکھنے کے بعد وہ اپنی ہر تکلیف کو بھول کر ہمیشہ کھل کر مسکراتی تھی۔۔۔

اب اس کی آنکھیں اس چہرے کے ہونٹوں کو ہلتا ہوا دیکھ رہی تھیں ۔۔وہ چہرہ شاید کسی سے مخاطب تھا۔۔

اس چہرے کے پاس اب ایک بچی کا چہرہ نمودار ہوا۔۔۔
وہ چہرہ اس بچی سے کچھ کہہ رہا تھا۔۔۔آواز واضح نہ تھی۔۔
ٹرین میں بیٹھی وہ لڑکی ذہن پر زور دے رہی تھی لیکن سمجھ نہ آئی کہ وہ چہرہ کیا کہہ رہا تھا۔۔

اس نے اپنے دماغ پر زور دے کر ان آوازوں کو سننے کی کوشش کی۔۔۔
تو ان دونوں کی باتوں کی آواز واضح ہوئی۔۔۔

اس چہرے نے بچی کو کچھ کہا تھا جس کے بدلے میں بچی نے ایک سوال پوچھا۔۔۔"اگر مجھے آپ کو ڈھونڈنا ہو تو میں آپ کو اتنی بڑی دنیا میں کہاں ڈھونڈوں گی"۔۔۔۔۔۔اور اس سوال کے ساتھ ہی اس بچی کے چہرے پر تکلیف نمودار ہوئی۔۔۔۔"بہت آسان ہے"۔۔۔۔۔اس چہرے نے بچی کو جواب دیا"اگر مجھے ڈھونڈنا ہو اتو سٹی آف لائٹس آ جانا"۔۔۔۔۔۔۔"ہیں یہ کون سی جگہ ہے"۔۔۔۔۔اب وہ بچی اس چہرے سے مخاطب ہوئی۔۔۔۔۔۔

"اف تمہیں ابھی تک یہ نہیں پتا"

اب وہ چہرہ اس بچی سے کہہ رہا تھا۔۔۔۔"نہیں نہ آپ بتائیں گے تو پتہ چلے گا۔"۔۔۔۔۔۔"کراچی"۔۔۔

اس چہرے نے ایک لفظی جواب دیا اور ٹرین کی سیٹ پر بیٹھی ہوئی لڑکی نے پٹ سے اپنی آنکھیں کھول دیں۔۔۔۔

اس کی آنکھیں کچھ جانی پہچانی سی تھیں۔

اور وہ خود سے ہولے سے بڑبڑائی۔۔۔۔۔

"I am coming the city of lights"

اب بھی ٹرین اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھی۔۔۔۔

گھڑی چار بجا رہی تھی وہ دادی کے کمرے کی طرف آئی۔

اسے اندر سے اقصی اور دادی کے بولنے کی آوازیں آ رہیں تھیں۔

یقیناً اقصی انہیں کچھ گھنٹے پہلے ہوا واقعہ بتا رہی تھی۔۔۔

اور ہر بار کی طرح دادی بے بسی سے سن رہیں تھیں۔وہ جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئی۔۔۔

دادی نے بے ساختہ اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔

جہاں پر واضح انگلیوں کے نشان موجود تھے۔

ابھی جب وہ ناشتے کے بعد کمرے میں آئی تھی۔۔۔

تب بھی اس کے چہرے پر ایسے ہی نشانات تھے۔

یقیناوہ بڑی تائی کا کیادرا تھا۔۔۔

اس کی اس وقت دونوں گالیں سوجھی ہوئی تھی۔

اتنے تھپڑ کھانے کے بعد بھی اس کے نازک گال ہر بار نئی طرح سے سوزش کا شکار ہو جاتے تھے۔۔۔۔۔"میں آج ابرار حاکم سے بات

کرتی ہوں بس بہت ہو گیا تم کیا اس حویلی میں ان سب کی مار کھانے کے لیے ہو وہ کیوں بھول جاتیں ہیں کہ ان کا اور تمہارا مقام ایک ہے تم بھی ویسے ہی حاکم خان کی پوتی ہو جیسے وہ سب ہیں۔"۔۔۔۔۔۔۔دادی آج بہت غصے میں لگ رہیں تھیں۔۔

ماہی نہیں چاہتی تھی کہ اس کی وجہ سے حویلی میں مزید کوئی تماشہ لگے۔۔۔"نہیں دادی ان سب کی کوئی ضرورت نہیں ہے میں نہیں چاہتی کہ وہ سب مجھ سے مزید بدزن ہو جائیں"۔۔۔۔۔"ارے ہوتے ہیں تو ہونے دو پہلے تو جیسے تمہارے گلے میں پھولوں کے ہار ڈال رہے ہیں نا"۔۔۔۔۔دادی کا غصہ آج کسی صورت کم ہونے والا نہیں تھا۔۔۔۔"پلیز دادی آپ کو میری قسم آپ ایسا کچھ نہیں کریں

گیں۔۔۔"۔۔۔۔۔۔وہ اچھے سے جانتی تھی کہ دادی کے غصے کو کیسے قابو کرنا ہے۔

اور قسم والی بات کے بعد دادی کا غصہ ہمیشہ جھاگ کی طرح بیٹھ جاتا تھا۔ جیسے ابھی بیٹھ چکا تھا۔"کیوں کرتی ہو آخر ان سب کے اتنے ظلم برداشت ؟"۔۔۔۔۔اب کی بار دادی نے کچھ بے بسی سے پوچھا۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔۔"دادی کہتے ہیں اگر ماں باپ کوئی غلطی کرے تو اس کا خمیازہ ساری زندگی ان کی اولاد کو بھگتنا پڑتا ہے۔

میں بھی اپنے ماں باپ کی غلطی کا خمیازہ ہی بھگت رہی ہوں"....دادی کو امید نہیں تھی کہ ماہی یہ بات کہے گی۔۔

کچھ پل دادی شاک کی سی کیفیت میں اس کے چہرے کو دیکھتیں رہیں۔۔

اقصی کا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا کہ وہ اپنے ماں باپ کے بارے میں ایسی بات کیسے کر سکتی تھی۔۔؟

"ماہی"

دادی کی بے بس سی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔۔۔

ماہی جو سر نیچے جھکائے بیٹھی تھی۔۔

دادی کی اس قدر غم میں ڈوبی آواز پر اس نے چہرہ اٹھا کر ان دونوں کو دیکھا۔۔۔

اور ان دونوں کی آنکھوں میں بے یقینی دیکھ

ماہی نے اپنی بات کی وضاحت کی۔۔۔۔"بھول گئی آپ دادی حاکم خان کا بنایا گیا اصول کہ خاندان، اور ذات پات سے باہر شادی کرنا ان

کے لیے کسی گناہ سے کم نہیں۔۔۔۔میرے ماں باپ نے بھی تو یہی گناہ کیا تھا۔جو سارے خان حویلی والوں کی نظروں میں گناہ تھا۔لیکن میرے لیے وہ میرے ماں باپ تھے اور اسلام میں بھی پسند کی شادی کرنے کی اجازت ہے۔اس لیے میرے ماں باپ نے جائز طریقے سے اپنی زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا تو اس میں غلط ہی کیا تھا۔

لیکن دادی اس حویلی میں تو وہ گناہ تھا نا۔۔۔اور

میں بس اسی ناکردہ گناہ کی سزا کاٹ رہی ہوں۔۔"۔

یہ سب کہتے آخر میں اس کی آواز نم ہو گئی۔

اتنا سب کہنے کے بعد وہ خاموش ہو گئی۔اور ایک نظر دادی اور اقصیٰ پر ڈالی۔۔

دادی کے دماغ میں بے ساختہ یہ بات آئی کہ وہ بہت سمجھدار تھی اب بچی نہ رہی تھی۔۔۔یا شاید حالات نے اسے اتنی سی عمر میں زیادہ سمجھدار بنادیا تھا۔۔۔دادی محض اندازہ ہی لگا سکیں۔۔۔

دونوں کی آنکھوں میں اس کے لیے صرف بے بسی اور ہمدردی ہی تھی۔۔۔

اس نے گھڑی کی طرف دیکھا تو پانچ بجنے والے تھے۔

اسے رات کا کھانا تیار کرنا تھا دادی کو بتا کر وہ کچن کی طرف نکل آئی۔۔۔

سارا کھانا وغیرہ تیار کرنے کے بعد آٹھ بجے سب ڈائننگ ٹیبل پر موجود تھے۔۔۔

اور وہ ہمیشہ کی طرح ان کے کھانا شروع کرنے کے بعد کچن میں بیٹھ کر اپنا کھانا کھا رہی تھی۔۔دس بجے تک وہ کچن میں سارے کام کرتی رہی۔۔

اب وہ کمرے میں آئی تھی۔۔

دادی سو چکی تھی وہ خاموشی سے اپنی سائیڈ پر آئی اور آ کر لیٹ گئی۔۔۔

ہمیشہ کی طرح آج بھی ایک کے بعد ایک انسو تکیے پر گر رہا تھا۔۔۔

ہمیشہ کی طرح آج بھی نیندان خوبصورت آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔۔

آج سارے دن کی تکلیف اور تذلیل اس کی آنکھوں کے سامنے گھومی۔۔۔۔

بے ساختہ اس کے دونوں ہاتھ اس کے دونوں گالوں پر گئے۔جہاں آج وہ دو تھپڑ کھا چکی تھی۔

اور اپنی بے بسی پر ہر روز کی طرح آج بھی رونا آیا۔

اب تو کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا جس دن اسے حویلی میں کسی نہ کسی نے تھپڑ نا مارا ہو۔۔۔

اس کی آنکھوں کے سامنے کچھ دنوں پہلے کا منظر گھوما۔

جب اس کے سارے کزن باہر آؤٹنگ اور ڈنر کے لیے جا رہے تھے۔

تو انوشے اور ولید بھائی نے اس سے کہا کہ ماہی تم بھی چلو۔

اس نے ایک نظر سیڑھیوں پر کھڑی اپنی بڑی تائی کو دیکھا۔
جو ماہی کو ایسے دیکھ رہی تھی جیسے زندہ نگل لیں گیں۔۔

ماہی نے طبیعت خرابی کا بہانہ بنا کر جانے سے منع کر دیا۔۔۔
وہ دونوں جانتے تھے کہ ماہی ایسا کیوں کہہ رہی ہے۔۔
اس لیے دوسری بار نہ کہا۔۔
اور ان کے جانے کے بعد تائی نے بنا کسی غلطی کے اسے تھپر دے مارا
۔۔صرف اس بات پر کہ ان کی بیٹی انوشہ نے اسے باہر جانے کا کیوں
پوچھا۔۔۔اس میں ماہی کی غلطی تھی محض تائی کی اپنی نظر میں۔۔۔۔

لیکن اس کا دل بھی چاہتا تھا کہ وہ بھی کبھی اس حویلی کی چار دیواری سے باہر جائے وہ بھی گھومے پھرے اور اس حویلی کے باہر کی دنیا دیکھے۔۔۔

لیکن شاید حویلی کے باہر کی دنیا اس کے لیے بنی ہی نہیں تھی۔۔۔

اسے یاد نہیں پڑتا کہ وہ آخری بار اپنے اس گاؤں سے باہر کب گئی ہو۔۔ یا شاید کبھی گئی ہی نہیں تھی۔۔

دادی کے حکم صادر کرنے کے بعد بہت مشکل سے اسے ایف ایس سی کرنے دی گئی تھی۔۔۔

وہ بھی گاؤں میں ہی ایک گورنمنٹ ہائے کالج بنا تھا اس لیے وہ وہاں تک پڑھ پائی۔۔۔

اس کے باقی سارے کزن شہر کی مہنگی سے مہنگی ترین یونیورسٹی اور کالج میں پڑھ رہے تھے۔۔۔

اور وہ گاؤں کے ایک گورنمنٹ کالج میں پڑھ رہی تھی۔

باقی سارے کزن تو گاڑیوں میں جاتے تھے اور وہ پیدل چل کر ہی گاؤں کے دوسرے کونے میں اپنے کالج جاتی تھی۔۔

وہ آگے تو پڑھنا چاہتی تھی مگر گاؤں میں اس سے مزید آگے پڑھائی نہیں تھی۔

اور شہر اسے کسی نے جانے نہیں دینا تھا۔

اس لیے اپنی خواہش کو ایک سال سے اپنے دل میں ہی مار چکی تھی۔

وہ بہت ذہین تھی اس کے نمبر بھی ایف ایس سی میں بہت اچھے آئے تھے۔۔

اگر وہ اسکولرشپ کے لیے اپلائی کرتی تو یقینا۔۔۔

وہ اپنی گریجویشن سکالرشپ کی بیس پر کر سکتی تھی۔۔۔

مگر اس کے ہاتھ بندھے تھے وہ مجبور تھی کچھ نہیں کر سکتی تھی۔۔۔

یہ سب سوچتے سوچتے وہ اپنے ماضی میں پہنچ گئی۔۔

جب وہ صرف پانچ، چھ سال کی ایک چھوٹی سی بچی تھی۔۔

تب اس کی زندگی کتنی اچھی تھی۔۔۔ماضی کی یاد کتاب کے کسی پنے کی طرح دماغ میں کھلی اور

پھر اس کے کانوں میں ایک بہت خوبصورت آواز پڑی۔۔

"ہیر۔۔۔ہیر۔۔۔۔ہیر۔"

۔۔

کوئی اسے اس نام سے بلاتا تھا

اور وہ نم آنکھوں سے مسکرادی۔۔۔

ساری دنیا اسے ماہی کے نام سے جانتی تھی۔۔۔

حویلی میں کوئی بھی اسے ماہیر نہیں کہتا تھا۔۔

گو کہ حویلی والے تو یہ بھی بھول چکے تھے اس کا۔۔

پورا نام کیا تھا۔۔

گاؤں کے کالج میں بھی سب اسے ماہی کہتے تھے۔۔۔

جب وہ پڑھتی تھی۔۔

ہاں لیکن اس کے کاغذات میں ماہیر ہی لکھا جاتا تھا۔۔۔۔

لیکن ساری دنیا میں ایک واحد وہ شخص تھا۔۔۔۔

جس کے لیے وہ ماہی نہیں بلکہ اس کی ہیر تھی۔۔۔

اس لیے وہ کبھی اپنا یہ نام نہیں بھولی تھی۔۔۔

اس نام کو بھولنے کا مطلب تھا اس شخص کو بھول جانا۔۔۔

اور ماہیر سلیمان سانس لینا تو بھول سکتی تھی مگر اس شخص کو نہیں۔۔۔۔

کیونکہ اس کے خیال میں اگر بنیادیں بھلا دی جائیں تو ساری زندگی پر اثر انداز ہوتی ہیں۔۔

اور دوسرا وہ اپنا ماضی کبھی بھولنا نہیں چاہتی تھی۔۔۔کیونکہ اس کے خیال میں اس کا ماضی اس کے آج سے بہت خوبصورت تھا۔۔۔جہاں سارے اس کے اپنے زندہ تھے۔۔۔

اس شخص کو یاد کر کے نئے سرے سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے ۔۔۔۔"کیوں۔۔۔۔کیوں کیا آخر ایسا میرے ساتھ۔۔۔۔

کوئی ایسے چھوڑ کر بھی جاتا ہے۔۔۔۔

ساری دنیا مجھے چھوڑ دیتی ایک صرف آپ نہ چھوڑتے تو شاید یہ میرے دل کو اتنی تکلیف نہ ہوتی۔۔۔

آپ تو کہتے تھے کہ میں آپ کی دنیا ہوں۔۔تو کہاں گئی اب آپ کی یہ دنیا۔۔۔؟؟کہاں چلے گئے آپ۔۔۔

اور کیوں چلے گئے مجھے اکیلا چھوڑ کر۔۔۔

اوخدا میں تو جانتی بھی نہیں کہ وہ کہاں ہونگے میں کہاں ڈھونڈوں۔۔۔

میں تو خود کھوئی ہوئی ہوں کسی کو کیا ڈھونڈ سکوں گی۔۔۔

میں آپ سے بہت ناراض ہوں۔۔۔

سب سے زیادہ تکلیف مجھے آپ نے دی ہے۔۔"۔

وہ آنکھیں بند کیے تصور میں ہی اس شخص سے مخاطب تھی۔۔۔

وہ اس وقت بے بسی کے انتہا پر تھی

اور آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا۔۔۔

اور ہر رات کی طرح آج بھی وہ اس شخص کی صورت کو آنکھوں کے پردے پر بسا کر سو گئی۔۔۔

جب وہ بیڈ پر آ کر لیٹتی تھی۔۔

تو ہر رات۔۔۔

سارے دن کی تھکن سے اس کا سارا جسم چور چور درد کرتا تھا۔۔۔

اور آخر تھکن کی وجہ سے اسے نیند آ ہی جاتی تھی۔۔۔

وہ کسی کو کچھ بتا نہیں سکتی تھی کہ وہ کس قدر تکلیف میں ہے۔۔۔

پھر کبھی اپنے ہاتھوں اور بازوں کو دیکھتی۔۔

جن میں جگہ جگہ جلن کے نشان تھے۔۔

کبھی کھانا پکاتے وقت تیل کے چھینٹے پڑ گئے۔۔

تو کبھی ہاتھ یا بازو گرم چولہے پر لگ گیا۔۔۔

کچھ دیر بعد کمرے میں ماہی کی سانسوں کی آواز محسوس ہو رہی تھی۔۔۔

یقیناوہ سو چکی تھی۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔

عین اس وقت جب ماہی نیند کی وادیوں میں اتر رہی تھی۔۔۔

تو دور کہیں کسی شخص کی نیند ایک بھیانک خواب دیکھنے کی وجہ سے اڑ چکی تھی۔۔۔وہ خواب دیکھ رہا تھا۔۔۔کہ

ایک چھ سالہ بچی ہلکی بھوری آنکھوں والی۔۔۔

کیوٹ سی شولڈر تک آتے بال۔۔۔

جنہیں بہت اچھے طریقے سے پونی میں باندھا گیا تھا۔

وہ ایک باغ میں بیٹھی۔۔
مسکرا رہی تھی۔۔

اس بچی کی مسکراہٹ بہت خوبصورت تھی۔۔
پاس ہی کچھ فاصلے پر ایک شخص کھڑا اس بچی کو دیکھ رہا تھا۔۔۔
اور اس کی ہنسی پر اس شخص کو اپنا دل رکتا ہوا محسوس ہوا۔۔۔
اس کی ہنسی بہت خوبصورت تھی۔۔

اب وہ بچی کسی کی موجودگی کو محسوس کر کے
چہرہ گھما کر اس شخص کو دیکھتی ہے۔۔
اور ایک ہلکی سی اسمائل اس شخص کو پاس کرتی ہے۔۔۔

جس سے اس شخص کے چہرے پر خود بخود ایک بہت خوبصورت مسکراہٹ آجاتی ہے۔۔۔

اور مسکراہٹ کے ساتھ اس کے بائیں گال پر ایک گڑاسا ظاہر ہوتا ہے۔۔۔

یقیناوہ اس کا ڈمپل تھا۔۔۔

بچی یک ٹک اس شخص کے چہرے کو دیکھتی ہے۔۔۔

یقیناوہ بچی اس کے ڈمپل میں کھو چکی تھی۔

وہ دونوں ایک دوسرے کی مسکراہٹ دیکھ رہے تھے کہ اتنے میں دیکھتے ہی دیکھتے آسمان پر کالے بادل چھا گئے۔۔۔

پتہ نہیں کہاں سے ایک آگ کا الاؤ آیا اور اس بچی کے ارد گرد دائرے کی صورت میں آگ ہی آگ لگ گئی۔۔۔

یہ سب اتنا جلدی ہوا کہ وہ شخص چاہ کر بھی کچھ نہ کر پایا۔۔

اور دیکھتے ہی دیکھتے معصوم بچی آگ کی لپیٹ میں آچکی تھی۔۔۔۔

اب وہ رو رہی تھی چیخ رہی تھی اور اپنے بچاؤ کے لیے آوازیں لگا رہی تھی۔۔۔

وہ اس شخص کو مخاطب کر رہی تھی۔۔۔

اور مسلسل اس کا نام لے کر بچاؤ بچاؤ کی آوازیں لگا رہی تھی۔۔۔

اور وہ شخص چاہ کر بھی ایک قدم آگے نہیں لے پا رہا تھا۔۔۔

اس شخص کو اپنا دل رکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔"نہیں.....

.... نہیں"بس یہ ایک لفظ ہے اس کے ہونٹوں سے ادا ہو رہا تھا۔۔

وہ اس وقت اپنے ہوش و حواس میں نہیں لگ رہا تھا۔۔۔

وہ بچی اب بھی مسلسل رو رو کر۔۔اسے اپنی طرف بلا رہی تھی۔۔

اس شخص نے اپنے آپ کو حرکت کرتا ہوا محسوس کیا۔ پھر اس نے اپنے قدموں کو اٹھتا ہوا محسوس کیا۔ایک قدم، دوسرا قدم، اور تیسرا قدم، پھر اس نے خود کو بھاگتے ہوئے پایا۔۔۔

لیکن یہ کیا ہوا جتنا بھاگ رہا تھا اتنا ہی آگ اس سے دور جا رہی تھی۔۔۔

"ہیر۔۔۔ہیر۔۔۔ہیر۔"۔

نیند میں خواب دیکھنے کی وجہ سے اس کے ہونٹوں سے بس ایک ہی نام ادا ہو رہا تھا۔۔۔۔۔

اب کی بار وہ اپنی پوری قوت سے چلایا۔۔۔

"ہییییر رر"

اس کے ہونٹوں سے یہ آواز نکلی اور

اس کی آنکھ ایک جھٹکے سے کھلی۔۔۔

اور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔۔۔

اس نے بے ساختہ اپنے ارد گرد دیکھا۔۔

تو معلوم ہوا وہ اپنے بیڈ روم میں تھا۔۔۔

سارے کمرے میں اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔۔۔

اس نے گھڑی کی طرف دیکھا۔۔۔

جو رات کے 12 سے اوپر کا ٹائم بتا رہی تھی۔۔۔

اس شخص کا سارا جسم پسینے سے شرابور تھا۔۔۔

وہ گہرے گہرے سانس لے کر خود کو کمپوز کرنے کی کوشش کرنے لگا۔۔۔

اس طرح کے خواب وہ کافی سالوں سے دیکھتا آ رہا تھا۔۔۔

اور ہر بار راتوں کو اس طرح اٹھ جاتا تھا۔۔۔

اس کے دل میں ابھی تک تکلیف ہو رہی تھی۔۔۔

"کیوں۔۔۔۔اللہ پاک کیوں۔۔"

وہ بے بسی کی آخری حد پر تھا۔

اور خدا سے مخاطب ہوا۔۔۔

اس نے اٹھ کر کمرے کی لائٹ جلائی۔۔تو کمرے میں نیم روشنی ہوئی۔۔روشنی میں اس شخص کی آنکھیں واضح ہوئی۔۔۔

وہ ہیزل گرین کلر کی آنکھیں تھیں۔۔۔

جو نیند کی کمی ہے باعث اس وقت لال ہو رہیں تھیں۔

کمرے میں ابھی بھی اندھیرا تھا اس لیے اس شخص کا چہرہ واضح نہ ہو سکا۔۔۔وہ اٹھا واش روم گیا۔۔

وضو کر کے باہر نکلا اور جائے نماز بچھا کر تھجد کی نماز ادا کی۔۔۔

نماز ادا کرنے کے بعد۔۔۔

اس نے اپنے رب سے اس ہستی کی خیریت کی دعا کی۔۔۔" یا اللہ پاک

میں نے اسے تیری امان میں دیا ہے۔۔

اس کی حفاظت کرنا۔۔

میں نہیں جانتا وہ کس حال میں ہے

مگر اتنا جانتا ہوں وہ ضرور کسی تکلیف میں ہے۔۔

بس اس کی حفاظت کرنا۔۔

میں مجبور ہوں میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔۔۔

کاش میں کچھ کر سکتا۔۔۔

ایک وعدے نے میرے ہاتھ باندھ رکھے ہیں۔۔۔

اب سب کچھ تیرے ہاتھ میں ہے میرے مولا"۔۔۔

نماز ادا کرنے کے بعد اسے کچھ سکون ملا۔۔۔

اب وہ واپس بیڈ پر لیٹ چکا تھا۔۔

اور سونے کی کوشش کر رہا تھا کہ شاید اب نیند آ ہی جائے۔۔۔

مگر آج بھی ہمیشہ کی طرح اس کے حواسوں پر تو بس وہ ایک وجود مکمل طور پر چھا چکا تھا۔

حویلی میں ایک نئی صبح کا آغاز ہو چکا تھا۔۔

ہر روز معمول کی طرح آج بھی ماہی کچن میں موجود تھی۔۔

آٹھ بج چکے تھے اور ہر کوئی اپنے کاموں پر جانے کے لیے باگھم بھاگ کر رہا تھا۔۔۔

آج تو بڑے تایا جی بھی ناشتے کی ٹیبل پر موجود تھے۔۔۔ماہی سب کا ناشتہ ٹیبل پر لگا چکی تھی۔۔

اب ماہی تایا جی کی دوائیاں ان کو دینے کے لیے ڈائننگ ٹیبل کی طرف آئی۔

ہمیشہ کی طرح ماہی نے تایا جی کو سلام کیا۔۔

اور تایا جی کی دوائیاں پلیٹ میں نکال کر ان کے پاس رکھیں جگ سے پانی کا گلاس بڑھ کر رکھا۔۔

اور ہر بار کی طرح ان سے مخاطب ہوئی۔۔

تایا جی نے اس کی آواز پر اخبار پڑھتے ہوئے۔۔۔۔۔ہمیشہ کی طرح سر اٹھا کر ایک نظر اسے دیکھا۔۔۔

آج بھی ماہی نے اس نظر میں اپنے لیے کچھ ڈھونڈنا چاہا۔۔

مگر ایک بار پھر بے تاثر آنکھیں۔۔

وہ خاموشی سے واپس پلٹی اور کچن کی جانب چل دی۔۔۔

۔۔۔۔۔

دس بج چکے تھے حویلی کے سارے افراد اپنے کام کاج پر جا چکے تھے۔۔۔۔

زینب اور فائزہ اپنے اپنے کمروں میں آرام کر رہی تھیں۔

اور وہ ہمیشہ کی طرح کی کچن میں کاموں میں لگی تھی۔

سارے کام ختم کرنے کے بعد وہ کپڑے دھونے کی نیت سے واشنگ ایریا کی جانب چل دی۔

دوپہر دو بجے تک کپڑے دھوتی رہی۔

اب سب کو دوپہر کا کھانا بھی بنا کر دینا تھا۔

وہ تینوں بھی یونیورسٹی سے واپس آ چکے تھے۔

وہ تھکی ہاری واپس کچن میں آئی۔

اور جلدی جلدی دوپہر کا کھانا بنانے لگی۔

تین بجے سے پہلے وہ سارا کھانا ٹیبل پر لگا چکی تھی۔

سب کھانے کے ٹیبل پر جمع ہو چکے تھے۔

اور وہ کسی روبوٹ کی طرح واپس کچن میں چلی گئی۔

کھانا کھانے کے بعد وہ واپس کمرے میں گئی۔

اور الماری سے ایک آرام دے سوٹ نکالا

اور اپنی حالت جو کچن میں کام کرنے اور کپڑے دھونے کی وجہ سے کافی بری ہو چکی تھی اسے ٹھیک کرنے کی نیت سے شاور لینے چلی گئی۔

کچھ دیر بعد وہ قدرے بہتر حالت میں کمرے سے باہر نکلی۔

اس کے اعصاب جو تھکن کا شکار تھے۔

اب کچھ بہتر محسوس کر رہی تھی۔

اقصی اس وقت دادی کی ویل چیئر کو لیے گارڈن میں دادی کے ساتھ مل کر نیچر کے مزے لے رہی تھی۔

وہ واپس کچن میں آئی اور رات کے کھانے کی تیاری کرنی شروع کی۔

آٹھ بج چکے تھے۔سب ڈائننگ ٹیبل پر جمع ہو چکے تھے۔

اور کھانا شروع کر چکے تھے۔

اتنے میں چھوٹے تایا کو کھانا کھاتے وقت زبردست قسم کی کھانسی کا پھندہ لگا۔

چھوٹی تائی نے فوراً پانی گلاس بھر کر ان کے منہ سے لگایا۔

اور ماہی کو غصے سے آواز دینی شروع ہو گئیں۔۔"ادھر آ منحوس ماری کیسا کھانا بنایا ہے اتنا نمک ڈال دیا ہے۔".....ماہی جو کچن میں بیٹھی

تھی ابھی اس کے ہاتھ میں کھانے کا پہلا نوالہ منہ کی طرف جا ہی رہا تھا۔ کہ اتنے میں تائی کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

نوالہ ہاتھ سے چھوٹ کر پلیٹ میں گرا۔

وہ فورا تیز قدموں سے چلتی ہوئی ڈائننگ ہال تک آئی۔ "کیا ہوا تائی جی"۔۔۔۔ "یہ کھانے میں اتنا نمک تیز کیوں ڈالا ہے"۔۔۔تائی نے غصے سے سوال کیا۔۔۔۔"میں نے تو روز کی طرح آج بھی حسب ذائقہ ہی ڈالا تھا۔

شاید غلطی سے تیز ہو گیا ہو۔" وہ جانتی تھی کہ تائی اس بات پر بگڑ جائیں گی اور خود کو جھوٹا کہیں گیں

اس لیے اس نے خود ہی اپنی ناکردہ غلطی مان لی

تائی تو اس بات پر اور زیادہ بھڑک اٹھی۔۔۔"کیا مطلب ہے تمہارا غلطی سے ڈالا تھا ہم سب کو مارنے کا ارادہ ہے کیا؟"۔۔۔۔"نہیں تائی

جی میں ایسا کیوں کروں گی۔"....."بس بھی کر دیں اماں کیوں اپنا بی پی بڑھا رہی ہیں۔

چھوڑیں اسے اور کھانا کھائیں سکون سے"۔۔اس سے پہلے کہ تائی اسے کچھ کہتیں ولید بھائی سعدیہ تائی سے مخاطب ہوئے

"تم جاؤ ماہی۔"۔

وہ اپنی ماں سے مخاطب ہونے کے بعد اب ماہی سے کہہ رہا تھا۔

سعدیہ تائی کو اس بار جو غصہ چڑھا حد نہیں۔

انہیں یقین نا آیا ان کا بیٹا سب کے سامنے اس ماہی کی سائیڈ لے رہا تھا۔۔۔۔۔"تم خاموش رہو مجھے زیادہ سمجھانے کی ضرورت نہیں"۔۔۔۔تائی نے غصے میں بیٹے کو ڈانٹا اور اس کے بعد وہ ماہی کی طرف مخاطب ہوئیں۔۔۔۔۔"بس یہی دن دیکھنا رہ گیا تھا کہ یہ میری اولاد کو میرے خلاف کر رہی ہے۔پتہ نہیں کیا جادو چلا دیا ہے

اس نے میرے بیٹے پر بد کردار ماں کی بد کردار

بیٹی۔"....."امی۔۔۔"....ولید بھائی کی شاک اور غم میں ڈوبی

ہوئی آواز آئی۔

اور وہ نازک جان اتنے بڑے الزام پر اپنی جگہ سکتے میں ہی آگئی۔۔۔

کچھ پل شاک کے مارے وہ کچھ کہہ ہی نا پائی اور جب بولی تو۔۔۔

"میری ماں بد کردار نہیں ہے اور ان کو ہر بات میں درمیان میں نہ لایا

کریں"۔۔۔اب کی بار ماہی کا لہجہ ناچاہتے ہوئے بھی اونچا ہو

گیا۔۔۔"اور میں کیوں آپ کی اولاد کو آپ کے خلاف کروں گی یہ

سراسر الزام ہے۔میں بد کردار نہیں ہوں اس لیے آئندہ میرے لیے

یہ لفظ استعمال مت کیجئے گا"۔۔۔زندگی میں پہلی بار ماہی نے کسی سے

اتنی اونچی آواز میں بات کی تھی۔

وہ کہتے ہیں ناجب بات عورت کے کردار پہ آجائے۔
تو لہجے نہ چاہتے ہوئے بھی اونچے ہو جاتے ہیں۔

اب کی بار حیران ہونے کی باری ڈائنگ ہال میں موجود باقی سب کی تھی۔

اور سعدیہ تائی کی غصے کا پارہ آسماں پر پہنچ چکا تھا۔۔۔"مجھ سے زبان لڑائے گی مجھے جھوٹا کہے گی۔"اور اس کے ساتھ ہی۔۔۔۔چٹاخ ۔۔۔۔

تائی نے اک زوردار تھپڑ اس کے نازک گال پہ دے مارا۔۔۔

ابھی وہ پہلے تھپڑ سے نا سنبھلی تھی کہ تائی نے دوسرے گال پر بھی ایسا ہی زناٹے دار تھپڑ دے مارا۔

اور ماہی کو اپنے چہرے کا ایک ایک حصہ ٹوٹتا ہوا محسوس ہوا۔۔۔"دفع ہو جا شکل غائب کر اپنی اس سے پہلے میں تیری جان لے لوں"۔۔۔ ماہی کسی پر بھی نظر ڈالے بنا تیزی سے پلٹی جن قدموں سے آئی تھی ان ہی قدموں سے واپس کچن میں چلی گئی۔

لیکن اس بار چال میں واضح تکلیف بھی شامل تھی۔

اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر چکی تھیں۔

کھانے سے دل اُچاٹ ہو گیا۔

لیکن کیا کرتی اتنا کام کرنے کے بعد بھوک بھی لگی تھی۔

اس نے زہر مار کر چند نوالے بہت مشکل سے حلق سے نیچے اتارے اور ساتھ آنسو آنکھوں سے موتیوں کی صورت پھسلتے ہوئے گالوں پر بہتے جا رہے تھے۔

آج وار اس کے اور اس کی ماں کے کردار پر ہوا تھا۔

اور یہ وار سب سے زیادہ تکلیف دہ تھا۔

نہیں وہ بد کردار نہیں تھی۔۔

اس وقت ماہی کی حالت عجیب ہو رہی تھی۔۔

وہ اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہی تھی۔۔۔۔وہ کچن کے واش بیسن پر جھکی اور اپنے منہ کو ایسے دھونا شروع کر دیا جیسے تائی نے تھپر نہیں بلکے بد کردار کی سٹیمپ لگا دی ہو۔۔۔

منہ دھو کر وہ شیلف سے پیچھے ہوئی۔ مگر ابھی بھی اس کی حالت ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔۔"میں۔۔مجھے کیا کرنا تھا۔۔

سونا۔۔۔ہاں مجھے سونا چاہیے۔

مجھے نیند کی ضرورت ہے"۔۔۔وہ خود سے بڑبڑاتی کچن سے نکلی اور کمرے میں آکر کمبل تان کر لیٹ گئی۔۔

دادی کے پاس تو آج الفاظ ہی ختم ہو گئے تھے ماہی کی حالت ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔۔وہ اسے کیا کہتیں۔۔۔

الفاظ ہی نہ تھے۔۔

انہیں ہر تماشے کی خبر اقصی کے ذریعے کمرے میں مل جاتی تھی۔۔

دادی اسے کمبل کے اوپر سے دیکھ کر اب کسی گہری سوچ میں گم تھیں ۔اور وہ نازک وجود کمبل کے اندر بھی کانپ رہی تھی۔۔

اس کے لب آہستہ آہستہ ہل رہے تھے وہ مسلسل کچھ کہہ رہی تھی۔۔۔
آواز اتنی کم تھی کہ اس کے خود کے کان ہی بامشکل سن پا رہے
تھے۔۔۔

وہ بس بار بار ایک ہی بات دہرائی جا رہی تھی۔۔۔۔"آپ کی ہیر
بد کردار نہیں۔
آپ کو مجھ پر یقین ہے نا۔
آپ سن رہیں ہیں نا۔۔۔۔؟؟
خدا کے لیے مجھے بھی یہاں سے آپنے ساتھ لے جائیں۔۔"۔۔۔۔۔وہ
مسلسل یہ سب بڑبڑا رہی تھی اور آہستہ آہستہ اس کا لرزتا وجود ساکت ہو
گیا۔۔۔

عین اسی وقت شہر کے ایک رہائشی علاقے میں ایک گاڑی آکر رکی۔ گاری سے کوئی وجود باہر نکلا۔اندھیرا ہونے کی وجہ سے وہ ٹھیک سے دکھائی نہیں دے رہا تھا۔۔وہ اپنی گاڑی بلڈنگ کی پارکنگ ایریا میں پارک کر کے اب لفٹ کے ذریعے مطلوبہ فلور پر آچکا تھا۔۔اب روشنی میں وہ کچھ واضح ہوا۔۔۔وہ مکمل طور پر کالے لباس میں تھا بلیک پینٹ پر بلیک ہوڈی پہنے اپنا چہرہ ماسک سے چھپائے ہوئے تھا۔۔۔صرف اس کی آنکھیں نظر آرہیں تھیں جو ہیزل گرین کلر کی تھیں۔۔۔۔

وہ اس سیاہی میں سیاہ رات کا حصہ ہی لگ رہا تھا۔۔۔اب اس نے اپنے فلیٹ کے دروازے کو اپنی جیب میں موجود چابی نکال کر اس کی مدد سے

کھولا۔۔۔ابھی وہ دروازہ کھول ہی رہا تھا کہ اچانک اس کے دل میں شدید قسم کا درد اٹھا۔۔۔اس کا ہاتھ بے ساختہ اپنے دل کے مقام پر گیا جو بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔۔۔

اور اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔۔۔"ہیر۔۔۔ہیر"۔۔۔دماغ میں فوراً خیال آیا کیا وہ ٹھیک تو ہے؟

دل نے کہا فوراً کہا نہیں۔۔۔۔

وہ ضرور کسی تکلیف میں تھی اور یہ اس کا دل اسے بتا چکا تھا۔۔۔"مجھے معاف کر دینا میری جان میں آ نہیں سکتا"۔۔۔

وہ اب تصور میں کسی سے مخاطب تھا۔۔۔۔

اور یقیناً یہ الفاظ ہیر کے لیے تھے۔۔۔یا اللہ میں کیا کروں میرے مالک تو اس کی حفاظت کرنا۔۔۔

یااللہ میں نے اسے تیری حفاظت میں دیا۔۔۔

میں نے اسے تیری امان میں دیا"۔۔۔

وہ یہ دعا کرتا اندر داخل ہو چکا تھا۔۔۔ مگر شاید ہی اسے اب آج کی رات سکون کی نیند آتی۔۔۔

اس دعا کے مانگتے دوسری طرف ماہیر کا لرز تھا وجود ساکت ہو چکا تھا۔اور اس کی مدہم سانسوں کی آواز بس ارہی تھی یقیناوہ سو چکی تھی۔۔

باہر رات آہستہ اہستہ پگھلتی جارہی تھی۔۔۔۔

دور سے قسمت یہ سب دیکھ کر مسکرادی۔۔۔۔۔

Zubi Novels Zone

طوفان اب تھم چکا تھا۔ہوائیں رک چکی تھیں۔

اب موسم صاف ہو چکا تھا۔

ہر طرف سکوت چھا گیا تھا۔

رات اپنے آخری پہر میں ڈل چکی تھی۔

لیکن کیا اس کی زندگی کا طوفان بھی تھم چکا تھا؟؟؟

ٹرین ہنوز اپنی رفتار کے ساتھ اب اگلے سٹیشن پر پہنچ چکی تھی یقینا یہاں ٹرین کچھ دیر رکنے والی تھی۔

جیسے ہی ٹرین سٹیشن پر رکی۔

وہاں ہلچل ہی مچ گئی۔

کوئی مسافر اتر رہا تھا تو کوئی ٹرین میں سوار ہو رہا تھا۔

وہ ہنوز ویسے ہی بیٹھی ہوئی تھی۔

ریلوے اسٹیشن پر ہر طرف لوگوں کی بھیڑ ہی بھیڑ تھی۔

کافی سارے مسافر اتر کر کھانے پینے کا سامان وغیرہ لینے کے لیے جا رہے تھے۔

لیکن وہ ان سب سے غافل الگ تھلگ ابھی تک ویسے ہی بیٹھی تھی۔۔۔"میڈم ٹرین اسٹیشن پر ایک گھنٹہ رکے گی آپ چاہیں تو کچھ کھا پی بھی سکتی ہیں۔"وہ جو آنکھیں بند کیے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھی تھی اچانک اپنے قریب سے آنے والی آواز پر اس نے ہڑ بڑا کر آنکھیں کھولیں۔۔

وہ کوئی ٹکٹ چیکر تھا30،35 سالہ آدمی۔

ایک پل کے لیے تو وہ ڈر ہی گئی تھی۔

کسی مرد کو اس طرح اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر۔

وہ خاموش رہی کیونکہ وہ کوئی جواب نہیں دینا چاہتی تھی۔

وہ شخص اس لڑکی کو گھور رہا تھا جو خود کو مکمل کور کیے کالے برقے میں ملبوس تھی۔

اور وہ لڑکی اس شخص کی نظروں سے اندر تک لرز گئی۔

وہ پہلے ہی اندر سے ڈری ہوئی تھی۔

جب اس آدمی نے دیکھا کہ لڑکی نے کوئی جواب نہیں دیا تو۔اس نے دوسرا سوال پوچھا۔"کیا آپ اکیلی سفر کر رہیں ہیں"۔۔۔۔۔اس سوال نے اس لڑکی کے 14 طبق روشن کر دیے حقیقت میں وہ اب اندر تک لرزی تھی۔

اسے اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔

اس لڑکی کی پکڑ اپنے بیگ پر مزید کچھ سخت ہوئی۔
بے ساختہ اس کی نظر ٹرین کے پورے ڈبے میں گھومی۔۔۔
افسوس کہ ٹرین میں صرف ایک آدھ مسافر بیٹھے تھے۔

مگر بولی اب بھی کچھ نہیں۔۔۔"کیا مسئلہ ہے تمہیں کیوں میری بیٹی کو تنگ کر رہے ہو..."اس سے پہلے کہ وہ آدمی مزید اس لڑکی سے کچھ پوچھتا۔۔۔

اتنے میں پیچھے سے ایک اماں کی آواز آئی۔۔۔"نہیں اماں جی تنگ نہیں کر رہا تھا میں تو بس۔۔۔"وہ آدمی اماں کے اس طرح آنے اور پھر گرجنے سے کچھ ہڑ بڑا گیا۔۔۔"کیا میں تو بس دفعہ ہو یہاں سے۔۔

تمہاری تو میں شکایت کروں گی کہ اس طرح ٹرین میں اکیلی بیٹھی لڑکی

دیکھی نہیں کہ اسے چھیڑنا شروع ہو گئے۔۔۔۔

لیکن وہ اکیلی نہیں اس کی ماں اس کے ساتھ ہے"۔۔۔

وہ عورت کافی غصے میں لگ رہی تھی اور ان کی آواز کافی اونچی تھی کہ

آس پاس کے مسافر متوجہ ہو گئے۔۔

وہ آدمی تو اب صحیح معنوں میں ڈرا تھا۔

فوراً سے اپنی صفائی دینے کی کوشش کی۔

اور وہاں سے بھاگا کہ کہیں سچ میں یہ عورت شکایت ہی نہ لگا دے۔۔۔

اماں اب بھی غصے میں کچھ بڑبڑا رہی تھی اور اس لڑکی کے سامنے والی

سیٹ پر بیٹھ گئی۔۔۔

اس سارے واقعے میں وہ لڑکی کچھ نہیں بولی لیکن نم مشکور آنکھوں سے ان اماں کی طرف دیکھتی رہی۔

یقیناخدا تو اپنے بندے سے 70 ماؤں سے زیادہ محبت کرنے والا ہے۔ تو وہ کیسے اپنی اس بندی کو اکیلا چھوڑ دیتا۔

اس نے ایک ماں کی صورت میں اس کے لیے مدد بھیج دی۔۔۔

اس کے دل میں فوراخیال آیا کہ اسے ان اماں کا شکریہ ادا کرنا چاہیے اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی اچانک اس کے ذہن میں کسی کی نسوانی آواز گونجی تھی۔۔۔"آپ کوشش کیجئے گا کہ جب تک اپنی منزل پر نہ پہنچ جائیں کسی سے بات نہ کیجئے گا اور یقین تو کسی پر نہ کیجیے گا کیونکہ لوگ وہ نہیں ہوتے جو نظر آتے ہیں.....اور آپ تو اتنی سیدھی اور معصوم ہیں

کہ کسی پر بھی یقین کر لیتی ہیں"...یہ ساری باتیں یاد آتے ہی اس کی آنکھوں کے سامنے اپنے ماضی کی زندگی کسی فلم کی طرح گھومی تو فوراً دل کو ڈپٹا اور دماغ میں خیال آیا کہ نہیں کسی پر بھی اتنی جلدی بھروسہ نہیں کرتے۔۔۔

حالات نے اسے اس موڑ پر لا کھڑا کیا تھا کہ اب اس کا یقین سے ہی یقین اٹھ گیا تھا۔۔۔

ٹرین ابھی بھی اسٹیشن پر رکی ہوئی تھی۔۔۔اور اس کی سوچیں ایک بار پھر ماضی کی وادیوں میں پہنچ گئی۔۔۔۔

رات کو ماہی کے کمرے میں جانے کے بعد اقصی نے اس کے حصے کا سارا کام کر دیا۔۔

وہ اندازہ لگا سکتی تھی کہ ماہی شاید اب کام نہ کر سکے۔

حویلی میں ایک نئی صبح کا آغاز ہو چکا تھا۔

سات بج چکے تھے مگر حویلی کے ماحول میں آج کچھ عجیب سا تھا۔

اقصی ماہی کی مدد کرنے کے غرض سے کچن میں آئی۔

تو اس نے دیکھا کہ ماہی تو کچن میں تھی ہی نہیں۔۔۔

اقصی کچھ پریشان ہو گئی۔۔۔

اس وقت تو ماہی ہمیشہ کچن میں ہوتی تھی آج کہاں گئی۔

وہ فوراً دادی کے کمرے میں آئی

اس کا ارادہ دادی سے پوچھنے کا تھا۔

مگر کمرے میں آکر دیکھا تو ماہی کمبل تانے سو رہی تھی۔۔۔

پاس ہی دادی بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھی تھیں۔

وہ حیران ہوئی کہ ماہی ابھی تک سو رہی تھی ایسا کبھی نہ ہوا تھا۔۔۔

دادی نے اس کی نظروں کا مفہوم سمجھتے ہوئے کہا۔۔۔"سونے دو سکون سے کل رات جو کچھ ہوا ہے اس کے بعد اب ماہی کوئی کام نہیں کرے گی۔۔۔"وہ بلا دادی کی بات پر کیا اختلاف کرتی سر ہلا کر وہ ماہی کے بیڈ کی سائیڈ گئی۔۔۔"وہ سب تو ٹھیک ہے دادی مگر ماہی بی بی ایسے

کبھی سوئی نہیں ہیں۔۔۔ان کی طبیعت تو ٹھیک ہے کیا؟ میں ایک بار دیکھ لوں۔۔۔" یہ کہتے ساتھ ہی اقصی نے ماہی کے منہ سے کمبل ہٹایا تو ماہی کا چہرہ نظر آیا جو سرخ ہو چکا تھا۔

یقینا یہ تھپڑوں کی وجہ سے تھا۔۔
آنکھیں رونے کی وجہ سے سوجی ہوئیں تھیں۔۔۔
یہ دیکھ کر اقصی کے دل کو کچھ ہوا۔۔۔

اس نے جیسے ہی اپنا ہاتھ بڑھا کر ماہی کو اٹھانے کی غرض سے اس کے چہرے پر رکھا۔۔۔

اقصی کو لگا جیسے اس نے اپنا ہاتھ جلتے ہوئے انگاروں پر رکھ دیا ہو۔۔۔ماہی کا جسم آگ کی طرح جل رہا تھا۔۔"ماہی بی بی۔۔۔ماہی بی بی آنکھیں کھولیں"۔۔۔مگر ماہی کے جسم میں کوئی حرکت نہ ہوئی۔۔

اب کی بار اقصی نے اس کے جسم کو جھنجوڑا۔۔۔

مگر اس کا جسم ابھی تک ساکت ہی رہا۔۔۔

اب کی بار اقصی کے اوسان خطا ہوئے۔۔۔

دادی اقصی کی حالت دیکھ کر خود پریشان ہو گئیں۔۔۔۔"کیا ہوا...؟"دادی نے پوچھا۔۔"دادی ان کو بہت تیز بخار ہے اور آنکھیں بھی نہیں کھول رہیں۔۔۔"اب کی بار دادی کا حال بھی اقصی جیسا تھا۔۔۔۔

وہ سوئی نہیں تھی وہ بے ہوش تھی۔۔۔

اور کسی کو معلوم تک نہ ہو سکا کہ وہ بیہوش ہے پتہ نہیں وہ کتنے گھنٹوں سے بے ہوش تھی۔۔۔

شاید اب بھی پتہ نہ چلتا اگر اقصی اسے دیکھنے نہ آتی۔۔۔"جاؤ جلدی سے ولید اور انوشہ کو بلا کر لاؤ"۔۔۔دادی نے حکم دیا تو اقصی بھاگتی ہوئی کمرے سے نکلی اور سیر ھیاں چڑھتی ہوئی پہلے انوشہ کے کمرے میں پہنچی۔۔۔

دروازہ کھٹکھٹایا انوشہ نے دروازہ کھولا تو سامنے کانپتی ہوئی اقصی کھڑی تھی۔۔۔"کیا ہوا سب ٹھیک تو ہے"...اس کی حالت دیکھ کر انوشہ بھی گھبرا گئی۔۔۔"کچھ ٹھیک نہیں ہے انوشہ بی بی، ماہی بی بی کو کچھ ہو گیا

ہے وہ آنکھیں نہیں کھول رہیں۔۔۔"یہ سن کر انوشہ فورا بھاگی۔۔۔
لیکن نیچے نہیں اوپر کی طرف ولید بھائی کے کمرے میں۔۔

انوشہ نے فورا دروازہ کھٹکھٹایا۔۔۔

ولید تو اس دستک پر ہڑ بڑا ہی گیا۔۔۔

کیونکہ انوشہ نے دروازہ پیٹ ہی ڈالا تھا۔۔

دروازہ کھولا تو سامنے انوشہ کھڑی تھی۔۔۔

کیا ہو گیا جو ایسے دروازہ پیٹ رہی ہو۔۔۔۔۔ولید کا موڈ کچھ بیزار سا تھا۔۔انوشہ نے اس کی بات کو اگنور کر کے اپنی بات کہی "بھائی جلدی چلے پتہ نہیں ماہی کیا ہو گیا ہے۔۔۔"اب کی بار ولید کی ساری بیزاریت ہوا ہو گئی۔۔۔"کیا مطلب کیا ہو گیا ہے۔۔"....."پتہ نہیں اقصی

نے بتایا کہ وہ آنکھیں نہیں کھول رہی۔۔۔آپ پلیز دیکھیں اسے"۔۔۔یہ سننا تھا کہ ولید اور انوشہ نیچے کی طرف بھاگے۔۔۔

ولید ڈاکٹری کی پڑھائی کر رہا تھا اس لیے وہ ماہی کا چیک اپ کر سکتا تھا۔۔۔

جیسے ہی وہ نیچے لاؤنج میں داخل ہوئے کلثوم بیگم جو اپنے کمرے سے باہر نکل رہی تھیں۔۔۔

ان دونوں کو ساتھ دیکھ کر ان کے ہونٹوں پر خود بخود مسکراہٹ آ گئی۔۔۔

مگر ان دونوں کو ہڑبڑا کر اپنی ساس کے کمرے کی طرف جاتے دیکھ

۔۔۔

ان کے ماتھے پر لکیریں نمودار ہوئی۔۔

آخر ایسا بھی کیا تھا کہ وہ دونوں اس طرح ہڑ بڑا کر اپنی دادی کمرے کی طرف بھاگے۔۔

وہ بھی یہ سوچتی ان کے پیچھے چل دیں۔۔

اقصی تو انوشہ کو بلانے کے بعد پہلے ہی کمرے میں آچکی تھی۔۔
ولید اور انوشہ آگے پیچھے کمرے میں داخل ہوئے۔۔
ولید فوراً ماہی کی طرف بھاگا۔۔
اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کی نبض ٹٹولی۔۔۔۔

انوشہ، اقصی اور دادی تینوں اب ولید کی طرف دیکھ رہیں تھیں۔۔۔

اتنے میں کلثوم بیگم بھی کمرے میں داخل ہو چکی تھیں۔۔۔

اور فلحال ساری صورتحال سمجھنے کی کوشش کر رہی تھیی۔۔

ماہی کا بخار تھرمامیٹر سے چیک کرنے کے بعد ولید دادی سے مخاطب ہوا"اسے تو بہت تیز بخار ہے اور بخار کی وجہ سے ہی بیہوش ہے۔۔۔"اب ولید اقصی سے کہہ رہا تھا۔۔۔"اقصی آپ ٹھنڈے پانی سے اس کی پٹیاں کریں میں ابھی گاؤں کے ہاسپٹل سے اس کے لیے میڈیسن لے کر آتا ہوں"۔۔۔۔

یہ سن کر اقصی نے اثبات میں سر ہلایا اور جلدی سے ٹھنڈا پانی لینے کے لیے کچن میں چل پڑی۔۔۔

ولید فوراً حویلی سے باہر کی طرف بھاگا اور اپنی گاڑی میں بیٹھ کر ہاسپٹل کی طرف روانہ ہو گیا۔۔۔۔

پیچھے انوشہ اب ماہی کے پاس بیٹھ کر اس کے گال تھپتھپا رہی تھی مگر وہ تو ہوش حواس سے ہی بیگانہ تھی۔۔۔۔"اب اس میڈم کو کیا ہو گیا۔۔۔ضرور کوئی نیا ڈرامہ کر رہی ہو گی تاکہ کام نہ کرنا پڑے"۔۔۔۔یہ بڑی تائی کی آواز تھی۔

انہیں پورا یقین تھا کہ ماہی طبیعت خرابی کا ڈرامہ کر رہی ہے۔۔۔ماں کی آواز پر انوشہ نے سر اٹھا کر دیکھا اور اسے اپنی ماں کی سوچ پر بہت افسوس ہوا۔۔۔

کیونکہ ماہی کی حالت واقعی ٹھیک نہیں تھی۔

اقصی واپس کمرے میں آچکی تھی اور اب وہ ماہی کے پاس بیٹھ کر اس کے سر پر ٹھنڈے پانی کی پٹیاں کر رہی تھی۔۔۔

انوشہ اٹھی اور ماں کے پاس آئی۔۔"اماں خدا کے لیے بس کر دیں۔۔۔ وہ سچ میں بیہوش ہے کوئی ڈرامہ نہیں کر رہی یقین نہیں آتا تو اسے ہاتھ لگا کر دیکھ لیں اس کا جسم آگ کی طرح جل رہا ہے"...کلثوم بیگم کو اپنی بیٹی کا ماہی کی حمایت کرنا ایک آنکھ نہ بھایا۔۔"آئے ہائے میں کیوں ہاتھ لگاتی پھروں اسے ہاتھ لگا کر میں نے اپنے ہاتھ گندے تھوڑی کرنے ہیں"۔۔۔

تائی اماں نے ایسے غرور اور نفرت سے کہا کہ انوشہ بے ساختہ اپنی ماں کو دیکھے گئی۔۔۔"اماں آپ تو ایسے کہہ رہیں ہیں جیسے وہ کوئی گندگی کا ڈھیر ہو اور آپ ہاتھ گندھے کرنے کی بات کر رہیں ہیں تو جب اسے تھپڑ مارتی ہیں تب آپ کے ہاتھ گندے نہیں ہوتے۔"۔۔۔کلثوم بیگم کو اپنی بیٹی کا یہ رویہ وہ بھی ماہی کے لیے زہر سے بھی زیادہ برا

لگا۔۔۔"تمہیں اس کی بہت فکر ہو رہی ہے۔۔؟"۔۔"اور آپ اچھے سے جانتی ہیں کہ مجھے اس کی فکر کیوں ہے۔۔۔۔جواب دو بدو آیا۔۔۔"کیونکہ میں اپنا وعدہ وفا کر رہی ہوں۔۔۔۔۔میں حماد حاکم خان کی بیٹی ہوں۔۔۔۔وعدہ نبھانا میرے خون میں شامل ہے"۔۔۔۔اور اس جواب کے بعد کلثوم بیگم کے سارے الفاظ ہی ختم ہو گئے۔

انہیں انوشہ سے اس جواب کی توقع نہ تھی۔۔۔۔

وہ انوشہ کو یک ٹک دیکھے ہی گئیں۔۔۔۔

انہیں لاجواب اس بات نے نہیں کیا تھا کہ وہ یہ کہہ رہی تھی کہ وہ حماد خان کی بیٹی ہے۔۔۔

انہیں لاجواب تو اس بات نے کیا تھا کہ کیا اسے وہ وعدہ آج تک یاد تھا۔۔۔؟؟؟..... "اب جب تک ماہی مکمل ٹھیک نہیں ہو جاتی آپ اسے کوئی کام نہیں کہیں گی۔۔۔

ورنہ جس حساب سے آپ اس نازک جان سے کام کرواتی ہیں۔۔ کسی دن ویسے ہی مر جائے گی پھر لے لیجیے گا اس کی وراثت کا حصہ۔۔۔۔" وراثت کے نام پر تو تائی کے ہوش ہی اڑ گئے۔۔۔۔

تو اس کا مطلب انوشہ ان کی ساری سوچیں پڑھ لیتی تھی۔۔۔

انوشہ کا لہجہ آج بہت تلخ اور تنزیہ تھا۔۔۔

وہ آج پھٹ ہی تو پڑی تھی۔۔۔

اور کلثوم بیگم اچھے سے جانتی تھیں کہ وہ اس طرح غصے میں پھٹی کیوں ہے۔۔۔

انوشہ غصے سے نکلی اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔۔۔

پیچھے کلثوم بیگم نے ایک نظر ان دونوں دادی پوتی پر ڈالی اور وہ بھی کمرے سے نکل گئیں۔۔۔

ان کی بیٹی نے آج ان کو لاجواب ہی تو کر دیا تھا ان کے سارے الفاظ ہی ختم ہو گئے تھے۔۔۔

پیچھے دادی وراثت والی بات سن کر تلخی سے زخمی سا مسکرائیں۔۔۔۔

"اور تم لوگوں کو لگتا ہے میں تم لوگوں کے لیے وہ دن آنے دوں گی۔ ایسا کبھی نہیں ہو گا۔۔" دادی اپنے آپ سے ہولے سے بڑبڑائیں

دادی کا دماغ اب کسی گہری سوچ میں گم تھا شاید وہ مستقبل کے لیے کوئی حکمت عملی سوچ رہیں تھیں۔۔

انہوں نے ایک نظر بے ہوش ماہی پر ڈالی اور دل میں درد اٹھا۔۔۔

ولید بھائی اب کمرے میں داخل ہو رہے تھے۔۔۔

سب سے پہلے انہوں نے ماہی کو ایک انجیکشن لگایا۔۔۔

اس کے بعد اب وہ ماہی کے ہاتھ پر ایک ڈرپ لگا رہے تھے۔۔۔"بیٹا یہ ٹھیک ہو جائے گی نہ "دادی ولید سے پوچھ رہیں تھیں۔۔۔"دادی فکر نہ کریں انشاءاللہ شام تک ٹھیک ہو جائے گی اور ہوش بھی آجائے گا۔

کمزوری کی وجہ سے اس کا یہ حال ہے اور شاید اس نے کل رات والی بات کی بہت زیادہ سٹریس اور ٹینشن لی ہے اور بات اس نے دل پر لے لی ہے"۔۔۔۔

یہ سن کر دادی نے ایک شکوہ کناں نظر اس پر ڈالی۔۔۔"تمہاری ماں نے اس پر الزام بھی اتنا بڑا لگایا تھا۔۔سیدھا اس کے کردار پر ہی حملہ کر ڈالا

اور ہر بات میں اس کے ماں باپ کو درمیان میں لے آتے ہیں تو کیا اسے تکلیف نہیں ہو گی۔۔"۔۔۔۔آخر میں دادی کی آواز میں نمی گل گئی۔۔۔

ولید نے دادی کی نظروں میں اپنے لیے خفگی دیکھی تو فورا بولا۔۔"خدا کی قسم دادی یہ میرے لیے رمشہ اور زینب جیسی ہے۔۔۔

میں نے ہمیشہ اسے اپنی بہن کی نظر سے دیکھا ہے۔۔۔

اگر میں اس گھر میں لڑکا ہو کر اس کی حمایت کرتا ہوں تو گھر کی ساری خواتین میری نیت غلط سمجھ لیتی ہیں تو میں کیا کروں۔۔۔

اس لیے میں خاموش رہنے کو ترجیح دیتا ہوں۔۔۔"اور دادی کو آج پہلی بار ولید کی بات سمجھ آئی کہ وہ واقعی ٹھیک ہی کرتا تھا۔۔۔

دادی کو اس سے یہ گلا نہیں تھا کہ وہ ماہی کے لیے کچھ اور ہی سوچ رکھتا ہے بلکہ دادی کا گلا تو یہ تھا کہ وہ ماہی کے لیے حویلی میں سٹینڈ نہیں لیتا۔۔۔

اور ولید یہ سمجھا کہ شاید دادی بھی باقیوں کی طرح اس کی نیت پر شک کر رہی ہیں۔۔۔۔"اور اماں نے کل رات جو سب کہا ان کی اس حرکت پر میں آپ اور ماہی دونوں سے شرمندہ ہوں اور آپ سے معافی مانگتا ہوں۔۔۔"ولید کی یہ بات سن کر دادی کے تنے اعصاب ڈھیلے ہو گئے۔۔۔

ولید یہ کہہ کر رکا نہیں اور کمرے سے نکل گیا۔۔۔۔پیچھے دادی نے ماہی کے چہرے کی طرف دیکھا جو اب تک ہوش و حواس سے بیگانہ تھی۔۔۔۔

اقصی کچن میں جا چکی تھی اسے ساری حویلی والوں کے لیے کھانا بنانا تھا۔۔۔۔

انوشہ اپنے کمرے میں اضطراب کی حالت میں ادھر سے ادھر چکر کاٹ رہی تھی۔۔۔۔

آج اسے بہت ہی غصہ آیا تھا۔۔۔۔

ماہی کی حالت دیکھ کر پتہ نہیں کیوں لیکن وہ بہت اضطراب کا شکار تھی۔۔۔۔

اس کا ذہن بہت دور کہیں ماضی میں پہنچ گیا تھا۔۔۔۔

پھر اس کے کانوں میں کسی کی آواز پڑی۔۔۔۔"گڑیا تم اس کا خیال رکھو گی نا۔۔۔؟"وہ آواز کسی سے کہہ رہی تھی۔۔

اب ایک دوسری آواز ابھری۔۔۔"آپ فکر نہ کریں میں ضرور رکھوں گی۔۔۔"....."پکا وعدہ۔۔۔"....."ہاں پکا والا وعدہ"....یہ الفاظ یاد آتے ہی انوشہ کی حرکت کرتے پاؤں رکے اور اس کی حالت قدر بہتر ہو گی....."شاید میں اپنا وعدہ بھول گئی تھی مگر اب مزید اپنا وعدہ نہیں بولوں گی میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ میں آج سے اس کا خیال رکھوں گی"۔۔۔۔۔اب وہ تصور میں اس شخص سے مخاطب تھی۔۔۔

پھر وہ ایک فوٹو فریم کے سامنے آ رکی جو اس کے کمرے کی دیوار پر لگا تھا۔۔۔وہ ایک فیملی فوٹو تھا۔۔۔

جس میں چار وجود تھے۔۔

اب وہ اس تصویر پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔۔۔۔

بہت محبت اور اپنائیت کے ساتھ۔۔۔

بابا آپ کی بیٹی اپنا وعدہ وفا کرے گی۔۔۔

اور پھر اس کا ہاتھ اپنی ماں کی تصویر پڑ گیا۔۔۔۔اور ماں کے تصویر کے بعد اب۔۔۔۔وہ اس چوتھے وجود کی تصویر پر بہت محب اور پیار سے ہاتھ پھیر رہی تھی۔۔۔۔

جیسے اس وجود کو چھو کر محسوس کر رہی ہو۔۔۔۔

اور آخر میں وہ آسودہ سہ مسکرا دی۔۔۔

شہر کے اس رہائشی بلڈنگ پر سورج کی روشنی آب وتاب سے چمک رہی تھی۔۔۔۔

اس بلڈنگ کے فلیٹ میں سے اب وہ شخص باہر نکلتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔۔۔۔۔

لیکن اس کی چال میں واضح تھکن تھی۔۔۔۔۔

دل میں ابھی بھی درد ہو رہا تھا۔۔۔۔

ساری رات وہ بہت بے چین رہا۔۔۔۔

اور بہت کوشش کے باوجود بھی سو نا سکا۔۔۔۔

اس کی ہیزل گرین آنکھیں نیند کی کمی کے باعث لال انگارہ ہو رہیں تھیں۔۔۔۔

اس وقت وہ بلیک پینٹ کے اوپر وائٹ کلر کی ہاف سلیوز والی ٹی شرٹ میں ملبوس تھا۔۔۔ جس سے اس کے کثرتی بازو نمایاں ہو رہے تھے۔۔۔

مگر چہرہ ہنوس ماسک میں کور تھا۔۔۔۔

اب وہ لفٹ میں داخل ہو رہا تھا۔۔۔۔

لفٹ سے نکلنے کے بعد وہ پارکنگ ایریا کی جانب بڑھا۔۔

اپنی گاڑی پارکنگ ایرا سے نکالی اور منزل کی جانب رواں دواں ہو گیا۔۔۔۔

لیکن اس کا دھیان راستے کی طرف نہیں۔۔۔دور کہیں ماضی میں تھا۔۔۔۔۔

اور بس ذہن میں ایک ہی بات چل رہی تھی۔۔۔

کہ کچھ وعدے انسان کے پاؤں کی بیڑیاں بن جاتے ہیں۔۔۔۔

ایسا ہی ایک وعدہ آج اس کے پاؤں کی بیڑی بن گیا تھا۔۔۔

جس کی وجہ سے اس کے دن کا چین اور راتوں کی نیند حرام ہو چکی تھی۔۔۔۔

وہ چاہ کر بھی اس عزیز ہستی سے کیا وعدہ توڑ نہیں سکتا تھا۔۔۔۔

کتنا مان اور یقین تھا ان آنکھوں میں جب اس سے وہ وعدہ لیا گیا تھا۔۔۔۔

وہ چاہ کر بھی ان آنکھوں کا مان اور یقین نہیں توڑ سکتا تھا۔۔۔۔

وہ آنکھیں اب منظر سے غائب ہوئیں تو اس کی جگہ اب کی بار۔۔۔دو ہلکی بھوری خوبصورت آنکھیں آئیں۔۔۔۔

کتنا مان اور یقین تھا ان انکھوں میں بھی جب اس نے پوچھا۔۔۔"آپ واپس آئیں گے نا؟؟"۔۔۔۔

اور وہ چاہ کر بھی اسے کوئی جھوٹی امید یا دلاسا تک نہ دے سکا۔۔۔۔۔۔

اچانک اس کی گاڑی کے سامنے ایک کتا آیا وہ ہڑ بڑا کر ماضی سے باہر آیا۔۔۔اور۔۔اس نے فوراً بریک لگائی۔۔۔۔۔

دل کا درد پہلے سے تھوڑا کم ہو گیا تھا۔۔۔

ذہن سے سارے خیالات جھٹک کر اب وہ اپنی منزل کی طرف دوبارہ

رواں دواں ہو گیا۔۔۔۔

حویلی میں ناشتہ کر کے سب اپنے اپنے کاموں پر جا چکے تھے۔
ماہی ابھی تک بے ہوش پڑی تھی اور اس کا بخار بھی ویسے ہی تھا۔۔

سارا کام اقصی دیکھ رہی تھی۔
آج صبح لائبریری میں بڑے تایا کا ناشتہ بھی اقصی لے کر گئی تھی۔۔۔

تایا شاید اقصی کی آمد کو تصور نہیں کر رہے تھے۔

انہیں تو ماہی کے ہاتھ کا ناشتہ کھانے کی عادت تھی اور وہی ہمیشہ ان کے لیے دوا نکال کر دیتی تھی۔۔۔

دوا کے بارے میں اقصی کو زیادہ پتہ نہ تھا اس لیے آج تایا کو خود ہی نکالنی پڑی۔۔۔

بہت یاد کرنے کے بعد انہیں پتہ چلا کہ ناشتے سے پہلے والی اور بعد والی دوا کون سی ہے۔۔۔

ماہی نے کبھی ان کو اتنا موقع ہی نہ دیا تھا کہ وہ دوا کو غور سے دیکھ لیں۔۔۔

تقریبا دو بجنے والے تھے۔۔۔

انوشہ اور ولید دونوں واپس آ چکے تھے۔۔۔

ولید اب دادی کے کمرے میں موجود تھا۔۔۔

جو ڈرپ وہ صبح لگا کر گیا تھا وہ ختم ہو چکی تھی اب وہ ایک اور ڈرپ لگا رہا تھا۔۔۔

ماہی کا بخار پہلی کی نسبت کچھ کم تو ہوا تھا۔۔۔

مگر ابھی تک وہ بے ہوش تھی۔۔۔

اور اس کی بے ہوشی انوشہ کو مضطرب کر رہی تھی۔۔۔

تقریباچار بجے کے قریب جاکر ماہی کی آنکھیں کھلی۔۔۔

اسے کوئی ہوش نہ تھا کہ وہ کہاں ہے۔۔۔

جیسے ہی اسے ہوش آیا۔۔۔

اس نے اپنی آنکھیں کھولنے کی کوشش کی تو سوزش کی وجہ سے آنکھیں کھلنے سے انکاری ہوئیں۔۔۔

پانچ منٹ کی محنت کے بعد آخر اس کی آنکھیں کھلنے کے قابل ہوئیں۔۔۔

اس نے بے ساختہ گردن ہلا کر اپنے آس پاس دیکھا۔۔۔

اور اچانک اپنا ہاتھ اٹھایا تو ہاتھ میں درد کی ایک تیز لہر اٹھی۔۔۔

اور بے ساختہ منہ سے ایک کراہ نکلی۔۔۔"آہ"...اس نے اپنے ہاتھ کو تھوڑا سا اوپر اٹھا کر کے دیکھا تو اس میں کینولا لگا ہوا تھا۔۔۔

اور اس میں ڈرپ لگی ہوئی تھی پھر اس کی نظر ہاتھ سے ہوتے ہوئے ڈرپ کی طرف گئی جو اب آدھی سے زیادہ ختم ہو چکی تھی۔۔۔

ابھی تک شاید وہ اپنے پورے ہوش و حواس میں نہیں لوٹی تھی۔۔ وہ اپنی صورتحال سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ اسے کیا ہوا۔۔۔

اتنے میں کمرے کا دروازہ کھلا اور انوشہ اندر داخل ہوئی۔۔۔ کسی کی موجودگی محسوس کر کے ماہی نے دروازے کی طرف دیکھا۔۔"اوہ شکر ماہی تمہیں ہوش آ گیا۔

اب کیسی طبیعت ہے تمہاری"۔۔۔۔

وہ یہ کہتے ہوئے ماہی کے قریب آئی اور ماہی کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر بخار کی تپش چیک کی۔۔۔"تمہیں ابھی بھی بخار ہے بس ریسٹ کرو اور میں اقصی سے کہہ کر تمہارے لیے کوئی نرم غذا بنواتی ہوں"۔۔۔

اور ماہی جو الجھی ہوئی نظروں سے انوشہ کو دیکھ رہی تھی۔۔۔پھر بولی "مجھے کیا ہوا تھا انوشہ آپی؟"۔۔۔۔۔۔۔"کچھ نہیں شاید کل رات سوتے ہوئے تمہیں بخار ہو گیا تھا جس کی وجہ سے تم صبح بے ہوش ملی....اور اب شام کے چار بجنے والے ہیں تمہیں اب ہوش آیا ہے....بس ڈرپ ختم ہونے والی ہے پھر ولید بھائی آ کر اسے اتار دیں گے پھر تمہارے ہاتھ کا درد کم ہو جائے گا۔۔۔"یہ سب کہتے ہوئے وہ ماہی کی ڈرپ کا بھی جائزہ لے رہی تھی۔۔

کل رات کے ذکر پر اچانک ماہی کو کل رات کا سارا واقعہ یاد آ گیا۔۔۔
اور زندگی میں پہلی بار اسے کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا کہ اگر وہ صبح سے یہاں بے ہوش پڑی تھی تو کام کون کر رہا تھا۔۔۔

یقیناً اقصی نے اس کے سارے کام سنبھال لیے ہوں گے۔۔۔
مگر پہلے جب وہ کبھی بیمار ہوتی تھی تو فوراً اسے خیال آتا تھا کہ اس نے اگر کام نہ کیا تو پھر اسے تذلیل سنے کو ملے گی۔۔۔

مگر آج ماہی کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا شاید اب وہ تھک گئی تھی ان سب سے۔۔۔

اسے پہلی بار حویلی کا یہ ماحول ایک قید خانہ لگا۔۔۔

انوشہ باہر جاچکی تھی مگر وہ ابھی تک اپنی سوچوں میں مگن تھی۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اقصی ماہی کے لیے سوپ بنا کر لے کے آئی تھی جو خود انوشہ اپنے ہاتھوں سے اسے پلا رہی تھی۔۔۔"جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ پیاری تمہیں اس حالت میں دیکھ کر مجھے بالکل اچھا نہیں لگ رہا۔۔۔۔" وہ سوپ پلانے کے ساتھ ساتھ اسے ہلکی پھلکی باتیں بھی کر رہی تھی۔۔۔

اور اس کی آخری بات سن کر ماہی کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔۔۔

اورانوشہ توبس یک ٹک اس کے چہرے کی اس مسکراہٹ کو دیکھتی گئی۔۔۔۔

سوپ پلانے کے بعد اب اسے دوا دے رہی تھی۔۔۔

ماہی کو دوا کھلانے کے بعد اسے دوبارہ بیڈ پر لٹا کر اس کے اوپر بلینکٹ ٹھیک کر کے وہ کمرے سے باہر نکل آئی۔۔۔

پیچھے ماہی ابھی تک کل رات کی تکلیف کے زیر اثر تھی۔۔
ڈرپ انوشہ اتار چکی تھی مگر ہاتھ کا کینولا ولید بھائی اتار سکتے تھے۔۔

اور ماہی بہت کمزور لگ رہی تھی۔۔
اور بخار ابھی تک مکمل طور پر اترا نا تھا۔۔

اس لیے ماہی دوبارہ نیند کی وادیوں میں اتر گئی۔۔۔

شام کو ولید بھائی نے آکر اس کے ہاتھ سے کینولا اتار دیا تھا اور ماہی سے اس کی طبیعت بھی دریافت کی تھی وہ پہلے سے کچھ بہتر تھی مگر کمزوری کی وجہ سے چہرے پر زردیاں گھل گئی تھی۔۔۔۔

ولید ماہی سے کل رات کے رویے کی معافی مانگنا چاہتا تھا اپنی ماں کی طرف سے مگر اس کی یہ حالت دیکھ کر وہ ہمت نہ کر سکا اور واپس لوٹ آیا۔۔۔

خواہش

رات کا آخری پہر دھیرے دھیرے سرک رہا تھا اور نئے دن کی روشنی آہستہ آہستہ پھوٹ رہی تھی۔۔۔

تقریباً ایک گھنٹے تک ٹرین اسٹیشن پر رکی۔۔۔

اس ایک گھنٹے میں ہزاروں لوگ ٹرین سے اترے اور سوار ہوئے۔۔۔

مگر وہ کالے برقے میں ملبوس لڑکی ہنوز ویسے ہی بیٹھی رہی۔۔۔

وہ کوئی 55 سالہ اماں تھی جس نے اس ٹکٹ چیکر کو یہاں سے بھگایا تھا۔۔

وہ اس لڑکی کے سامنے والی سیٹ پر بیٹھی تھی۔۔۔

ان اماں نے کافی دیر اس لڑکی کے بولنے کا انتظار کیا کہ شاید وہ کوئی شکریہ ادا کرے۔۔

مگر لڑکی پھر سے آنکھیں بند کر کے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔۔۔۔

بالآخر اس خاموشی کو اماں کی آواز نے توڑا۔۔۔"نام کیا ہے تمہارا؟"آنکھیں بند کیے اس لڑکی کی سماعت میں اماں کی آواز واضح سنائی دی مگر وہ ہنوز ویسے ہی آنکھیں بند کیے بیٹھی رہی۔۔۔۔۔۔

کافی دیر اماں نے اس کے جواب کا انتظار کیا مگر ایک بار پھر وہی خاموشی۔۔۔۔"کیا تم بول نہیں سکتی۔۔؟"اب کی بار اماں نے غم میں ڈوبی آواز میں پوچھا۔۔۔۔۔

اور اس بات پر اس لڑکی نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔۔۔

اسے یقین ہو چکا تھا یہ اماں پکا اسے بات کرنے کہ جواز تلاش کر رہی تھی۔۔۔۔

تمہاری آنکھیں۔۔۔۔۔

پتہ نہیں اس کی آنکھیں کھلنے کے بعد اماں نے اس کی آنکھوں میں ایسا کیا دیکھا۔۔۔۔کچھ پل تو وہ اماں کچھ بول ہی نہ پائی۔۔۔۔

لڑکی نے ان کی طرف ایسے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو میں جانتی ہوں یہ خوبصورت ہیں تعریف کی ضرورت نہیں۔۔۔۔

شاید وہ اماں بھی کافی سمجھدار تھی اس کی آنکھوں کی بات فوراً سمجھ گئی۔۔۔"نہیں بس یہ میرے کسی بہت اپنے عزیز کی آنکھوں جیسی ہیں۔۔"اماں نے اپنی بات کی وضاحت کی۔۔۔۔

اوراس لڑکی نے سوچا کہ کیاوہ اسے شیشے میں اتارنے کے لیے ایسی باتیں کر رہیں تھیں۔۔۔۔

پتہ نہیں کیوں مگر اس لڑکی کو اب ہر انسان سے خوف آرہا تھا۔۔۔

وہ پھر سے آنکھیں بند کر کے اماں کو اگنور کرنے کی پوری کوشش کرنے لگی۔۔۔۔

شاید اماں کچھ سکتے کی سی کیفیت میں تھیں۔۔۔

کچھ لمحے پھر سر کے اور ایک بار پھر سے خاموشی کو اماں کی آواز نے توڑا۔۔۔"ہاں تو میں پوچھ رہی تھی کیا تم بول نہیں سکتی۔۔۔؟"لڑکی نے اب کی بار کوئی رد عمل نہ دیا۔۔۔

کچھ دیر مزید گزری کہ دوبارہ اماں کی آواز آئی۔۔۔۔"اتنی رات کو ٹرین میں اکیلی سفر کیوں کر رہی ہو جوان جہاں ہو کوئی حادثہ پیش آسکتا ہے۔۔۔۔"اب کی بار لڑکی نے زچ ہو کر انکھیں کھول دیں۔۔۔۔۔

کچھ دیر دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتی رہیں۔۔۔۔

پھر آخر کار اتنے لمحوں کی خاموشی کو اب کی بار اس لڑکی نے توڑا۔۔۔۔"گمنام ہوں۔۔۔۔

خدا حفاظت کے لیے موجود ہے اور اگر کوئی حادثہ پیش آنا ہوا تو اسے کوئی نہیں روک سکتا"..اس لڑکی کی آواز بہت میٹھی جیسے چاشنی سی گھلی ہو۔۔۔

اماں کو اپنے تینوں سوالوں کے جواب مل گئے۔۔۔ایک یہ کہ وہ بول سکتی تھی۔۔۔

دوسرا اس کا نام شاید وہ اپنی پہچان ظاہر نہیں کرنا چاہ رہی تھی۔۔۔۔"کہاں کا سفر ہے اب کے دوبارہ اماں نے سوال پوچھا"۔۔۔"جہاں یہ راستے لے جائیں وہی میری منزل ہے"۔۔۔"اکیلی سفر کر رہی ہو۔۔۔"۔۔۔اب کہ ایک اور سوال آیا"انسان دنیا میں آتا بھی اکیلا ہے اور جاتا بھی اکیلا ہے وہ ساری زندگی اکیلا ہی تو سفر کرتا ہے"کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد جواب آیا۔۔۔

وہ لڑکی اماں کو نہیں دیکھ رہی تھی بلکہ باہر کہیں خلاؤں میں گھور رہی تھی۔۔۔

وہ جو کوئی بھی تھی بہت خوبصورت اور بہت ٹھہراؤ کے ساتھ بہت مدھم بولتی تھی۔۔۔"منزل کیا ہے تمہاری...؟"۔۔۔"خود کی تلاش میں ہوں"۔۔۔اماں ایک عمر رسیدہ خاتون تھی۔

وہ یقیناً اس لڑکی کے دماغ کو کچھ حد تک سمجھ چکیں تھیں۔

وہ ایک سمجھدار لڑکی تھی اس کے جواب لاجواب کر دینے والے تھے۔۔۔

مگر اس کی آنکھوں میں کچھ تکلیف تھی۔۔۔"کیا یقین ہے منزل مل جائے گی۔۔۔"۔۔۔"یقین....ایک اس واحد ذات پر ہی تو یقین ہے باقی منزل مل جائے یہ ایک بہت بڑی خواہش ہے شاید حسرت کہا جائے تو زیادہ بہتر ہے"۔۔۔اماں شاید اس سے اور بھی بہت کچھ پوچھنا چاہتی تھی۔۔۔

مگر فی الحال کے لیے خاموش ہو گئی۔۔۔

ٹرین اب اسٹیشن سے نکل گئی تھی اور آہستہ آہستہ اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھی۔۔۔۔۔

باہر رات اپنے آخری پہروں پر تھی۔۔۔

وہ لڑکی شاید پانچ یا چھ گھنٹوں سے ایک ہی جگہ پر سٹک ہو کر بیٹھی تھی۔۔۔

اس نے اتنے گھنٹوں میں نہ ہی کچھ کھایا پیا تھا نہ ہی سوئی تھی۔۔۔۔

اب اس کی آنکھیں بند نہیں تھیں۔وہ کھڑکی کے باہر رات کے اندھیرے کو ختم ہوتے اور سورج کی روشنی کو شروع ہوتے ہوئے دیکھ

رہی تھی۔۔۔اور اس کی آنکھوں میں ایک انجانی سی چمک ابھر کر معدوم ہوئی۔۔۔۔۔

دو دن گزر چکے تھے اب ماہی کی حالت قدر بہتر تھی۔۔۔۔۔

ان دو دنوں میں انوشہ نے ماہی کو کوئی کام نہیں کرنے دیا تھا۔۔۔

پھر باقی حویلی والوں کی کیا مجال کے انوشہ کی ضد کے آگے کوئی بحث کرے۔۔۔۔۔

ایک نئی صبح کا آغاز ہو چکا تھا۔ماہی آج اپنی مرضی سے خود ہی کچن میں موجود تھی۔۔۔۔۔

حسب عادت سب سے پہلے تایا کے لیے ناشتہ بنا کر۔۔۔۔وہ لائبریری میں ان کو دینے کے لیے جا رہی تھی۔۔۔۔

اس نے ہمیشہ کی طرح آج بھی دروازے پر دستک دی۔اجازت ملتے اندر داخل ہوئی۔۔۔

سلام کیا اور تایا جی جو کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے۔۔

اس کی آواز پر ایک نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔۔۔۔

مگر یہ کیا آج ماہی نے تایا جی کی طرف نہیں دیکھا تھا۔۔۔

اگر دیکھ لیتی تو جان جاتی آج تایا کی آنکھوں میں اسے دیکھ کر ایک عجیب چمک تھی۔۔۔۔

وہ آنکھیں جو ہر وقت بے تاثر ہوتی تھیں ان میں ہلکی سی رمک دیکھنے کے لیے وہ کتنا انتظار کرتی تھی مگر آج۔۔۔۔اج اس نے بنا ان کی طرف دیکھے ہی ناشتہ ٹیبل پر رکھا۔۔۔

حسب عادت دراز سے تایا جی کی دوائی نکال دی

اور پلیٹ میں ان کے سامنے رکھی اور گویا ہوئی۔۔"تایا جی یہ دوا ناشتے سے پہلے والی اور یہ دوا ناشتے کے بعد والی۔۔۔۔"...یہ کہنے کے بعد اس نے جگ سے پانی کا گلاس بھڑا اور تایا جی کے قریب میز پر رکھا اور واپس مڑ گئی۔۔۔۔۔

اور پیچھے تایا جی حیران تھے کہ اس نے آج ان کی انکھوں میں کیوں نہیں دیکھا۔۔۔؟؟؟

لیکن وہ جان نہ سکے کہ ماہی کو اب ان سے کوئی امید نہ رہی تھی۔۔

اس نے ساری امیدیں ختم کر لیں تھیں۔۔۔

جب اس کے کردار پر وار ہوا۔۔۔

تب تایا جی اس کے لیے ایک لفظ نہ بولے۔۔۔۔ کیا وہ جانتے نہیں تھے

اتنے سالوں سے ماہی اس حویلی میں رہ رہی تھی اس کا کردار کیسا تھا۔۔؟

ماہی اب جان گئی تھی کہ اتنے سالوں سے وہ پتھروں کو پگھلانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔۔ مگر پتھر کہاں موم ہوتے ہیں۔۔۔۔

ان سب کے دلوں میں ماہی کے لیے نفرت نا کبھی ختم ہونے والی تھی۔۔۔

اور نہ ہی کوئی نرم گوشہ پیدا ہونے والا تھا۔۔۔

اس لیے اب اسے امید رکھنے کی ضرورت نہ تھی اور نہ ہی کوئی فائدہ۔۔۔

وہ کچن سے نکل کر لاؤنج میں آئی تو اسے دونوں تائیوں کی باتوں کی آواز آئی۔۔۔۔

چھوٹی تائی بڑی تائی سے کہہ رہیں تھیں کہ دو دن بعد ان کا بیٹا فواد واپس پاکستان آنے والا ہے تو اس کے لیے سلیمان صاحب یعنی کہ ماہی کے بابا کا کمرہ رینوویٹ کروا کر تیار کر دیا جائے۔۔۔۔

ان کا فواد چھ سال بعد واپس اپنے گھر کو لوٹ رہا تھا تو اس کے لیے کمرہ بھی اس کے شیان شان ہونا چاہیے۔۔۔۔۔۔

ماہی تو اتفاقیہ وہاں سے گزر رہی تھی تو ان کی باتیں سن لیں۔۔۔
لیکن یہ باتیں سننے کے بعد ماہی کی حالت تو ایسی تھی کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہ ہو۔۔۔۔۔

ماہی کو لگا جیسے کسی نے اس کے سینے میں خنجر گھوپ دیا ہو۔۔۔۔
جیسے اس سے اس کی قیمتی متاع چھین لی جا رہی ہو۔۔۔۔

اس کے بابا کا وہ کمرہ اس کے لیے کسی خزانے سے کم نہ تھا۔۔۔

وہ کیسے اس کمرے میں کسی اور وجود کو برداشت کرتی۔

وہاں اس کے باپ کی بہت ساری یادیں تھیں۔

اس کے باپ کی خوشبو تھی۔۔۔

نہیں وہ ایسا نہیں ہونے دے سکتی تھی۔۔۔

مگر وہ کیسے ان سب کو روکتی۔۔۔

دادی۔۔۔ہاں اسے دادی سے بات کرنی چاہیے۔۔۔۔

وہ کمرے میں آئی۔۔۔۔دادی اور اقصی جو کوئی بات کر رہیں تھیں مگر ماہی کو دیکھتے ہی دونوں خاموش ہو گئیں۔۔۔۔۔

کچھ سنجیدہ صورتحال تھی۔۔

مگر ماہی تو ابھی اپنے تازہ غم میں ڈوبی تھی۔۔۔اس لیے اس نے غور نہ کیا۔۔۔۔"دادی مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے"۔۔۔

ماہی بہت سنجیدہ لگ رہی تھی۔

دادی اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔"کیا ہوا۔۔۔؟"_"دادی دیکھیں نا چھوٹی تائی میرے بابا کا کمرہ فواد بھائی کے لیے ریڈی کروانے کا سوچ رہیں ہیں کیونکہ وہ دو دن بعد واپس پاکستانی آرہے ہیں پلیز آپ ان کو روکیں وہ کمرہ میرے بابا کی آخری نشانی ہے اس حویلی میں پلیز ۔۔۔۔میں اس نشانی کو کھونا نہیں چاہتی۔۔۔۔آپ پلیز بات کریں نا

سب سے اور رکوادیں۔۔۔"یہ سب کہتے ہوئے اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے شروع ہو گئے۔۔۔۔

دادی شاید ماہی کو اب تسلی دے رہیں تھیں۔۔۔

اور اس کمرے کے دروازے کے باہر کھڑا وجود یہ ساری بات سن کر واپس پلٹ گیا۔۔۔۔

حویلی پر رات اتر آئی تھی۔۔۔

سارے کھانے کی ٹیبل پر موجود تھے۔۔۔

کہ اتنے میں چھوٹی تائی نے اپنا گلا کھنگال کر سب کو اپنی طرف متوجہ کیا۔۔۔"سب یہاں موجود ہیں تو مجھے آپ سب سے ایک بات کرنی ہے"۔۔۔سعدیہ بیگم اب بات کی تمہید باندھ رہیں تھیں۔۔۔۔

سب ان کی طرف متوجہ ہو چکے تھے یہاں تک کہ بڑے تایا بھی۔۔۔"وہ دراصل جیسے کہ سب کو پتہ ہے کہ فواد دو دن بعد واپس پاکستان آرہا ہے۔۔۔۔

تو میں چاہ رہی تھی کہ وہ جو سلیمان کا کمرہ بند پڑا ہے اسے رینویٹ کروا کر فواد کے لیے تیار کروا دوں آخر میرا بیٹا چھ سال بعد واپس اپنی حویلی آ رہا ہے اس کے لیے کمرہ اس کی شان کے مطابق ہونا چاہیے"۔۔بات کرتے ہوئے آخر میں ان کے لہجے میں غرور مل گیا۔۔۔

اور کھانے کی اس ٹیبل پر بیٹھے ایک وجود کے زہن میں دوپہر میں ہوئی

دادی اور ماہی کی باتیں گونج رہیں تھیں۔۔۔

کیسے وہ رو رو کر دادی سے فریاد کر رہی تھی۔۔۔

کہ اس کے باپ کا کمرہ کسی کو نہ دیا جائے۔

اب وہ وجود مضطرب بیٹھا فیصلے کا انتظار کر رہا تھا۔۔۔"آپ کا کیا خیال ہے بھائی صاحب...!"سعدیہ بیگم بڑے تایا سے مخاطب تھیں۔۔۔۔

معاملہ سیریس تھا اس لیے سب کھانے کو چھوڑ کر ابرار صاحب کی طرف متوجہ ہو چکے تھے

کہ وہ کیا فیصلہ سناتے ہیں آخر حویلی میں آخری فیصلہ ان کا ہی تو ہوتا تھا۔۔۔

وہ وجود اب بھی مضطرب سا بیٹھا ابرار صاحب کے بولنے کا انتظار کر رہا تھا۔۔۔"اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے فواد کا کمرہ بہت خوبصورت اور اس کی شان کے مطابق ہے اگر کچھ تبدیلیاں کرنی ہیں تو اسی کمرے میں کروائی جا سکتی ہیں۔

اور رہی بات اس بند کمرے کی تو اسے بند ہی رکھا جائے تو اچھا ہے اسے کھولنے کی یا کسی کو استعمال کرنے کی کوئی ضرورت نہیں"....جیسے ہی ابرار صاحب نے فیصلہ سنایا تو ڈائننگ ہال میں موجود ایک وجود کا اضطراب ختم ہوا اور اب وہ پر سکون دکھائی دے رہا تھا۔۔۔

مگر سعدیہ بیگم کا سارا سکون غرق ہو چکا تھا۔۔۔"مگر بھائی صاحب اس میں آخر حرج ہی کیا ہے وہ کمرہ اتنے سالوں سے بند پڑا ہے اور ویسے

بھی اس کمرے کا مکین بہت سال پہلے اس دنیا سے جا چکا ہے تو کیا ساری عمر اس حویلی کا وہ کمرہ بند رہے گا اس سے بہتر ہے کہ میر ابیٹا استعمال کر لے"..... یوں لگتا تھا جیسے تائی آج وہ کمرہ اپنے بیٹے کے نام کروا کر ہی رہیں گیں۔۔۔۔"میرے خیال سے شاید میں اپنا فیصلہ سنا چکا ہوں اور رہی بات اس کمرے کے بند رہنے کی تو وہ ہمیشہ بند رہے گا اس حویلی کی آنے والی آئندہ سات نسلوں میں سے کوئی بھی استعمال نہیں کرے گا یہ سردار ابرار حاکم خان کا فیصلہ ہے۔

مجھے امید ہے اب کوئی میرے اس فیصلے کے خلاف نہیں جائے گا"۔۔۔سعدیہ بیگم کہنا تو بہت کچھ چاہتی تھیں مگر اب فیصلہ ہو چکا تھا تو خاموش ہو گئی۔

مطلب صاف تھا وہ کمرہ کسی صورت بھی استعمال میں نہیں لایا جائے گا۔۔۔

وہ سردار صاحب کے فیصلے کو بہت اچھے سے سمجھ گئی تھی۔۔۔

اور صرف وہی نہیں اس ٹیبل پر موجود ہر فرد۔۔۔

مگر صرف ایک فرد ایسا تھا جو خود کو اب زیادہ پر سکون اور محبت بھری نظروں سے ابرار حاکم صاحب کو دیکھ رہا تھا۔۔۔

ماہی ان سب باتوں سے انجان اپنے بابا کے کمرے کے جانے کے غم میں اپنا دل لے کے بیٹھی تھی

تقریبارات کے 10 بجے کا وقت تھا وہ اپنے کمرے سے نکلی۔
اور اس کا رخ اس وقت لائبریری کی طرف تھا۔۔۔کیونکہ وہ جانتی تھی
کہ اس کا مطلوبہ شخص اس وقت لائبری میں ملے گا۔۔۔

اس نے لائبریری کے دروازے پر دستک دی اندر سے اجازت ملتے وہ
اندر داخل ہوئی۔۔۔
وہ شخص جو کرسی پر بیٹھا کسی کتاب کے مطالعہ میں غرق تھا۔۔۔

اس نے جاتے ہی پیچھے سے ان کے گلے میں باہیں ڈالیں۔۔۔
اور بہت محبت بھرے لہجے میں گویا ہوئی "بہت شکریہ میرے پیارے
ڈیڈ۔۔۔۔

آپ دنیا کے بیسٹ فادر ہیں"۔

ابرار صاحب کی آنکھوں میں بیٹی کے لیے صرف محبت ہی محبت تھی اور ہونٹوں پر خود بخود مسکراہٹ آگئی۔۔۔"اتنے مسکوں کی ضرورت نہیں ہے ویسے اور یہ باپ بیٹی میں کب سے شکریہ چلنے لگا۔۔۔"ارے میں مکھن تو نہیں لگا رہی یہ تو باپ بیٹی کا پیار ہے"۔۔۔"اچھا ویسے تم نے مجھے بتایا نہیں کہ تمہیں کیسے پتہ تھا کہ تمہاری چچی کمرے کے متعلق بات کریں گیں"۔۔۔

ان کی بات سن کر انوشہ کے سامنے دوپہر کا منظر نمایاں ہوا جب وہ دادی کے کمرے کے باہر سے گزر رہی تھی تو اندر سے اسے ماہی کی آواز آئی۔۔۔

بس پھر کیا انوشہ فورا ابرار صاحب کے پاس پہنچ گئی اور سعدیہ بیگم کے منصوبے کے ساتھ اپنی خواہش کا اظہار کر دیا اور کہا کہ۔۔۔۔"ڈیڈ میں نہیں چاہتی کہ چاچو کا کمرہ کسی اور کے پاس جائے۔۔۔ماہی ان کی بیٹی ہے یہ ایسا سچ ہے جسے حویلی والے چاہ کر بھی بھلا نہیں سکتے۔۔اصولا تو سب سے زیادہ اس کمرے پر حق ماہی کا ہونا چاہیے مگر اس نے کبھی اپنے باپ کے کمرے پر کوئی حق نہیں جتایا تو پھر کسی دوسرے کو بھی حق نہیں بنتا کہ وہ اس کمرے میں رہے۔۔۔بس آپ وہ کمرہ کسی کو نہیں دیں گے وہ ویسے ہی بند رہے گا جیسے آج تک رہتا آیا ہے پلیز آپ میرے لیے یہ کریں گے نہ ڈیڈ۔"۔۔۔اس جواب کے بعد ابرار صاحب کسی گہری سوچ میں گم ہو گئے تھے وہ ان کو اسی طرح سوچ میں گم چھوڑ۔۔۔

ان کے کمرے سے نکل آئی تھی۔۔۔۔"انوشہ کہاں کھو گئی"۔۔۔ابرار صاحب کی آواز اسے واپس حال میں لائی۔۔۔"کہیں نہیں ڈیڈ وہ بس میں نے چچی کی باتیں سن لیں تھیں وہ کہہ رہی تھی کہ وہ آہستہ آہستہ ساری حویلی پر قبضہ کر لیں گیں اس لیے شروعات چاچو کے کمرے سے کریں گیں۔۔۔

کیونکہ ان کو لگتا ہے کہ وہ دو بیٹوں کی ماں ہیں اور حویلی میں اور کوئی وارث نہیں ہے تو اس لیے ہر چیز پر ان کے بیٹوں کا سب سے زیادہ حق ہے۔۔"۔۔۔انوشہ نے جان بوجھ کر باپ کو حقیقت کا رخ اس نظریے سے بھی دکھایا یہ سچ ہی تھا

مگر اس وقت انوشہ انہیں اس لیے یہ سب بتا رہی تھی کہ کہیں وہ جان ہی نہ لیں کہ ماہی کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے اس نے یہ سب کیا۔۔۔۔

انوشہ کی بات سن کر ابرار صاحب کے ماتھے پر تفکر کی لکیریں نمودار ہوئیں۔۔۔۔

وہ کسی گہری سوچ میں گم تھے۔۔۔

انوشہ انہیں شب بخیر کہتی واپس اپنے کمرے میں آ گئی اس کا کام تو آج ہو گیا تھا۔۔

ماہی کے لیے یہ سب کر کے اسے بہت اچھا لگ رہا تھا۔۔۔"میں اپنا وعدہ نبھا رہی ہوں۔"وہ تصور میں کسی سے مخاطب ہوئی اور اب اس کے چہرے پر ایک بہت اچھی مسکراہٹ تھی اسی طرح مسکراتی وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔۔۔۔

حویلی میں ایک نئی صبح اتر چکی تھی۔۔

آج انوشہ کا موڈ بہت اچھا تھا۔

وہ کچھ گنگناتی ہوئی کچن میں آئی۔۔۔

Zubi Novels Zone

ماہی جو کچن میں ناشتہ بنا رہی تھی کچھ حیرانی سے انوشہ کی طرف دیکھا کیونکہ وہ کم ہی اس طرح جب بہت خوش ہوتی تو گنگناتی تھی۔"ہائے گڈ مارننگ ماہی"۔۔۔۔ماہی نے اس کی بات کے جواب میں سر اثبات میں ہلایا۔مگر ابھی تک وہ حیران تھی۔

انوشہ نے ماہی کی آنکھوں میں حیرت دیکھی تو ایک بار پھر سے کھل کر مسکرائی۔۔۔"اچھا سنو مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے"۔۔۔

اب کی بار انوشہ کچھ سیریس انداز میں بولی۔۔۔۔"جی کہیں آپی میں سن رہی ہوں"۔۔۔۔

ماہی کی بات سن کر انوشہ نے فورا نفی میں سر ہلایا۔۔۔"نہیں، یہاں نہیں۔۔۔تم کام کرو پھر ہماری فیورٹ پلیس پر آجانا وہیں بات کریں گے"۔۔۔

اب کی بار ماہی تھوڑا حیران ہوئی۔۔۔انوشہ کی بات کا مطلب تھا کہ وہ کوئی ضروری بات کرنا چاہتی تھی ورنہ وہ کچن میں بھی کر سکتی تھی۔۔۔۔

حویلی کے سیکنڈ فلور پر ایک چھوٹا سا ٹیرس تھا۔۔۔وہ جگہ ماہی اور انوشہ دونوں کی فیورٹ جگہ تھی۔۔۔انہیں جب بھی راز و نیاز کی بات کرنی ہوتیں وہ ہمیشہ وہیں بیٹھ کر کرتیں تھیں۔۔۔۔

اس لیے ضروری بات ہی تھی۔۔۔۔"اچھا آپی مگر آپ نے آج اپنے انسٹیٹیوٹ نہیں جانا؟"۔۔

ماہی کے سوال پر انوشہ نے فورا نفی میں سر ہلایا۔۔۔۔"نہیں آج نہیں"۔

ماہی نے اثبات میں سر ہلایا۔۔۔۔

انوشہ بات کرنے کے بعد کچن سے نکل گئی۔۔

اب دس بجے وہ دونوں ٹیرس پر موجود چیئرز پر بیٹھی ہوئیں تھیں۔

انوشہ کے ہاتھ میں چائے کا مگ تھا جو ماہی اس کے لیے لائی تھی۔۔۔۔

کیونکہ وہ یہاں بیٹھ کر باتوں کے درمیان ہمیشہ چائے پیا کرتی تھی۔

مگ صرف انوشہ کے ہاتھ میں تھا ماہی ان سب چیزوں سے بہت دور تھی۔۔۔

موسم بھی اچھا تھا ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہیں تھیں آسمان پر بادلوں کا سماں تھا۔۔ماہی نے ایک نظر انوشہ کو دیکھا جو سامنے آسمان کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔۔۔ماہی انوشہ کے بولنے کی منتظر تھی۔۔۔"یاد ہے ماہی ہم پچھلی بار یہاں کب بیٹھے تھے"۔

اور ماہی ایک جھٹکے سے اس دن میں پہنچ گئی آخر وہ کیسے اتنا خاص دن بھول سکتی تھی۔۔۔۔

اچانک آنکھوں میں تکلیف، کرب اور نمی اکٹھی ہو گئی۔۔۔

انوشہ اب بھی سامنے دیکھ رہی تھی۔۔۔۔ مگر ماہی کو وہ دن یاد آگیا جب وہ آخری بار یہاں ٹیرس پر بیٹھیں تھیں۔۔۔۔

یہ دو مہینے پہلے کی بات تھی۔۔۔

اس دن وہ رات کے وقت وہاں بیٹھیں تھیں۔۔۔

ویسے ہی اس دن بھی انوشہ کے ہاتھ میں چائے کا مگ تھا۔۔۔

ماہی نے ایک نظر انوشہ کو دیکھا اور انوشہ نے بولنا شروع کیا۔۔۔"تمہیں یاد ہے نا ماہی آج کیا دن ہے"۔۔۔

انوشہ کی آواز پر ماہی نے گردن موڑ کر انوشہ کی طرف دیکھا اور گویا ہوئی۔۔۔"آپی آپ کو لگتا ہے میں اس دن کو بھلا سکتی ہوں؟"۔۔

اب کے ماہی نے انوشہ سے سوال کیا۔۔۔ماہی کی اس بات پر انوشہ نے گردن موڑ کر ماہی کی طرف دیکھا۔۔۔"جانتی ہوں بہت اچھے سے جانتی ہوں شاید ہی اس حویلی میں ہم دونوں کے علاوہ آج کا دن کسی کو یاد ہو!"۔۔۔

اور ماہی جانتی تھی کہ انوشہ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے ان دونوں کے علاوہ بھلا آج کا دن کسے یاد ہو سکتا تھا۔۔۔

ایک بار پھر انوشہ کی آواز نے ماحول کی خاموشی کو توڑا۔۔۔"جانتی ہو ماہی آج ان کی سالگرہ ہے۔۔۔آج کے دن آئے تھے ہم دونوں کی دنیا میں"۔۔۔۔۔۔اتنا کہنے کے بعد ایک لمحے کے لیے انوشہ چپ ہو گئی اور ماہی کے چہرے کی طرف دیکھا جس کی آنکھیں درد اور کرب کی وجہ سے تقریبا لال ہو چکیں تھیں۔شاید وہ اپنی آنکھوں کی نمی کو کنٹرول کرنے کی پوری کوشش میں تھی یا شاید وہ رونا نہیں چاہتی تھی۔۔۔۔"یاد ہے آج وہ کتنے سال کے ہو گئے ہوں گے؟"۔

اتنا کہنے کے بعد ایک بار پھر انوشہ خاموش ہوئی اور ماہی کے چہرے کی طرف دیکھا۔۔۔پھر اس نے ماہی کے لبوں کو ہلتا ہوا محسوس کیا۔۔۔۔"27"۔ماہی نے بہت ہی دھیمی آواز میں کہا۔۔۔

اب کی بار انوشے کے چہرے پر ایک تکلیف دہ مسکراہٹ آئی۔۔۔"وہ اس وقت کہاں ہوں گے ماہی..؟"۔

ایک بار پھر انوشہ آسمان کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔۔جہاں رات کے اس پہر تارے اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہے تھے۔۔۔"میں نہیں جانتی آپی میں کچھ نہیں جانتی کاش مجھے معلوم ہوتا تو میں اڑ کر وہاں پہنچ جاتی"۔۔۔

ماہی کی آواز میں اب کی بار تکلیف ہی تکلیف اور نمی ہی نمی تھی اور یہ کہتے ساتھ ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

کچھ پل مزید سر کے اور ماہی نے اپنے آنسوؤں کو کنٹرول کرنے کی کوشش کی مگر شاید وہ آج بہہ جانا چاہتے تھے۔۔۔

ماہی کی آواز سننے کے بعد انوشہ کی آنکھوں کے کونے بھی بھیگ گئے۔۔۔۔

وہ جانتی تھی کہ ماہی کے دل پر کیا گزر رہی ہو گی مگر جتنا وہ جانتی تھی اس سے زیادہ تکلیف ماہی کے دل پر گزر رہی تھی۔۔۔۔۔

دونوں کی تکلیف ایک تھی مگر محسوس کرنے کے طریقے الگ تھے۔۔۔۔۔"آپ کو پتہ ہے اگر زندگی نے مجھے اپنی ایک خواہش پوری کرنے کا موقع دیا تو میں اپنی کون سی خواہش پوری کروں گی"۔۔۔۔انوشہ نے سوالیہ نظروں سے ماہی کی طرف دیکھا۔۔۔"میں مرنے سے پہلے یہ ایک آخری بار ان سے ملنا چاہوں گی۔۔۔۔میں ان کا گریبان پکڑ کر ان سے پوچھنا چاہوں گی کہ کیوں

میرے ساتھ ایسا کیا میری ان سب میں کیا غلطی تھی کیوں چھوڑ کر چلے گئے سب کی طرح وہ بھی مجھے۔۔۔۔

آپ کو پتہ ہے انوشہ آپی دادی کہتیں ہیں وہ کبھی اس حویلی میں واپس نہیں آئیں گیں مگر اس کے باوجود بھی میں ہر روز رات سونے سے پہلے خدا سے ان کی لمبی عمر کے ساتھ یہ دعا بھی کرتی ہوں کہ وہ زندگی میں صرف ایک بار اس حویلی میں ضرور آئیں۔۔۔۔

میرے لیے نہیں تو کم سے کم آپ کے لیے۔۔۔۔ کبھی کبھی سوچتی ہوں کہ کیا میں انہیں یاد بھی ہوں گی۔۔۔۔ کہیں ایسا نہ ہو وہ مجھے بھول گئے ہوں۔۔۔۔ اگر ایسا ہوا آپی تو شاید میں جیتے جی ہی مر جاؤں۔۔۔۔ کیا جس طرح میں دن رات 24 گھنٹے انہیں یاد کرتی ہوں یا وہ بھی مجھے یاد کرتے ہوں گے؟"۔

یہ سب کہتے ساتھ وہ ایک بار پھر منہ ہاتھ رکھے باآواز رونے لگی اور پوری کوشش کرنے لگی اپنی آواز کو قابو کرنے کی۔۔۔۔

اور انوشہ تکلیف سے ماہی کی طرف دیکھ رہی تھی اس کی اپنی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں۔۔۔"پھر بھی ماہی شاید انہوں نے تمہیں بتایا ہو کہ وہ کہاں ہو گیں۔۔۔۔یاد کرنے کی کوشش کرو کیا پتا، کچھ تو ایسا جس سے شاید ہم ان تک پہنچ پائیں"۔۔۔۔انوشہ کی بات سن کر ماہی کو اپنی بے بسی پر اور زیادہ رونا آیا۔۔۔"میں نہیں جانتی آپی میں کچھ نہیں جانتی کاش مجھے پتہ ہوتا"۔۔۔۔

اتنا کہتے ساتھ اچانک ماہی کی ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا۔۔۔۔اور ماہی کی ساری دنیا ساکت ہو گئی۔۔۔۔وہ اس وقت کہاں تھی وہ سب بھول گئی۔۔۔۔وہ رات، وہ چلتی ہوا، وہ آسمان پہ تارے۔۔۔۔۔

وہ تو ماضی کی بھول بھلیوں میں کہیں کھو گئی تھی۔۔۔۔

پھر آنکھوں کے سامنے ایک چہرہ پوری آب و تاب کے ساتھ نمودار ہوا

۔۔۔۔۔۔۔

اس کے ساتھ ایک چھوٹی بچی کا چہرہ بھی نمودار ہوا۔۔۔۔

اب وہ چہرہ بچی سے کچھ کہہ رہا تھا۔۔۔۔"یہ ہم دونوں کے درمیان ٹاپ سیکرٹ ہے۔۔۔تم مجھ سے وعدہ کرو کہ تم یہ بات کسی کو نہیں بتاؤ گی"۔۔۔۔وہ بچی کو رازدانہ انداز میں ہدایت کر رہا تھا۔۔۔۔

اس کی بات پر بچی نے پوچھا۔۔۔۔۔"انوشہ آپی کو بھی نہیں"۔۔۔۔بچی نے بہت امید سے اس کی آنکھوں میں دیکھا اسے امید تھی وہ ابھی کہے گا صرف اسے بتا دینا۔۔۔۔۔مگر جواب بالکل اس

کی سوچ سے الٹ آیا۔۔۔" بالکل نہیں، نہیں مطلب کسی کو بھی نہیں یہ صرف تمہارا اور میرا راز ہے اور تم یہ راز کبھی بھی کسی کو بھی نہیں بتاؤں گی۔۔۔۔ تمہیں میرے وعدے کا مان رکھنا ہے۔۔بولو کیا تم رکھو گی"۔۔۔

اب وہ چہرہ بہت مان بھری آنکھوں سے بچی کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔۔۔ اور بچی نے دھیرے سے کہا۔۔۔"میں کسی کو نہیں بتاؤں گی میں اپنا وعدہ ضرور نبھاؤں گی"۔۔۔اس جواب کے ساتھ ہی اس چہرے پر اتنی خوبصورت مسکراہٹ آئی کہ بچی بھی مسکرا اٹھی۔۔۔۔۔۔

اور ماہی کا ہاتھ اپنے منہ کی طرف گیا اور اب کی بار وہ تشکر سے رو دی۔۔۔۔۔"اوہ خدایہ میں نے پہلے کیوں نہیں سوچا ہاں وہ جانتی تھی

اسے وہ شخص کہاں ملے گا۔ہاں وہ اس شخص کو ڈھونڈ سکتی تھی"۔۔۔۔انوشہ کا اندازہ کتنا ٹھیک تھا جیسے انوشہ کو پوری امید تھی وہ شخص اسے جانے سے پہلے بتا کر گیا ہو گا کہ وہ کہاں جا رہا ہے یا وہ کہاں ملے گا۔۔۔۔

اب کی بار ماہی کا دل چاہا کہ وہ اس بے بسی پر خوب روئے۔۔۔۔۔آنسو گالوں پر لڑیوں کی صورت بہہ رہے تھے۔۔۔۔۔

انوشہ تب سے ماہی کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہی تھی۔۔۔۔"پکا ماہی تمھیں نہیں پتا"۔۔۔۔اب کی بار انوشہ نے کچھ تفتیشی انداز میں

پوچھا"...انوشہ کی آواز پر ماہی نے گردن موڑ کر انوشہ کی طرف دیکھا۔۔۔۔

اور ماہی کے ذہن میں بس ایک ہی بات چل رہی تھی "تم کسی کو نہیں بتاؤ گی تم میرے وعدے کا مان نہیں توڑو گی"....اس کے ذہن میں صرف یہ آواز چل رہی تھی۔۔۔۔اور اس کے ساتھ ہی ایک پل لگا ماہی کو فیصلہ کرنے میں۔۔۔۔کہ وہ اس شخص کا اعتبار کبھی نہیں توڑے گی۔۔۔۔۔

انوشہ بہت امید بھری نظروں سے ماہی کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔ اسے تکلیف ہوئی مگر وہ اپنا وعدہ نہیں توڑ سکتی تھی۔۔۔۔"نہیں آپی میں واقع نہیں جانتی"۔۔ماہی نے بے بسی سے کہا۔

انوشہ ابھی بھی اس کے چہرے کو غور سے دیکھ رہی تھی۔۔۔"اچھا چلو آؤ کیک کاٹتے ہیں"۔۔۔

یہ کہتے ساتھ ہی انوشہ اٹھی اور تھوڑی دیر بعد وہ کیک لے کر واپس آئی۔۔۔۔اس نے کیک اپنی اور ماہی کی کرسی کے درمیان میز پر رکھا۔۔۔۔

اب وہ اپنا ہاتھ ماہی کے سامنے پھیلا رہی تھی۔۔۔۔ماہی نے کچھ نہ سمجھی سے انوشہ کی طرف دیکھا۔۔۔۔

انوشہ نے منہ کے زاویے بنا کر خود ہی مائی کا ہاتھ پکڑا۔۔۔۔اب اس نے ماہی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر چھڑی پکڑی اور دونوں کے ہاتھوں کے ساتھ کیک کاٹا۔۔۔۔

ساتھ ساتھ وہ سالگرہ کا گانا بھی گنگنا رہی تھی۔۔۔۔

اب اس نے تھوڑا سا ٹکڑا کیک کا توڑ کر ماہی کے منہ کی طرف کیا۔۔۔۔اور اس ایک لمحے میں ماہی کو اپنا دل چیرتا ہوا محسوس ہوا۔۔۔۔

اس کی آنکھوں سے بہت کوشش کے باوجود بھی آنسو بہتے گئے۔۔۔

بہت محبت سے اس نے وہ کیک کا ٹکڑا منہ میں ڈالا۔۔۔اور اپنی تکلیف کو کم کرنے کی کوشش کی۔۔۔۔۔

اب انوشہ کیک کھا رہی تھی۔۔۔

اور وہ نم آنکھوں سے انوشہ کو دیکھ ہلکا سا مسکرا دی۔۔۔۔۔۔

حال

انوشہ اپنی چائے کا مگ ختم کر چکی تھی مگر اب تک بولی کچھ نہیں۔۔۔۔

اب اس نے ایک نظر اٹھا کر ماہی کی طرف دیکھا۔۔۔۔

اور بولی۔۔۔"تم جانتی ہو ماہی تم جس کرسی پر بیٹھی ہو میں نے آج تک اس پر بیٹھنے کی کبھی کوشش نہیں کی۔۔۔۔"انوشہ کی آواز ماہی کو ماضی کے اس دن سے واپس حال میں کھینچ لائی۔۔۔۔۔

ماہی نے انوشہ کی طرف دیکھا تو اسے اپنی گالوں پر کچھ بہتہ ہوا محسوس ہوا اس نے ہاتھ لگا کر دیکھا تو وہ پانی تھا کیا وہ رو رہی تھی۔۔۔۔۔۔

ہاں یقیناوہ ماضی کو یاد کرتے ہوئے رو دی تھی۔۔۔۔۔اسے محسوس نہ ہوا کہ وہ کب روئی۔۔۔۔۔۔

انوشہ اب بھی شاید اس سے کچھ کہہ رہی تھی۔۔۔۔۔۔

مگر اس کا دماغ ابھی تک ماضی میں کہیں اٹک گیا تھا۔۔۔۔۔۔

وہ ماضی شاید جو ایک راز ہی بن گیا تھا۔۔۔۔

کیا تھا اس کا ماضی؟؟؟

یہ تو کہانی کے ساتھ ساتھ پتہ چلے گا۔۔۔۔

ٹرین اپنی رفتار کے ساتھ چل رہی تھی۔

صبح صادق کا وقت ہو چکا تھا۔۔۔

دن کی روشنی ہر طرف پھوٹ رہی تھی۔

کالے برقعے میں ملبوس لڑکی اب نیم کھلی آنکھوں سے باہر کے مناظر دیکھ رہی تھی۔

اتنے گھنٹے نیند نہ لینے کی وجہ سے اب اس کا سر درد سے پھٹ رہا تھا۔

پچھلے تین دنوں سے وہ ایک منٹ کے لیے بھی نہیں سوئی تھی۔۔۔ اور کھانا بھی شاید دو دن پہلے تھوڑا سا کھایا تھا۔

اب اس کی آنکھوں میں بھی درد ہو رہا تھا۔۔ مگر وہ سو نہیں سکتی تھی۔ ٹرین میں اس طرح سفر کے دوران سونے کا مطلب تھا اپنے سامان کو کھونا۔۔

اوراس کے پاس صرف ایک آخری قیمتی چیز یہ لیڈر کی بھوری بیگ اور اس کے اندر کا سامان ہی رہ گیا تھا اب وہ اسے کسی صورت بھی کھو نہیں سکتی تھی۔۔۔

اس نے بیگ کی زپ کھولی۔۔۔

اندر سامان کے ساتھ پانی کی ایک بوتل پڑی تھی۔

بوتل کو دیکھ کر اس کی چہرے پر ایک زخمی سی مسکراہٹ آئی۔۔۔

ساتھ ہی ایک لنچ باکس پڑا تھا۔۔

اس میں کھانے کا کچھ سامان تھا۔۔

ان دونوں چیزوں کو دیکھتے ہوئے اس کے کانوں میں ایک نسوانی آواز گونجی۔۔۔

وہ آواز کہہ رہی تھی۔" یہ پانی کی بوتل اور یہ باکس ہے اس میں کچھ کھانا ہے۔ سفر بہت لمبا ہے آپ کو بھوک لگے گی تو یہ کھا پی لیجیے گا۔۔۔وہاں پتہ نہیں سفر کے دوران کیسا کھانا ملتا ہو"۔

یہ بات یاد آتے ہی نقاب کے نیچے اس لڑکی کے ہونٹوں پر ایک آسودہ سی مسکراہٹ آگئی۔

اس نے پہلے بوتل سے نقاب کے نیچے سے ہی، بنا نقاب اتارے تھوڑا سا پانی پیا۔۔۔

وہ اپنا چہرہ کسی کو د کھانے کا ابھی رسک نہیں لے سکتی تھی۔۔

پھر اس نے تھوڑا سا کھانا کھایا۔۔

اس کے بعد جسم میں تھوڑا سا سکون ہوا۔۔۔ جیسے طاقت واپس آگئی ہو۔۔۔

اس کے بعد اس نے دونوں چیزیں واپس بیگ میں رکھیں۔۔

پھر اس کی نظر بیگ میں پڑے کچھ پیپرز پر پڑی۔۔۔

اس نے وہ پیپرز باہر نکالے۔۔۔

اب وہ انہیں کھول کر شاید پڑھ رہی تھی۔۔۔

سامنے والی سیٹ پر بیٹھی وہ اماں آنکھیں موندے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر شاید خواب خرگوش کے مزے لے رہیں تھیں۔۔۔۔

اس کے بعد ان دونوں میں کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔۔۔

مگر برقعے میں ملبوس وہ لڑکی اپنے آس پاس سے بے نیاز اب ان کاغذات کو شاید پڑھ رہی تھی۔۔۔

ایسا محسوس ہوتا تھا شاید وہ کوئی خط تھا۔۔۔

اور جیسے جیسے وہ خط پڑھ رہی تھی ویسے ویسے اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔۔۔

سورج کی روشنی اب ہر سو پھیل رہی تھی۔۔۔۔

ٹرین ہنوز اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھی۔۔۔۔۔۔

وہ دونوں اس وقت حویلی کے ٹیرس پر بیٹھی ہوئیں تھیں۔۔۔۔

ٹیرس چھوٹا سا تھا۔۔۔

اس میں ایک سائیڈ پر پودے لگے ہوئے تھے۔۔۔

دوسری سائیڈ پر دو کرسیاں
بالکل سیدھ میں پڑیں تھیں اور درمیان میں چھوٹا سا میز تھا۔۔۔۔۔
ٹیرس کی چھوٹی چھوٹی دیواریں تھیں۔۔۔۔
کرسیوں کا رخ ٹیرس کی چھوٹی دیوار کی جانب تھا۔۔۔۔

یوں کہ بیٹھے ہوئے ٹیرس کے دروازے کی طرف پشت آتی تھی اور
سامنے آسمان کی طرف چہرہ آتا تھا۔۔۔۔

انوشہ چائے کا کپ ختم کر چکی تھی۔۔۔۔

اس نے خالی مگ ٹیبل پر رکھا۔۔۔

اور گردن موڑ کر ماہی کی طرف دیکھا۔۔۔پتہ نہیں ماہی کا دھیان کہاں تھا۔۔۔وہ ساکت ایک جگہ بیٹھی ہوئی تھی اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔۔۔۔

انوشہ نے اسے مخاطب کیا"تم جانتی ہو ماہی تم جس کرسی پر بیٹھی ہو میں نے آج تک اس پر بیٹھنے کی کبھی کوشش نہیں کی۔۔۔۔"انوشہ کی آواز ماہی کو ماضی کے اس دن سے واپس حال میں کھینچ لائی۔۔۔۔۔

ماہی نے انوشہ کی طرف دیکھا تو اسے اپنی گالوں پر کچھ بہتہ ہوا محسوس ہوا اس نے ہاتھ لگا کر دیکھا تو وہ پانی تھا کیا وہ رو رہی تھی۔۔۔۔۔۔

ہاں یقیناوہ ماضی کو یاد کرتے ہوئے رودی تھی۔۔۔۔اسے محسوس نہ ہوا کہ وہ کب روئی۔۔۔۔۔۔

انوشہ اب بھی شاید اس سے کچھ کہہ رہی تھی۔۔۔۔۔۔

مگر وہ ابھی بھی کھوئی کھوئی تھی "کہاں کھو گئی ہو ماہی"۔۔۔اب کی بار انوشہ نے کچھ اونچی آواز میں کہا تو ماہی ہوش کی دنیا میں لوٹی۔۔۔"آپ کچھ کہہ رہیں تھیں"۔۔۔

اس سوال پر انوشہ کچھ چڑھ ہی گئی۔۔۔"کہاں غائب ہو میں کب سے ضروری بات کر رہی ہوں"۔۔

انوشہ کی بات پر ماہی کچھ شرمندہ سی ہو گئی۔۔۔"سوری آپی وہ بس۔۔۔۔خیر آپ کیا کہہ رہیں تھیں؟"۔

ماہی کو دیکھ انوشہ نے اپنی بات دوبارہ دوہرائی۔"میں کہہ رہی تھی کہ تم جانتی ہو ماہی تم جس کرسی پر بیٹھی ہو میں نے آج تک اس پر بیٹھنے کی کبھی کوشش نہیں کی۔۔۔۔"انوشہ کی اس بات پر ماہی حیران ہوئی اس نے یاد کرنے کی کوشش کی تو واقعی اسے یاد آیا کہ جب بھی وہ یہاں بیٹھتی تھیں ہر بار انوشہ ہمیشہ اسی کرسی پر بیٹھتی تھی جس پر اب بیٹھی تھی۔۔۔۔

اس سوال کا جواب تو واقعی ماہی اب جاننا چاہتی تھی۔۔۔اس نے سوالیہ نظروں سے انوشہ کی طرف دیکھا۔۔۔۔

لیکن انوشہ کے ذہن میں دور کہیں ماضی کا ایک سین چل رہا تھا۔۔۔

اس کی ذہن کی سکرین پر ایک منظر نمودار ہوا۔۔۔

وہ اسی ٹیرس کا سین تھا۔۔۔

مگر شاید کچھ سال پرانا تھا۔۔۔

اب ایک بچی دروازے سے ٹیرس میں داخل ہوئی۔۔۔۔

حال میں جس کرسی پر انوشہ بیٹھی تھی ماضی میں سالوں پہلے اس سین میں وہاں کوئی وجود بیٹھا تھا۔۔۔

اس بچی اور اس شخص، ان دونوں میں ایک چیز تھی جو بالکل ایک جیسی تھی اور وہ تھی دونوں کی آنکھیں۔۔۔ہیزل گرین آنکھیں۔۔۔۔۔

بچی آئی اور دوسری کرسی پر آکر بیٹھ گئی۔۔۔۔اور دوسرے وجود سے گویا ہوئی۔۔"مجھے نا آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے"۔اس وجود نے اس کا آنا اور بیٹھنا دیکھا پھر گویا ہوا"ہم ضرور بات کریں گے گڑیا مگر پہلے تم اس کرسی سے اٹھو"۔۔۔

اس وجود نے عجیب لہجے میں کہا کہ بچی کچھ حیران ہوئی۔۔۔"کیوں کیا ہوا اس کرسی کے ساتھ کوئی مسئلہ ہے!؟"۔

یہ بات سن کر اس شخص کی آنکھوں میں ایک عجیب چمک ابھری۔۔۔"ہاں مسئلہ یہ ہے کہ یہ کرسی صرف پرنسس کی ہے وہی یہاں بیٹھ سکتی ہے اس کے علاوہ کوئی نہیں"۔۔۔

اس شخص کی عجیب منطق پر بچی کو تو غصہ ہی آگیا۔۔۔اور وہ چڑ کر گویا ہو ہی۔۔۔"لے بھلا یہ کیا بات ہوئی۔۔۔اگر یہ کرسی اس کی ہے تو میں کہاں بیٹھوں گی۔۔۔!؟"۔

یہ بات سن کر مقابل کے ہونٹوں پر ایک خوبصورت مسکراہٹ آئی اور وہ اپنی کرسی چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔"یہ دیکھو میری جگہ ہے نہ تم اس پر بیٹھ سکتی ہو۔۔۔تم جب چاہو میری کرسی پر کسی بھی وقت آکر بیٹھ سکتی ہو۔۔۔بلکہ تم ایک کام کرو آج سے یہ کرسی اور یہ جگہ ہمیشہ کے لیے تمہاری ہوئی"۔۔۔۔

بچی کو اس عجیب منطق پر بڑا غصہ آیا۔۔۔۔وہ منہ پھلا کر بولی۔۔۔۔"نہیں مجھے نہیں بیٹھنا۔۔۔نہ مجھے آپ سے کوئی بات کرنی ہے میں جا رہی ہوں"۔۔

کہتے ساتھ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔مقابل کو وہ غصہ کرتی ہوئی بہت کیوٹ لگی۔۔۔۔"اچھا غصہ چھوڑو ایک بات تو بتاؤ اگر میرے علاوہ کوئی اور تمہیں گڑیا کہے تو تمہیں کیسا لگے گا۔۔؟"۔

اب وہ اس بچی سے سوال پوچھ رہا تھا۔۔۔۔یہ بات سن کر بچی فورا بولی۔۔۔"بہت غصہ آئے گا کسی کو حق نہیں کہ آپ کے علاوہ کوئی بھی مجھے گڑیا کہے"۔۔۔

بچی کی بات سن ایک بار پھر مقابل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھری۔۔۔۔" بالکل ویسے ہی مجھے بھی اچھا نہیں لگے گا کہ کوئی میری پرنسس کی جگہ پر بیٹھے "۔۔۔

بچی یہ بات سن کر جیسے سمجھ گئی اور بولی "اوہ تو یہ بات پھر ٹھیک ہے میں آئندہ اس کرسی پر کبھی نہیں بیٹھوں گی "۔۔۔

اب کی بار مقابل کے ہونٹوں پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ دوڑ گئی۔۔۔۔

بچی بھی مسکرادی

اب وہ دونوں شاید مزید کچھ باتیں کر رہے تھے۔۔۔۔

مگر انوشہ کا ذہن اب حال میں واپس آ چکا تھا۔۔۔

اس نے ماہی کی طرف دیکھا جو ابھی تک اسے سوالیہ نظر دیکھ رہی تھی۔۔۔"میں ایک بار اس کرسی پر بیٹھی تھی جب چھوٹی تھی۔۔۔اور ان کو بالکل اچھا نہیں لگا اس لیے انہوں نے مجھ سے کہا کہ آئندہ میں کبھی اس کرسی پر پر نہ بیٹھوں کیونکہ یہ ان کی پرنسس کی جگہ ہے ہاں اگر میں چاہوں تو ان کی اس کرسی پر بیٹھ سکتی ہوں بلکہ انہوں نے خود اپنی جگہ مجھے دے دی۔۔۔اور کہا کہ آج سے یہ کرسی اور یہ جگہ تمھاری ہوئی۔۔۔۔اور میں جب بھی چاہوں ان کی جگہ پر بیٹھ سکتی ہوں۔۔۔ مگر تمہاری کرسی اور تمہاری جگہ پر نہیں کیونکہ ان پر صرف تمہارا حق ہے"۔۔۔

یہ کہتے ساتھ انوشہ نم آنکھوں سے ہنس دی۔۔۔اور پھر بے اختیار ہنستی ہی گئی۔۔۔۔

یہ بات سن کر ماہی اپنی جگہ ساکت رہ گئی۔۔۔۔۔شاید اسے اس چیز کی توقع نہیں تھی۔۔۔۔دل میں جیسے سکون سا اترا۔۔۔۔

انوشہ کو ہنستا دیکھ کر اس کے چہرے پر بھی خود بخود مسکراہٹ آگئی۔۔۔۔۔انوشہ نے مسکراتی ہوئی ماہی کو دیکھا تو وہ ساکت رہ گئی ماہی بہت خوبصورتی سے مسکرا رہی تھی۔۔۔

انوشہ کو وہ منظر اپنی زندگی کا سب سے بہتر منظر لگا۔۔۔اس نے دل میں ماہی کی نظر اتاری اور اس کی خوشیوں کے لیے دعا گو ہوئی

اچانک انوشہ کو یاد آیا کہ اسے ماہی کو کیا بتانا تھا۔۔۔"اچھا سنو تمہارے لیے ایک بریکنگ نیوز ہے جس سن کر تم خوش ہو جاؤ گی پہلے ہی کہہ دیتی ہوں شکریہ کی ضرورت نہیں"۔۔۔۔

ماہی نے اچمبھے سے انوشہ کی طرف دیکھا بھلا اس کی زندگی میں ایسی کون سی خبر ہو سکتی تھی جو اسے خوشی دیتی۔کیا وہ شخص۔۔۔۔۔!! یہ سوچ آتے ساتھ ہی ماہی کی آنکھوں میں ایک چمک ابھری۔

اب ماہی بہت امید بھری نظروں سے انوشہ کی طرف دیکھ رہی تھی "کیا آپی پتہ چل گیا ان کا!؟"۔۔۔۔

انوشہ نے ماہی کی آنکھوں میں صاف چمک دیکھی۔۔۔۔اسے دکھ ہوا وہ کتنے سالوں سے امید لگا کر بیٹھی تھی۔۔۔۔۔۔

کبھی کبھی توانوشہ بھی انتظار کر کر کے تھک جاتی تھی۔۔۔۔اور پھر سوچتی تھی کہ شاید انتظار فضول ہے وہ شخص کبھی لوٹ کر واپس نہ آئے ۔۔۔۔مگر ماہی نے کبھی اپنی امید کو ختم نہیں ہونے دیا تھا۔۔۔۔کتنا صبر تھا اس لڑکی میں۔۔۔۔اور کتنا حوصلہ تھا۔۔۔۔

ہاں بالکل وہ انوشہ خان نہ تھی جس سے انتظار نہیں ہو سکتا تھا۔۔۔ وہ ماہیر سلیمان خان تھی جو سالوں سے انتظار اور صبر کرتی آرہی تھی اور شاید مزید کچھ سال بھی کر سکتی تھی۔۔۔۔

بس حوصلے کی بات ہوتی ہے۔۔۔"پلیز بتائیں نا آپی کیا بات ہے؟"۔۔۔

ماہی کی آواز اسے سوچوں سے باہر لائی۔۔۔۔اب کی بار ماہی کی آواز پرجوش تھی۔۔۔۔انوشہ کو دکھ ہوا مگر وہ کر بھی کیا سکتی تھی۔۔

انوشہ ماہی کی طرف متوجہ ہوئی اور بولی۔۔۔"نہیں یہ بات نہیں ہے۔۔۔وہ بات کچھ یوں ہے کہ"۔۔۔۔۔۔

اور پھر اس کے بعد انوشہ نے دادی اور ماہی کی باتیں سننے سے لے کر ڈائننگ ٹیبل کی ساری باتیں اور پھر لائبریری کی ساری باتیں ماہی کے گوش گزار کر دیں۔۔۔

اب وہ ماہی کے چہرے کی تاثرات جانچ رہی تھی۔۔۔۔انوشہ کو امید تھی کہ شاید یہ جاننے کے بعد کہ وہ بات اس شخص کے متعلق نہ تھی۔۔۔۔شاید ماہی کے چہرے پر تکلیف واضح ہو۔۔۔۔۔

مگر اس کی سوچ کے بر عکس ماہی کے چہرے پر خوشی کی تاثرات نمایاں ہوئے۔۔۔۔۔"آپ سچ کہہ رہی ہیں آپی کیا یہ سچ ہے کہ میرے بابا کا کمرہ کسی کو نہیں دیں گے"۔۔۔۔۔

انوشہ نے ماہی کے چہرے پر خوشی دیکھ کر اثبات میں سر ہلایا۔۔۔۔"واہ تھینک یو سو مچ آپی بہت بہت شکریہ۔آپ بہت اچھی ہیں"۔۔۔۔ماہی تو خوشی سے جھوم اٹھی اپنی ساری زندگی میں انوشہ نے ماہی کو اتنا خوش کبھی نہیں دیکھا تھا۔۔۔۔۔

اسے خوش دیکھ کر انوشہ کو بھی خوشی ہوئی۔۔۔۔۔

وہ یہ بات تک بھول گئی۔۔۔کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ کسی اور کو سوچ کر دکھی تھی۔۔۔۔

اب انوشہ یہ سوچ رہی تھی کہ کیا ایک بیٹی کو اپنے باپ سے اتنی محبت ہوتی ہے۔کہ وہ اس کے سامنے دوسرے ہر مرد کو بھول جاتی ہے۔اور اس کی اولین ترجیح اس کا باپ ہوتا ہے۔۔۔۔۔

ہاں بالکل یہی تو ہوتا ہے۔انوشہ کے لیے بھی تو حماد خان پہلی ترجیح تھے ۔جبکہ ابرار خان تو کہیں بعد میں آتے تھے۔۔۔۔

اچانک انوشہ بولی۔۔۔"ان سب میں پتہ ہے مزے کی بات کیا تھی سعدیہ تائی کے منصوبے کو خاک کر کے مجھے بہت مزہ آیا"۔۔۔۔

یہ کہتے ساتھ ہی انوشہ کے چہرے پر ایک شرارتی مسکراہٹ تھی۔۔۔اور شرارتی ہنستی آئی۔۔۔۔اور وہ ہنستی گئی۔۔۔

ماہی نے اچمبھے سے انوشہ کے الفاظ دہرائے۔۔۔۔"سعدیہ تائی...!؟"۔۔۔۔۔

یہ بات سن انوشہ کی ہنسی کو بریک لگی اور وہ سیریس ہوئی۔۔۔۔"ہاں تائی وہ رشتے میں میری تائی ہی تو ہیں جیسے تمہاری ہیں۔۔۔۔اور تم ہی تو کہتی ہو ماہی انسان کو کبھی اپنے اصل سے بھاگنا نہیں چاہیے۔۔۔۔ تو بس میں نے بھی اپنے اصل کو قبول کر لیا ہے۔۔۔

ان کا رشتہ تائی کا ہے چچی کا نہیں۔میں حماد خان کی بیٹی ہوں اور مجھے اس بات پر فخر ہے"۔۔۔۔

انوشہ کی بات سن کر ماہی مسکرا اٹھی۔۔۔"لے یہ سب چھوڑو ضروری بات تو رہ ہی گئی تمہیں یاد ہے آج کیا دن ہے!؟"۔۔۔

یہ سن کر ماہی سوچ میں پڑ گئی۔۔۔اس نے آج کی تاریخ یاد کرنے کی کوشش کی کہ کیا آج بھی کوئی خاص دن تھا اور جیسے ہی اس کا دھیان ڈیٹ پڑ گیا وہ 16 ستمبر تھی اس کے ذہن میں جھماکہ سا ہو گیا۔۔۔"

یہ دن اف میرے خدایا آج کا دن وہ کیسے یہ دن بھول گئی... کیا وہ بھول سکتی تھی یہ دن!!!!؟"۔۔۔۔

آج وہ دن تھا جب 20 سال پہلے ماہیر خان اس دنیا میں آئی تھی اور آج ہی وہ دن تھا جب 20 سال پہلے اقصی سلیمان خان اس دنیا سے گئی تھی۔۔۔۔

ماہی کو ہمیشہ سے اپنے اس جنم دن سے نفرت تھی اسے لگتا تھا اس کی وجہ سے اس کی ماں چلی گئی۔۔۔۔

سلیمان صاحب نے پانچ سال تک اس کی سالگرہ منائی تھی تاکہ کبھی اسے یہ نہ لگے کہ یہ دن اس کے لیے برا ہے۔۔۔۔۔یا وہ اس دن کو بد قسمت کہے۔۔۔۔

مگر ان کی موت کے بعد ماہی نے کبھی اپنے اس دن کو اچھا نہ سمجھا۔۔۔۔

ان کی موت کے بعد وہ بہت زیادہ بدل گئی تھی۔۔۔۔۔

خیر حویلی میں تو پہلے ہی ایک ملازمہ کی زندگی گزار رہی تھی اور بھلا ملازماؤں کی سالگرہ بھی منائی جاتیں ہیں۔۔۔؟

مگر وہ اس دن کوشش کرتی کہ اپنی ماں اور باپ دونوں کے لیے دعا کرے اور اپنے اچھے قسمت کے لیے خدا سے دعا گو ہوتی۔

ماہی نے انوشہ کی طرف دیکھا۔۔۔اور بولی۔۔۔"آج کا دن میں کیسے بھول سکتی ہوں یہ وہی بد قسمت دن تھا جب میں اس دنیا میں آئی تھی اور میری وجہ سے میری ماں اس دنیا سے چلی گئی"۔۔

کچھ دیر پہلے جن آنکھوں میں خوشی تھی اب ان آنکھوں میں نمی اکٹھی ہو چکی تھی انوشہ کو حقیقتا دکھ ہوا۔۔۔۔"دیکھو ماہی ایسا نہیں کہتے ان کی زندگی اتنی ہی تھی۔اور وہ چلی گئیں دنیا میں بہت ساری عورتیں ایسی ہوتی ہیں جو اپنی اولاد کو دنیا میں لاتے وقت خود دنیا سے چلی جاتی ہیں۔۔۔تو کیا ان سب میں قصور وار وہ بچے ہیں!!!؟ایسا کچھ نہیں ہوتا۔یہ بس قسمت کے فیصلے ہیں وہ اتنی زندگی ہی لکھوا کر آئیں تھیں۔۔۔۔اب تم آج کے دن بالکل بھی سیڈ نہیں ہو گی۔بس میں کہہ چکی اور ہم ابھی کیک کاٹ رہے ہیں۔۔۔کیا پتا پھر یہ موقع دوبارہ نہ ملے"۔۔۔۔

انوشہ کی آخری بات پر ماہی کچھ الجھن کا شکار ہوئی۔۔۔"کیا مطلب آپ کی بات کا کہ دوبارہ موقع نہ ملے"۔۔۔اف انوشہ نے زبان

دانتوں تلے دبائی یہ کیا بول گئی۔۔۔۔خیر اب بول ہی چکی تھی تو کیا ہو سکتا تھا الفاظ تو واپس ہو نہیں سکتے تھے۔۔۔۔"میرا مطلب ہے کہ شاید اگلے سال اپنی اس سال گرہ کے دن تم اس حویلی میں نہ ہو۔۔۔شاید تم دنیا کے کسی اور کونے میں ہو اور اپنی زندگی میں خوش ہو"۔۔۔۔۔

انوشہ کی اس عجیب منطق پر وہ بے بس سی مسکرادی۔۔۔۔"آپی یہ کوئی فلم نہیں ہے جس میں کوئی شہزادہ آئے گا اور مجھے اس حویلی سے نکال کر لے جائے گا۔۔۔۔اور میرے لیے میرا شہزادہ تو کبھی نہیں آئے گا"۔۔۔

پہلی بات ماہی نے ہنس کر اور آخری بات کچھ تکلیف سے کہی۔۔۔۔"
ہاں یہ تو سچ ہے کہ یہ کوئی فلم نہیں اس لیے دیکھو ماہی زندگی میں سب کچھ ممکن ہے اور تمہیں لگتا ہے کہ صرف ایک شہزادہ ہی تمہیں اس حویلی سے نکال کر لے جائے گا تو ایسا نہیں ہو گا تمہیں خود اپنے لیے کچھ کرنا ہو گا۔۔۔جب تک انسان اپنی مدد آپ نہیں کرتا تب تک خدا بھی اس کی مدد نہیں کرتا"۔۔۔

یہ کہتے ہیں ساتھ انوشہ اٹھی۔۔۔۔اب وہ ٹیرس سے باہر کی طرف جا رہی تھی۔۔۔۔۔ پیچھے ماہی انوشہ کی آخری باتوں میں الجھ کر رہ گئی۔۔۔

کچھ پل بعد انوشہ ہاتھ میں ایک چھوٹے سے کیک کے ساتھ واپس لوٹی۔۔۔۔

پھر تھوڑی دیر بعد اس رات کی طرح دونوں نے کیک کاٹا اور کھایا۔۔۔۔۔

اپنی زندگی کے 20 سالوں میں پہلی بار آج اس نے یہ کیک کاٹا اور کھایا تھا وہ بھی صرف انوشہ کا دل رکھنے کے لئے۔۔۔۔۔اگر وہ اس کے لیے اس کے باپ کا کمرہ کسی بھی دوسرے انسان کے پاس جانے سے روک سکتی تھی تو وہ اس کی خوشی کی خاطر ایک کیک تو کھا ہی سکتی تھی۔۔۔۔

مزید کچھ باتوں کے بعد وہ دونوں ٹیرس سے واپس آ گئیں تھیں

۔۔۔۔۔۔

رات اپنے پنکھ ہر طرف پھیلائے تھی۔۔۔۔

آسمان پر تارے اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہے تھے۔۔۔۔

شہر کی اس سڑک پر ٹریفک چل رہی تھی۔۔۔۔

اور اسی ٹریفک میں ایک گاڑی اس کی بھی تھی۔۔۔۔

گاڑی منزل کی جانب رواں دواں تھی۔۔۔

کچھ دیر بعد گاڑی شہر کے سب سے مہنگے کلب کے سامنے رکی۔۔۔۔

اب گاڑی میں سے کوئی شخص باہر نکل رہا تھا۔۔۔۔

گاڑی پاک کرنے کے بعد وہ کلب کے اندر آیا۔۔۔۔

اس کا حلیہ تھوڑا واضح ہوا۔۔۔۔وہ سر سے لے کر پاؤں تک بلیک کلر میں تھا۔۔۔۔

بلیک پینٹ کے اوپر بلیک ہوڈی۔۔۔۔

سر پر کیپ لی ہوئی اور چہرہ ماسک میں چھپا ہوا۔۔۔۔

اس کی صرف ہیزل گرین آنکھیں ہی نظر آ رہیں تھیں۔۔۔۔

وہ اپنے کام کے سلسلے میں یہاں آیا تھا۔۔۔۔

ورنہ اسے نفرت تھی ایسی جگہوں سے۔۔۔

امیر باپ زادوں کے بگڑے بیٹے اکثر راتوں کو ایسی جگہوں پر ہی پائے جاتے تھے۔۔۔۔

اب وہ اپنے مطلوبہ شخص کو تلاش کر رہا تھا۔۔۔۔

اس کے کان میں لگے ائیر بگ میں کسی کی آواز گونجی۔۔۔۔۔

اس شخص کو اس کا شکار مل چکا تھا۔۔۔۔

اب وہ کلب کے اندر بنے کمروں کی طرف جا رہا تھا۔۔۔۔

کچھ دیر بعد وہ مینز ٹوائلٹ سے باہر نکلا۔۔۔۔

اس کا کام ہو چکا تھا۔۔۔۔

وہ لمبی راہداری سے گزر رہا تھا۔۔۔۔اس راہداری کے دائیں اور بائیں ہر طرف بیڈ روم بنے تھے۔

اچانک اس کے سامنے ایک لڑکی آئی۔۔۔۔

نامناسب لباس پہنے ہوئے بالوں کو ایک ادا سے کندھے پر ڈالے ہوئے چہرے پر میک اپ کی تہیں جمی ہوئی۔۔۔۔

اس شخص نے ایک نظر بھی اس لڑکی طرف دیکھنا گوارا نہ کیا۔۔۔۔

اس لڑکی کو اپنی اتنی بے عزتی پر غصہ آیا۔۔۔۔
وہ اس کلب کی سب سے خوبصورت لڑکی تھی جو یہاں کام کرتی تھی۔۔۔۔۔امیر رئیس زادوں کو خوش کرنے کا کام۔۔۔۔

اس لڑکی کو کوئی بھی ایک نظر ڈالے بغیر بھی نہیں رہتا تھا۔۔۔۔

وہ مرد شاید اس کلب میں آنے والا پہلا مرد تھا جس نے کسی بھی لڑکی کو دیکھنا گوارا نہ کیا۔۔۔

اچانک وہ لڑکی اس نوجوان کے سامنے آئی۔۔۔

اور بہت بے باکی سے اس کے گلے میں اپنی دونوں باہیں ڈالیں۔"اوہ ہینڈسم اتنا بھی کیا ایٹیٹیوڈ تم مجھے ایک موقع تو دو اگر میں تمہیں خوش نہ کروں تو کہنا"۔۔۔۔

لڑکی کی اس حرکت پر اس شخص کے بدن میں غصے کی ایک تیز لہر دوری۔۔۔۔

لڑکی نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا تو سوائے اس کی آنکھوں کے اور کچھ نظر نہ آیا۔۔۔۔اس کی آنکھوں کو دیکھ لڑکی تو بس کھو ہی گئی۔۔

"Oh handsome your eyes are so beautiful just looking like the best scene in the world. Your eyes are most beautiful eyes in the whole world.

I never seen such these beautiful eyes in my whole life before" اوہ)_____

ہینڈسم! تمہاری آنکھیں کتنی خوبصورت ہیں بالکل ایسے جیسے دنیا کا سب سے خوبصورت منظر ہو۔

تمہاری آنکھیں دنیا کی سب سے خوبصورت آنکھیں ہیں۔ میں نے ان سے زیادہ خوبصورت آنکھیں پہلے کبھی اپنی پوری زندگی میں نہیں دیکھیں")۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ شخص اس لڑکی کے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں سے ہٹاتا اس لڑکی کی آواز کانوں میں پڑی۔۔۔۔۔

وہ لڑکی اس کی آنکھوں کی تعریف کر رہی تھی۔۔۔۔ایک جھٹکے سے وہ شخص ماضی میں کہیں پہنچ گیا۔۔۔۔

اس نے اپنے ذہن کی سکرین پر ایک بچی کے چہرے کو دیکھا۔۔۔اس کے ساتھ ہی ایک اور چہرہ نمودار ہوا۔۔۔۔

وہ بچی شاید اس چہرے سے کچھ کہہ رہی تھی۔۔۔۔اور وہ چہرہ بس مسکرا رہا تھا۔۔۔"آپ کو پتہ ہے آپ کی آنکھیں دنیا کی سب سے خوبصورت آنکھیں ہیں۔۔۔مجھے یہ بہت پیاری لگتی ہیں۔۔۔اور مجھے یہ بہت پسند ہیں"۔۔۔۔

یہ کہتے ساتھ وہ بچی کھل کھلا کر ہنس دی۔۔۔۔

اس بچی کو ہنستا دیکھ اس چہرے پر بھی خوبصورت مسکراہٹ آگئی۔۔۔"اچھا اگر ایسی بات ہے تو تم یہ آنکھیں لے لو"۔۔۔۔

یہ بات سن بچی تھوڑا حیران ہوئی۔۔۔۔"ہیں سچی۔۔۔۔۔۔امممم ۔۔۔۔۔۔مگر مجھے نہیں چاہیے۔۔۔۔یہ آپ کی آنکھیں ہیں اور مجھے آپ پر ہی زیادہ پیاری لگتی ہیں۔۔۔۔آپ اپنی ان آنکھوں کو بتادیں کہ یہ صرف آپ کی ہیر کی ہیں۔۔۔۔آپ کی پرنسس کے علاوہ کوئی ان آنکھوں کی تعریف بھی نہیں کر سکتا"۔۔۔

بچی کا لہجہ فرمائش کے ساتھ ساتھ آخر میں حکمیہ بھی ہو گیا۔۔۔۔مقابل دل کھول کر مسکرایا۔۔۔۔اسے اپنی پرنسس کا خود پر حق جتانا بہت اچھا لگ رہا تھا۔۔۔۔کتنے حق اور مان سے وہ کہہ رہی تھی کہ یہ آنکھیں اس کی آنکھیں ہیں۔۔۔۔۔"بالکل آج سے یہ آنکھیں ہی نہیں پورا کا پورا یہ پرنس بھی تمہارا ہوا پرنسس"۔۔۔۔۔

مقابل کی بات سن کر بچی کی آنکھوں میں انوکھی چمک اور خوشی آئی۔۔۔۔۔

اور وہ بے اختیار ہنستی گئی۔۔۔۔۔

ماضی کی اس بات کو یاد کر کے اب اس کی ہیزل گرین آنکھیں ضبط سے لال انگارہ ہو رہیں تھیں۔۔۔۔۔

اس شخص نے ایک ہی جست میں لڑکی کے ہاتھ اپنے کندھوں سے جھٹکے۔اس کی کلائی کو اپنے مضبوط ہاتھ میں لیا اور سامنے کمرے میں لڑکی کو کھینچتا ہوا لایا۔۔۔۔جب کہ وہ لڑکی اپنے انجام سے بے خبر اس بات پر خوش ہو رہی تھی کہ شاید وہ اس لڑکے کا دل مائل کر چکی ہے۔۔۔۔۔

اس شخص نے کمرے میں داخل ہوتے ہی پیچھے سے دروازے کو بند کیا۔۔۔۔

ایک جست میں لڑکی کو پٹک کر دیوار پر دے مارا۔۔۔۔اب اس لڑکی کا نازک گلا اس شخص کے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں تھا۔۔۔اور اس لڑکی کی نازک کمر پیچھے دیوار سے جڑی پڑی تھی

یہ سب اتنی جلدی ہوا کہ وہ لڑکی سمجھ نہ سکی کہ اس کے ساتھ آخر ہوا...."ک۔۔۔۔۔کیا۔۔۔۔۔۔کر۔۔۔۔۔رہے

۔۔۔۔۔۔ہو۔۔۔۔۔۔چھو۔۔۔۔۔۔ڑو۔۔۔۔۔۔۔۔مجھے"

۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ لڑکی اپنے دونوں ہاتھوں سے اس شخص کا ہاتھ اپنی گردن سے ہٹا رہی تھی اور ساتھ ساتھ اپنی ادھ مری آواز میں چھوڑنے کا کہہ رہی تھی۔۔۔۔۔

لیکن اس شخص پر تو جیسے کوئی جنون سوار ہو گیا تھا۔۔۔۔"ہمت کیسے ہوئی تمہاری میری آنکھوں کی تعریف کرنے کی اور مجھے چھونے کی"۔۔۔۔۔

اس شخص کی آواز بہت خوبصورت تھی۔۔۔۔وہ بہت سرد لہجے میں کہہ رہا تھا۔۔۔اس کی آنکھوں میں ایک جنون تھا ایک آگ لگی ہوئی تھی۔۔۔جسے دیکھ لڑکی کے جسم کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑ گئی

۔۔۔۔۔۔

اتنے دنوں کی فریسٹریشن، غصہ، نیند کی کمی، دل میں درد ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ شخص آج اپنا سارا غصہ اس لڑکی پر نکال دے گا

۔۔۔۔۔۔"مجھے چھونے اور میری آنکھوں کی تعریف کرنے کا حق صرف اور صرف میری پرنسس کو ہے۔۔۔اس کے علاوہ میں نے یہ حق کسی کو نہیں دیا۔۔۔۔۔ سمجھی مجھ پر سر سے لے کر پاؤں تک صرف اور صرف میری ہیر کا حق ہے تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری ہیر کے حق پر ڈاکا ڈالنے کی"۔۔۔۔۔

اس شخص کی آواز ایسی تھی جیسے کرہ ارض میں سب سے خوبصورت آواز ہو۔۔۔۔"پل۔۔۔۔یزمج۔۔۔۔۔۔ھے۔۔۔۔چھوڑ ۔۔۔۔۔۔۔۔دو۔۔۔۔۔۔۔

تم۔۔۔۔۔۔۔ہیں۔۔۔۔۔۔۔اس۔۔۔۔۔۔۔کا

۔۔۔۔۔۔۔واس۔۔۔۔۔۔۔سطہ"۔۔۔۔۔

اب وہ لڑکی بے بسی سے اس شخص سے اپنی زندگی کی بھیک مانگ رہی تھی۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ ہیر کا نام اپنی زبان پر لاتی۔۔۔۔۔اس شخص نے اس لڑکی کو ایک جھٹکے میں چھوڑا۔۔۔۔۔۔اور وہ نیچے زمین پر گر گئی۔۔۔

اب وہ لڑکی نیچے گری بری طرح سے کھانس رہی تھی۔۔۔۔

اس شخص کی انگلیوں کے نشان لڑکی کے گلے پر چھپ گئے تھے۔۔۔۔۔اب وہ شخص گھٹنوں کے بَل لڑکی کے پاس بیٹھا اور بولا۔۔۔۔"خبر دار اگر اپنی اس گندی زبان سے وہ پاکیزہ نام لیا تو۔۔۔

ابھی تو صرف اس کی خاطر چھوڑا ہے پھر تمہاری زبان گدی سے کھینچ لوں گا"۔۔۔۔

وہ شدید غصے اور جنون میں سرد لہجے میں دھاڑا۔۔۔۔

اس آدمی کا پاگل پن دیکھ لڑکی کے اوسان خطا ہوئے۔۔۔۔۔اب وہ اس وقت کو پچھتا رہی تھی جب اس لڑکی نے اس شخص کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی تھی۔۔۔۔"جانتی ہو تمہاری جان کیوں بخشی ہے کیونکہ آج اس کی سالگرہ ہے اس لیے میں آج کے دن اس کا صدقہ سمجھ کر تمہاری زندگی بخش رہا ہوں"۔۔۔۔۔

اس لڑکی نے بے اختیار سکون کا سانس لیا۔۔۔۔۔وہ سمجھ گئی تھی کہ اس شخص کی زندگی میں کوئی لڑکی بہت اہمیت کی حامل

ہے۔۔۔۔جس کی وجہ سے آج اس کی جان بچ گئی۔۔۔۔ورنہ جس انداز میں وہ شخص اس کا گلا دبا رہا تھا کچھ پل بعد وہ یقیناً مر جاتی ۔۔۔۔۔۔۔شاید آج اسی قسمت اچھی تھی۔۔۔۔کہ بچ گئی۔۔۔۔۔

وہ شخص مزید بولا۔۔۔۔"نفرت ہے مجھے تم جیسی لڑکیوں سے جو بے حیا ہوتی ہیں۔۔۔۔۔عورت کا مطلب ہے پردے میں چھپی ہوئی چیز۔۔۔۔اور تم چند پیسے اور حسن کی خاطر غیر مردوں کے سامنے اپنے جسم کی نمائش کرتی پھر رہی ہو۔۔۔۔۔ابھی بھی وقت ہے واپس لوٹ آؤ ورنہ آخرت میں جہنم تمہارا مقدر بنے گا"۔۔۔۔۔۔۔

یہ کہتے ساتھ وہ شخص رکا نہیں ایک جھٹکے سے اٹھا۔۔۔دروازہ پار کیا۔۔۔۔راہداری پار کر کے کلب کے دروازے سے باہر

نکلا۔۔۔اپنی گاڑی پارکنگ ایریا سے نکالی اور منزل کی طرف چل دیا۔۔۔۔

پیچھے کلب میں شور مچ اٹھا

کلب کی مینز ٹوائلٹ میں کسی امیر زادے کی لاش ملی تھی۔۔۔۔

سارے کلب میں طوفان مچ اٹھا۔۔۔

مگر وہ لڑکی ہنوز اسی کمرے میں اسی پوزیشن میں بیٹھی ہوئی تھی جس پوزیشن میں وہ شخص چھوڑ کر گیا تھا۔۔۔۔

آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔۔۔

وہ شخص جاتے جاتے اسے ہدایت کا راستہ دکھا گیا تھا۔۔۔۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ شخص کون تھا۔۔۔۔

مگر اتنا جان گئی تھی کہ وہ اس کے لیے ایک نیکی بن کر آیا تھا۔۔۔۔
لڑکی فیصلہ کر چکی تھی کہ اب اسے اپنی زندگی میں کیا کرنا ہے۔۔۔۔

لاش کا سن کر لڑکی کو بے اختیار وہ شخص اور اس کی وہ آنکھیں یاد آئیں۔۔۔۔۔"تو کیا وہ!؟"۔۔۔۔۔اس سے زیادہ وہ لڑکی سوچ نہ پائی اور ڈر کر جھڑ جھڑی لے کر رہ گئی۔۔۔۔۔۔

وہ شخص ڈرائیونگ کر رہا تھا مگر ذہن میں تو اس وقت ہیر چل رہی تھی۔۔۔۔۔

اس نے کبھی کسی بھی لڑکی کو اتنا حق نہ دیا جو اس کا ہاتھ بھی پکڑ سکے اور وہ لڑکی تو سیدھا اس کے گلے میں باہیں ڈال رہی تھی۔۔۔۔۔

وہ صرف اور صرف ہیر کا تھا۔۔۔۔

اپنی ہیر کا۔۔۔۔

وہ خود پر صرف اپنی پرنسس کا حق سمجھتا تھا۔۔۔۔

بچپن میں کیا وہ وعدہ کہ اس پر صرف ہیر کا حق رہے گا وہ کیسے اپنے اس وعدے کو بھول جاتا۔۔۔۔

وہ صرف ہیر کا تھا دنیا کی کسی بھی لڑکی سے اسے کوئی غرض نہ تھی

۔۔۔۔۔۔

ہیر ان سب سے انجان۔۔۔۔۔

اگر وہ اس شخص کی اپنے لیے دیوانگی اور جنون کی۔۔۔۔حدیں دیکھ لیتی تو خود کو دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی سمجھتی۔۔۔۔۔۔۔

گاڑی مکمل طور پر منزل کی طرف روانہ تھی۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

تھوڑی دیر بعد گاڑی شہر کے رہائشی ایریا کی ایک بلڈنگ کی پارکنگ ایریا میں رکی۔۔۔۔۔

وہ شخص گاڑی سے نکلا اس کے ہاتھ میں ایک ڈبہ تھا شاید اس میں کیک تھا۔۔۔۔

وہ شخص لفٹ میں داخل ہونے کے بعد مطلوبہ فلور پر موجود اپنے فلیٹ کے سامنے آیا دروازہ کھولا اندر داخل ہوا۔۔۔

اس نے سوچ بورڈ پر ہاتھ مارا تو سارا فلیٹ روشن ہو گیا۔۔۔سب سے پہلے گھڑی کی طرف دیکھا۔۔۔

ابھی 12 بجنے میں 15 منٹ باقی تھے۔۔۔

مطلب سالگرہ ختم ہونے میں 15 منٹ تھے۔۔۔

اس نے جلدی سے کیک ٹیبل پر رکھا۔۔۔

کینڈل سیٹ کی۔۔۔آگ لگائی۔۔۔

آنکھیں بند کی تو ذہن کی سکرین پر 6 سالہ ہیر کا خوبصورت چہرہ نمودار ہوا۔۔۔۔

اس چہرے کو آنکھوں کے تصور میں رکھ کر۔۔۔۔اس نے ہیر کے لیے دعا کی اور کینڈلز بجھائیں پھر کیک کاٹا۔۔۔۔کاٹنے کے ساتھ ساتھ وہ مسلسل گنگنا بھی رہا تھا۔۔۔۔

اس سارے عمل کے دوران اس شخص کی آنکھیں کب نم ہوئیں اسے علم نہ ہوا۔۔۔۔

اب اس شخص نے اپنے چہرے سے وہ ماسک ہٹایا۔۔۔۔ساتھ ہڈی والی جیکٹ بھی اتار دی۔۔۔۔۔

جیکٹ کے نیچے اس نے ہاف بازو والی سفید ٹی شرٹ پہنی ہوئی تھی۔۔۔۔

جس سے اس کے بازوں کے مسلز نمایاں ہوئے۔۔۔۔

جو ابھرے ہوئے تھے اور شرٹ کے تنگ بازوں کے ساتھ چپکے ہوئے تھے۔۔۔۔۔۔۔

اس کے ساتھ ہی اس کا سارا چہرہ واضح ہو گیا۔۔۔۔

چوڑی جسامت، چھ فٹ سے نکلتا قد۔۔۔۔ کسرتی سینا یقیناوہ شخص جم کرتا تھا۔۔۔۔ماتھے پر بکھرے گہرے بھورے بال۔۔۔۔

سرخ سفید رنگت۔۔۔۔ کھڑی مغرور ناک خوبصورت نقش نین۔۔۔۔۔۔وہ شخص 27...28 سالہ ایک بھرپور وجیہہ مرد تھا۔۔۔۔

اب وہ کیک کا ٹکڑا منہ کی طرف لے جا رہا تھا۔۔۔۔

اس نے بہت محبت سے وہ کیک کھایا۔۔۔آنکھوں کے گوشے ابھی تک بھیگے ہوئے تھے

وہ سب وہیں چھوڑ کر وہ اپنے کمرے کی طرف آیا۔۔۔ایک تصویر کے سامنے آ کھڑا ہوا۔۔۔وہ تصویر پانچ سالہ ہیر کی تھی۔۔۔۔اس کے ساتھ ایک 12 سالہ یہ ہیزل گرین آنکھوں والا بچہ تھا۔۔۔اب وہ بہت محبت سے ہیر کی تصویر پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔۔۔۔"ایم سوری آج کام بہت زیادہ تھا۔۔۔اس لیے میں کیک لانے میں اتنا لیٹ ہو گیا ۔۔۔۔پلیز مجھے معاف کر دینا"۔۔۔۔

شاید وہ اپنی ہر غلطی کی معافی مانگ رہا تھا صرف کیک کی نہیں۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کچھ دیر بعد وہ سب سمیٹ کر سونے کے لیے لیٹ چکا تھا۔۔۔۔۔۔

دوسری طرف حویلی میں ماہی معمول کے کاموں کے بعد کمرے میں واپس آئی۔۔۔۔

اور بستر پر لیٹتے ہی اسے پہلا خیال یہ آیا۔۔۔۔۔

کہ کیا اس شخص کو ماہی کی سالگرہ یاد ہو گی۔۔۔۔۔

کیا اسے یاد ہو گا کہ آج ماہی 20 سال کی ہو گئی ہے۔۔۔۔۔

ماہی کے پاس سوال تو بہت تھے مگر کسی بھی سوال کا جواب اس کے پاس نہیں تھا۔۔۔ مگر شاید قسمت جلد ہی اس کے سارے سوالوں کے جواب اسے دینے والی تھی۔۔۔۔۔

یہ سب سوچتے ماہی نیند کی وادی میں اتر گئی۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

یہ تو بس قسمت ہی جانتی تھی کہ کیا ہے ان کی کہانی۔۔۔۔

جاننے کے لیے جڑے رہیں کہانی کے ساتھ۔۔۔۔۔۔

نظر

دن کی روشنی آہستہ آہستہ ساری دنیا کو روشن کر چکی تھی۔۔۔

ایک نئ صبح کا آغاز ہو چکا تھا۔۔۔

سورج اب اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔۔

ٹرین میں موجود کچھ مسافر سو رہے تھے تو کچھ باتوں میں مصروف تھے۔۔۔۔

وہ کالے برقعے میں ملبوس لڑکی۔۔۔

ان سارے کاغذات کو پڑھنے کے بعد اب واپس بیگ میں ڈال رہی تھی۔۔۔۔

آنکھیں ابھی تک بھیگی ہوئیں تھیں۔۔۔۔۔

وہ اپنے دھیان میں بیٹھی تھی کہ اتنے میں اس کے کانوں میں آواز پڑی۔۔۔۔"کیا تم اکیلی ہو تمہارا اپنا کوئی نہیں"۔۔۔۔

یہ انہی اماں کی آواز تھی۔۔۔لڑکی کو معلوم نہ ہو سکا کہ وہ اماں کب اٹھیں۔۔۔۔کب اسے روتے دیکھا۔۔۔

اماں کی آواز پر لڑکی نے اپنی آنکھیں صاف کی اور بولی۔۔۔۔"جو اپنے تھے وہ اب زندہ نہیں اور جو زندہ ہیں وہ اب اپنے نہیں"۔۔۔۔۔

لڑکی کی تکلیف میں ڈوبی آواز پر اماں کو رنج ہوا۔۔۔"تو پھر اب کہاں جا رہی ہو؟!"۔۔۔۔

اماں کے سوال پر لڑکی بولی۔۔۔"اپنی شناخت کی تلاش میں"۔۔۔"

مطلب ماں باپ کو ڈھونڈنے!؟"۔۔۔۔

اماں کی اس بات پر لڑکی نے سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا اور گویا ہوئی" نہیں وہ تو سالوں پہلے اس دنیا سے جا چکے"۔۔۔۔۔

اس جواب کے بعد اماں کو سمجھ نہ آیا کہ پھر وہ کس شناخت کی بات کر رہی ہے۔۔۔۔

مگر کچھ تو بات تھی وہ ضرور کسی کی تلاش میں لگ رہی تھی۔۔۔۔۔"تو کیا تمہیں مرض محبت ہو گیا ہے!؟"۔۔۔۔۔

اماں کی اس بات پر لڑکی نے حیرانی سے ان کو دیکھا۔۔۔"مطلب!!"۔۔۔۔

اماں مسکرائیں اور بولیں مطلب کہ "کسی سے محبت کر بیٹھی ہو"۔۔۔۔ اماں کی ایسی بات پر معلوم نہیں کیوں مگر۔۔۔۔

لڑکی کے ہونٹوں پر ایک تنزیہ مسکراہٹ آئی جو نقاب میں ہونے کی وجہ سے اماں نہ دیکھ سکیں

مگر ان کو لگا اس لڑکی کی آنکھیں مسکرا رہی ہیں۔۔۔۔"اگر محبت سے آپ کی مراد ایک نامحرم سے محبت ہے تو ایسا گناہ میں نے زندگی میں کبھی نہیں کیا۔۔۔کیونکہ نامحرم سے محبت جہنم کی آگ

ہے۔۔۔۔اگرہاں آپ کی اس بات کا مطلب اپنے محرم سے محبت ہے۔۔۔۔تو مجھے اس سے محبت نہیں عشق ہے"۔۔۔۔

لڑکی کی آنکھیں ہنوز مسکرا رہیں تھیں۔۔۔۔۔۔اور اماں کو لگا جیسے کسی نے ان کی چوری پکڑ لی ہو۔۔۔۔

اور وہ یہ بھی جان گئی کہ وہ لڑکی شاید شادی شدہ تھی۔۔۔۔مگر جسامت سے تو ہلکی سی عمر کی لگتی تھی۔۔۔۔۔"میرا نام راحیلہ جمال ہے"۔۔۔۔

اب وہ اماں اس لڑکی کو اپنی جوانی کی کہانی سنا رہیں تھیں۔۔۔۔اب لڑکی غور سے ان کی کہانی سن رہی تھی۔۔۔۔

ہنوز ٹرین منزل کی جانب رواں دواں تھی۔۔۔۔

شہر کی اس رہاشی بلڈنگ پر ایک نئے دن کا آغاز ہو چکا تھا۔۔۔۔

اگر ہم بلڈنگ کہ اس فلیٹ میں جھانک کر دیکھیں تو اپنے بیڈ روم میں ڈریسنگ کے سامنے ہیزل گرین آنکھوں والا وہ وجود ایک چھوٹی سی ڈبی کھول رہا تھا وہ لینز تھے۔۔۔۔

ساتھ روم کی دیوار میں نصب ایل سی ڈی چل رہی تھی جس میں ہر نیوز چینل میں ایک ہی خبر چل رہی تھی جو کہ شہر میں آگ کی طرح پھیل چکی تھی کہ کل رات ایک امیر زادے کو ایک کلب کے ٹوائلٹ میں کسی نے قتل کر دیا تھا۔۔۔۔

نیوز رپورٹر اب یہ بتا رہا تھا کہ اس قتل کی انویسٹیگیشن اس شہر کا اے ایس پی بذات خود کرے گا

اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے اس وجود کے چہرے پر یہ خبر سننے کے بعد ایک پراسرار سی مسکراہٹ آئی۔۔۔۔۔

اب وہ ڈبی کھول کر لینز نکال رہا تھا۔۔۔۔

رات کو کیک لینے کے ساتھ وہ لینز شاپ سے لینز بھی لے کر آیا تھا۔۔۔۔

اب وہ لینز اپنی آنکھوں پر لگا رہا تھا۔۔۔۔۔

لینز لگاتے ہوئے کل رات کا سارا منظر اس کی آنکھوں کے سامنے گھوما۔۔۔۔۔۔۔

اب اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ اپنی آنکھوں کو چھپا کر رکھے گا۔۔۔

کل ایک لڑکی نے تعریف کی تھی۔۔۔آنے والے کل میں مزید کوئی اور بھی کر سکتی تھی۔۔۔

اب وہ ہر لڑکی کو گلے سے پکڑ کر دیوار پر تو نہیں مار سکتا تھا۔۔۔یا ان کی جان تو نہیں لے سکتا تھا۔۔۔۔

اس لیے اسے بہتر حل یہ لگا وہ اپنی آنکھوں کو چھپا لے۔۔

اب وہ آنکھوں پر کسی اور رنگ کے لینز لگا چکا تھا۔۔۔۔۔
اس کے بعد اس نے اپنا چہرہ شیشے میں دیکھا تو کہیں سے بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا کہ اس کی آنکھیں پہلے ہیزل گرین بھی تھیں۔۔۔۔

چہرہ ہر طرح کے تاثر سے خالی تھا۔۔۔۔
مگر اب وہ کچھ مطمئن لگ رہا تھا۔۔۔۔۔

تھوڑی دیر بعد اپنا ضروری سامان لے کر فلیٹ سے باہر نکلا۔۔۔۔

اگلے پانچ منٹ بعد وہ اپنی گاڑی پارکنگ ایریا سے نکال کر بلڈنگ سے باہر سڑک پر ڈال چکا تھا اور اب وہ جا رہا تھا۔۔۔۔

حویلی پر روز کی طرح ایک اور صبح اتر چکی تھی۔۔۔۔

مگر حویلی والوں کے لیے آج کا دن بہت خاص تھا۔۔۔۔

آج فواد بھائی لندن سے واپس پاکستان آ رہے تھے۔۔۔۔

سعدیہ تائی کے تو پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔۔۔۔

انہوں نے ساری حویلی کو چمکا ڈالا تھا۔۔۔۔

سارے نوکرانیوں سے صفائی کروائی تھی۔۔۔۔

اور ماہی کو کھانوں کی ایک لمبی لسٹ دے چکیں تھیں۔۔۔۔

اب کچن میں ماہی اور اقصی مل کر وہ سارے پکوان تیار کر رہیں تھیں۔۔۔۔۔

ہمیشہ کی طرح ہر کام کا بوجھ ماہی پر ڈال کر تائی پر سکون تھیں۔۔۔۔۔۔

تقریبا12 بجے تین گاڑیاں حویلی کے پورچ میں آکر رکیں۔۔۔۔۔۔

پہلی گاڑی میں سے ولید بھائی اور چھوٹے تایا باہر نکلے۔۔۔۔

پچھلی گاڑی میں سے فواد خان باہر نکلا۔۔۔۔۔
اس سے پچھلی گاڑی گارڈز سے بھری ہوئی تھی۔۔۔۔

بلیک پینٹ پر وائٹ شرٹ پہنے ہوئے۔۔۔۔آنکھوں پر سٹائلش سا چشمہ لگائے ہوئے۔۔۔۔

چھ فٹ سے نکلتا قد۔۔۔ کثرتی سینا۔۔۔۔ سفید گندمی رنگت۔۔۔۔۔ کالے بال جو ایک ادا سے جیل لگا کر پف کی صورت سیٹ کیے گئے تھے۔۔۔۔

وہ بلاشبہ ایک بہت ہینڈسم مرد تھا۔۔۔۔

اب وہ اپنی آنکھوں سے گوگلز اتار کر حویلی کی خوبصورت عمارت کو خوشی سے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔

اس کی آنکھیں بالکل اس کی بہن رمشہ جیسی تھیں۔۔۔۔

اب وہ ولید اور چھوٹے تایا کے ساتھ حویلی کے اندر آ چکا تھا۔۔۔۔

جیسے ہی فواد خان نے حویلی کی دہلیز پر پہلا قدم رکھا۔۔۔

کچن میں موجود ماہی کے دل میں انجانا سا خدشہ اٹھا۔۔۔۔

ایسا لگا جیسے کچھ بہت برا ہونے والا ہے۔۔۔۔۔۔

فوراماہی کا ہاتھ اپنے دل کی جانب گیا۔۔۔۔اس نے کچھ پریشانی کے عالم میں اپنا سینہ مسئلہ۔۔۔۔۔

کچھ دیر بعد وہ دل سے تمام بڑے خیالات جھٹک کر کاموں کی طرف متوجہ ہوگئی۔۔۔۔ مگر دل میں ابھی بھی ایک دھڑکا سا رہا لگا تھا۔۔۔۔۔۔

عین اس وقت دور کسی شہر میں وہ شخص فل سپیڈ میں اپنے گاڑی کو سڑک پر بھگا رہا تھا۔۔۔۔

اچانک اس کے دل میں ایک تیز درد اٹھا۔۔۔اس کا ہاتھ اپنے دل کی طرف گیا۔۔۔۔اس نے اپنا سینہ مسئلا۔۔۔۔۔جس کی وجہ سے گاڑی اس کے کنڑول میں نہ رہی

اچانک فضا میں دھماکے کی آواز گونجی۔۔۔۔اور اس کے ساتھ ہی اس کی گاڑی ڈس.بیلنسڈ ہوتی ہوئی سامنے درخت سے ٹکرا گئی۔۔۔۔

اس شخص کا سر سامنے سٹیرنگ پر گر پڑا۔۔۔سر سے خون نکل رہا تھا۔۔۔

آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔۔۔۔

اور اس شخص کی ہونٹوں سے آخری سرگوشی نما آواز

"نکلی۔۔ہیر"۔۔۔۔۔

اس کے بعد وہ شخص دنیا جہاں سے بیگانہ ہو گیا۔۔۔۔

آس پاس لوگ جمع ہو رہے تھے۔۔۔

اب کوئی ایمبولینس کو کال کر رہا تھا تو کوئی اس شخص کو گاڑی سے باہر نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔۔

کچھ دیر بعد اس شخص کو ہاسپٹل پہنچا دیا گیا تھا۔۔۔۔

فواد خان کا استقبال حویلی میں کسی شہزادے کی طرح کیا گیا۔۔۔۔

رمشہ اور زینب بھی بہت خوش دکھائی دے رہیں تھیں۔۔۔۔

آخر کو ان کا بھائی چھ سال بعد واپس آیا تھا۔۔۔۔

سعدیہ تائی تو بیٹے کی بلائیں لیتی نہیں تھک رہیں تھیں ان کے خیال سے ان کا بیٹا مزید وجیہہ اور خوبصورت ہو گیا تھا۔۔۔

حویلی میں خوشیوں کی لہر دوڑ چکی تھی۔۔۔۔

کیونکہ فواد خان صرف حویلی کا بیٹا نہیں بلکہ یقیناوہ علاقے کا نیا سردار بننا تھا۔۔۔

کیونکہ حویلی میں صرف دو ہی وارث تھے۔۔۔۔

اس لیے بات صاف تھی اگلا سردار فواد خان ہی ہو گا۔۔۔۔۔

فواد خان لندن سے بڑ یسٹر کی پڑھائی مکمل کر کے آیا تھا۔۔۔۔۔

روبینہ پھپھو کی تو آنکھوں میں عجیب ہی چمک تھی۔۔۔۔۔

اور فائزہ تو یک ٹک فواد خان کو دیکھے جا رہی تھی۔۔۔۔

پہلی نظر کیا پڑی وہ تو نظر ہٹانا ہی بھول گئی۔۔۔۔

فائزہ کو لگا اس نے زندگی میں اتنا خوبصورت شخص کبھی نہیں دیکھا۔۔۔۔

پھپھو ہر وقت اس کی شادی کے پیچھے پڑی رہتی تھیں۔۔۔
اب فائزہ سوچ رہی تھی اسے شادی کر لینی چاہیے۔۔۔

فواد خان نی صاف فائزہ کی نظروں میں اپنے لیے پسندیدگی دیکھ لی تھی۔۔۔۔ مگر کوئی رد عمل نہ دیا۔۔۔۔

لنچ کا ٹائم ہو چکا تھا اقصی اور ماہی نے مل کر سب کے لیے کھانا ٹیبل پر لگایا۔۔۔۔

فواد خان فریش ہونے کے بعد سب کے ساتھ اب کھانے کی ٹیبل پر موجود تھا۔۔۔۔

ساتھ ساتھ رمشہ اور زینب سے باتیں جاری تھیں۔۔۔

وہ دونوں اس سے لندن کے بارے میں پوچھ رہیں تھیں۔۔۔کہ ملک کیسا ہے اور وہاں کے نظارے کیسے ہیں۔۔۔۔

سب ہنسی خوشی کھانا کھا رہے تھے۔۔۔۔

اور ماہی ہمیشہ کی طرح کچن میں موجود تھی۔باتیں اور قہقہے سن رہی تھی مگر آج اس کی آنکھوں میں کچھ نہیں تھا وہ بے تاثر تھیں۔۔۔

دوسری طرف انوشہ کے چہرے پر عجیب سی تکلیف تھی۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔

حویلی میں شام اتر چکی تھی ساری حویلی والے لاونج میں جمع تھے۔۔۔۔

اب زینب اور رمشہ فواد سے زبردستی گفٹس نکلوا رہیں تھیں جو وہ ان کے لیے لندن سے لایا تھا۔۔۔

وہ بڑے تایا سے لے کر انوشہ تک سب کے لیے ہی کوئی نہ کوئی گفٹ لایا تھا۔۔۔۔

گفٹ لیتے وقت انوشہ کے چہرے پر کوئی خاص خوشی نہ تھی مگر اس نے پھر بھی رسمن شکریہ ادا کیا۔۔۔۔

ابھی تک ماہی اور فواد خان کا آمنا سامنا نہیں ہوا تھا۔۔۔۔

اس وقت سارے چائے پیتے تھے سو ماہی کچن میں چائے بنا رہی تھی۔۔۔۔

کچھ دیر کے بعد ماہی سر پر اچھے سے دوپٹہ اوڑھے ٹرے ہاتھ میں پکڑے لاونج میں داخل ہوئی۔۔۔

اور فواد خان جو زینب کی کسی بات پر مسکرا رہا تھا اچانک اس کی نظر ٹرے ہاتھ میں پکڑے آتی ہوئی ماہی پڑ پڑی۔۔۔۔فواد خان کو اپنی ساری دنیا رکتی بھی محسوس ہوئی۔۔۔۔ماہی بہت خوبصورت تھی۔۔۔اس نے اس سے زیادہ خوبصورت لڑکی اپنی زندگی میں نہیں دیکھی تھی۔۔۔۔۔

وہ لندن میں چھ سال رہ کر آیا تھا۔۔۔۔مگر اسے ایسا حسن کہیں دیکھنے کو نہ ملا۔۔۔

فائزہ جس کی نگاہ کا مرکز تب سے صرف فواد خان تھا۔۔۔اس نے فواد خان کی نظروں کو ایک جگہ دیکھ کر اپنی آنکھیں اس کی نظروں کے تعاقب میں گھمائیں۔۔۔۔۔تو پتہ چلا فواد خان ماہی کو دیکھ رہا تھا۔۔۔۔

غصے کی ایک تیز لہر فائزہ کے جسم میں دوڑی۔۔۔۔

ماہی نے فواد خان پر ایک نظر بھی نہیں ڈالی۔۔۔۔

جب سب دوپہر کا کھانا کھا رہے تب ماہی کسی کام سے کچن سے نکلی تھی تو اس کی نظر فواد خان پر پڑ چکی تھی اس لیے وہ اسے دیکھ چکی تھی مگر اسے اس وجود کوئی خاص فرق نہ پڑا۔۔۔

اور سب کو چائے سرو کرنے کے بعد واپس کچن کی طرف چلی گئی۔۔۔۔

اپنی اس قدر بے عزتی پر فواد خان کے جسم میں ایک غصے کی لہر دوڑی۔۔۔۔وہ فواد خان جسے کوئی لڑکی چاہ کر بھی اگنور نہیں کر پاتی تھی۔۔۔

اس کی ایک نظر کی خواہش لڑکیوں کو اس کے قدموں میں بچھاتی تھیں۔۔۔۔

اور اس لڑکی نے اسے ایک نظر تک نہ دیکھا۔۔۔۔۔

اچانک فواد کے ذہن میں یہ بات آئی کہ یہ لڑکی آخر کون تھی۔۔۔ کیا وہ کوئی حویلی کی ملازمہ تھی۔۔۔۔!؟حلیہ تو اس کا کچھ ایسا ہی تھا۔۔۔۔"یہ لڑکی کیا حویلی کی کوئی ملازمہ تھی..؟"۔۔۔اب وہ زینب سوال پوچھ رہا تھا۔۔۔"کون"۔۔۔زینب جان نہ سکی وہ کس کی بات کر رہا تھا۔۔۔"وہی جو ابھی چائے سرو کر کے گئی ہے"۔۔۔۔

ان کی باتیں سنتی رمشہ تمسخر سے فورا بولی۔۔"آپ ملازمہ ہی سمجھ لیں"۔۔۔فواد خان سمجھ نہ سکا کہ اتنے میں انوشہ بولی۔۔۔۔"آپ

کو کس اینگل سے وہ اس حویلی کے کوئی نوکرانی لگتی ہے۔وہ سلیمان چاچو کی بیٹی ہے ماہی اور اس کا بھی حویلی میں اتنا ہی حق ہے جتنا ابراج خان یا ابرار خان کی بیٹیوں کا"۔۔۔

انوشہ کا لہجہ غصے سے بھرا تھا وہ باتیں سنا تو فواد کو رہی تھی مگر تنزر مشہ پر کر رہی تھی۔۔۔ماہی کی اس قدر تذلیل پر انوشہ کو تو غصہ ہی آگیا۔۔۔اس لیے اس کا حق جتانا نہ بھولی۔۔۔۔۔

فواد کے ذہن میں فورا سے وہ 14 سال کی بچی آئی۔۔۔اوہ تو وہ ماہی تھی اس کی کزن جواب جوان ہونے کہ ساتھ پہلے سے زیادہ خوبصورت بھی ہو گئی تھی۔۔۔۔۔

اچانک فواد کے ذہن میں ایک ماضی کا جملہ گونجا۔۔۔"خبردار اگر دوبارہ کبھی میری ہیر کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا تو اب کی بار صرف تمہارا سر پھوڑا ہے اگلی بار تمہیں دنیا سے ہی آؤٹ کر دوں گا"

۔۔۔۔۔یہ جملہ یاد آتے ہی فواد کی ہونٹوں پر ایک تنزیہ مسکراہٹ رینگ گئی۔

یہ اب بدلہ لینے کا وقت تھا۔۔۔"اوہ ہیر کے محافظ اب تو تمہارا اس حویلی میں نام و نشان بھی نہیں ہے....اب تمہاری ہیر کو میری پہنچ سے کون بچائے گا!"۔۔۔۔اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں میں ایک کمینی چمک آئی۔۔۔۔

ماہی اپنی قسمت سے بے خبر کچن میں رات کا کھانا تیار کر رہی تھی۔۔۔۔

انوشہ کی بات پر رمشہ نے۔۔۔۔ہونہہ۔۔۔۔کہہ کر سر جھٹکا۔۔۔جیسے اسے کوئی فرق ہی نہ پڑا ہو۔۔۔۔

اب فواد انوشہ کی جانب متوجہ ہوا۔۔۔۔"وہ سب چھوڑو گڑیا یہ بتاؤ تم آج کل کیا کر رہی ہو سنا ہے پینٹنگ کا شوق ہے تمہیں"۔۔۔۔

انوشہ تو لفظ "گڑیا" پڑھی ساکت رہ گئی باقی فواد نے کیا کہا اس نے سنا ہی کہاں تھا۔۔۔۔

اچانک اس کے کانوں میں ایک آواز گونجی۔۔۔"اگر تمہیں میرے علاوہ کوئی اور گڑیا کہے تو تمہیں کیسا لگے گا"۔۔۔۔"تمہیں میرے علاوہ کوئی اور"۔۔۔۔"کوئی اور"۔۔۔۔

یہ آوازیں بار بار اس کے کانوں میں پڑ رہیں تھیں۔۔۔۔"مجھے بہت غصہ آئے گا"..."غصہ آئے گا"۔۔۔"غصہ"۔۔۔۔

اس کے بعد اب انوشہ کو اپنی آواز اپنے کانوں میں گونجتی ہوئی محسوس ہوئی۔۔۔۔

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔۔"شٹ اپ۔۔۔جسٹ شٹ اپ۔۔۔آپ کی ہمت کیسے ہوئی مجھے گڑیا کہنے کی!؟۔۔۔۔نہیں ہوں میں آپ کی گڑیا۔۔۔میں صرف ایک شخص کی گڑیا ہوں۔۔۔۔سمجھے آپ"۔۔۔۔

وہ چیخ اٹھی۔۔۔۔اس کی اس قدر غصے اور گرجدار آواز کو سن سارے لاونج میں سکوت چھا گیا۔۔۔اس کی دھاڑ کچن میں ماہی نے بھی سنی۔۔۔۔

اور تکلیف سے ماہی کی آنکھیں لال ہو گئیں۔۔۔

فواد تو اس کے اس قدر سخت رد عمل سے حقا بکا ہی رہ گیا۔۔۔اور ولید کو دکھ ہوا۔۔۔

وہ بنا ایک لمحہ ضائع کیے سیڑھیوں کی طرف بھاگی اور اپنے کمرے میں آ کر خود کو بند کر لیا۔۔۔اور بیڈ پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھی۔۔۔اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

پیچھے سب ابھی تک سکتے سی کیفیت میں بیٹھے تھے۔۔۔۔

بڑی تائی فواد سے گویا ہوئی۔۔۔"بیٹا غصہ مت کرنا اصل میں جب اسے کوئی گڑیا کہہ دے تو وہ ایسے ہی ری ایکٹ کرتی ہے۔وہ ابھی تک

اپنے ماضی سے نکل نہیں پائی ایک بار ولید نے بھی کہہ دیا تھا تو وہ ایسے ہی غصے میں بولی تھی اور تم اس کی غلطی سمجھ کر معاف کر دینا"۔۔۔

تائی شاید فواد کا دل انوشہ کی طرف سے صاف کر رہیں تھیں۔۔۔۔۔

اپنی اس قدر بے عزتی پر فواد خان کو غصہ تو بہت آیا مگر وہ بظاہر مسکرا کر بات سمجھ کر سر ہلا گیا۔۔۔تائی بھی مطمئن ہوتی ہوئی سر ہلا گئی۔۔۔

فواد خان سوچ رہا تھا کہ ایسا کیا تھا اس شخص میں کہ حویلی کی دو لڑکیاں ابھی تک اس کا غم دل پر لے کر بیٹھیں تھیں۔۔۔۔۔

خیر حویلی پر رات ادھر آئی تھی۔۔۔۔

کھانا کھانے کے بعد سب اپنے کمروں میں جا چکے تھے۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

یہ ایک نیم اندھیر کمرے کا منظر تھا۔۔۔۔

کمرے میں ہلکی سی روشنی تھی اس لیے کچھ بھی ٹھیک سے واضح نہ تھا۔۔۔۔

اتنے میں کمرے کے در و دیوار میں ایک مردانہ آواز گونجی "دونوں بھائیوں کی جائیداد اس لڑکی کے نام پر ہے ہمیں کسی بھی طرح بس وہ حاصل کرنی ہے"۔۔۔۔

اب کے ایک دوسری مردانہ آواز گونجی۔۔۔۔"یہ اتنا آسان نہیں ہے۔۔۔۔وصیت میں صاف طور پر لکھا ہے کہ اس کی اس سالگرہ پر

تمام جائیداد اس لڑکی کے نام تو ہو چکی ہے مگر وہ جائیداد صرف اپنے شوہر کے نام کر سکتی ہے۔۔۔اور اگر اس کا شوہر مر جائے۔یا کچھ بھی ایسا ہو کہ وہ منظر عام پر نہ آئے تو وہ ساری جائیداد لڑکی کے نام جانے کی بجائے ٹرسٹ میں چلی جائے گی"۔۔۔

اب کی ایک تیسری نسوانی آواز گونجی۔۔۔"تو اب ہم کیا کریں گے"۔۔۔"شادی".....ایک لفظی جواب آیا۔۔۔۔

اب کے کمرے میں موجود باقی دونوں وجود چونک گئے۔۔۔۔"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا یہ کیا بول رہے ہو!"۔۔۔

اب کے نسوانی آواز میں غصہ بھی شامل تھا۔۔۔"ہاں اگر جائیداد چاہیے تو اس کا شوہر تو بننا پڑے گا"۔۔۔"مگر یہ ناممکن ہے"اب کے

سب سے پہلی مردانہ آواز گونجی۔۔۔۔"ناممکن کچھ نہیں ہوتا کچھ کچھ بھی پانے کے لیے تھوڑی محنت تو کرنی پڑتی ہے"۔۔۔

یہ دوسری مردانہ آواز تھی۔۔۔۔"مگر یہ واقعی ناممکن ہے وہ تو کسی۔۔۔۔"اس سے پہلے نسوانی آواز اپنی بات پوری کرتی دوسری مردانہ آواز نے ان کی بات کاٹ دی۔۔۔۔"اوہ کم اون کسی کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے جب ثبوت ہی نہیں ہے تو وہ ثابت کیسے کرے گی اس لیے فیصلہ ہو چکا"۔۔۔

اب اس کی آواز میں ایک کمینی خوشی شامل تھی۔۔۔۔"یہ کروگے کیسے"۔۔۔عورت پوچھ رہی تھی۔۔۔۔۔"زیادہ کچھ کرنے کی ضرورت نہیں بس اسے محبت کے جال میں پھسانا پڑے گا"۔۔۔

وہ شیطانی مسکراہٹ لیے بولا۔۔۔۔۔"ناممکن وہ اس شکنجے میں کبھی نہیں آئے گی"۔۔۔اب کے پہلے مرد نے کہا۔۔۔"کہیں آپ کے اندر غیرت کا خون تو نہیں جوش مار رہا!؟"۔۔۔

دوسرے مرد نے تنزیہ کہا۔۔۔"لیکن ایک بات کا دھیان رکھنا اسے جال میں پھساتے وقت خود اس کی جال میں نہ پھنس جانا یاد رکھنا تمہاری شادی میں اپنی پسند کی لڑکی سے کروں گی اور میں نے لڑکی ڈھونڈلی ہے"۔۔۔اب کے عورت بولی۔۔۔تو دوسرے آدمی نے تمسخر سے کہا۔۔۔"کوئی بات نہیں دو شادیاں جائز ہیں"....اس کے ساتھ ہی اس کا قہقہا پورے کمرے میں گونجا۔۔۔"تمہیں بس صرف اس سے شادی کرنی ہے ساری جائیداد اپنے نام لگوانی ہے اور طلاق دے کر فارغ کرنا ہے"۔۔۔۔اب وہ عورت کہہ رہی تھی۔۔۔

"ٹھیک ہے"۔۔۔اب وہ دوسرا مرد بولا۔۔۔۔

شاید وہ مزید کچھ اور باتیں بھی کر رہے تھے مگر کمرے کے باہر کھڑا وجود زلزلوں کی زد میں تھا۔۔۔۔۔اسے لگا جیسے آسمان اس کے سر پر ٹوٹ پڑا ہو۔۔۔۔۔

وہ بنا آواز پیدا کیے بہت آہستگی سے اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔۔۔۔

اور جس کے خلاف آدھی رات کو یہ سازش کی جا رہی تھی وہ وجود ان سب سے بے خبر اپنے کمرے میں نیند کی وادیوں میں اترا ہوا تھا۔۔۔

تقریبا ایک ہفتہ ہو چکا تھا فواد خان کو پاکستان واپس آئے۔۔۔۔۔

اس ایک ہفتے میں وہ بہانے بہانے سے کچن میں جاتا۔۔۔۔ کبھی پانی پینے کبھی کافی کا کہنے۔۔۔۔ کیونکہ ماہی کا زیادہ وقت ہمیشہ کچن میں ہی گزرتا تھا۔۔۔۔۔۔۔ماہی اس شخص کی نظریں خود پر محسوس کر چکی تھی

۔۔۔۔

ماہی یہ بھی محسوس کر چکی تھی کہ شاید اس شخص سے ارادے ٹھیک نہیں ہیں۔۔۔۔۔

کہتے ہیں نا عورت کو اللہ پاک نے ایک خاص حس سے نوازا ہوتا ہے۔۔۔

وہ کسی بھی مرد کی اپنی طرف اٹھتی ہر نظر کو پہچان لیتی ہے۔۔۔۔ کہ وہ نظر محبت بھری ہے۔۔ عقیدت بھری ہے۔۔۔۔۔۔ نفرت بھری ہے ۔۔۔۔۔۔یا حوس پرست ہے۔۔۔۔۔

اور فواد خان کی نظریں بہت عجیب تھیں جو کہ اچھی بات نہ تھی۔۔۔۔
اسے اس شخص کی نظروں سے عجیب سا خوف آنا شروع ہو گیا تھا۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

دوپہر کا وقت تھا آج بھی وہ حسب عادت کچن میں کام کر رہی تھی فواد لاؤنج خالی دیکھ کچن میں آیا ماہی اپنے دھیان کاموں میں مصروف تھی۔۔۔۔اس نے فریج سے پانی نکالا اور غلیظ نظروں سے ماہی کا سر تا پیر جائزہ لینے لگا۔۔۔

اچانک ماہی کو اپنی پشت پر کسی کی نظروں کی تپش محسوس ہوئی اس کے ساتھ ہی ماہی کے جسم میں خوف کی ایک لہر دوڑ گئی۔۔۔۔وہ کچن میں اس وقت اکیلی تھی نہ اقصی تھی نہ ہی کوئی اور ملازمہ۔۔۔۔

دوپٹہ ہمیشہ کی طرح حجاب اسٹائل میں سر پر تھا۔۔۔۔"ہیلو ڈیئر کزن"۔۔۔۔۔

فواد کی آواز بلکل ماہی کو اپنی کمر پر محسوس ہوئی وہ یقیناً اس کے پیچھے بہت قریب کھڑا تھا۔۔۔خوف سے ماہی کے جسم کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔۔۔

اس نے دل میں خدا سے اپنی حفاظت کی دعا کی۔۔۔۔

اور ایک جھٹکے سے دائیں طرف سائیڈ سے نکلی دور کھڑی ہو گئی۔۔۔۔

فواد اس کی اس قدر تیزی پر حیران اور اس حرکت پر اندر تک جل گیا۔۔۔۔ مگر بظاہر مسکرا کر بولا "کیا تم بولتی نہیں ہو؟ کم سے کم میرے ہائے کا ہی جواب دے دیتی"۔۔۔۔وہ جب سے آیا تھا اس نے ماہی کو بولتے ہوئے نہیں دیکھا تھا نہ ہی اس کی آواز سنی تھی۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ دوبارہ ماہی کی طرف قدم بڑھاتا ماہی بولی۔۔۔۔"آپ کو کچھ چاہیے تھا فواد بھائی"۔۔۔اس کی آواز سن فواد کی آنکھوں میں مزید کمینگی ابھری۔ مگر بھائی کا لفظ سن کر وہ بہت بدمزہ ہوا۔۔۔۔اس کی آواز بہت خوبصورت تھی۔۔۔۔اس سے پہلے کے وہ کچھ کہتا فائزہ کچن میں داخل ہوئی اور فواد کو دیکھ بولی۔۔۔۔"ارے فواد آپ یہاں ہیں چھوٹی ممانی کب سے آپ کو ڈھونڈ رہیں ہیں"۔۔۔۔۔

فواد بدمزہ ہوتا ہوا کچن سے نکل گیا پیچھے فائزہ آنکھوں میں انگاریاں لیے ماہی کی طرف متوجہ ہوئی۔۔۔۔"فواد سے دور رہو وہ صرف میرا ہے"...ماہی جو فائزہ کے آنے کی وجہ سے پر سکون ہوئی تھی۔۔۔اپنے کانوں میں فائزہ کی کاٹ دار آواز سننے کے بعد اس کی طرف دیکھا اور بولی۔۔۔"آپی آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے ایسا کچھ نہیں ہے"۔۔۔ اس بات پر فائزہ کا غصہ کم ہونے کی بجائے مزید بڑھ گیا اس نے ہاتھ اٹھایا اور۔۔۔۔چٹاخ۔۔۔۔ایک تھپڑ ماہی کے گال کی زینت بنا۔۔۔۔"یہ تھپڑ تمہیں ہمیشہ یاد کروائے گا کہ فواد خان پر فائزہ خان کا حق ہے"۔۔۔

اتنا سنا تی وہ کچن سے یہ جا اور وہ جا۔۔۔۔پیچھے ماہی ہونق بنی

ابھی تک بے یقینی سے اپنے گال پر ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔اسے یقین نہ آیا آج اسے پہلی بار فائزہ نے تھپڑ مارا تھا۔اسے حویلی میں فائزہ سے ایسی توقع نہ تھی۔۔۔۔۔تو دوسری طرف وہ یہ سوچ رہی تھی کہ کیا ایک بار پھر اس کے کردار پر الزام لگایا گیا ہے۔۔۔۔۔۔

وہ صحیح ہو کر بھی غلط تھی۔۔۔۔۔بس تکلیف ہی تکلیف تھی۔۔۔۔

یہ رات کا وقت تھا حویلی پر رات اتر آئی تھی۔۔۔۔

تائی نے اسے کسی کام سے سب سے اوپر والی منزل کے سٹور روم میں بھیجا تھا۔۔۔

تین گھنٹے وہ رات کے اس پہر سٹور روم سے پانی نکال رہی تھی۔۔۔۔کیونکہ پچھلی رات بارش ہوئی تھی۔۔۔۔جس وجہ سے وہ سٹور پانی سے بھر گیا تھا۔۔۔۔۔یہ اس کی ڈیوٹی تھی۔۔۔۔

کام مکمل کر کے وہ لوٹ رہی تھی کہ اس نے سیڑھیوں سے تیسرے فلور کے ایک کمرے سے ایک وجود کو نکلتے دیکھا اور اب وہ نیچے دوسرے فلور کی جانب جا رہا تھا وہ ماہی کی موجودگی سے بے خبر۔۔مگر ماہی کو اپنے سر پر اس حویلی کی ساری عمارت گرتی ہوئی محسوس ہوئی۔۔۔۔وہ اپنی جگہ ساکت رہ گئی تھی

اسے لگا کہ وہ مزید اپنے پیروں پر کھڑی نہیں ہو سکے گی۔۔۔۔۔یہ کیا دیکھ چکی وہ۔۔۔۔۔۔۔

وہ بہت مشکل سے اپنے حوش و حواس قابو کرتی نیچے گئی۔۔۔۔۔۔

اس شخص کو ایکسیڈنٹ کے بعد ہوسپٹل لے جایا گیا تھا۔۔۔۔اسے
بہت زیادہ گہری چوٹیں نہیں آئیں تھیں۔۔۔۔۔۔آتیں بھی کیسے
میلوں دور گاؤں کی اس حویلی میں بیٹھی ہوئی وہ لڑکی اس کی لمبی عمر کے
لیے ہر روز دعا گو رہتی تھی۔۔۔۔اور شاید خدا نے اس کی دعا قبول کر لی
تھی

۔۔۔۔۔اس لیے وہ اب ڈسچارج ہو کر اپنے فلیٹ واپس آ چکا
تھا۔۔۔۔۔۔

رات کا آخری پہر ڈل رہا تھا اس وقت وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر لیٹا نیند میں شاید دوبارہ کوئی خواب دیکھ رہا تھا۔۔۔۔

اس کے چہرے پر اضطراب تھا ہونٹ ہل رہے تھے وہ بار بار شاید کسی کو پکار رہا تھا۔۔۔۔۔۔

اب کی بار ایک چیخ نما آواز اس کے ہونٹ سے برآمد ہوئی۔۔۔"ہیییرر"۔۔۔۔۔

اور وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔۔۔۔۔۔۔۔

لمبے لمبے سانس لے کر خود کو پر سکون کرنے لگا۔۔۔۔۔

آخر کب تک وہ یوں بے بس رہے گا۔۔۔۔

وہ جانتا تھا ضرور ہیر کسی مصیبت میں ہے خواب میں اس نے ہیر کو مصیبت میں دیکھا تھا۔۔۔۔۔

سب سے زیادہ دکھ کی بات تو یہ تھی کہ ہیر خوابوں میں اسے ہی پکارتی تھی۔۔۔۔

کیا ہیر سے یاد کرتی تھی!؟۔۔۔۔کیا ہیر خوابوں کے ذریعے اسے اپنے پاس بلا رہی تھی!؟۔۔۔۔۔

کیا اسے ہیر کے پاس لوٹ جانا چاہیے تھا۔۔۔۔!؟اس کا بس چلتا تو وہ سالوں پہلے ہی لوٹ چکا ہوتا مگر وہ وعدہ آج تک اس کے پیر کی زنجیر بنا ہوا تھا۔۔۔۔۔۔۔

اس کا دماغ اس وقت پھٹنے کے قریب تھا۔۔۔۔۔

وہ اٹھا وضو کر کے تہجد کی نماز ادا کی اور ہمیشہ کی طرح ہیر کی حفاظت کی دعا کی۔۔۔۔۔۔

پتہ نہیں یہ قسمت اسے کس موڑ پر لا کر کھڑا کر چکی تھی۔۔۔۔۔
جس میں نہ وہ آگے بڑھ سکتا تھا نہ پیچھے لوٹ سکتا تھا۔۔۔۔۔

اب وہ دوبارہ بیڈ پر لیٹا آنکھیں بند کیے سونے کی کوشش کر رہا تھا مگر اس طرح کے خواب دیکھنے کے بعد اسے کہاں نیند آتی تھی

باہر رات اب اپنے آخری پہروں پر تھی۔۔۔۔

بہتان

سورج کی روشنی اب تو سر چڑھ آئی تھی۔۔۔

شاید اندازاً یہ 10 بجے کا وقت تھا۔۔۔۔

ٹرین کے اس ڈبے میں موجود وہ کالے برقعے میں ملبوس لڑکی اماں کی ساری روداد ان کی زبانی سن چکی تھی۔۔۔۔

ساری کہانی سنانے کے بعد اماں خاموش ہو گئیں۔۔۔۔

لڑکی اب کسی گہری سوچ میں گم تھی۔۔۔۔

کچھ پل مزید سر کے تو اماں اس لڑکی سے گویا ہوئیں۔۔۔۔"قسمت انسان کو خود بنانی پڑتی ہے یہ جو ہم کہتے ہیں نا پتہ نہیں ہماری قسمت میں کیا لکھا ہے۔۔۔اور بس بیٹھ کر قسمت کے لکھے کا انتظار کرتے ہیں اس سے بہتر ہے کہ ہمت کریں اور اپنی قسمت خود لکھیں"۔۔۔۔

اماں کی بات سن لڑکی کو شاید کچھ یاد آیا اور بولی۔۔۔"بالکل اب قسمت خود بنانے کا وقت آچکا ہے"۔۔۔۔۔

اس کے بعد اماں بولی۔۔"تم تو اتنی چھوٹی سی عمر کی لگتی ہو....نازک سی ہو۔۔۔تمہاری شادی اتنی جلدی کیسے ہو گئی!..اور اگر شادی ہو

چکی ہے تو تمہارا شوہر کہاں ہے؟...اور ابھی تک تم نے اپنا نام نہیں بتایا۔؟"۔۔۔۔

اب کی بار تو اماں نے سوالوں کی بوچھاڑ ہی کر ڈالی۔۔۔۔۔

لڑکی کہنا تو بہت کچھ چاہتی تھی مگر

اس نے صرف ایک جملے میں ان کے ہر سوال کا جواب دے

دیا۔۔۔"میرا نام ماہی ہے۔۔۔۔اور میں شادی شدہ نہیں ہوں"۔۔

اتنا کہنے کے بعد وہ لڑکی خاموش ہو گئی۔۔۔۔۔

وہ لڑکی کچھ زیادہ ہی عجیب باتیں کرتی تھی۔۔۔یہ اماں کو اندازہ ہو چکا

تھا۔۔۔۔

جی ہاں ٹرین کے اس ڈبے میں کالے برقعے میں ملبوس وہ لڑکی کوئی اور نہیں بلکہ وہ ماہیر سلیمان خان تھی۔۔۔۔

اب آہستہ آہستہ دوپہر کا وقت ہو رہا تھا۔۔۔۔

اور ٹرین اگلے اسٹیشن پر پہنچ چکی تھی۔۔۔۔۔

یہ دو دن بعد حویلی میں شام کا منظر تھا۔۔۔۔۔

فائزہ، زینب، انوشہ اور رمشہ ولید کے ساتھ ریسٹورینٹ میں پیزا کھانے گئیں تھیں۔۔۔

دادی چھوٹے تایا کے ساتھ اپنا منتھلی چیک اپ کروانے گئیں تھیں۔۔۔۔۔

بڑے تایا اور تائی شاید کسی رشتہ دار کے ہاں گئے تھے۔۔۔۔

فواد خان شاید اپنے پرانے دوستوں کے ساتھ کہیں گھومنے گیا تھا۔۔۔ اس وقت حویلی میں صرف ماہی، سعدیہ تائی اور پھپھو ہی تھیں۔۔۔۔

تھوڑی دیر گزری کے حویلی کے پورچ میں فواد خان کی گاڑی آکر رکی۔۔۔۔

اب شام سے رات ہو رہی تھی۔۔۔

ماہی جو شاید اپنے کمرے میں تھی۔۔۔۔سعدیہ تائی اسے ڈھونڈتے ہوئے کمرے میں آئیں۔۔۔۔

اور ماہی کو دیکھ گویا ہوئیں "جاؤ ایک کپ کافی بنا کر فواد کے کمرے میں دے کر آؤ اس کے سر میں درد ہو رہا ہے"۔۔۔۔

تائی کی بات سن ماہی کا دل عجیب انداز میں گھبرایا۔۔۔۔"تائی میں کیسے۔۔؟"۔۔۔"کیا مطلب کیسے تمہارے پاؤں ٹوٹ گئے ہیں جلدی سے جاؤ اور کافی دے کر آؤ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا"۔۔۔۔

یہ حکم دیتی تائی جا چکیں تھیں۔۔۔۔پیچھے ماہی کو ایک نئی پریشانی نے گھیر لیا۔۔۔۔۔

مرتی کیانہ کرتی کچن میں گئی اور کافی بنانے کے بعد اب وہ ڈرتی ہوئی سیڑھیاں چڑھتی فواد خان کے کمرے کے باہر پہنچ چکی تھی۔۔۔۔

عین اسی وقت رات کے اس پہر حویلی کے آسمان پر بادل بہت زور سے گرجے۔۔۔یوں محسوس ہوتا تھا آج کی رات کوئی طوفان آنے والا ہے۔۔۔۔

ماہی نے ڈرتے ڈرتے دروازے پر دستک دی۔۔۔۔

کچھ دیر بعد فواد خان دروازہ کھولے ماہی کے سامنے کھڑا تھا۔۔۔۔اس نے سوالیہ نظر سے ماہی کو دیکھا تو ماہی نے بنا کچھ کہے کافی کا مگ اس کی آنکھوں کے سامنے کیا۔۔۔۔

اس کا اشارہ سمجھ فواد گویا ہوا۔۔۔"اندر آکر بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھ دو"۔۔۔۔

یہ سن ماہی کا دل جو پہلے ہی خوف کی وجہ سے سپیڈ سے دھڑک رہا تھا۔۔۔اب کے اس کے اوسان خطا ہوئے۔۔۔۔"نہیں آپ یہیں سے لے لیں مجھے نیچے بہت سارے کام ہیں"۔۔۔۔

ماہی کی بات سن کے فواد خان کو غصہ آگیا۔۔۔۔"کہانا اندر آکر رکھو تو مطلب رکھو"۔۔اب کی بار فواد خان نے عجیب جنونی اور سرد لہجے میں کہا۔۔۔یہ سن ماہی اندر تک لرز گئی۔۔۔مگر اسے کسی بھی حالت میں یہاں دروازے سے ہی واپس لوٹ کر جانا تھا۔۔۔اس لیے اب کی بار ماہی غصے میں بولی۔۔۔"میں آپ کی نوکر نہیں ہوں"۔۔۔۔یہ

کہتے ساتھ ماہی نے دروازے کے پاس فلاور واز کے ٹیبل پر وہ کافی کا کپ رکھا اور فوراً واپس مڑ گئی۔۔۔۔۔

اس کی یہ حرکت دیکھ فواد خان کو وہ غصہ آیا کہ حد نہیں۔۔۔۔ ماہی سیڑھیاں بھاگنے کی انداز سے پھلانگتے ہوئی اب دوسرے فلور پر آ چکی تھی۔۔۔۔۔

اس سے پہلے کے ماہی نیچے والے فلور کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھتی۔۔۔۔ایک جھٹکے سے فواد خان نے ماہی کی کلائی کو اپنے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں لیا اور اسے دیوار کے ساتھ پن کیا۔۔۔۔۔۔۔۔

یہ سب اتنی جلدی ہوا کہ ماہی سمجھ نہ سکی۔۔۔۔اب فواد خان اسے گندی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔۔۔اور ماہی کو اپنی دنیا اپنے ہاتھوں سے نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔۔۔۔۔۔ماہی کے دونوں بازو فواد کے سخت ہاتھوں کی گرفت میں آ چکے تھے۔۔۔۔

فواد ماہی کے کان کے پاس آہستہ آواز میں گرجا۔۔۔۔" سمجھتی کیا ہو تم آخر اپنے آپ کو۔۔۔مجھے آج تک دنیا کی کسی لڑکی نے اگنور نہیں کیا اور تم کچھ زیادہ ہی پارسا بنی پھرتی ہو۔۔۔۔ مگر آج میں تمہاری ساری پارسائی اتار دوں گا"۔۔۔۔۔

یہ سن ماہی کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔۔۔۔"کیا کر رہے ہیں چھوڑیں مجھے فواد بھائی... میں آپ کی چھوٹی بہنیوں کی طرح ہوں بالکل زینب اور رمشہ آپی جیسی ہوں آپ کو شرم آنی چاہیے"۔۔۔۔

ماہی اندر سے تو بہت ڈری تھی مگر اسے ابھی بہادری سے اس صورتحال کا سامنا کرنا تھا۔۔۔"بہنوں جیسی ہو مگر بہن نہیں تمہاری وجہ سے ایک بار میرا سر پھٹ چکا ہے اس کا بدلہ بھی تو تم سے لینا ہے۔۔۔اور دوسری بات اتنا حسن لے کر کہاں جاؤں گی تھوڑا سا مجھ پر نچھاور کر دو"۔۔۔

فواد نے کمینی ہنسی ہنس کر کہا۔۔۔۔۔۔"میں کہہ رہی ہوں چھوڑیں مجھے میں ویسی لڑکی نہیں ہوں جو نامحرموں کو اپنے جسم پیش کر دیتی ہیں جیسے اس حویلی کی باقی لڑکیاں"۔۔۔۔

فواد جو اس کی بے بسی پر ہنس رہا تھا ماہی کی یہ بات سن کر اس کی ہنسی ایک پل میں غائب ہوئی۔۔۔۔اب کی بار اس نے ماہی کا ایک ہاتھ چھوڑ کر

اس کا منہ دبوچا اور بولا۔۔۔"کیا بکواس کر رہی ہو!"۔۔۔"میں کوئی بکواس نہیں کر رہی سچ کہہ رہی ہوں...دور رہیں مجھ سے ورنہ شور مچا کر ساری حویلی والوں کو اکٹھا کر لوں گی....خبر دار اگر آپ میرے قریب بھی آئے تو"۔۔۔

اس کی یہ بات سن فواد کا دماغ اب تو گھوم چکا تھا۔۔۔"بہت اکڑ ہے نا تجھ میں ابھی تیری ساری اکڑ ختم کرتا ہوں۔۔۔۔یہ کہتے ہیں ساتھ فواد نے ماہی کا ڈوپٹہ ایک جھٹکے سے کھینچا۔۔۔

حجاب کھل کر دوپٹہ اب اس کے گلے میں آ گیا۔۔۔۔

ماہی کو اپنی روح فنا ہوتی ہوئی محسوس ہوئی۔۔۔۔دل میں وہ اللہ پاک سے اپنی حفاظت کی دعا گو ہوئی۔۔۔۔۔"خدا کا واسطہ کچھ شرم کریں

....کوئی آپ کی بہنوں کے ساتھ اس طرح کی حرکت کرے تو آپ کو کیسا لگے گا...آپ خود دو بہنوں کے بھائی ہیں"۔۔۔۔

ماہی کی بات سن ایک لمحے کے لیے فواد کی آنکھوں میں ایک سایہ سا لہرایا

اور دوسرے ہی لمحے اس کا بھاری ہاتھ اٹھا اور ماہی کا نازک گال لال کر گیا۔۔۔ تھپڑ اس قدر زور کا تھا کہ ماہی کا ہونٹ پھٹ گیا۔۔۔ماہی کا تو سر ہی گھوم گیا۔۔۔۔خون لڑی کی صورت میں اس کے ہونٹ سے نکلا۔۔۔۔

اتنے میں فواد کی گرفت ماہی کے بازوؤں پر تھوڑی ڈھیلی ہوئی تو ماہی نے بنا موقع ضائع کیے پوری طاقت سے فواد کو دھکا دیا۔۔۔۔۔

وہ تھوڑا سا لڑکھڑایا کیونکہ شاید اس نے ماہی کو زیادہ ہلکے میں لے لیا تھا۔۔۔۔

جس سے ماہی کو موقع مل گیا اور بس ماہی ایک سیکنڈ ضائع کیے فورا نیچے کی طرف بھاگی۔۔۔

مگر وہ کہاں جانتی تھی اصل قیامت تو نیچے اس کی منتظر تھی۔۔۔۔

ماہی کو بھاگتا دیکھ فواد اس کے پیچھے بھاگا اتنے میں حویلی کے پورچ میں دو گاڑیاں آکر رک چکی تھیں۔۔۔۔

بڑے تایا تائی اور سارے نوجوان بچے حویلی کے اندر داخل ہو رہے تھے۔۔۔

سعدیہ تائی لاؤنج میں بیٹھیں تھیں جب ماہی سیڑھیاں اترتی ہوئی آئی۔۔۔۔۔

ماہی کا دوپٹہ گلے میں تھا بالوں کی کچھ لٹیں چہرے کے گرد تھیں۔۔۔۔۔

ہونٹ پر خون اور گال پر انگلیوں کے واضح نشان تھے۔۔۔۔۔

سعدیہ تائی اسے دیکھ بولیں "کیا ہو رہا ہے یہاں"۔۔۔۔۔

ماہی اس سے پہلے کہ کچھ کہتی۔۔۔۔ فواد خان بولا۔۔۔۔۔"اس سے پوچھیں امی یہ بدذات مجھے ورغلا رہی تھی"۔۔۔۔

اتنے بڑے الزام پر تو ماہی ساکت رہ گئی۔۔۔۔

صرف ماہی نہیں لاؤنج کے دروازے میں کھڑے وہ سارے افراد بھی۔۔۔۔۔

سعدیہ تائی آگے بڑھیں اور ماہی کے گال پر ایک زناٹے دار تھپڑ دے مارا۔۔۔۔"ایسا کچھ نہیں ہے تائی یہ جھوٹ بول رہیں ہیں۔۔۔یہ میرے ساتھ زبردستی"۔۔۔۔۔۔ابھی ماہی یہ سب بول ہی رہی تھی تائی نے دوسرا تھپڑ بھی اس کے گال پر دے مارا۔۔۔"پہلے میرا چھوٹا بیٹا تیری چال میں نہیں آیا کہ میرے بڑے بیٹے کو اپنے جال میں پھنسانا شروع کر دیا بدکردار کہیں کی"۔۔۔تائی اسے پے در پہ کئی تھپڑ مار رہیں تھیں اور وہ روتی ہوئی بار بار بس نفی میں سر ہلاتی رہی۔۔

سب سے پہلے دروازے میں کھڑے ولید کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی وہ ایک جھٹکے سے آگے بڑھا۔۔۔

اور جا کر ماہی کو اپنے پیچھے کیا اور ماں کے سامنے کھڑا ہو گیا "بس کر دیں اماں دماغ تو نہیں خراب ہو گیا آپ کا۔۔۔۔جان سے ماریں گیں کیا اسے؟"۔۔۔۔

ولید کی دھاڑ کے ساتھ ہی انوشہ کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی۔۔۔

وہ ایک ہی جست میں ماہی کے پاس پہنچی اور اس کا رخ اپنی طرف کیا اس کو دونوں کندھوں سے پکڑ کر جھنجوڑ ڈالا۔۔۔۔۔"کیوں کیا تم نے ایسا ماہی مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔۔۔بھول گئی تم تو اس حویلی میں کسی کی امانت ہو۔۔۔تم امانت تھی میرے بھائی کی کیوں کی تم نے یہ خیانت!!؟"۔۔۔۔

وہ چیخ کر ماہی سے سوال پوچھ رہی تھی۔۔۔۔۔اپنے لیے انوشہ کی آنکھوں میں بے یقینی دیکھ کر ماہی کا دل ٹوٹ گیا وہ نفی میں سر ہلاتی گئی اور بولی۔۔"خدا کی قسم آپی۔۔۔میں اس شخص کی قسم کھا کر کہتی ہوں۔میں نے خیانت نہیں کی۔۔۔۔۔میں بہت اچھے سے جانتی ہوں کہ میں کسی کی امانت ہوں تو میں کیوں کروں گی خیانت۔۔۔میں سچ کہہ رہی ہوں میں ان کی وفادار ہوں میں نے سچ میں کوئی خیانت نہیں کی"۔۔۔۔

ماہی بار بار ایک ہی بات دوہرا کر انوشہ کو اپنی بے گناہی کا یقین دلانا چاہتی تھی۔۔۔۔۔

اورانوشہ خان جانتی تھی کہ ماہی کبھی اس شخص کی جھوٹی قسم نہیں کھا سکتی تھی جس کی لمبی عمر کے لیے وہ سجدوں میں دعائیں مانگتی تھی۔۔۔۔

انوشہ کی گرفت ماہی کے کندھوں پر ڈھیلی ہو گئی۔۔۔۔۔۔

سعدیہ تائی اب غصے سے ولید کو پیچھے ہٹا کر آگے آنے کی کوشش کر رہیں تھیں۔۔۔۔۔"پیچھے ہو آج تو میں اس بدکردار کی جان ہی لے لوں گیں"۔۔۔۔۔۔

اور ولیدان کو ماہی کی پہنچ سے دور کر رہا تھا۔۔۔۔"بس بہت ہو گیا خاموش ہو جاؤ سارے"۔۔۔اب کی بار بڑے تایا کی گرجدار آواز لاؤنج میں گونجی۔۔۔۔

ماہی نے امید بھری نظروں سے تایا کی طرف دیکھا۔۔۔"ان دونوں کی وجہ سے حویلی کی عزت مٹی میں مل کر رہ گئی ہے۔۔۔حویلی کی عزت کا سوال ہے اس لیے میں سردار ابرار حاکم فیصلہ کرتا ہوں کہ تین دن بعد ماہی اور فواد کا نکاح ہو گا"۔۔۔۔۔

زندگی میں پہلی بار تایا نے ماہی کا نام لیا تھا اسے امید نہ تھی تایا اسے جیتے جی زندہ در گور کر دیں گے۔۔۔۔

انوشہ اور ماہی دونوں کو لگا کسی نے ان کے کانوں میں پگھلتا ہوا سیسا انڈیل دیا ہو۔۔۔۔۔

کچھ پل تو ماہی ساکت رہ گئی۔۔

اسے یقین نہ آیا تایا نے اس کے سالوں کی محبت کا یہ پھل دیا تھا۔۔۔ماہی چاہتی تھی تایا اس سے بات کریں۔۔۔اگر تایا کی محبت

حاصل کرنے کے لیے اتنی بڑی قیمت ادا کرنی ہو گی تو ماہی کو تایا کی محبت نہیں چاہیے تھی۔۔۔۔۔

کچھ لمحے لگے ماہی کو اس شاک سے باہر آنے میں پھر بولی۔۔۔"میں کوئی نکاح نہیں کروں گی میں نے کوئی گناہ نہیں کیا اس شخص نے میرے ساتھ زیادتی کرنے کی کوشش کی تھی میں نے صرف اپنی عزت بچائی ہے اور میں نکاح نہیں کروں گی کیونکہ میں پہلے سے ہی اپنے شوہر کے نکاح میں ہوں"۔۔۔۔

اب کی بار ماہی چیخ کر بولی۔۔۔۔"میں فیصلہ کر چکا ہوں"۔۔۔۔

تایا اس بار ماہی کو دیکھ سرد لہجے میں گھویا ہوئے آنکھیں ہنوز ہر طرح کے تاثر سے خالی۔۔۔۔۔"میں آپ کو بتا چکی ہوں میں نکاح پر نکاح جیسا

گناہ نہیں کروں گی میں اپنے شوہر کی امانت ہوں اور میں نے نہ اس امانت میں کوئی خیانت کی ہے نہ ہی کروں گی۔۔۔۔بے شک آپ مجھے جان سے ماردیں مجھے مرنا منظور ہے مگر آپ کا یہ فیصلہ نہیں"۔۔۔۔۔

ایک بار پھر ماہی مضبوط لہجے میں اونچی آواز میں بولی رونا تو وہ بھول ہی چکی تھی۔۔۔۔"کس شوہر کی بات کر رہی ہو وہ جو سالوں پہلے تمہیں اس حویلی میں چھوڑ کر جا چکا تھا وہ تو شاید اب تک مر چکا ہو"۔۔۔اب کی بار کلثوم بیگم بولیں

وہ اس موقع پر بھی ماہی کا دل چھنی کرنے سے باز نہیں آرہیں تھیں۔۔۔۔۔"مجھے یقین ہے میرا شوہر زندہ ہے مگر آپ لوگوں کو اگر لگتا ہے کہ وہ اس دنیا میں نہیں ہے تو مجھے اس کا ڈیتھ

سرٹیفکیٹ لا کر دکھا دیں اور ثابت کر دیں کہ وہ زندہ نہیں ہے۔۔۔تب شاید میں آپ کے اس فیصلے کو مان لوں میں ماہیر حیدر خان ہوں۔۔۔۔وہ ماہیر سلیمان نہیں جسے آپ چھوٹی چھوٹی باتوں پر تھپڑ مارتے تھے۔۔۔۔۔میں ہر چیز برداشت کر سکتی ہوں مگر اپنے کردار پر بہتان نہیں"۔۔۔۔

ماہی کی بات سن بڑے تایا آگے بڑھے ماہی کو امید تھی شاید کہ وہ اپنے فیصلے کو بدل دیں مگر پھر وہ ہوا جو کسی نے بھی سوچا نہ تھا تایا کا ہاتھ اٹھا اور ماہی کے چہرے پر نشان چھوڑ گیا۔۔۔۔۔

ماہی حیران کن نظروں سے اپنے اس تایا کو دیکھ رہی تھی جسے ہمیشہ اس نے اپنے باپ کا درجہ دیا تھا۔۔۔اسے امید نہ تھی تایا سچ بات پر اس پر

ہاتھ اٹھائیں گے۔۔۔۔چھوٹے تایا تو پھر بھی اسے تھپڑ مارتے دیتے تھے مگر اسے اپنے اس تایا سے امید نہ تھی۔۔۔۔

آج جو ایک چھوٹی سی امید کی رمک تھی وہ بھی ٹوٹ گئی۔۔۔۔امید کے ساتھ ہی ماہی کے دل میں بھی چھن سے کچھ ٹوٹ گیا۔۔۔۔۔"تمہارا نکاح ہو گا تو مطلب ہو گا میں بھی دیکھتا ہوں کون روکتا ہے اس نکاح کو۔۔۔یہ سب اپنی بے ہودہ حرکتیں کرنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا کہ تم امانت تھی کسی کی"۔۔۔۔۔

اب کی بار تایا اونچی آواز میں دھاڑے۔۔۔۔۔

انوشہ ساکت کھڑی اپنے باپ کے پتھر فیصلے کو سن رہی
تھی۔۔۔۔اسے لگا جیسے کسی نے اس کے سینے میں خنجر گھونپ دیا ہو یہ
شخص اس کا باپ ابرار حاکم نہیں اس وقت گاؤں کا سردار ابرار حاکم لگ
رہا تھا۔۔۔۔۔۔

ایک قیامت ہی تو آ رہی تھی ماہی کی زندگی میں۔۔۔۔
انوشہ کو اپنے باپ سے ایسی امید نہ تھی آج اسے لگا کہ یہ شخص اس کا
باپ نہیں محظ
تایا تھا۔۔۔۔

ماہی ساکت نگاہوں سے تایا کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔۔۔

اس کی آنکھیں خالی ہو چکی تھیں۔۔۔اب وہ خالی خالی نگاہوں سے تایا کو تک رہی تھی۔

اتنے میں چھوٹے تایا دادی اور اقصی تینوں آ چکے تھے۔۔۔اقصی بھی دادی کے ساتھ ہی گئی تھی۔

لاؤنج کی اتنی گھمبیر صورتحال دیکھ دادی بولیں۔۔۔"کیا ہو رہا ہے یہاں؟!"۔۔۔۔

دادی کی آواز پر ماہی کی آنکھوں کا ارتکاز ٹوٹ گیا اور اس کے ساتھ یقین بھی ٹوٹ گیا اور صرف یقین نہیں وہ عزت بھی ختم ہو گئی جو ماہی بڑے تایا کی کرتی تھی۔۔۔

دادی کے سوال پر بڑی تائی بولی "یہ تو اپ اپنی اس لاڈلی پوتی سے پوچھیے۔یہ حویلی کے مردوں پر ڈورے ڈال کر ان کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔اور اب سردار صاحب نے اس کی خواہش کو پورا کر دیا ہے۔اس کے نکاح کا فیصلہ سنا کر تو میڈم کہتی ہے نکاح نہیں کرے گی۔اب یہ سردار کے فیصلے کے خلاف جائے گی!"۔۔تائی نے تو اپنی ساری بھڑاس نکال دی۔۔۔۔۔۔

تائی کی بات سن دادی بولیں۔۔۔۔"تم سب کا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔اس کا نکاح ہو چکا ہے۔اگر یاد نہیں پڑتا تو میں یاد کرواتی چلوں وہ میرے پوتے اور حماد کے بیٹے کے نکاح میں ہے۔نکاح پر نکاح حرام ہے سب کے دماغ خراب ہو چکے ہیں۔کوئی نکاح نہیں ہو گا چلو ماہی

کمرے میں دوانکال دومیری"۔ان سب کو باتیں سناتی دادی آخر میں ماہی سے بولیں۔"یہ نکاح ہوگااور ضرور ہوگااب بات حویلی کی عزت پر آگئی ہے۔۔۔اوراس عزت کوبچانے کے لیے ہوگا۔۔۔۔اور رہی آپ کے پوتے کی بات تووہ مرچکاہے جواتنے سالوں بعد بھی واپس نہیں آتے تومطلب وہ لوگ مرچکے ہوتے ہیں۔اس لیے اب یہ آزاد ہے"۔

تایافیصلہ سناتے لاونج سے جاچکے تھے۔آہستہ آہستہ سب نکلتے گئے۔ ماہی اورانوشہ جہاں کھڑی تھیں وہیں کی وہیں رہ گئیں۔دونوں کی تکلیف ایک ہی شخص سے جڑی تھی۔اگروہ شخص انوشہ کابھائی تھاتوماہی کاشوہر تھا۔۔۔۔۔

دادی ماہی کو کمرے میں آنے کا کہہ کر اقصی کے ساتھ کمرے میں چلی گئیں۔۔۔۔

فواد خان جوتب سے سارے ڈرامے کو انجوائے کر رہا تھا اب ماہی کے پاس آیا۔ جھک کر اس کے کان میں بولا۔۔۔"یہ تو تھا اس بات کا بدلہ جو تمھارے شوہر نے 14 سال پہلے تم پر نظر اٹھا کر دیکھنے کی وجہ سے میرا سر پھوڑا تھا۔۔۔اور کیا کہا تھا اس نے!۔۔۔۔۔۔اوہاں یہ کہ آئند اگر میں نے دوبارہ اس کی ہیر کو نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ مجھے دنیا سے آؤٹ کر دے گا۔۔۔۔۔ہاہاہا۔۔۔تو اب کہاں ہے وہ تمھارا محافظ۔۔۔۔مجھے اس دنیا سے آؤٹ کرنے والا آج خود کس دنیا میں ہے یہ بھی نہیں پتہ۔۔۔۔۔اب تم مکمل میری دسترس میں ہو اب بلاؤ نہ اپنے شوہر کو ۔۔۔ہاہاہا۔۔۔۔اصل بدلہ تو میرا تب پورا ہو گا جب تم ہر روز رات کو

میری قید میں ہو گی"۔۔۔۔۔یہ کہتے ساتھ وہ شیطانی ہنسی ہنستا اپنے کمرے کی جانب چل دیا۔۔۔۔۔

پیچھے ماہی لاؤنج کے فرش پر گر گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔۔۔۔۔۔۔

اگر آج حیدر یہاں ہوتا تو اس فواد خان کی ہمت نہ ہوتی حیدر کی بیوی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھنے کی۔ سارا دکھ اسی بات کا ہی تو تھا کی حیدر اس کی زندگی میں کہیں تھا ہی نہیں۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ماہی کا نکاح سلیمان صاحب نے اپنی زندگی میں ہی اپنے بھائی حماد کے بیٹے سے کروادیا تھا۔تب حیدر 12 سال اور ماہی 5 سال کی تھی۔۔۔۔

اس کے ایک سال بعد وہ دونوں جدا ہو گئے تھے۔اور آج 14 سال بعد بھی ماہی اپنے شوہر کو نہ تو بھولی تھی۔اور تو اور خود کو اس کی امانت سمجھتی آئی تھی مگر آج سب تباہ ہی ہو گیا تھا۔۔۔۔"کہاں ہیں آپ حیدر کہاں۔؟"۔۔۔۔

ماہی دل ہی دل میں بولی۔

وہ اتنا روئی کے شاید ہی آج سے پہلے روئی ہو۔

اور انوشہ لاؤنج کے صوفے پر بیٹھی پتہ نہیں چھت کی طرف دیکھ کیا ڈھونڈ رہی تھی۔آنکھوں سے ایک کے بعد ایک آنسو بہہ رہا تھا۔۔۔۔

دونوں کی آنکھوں سے اشک بہہ رہے تھے۔بس فرق اتنا تھا کہ ماہی بآواز رو رہی تھی اور انوشہ بے آواز۔۔۔۔۔۔

عین اس وقت شہر کی اس رہائشی بلڈنگ کے اس فلیٹ میں وہ شخص جو شاید سو رہا تھا۔۔۔اس نے خواب میں دیکھا کہ خوبصورت پہاڑ اور وادیاں ہیں۔۔۔۔پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس منظر میں ہیر کی کھلکھلاتی ہنسی مل گئی۔۔۔۔۔۔

اس سے تھوڑے سے فاصلے پر کھڑا وہ شخص ہیر کو ہنستے ہوئے دیکھ کھل کر مسکرایا۔۔۔۔

ہیر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے آسمان کی طرف دیکھے گول گول گھوم رہی تھی۔۔۔

تھوڑی دیر کے بعد ہیر نے مڑ کر اس شخص کو دیکھا۔۔۔اپنے ہاتھ سے اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا بولی۔۔۔۔"حیدر یہاں آئیں نا دیکھیں کتنی خوبصورت ہوا چل رہی ہے"۔۔۔

یہ سنتے مقابل کے قدم حرکت میں آئے وہ قدم قدم چلتا ہیر کے پاس آیا۔۔۔ابھی وہ ہیر سے تھوڑا فاصلے پر ہی تھا کہ اچانک منظر بدل گیا۔۔۔

آسمان پر کالے بادل چھا گئے۔۔۔

جیسے گہرا کہر پڑ رہا ہو۔۔۔

ابھی وہ آس پاس عجیب کے موسم کو دیکھ رہا تھا کہ اتنے میں ہیر کی چیخ اس کے کانوں میں پڑی۔۔۔۔۔۔"آہ"۔۔۔۔

اس نے ایک جھٹکے سے رخ موڑ کر ہیر کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔

سامنے کا منظر دل دہلا دینے والا تھا۔۔۔۔چھ سالہ ہیر چار سے پانچ بھیڑیوں کے درمیان گھیری ہوئی تھی۔۔۔۔۔۔"حیدر پلیز مجھے بچائیں یہ بھیڑیے مجھے نوچ ڈالیں گے۔۔۔۔حیدر پلیز بچائیں ۔۔۔۔۔۔۔۔حیدر"۔۔۔۔

وہ روتی ہوئی حیدر کو پکار رہی تھی مگر وہ کہیں سے بھی چھ سالہ بچی نہیں لگ رہی تھی اس کی آواز اور بولنے کا انداز ایسا تھا جیسے کوئی 18،20 سالہ لڑکی بول رہی ہو۔۔۔۔۔۔

حیدر بھاگتا ہوا ہیر کی طرف گیا مگر اس سے پہلے وہ ہیر کے پاس پہنچتا وہ منظر سے ہی غائب ہو گئی۔۔۔۔۔۔ مگر اس کی۔بچاؤ حیدر۔ کی آوازیں ابھی تک حیدر کے کانوں میں گونج رہیں تھیں۔۔۔۔۔۔اور سوتے ہوئے حیدر کے منہ سے چیخ نما آواز نکلی۔۔۔۔۔"ہیر ر"۔۔۔۔ اور وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔۔۔۔۔

اس کا سانس پھولا ہوا تھا ماتھے کی رگیں ابھری ہوئیں تھیں ۔۔۔۔۔۔سارا جسم پسینے سے تر تھا۔۔۔۔ اتنا بھیانک خواب اس نے آج سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔۔۔۔۔

اس نے اپنی کن پٹی کو دو انگلیوں سے دبایا جیسے سر کے درد کو کم کرنے کی کوشش کی ہو۔۔۔۔۔۔۔

دور کہیں ہیر کی آواز اب بھی اس کے کانوں میں پڑ رہی تھی۔۔۔۔

اور وہ بے بس شہزادہ چاہ کر بھی کچھ نہیں کر سکتا تھا۔۔۔۔۔۔

سوائے اس کی حفاظت اور سلامتی کی دعا کے۔۔۔۔

کچھ دیر بعد وہ جائے نماز پر بیٹھا دعا مانگ رہا تھا۔۔۔۔۔۔" یا اللہ پاک میری بیوی کی حفاظت فرما۔۔۔۔

اللہ اسے ہر قسم کی خطرے سے دور رکھ۔۔۔۔

یا اللہ پاک اسے اپنے حفظ و امان میں رکھنا۔۔۔۔

یااللہ پاک اس کی ہر تکلیف کو ختم کر دے۔۔۔۔آمین"۔۔۔۔۔

دعا مانگنے کے بعد اب وہ جائے نماز اٹھانے کے بعد اپنے بیڈ روم میں موجود ایک فوٹو کے سامنے آ کھڑا ہوا۔۔۔۔۔

اس میں پانچ سالہ ہیر اور 12 سالہ حیدر تھا۔۔۔

یہ ان کے نکاح کے بعد کی تصویر تھی۔۔۔۔حیدر گھنٹوں اس تصویر کو ایک ہی جگہ کھڑے ہو کر دیکھ سکتا تھا۔۔۔۔۔وہ جتنی بار بھی ہیر کو دیکھتا اس کا دل نہیں بھرتا تھا۔۔۔۔یہ منظر دیکھ اسے ہمیشہ سکون ملتا تھا جیسے اب مل رہا تھا۔۔۔۔۔

باہر رات گہری سی گہری ہوتی جا رہی تھی۔۔۔۔۔۔

شاید ایک گھنٹے سے زیادہ وہ لاؤنج کے فرش پر اسی طرح سے بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔۔۔

اب وہ رو نہیں رہی تھی اب تو شاید اس کی آنکھوں کا پانی ہی ختم ہو گیا تھا۔۔۔۔۔

بس ساکت بیٹھی فرش کو گھور رہی تھی۔۔۔۔

انوشہ بھی اب تک صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر چھت کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔۔۔

دونوں کی آنکھیں ساکت تھیں مگر سوچیں صرف ایک شخص کی طرف تھیں۔۔۔۔

انوشہ جانتی تھی کہ اس کے بھائی کی زندگی میں ماہی کی کتنی زیادہ اہمیت تھی۔۔۔اگر آج اسے پتہ چل جائے کہ اس کی بیوی کو کسی اور کے ساتھ زبردستی باندھا جارہا ہے تو یقیناوہ اس حویلی کو آگ لگادیتا۔۔۔۔

انوشہ یہاں بیٹھ کے صرف یہ سوچ رہی تھی کہ اگر یہ قیامت برپا ہونے کے بعد اس کے بھائی کو علم ہوا۔۔۔تو کیا ہو گا اسے کچھ کرنا ہو گا ۔مگر وہ کیا کر سکتی تھی۔وہ تو جانتی تک نہیں تھی اس کا بھائی ہے کہاں۔۔۔۔

اور ماہی ساکت بیٹھی اس کا دماغ کچھ بھی پروسیس نہیں کر پارہا تھا۔۔۔۔

بہت دیر کے بعد اس کے سن جسم میں حرکت ہوئی۔۔۔۔۔

وہ اٹھی اور دادی کے کمرے کی طرف چل پڑی۔۔۔۔

کمرے میں آئی تو دادی اور اقصی دونوں بیٹھی ہوئیں تھیں۔۔۔۔

وہ آتے ساتھ دادی کے قدموں میں بیٹھ گئی۔۔۔۔اور دادی کو آج ہوا سارا واقعہ بتانا شروع ہو گئی۔۔۔۔

اس کے بعد وہ روتی ہوئی بولی۔۔۔"دادی کچھ کریں اس قیامت کو روکیں میں مر جاؤں گی۔ مگر نکاح پر نکاح جیسا گناہ نہیں کروں گی۔اور اگر میں حیدر کے نکاح میں نہ بھی ہوتی تب بھی میں اس ہوس پرست شخص سے نکاح نہ کرتی۔۔۔۔۔۔میں مر تو سکتی ہوں دادی مگر میں حیدر کے علاوہ کسی دوسرے مرد کے بارے میں سوچ نہیں

سکتی۔۔۔۔میں صرف حیدر کی تھی اوران کی ہی رہوں گی میں اپنی جان لے لوں گی مگر یہ نکاح کبھی نہیں کروں گی"۔۔۔۔۔

ماہی کی بات سن دادی بہت سریس انداز میں بولیں۔۔۔"ماہی بھاگ جاؤ یہاں سے"۔۔۔۔

دادی کی بات پر ماہی نے حیران کن نظروں سے جھٹکے سے سر اٹھا کر دادی کو دیکھا۔۔۔"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں دادی"۔۔۔۔ماہی کو اپنی آواز کسی کھائی سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔۔۔۔

ماہی کی بات سن دادی بولیں۔۔۔"چلی جاؤ اس حویلی سے اب وقت آگیا ہے۔۔۔۔تم اس حویلی کی چار دیواری میں محفوظ نہیں ہو۔۔۔۔۔جب تک محفوظ تھی تم یہاں رہیں۔۔۔۔۔اس حویلی سے نکل جاؤ بھاگ جاؤ

اور اپنے شوہر کے پاس جاؤ اور ڈھونڈو۔۔۔ہاں اگر اسے ڈھونڈ چکو تو ایک بار اس حویلی میں واپس ضرور لانا یہ بات ثابت کرنے کے لیے کہ میرا پوتا زندہ ہے مرا نہیں۔۔۔۔

اگر تم نہیں گئی تو چاہے زمین و آسمان ایک ہو جائیں یہ تمہارا نکاح کروا کر ہی رہیں گے "۔۔۔۔۔

اس سے پہلے کی ماہی دادی کو کچھ کہتی دروازہ کھلا اور انوشہ اندر آئی۔۔۔۔۔۔وہ بہت سنجیدہ لگ رہی تھی۔۔۔۔"چلو ماہی ہمیں بات کرنے کی ضرورت

ہے "۔۔۔۔انوشہ کی بات سن ماہی نے دادی کی طرف دیکھا تو دادی نے اثبات میں سر ہلایا کہ جاؤ بات کر لو۔۔۔۔

وہ دونوں اگے پیچھے کمرے سے نکلیں۔۔۔۔اور اب وہ دونوں ٹیرس پر موجود تھیں ٹیرس کا دروازہ انوشہ بند کر چکی تھی تاکہ کوئی ان دونوں کو ڈسٹرب نہ کر سکے۔۔۔۔۔

اور ماہی ڈر رہی تھی کہیں انوشہ نے دادی کی باتیں نہ سن لی ہوں۔۔۔۔

اب انوشہ ماہی کی طرف متوجہ ہوئے اور بولی۔۔۔۔"دادی بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں بھاگ جاؤ اس حویلی سے"۔۔۔۔

انوشہ کی بات پر ماہی نے جھٹکے سے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا جس کی آنکھوں میں ہنوز سنجیدگی تھی۔۔۔۔۔"آپی آپ بھی!!!"۔۔۔۔

اس سے زیادہ

ماہی کچھ بول نہ پائی۔۔۔۔۔"میں اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے بھائی کی بیوی کو کسی اور کی بیوی بنتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی اس لیے ماہی بھاگ

جاؤ۔۔۔میں جانتی ہوں صرف تم ہی میرے بھائی کو ڈھونڈ کر اس حویلی میں واپس لا سکتی ہو۔جاؤ میں جانتی ہوں تمہیں اندازہ ہے وہ کہاں ہوں گے۔۔چلی جاؤ اور انہیں ڈھونڈے بغیر کبھی واپس مڑ کر نہ آنا"۔۔۔۔۔

انوشہ ابھی تک سنجیدہ تھی۔۔۔۔۔
ماہی کی آنکھوں میں ابھی تک حیرانی تھی۔۔۔۔

توانوشہ نے ماہی کو اس حویلی میں ہونے والی سازش کا بتا دیا۔۔۔۔۔
اس دن انوشہ غصے میں فواد سے زیادہ ہی بد تمیزی کر گئی تھی۔۔۔۔اس لیے رات کو اس سے معافی مانگنے کے لیے اس کے کمرے میں

گئی۔۔۔۔مگر کمرے کے باہر ہی چھوٹے تایا،تائی اور فواد کی آوازوں نے اس کے قدم جکڑ لیے تھے۔۔۔۔۔

وہ صرف دولت حاصل کرنے کے لیے ماہی کے خلاف سازش کر رہے تھے۔۔۔اس کا مقصد صرف ماہی کا شوہر بن کر جائیداد حاصل کرنا تھا۔۔۔۔جب ایک ہفتے تک ماہی نے فواد خان کو مکمل طور پر اگنور کیا ۔۔۔۔تو وہ سمجھ گیا کہ ماہی محبت کے جال میں پھنسنے سے رہی۔۔۔اس لیے ماہی کو بدکرداری کے جال میں پھنسا دیا

یہ جان ماہی ساکت رہ گئی۔۔۔۔ان لوگوں نے صرف دولت کی خاطر اس کی زندگی کا مذاق بنا دیا۔۔۔۔

انوشہ نے اپنے ہاتھ میں موجود ایک فولڈ پیپر نکالا۔۔۔اب اس نے اس پیپر کو ماہی کی طرف بڑھایا اور بولی۔۔۔۔"اس میں میرا کانٹیکٹ نمبر ہے"۔۔۔۔جب میرا بھائی مل جائے تو مجھے ضرور بتانا۔۔۔۔اب سکون سے جا کر اپنے کمرے میں سو جاؤ اس نکاح سے پہلے تمہیں اس حویلی سے باہر بھی نکالنا ہے اس کے بارے میں مجھے تمام حکمت عملی سوچنی ہو گی"۔۔۔۔۔

یہ سنتے ماہی اور انوشہ دونوں ٹیرس سے نکلیں۔۔۔۔۔۔اور اپنے اپنے کمروں کی جانب چل دیں۔۔۔۔۔۔

ماہی نے وہ پیپر سنبھال کر اپنے ضروری کاغذات کے ساتھ رکھ دیا اور دادی کی طرف دیکھا تو وہ سو چکی تھی ان پر بلینکنٹ ٹھیک کرتے اپنی سائیڈ پر آئی اور لیٹ گئے کیونکہ نیند تو آج اسے آنے سے رہی۔۔۔۔۔

انوشہ نے اسے سچ بتایا مگر ایک سچ یہ بھی تھا کہ فواد خان کو ماہی سے صرف دولت نہیں چاہیے تھی۔۔۔۔۔

وہ ماہی کی عزت کے ساتھ کھیلنا چاہتا تھا۔۔۔اس لیے ماہی اب سوچ چکی تھی۔۔کہ وہ یہاں سے چلی جائے گی۔وقت آچکا تھا اس حویلی سے جانے کا۔۔۔۔

باہر آسمان پر بادل گرجنے کے ساتھ اب تیز ہوائیں بھی چل رہیں تھیں۔۔۔۔۔

اندر کمرے میں ماہی اپنی قسمت پر ماتم کناں تھی۔۔۔۔۔۔

کیا قسمت ماہی کو اس حویلی کے در و دیوار سے آزادی دلوائے گی!؟اور کیا وہ ڈھونڈ پائے گی کے اپنے شوہر کو۔۔۔!؟

ماضی

دوپہر اب سر چڑھ آئی تھی۔۔۔۔

ٹرین اب اسٹیشن پر ایک گھنٹہ رکنے والی تھی۔۔۔۔

ماہی ویسے ہی بیگ کو اپنے سینے سے لگائے اس کونے والی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔

تھوڑی دیر بعد اماں نے اپنے پرس سے کوئی کاغذ نکالا اور اب وہ اسے ماہی کی طرف بڑھا رہیں تھیں۔۔۔

ماہی نے نہ سمجھی سے ان کے ہاتھ میں موجود کاغذ کی طرف دیکھا۔

اس کی نا سمجھی دیکھ اماں بولیں۔۔۔"یہ کراچی میں میرے گھر کا پتہ ہے۔اور ساتھ میرا رابطہ نمبر ہے۔تم کراچی جا رہی ہو تو ہو سکتا ہے وہاں تمہیں رہنے کے لیے جگہ کی ضرورت ہو۔۔۔یا اگر کوئی مصیبت ،مسئلہ پیش ہو تو تم مجھ سے رابطہ کر سکتی ہو"۔۔۔۔

ماہی شاید منع کرنا چاہتی تھی۔یا شاید وہ اماں پر یقین نہیں کر پا رہی تھی۔ کچھ تو تھا جس وجہ سے ماہی الجھن کا شکار تھی۔اس کے آنکھوں سے بھی اضطراب جھلک رہا تھا۔

کچھ جھجکتے ہوئے ماہی نے وہ کاغذ کا ٹکڑا پکڑ لیا۔۔۔

اور اسے احتیاط سے سنبھال کر اپنے بیگ میں رکھ لیا کہ شاید کبھی ضرورت پڑ جائے۔۔۔

اب وہ آنکھیں موندے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔۔۔۔

باہر سٹیشن پر لوگوں کے ہجوم کا ایک جم غفیر تھا۔۔۔۔

مگر وہ سب سے بے خبر بیٹھی تھی۔۔۔۔۔

رات اب اپنے آخری پہروں پر تھی۔۔۔۔

وہ بھیانک خواب دیکھنے کے بعد حیدر کو نیند نہیں آ رہی تھی۔۔۔

اس لیے وہ تازہ ہوا کھانے کے لیے بلڈنگ سے نکل کر سڑک پر آ گیا۔۔۔۔

اب وہ سست روی سے واک کر رہا تھا۔۔۔

مگر دماغ میں ساری سوچیں ہیر کے ساتھ جڑی ہوئی تھیں۔۔۔

اتنے میں کسی لڑکی کی آواز اس کانوں میں پڑی۔۔۔۔۔

وہ اپنے بچاؤ کے لیے آوازیں لگا رہی تھی۔۔۔

اس آواز سے حیدر کو وہی خواب میں ہیر کی آواز دوبارہ سنائی دی وہ بھی تو حیدر کو ایسے ہی بلا رہی تھی۔۔۔

حیدر آواز کی سمت بھاگتا ہوا موڑ کاٹ کر آیا۔۔۔تو سامنے ہی تین لوفر ایک لڑکی کو تنگ کر رہے تھے۔۔۔اور لڑکی بیچاری خود کو بچانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔۔

یہ منظر دیکھ حیدر کی ماتھے کی رگیں غصے سے تن گئیں۔۔۔وہ آگے بڑھا۔۔۔اور ان تینوں کا وہ حال کیا کہ تینوں کی شکلیں پہچاننا مشکل ہو گیا۔۔۔

لڑکی نے حیدر کو دیکھ سکھ کا سانس لیا۔۔۔

وہ لڑکے تو اب اپنی جان بچا کر زخمی ہونے کے باوجود بھی بھاگ رہے تھے۔۔۔۔

اب وہ لڑکی کی جانب متوجہ ہوا۔۔۔۔

لڑکی شکریہ ادا کرتی بولی۔۔۔۔"بہت شکریہ بھائی"۔۔۔

بھائی لفظ سن کر حیدر کو انوشہ کی یاد آگئی۔۔۔۔اس کی پیاری بہن پتہ نہیں اب وہ کیسی ہو گی۔۔۔اور اب تو وہ بہت بڑی ہو گئی ہو گی بالکل سامنے کھڑی لڑکی کی طرح۔۔۔

وہ ہلکا سا مسکرایا اور سر کے خم سے لڑکی کا شکریہ ادا کیا۔۔۔۔"اگر اج آپ نہیں آتے تو وہ بھیڑیے مجھے نوچ ڈالتے"۔۔۔

لڑکی کے الفاظ سن حیدر ساکت رہ گیا۔۔۔۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے دیکھا گیا خواب۔۔۔۔ہیر کا بھیڑیوں میں گھیرا ہونا۔۔۔اس کا بچاؤ کی آوازیں دینا۔۔۔۔"کیا کہا ایک بار دوبارہ کہنا"۔۔۔۔۔حیدر لڑکی سے بولا۔۔۔لڑکی نے حیدر کو اچمبھے سے

دیکھااور بولی۔۔۔"میں نے کہاا گرآج آپ نہ ہوتے بھائی تووہ بھیڑئے مجھے نوچ ڈالتے"۔۔۔۔

حیدر کے ذہن میں جھماکا سا ہو گیا۔۔۔۔۔اب اسے اپنا سارا خواب سمجھ آگیا تھا۔۔۔۔

اس کے ساتھ یہ بھی کہ ہیر کس تکلیف میں ہو گی۔۔۔۔

اوراس کے ساتھ حیدر کا سر درد سے پھٹنے کے قریب ہو گیا۔۔۔۔

اس کی آنکھیں ضبط کے باعث لال انگارہ ہو گئیں۔۔۔۔"اومیرے خدایااس کی حفاظت کرنا"۔۔۔۔دل ہی دل میں وہ دعا گو ہوا۔

اس کے بعد حیدر نے اس لڑکی کے گھر کا پتہ پوچھنے کے بعد لڑکی کو خود خیر وعافیت سے گھر چھوڑ دیا۔۔۔۔

حویلی میں نئی صبح اتر چکی تھی مگر ماہی رات ایک سیکنڈ کے لیے سو نہ سکی۔۔۔۔۔

کل رات جو طوفان اس کی زندگی میں آیا تھا۔۔۔وہ سب کچھ نہس تہس کر چکا تھا۔۔۔۔

کافی دیر گزر گئی صبح ہوئے مگر ابھی تک دادی اٹھی نہیں تھیں ماہی اپنے تمام غم جھٹک کر دادی کی سائیڈ آئی اور ان کا کندھا ہلا کر ان کو اٹھانے لگی۔۔۔۔۔

ماہی نے دادی کو ہاتھ لگایا تو اسے محسوس ہوا کہ ان کا جسم برف کی طرح سرد تھا۔۔۔۔

ماہی کے اوسان خطا ہوئے ماہی نے دادی کو جھنجوڑ ڈالا۔۔۔

مگر دادی کے جسم میں کوئی حرکت نہ ہوئی۔۔۔۔

ماہی دادی کا نام لے کر اب چیخ رہی تھی۔۔۔۔"دادی اٹھیں.... دادی پلیز اٹھیں.... دادی کیا ہو گیا آپ کو.... دادی اٹھ جائیں نا"۔۔۔۔

مگر دادی وہاں ہوتی تو سنتیں اس کا شور سن سب سے پہلے اقصیٰ اندر داخل ہوئی۔۔۔۔۔

مگر ماہی کی چیخ و پکار اب بھی بند نہیں ہو رہی تھی۔۔۔۔

آہستہ آہستہ کر ساری حویلی کے لوگ کمرے میں آ گئے ساری نوکرانیاں بھی اکٹھی ہو چکی تھیں۔۔۔۔

ولید نے آگے بڑھ کر دادی کی نبض ٹٹولی۔۔۔ماہی امید بھری نظروں سے ولید بھائی کو دیکھ رہی تھی۔۔۔انوشہ نے ماہی کو سہارا دے رکھا تھا۔۔۔۔

ولید ان کا چیک اپ کر رہا تھا۔۔۔ماہی کے صبر کی حد ختم ہو گئی اور بولی۔۔۔"بھائی دادی کو ہسپتال لے کر چلیں پتہ نہیں ہے کیا ہو گیا ہے آنکھیں نہیں کھول رہیں"۔۔۔۔۔

کمرے میں منتظر ہر فرد اب ولید کے بولنے کا انتظار کر رہا تھا۔۔۔ماہی کا دل کسی انجانے خطرے کا پتہ دے رہا تھا۔۔۔۔

ولید نے ماہی کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔۔۔۔

ماہی جھنجھلا کر بولی۔۔۔"آخر آپ کچھ بولتے کیوں نہیں بھائی!؟"۔۔۔۔۔

ولید نے ایک لمبی سانس لی اور بولا۔۔۔"اب دادی کبھی نہیں اٹھیں گی ماہی وہ جا چکی ہیں"۔۔۔

ولید کی بات سن انوشہ کو اپنے سر پر ساری حویلی کی عمارت گرتی ہوئی محسوس ہوئی۔۔۔۔

اور ماہی تو بس ساکت نظروں سے کبھی دادی کے وجود کو تو کبھی ولید بھائی کو دیکھے جا رہی تھی۔۔۔۔

وہ سکتے کی سی کیفیت میں تھی۔۔۔

دماغ شاک سے پروسیسنگ تک گیا تو ماہی کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی وہ انوشہ سے اپنا آپ چھڑواتی دادی تک آئی اور روتے ہوئے بولی۔۔۔"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا دادی آپ یوں مجھے اکیلا چھوڑ کے نہیں جا سکتیں"۔۔۔۔۔

ماہی رو رہی تھی اور انوشہ خود اپنی جگہ ساکت تھی آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر گالوں پر بہتے گئے۔۔۔انوشہ اور ماہی دونوں نے کل رات سے ایک منٹ بھی سو کر نہیں دیکھا تھا دونوں ساری رات روتی رہیں تھیں

۔

اس لیے دونوں کی آنکھیں سوجھی ہوئی تھیں اور نیند کی کمی کے باعث لال تھیں۔

انوشہ نے بہت مشکل سے ماہی کو اپنے دونوں بازوں کے ہلکے میں لے کر پیچھے کیا۔۔۔۔

وہ انوشہ کی باہوں میں بن پانی مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھی۔۔۔۔

اس حویلی میں ایک دادی ہی تو اس کا سہارا تھیں وہ بھی آج اسے چھوڑ کر جا چکیں۔۔۔

روبینہ پھپھو آگے بڑھیں اور ماہی کے منہ پر ایک تھپڑ مارا اور بولیں۔۔۔"تمہاری وجہ سے میری ماں چلی گئی اس دنیا سے۔اپنی ماں کو تو کھا گئی تھی آج میری ماں کو بھی کھا گئی۔

کل رات تمہاری جو حرکت تھی اس وجہ سے میری ماں ضرور وہ صدمہ برداشت نہیں کر پائی ہوں گیں اور اس لیے دنیا سے چلی گئیں۔۔۔۔اس حویلی والوں نے تمہیں بن باپ کی بچی سمجھ کر پالا اور

تم نے اس حویلی کو ہی تباہ کر دیا۔ میری بیٹی بھی تو ہے ایک وہ بھی بن باپ کی بچی تھی۔ اس نے تو آج تک ایسی کوئی حرکت نہیں کی کہ اس حویلی کی عزت پر کوئی حرف آئے"۔۔۔یہ بات سن فائزہ کی آنکھوں میں سایہ سا لہرایا۔۔۔۔

ماہی بس ساکت نگاہوں سے ان کو دیکھ رہی تھی آنکھوں سے آنسو بہتے جا رہے تھے ماہی نے پھپھو کو کچھ بھی کہنے سے نہ روکا کیونکہ اس کو بھی یہی لگ رہا تھا کہ دادی اس کی وجہ سے چلی گئی۔۔۔آج وہ ایک اور ماں کو کھا گئی تھی۔۔۔۔واقعی بد قسمت تھی۔۔۔۔

.....

حویلی میں صف ماتم بچھ چکا تھا۔۔۔۔

دادی کی موت کی خبر سارے گاؤں میں پھیل چکی تھی۔۔۔
حویلی اس وقت لوگوں سے بھر چکی تھی۔۔۔۔
مرد سارے مردان خانے میں اور عورتیں حویلی کے لاؤنج میں بیٹھیں تھیں۔۔۔

ماہی ایک کونے میں دادی کی میت کے پاس ساکت بیٹھی تھی۔۔۔چہرہ کل رات پڑھنے والے لاتعداد تھپڑوں کی وجہ سے سوزش کا شکار ہو چکا تھا۔

پھر سے وہی قسمت سے سوال تھا کہ کیوں ہر شخص اسے چھوڑ کر چلا جاتا تھا جس سے وہ محبت کرتی تھی۔۔۔آج اس کی زندگی سے ایک اور اپنا کم ہو گیا تھا۔۔۔

انوشہ ماہی کے پاس بیٹھی تھی۔انوشہ کو بھی دادی کی موت کا غم تھا۔ مگر ماہی کا غم بہت بڑا تھا۔۔۔ماہی نے سب سے زیادہ وقت دادی کے ساتھ ہی گزارا تھا۔۔۔

ماہی کو آج دنیا خود پر تنگ ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔

حویلی میں شور و گل، بولنے، رونے، عورتوں کی باتوں کی آوازیں آ رہیں تھیں۔۔۔۔

عورتیں میت کے پاس بیٹھی اسے باتیں سنا رہیں تھیں۔۔۔کوئی کہہ رہی تھا۔۔۔ڈائین پوتی ماں کے بعد دادی کو کھا گئی، کوئی کہہ رہی تھی بد قسمت ہے، کوئی منحوس کہہ رہی تھی، تو کوئی اسے بد کردار کہہ رہی تھی۔۔۔۔۔

وہ ان سب سے بے نیاز بے آواز روتی ہوئی ماضی کے اس دن میں پہنچ گئی۔۔۔جب ایک دن ایسے ہی اس کے باپ کی میت کو حویلی لایا گیا تھا ۔۔۔تب وہ صرف پانچ سال کی تھی مگر تب اس کے پاس دلاسہ دینے کے لیے حیدر تھا۔۔حماد تایا اور نور تائی تھے، مگر آج تو اس کا اپنا کوئی بھی نہیں تھا سوائے انوشہ کے۔۔۔۔

کہانی کو یہیں روک کر اب ہم ماضی میں چلتے ہیں۔۔۔

ماضی

یہ آج سے 21 سال پہلے کا دن تھا۔۔۔

وہ کالے برقعے میں ملبوس لڑکی کالے حجاب اور کالے ہی نقاب میں بیگ کندھے پر لٹکائے تیز قدموں سے چلتی ہوئی یونیورسٹی کے گراؤنڈ سے ہوتی اپنی کلاس میں جا رہی تھی۔آج وہ لیٹ ہو چکی تھی۔۔۔

وہ چار دن بعد آج یونیورسٹی آئی تھی۔اس کی اماں کو ہارٹ کا مسئلہ تھا اس لیے وہ چار دن سے ہسپتال میں داخل تھیں۔وہ اپنی اماں کی اکلوتی بیٹی تھی اس لیے ان کا خیال رکھنے کے لیے ہسپتال ان کے ساتھ رہی۔۔۔

جب اس نے آنکھیں کھولیں تو وہ ایک غریب گھر میں پیدا ہوئی تھی۔

باپ اس کی پیدائش سے پہلے مر چکا تھا۔۔۔

اماں اکیلی تھی کام کر کے اس کا اور اپنا پیٹ پالتی تھیں۔۔۔

وہ سرکاری سکول کے بعد سرکاری کالج اور اس کے بعد اب سرکاری یونیورسٹی میں پڑھ رہی تھی۔۔۔

اتنی غربت کے باوجود بھی اس نے کبھی اللہ پاک کی ناشکری نہیں کی۔۔۔

وہ اسکالرشپ پر اپنی پڑھائی مکمل کر رہی تھی ورنہ ان کے حالات نہ تھے پڑھنے کے۔۔۔

وہ یونیورسٹی کے بعد تین جگہ ٹیوشن پڑھا کر اپنا اور اماں کا خرچہ اٹھاتی تھی۔۔۔

مگر پھر بھی وہ اماں کا علاج نہیں کروا پا رہی تھی کیونکہ ان کے علاج کے لیے بہت پیسے چاہیے تھے اور اس کے پاس اتنے پیسے نہ تھے۔۔۔

وہ کلاس میں داخل ہوئی تو سامنے کوئی نیا پروفیسر پڑھا رہا تھا۔۔۔

اس نے اندر داخل ہونے کی اجازت لی، اجازت ملنے کے بعد وہ کلاس میں آکر اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔۔۔

یہ کوئی نئے پروفیسر تھے کم عمر تقریبا 26، 27 سال ہلکی بھوری خوبصورت آنکھوں والے اور ہینڈسم

اب وہ حاضری لگا رہے تھے۔۔۔"رول نمبر فائو"۔۔۔"یس سر"۔۔۔اس کی آواز پر پروفیسر نے سر اٹھا کر دیکھا تو سامنے مکمل طور پر کالے برقعے میں ملبوس لڑکی بیٹھی تھی۔۔۔۔صرف اس کی کالی آنکھیں نظر آ رہی تھیں جو بہت خوبصورت تھیں۔۔۔۔

پروفیسر اسے دیکھ گویا ہوئے۔۔۔"مس اقصی کہاں تھیں آپ چار دنوں سے؟"۔۔۔

اقصی کھڑی ہوئی اور بولی

۔۔۔"سر دراصل میری اماں کو دل کا مسئلہ ہے۔اس لیے چار دن سے وہ ہسپتال میں داخل تھیں۔اور میری ماں کا میرے علاوہ کوئی نہیں۔۔۔جو ان کا خیال رکھتا اس لیے میں ہسپتال میں ان کے پاس تھی"۔۔۔

پروفیسر نے اس کی بات پر سر ہلایا کیونکہ لڑکی کی آنکھوں میں سچائی تھی ۔اس کی ماں کی طبیعت معلوم کی۔۔۔اس کا اڈریس لینے کے بعد

پروفیسر نے کہا کہ وہ اس کی ماں کی خیریت دریافت کرنے آئیں گے
لڑکی محض سر اثبات میں کر ہلا کر بیٹھ گئی۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔

اس واقعے کو ایک ہفتہ گزر چکا تھا۔۔۔
وہ جو چھٹی کی وجہ سے آج سارے گھر کی صفائی کر رہی تھی۔۔۔
اچانک دروازہ کھٹکھنے کی آواز پر دوپٹہ اچھے سے اوڑھتی ہوئی منہ پر پلو
نقاب کی صورت کر کے دروازہ کھولنے گئی۔۔۔تو سامنے ہی اس کے تایا
کا بیٹا کھڑا تھا۔۔۔
جسے دیکھ اقصی کی روح فنا ہوئی۔۔۔

اس سے پہلے کہ اقصیٰ دروازہ بند کرتی۔۔۔وہ ایک جھٹکے سے دروازہ پورا کھولتے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔۔۔"یہ کیا کر رہے ہیں وسیم بھائی جلدی سے باہر نکلیں یہ کیا بد تمیزی ہے گھر کے اندر کیوں آئے ہیں آپ۔اس محلے میں اور میری ماں رہتے ہیں ہماری کوئی عزت ہے"۔۔۔

وسیم اسے دیکھ خباثت سے مسکرایا۔۔۔"شادی کرنے...آج تو میں تجھ سے شادی کر کے ہی جاؤں گا۔۔۔آج تجھے اپنا بنائے بنا میں یہاں سے نہیں جاؤں گا"۔۔۔۔

یہ کہتے ساتھ وسیم نے اقصی کی جانب قدم بڑھانا شروع کیے۔۔۔ اقصی ڈر کے مارے قدم پیچھے لینا شروع ہو گئی اور ساتھ بولی"مجھ سے دور رہیں خبردار اگر میرے قریب آئے تو"۔۔۔۔

آج پروفیسر کو ٹائم ملا تھا اقصی کی ماں کی خیریت دریافت کرنے کا۔۔۔۔

وہ جو ابھی دروازہ کھٹکھٹانے کے لیے ہاتھ اٹھانے ہی لگا تھا اندر سے اقصی کی گھبرائی ہوئی آواز سن کر پریشان ہو گیا۔۔۔۔

اس نے دروازہ ایک ہاتھ سے دھکیلا تو وہ کھلتا چلا گیا۔۔۔۔

سامنے چھوٹے سے صحن میں ہلکے گلابی رنگ کی فراک اور کیپری میں سر پر ہم رنگ دوپٹہ اچھے سے لیے منہ پر نقاب کی صورت پلو کیے ہوئے۔۔۔آنکھوں میں خوف لیے گھبرائی ہوئی اقصی کھڑی تھی۔۔۔ جس کے بالکل پاس ایک لفنگا سا لڑکا کھڑا تھا۔۔۔۔ شکل سے دیکھنے پر وہ محلے کا بد معاش لگتا تھا۔

کسی کی موجودگی محسوس کر کے اقصی نے دروازے کی طرف دیکھا تو سامنے اپنے پروفیسر کو دیکھ اس کے ہوش اڑ گئے اسے امید نہ تھی وہ واقعی اس کے گھر آ جائیں گے۔۔۔

اور وہ بھی تب جب یہ غلیظ آدمی اس کے گھر میں کھڑا تھا۔۔۔

اقصی کی نظروں کے تعاقب میں وسیم نے نظریں گھمائیں تو پیچھے 27، 28 سال کا خوش شکل خوبصورت ہلکی بھوری آنکھوں والا مرد کھڑا تھا۔۔

وسیم نے اقصی کے گھر میں کسی غیر مرد کو دیکھ ایک جھٹکے سے اقصی کی نازک کلائی اپنے ہاتھ میں لی۔۔۔ جیسے اقصی پر اپنا حق جتا رہا ہو۔۔۔

وسیم کی اس جرات پر اقصی کو اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔۔۔

"میرا ہاتھ چھوڑیں وسیم بھائی۔۔۔میں کہہ رہی ہوں چھوڑیں میرا ہاتھ"۔۔۔

وہ اپنی دودھیا سفید کلائی وسیم کے مضبوط ہاتھوں کی گرفت سے نکالنے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔۔۔مگر وسیم اس کی طرف کہاں متوجہ تھا وہ تو سرد آنکھوں سے اس پروفیسر کو دیکھ رہا تھا۔۔۔

اب کے مقابل شخص بولا "ہاتھ چھوڑو لڑکی کا"۔۔۔اس کی بات سن وسیم خباثت سے مسکرایا اور بولا۔۔۔"نہیں چھوڑوں گا تم کون ہوتے ہو یہ کہنے والے"۔۔۔وسیم کی آواز سن اماں کمرے سے نکل کر صحن میں آ گئیں۔۔۔

وہ بہت کمزور ہو گئیں تھیں سامنے کا منظر دیکھ اماں کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔۔۔۔"میری بیٹی کا ہاتھ چھوڑو وسیم"۔۔

ماں کی نخقیف آواز پر اقصی نے گردن موڑ کر اپنی ماں کی طرف دیکھا اور اپنی بے بسی پر دکھ ہوا۔۔۔"نہیں چاچی آج تو میں یہ ہاتھ ہمیشہ کے لیے تھاموں گا تھوڑی دیر میں مولوی آرہا ہے اب تم اپنی خوشی سے اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کروادو۔۔۔ویسے بھی تمھارے پاؤں تو قبر میں لٹکے ہوئے ہیں مرنے سے پہلے یہ نیک کام کر جاؤ اس سے کچھ ثواب مل جائے گا"۔۔۔

وسیم کے منہ سے اپنی ماں کے بارے میں اس قدر بکواس سن کر اقصی کا دل چاہا وہ اس شخص کا گلا دبا دے۔۔۔"میں کہہ رہی ہوں میرا ہاتھ

چھوڑیں میں مر جاؤں گی مگر آپ جیسے گنڈے سے کوئی نکاح نہیں کروں گی"۔۔۔

مگر وسیم کے کان پر تو جوں تک نہیں رینگی۔۔۔اور بس دروازے کے پاس اس وجود کے برداشت کی حد ختم ہوئی وہ ایک جھٹکے سے آگے بڑھا اقصی کا وہ ہاتھ جو وسیم کی گرفت میں تھا پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے وسیم کا ہاتھ مڑور دیا۔۔۔صرف یہی نہیں اب اس شخص نے ایک مکہ وسیم کی ناک پر دے مارا۔۔۔"جب تک ایک لڑکی نہ چاہے تب تک اسے ہاتھ لگانے کی کوشش نہ کرنا اور ایک غیر لڑکی جو تمہاری کچھ نہیں لگتی اسے تو بالکل نہیں... سمجھے"۔۔۔

پروفیسر سرد لہجے میں ڈھارا۔۔۔

یہ سب اتنا اچانک ہوا کہ وسیم کو سمجھ نہ آیا۔۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ ہاتھ اٹھاتا پروفیسر نے اقصی کو اپنے پیچھے، اپنی حفاظت کے حصار میں کیا۔۔۔اقصی ہونق بنی سارا منظر دیکھ رہی تھی یہ دنیا کا پہلا مرد تھا جو اس کی حفاظت کر رہا تھا اور اس کی خاطر لڑ رہا تھا۔۔۔۔

اس سے پہلے کہ وسیم پروفیسر پر ہاتھ اٹھاتا وسیم کا ہاتھ پروفیسر نے راستے میں ہی روک دیا۔۔۔آہاں یہ غلطی نہ کرنا ورنہ تم نہیں جانتے کہ میں کس باپ کا بیٹا ہوں تمہیں ساری زندگی جیل کے اندر کروادوں گا۔۔۔۔تمہاری سات نسلیں ناک بھی رگڑتی رہیں تو بھی جیل کے باہر نہیں آپاؤ گے۔۔۔۔۔اب دفع ہو جاؤ اس گھر سے خبردار اگر آج کے بعد اس گھر کی عورتوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا"۔۔۔۔

پروفیسر اتنے سرد لہجے میں دھاڑا کہ وسیم اندر تک لرز گیا۔۔۔مگر وہ اقصی جیسی کلی کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتا تھا۔۔۔اس لیے بولا۔۔۔"ارے واہ میرے ہاتھ پکڑنے پر اتنا مسئلہ ہو رہا ہے اور یہ اپنے یار کو بلا کر اس گھر میں ملاقاتیں کر رہی ہے"۔۔۔

اس قدر گھٹیا الزام پر اقصی کی آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو گئے۔۔۔۔

اس سے پہلے وسیم مزید بکواس کرتا پروفیسر نے ایک ساتھ دو مکے اس کے منہ پر جھڑ دیے۔۔۔اور آنکھوں سے نکل جانے کا اشارہ کیا۔۔۔ وسیم شعلہ آنکھیں لیے ہوئے نکل گیا۔۔۔۔

اس سے پہلے وہ اقصی کی طرف متوجہ ہوتا پیچھے سے کچھ گرنے کی آواز آئی۔۔۔۔اقصی اور پروفیسر دونوں ایک جھٹکے سے پیچھے مڑے اور دیکھا تو اقصی کی ماں دل پر ہاتھ رکھے زمین پر بے ہوش پڑیں تھیں۔یہ دیکھ اقصی کو آسمان اپنے سر پر گرتا ہوا محسوس ہوا اور اس کے ہونٹوں سے چیخ نکلی۔۔۔۔۔"اماں"۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔

پروفیسر اقصی کے ساتھ اپنی گاڑی میں اس کی ماں کو ہسپتال لایا تھا۔۔۔ ڈاکٹر نے اس کی ماں کے دل کے آپریشن کا کہا تھا وہ سارے پیسے پروفیسر نے کہاں سے دیے اقصی کو کوئی ہوش نہ تھی اسے تو بس اپنی ماں کی زندگی کی پرواہ تھی۔۔۔۔

پچھلے دو گھنٹوں سے اس کی ماں آپریشن تھیٹر میں تھی۔۔۔۔

ڈاکٹرز نے کیا کہا کیا بات ہوئی وہ سب سلیمان ہی جانتا تھا۔

اور اقصی باہر کرسی پر بیٹھی نظر ایک جگہ ساکت تھی نقاب کے نیچے ہونٹ ماں کے لیے دعا گو تھے آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔۔۔

آخر کار اتنے انتظار کے بعد ڈاکٹروں نے اس کی ماں کے آپریشن کامیاب ہونے کی خبر دے دی۔

جسے سن اقصی کے جسم میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی۔۔۔۔

کچھ گھنٹوں بعد اماں کو ہوش آیا۔۔۔۔تو وہ دونوں اماں کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔۔۔۔۔اب اماں اس پروفیسر کو ساری بات بتا رہی تھی کہ کیسے وہ وسیم ان کی بیٹی کو تنگ کرتا تھا۔۔۔۔اماں نے اب اس پروفیسر سے ایک التجا کی۔۔۔۔۔۔اور کہا کہ.. "یہ میری زندگی کی آخری

خواہش ہے پوری کر دو۔۔۔۔میں نہیں جانتی کہ میں کب تک زندہ رہوں اس لیے مرنے سے پہلے میں اپنی یہ خواہش پوری ہوتی دیکھنا چاہتی ہوں"۔۔۔۔

اماں کی بات پر اقصی تو سن رہ گئی۔۔۔۔۔

پروفیسر صاحب خاموش ہو گئے۔۔۔۔اقصی سمجھ نہ سکی کہ اب کیا ہو گا۔۔۔۔ مگر کچھ دیر بعد پھر وہ ہوا جو اقصی نے کبھی سوچا نہ تھا۔۔۔ ہسپتال کے اس پرائیویٹ روم میں اپنی ماں کے سامنے رات کے اس پہر وہ اقصی کریم سے اقصی سلیمان خان بن گئی۔۔۔۔

اور اس سے اگلے دن اماں ہمیشہ کے لیے اپنی آنکھیں بند کر گئی۔۔۔۔

مرنے سے پہلے وہ اپنی بیٹی کے لیے ایک بہترین ہمسفر ڈھونڈ گئیں تھیں۔۔۔۔ان کی آخری خواہش یہ تھی کہ اقصی کا نکاح ابھی اسی وقت

ہسپتال میں ان کے سامنے ہوا انہوں نے اس پروفیسر سے اقصی کی حفاظت کی التجا کی تھی۔۔۔۔

شاید وہ جان گئیں تھیں کہ زندگی اب ان کو مزید مہلت نہ دے گی۔۔۔۔اقصی جان نہ سکی اس شخص نے یہ نکاح کیوں کیا تھا۔۔۔کیا یہ صرف ایک مجبوری میں کیا گیا نکاح تھا۔۔۔۔

اماں کی موت کی وجہ سے اقصی تو بے ہوش ہو گئی۔۔۔۔

اس کی تو ساری دنیا ہی ختم ہو گئی تھی ایک اس کی ماں ہی تو تھی جس کی خاطر وہ جی رہی تھی۔۔۔۔۔

دو دن وہ اسی حالت میں رہی بار بار ہوش آتا اور بار بار بے ہوش ہو جاتی

۔۔۔۔

اماں کی تدفین کا انتظام سلیمان نے کیا تھا۔۔۔

آج تین دن ہو گئے تھے اماں کی موت کو۔۔۔

اماں کی موت کے بعد سلیمان اقصی کے سامنے نہیں آیا تھا۔

دو دن سے اسے دیکھا نہ تھا۔وہ اکیلی تھی اور اس شخص کا دل بے چین۔ اس لیے آج سلیمان اقصی کے گھر آیا۔۔۔تو سامنے ایک تماشہ اس کا منتظر تھا۔۔۔۔

وسیم نے محلے والوں کو اکٹھا کر رکھا تھا۔۔۔اور اقصی کی ذات پر الزام لگا کر اسے اس محلے سے نکلوانے کا کہہ رہا تھا۔۔۔اور اقصی اکیلی کھڑی رو رو کر اپنے کردار کی صفائیاں دے رہی تھی۔۔۔۔

چھوٹا سا صحن سارا محلے کے لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔۔۔

اپنی بیوی کی اس قدر تذلیل پر سلیمان خان کا دماغ غصے سے پھٹنے کے قریب ہو گیا اور آنکھیں لال ہو گئی جیسے سارا خون ان میں سمٹ آیا ہو۔۔۔وہ جلدی سے دروازے کی طرف آیا اور ڈھارا۔۔۔"کیا ہو رہا ہے یہاں کیا تماشہ لگایا ہوا ہے"۔۔۔۔

سلیمان کی آواز پر سارے محلے والے پلٹے اور سب کی نظریں دروازے میں کھڑے اس شخص پر گئیں۔۔۔۔

ایک لمحے کے لیے تو وسیم ڈر گیا مگر ابھی تو بدلہ لینا تھا اس لیے محلے والوں سے گویا ہوا۔۔۔"یہ ہی ہے وہ شخص جس کے ساتھ یہ بدذات منہ کالا کرتی پھر رہی ہے اسی کی وجہ سے میری چچی مری ہے"۔۔۔

اقصی کا دل چاہا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے دنیا کا وہ آخری شخص جس کے سامنے وہ بے عزت نہیں ہونا چاہتی تھی وہ اس وقت اس کا شوہر تھا۔۔۔

وسیم کی یہ بات سن سلیمان کا تو دماغ گھوم ہی گیا۔۔۔"خبر دار اگر میری بیوی کے بارے میں ایک لفظ بھی کہا تو میں تمہاری زبان گدی سے کھینچ لوں گا۔۔۔بیوی ہے یہ میری، عزت ہے میری اور اپنی عزت پر میں ایک حرف برداشت نہیں کروں گا

اور نہ ہی کسی غیر مرد کی نظر برداشت کروں گا"۔۔۔۔

اس کی یہ بات سن سارے محلے والے ساکت رہ گئے۔۔۔

کیونکہ محلے کے باہر سب اس کی بڑی گاڑی دیکھ چکے تھے اور ساتھ اس کا حلیہ یہ صاف بتاتا تھا وہ کسی امیر خاندان سے تھا۔۔۔

اور اقصی وہ دھندلی ہوتی آنکھوں سے اس شخص کو ہجوم میں سے اپنی طرف بڑھتا ہوا دیکھ رہی تھی۔۔۔۔

وہ ہجوم کو چیرتا ہوا اقصی کی طرف آیا اور بنا اتنے سارے لوگوں کی پرواہ کیے اقصی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور دوسرا ہاتھ اس کے کندھے کے گرد پھیلایا۔۔۔۔"اور جہاں تک رہی بات اس گھر کو کھالی کرنے کی تو میں اپنی بیوی کو اب خود ایسے لوگوں کے بیچ نہیں رہنے دوں گا۔جو ایک عزت دار لڑکی کے گھر تماشہ لگا کر بیٹھ جاتے ہیں۔۔میری بیوی آج ہی گھر خالی کر دے گی اور اب سب کے سب اپنی شکلیں لے کر نکل جائیں یہاں سے"۔۔۔۔

اب کی بار سلیمان اونچے لہجے میں دھاڑا۔۔۔اور وسیم تو لفظ بیوی پر تب کا ہی ساکت ہو گیا تھا۔۔۔۔وہ تو سوچ رہا تھا تماشہ لگوا کر اقصی کو بے بس کر کے اس گھر سے نکلوا دے گا پھر اقصی سے نکاح کر لے گا۔۔۔۔یہ تو الٹا ہی ہو گیا پتہ نہیں وہ کب کسی اور سے نکاح بھی کر چکی تھی۔۔۔۔۔

آہستہ آہستہ کر سارے لوگ صحن سے نکلتے چلے گئے۔۔۔۔۔

سلیمان اقصی کو وہیں چھوڑ وسیم کی طرف آیا۔۔۔۔"پچھلی بار جب تم نے اس کا ہاتھ پکڑا تھا تو یہ میری کچھ نہیں لگتی تھی اس لیے میں نے تجھے زندہ چھوڑ دیا تھا۔۔۔مگر اب یہ سلیمان حاکم خان کی بیوی ہے۔۔۔اگر اب تم نے میری بیوی کو آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا تو میں تمہارا زندگی سے نام و نشان مٹا دوں گا۔یہ میری پہلی اور آخری وارننگ

ہے۔۔اب دفع ہو جاؤ یہاں سے"۔۔۔۔یہ سن و سیم ان دونوں پر ایک آخری نگاہ ڈالتا ہوا نکل گیا۔۔۔۔ سلیمان نے دروازہ بند کیا۔۔۔۔

اقصی کی طرف مڑا وہ ہنوز ویسے ہی اسی پوزیشن میں کھڑی آنسو بہا رہی تھی۔۔۔۔

سلیمان نے آہستگی سے اس کا ہاتھ پکڑا۔۔۔۔اسی لیے کمرے میں آیا۔۔۔۔بیڈ پر بٹھایا اور جگ سے پانی کا گلاس بھر کر اقصی کے سامنے کیا۔۔۔۔اقصی نے نفی میں سر ہلایا۔۔۔۔اب کی بار سلیمان نے سختی سے کہا"پیو"۔۔۔۔اقصی نے آہستگی سے اپنا پلو نیچے کیا اور گلاس سے بمشکل دو گھونٹ بھر کر گلاس پرے کر دیا۔۔۔۔

آج پہلی بار سلیمان نے اس کا چہرہ دیکھا تھا۔۔۔۔وہ بہت خوبصورت تھی سفید دودھیار نگت، کالی خوبصورت آنکھیں، کالے بال، روئی جیسے ملائم، گال چھوٹے سے گلابی نازک ہونٹ، پیاری سی گول ناک۔۔۔وہ 22 سالہ ایک حسین لڑکی تھی۔۔۔۔۔ سلیمان نے دل میں اس کے حسن کی نظر اتاری۔۔۔۔۔

ایک نظر اس کی آنکھوں کی طرف دیکھا جو ضبط کے باعث لال ہو رہیں تھیں۔۔۔۔۔ سلیمان اس کے پاس بیڈ پر بیٹھا۔۔۔۔آہستگی سے بنا کچھ کہے ایک ہاتھ اس کی کمر کے گرد لے جا کر بہت پیار سے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔۔۔

سلیمان کے اس عمل سے وہ ساکت رہ گئی۔۔۔۔اور پھر وہ آنکھیں جو ضبط کہ آخری مرحلے پر تھیں۔۔۔۔

ضبط ختم ہوا وہ اپنے شوہر کے سینے سے لگی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔۔۔۔کافی دیر وہ ایسے ہی روتی رہی اور وہ دوسرے ہاتھ سے اس کی پیٹھ سہلاتا رہا۔۔۔۔۔اقصی کا ایک ہاتھ سلیمان کی شرٹ کی کالر پر تھا تو دوسرا پیچھے سے شرٹ کو مٹھی میں دبوچے ہوئے۔۔۔۔۔

وہ اتنے سالوں کا غبار آج رو کر نکال رہی تھی۔۔۔۔

ہاں وہ اب اکیلی نہ تھی وہ کیوں بھول گئی کہ ساری دنیا میں یہ ایک شخص اب بھی اس کا اپنا تھا۔۔۔۔اس کا محافظ اس کا رکھوالہ اب اسے دنیا کے بھیڑیوں سے ڈرنے کی ضرورت نہ تھی۔۔۔۔۔

تھوڑی دیر بعد اقصی نے اپنا ضروری سامان پیک کیا اور اب وہ سلیمان کے ساتھ گاؤں میں خان حویلی جا رہی تھی۔۔۔۔۔۔

اس نے ایک آخری نظر اس چھوٹے سے گھر پر ڈالی جس میں اس کی اپنی ماں کے ساتھ بے شمار یادیں تھیں۔۔۔ مگر شاید اب وہ واپس کبھی اس گھر میں لوٹ کر نہ آئے اس لیے حسرت سے گھر کو دیکھا اور ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔۔۔

ابھی تو ایک تماشہ حویلی میں بھی ان کا منتظر تھا۔۔۔۔

مسلسل تین گھنٹوں کے سفر کے بعد گاڑی حویلی کے اندر آ کر رک چکی تھی۔۔۔۔

حویلی بہت خوبصورت تھی۔۔۔۔۔

اقصی کالے برقعے میں تھی۔۔۔۔

سلیمان نے اس کا ہاتھ پکڑا اور حویلی کے اندر داخل ہوا۔۔۔۔۔

سب سے پہلے ایک 6 سالہ ہیزل گرین آنکھوں والا بچہ بھاگتا ہوا آیا اور بولا۔۔۔۔"چاچو آپ آگئے"۔۔۔

وہ بچہ بہت پیارا تھا۔۔۔۔ سلیمان گھٹنوں کے بل بیٹھا اور وہ دوڑتا ہوا سلیمان کے گلے لگ گیا۔۔۔۔اب وہ دونوں چاچا بھتیجا پتہ نہیں کون سی راز و نیاز کی باتیں کر رہے تھے۔۔۔۔اقصی ان کو دیکھ مسکرا دی۔۔۔۔۔

اچانک بچے کی نظر اقصی پر پڑی تو وہ بولا "یہ کون ہیں؟"۔۔۔۔"یہ آپ کی چاچی ہیں"۔۔۔۔۔یہ سن کر بچے کی آنکھیں چمکیں وہ پر جوش ہوا اور بولا۔۔۔۔"ہیں سچی"۔۔۔

اس کی بات پر سلیمان نے اثبات میں سر ہلایا۔۔۔۔۔اب وہ بچہ سلیمان کو چھوڑا اقصی کی طرف آیا۔۔۔۔۔"واؤ آپ کی آنکھیں تو بہت پیاری ہیں"۔۔۔۔۔اس کا اتنا خوبصورت تبصرہ سن اقصی مسکرادی۔۔۔۔"اور آپ کی انکھیں تو مجھ سے بھی زیادہ پیاری ہیں"۔۔اقصی نے اسے پیار سے جواب دیا۔۔"آپ کی تو آواز بھی بہت پیاری ہے"۔۔اب وہ بچہ دوبارہ اقصی سے کہہ رہا تھا اقصی مسکرادی۔۔

اتنے میں حویلی کے لاؤنج میں کافی سارے افراد جمع ہونا شروع ہو گئے۔۔۔۔۔

اقصی نے نظر اٹھا کر دیکھا تو سب اسے عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے۔۔۔۔۔"سلیمان یہ لڑکی کون ہے!؟"۔۔۔سب سے پہلے ایک 35 سالہ عورت کی آواز آئی وہ دیکھنے سے اس حویلی کی بہو لگ رہی تھی۔۔۔ان عورت کی بات پر سلیمان صاحب بولے "بھابھی یہ میری بیوی ہے"۔۔۔

گویا لاؤنج میں موجود تمام افراد کے سروں پر اس حویلی کی عمارت گر گئی ہو۔۔۔۔۔

وہ عورت تو شاید سکتے میں ہی آگئی تھی۔۔۔۔اقصی کو عجیب ڈر لگا پتہ نہیں اب اس کے ساتھ یہاں کیا ہو گا۔۔۔۔"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا تم کسی لڑکی کا ہاتھ پکڑ حویلی لے آئے ہو اور اب کہہ رہے

ہو تمہاری بیوی ہے"۔۔۔اب کہ یہ آواز دوسری عورت کی تھی۔۔۔۔ان سب کے ایسے لہجے دیکھ اقصی ڈر گئی۔۔۔۔۔

مگر سلیمان ہنوز پر سکون تھا۔۔۔۔"اس میں پاگل ہونے والی کون سی بات ہے بھابھی اگر کوئی شخص شادی کرتا ہے تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پاگل ہو گیا ہے۔۔اور رہی بات اپنی بیوی کو یہاں لانے کی تو میری بیوی ہے یہیں لاؤں گا ناں جہاں میں خود رہتا ہوں"۔۔۔۔

ان عورتوں کے تیور دیکھ اقصی ڈر کے مارے سلیمان کے کچھ نزدیک ہوئی۔۔۔۔

سلیمان نے اس کا ڈر صاف محسوس کیا اس لیے بہت آہستگی سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اس کے ہاتھ کی پشت پر اپنے انگوٹھے کو پھیر کر اسے ریلیکس کرنے لگا۔۔۔۔۔

کچھ دیر میں تو اچھی خاصی عدالت لگ چکی تھی۔۔۔۔۔ سلیمان کے سارے گھر والے اسے باتیں سنا رہے تھے اور اقصی اس کے پاس کھڑی پریشان کن نظروں ساری صورتحال دیکھ رہی تھی۔۔۔۔ اقصی ان سب کی وجہ خود کو سمجھ رہی تھی۔۔۔۔۔

آخر میں حویلی کی بڑی بہو بولی ٹھیک ہے پھر آنے دیں سردار صاحب کو وہی فیصلہ کریں گیں

یہ سن سلیمان ناک سے مکھی اڑاتا اقصی کا ہاتھ پکڑتا سب کی آنکھوں کے سامنے لاونج سے گزرتا ہوا سیڑھیاں چڑھتا اپنے کمرے میں چلا گیا۔۔۔۔۔

کمرے میں آنے کے بعد اس نے اقصی کو بیڈ پر بٹھایا۔۔۔اور پانی کا گلاس لا کر دیا۔۔۔۔

اقصی بہت پریشان لگ رہی تھی۔۔۔۔"پریشان مت ہو ان کا یہ رد عمل قدرتی ہے میں نے اچانک شادی کر لی ہے اس وجہ سے وہ ہضم نہیں کر پا رہے"۔۔۔

سلیمان کی بات سن اقصی کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو آ گئے۔۔۔۔"یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے میری وجہ سے آپ کی زندگی بھی پریشانیوں سے بھر گئی"۔۔۔۔۔۔

سلیمان اس کے پاس بیٹھا اور اسے بہت پیار سے سمجھانے لگا کہ رونا کسی مسئلے کا حل نہیں اور پریشانیاں کس شخص کی زندگی میں نہیں آتیں۔۔۔۔۔۔

جس کے بعد اقصی تھوڑی سکون لگ رہی تھی۔۔۔۔ سلیمان نے آگے بڑھ کر بہت محبت سے حجاب کے اوپر سے ہی اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔۔۔اس عمل سے اقصی ساکت رہ گئی۔۔۔۔۔

تھوڑی دیر بعد ان کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی اور نوکرانی نے پیغام دیا کہ سردار صاحب بلا رہے ہیں۔۔۔۔۔۔۔

وہ جانتا تھا اب تک نیچے عدالت لگ چکی ہو گی۔۔۔۔

اقصی ابھی تک برقعے میں ہی موجود تھی۔۔۔۔۔

اس نے اقصی کو اشارہ کیا اقصی نے نقاب ٹھیک کیا۔۔۔۔۔جب اس کی بیوی پردہ کرتی تھی تو وہ کیوں اپنے بھائیوں کے سامنے اپنی بیوی کو بے نقاب لے کر جاتا۔۔۔۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں سیڑھیوں سے اترتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے سلیمان نے مضبوطی سے اقصی کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔۔۔۔ سلیمان کی سوچ کی عین مطابق لاؤنج میں ساری حویلی والے موجود تھے سوائے بچوں کے۔۔۔"کون ہے یہ لڑکی"۔۔۔۔سب سے پہلے حاکم صاحب نے سوال کیا۔۔۔"بابا بیوی ہے یہ میری"۔۔۔۔

یہ سن حاکم صاحب کو اپنے اس بیٹے کی بغاوت پر یقین نہ آیا۔۔۔"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا بھول گئے ہو تو یاد کرواتا چلوں ہمارے خاندان میں باہر شادی کی اجازت نہیں ہے"۔۔۔۔

حاکم صاحب کی بات سن سلیمان بولا۔۔۔"محبت کرتا تھا میں اس سے۔۔۔۔اس لیے شادی کر لی اور میرے لئے ذات پات کوئی اہمیت نہیں رکھتی"۔۔۔۔

اس جواب پر اقصی نے جھٹکے سے گردن موڑ کر اپنے شوہر کو دیکھا وہ جھوٹ کیوں بول رہا تھا۔۔۔"ہم نے تمہیں اس لیے اتنا پڑھا لکھا کر ایک بہترین انسان بنایا کہ محبت کرتے پھرو"۔۔۔۔"بابا محبت یہ نہیں دیکھتی۔۔۔کے سامنے امیر ہے یا کوئی غریب۔۔۔وہ آپ کے خاندان کا ہے یا خاندان سے باہر بس وہ تو ہو جاتی ہے مجھے بھی ہو گئی"۔۔۔۔

یہ سن حاکم صاحب کو غصہ آگیا

وہ اتنا پر سکون کیوں تھا۔۔۔"ابھی کی ابھی اس لڑکی کو طلاق دو اور فارغ کرو"۔۔۔

یہ بات سن اقصی کو لگا جیسے وہ اسے موت کی سزا سنا رہیں ہوں۔۔۔۔اب تو وہ اس شخص سے علیحدہ ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔۔۔۔۔یہ وہ شخص تھا جو اس کی مشکلوں کے دنوں میں اس کے صبر کا پھل بن کر آیا تھا۔۔۔۔۔

سلیمان کے ہاتھ میں موجود اقصی کا ہاتھ لرزا۔۔۔۔جسے واضح طور پر سلیمان نے محسوس کیا۔۔۔۔اس نے نا محسوس انداز میں اقصی کے ہاتھ پر گرفت کچھ مضبوط کی۔۔۔۔"میں کہہ رہا ہوں بابا میں اس کے

بغیر رہ نہیں سکتا...اور آپ کہہ رہیں ہیں طلاق دو۔۔۔۔میں اپنی بیوی کو کسی صورت نہیں چھوڑوں گا"۔۔۔۔

حاکم صاحب کو اپنی اس لاڈلی اولاد سے ایسی نافرمانی کی امید نہ تھی۔۔۔۔"میں دوبارہ کہہ رہا ہوں سلیمان اس لڑکی کو طلاق دے دو۔۔۔میں تمہاری اس حرکت کو غلطی سمجھ کر معاف کر دوں گا۔۔۔ میں سردار ہونے کی حیثیت سے تمہیں حکم دیتا ہوں"۔۔۔

اب کی بار اقصی کے ہاتھ پیر ٹھنڈے پڑ گئے۔۔۔۔۔وہ نہیں جانتی تھی سلیمان اس کی زندگی کا کیا فیصلہ کرے گا۔۔۔۔

مگر اب اس کی زندگی کا پروانہ اور موت کا فرمان سلیمان کے ہاتھ میں تھا۔۔۔۔"بابا آپ سردار اس گاؤں کے اور جرگے کے ہوں گے۔۔۔میری زندگی کے نہیں ہیں۔۔میں نے اپنی زندگی کس کے

ساتھ گزارنی ہے یہ فیصلہ میں خود کروں گا۔کسی دوسرے کو حق نہیں کہ وہ میری زندگی کا فیصلہ کرے۔۔۔۔اور جہاں تک رہی بات پسند کی شادی کی تو وہ اسلام میں بھی جائز ہے۔۔۔یہ میرا آخری فیصلہ ہے میں اپنی بیوی کو کسی صورت نہیں چھوڑوں گا"۔۔۔۔اب کی بار سلیمان، حاکم صاحب سے بھی اونچی آواز میں بولا۔

سارے لاؤنج میں سکوت چھا گیا اس کے تینوں بھائی اور تینوں بھابھیاں سلیمان کو آج پہلی بار اس لہجے میں بات کرتے دیکھ رہے تھے۔کسی بھائی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ باپ کے سامنے اس طرح بات کرتا۔۔۔۔۔

یہ بات سن حاکم صاحب آگے بڑھے اور ایک زناٹے دار تھپڑ سلیمان کے منہ پر دے مارا۔۔۔۔

یہ دیکھ اقصی گبھرا گئی اور آنکھوں سے آنسو بہنے شروع ہو گئے وہ یہ تو نہیں چاہتی تھی کہ باپ بیٹا ایک دوسرے کے خلاف ہو جائیں۔۔۔"ابھی کی ابھی نکل جاؤ میری اس حویلی سے تم جیسی نافرمان اولاد مجھے نہیں چاہیے میں تمہیں اپنی تمام جائیداد سے عاق کرتا ہوں"۔۔۔

یہ سننا تھا کہ لاؤنج میں موت جیسا سناٹا چھا گیا۔۔۔۔

کچھ بھی کہے بغیر بہت آہستگی اور نرمی سے سلیمان صاحب نے اقصی کا ہاتھ مزید مظبوطی اور نرمی سے پکڑا اور حویلی کے لاونج کے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔۔۔۔

انہوں نے اپنے باپ کی کوئی چیز نہ لی۔۔۔۔یہاں تک کہ وہ گاڑی بھی حویلی میں چھوڑ دی۔۔۔۔۔۔پیچھے سلیمان کی ماں اپنے شوہر کو کہتی رہ گئیں کہ میرے بیٹے کو روک لیں مگر باپ تو اس وقت پتھر دل سردار بنا بیٹھا تھا۔۔۔۔

سلیمان نے گاڑی سے اقصی کا سامان نکالا اور چابی وہیں گاڑی میں چھوڑ دی ایک ہاتھ سے بہت نرمی سے اپنی بیوی کا ہاتھ تھامے دوسرے ہاتھ میں بیگ اٹھائے وہ اس حویلی کا گیٹ پار کر گئے۔۔۔۔اقصی کسی کٹی ڈال کی طرح سلیمان صاحب کے ساتھ چلتی جا رہی تھی۔۔۔۔اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ اس نے کیا کر دیا اس کی وجہ سے ایک ماں اپنے بیٹے سے دور ہو گئی ایک باپ نے بیٹے پر ہاتھ اٹھایا۔۔۔۔

ایک بھائی کو اس نے اس کے بھائیوں سے جدا کر دیا۔۔۔۔

سلیمان صاحب اقصی کو ساتھ لیے دوسرے گاؤں میں آ گئے وہاں ان کے دوست رہتے تھے ان کے ساتھ مل شام تک انہوں نے ایک کرائے کا گھر رہنے کے قابل ڈھونڈ لیا تھا۔۔۔

اب رات ہو چکی تھی اقصی ویسے ہی اس گھر میں بیٹھی تھی جیسے تھوڑی دیر پہلے سلیمان اسے چھوڑ کر گیا تھا۔

چھوٹا سا گھر تھا نہ زیادہ بڑا تھا مگر دو لوگوں کے رہنے کے لیے بہت اچھا تھا۔۔۔ایک کمرہ، چھوٹا کچن ایک ڈرائنگ روم اور چھوٹا سا صحن تھا۔۔۔ سلیمان صاحب کھانا لے کر آئے۔۔۔ تو اقصی اسی پوزیشن میں بیٹھی ہوئی تھی جس پوزیشن میں اسے چھوڑ کر گئے تھے۔۔۔۔

وہ اس کے پاس آکر بیٹھے اور اسے پکارا مگر وہ پتہ نہیں کہاں گم تھی اس لیے متوجہ نہ ہو سکی۔۔۔۔ سلیمان نے بے حد نرمی اور محبت سے اپنا ہاتھ اقصی کے گال پر رکھا وہ چونک کر اپنے خیالوں سے باہر آئی۔۔۔اپنے سامنے سلیمان کو دیکھ ایک بار پھر اس کی آنکھوں میں نمی اکٹھی ہونے لگی۔۔۔۔"کیا ہوا میری پیاری بیوی کہاں گم ہو۔دیکھو میں کھانا لے کر آیا ہوں چلو آؤ کھاتے ہیں"۔۔۔

سلیمان نے بہت محبت سے کہا وہ کہاں اتنے پیار، محبت اور عزت کی عادی تھی۔۔۔۔اب کی بار وہ نمی آنسو بن کر اس کی آنکھوں سے بہنے لگے۔۔۔۔"کیوں کیا آپ نے ایسا آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔۔۔مجھے چھوڑ دیتے مگر میری وجہ سے اپنے بابا سے جھگڑا کر لیا اور

آپ نے جھوٹ کیوں بولا کہ آپ کو مجھ سے محبت ہے آپ نے سچ بتانا تھا نا کہ ہمارا نکاح تو بس ایک مجبوری میں ہوا تھا"۔۔۔۔

اقصی کی بات سن سلیمان مسکرایا۔۔۔"پہلی بات مرد کبھی مجبوری میں نکاح نہیں کرتا۔وہ تب کرتا ہے جب دل سے اس کی مرضی شامل ہو اور کس نے کہا میں نے تمہاری وجہ سے یہ سب کیا۔۔۔میں نے تو اپنی وجہ سے یہ سب کیا کیونکہ اب میں اپنی ساری زندگی تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔۔یہ میری زندگی ہے مجھے حق ہے میں فیصلہ کروں مجھے کس کے ساتھ رہنا ہے۔۔اور کس کے ساتھ نہیں اور یہ کس نے کہا کہ مجھے تم سے محبت نہیں!"۔۔۔۔

سلیمان کی آخری بات سن اقصی ساکت رہ گئی۔۔۔"محبت"۔۔۔۔وہ حیران کن نظروں سے سلمان کو دیکھ رہی تھی جو ہنوز مسکرا رہا تھا۔۔۔"ہاں محبت مجھے تم سے محبت ہے اور شاید

یہ اسی دن ہو گئی تھی جس دن میں نے تمہاری یہ آنکھیں پہلی بار دیکھیں تھیں"۔۔۔۔

ایک کے بعد ایک بات پر وہ اقصی پر بم پھوڑ رہا تھا۔۔۔۔"مگر آپ کے سارے گھر والے تو مجھے غلط سمجھیں گے نہ کہ میں نے آپ کو ان سے دور کر دیا"۔۔۔۔وہ سوسو کرتی بولی سلیمان کو بہت کیوٹ لگی۔۔۔۔"کوئی بات نہیں۔۔ان کو تو بس ویسے بھی بد گمان ہونے کا بہانہ چاہیے ہوتا ہے۔۔اور ہونے دو تم نے زندگی میرے ساتھ گزارنی ہے یا میرے ان گھر والوں کے ساتھ"۔۔۔۔۔

سلیمان کی بات سن ابھی بھی اقصی کی آنکھوں میں آنسو تھے۔۔۔۔۔

سلیمان نے بہت آہستہ سے اسے اپنے قریب کیااور محبت سے اپنے ساتھ لگالیا۔۔۔وہ پھر چاہ کر بھی خود کو روک نہ پائی اور پھوٹ پھوٹ کر رودی۔۔۔۔

سلیمان اس سارے میں اس کی پیٹھ سہلاتا رہا جب خوب رو چکی تو سلیمان بولا۔۔۔"ان آنکھوں میں آج آخری بار آنسو تھے۔۔۔آج کے بعد میری بیوی اب کبھی نہیں روئے گی۔میں ان خوبصورت آنکھوں کو روتے نہیں دیکھ سکتا میرا دل دکھتا ہے۔۔۔ سمجھ گئی نا"۔۔۔۔اقصی نے محض سر اثبات میں ہلایا۔۔۔"اوکے تو اگر اب رونا دھونا ختم ہو گیا ہو تو کچھ کھالیں مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے"۔۔۔

اس کے بات سن اقصی منہ پھلا کر بیٹھ گئی"۔۔۔آپ مجھے ابھی سے ہی تانے دینا شروع ہو گئے ہیں"۔۔۔۔اس بات پر سلیمان دل کھول کر ہنسا۔۔۔اس طرح ہنستے ہوئے وہ بہت خوبصورت لگ رہا تھا اقصی یک ٹک بس اسے دیکھے گئی۔۔۔"نہیں میری پیاری بیگم میری یہ مجال کہاں میں آپ کو تانہ دوں مگر اب بھوک سے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے ہیں تو کیا کریں"۔۔۔۔

اب کی بار اقصی دل کھول کر مسکرائی۔۔۔۔

سلیمان نے آج پہلی بار اسے مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔۔۔

اس کی مسکراہٹ بہت خوبصورت تھی۔۔۔۔۔"چلیں پھر کھانا کھاتے ہیں"۔۔۔۔اقصی نے 4،3 دن سے ٹھیک سے کچھ نہیں کھایا

تھا۔۔۔اس کے بعد دونوں نے کھانا کھایا سلیمان خود کم کھا رہا تھا اور اپنے ہاتھوں سے اقصی کو زیادہ کھلا رہا تھا۔۔۔۔۔

اس شخص کو دیکھ اقصی سوچ رہی تھی خدا نے اس کی قسمت کتنی خوبصورت بنائی تھی۔۔۔اسے بہترین شوہر سے نوازدیا۔۔۔اس شخص نے غیروں کے مجمے سے لے کر اپنوں کے سامنے بھی اقصی کا ساتھ نہ چھوڑا۔۔۔۔۔

اور یہ جاننے کے بعد وہ شخص اس سے محبت کرتا تھا اقصی کو اپنی قسمت پر رشک آنے لگا۔۔۔۔

وہ خود کو دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی سمجھ رہی تھی جسے اس وقت اس کا شوہر اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلا رہا تھا۔۔۔۔۔

باہر آسمان پر چاند بھی ان دونوں کو دیکھ مسکرا اٹھا۔۔۔۔

رات اب گہری ہوتی جا رہی تھی۔۔۔۔۔۔

محبت

(ماضی)

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

کھانا کھانے کے بعد اقصی لیٹ گئی۔ کیونکہ تین دن سے اس کا دماغ اور جسم بہت زیادہ تھکاوٹ کا شکار تھا۔۔۔

اس نے لیٹ کر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ سلیمان اس کے پاس بیٹھ گیا اور آہستہ سے اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔۔اقصی کو بہت سکون محسوس ہوا اس لیے وہ جلد ہی نیند کی وادی میں اتر گئی۔

اقصی تو سو چکی تھی مگر اس کے پاس ہی سلیمان بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

اس کے سامنے پچھلے 10 دن کسی فلم کی طرح چلنے لگے۔

جس دن پہلی بار اس نے اقصی کی وہ خوبصورت آنکھیں دیکھیں تھیں۔۔

سارا دن وہ جب بھی کوئی کام کرتا چھن سے وہ آنکھیں اس کی آنکھوں کے پردے پر لہراتیں۔۔۔۔

پتہ نہیں کیوں مگر وہ ان آنکھوں کو اپنے دماغ سے نکال نہیں پا رہا تھا۔ وہ اپنی کیفیت سے خود انجان تھا۔

اور پھر آخر ایک ہفتے بعد اس کیفیت سے لڑنے کی ناکام کوشش کو ختم کرتے ہوئے۔ وہ اقصی کی ماں کی خیریت دریافت کرنے ان کے گھر کی طرف چل دیا۔

مگر سامنے کا منظر دیکھ اسے لگا جیسے کسی نے اس کی آنکھوں میں مرچیاں بھر دی ہوں۔۔۔

اس کا بس نا چلتا وہ وسیم کی جان لے لیتا۔۔

پھر اس کے بعد ہسپتال کے بیڈ پر اقصی کی ماں کی التجا کرتی ہوئی آنکھیں۔۔۔

کتنی امید سے وہ اس سے پوچھ رہیں تھیں۔۔"کیا تم میری بیٹی سے نکاح کروگے؟"۔۔۔۔

اس وقت اسے لگا وہ اگلا سانس نہیں لے پائے گا کیا دل میں چھپی خواہشیں ایسے بھی پوری ہوتی ہیں۔۔۔اسے امید نہ تھی۔۔

وہ خاموشی سے کمرے سے باہر نکل گیا اور اقصی تو سکتے کی حالت میں ویسے ہی بیٹھی تھی۔۔

تھوڑی دیر بعد وہ مولوی اور گواہان کے ساتھ واپس آیا اور اقصی کو اپنے نکاح میں لے لیا۔۔۔

آج حویلی کا سارا واقعہ اب اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم رہا تھا۔ وہ جانتا تھا اس کے باپ کا کچھ ایسا ہی رد عمل ہو گا۔۔

انہوں نے اس کی بہن کے ساتھ بھی یہی کیا تھا۔۔ وہ شاید سمجھتے تھے ان کا یہ بیٹا جسے انہوں نے نازوں سے پالا تھا وہ دولت کے بغیر نہیں رہ سکتا۔۔۔ اس کے لیے سب کچھ حویلی کی شاندار عمارت، بڑی گاڑی، دولت اور امیروں جیسا لائف سٹائل ہی تھا۔

وہ کہاں جانتے تھے کہ محبت یہ سب نہیں دیکھتی۔۔وہ بس ہو جاتی ہے کبھی بھی، کہیں بھی، کسی سے بھی۔

اس نے کبھی سوچا نہ تھا کہ وہ آنکھیں کبھی اس کے اتنے قریب ہوں گی۔

اس نے دائیں طرف رخ موڑ کر اقصی کو دیکھا۔۔وہ اس کے پہلو میں کتنی پر سکون ہو کے سو رہی تھی۔۔

سلیمان کو اپنے انگ انگ میں سکون اترتا ہوا محسوس ہوا۔۔

وہ آج خود کو دنیا کا خوش قسمت ترین شخص سمجھ رہا تھا جسے بن مانگے سب مل گیا۔

وہ آہستہ سے اقصی کے قریب ہوا ایک ہاتھ سے اس کے گرد حصار باندھا اور اپنی آنکھیں موند لیں۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ناجانے رات کا کون سا پہر تھا وہ نیند میں کچھ بے سکون تھی۔

ایک خواب کی صورت اس کی آنکھوں کے سامنے وہ رات چلنے لگی۔
نکاح کے بعد دیگر لوگوں کے ساتھ سلیمان کمرے سے نکل گیا اس کے بعد وہ کہاں گیا اقصی کو کوئی پتہ نہ تھا۔۔

وہ اپنی ماں کے پاس بیٹھ گئی۔

بیٹھے بیٹھے کب وہ سو گئی اسے پتہ نہ چلا۔۔ صبح اس کی آنکھیں کھلیں تو پہلی نظر اپنی ماں پڑ پڑی وہاں سے نظر ہوتی ہوئیں اس مشین کی طرف گئی جو اس کی ماں کے جسم کے ساتھ منسلک تھی۔۔۔۔اچانک اقصی کے جسم کا سارا خون نچڑ گیا۔اس مشین پر لائنیں سیدھی چل رہی تھی۔۔۔

اقصی کا دل کسی انہونی کے خیال سے ڈھر کا۔۔۔

اس نے نرس اور ڈاکٹر کو آوازیں لگانی شروع کیں۔ڈاکٹر بھاگتے ہوئے آئے۔اب وہ اس کی ماں کو چیک کر رہے تھے۔ان میں سے ایک ڈاکٹر نے اس کی ماں کے سینے پر دباؤ ڈالا۔۔۔اقصی دھندلی ہوتی آنکھوں سے یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔۔آنکھوں میں امید کی ایک کرن تھی۔اچانک اس نے دیکھا ڈاکٹروں کے چہرے پر مایوسی چھا گئی۔اب کوئی نرس اس کی ماں کے ہاتھوں سے وہ ساری نالیاں اتار رہی تھی۔۔

دیکھتے ہی دیکھتے ڈاکٹر نے اس کی ماں کا چہرہ کپڑے سے ڈھک دیا۔۔۔

اور اقصی کی ساری دنیا ہی ختم ہو گئی۔۔۔اس کے قدم ہلنے سے انکاری ہو گئے۔۔اس کا دماغ پروسیس نہ کر پایا آس پاس کیا ہو رہا ہے۔

اس نے اپنے قدموں کو اٹھانے کی کوشش کی مگر وہ من من بھاری ہو رہے تھے۔

بہت مشکل سے وہ خود کو گھسیٹتی ہوئی اپنی ماں تک لائی۔

ان کے چہرے سے چادر ہٹائی۔

اور اپنی ماں کا چہرہ محبت سے چومنے لگی۔

آنکھوں سے آنسو بہتے جا رہے تھے۔اب وہ اپنی ماں کے جسم کو جھنجوڑ کر اٹھا رہی تھی۔

ماں کو آوازیں لگا رہی تھی۔

دو نرسوں نے اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر پیچھے کیا۔

مگر وہ اپنی ماں کی طرف واپس بڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

دیکھتے ہی دیکھتے اس کے جسم کے اعضا سن ہو گئے۔
اسے اپنی آنکھوں کے سامنے ساری دنیا گھومتی ہوئی محسوس ہوئی اور
اسی کے ساتھ اس کی گردن ایک طرف لڑھک گئی۔

ڈاکٹرز نے سلیمان کو فون کر کے ہاسپٹل بلایا تھا۔
اقصی کی حالت دیکھ اس کے دل کو تکلیف ہوئی۔
جب اقصی کو ہوش آیا اس نے سفید چھت کو اپنی آنکھوں کے سامنے
پایا۔۔۔
آہستہ آہستہ دماغ بیدار ہوا تو اسے محسوس ہوا کہ وہ ہاسپٹل کے کمرے
میں تھی۔

اچانک ذہن میں ماں کی شکل آئی تو وہ ایک جھٹکے سے اٹھی۔

کمرے سے باہر بھاگی۔

اس سے پہلے وہ غیر مردوں کے سامنے بنا نقاب کے جاتی۔۔۔ سلیمان جو کمرے کے باہر کھڑا تھا اسے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اپنے حصار میں کیا۔۔۔اور اس کا دوپٹہ پکڑ کر اس کا منہ ڈھک دیا بغیر اس کی شکل دیکھے۔۔۔

اس کے بعد ہر شے سلو موشن میں ہونے لگی۔۔

اقصی نے خود کو ایمبولنس میں پایا اس کے ساتھ ایک شخص بیٹھا تھا مگر اس کا دماغ پروسیس نہیں کر پا رہا تھا کہ وہ کون ہے۔

پھر اس نے گاڑی کو اپنے محلے میں رکتے ہوئے پایا۔۔

محلے کے لوگ جمع ہو رہے تھے اب لوگ مل کر اس کی ماں کی میت کو گاڑی سے نکال صحن میں لا رہے تھے۔

وہ غائب دماغی سے اپنی ماں کی میت کے ساتھ چلتی جا رہی تھی۔۔۔

محلے کی لڑکیاں اور عورتیں اسے حوصلہ دے رہیں تھیں۔

کوئی اسی رونے کا کہہ رہا تھا کوئی اسکا کندھا ہلا رہا تھا۔

اچانک اس کے جسم میں آگ سی لگ گئی۔۔

اور وہ بلک بلک کر رو دی۔۔

اس کے بعد وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گئی۔۔

دوسری بار جب آنکھ کھلی تو اس کی ماں کی میت کو لے جایا جا چکا تھا۔۔۔

محلے کی عورتیں ابھی تک اس کے پاس تھیں۔۔وہ اپنی اس قسمت پر دوبارہ رو دی۔۔

اس کے بعد اب منظر بدل گیا۔۔

اب اس کے تایا کا بیٹا محلے میں تماشہ کر چکا تھا۔۔۔

کچھ دیر بعد وہ سارے محلے کے لوگوں کے سامنے اس کے کردار کے پر خرچے اڑا رہا تھا۔

وہ نفی میں سر ہلاتی اپنے کردار کی صفائیاں دے رہی تھی۔

پھر اس نے اس سارے ہجوم میں سے ایک شخص کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ دماغ نے اسے پہچاننے کی کوشش کی۔۔۔ پھر بہت دیر کے بعد وہ جان پائی یہ شخص اس کا شوہر تھا۔۔ اسے امید نہ تھی وہ شخص دوبارہ مڑ کر اس کے پاس آئے گا۔

اسے لگا شاید وہ نکاح کر کے اسے بھول چکا ہو۔۔

مگر ہائے وہ کتنی غلط تھی۔۔۔

وہ نیند میں اب تک اضطراب کا شکار تھی۔۔۔ایک جھٹکے سے اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔۔

اسے اپنی آنکھیں ابھی تک جلتی ہوئی محسوس ہو رہیں تھیں۔

اس نے بے اختیار اپنے آس پاس دیکھا وہ کسی کمرے میں تھی کمرہ انجانا تھا۔

اس نے گردن موڑ کر اپنی بائیں طرف دیکھا تو وہ شخص بیڈ پر اونڈے منہ لیٹا تقریبا اس کی گردن میں منہ چھپائے ایک ہاتھ سے اس کے پیٹ کے گرد حصار باندھے سو رہا تھا۔

اس نے غور سے اس شخص کے چہرے کو دیکھا یاد کرنے کی کوشش کی اور یاد آیا یہ اس کا شوہر تھا۔۔

پھر کل کا سارا دن اس کی آنکھوں کے سامنے گھوما۔وہ پر سکون ہو گئی۔

بے اختیار اسے اپنے شوہر پر پیار آیا۔۔

جسم میں طاقت محسوس نہیں ہو رہی تھی مگر روح میں سکون اتر رہا تھا۔
وہ شخص اس کے پاس تھا محض یہی چیز اسے پر سکون کر چکی تھی۔
اس نے کل رات کہہ تو دیا تھا کہ وہ اسے چھوڑ دیتا مگر وہ شخص اگر واقعی اسے چھوڑ دیتا تو شاید یہ لڑکی مر ہی جاتی۔۔
یہ سب سوچتے وہ دوبارہ سو چکی تھی۔

صبح کی روشنی ہر طرف پھوٹ رہی تھی۔۔
گاؤں کے اس چھوٹے سے گھر کے کمرے میں اگر دیکھیں تو سلیمان تھوڑی دیر پہلے ہی نیند سے جاگا تھا۔

وہ اپنا دایاں ہاتھ اپنے چہرے کے نیچے رکھ کر کہنی کے بل لیٹا اپنی دائیں طرف سوئی ہوئی اپنی بیوی کو محبت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔

نیند میں کسی کی نظروں کی تپش محسوس کرتے ہوئے وہ تھوڑا سا کسمسائی۔۔۔۔یہ دیکھ سلیمان کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔۔۔

مگر اسے نیند سے جگایا نہیں بس اسے دیکھے جا رہا تھا۔۔۔۔

جب مسلسل وہ تپش کم نہ ہوئی تو اقصی نے اپنی مندی مندی آنکھیں کھولیں۔۔۔

تو نظریں سیدھا دو ہلکی بھوری آنکھوں سے ٹکرائیں۔جو محبت سے اسے ہی تک رہیں تھیں۔

اقصی کو آنکھیں کھولتا دیکھ وہ مسکرایا۔۔۔اس کے بعد آگے بڑھ کر اس کے ماتھے پر اپنی محبت کی پہلی مہر ثبت کی۔۔اقصی نے آنکھیں بند

کرکے اس لمس کو محسوس کیا۔۔ جس نے اسے اندر تک سکون دیا تھا

۔۔۔اقصی کی یہ حرکت دیکھ سلیمان مسکرایا۔۔۔اس کے بعد اس نے

اپنے سلگتے لب باری باری اس کی دونوں آنکھوں پر رکھے۔۔اقصی کو وہ

آنکھوں کی جلن پر مرحم لگا۔۔۔۔۔"گڈ مارننگ مائی ڈیئر وائف"۔۔۔

سلیمان نے اقصی کے کان کے پاس سرگوشی کی جسے سن اس نے اپنی

آنکھیں کھولیں۔۔۔۔وہ ابھی تک اسے مسکرا کر ہی دیکھ رہا

تھا۔۔"جلدی سے اٹھ جاؤ میں ناشتہ لے کر آتا ہوں اس کے بعد ہم

نے شہر جانا ہے"۔۔

شہر کے نام پر اقصی نے سوالیہ نظروں سے سلیمان کو دیکھا۔تو اس نے

وضاحت کی۔"یہ گھر میرے دوست کے بھائی کا ہے اس لیے سارا

فرنیچر اور دیگر سامان بھی ان کا ہی ہے وہ خود آؤٹ اف کنٹری ہوتا

ہے۔ مگر استعمال کا ضروری سامان تو ہمیں خرید کر لانا ہے نا اور کل میں خالی ہاتھ حویلی سے آیا تھا مجھے اپنے کپڑے بھی لینے ہیں"۔

آخری بات سن اقصی پھر سے دکھی ہو گئی۔۔اقصی کی آنکھوں میں دکھ دیکھ سلیمان نے نفی میں سر ہلایا۔۔۔

اور آنکھوں سے جیسے وارن کر رہا ہو کہ اب رونا مت۔۔۔۔یہ کہتے ساتھ وہ بیڈ سے اٹھ گیا۔۔اقصی بھی اٹھ گئی۔۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے۔

پھر سلیمان اسے اپنے ساتھ لیے شہر کے لیے نکل گیا۔

سلیمان کے اکاؤنٹ میں ایک اچھی خاصی رقم تھی وہ پروفیسر کی نوکری کرتا تھا جو کہ اس کے باپ کو بالکل پسند نہ تھی مگر اسے علم بانٹنا پسند تھا۔

اس کا باپ اسے اس نوکری کے ساتھ بھی ایک کثیر رقم جیب خرچ دیتا تھا۔

اس لیے اس نے ہمیشہ اپنے باپ کی وہ رقم خرچ کی تھی۔

اسے اپنی تنخواہ کی رقم کبھی خرچ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔۔

مگر آج وہ پیسے اس کے کام آرہے تھے۔

وہ اس کے حق حلال کی کمائی تھی۔جسے اب وہ اپنی اور اپنی بیوی کی ذات پر خرچ کر رہا تھا۔

سب سے پہلے اس نے مارکیٹ سے اپنے لیے کچھ کپڑے لیے پھر اقصی کو دلوائے۔وہ منع کرتی رہی کہ اس کے پاس ہیں۔مگر اس نے کہا وہ اس کا شوہر ہے اور اس کے نان نفقہ کی ذمہ داری سلیمان پر ہے۔اس لیے

اس نے اپنی پسند کے کچھ جوڑے لیے۔اس کے ساتھ اپنے اور اس کے جوتے بھی لیے۔

اس کے بعد انہوں نے کچھ گھر کا ضروری سامان خریدا جیسے کچن میں استعمال کی چیزیں۔۔

پھر دوپہر کو ریسٹورنٹ میں کھانا کھایا۔

اس کے بعد شام تک وہ گھر آ گئے۔

سلیمان نے یونیورسٹی کی نوکری چھوڑ دی تھی اب وہ اسی گاؤں میں موجود بوائز کالج میں پروفیسر کی نوکری شروع کر چکا تھا۔

وہ اقصی کو اکیلا گھر چھوڑ اتنی دور یونیورسٹی پڑھانے نہیں جا سکتا تھا۔ہاں اگر اس کی بیوی حویلی میں ہوتی تو شاید تب بات کچھ اور ہوتی۔اقصی

یونیورسٹی کی پڑھائی چھوڑ چکی تھی۔اس نے کہا وہ اپنے گھر پر توجہ دے گی سلیمان نے بھی کوئی مخالفت نہیں کی۔

وہ صبح آٹھ بجے گھر سے نکلتا ناشتہ دونوں ساتھ کرتے پھر دو بجے تک وہ کالج سے واپس آجاتا۔

اس کے بعد اقصی گھر کے سارے کام وغیرہ کرتی اس نے کچھ ہی دنوں میں اس خالی مکان کو گھر بنا دیا تھا۔

وہ روز اس کے لیے کچھ نہ کچھ کھانے کو لاتا۔

اس کی چھوٹی چھوٹی فرمائشیں پوری کرتا۔اور ایک عادت جو سلیمان کی بہت پکی ہو گئی تھی۔وہ کالج جانے سے پہلے اور آنے کے بعد پہلا کام اقصی کو گلے لگا کر اس کے ماتھے کا بوسہ لیتا تھا۔۔۔۔

اس کے بعد وہ دونوں دوپہر کا کھانا بھی ساتھ کھاتے اور پھر رات کا بھی۔اس کے بغیر تو جیسے سلیمان کا نوالہ حلق سے نیچے اترتا ہی نہیں تھا۔

وقت کا کام تھا گزرنا اور وقت گزر رہا تھا۔ مگر جیسے وقت گزر رہا تھا ویسے ویسے سلیمان کے لیے وہ اس کی سانسوں سے بھی زیادہ اہم ہوتی جا رہی تھی۔

ایک پل دیکھے بنا اسے سکون نہیں ملتا تھا۔

اور اقصی کا بھی حال کچھ یہی تھا۔

ان کو یہاں رہتے تقریبا تین ماہ ہونے والے تھے۔۔اس عرصے میں اگر کچھ بدلا تھا تو وہ یہ تھا حماد نے اسے حویلی آنے کی اجازت دلوادی تھی۔اس نے وہ کیسے کیا یہ سلیمان نہیں جانتا تھا۔۔

مگر اب وہ کبھی کبھار حویلی جاتا اپنی ماں چھوٹے بھائی اور چھوٹی بھابھی اور ان کے دونوں بچوں سے ملتا۔۔۔دوسری بھابھی تو اپنے بچوں کو اس

کے نزدیک نہ آنے دیتی اور باقی اس کے دونوں بھائیوں کا بھی یہی حال تھا۔

اقصی دوبارہ کبھی حویلی نہیں گئی تھی۔۔۔

اکثر نور اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر اقصی کی طرف آجاتی۔۔۔اور وہ اقصی کو اپنی پیاری پیاری باتوں سے خوش کرتا۔اس کی باتوں پر کبھی کبھی اقصی گھنٹوں ہنستی رہتی۔اس چھوٹے سے گھر میں اقصی کے قہقہوں کی آواز گونجتی۔۔۔جسے سن سلیمان کو اپنے اندر ہمیشہ سکون اترتا ہوا محسوس ہوتا۔

اگر دیکھا جائے تو ساری حویلی میں صرف اس کی ماں، حماد اور اس کی بیوی ہی ان کی اپنی رہ گئی تھی۔

باقی باپ اور دوسرے بھائی، بھابھیاں پرائے ہو چکے تھے۔

مگر سلیمان کو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

آج بھی وہ حسب عادت کالج سے واپس گھر آیا تھا۔ گیٹ کے کی ہول میں چابی ڈالی اور گیٹ کھلولا۔۔۔۔

سامنے صحن خالی پڑا تھا۔ آج گھر کچھ زیادہ ہی خاموش لگ رہا تھا۔

وہ ڈرائنگ روم سے ہوتا ہوا کچن میں آیا۔ جہاں حسب عادت ہر روز اس کی بیوی کھانا بناتی نظر آتی تھی۔

مگر یہ کیا آج کچن خالی تھا۔

وہ اقصی کو ڈھونڈتا ہوا کمرے میں آیا مگر سامنے کا منظر دیکھ اس کی روح فنا ہو گئی۔ اقصی زمین پر اوندے منہ بے ہوش پڑی تھی۔

وہ دیوانہ وار بھاگتا ہوا اقصی کے پاس آیا۔۔۔اس کو کندھوں سے پکڑ کر اس کا چہرہ اپنی گود میں رکھا۔اور اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے اسے آوازیں دینے لگا۔"اقصی میری جان آنکھیں کھولو۔۔۔۔کیا ہوا تمھیں؟"۔۔

اسے کچھ سمجھ نہ آیا وہ کیا کرے اس نے اقصی کو اپنے بازوؤں میں اٹھایا اور بیڈ پر لٹایا۔

بھاگ کر پانی لے کر آیا۔۔۔اب وہ اقصی کے منہ پر پانی کے چھینٹے مار رہا تھا۔۔۔

آنکھیں اقصی کی بند تھیں۔مگر جان سلیمان کی نکل رہی تھی۔

مسلسل پانی کے چھینٹے مارنے کی وجہ سے اقصی نے اپنی مندی مندی آنکھیں کھولیں۔ نظریں سیدھا اپنے شوہر کے چہرے سے ٹکرائیں جو آنکھوں میں ڈھیروں فکر اور خوف لیے اسے دیکھ رہا تھا۔

جیسے ہی اقصی نے آنکھیں کھولیں سلیمان کا دل رک کر دھڑکا۔۔۔۔

سلیمان نے ایک جھٹکے سے اسے کھینچ اپنے سینے سے لگا لیا۔

پکڑ اتنی مظبوط تھی جیسے ابھی وہ اس سے جدا ہو جائے گی۔

اقصی ابھی تک غائب دماغی کی حالت میں تھی۔"کیا ہوا تھا تمہیں۔۔!؟جان نکال دی تھی تم نے میری"۔۔۔۔"مجھے کیا ہوا تھا؟"۔۔۔وہ الٹا سوال کر رہی تھی۔۔۔"میری جان تم بے ہوش پڑی تھی زمین پر"۔۔۔

یہ سن اقصی کو آج دوپہر کا سارا منظر یاد آیا۔۔۔دو دن سے اس کی حالت عجیب ہو رہی تھی۔ کھڑی ہوتی تو چکر آتے۔

اور آج صبح سے تو پتہ نہیں کتنی بار اسے واٹنگ آچکی تھی۔۔۔وہ اپنی حالت سمجھنے سے قاصر تھی۔

چہرے پر زردیاں گل گئیں تھی۔یہ دیکھ سلیمان بولا۔۔۔"تمہاری طبیعت کب سے خراب ہے؟مجھے ایک بار بھی نہیں بتایا۔ایسے خیال رکھتی ہو اپنا اگر میں نہ آتا تو پتہ نہیں کب تک یہیں پڑی رہتی۔۔۔اگر طبیعت خراب تھی تو مجھے بتا نہیں سکتی تھی! میں مر گیا تھا ____"؟؟

سلیمان ابھی تک خوف میں تھا۔اس نے بہت نزدیک سے آج موت کو دیکھ لیا تھااس لیے سارا غصہ اقصی پر نکل رہا تھا۔۔۔۔اس نے آج سے پہلے اقصی سے ذرا سی بھی اونچی آواز میں بات نہیں کی تھی۔وہ تو ہمیشہ اس سے محبت سے بات کرتا تھا۔وہ کہاں سلیمان کے ایسے رویے کی عادی تھی۔

سلیمان کا ایسا روپ اور آخر میں اس کے مرنے کی بات سن اقصی کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو آ گئے۔۔"کب سے طبیعت خراب ہے تمہاری؟"۔۔۔لہجہ ویسہ ہی تھا مگر اب کی بار آواز تھوڑی دھیمی تھی۔

وہ چہرہ نیچے کر کے بے آواز رونے لگی۔۔۔اس کو روتا دیکھ سلیمان کا پارہ ہائی ہو گیا۔"خبر دار!!اگر ایک آنسو بھی بہایا تو! میں نے منع کیا تھا نہ مجھے دوبارہ تمہاری آنکھوں میں ایک آنسو بھی نظر نہیں آنا چاہیے"۔۔۔آج سلیمان کے لہجے میں کوئی لچک نہیں تھی۔یہ سن اقصی نے جلدی سے اپنے آنسو صاف کر لیے۔۔۔"میں نے کچھ پوچھا ہے!کب سے طبیعت خراب ہے؟"۔۔"دو دن سے کمزوری محسوس ہو رہی تھی اور چکر آ رہے تھے اور آج کچھ زیادہ خراب ہو گئی"۔۔۔

وہ ہلکی آواز میں منمنائی۔۔۔یہ سن سلیمان کا دماغ بھک سے اڑا۔۔۔"کیا کہا!! پچھلے دو دن سے تمہاری یہ حالت ہے۔اور تم مجھے اب بتا رہی ہو؟ہاں وہ بھی نہ بتاتی اگر بے ہوش نہ ہوئی ہوتی"۔۔۔

اب کی بار سلیمان سرد لہجے میں دھاڑا۔ جسے سن اقصی کا دل لرز گیا۔ "میں بس آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی"۔۔۔۔۔

وہ ڈرتے ڈرتے بولی۔۔۔۔ آج وہ ایک کے بعد ایک بات پر سلمان کو غصہ دلا رہی تھی۔ "میں تمہارا شوہر ہوں کوئی غیر نہیں جسے پریشان کرنے کے ڈر سے اپنی طبیعت کا نہ بتاؤ اور پچھلے آدھے گھنٹے سے جیسے میں بہت خوش ہوں"۔

آج سلیمان کا غصہ کسی صورت کم نہیں ہو رہا تھا۔ دل میں خوف بیٹھ گیا تھا۔ اگر آج اسے کچھ ہو جاتا تو۔۔۔۔ اس سے آگے وہ کچھ بھی سوچنا نہیں چاہتا تھا۔۔۔۔۔

وہ ایک جھٹکے سے بیڈ سے اٹھا۔۔۔ "اٹھو ہم ابھی ہوسپٹل جا رہے ہیں تمہارا چیک اپ کروانے"۔۔۔۔

سلیمان جتنے غصے میں تھا اقصی نے بنا چوں چراں کیے برقعہ پہنا نقاب کیا اور اس کے ساتھ ہسپتال چل دی۔۔۔۔۔

لیڈی ڈاکٹر نے اس کا اچھے سے معائنہ کیا۔۔۔اور سلیمان بے چین بیٹھا تھا۔۔۔اس کے بعد ڈاکٹر نے اسے خبر سنائی کہ وہ باپ بننے والا ہے۔۔۔۔۔

یہ سن کر کتنی ہی دیر سلیمان ساکت رہ گیا۔۔۔مگر ڈاکٹر کے سامنے کوئی رد عمل نہ دیا۔۔۔بس اسے اپنی بیوی کی فکر ہو رہی تھی بار بار یہی سوال کر رہا تھا میری بیوی ٹھیک تو ہے؟ اسے تکلیف تو نہیں ہو رہی؟ ۔۔۔اس کے یہ سوال سن ڈاکٹر نے کہا کہ اقصی بہت کمزور ہے اس کی جان کو خطرہ ہو سکتا ہے۔۔۔انہیں اس معاملے میں نظر ثانی کرنی چاہیے اور۔۔اسے کچھ دوائیں لکھ کر دیں۔۔ڈاکٹر کیا کہہ رہی تھی اقصی

کا ذہن اس طرف نہیں تھا اس کا دماغ تو اپنے شوہر کی طرف تھا اور اقصی کے اندر چھن سے کچھ ٹوٹ گیا۔۔اس نے ایک بار بھی کسی خوشی کا اظہار نہیں کیا۔

تھوڑی دیر وہ بعد واپس گھر آ گئے۔۔۔۔

سلیمان کا موڈ ہنوز خراب تھا۔۔

اقصی نہیں جانتی تھی کہ اس کے شوہر کے دماغ میں کیا چل رہا ہے۔ مگر دل درد سے بھر رہا تھا۔۔

آخر وہ کوئی رد عمل کیوں نہیں دکھا رہا تھا۔

دوپہر کا کھانا دونوں نے ہی آج نہیں کھایا تھا۔

اقصی طبیعت خرابی کی وجہ سے آج کھانا بھی نہیں بنا پائی تھی۔۔۔

اب سلیمان بازار سے کھانا لے کر گھر آیا تھا۔۔۔۔

اووہ ویسے ہی ساکت جگہ نظریں جمائے بیٹھی تھی۔

سلیمان اس کے پاس آیا اور سپاٹ لہجے میں بولا۔۔۔"چلو اٹھو کھانا کھا لو"۔۔۔

اس کا اجنبی لہجہ دیکھ اقصی کا دل کٹ کے رہ گیا۔اس سے پہلے وہ اٹھ کر جاتا اقصی نے بہت نرمی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔۔۔

اپنے ہاتھ پر نرم لمس محسوس کر کے اس نے اذیت سے اپنی آنکھیں بند کیں۔۔۔۔

اقصی اس کا ہاتھ کھینچ کر اپنے پاس بٹھا رہی تھی۔اور اس نے اپنا جسم ڈھیلا چھوڑ رکھا تھا۔اس لیے کسی کٹی ڈال کی طرح وہ بیٹھ گیا۔

اسے لگا شاید اب وہ اپنے رویے کی معافی مانگے گی مگر جب وہ بولی۔۔۔تو سوال اس کی سوچ کا بالکل بر عکس آیا۔۔۔"کیا آپ کو کوئی خوشی نہیں ہوئی؟"۔۔

اب وہ آنکھوں میں ایک امید کی کرن لیے اس سے پوچھ رہی تھی۔ سلیمان کے سامنے دوپہر کا سارا منظر گھوما اور ایک نظر اقصی کی آنکھوں میں دیکھا پھر سے اسی سپاٹ لہجے میں بولا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

نہیں"۔۔۔

اور اقصی کو لگا جیسے کسی نے اس سے اس کی سانسیں چھین لی ہوں۔۔۔آسمان اس کے سر پر پھٹ پڑا۔۔۔اس کا وہ ہاتھ جس سے اس نے سلیمان کا ہاتھ پکڑا تھا۔اس پر اچانک گرفت ڈھیلی ہو گئی۔۔۔۔

ایسالگا جیسے کسی نے سینے میں خنجر گھونپ دیا ہو۔۔۔آنسو لڑیوں کی صورت بہتے ہوئے گالوں پر پھسلتے گئے۔آنکھیں ہر احساس سے خالی ہو گئیں۔۔۔۔

وہ ان خالی خالی نگاہوں سے اپنے شوہر کو بس تک رہی تھی۔
اسے لگا اس کے سارے الفاظ ختم ہو گئے اب وہ زندگی میں کبھی بول نہیں پائے گی۔۔۔

وہ مردہ قدموں سے آہستہ سے اٹھی۔کھڑے ہوتے ہی اسے زبردست قسم کا چکر آیا۔اس سے پہلے سلیمان اسے سہارا دیتا وہ ہاتھ کے اشارے سے ہی روک چکی تھی۔اب کی بار سلیمان پر ایک بھی نظر

ڈالے بغیر وہ دیوار پر ہاتھ رکھے سہارے سے چلتی ہوئی واش روم میں جا کر بند ہو گئی۔

پیچھے سلیمان کا دل چھنی چھنی ہو گیا۔۔۔

وہ آج اقصی کی حالت دیکھ دڑ گیا تھا۔۔۔اگر کل اسے کچھ ہو جاتا تو۔۔۔اس لیے آج سلیمان اتنا پتھر دل ہو گیا تھا۔۔۔

پتہ نہیں کتنی دیر وہ واش روم کے بیسن پر دونوں ہاتھ رکھے جھکی ہوئی سسکیوں کے ساتھ روتی رہی۔۔۔اس کا وہ محبوب شوہر جو اس پر اپنی جان چھڑکتا تھا۔اس کا آج یہ انجان روپ دیکھ اقصی کا دل کٹ کے رہ گیا۔

کافی دیر بعد دل کا غبار ہلکا کر کے اس نے اپنے چہرے پر پانی کے چھینٹیں مارے تو آنکھیں جل اٹھیں۔۔۔۔وہ ان تین مہینوں میں ایک بار بھی نہیں روئی تھی۔رونا تو وہ بھول ہی چکی تھی۔

وہ کتنی خوش تھی۔آج کیا ہو گیا۔کیا اس کے گھر کو کسی کی نظر کھا گئی تھی یا حویلی والوں کی بد دعا کا اثر تھا؟۔

کافی دیر بعد بالا خر واش روم سے نکلی۔کھانا ویسے ہی پڑا تھا سلیمان اپنی بیڈ کی سائیڈ پر بیٹھا ہوا تھا۔۔۔اسے باہر نکلتا دیکھا مگر وہ اپنے شوہر پر ایک بھی نظر ڈالے بغیر آہستہ سے چلتی ہوئی آئی اور آ کر اپنی بیڈ کی سائیڈ لیٹ گئی اور بلینکٹ تان کر آنکھیں موند گئی۔

سلیمان کو لگا جیسے کسی نے اسے موت کا پروانہ ہی سنا دیا ہو۔ تین مہینوں میں پہلی بار اقصی نے اسے نظر انداز کیا تھا۔۔

اوپر سے اس نے صبح کا کھانا کھایا تھا۔

سلیمان سب کچھ بھلائے اس کے قریب ہوا۔۔اس کو کندھا ہلایا اور بولا "اقصی کھانا کھالو"۔۔۔

مگر اقصی نے کوئی ری ایکشن نہیں دیا۔

اس وقت اس کا دماغ درد سے پھٹنے کے قریب تھا۔

وہ صرف سونا چاہتی تھی۔۔

کیسی بھوک؟ کہاں کی بھوک؟ سب کچھ اڑ چکا تھا۔

اس لیے لیٹتے ساتھ ہی وہ سو گئی۔۔

سلیمان نے اس کے چہرے سے بلینکٹ ہٹایا تو وہ منہ دوسری طرف کر کے لیٹی ہوئی تھی۔۔۔اس نے آہستہ سے اوپر ہو کے اس کا چہرہ دیکھا وہ سچ میں سو چکی تھی۔

یہ دیکھ سلیمان کا دل کٹ گیا۔اس کی وجہ سے وہ بھوکی ہی سو گئی۔

وہ بیڈ سے اٹھا سارا کھانا فریج میں رکھ کر آیا اور دوبارہ آ کر لیٹ گیا بھوک تو اس کی بھی اڑ چکی تھی۔

ایک نئی صبح اس گھر میں اتر چکی تھی۔۔۔مگر یہ صبح ہر روز کی طرح خوشگوار نہ تھی۔۔۔وہ آج حسب عادت کچن موجود ناشتہ بنا رہی

تھی۔کل رات کیا ہوا۔اس واقعے کی چہرے پر رمک تک نہ تھی۔مگر آج چہرے پر مسکراہٹ بھی نہ تھی چہرہ سپاٹ تھا جیسے کوئی روبوٹ ہو۔

سلیمان سو کر اٹھا تو اپنے ساتھ والا بیڈ خالی پایا۔ایک پل کے لیے وہ گھبرا گیا سامنے واش روم کے دروازے کو دیکھا تو وہ باہر سے بند تھا مطلب وہ کمرے میں نہیں تھی۔۔۔

کمرے سے اٹھ کر باہر آیا تو وہ کچن میں کام کر رہی تھی۔اسے دیکھ دل کو سکون ہو گیا۔

واپس کمرے میں گیا اب وہ دوبارہ فریش ہونے کے بعد کچن میں موجود تھا۔۔۔

اقصی ہنوز اپنے کاموں میں لگی تھی اس نے ایک بار بھی چہرہ اٹھا کر سلیمان کو نہ دیکھا۔

وہ ایسے ری ایکٹ کر رہی تھی۔ جیسے وہ کچن میں اکیلی ہو۔

اور وہ بس اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ رہا تھا جہاں نرمی کا کوئی شبہ تک نہ تھا۔۔۔

تھوڑی دیر بعد وہ ناشتہ ٹیبل پر لگا چکی تھی۔۔۔۔

وہ اسے روکنا چاہتا تھا اور کہنا چاہتا تھا کہ مت کرے اس کی طبیعت ٹھیک نہیں۔۔۔

مگر اس کے چہرے کو دیکھ نہ جانے کیوں آج اسے بات کرنا مناسب نہیں لگ رہا تھا۔

اب وہ دونوں بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے۔۔۔ مگر دو اجنبیوں کی طرح۔۔۔دونوں میں کوئی بات نہیں ہوئی۔۔۔اس کا دل نہیں چاہ رہا تھا آج اقصی کو اکیلا چھوڑ کر جانے کا۔۔۔

مگر کیا کرتا جانا ضروری بھی تھا۔۔۔اس لیے اس نے سوچا کہ نکلنے کے بعد حماد بھائی کو فون کر کے بھابھی کو یہاں بلا لے گا اس طرح بھابھی اور بچے کے ساتھ اس کا دل بھی بہل جائے گا۔

وہ مکمل تیار ہو چکا تھا اور وہ ناشتے کے بعد سارے برتن اکٹھے کر رہی تھی۔۔۔۔

وہ ڈرتے ہوئے اس کے پاس آیا۔۔۔اقصی کو امید تھی شاید وہ اپنے رات کے رویے کی کوئی وضاحت کرے۔۔۔ مگر اس نے نرمی سے

جھک کر اس کی پیشانی چومی گلے لگایا اقصی نے کوئی رد عمل نہ دیا بالکل ویسے ہی رہی جیسے کوئی روبوٹ ہو۔۔۔۔وہ گھر سے نکل گیا۔

اس کے نکلنے کے بعد اقصی کی آنکھوں سے آنسو بہنے شروع ہو گئے وہ کچھ بھی کہے بغیر چلا گیا تھا آخر اس کے ایسے رویے کی وجہ کیا تھی؟۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔

اس نے حماد بھائی کو گھر سے نکلنے کے بعد ہی فون کر دیا تھا۔ مگر خود سارا دن بے چین رہا۔ دھیان پیچھے گھر میں ہی تھا۔ تھوڑی دیر بعد نور بھابھی اور ان کا بیٹا اقصی کے پاس موجود تھے۔۔۔۔اقصی نہیں چاہتی تھی کہ بھابھی کو ان کہ آپس کے مسئلے کے بارے میں کچھ بھی پتہ چلے۔

اس لیے اس نے اپنے چہرے سے ہر طرح کی پریشانی کے آثار ختم کر دیے۔

مگر آج وہ کچھ مرجھائی ہوئی تھی۔

بھابھی نے دریافت کیا تو بس اقصی یہی کہہ سکی اس کی طبیعت ٹھیک نہیں اس وجہ سے کچھ سستی سی ہوئی ہے۔

اب وہ چھوٹو سا بچہ اقصی سے باتیں کر رہا تھا۔۔۔"یہ کیسا عجیب نام ہے جسے سارے حویلی والے تمہیں بلاتے ہیں؟"۔۔۔

اب اقصی اس سے سوال پوچھ رہی تھی۔۔۔۔"یہ عجیب نام تو نہیں ہے بس یہ نک نیم ہے جو ساری حویلی والے کہتے ہیں"۔۔

یہ سن اقصی کھل کھلا کر ہنس دی۔۔"مگر مجھے نہیں پسند میں تو تمہیں کچھ اور کہہ کر پکارنا چاہتی ہوں"۔۔۔۔

یہ سن بچہ سوچ میں پڑ گیا اور بولا "ٹھیک ہے آپ مجھے حیدر بلا لیا کریں"۔۔۔"اچھا اتنے سارے نام ہیں صرف حیدر ہی کیوں؟"۔۔۔۔اب وہ اس بچے سے سوال پوچھ رہی تھی۔۔۔۔"کیونکہ حیدر میرا سیکنڈ نیم ہے جس طرح بابا کا نام حماد احمد ہے احمد ان کا سیکنڈ نیم ہے اسی طرح میرا پورا نام ہے جس میں حیدر میرا سیکنڈ نیم ہے"۔۔۔"اچھا تو یہ بات ہے لیکن سپیشل نیم تو سپیشل لوگوں کے لیے ہونا چاہیے نا تم اپنی لائف کی پرنسس سے کہنا کہ وہ تمہیں حیدر کہہ کر پکارے اس کے علاوہ اور کوئی نہ بلائے"۔۔۔۔یہ سن بچے کی آنکھیں چمکیں۔۔۔۔"ہیں سچ میں پرنسس۔۔۔تو کیا آپ لائیں گی میرے لیے پرنسس؟"۔۔۔۔حیدر کے اس سوال پر اقصی کا رنگ

لمحے کے ہزارویں حصے میں اڑ گیا مسکراہٹ ہونٹوں سے غائب ہو گئی۔۔۔

اور کمرے کے دروازے میں کھڑا سلیمان ان دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔وہ تھوڑی دیر پہلے ہی آیا تھا جب اقصی حیدر کے ساتھ باتوں میں مصروف تھی۔دونوں نے اس کا آنا نوٹ نہیں کیا۔بھابھی اس وقت کچن میں کوئی کام کر رہیں تھیں۔اس سوال پر اس کا دل بھی رک گیا۔۔۔۔

وہ دونوں چچا بھتیجا اب اقصی جواب کے منتظر تھے۔"اچھا اگر میں اپ کو ایک پرنسس گفٹ میں دوں تو کیا آپ اس کی حفاظت کرو گے اسے کسی اور کو تو نہیں دو گے؟۔۔اقصی کھوئے کھوئے لہجے میں حیدر سے

سوال کر رہی تھی۔۔۔یہ سن اس بچے کی آنکھوں میں ایک انوکھی چمک آئی۔۔۔ویسے ہی چمک دروازے میں کھڑے سلیمان کی آنکھوں میں بھی آئی۔۔۔۔"ہیں سچی...اگر آپ مجھے پرنسس دیں گی تو میں پکا پرومس کروں گا۔۔۔اس کا خیال رکھوں گا اسے کبھی اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔اور کسی کو نہیں دوں گا"۔۔۔۔

یہ سن اقصی کے چہرے پر ایک عجیب سا سکون آیا۔۔۔"تو ٹھیک ہے میں آپ کو ایک پرنسس دوں گی"۔۔۔"کب دیں گی!؟"۔۔۔اب کی بار حیدر بے تابی سے بولا۔۔۔تو اقصی سوچ میں پڑ گئی پھر بولی۔۔۔"اچھا آپ کی سالگرہ کب آئے گی؟"۔۔

سلیمان سمجھ نہ سکا کہ وہ کیا کرنا چاہ رہی ہے۔۔۔"وہ تو چھ ماہ بعد آئے گی"۔۔۔اتنا کہتے ہوئے جیسے وہ بیزار ہوا ہو۔۔۔اس کی بیزاری دیکھ اقصی کھل کھلا کر ہنس دی۔۔۔"پھر آپ کو اپنی سالگرہ کے بعد کچھ

دن ویٹ کرنا ہو گا گفٹ کا"۔۔۔یہ سن حیدر پھر سے ایکسائٹڈ ہو گیا اور اثبات میں سر ہلایا۔جیسے کہہ رہا ہو میں ویٹ کر سکتا ہوں۔

اب وہ بچہ اقصی کے کان کے پاس ہوا اور سرگوشی کرتے ہوئے بولا۔۔۔"آپ کو ایک سیکرٹ بتاؤں؟"۔۔۔

اقصی متجسس ہوئی اور اثبات میں سر ہلایا۔۔اور پھر اس بچے نے وہ کہا کہ اقصی کی ساری دنیا ساکت ہو گئی۔۔۔۔"آپ کو پتہ ہے آج سے آپ میری سپیشل پرسن ہیں۔اس لیے آپ مجھے حیدر کہہ سکتی ہیں لیکن ایک شرط ہے بدلے میں میں آپ کو چھوٹی ماما کہوں گا"۔۔۔۔

اقصی کو پتہ نہ چلا کب اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ گئے۔۔۔سلیمان جان نہ سکا کہ حیدر نے ایسا کیا کہا تھا کہ اقصی کا ایسا شدید رد عمل ہوا۔۔۔اقصی کو روتا دیکھ حیدر تو پریشان ہو گیا اور جلدی سے بولا

"سوری اگر آپ کو برا لگا ہو تو میں نہیں کہوں گا آپ پلیز روئیں مت"۔۔۔

اقصی کے دل نے چاہا وہ بار بار یہ لفظ سنے۔۔۔"تم نے وہ لفظ کیا بولا تھا پھر سے بولنا"۔۔۔"کون سا لفظ؟"۔۔حیدر سمجھ نہ سکا۔۔۔"وہی تم مجھے کیا کہہ کر پکارو گے پلیز دوبارہ بولو"۔۔۔۔"چھوٹی ماما"۔۔۔"پلیز پھر سے بولونا"۔۔۔وہ پھر سے بولا"چھوٹی ماما"۔۔۔۔"پلیز اونچی آواز میں بولو"۔۔۔۔وہ پھر سے بولا۔۔۔"چھوٹی ماما"۔۔۔اور اقصی کی آنکھوں سے آنسو بہتے گئے وہ بے اختیار حیدر کو اپنے سینے سے لگا گئی۔۔۔۔"آج سے تم مجھے بس یہی بولو گے چچی نہیں اوکے"۔۔۔وہ تردید چاہ رہی تھی حیدر نے سر ہلا دیا۔۔اقصی کو لگا جیسے کسی نے اسے اندر تک پر سکون کر دیا ہو۔۔۔۔

اور سلیمان یہ سب دیکھتا دروازے میں ساکت رہ گیا تھا۔۔۔اقصی کتنی حساس تھی اسے آج معلوم ہوا تھا۔۔۔اور وہ جو اس کے لیے پوزیسو ہو رہا تھا۔اب اسے اپنا ایسا ہونا بے معنی لگا۔۔۔وہ اپنی اولاد کے لیے اس سے بھی زیادہ پوزسیسو تھی۔۔۔وہ کیوں بھول گیا ایک عورت محبت کے لیے سب کچھ کر سکتی ہے۔۔۔لیکن جب بات ایک ماں کی ہو تو اپنی اولاد کے سامنے کچھ نہیں دیکھتی۔

اچانک حیدر کا دھیان دروازے کی طرف گیا تو بولا "چاچو آ گئے"۔۔اس کی آواز پر اقصی نے اپنی آنکھیں صاف کیں۔۔۔"چلو حیدر ماما کو بتا کر آؤ کے ہم کھانا لگاتے ہیں پھر سب مل کر کھانا کھائیں گے"۔۔۔

یہ کہتے ساتھ حیدر باہر بھاگ گیا۔۔۔

حیدر کی آواز سے سلیمان ہوش کی دنیا میں آیا۔حیدر کے باہر جانے کے بعد آگے بڑھا اور ہمیشہ کی طرح اپنا عمل دہرایا اسے گلے لگایا مگر صبح کی طرح اقصی نے کوئی رد عمل نہ دیا نہ کوئی خوشی،نہ کوئی بیزاری،نہ کوئی دکھ۔۔۔

حتی کہ اس کی آنکھیں بھی خالی تھیں۔۔۔

بہت آہستہ سے وہ اس کے حصار سے نکلی اور کمرے سے ہی نکل گئی۔۔۔پیچھے اذیت سے سلیمان اس کی پشت کو دیکھ کر رہ گیا۔۔

کچھ دیر بعد وہ چاروں بیٹھے دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے۔۔۔۔

کھانے کے دوران بھی حیدر اپنی باتوں سے اقصی کو ہنساتا جا رہا تھا۔۔۔اور سلیمان یہ سوچ رہا تھا کہ کیا اسے اپنی تکلیف قبول کر کے اقصی کو خوشی دینی ہو گی؟۔۔۔

بھابھی کے سامنے وہ دونوں نارمل تھے جیسے ان کے درمیان کچھ ہوا ہی نہ ہو۔۔۔مگر آپس میں دونوں نے کوئی بات نہیں کی۔۔۔۔۔

شام کو حیدر اور بھابھی واپس جا چکے تھے۔۔۔

وہ دونوں بالکل ویسے ہی رہے جیسے آج صبح سے تھے بالکل اجنبیوں کی طرح۔۔۔۔

دن گزرتے گئے اور ایک ہفتہ ایسے ہی گزر گیا دونوں کے درمیان بات چیت بالکل بند تھی۔۔۔وہ سلیمان کے سارے کام کر رہی تھی تینوں وقت ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اقصی اپنی دوائیاں باقائدگی سے لے رہی تھی۔

وہ اس ٹینشن میں اپنے بچے کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتی تھی۔۔۔۔۔

اور سلیمان کے صبر کی حد آہستہ آہستہ ختم ہو رہی تھی اتنے دنوں سے اس نے اپنی بیوی کی آواز نہیں سنی تھی تو سکون نہیں آ رہا تھا۔

اکثر حیدر آ جاتا تھا۔ کسی دن بھابھی کا ٹائم نہیں لگتا تو وہ اپنے بابا کے ساتھ اکیلا آ جاتا اس کے بابا اسے چھوڑ کر کام پر چلے جاتے اور شام کو آ کر لے جاتے۔۔۔

جس کی وجہ سے اقصی کا دماغ نارمل تھا ورنہ اس ٹینشن سے وہ تو پاگل ہو جاتی۔۔۔۔۔

وہ ششیے کے سامنے کھڑی اپنے بالوں کو کنگھی کر رہی تھی۔ہاتھ بالوں میں کنگھی پر تھا مگر دماغ میں سوچیں کئی چل رہیں تھیں۔

وہ جو سوچوں میں گم تھی۔ سلیمان کا کمرے میں آنا محسوس نہ کر سکی وہ شاید کسی کی کال سننے کے لیے باہر گیا تھا۔

جو فاصلہ وہ بڑھا چکا تھا اب خود ہی اسے کم کرنا تھا۔وہ اقصی کے پاس آیا۔۔۔ پیچھے سے اس کے پیٹ کے گرد ہاتھ لا کر حصار باندھا اور اس کی کمر اپنے سینے سے لگالی۔اور اپنا چہرہ اس کے بالوں میں چھپا کر اس کی خوشبو محسوس کرنے لگا۔۔۔

وہ جو خیالوں میں کھڑی ہوئی تھی چونک کر اپنے خیالوں سے باہر آئی۔۔۔۔

شیشے سے اپنے شوہر کو دیکھا۔دکھ کی لہر ایک بار پھر سے دل میں اٹھی۔۔۔۔دل چاہا اس کا گریبان پکڑ کر پوچھے کہ وہ ایسا کیوں کر رہا ہے مگر اس کے پاس الفاظ ہوتے تو کچھ پوچھتی۔۔۔۔۔

ابھی تک خاموشی تھی۔جو ہاتھ اقصی کا پہلو میں گرا تھا اس میں موجود کنگی کو ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ دیا۔

ٹھک کی آواز نے کمرے میں ارتعاش پیدا کیا۔۔۔۔

آواز سن سلیمان نے چہرہ اوپر اٹھایا نظر سیدھا کالی آنکھوں سے ٹکرائی۔۔۔۔اور اس کو اپنے دل میں تکلیف ہوتی محسوس ہوئی۔۔۔۔۔آج پورے ایک ہفتے بعد وہ آنکھوں میں تکلیف لیے اسے دیکھ رہی تھی۔ورنہ پچھلے ایک ہفتے میں وہ صرف خالی انکھوں سے دیکھتی تھی۔

اقصی میں کچھ بولنے کی ہمت نہ تھی اور سلیمان میں کچھ کہنے کی۔۔۔۔۔بالاخر ہمت جمع کر کے سلیمان نے اس خاموشی کو توڑ ہی دیا۔۔۔"بس کر دو میری پیاری وائف آخر کب تک ایسے خاموش رہو گی تمہاری آواز نہیں سنتا تو مجھے سکون نہیں ملتا"۔۔۔۔

تو کیا اس شخص کو صرف اپنی تکلیف کی پرواہ تھی اور اس تکلیف کا کیا جو وہ پچھلے آٹھ دن سے برداشت کر رہی تھی۔۔۔۔وہ جو کچھ کہنے والی تھی خاموش ہی رہ گئی جب اس شخص کو اس کی تکلیف کی پرواہ نہیں تھی تو وہ کیوں کرتی۔۔۔۔۔مگر دل کا کیا کرتی ہے جو دغا دے رہا تھا۔۔۔

وہ جو اس کی ساری سوچیں پڑھ رہا تھا بولا۔۔"میں جانتا ہوں میں نے تمہیں ہرٹ کیا ہے۔۔مگر میں کیا کروں میں تمہیں ذرا سی بھی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔اس دن صرف تم بے ہوش ہوئی تھی۔۔۔۔تو

میری جان نکل گئی تھی۔۔۔اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو میرا کیا ہو گا میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ورنہ کس شخص کو باپ بننے کی خوشی نہیں ہو گی؟۔اور وہ بھی تب جب وہ بیوی اس کی پسندیدہ ہو۔۔۔۔۔وہ شخص تو دنیا کا خوش قسمت ترین شخص ہو گا۔۔۔مگر مجھے اپنی خوشی سے زیادہ تمہاری زندگی کی پرواہ ہے۔۔۔

اور وہ جو دل میں بدگمانی پیدا کیے بیٹھی تھی کہ شاید اسے بچے میں دلچسپی نہیں۔۔۔اس بدگمانی کا محل ایک لمحے میں چکنا چور ہو گیا۔۔۔۔۔
وہ سب محبت تھی جو وہ اس سے کرتا تھا۔اقصی کو یقین نہ آیا کہ وہ شخص اسے اس حد تک چاہتا ہے کہ اس کی ایک تکلیف کی وجہ سے اتنا بڑا بول بول گیا۔۔۔۔وہ چاہ کر بھی خود کو روک نہ پائی اور آنکھوں سے آنسو بہنے شروع ہو گئے۔۔۔

اب کی بار سلیمان نے اس کا رخ موڑ کر اس کا چہرہ اپنی طرف کیا۔۔۔اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کے آنسو پونچھے۔۔۔۔دونوں آنکھوں پر باری باری لب رکھ کر مرہم لگائی۔۔۔۔

اور وہ ایک جھٹکے سے اس کے سینے سے آلگی اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔۔۔۔۔۔۔

اتنے دنوں کا سارا غبار نکل رہا تھا۔اور وہ اس کی پیٹھ سہلاتا رہا۔ خوب رونے کے بعد خود پر کنٹرول کیا۔۔۔اب اسے اس شخص کو سمجھانا تھا۔۔۔

آنکھیں صاف کی لمبی سانس لے کر خود کو پر سکون کیا۔چہرہ اوپر اٹھایا۔ دونوں کی نظریں ملیں مگر اب کی بار اقصی پر سکون لگ رہی تھی اسے دیکھ سلیمان کے دل کو سکون ملا

بالآخر اقصی نے اپنی خاموشی توڑ ہی دی اور بولی۔۔۔"تو اس وجہ سے آپ میرے بچے کو تکلیف دے رہے ہیں"۔۔۔۔اس الزام پر تو سلیمان سناٹے میں آ گیا۔۔۔۔

اس سے پہلے وہ صفائی میں کچھ کہتا اقصی نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔وہ جو منہ کھولنے لگا تھا خاموش ہو گیا۔۔۔۔"آپ کیسے سوچ سکتے ہیں کہ آپ کا بچہ ہی آپ کو تکلیف دے گا۔۔۔۔اور آپ کو کیا لگتا ہے کہ دنیا میں کوئی موت کو روک سکتا ہے وہ جب آنی ہے جس حال میں آنی ہے آ کر ہی رہے گی۔آپ کو میری زندگی خطرے میں لگ رہی ہے اس لیے آپ مجھے بچانے کے لیے ایک ننھی جان کو داؤ پہ لگانے کی سوچ رہیں"۔۔۔۔آخری بات پر سلیمان کی آنکھیں پھیل گئیں

۔۔۔۔اور اقصی تکلیف زدہ مسکرائی مطلب وہ صحیح سوچ رہی تھی۔۔۔۔۔

سلیمان نے صفائی میں کچھ کہنے کی کوشش کی مگر ایک بار پھر اقصی نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔۔۔۔۔"کیا دنیا میں کوئی عورت ماں نہیں بنتی؟۔۔۔آپ اپنے ہی بچے کے ساتھ ایسا کرنے کے بارے میں سوچ بھی کیسے سکتے ہیں۔۔آپ کو لگتا ہے اگر آپ میری زندگی بچا لیں گے۔۔۔تو کیا میں امر ہو جاؤں گی یا ساری زندگی زندہ رہوں گی۔۔۔۔ کب تک زندہ رہوں گی زیادہ سے زیادہ 10 سال، 20 سال، 30 سال آخر ایک دن مروں گی ہی نا؟۔۔۔۔۔اب وہ زخمی آنکھوں سے پوچھ رہی تھی۔"آپ ایک بار یہ تو سوچیں وہ ننھی جان ہماری زندگی میں آئے گی۔۔۔میرے جسم کا ٹکڑا ہو گی اور اس کی رگوں میں آپ کا خون

ہو گا۔۔۔۔وہ ہمارا بچہ ہو گا۔۔۔۔ہمارا۔۔۔۔۔جب وہ آپ کو پیار سے بابا بلائے گا تو کیا آپ کو خوشی نہیں ہو گی"۔۔۔۔۔۔اب کی بار سلیمان کی آنکھوں میں نمی آ گئی۔۔۔۔"مگر پھر بھی اگر آپ نے میری زندگی چن لی۔تو میں اپنے بچے کی زندگی چنوں گی۔فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے ہم دونوں یا پھر کوئی نہیں"۔۔۔۔۔

اس کی آخری بات پر تو سلیمان کو اپنی روح فنا ہوتی ہوئی محسوس ہوئی۔۔ وہ کیا کہنے کی کوشش کر رہی تھی وہ اچھے سے سمجھ چکا تھا۔۔۔ اتنا کہنے کے بعد بنا سلیمان کو اپنی صفائی کا موقع دیے وہ بیڈ پر آئی اور سونے کے لیے لیٹ گئی۔۔۔۔اب فیصلہ سلیمان کو کرنا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔

جدائی

(ماضی)

ایک نئی صبح طلوع ہو چکی تھی۔۔

وہ جو سو رہا تھا۔ نیند میں کسی چیز کے شور کی آواز سے ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھا۔ وہ واش روم کا دروازہ زور سے کھلنے کی آواز تھی۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

واش روم کے دروازے سے اقصی کا نیم رخ نظر آرہا تھا۔جو واش بیسن پر جھکی بری طرح کھانس رہی تھی۔۔

سلیمان ایک جھٹکے سے بلینکٹ سائیڈ پر پھینکتا دوڑتا ہوا اس کے پاس آیا۔۔۔۔

وہ بیسن پر جھکی الٹیاں کر رہی تھی۔۔۔۔سلیمان نے نرمی سے اس کی پیٹھ سہلانا شروع کر دی۔۔۔۔۔

اگلے پانچ منٹ تک وہ ایسے ہی نڈھال ہوتی اپنے منہ پر پانی کے چھینٹیں مارتی رہی۔۔

جب دل کو کچھ سکون ہوا وہ سیدھی ہوئی۔۔۔۔

سلیمان نے ٹاول پکڑ کر اس کا چہرہ صاف کیا۔۔۔

پھر اسے اپنے بازوں کے حلقے میں لیتا ہوا بیڈ کے پاس لایا اور بیڈ پر بٹھایا۔۔۔سب سے پہلے اسے پانی پلایا اس نے بمشکل دو گھونٹ لے کر پڑے کر دیا۔۔۔

سلیمان کمرے سے باہر نکل گیا۔۔۔

پانچ منٹ بعد وہ جوس کا گلاس ہاتھ میں لیے اس کے سامنے بیٹھا تھا۔۔۔اب اسے اپنے ہاتھوں سے جوس پلا رہا تھا۔۔۔

بہت مشکلوں سے وہ جوس کا گلاس ختم کر سکی۔۔۔وہ 10 منٹ کے اندر ہی بہت کمزور اور نڈھال ہو گئی تھی چہرے پر زردیاں گل گئی تھیں۔۔۔۔

اقصی کو اپنا جسم بے جان ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ سلیمان گھٹنوں کے بل اس کے سامنے زمین پر بیٹھا۔۔۔۔اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے اب وہ اس کا چہرہ دیکھ بولنا شروع ہوا۔۔۔۔"تم خود غرض کیوں نہیں ہو سکتی؟خود غرض ہو جاؤ جیسے میں ہو رہا ہوں"۔۔۔۔اقصی نے کچھ پل اس کی آنکھوں میں دیکھا۔۔۔۔

پھر اپنا دایاں ہاتھ کھول کر اس پر نظر جمائے بولنا شروع ہوئی۔۔۔۔"آپ کو پتہ ہے ایک بار ایک 10 سال کی بچی کے دائیں ہاتھ میں سکول میں کھیلتے وقت ایک زہریلہ کیل اندر تک کھب گیا۔۔۔

پہلے پہل تو لڑکی کو ایک عام انسان کی طرح درد ہوئی۔۔۔۔مگر وہ کیل زہریلا تھا اس نے آہستہ آہستہ اپنا زہر ہاتھ کے اندر پھیلانا شروع کر

دیا۔۔۔ تین دن کے بعد لڑکی کا ہاتھ نیلا پڑ گیا اور اس کا ہاتھ حرکت کرنے سے انکاری ہو گیا۔۔۔۔اس کی ماں اس کی حالت دیکھ بہت پریشان ہوئی اسی لئے ہسپتال میں گئی۔

وہاں ڈاکٹرز نے ہاتھ کا اچھی طرح سے معائنہ کیا اور بولے۔زہر بہت خطرناک ہے اگر اس کیل کو ہاتھ سے نہ نکالا گیا تو زہر سارے جسم پھیل سکتا ہے اور اس بچی کی موت بھی ہو سکتی ہے۔۔۔۔یہ سن کر ماں کو لگا اس کا کلیجہ منہ کو آ گیا۔۔۔

ماں ایک غریب عورت تھی اس کے شوہر کا انتقال ہو چکا تھا اب بیٹی کے علاج کے لیے لاکھوں پیسے چاہیے تھے۔۔۔۔ماں پریشان اور خدا سے

دعا گو ہاسپٹل کے ایک بینچ پر بیٹھی۔۔۔۔اتنے میں اس نے ایک امیر آدمی کو ڈاکٹر سے بحث کرتے دیکھا۔

اس امیر آدمی کا بچہ ہسپتال میں زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا تھا۔اس کے خون کا گروپ ریئر تھا۔بچے کو خون کی ضرورت تھی اور ہاسپٹل میں خون مل نہیں رہا تھا۔۔وہ باپ اب ڈاکٹر سے التجا کرنے لگا کہ وہ منہ مانگی قیمت ادا کر سکتا ہے اگر کوئی شخص اس کے بیٹے کو خون دینے کے لیے راضی ہو جائے۔۔۔

یہ سب سنتی وہ ماں،خوش قسمتی سے اس کا بلڈ گروپ بھی وہی تھا جو اس بچے کا تھا۔اس شخص کے پاس گئی اور بولی میں آپ کے بیٹے کو اپنا خون دوں گی مگر میری ایک شرط ہے۔

میری بیٹی اس ہاسپٹل میں داخل ہے اس کے ہاتھ کا آپریشن ہے بس آپ کو اس کے علاج کا سارا خرچہ اٹھانا ہے اس کے بدلے میں اگر آپ چاہیں تو میرے جسم کا سارا خون لے سکتے ہیں۔۔۔

اس ماں کو اپنی بیٹی کی جان بچانی تھی اور اس باپ کو اپنے بیٹے کی پھر کیا ایک سودا ہوا ماں نے دو ہفتے میں اس شخص کو دو خون کی بوتلیں دیں اور اس شخص نے اپنے بچے کی خاطر ایک مجبور ماں کی بیٹی کے آپریشن کا سارا خرچہ اٹھالیا۔

ماں نے صرف خون نہیں دیا ماں نے اس شخص کو بہت سی دعائیں بھی دیں۔۔۔۔وہ شخص بچ گیا اس کا باپ اتنا خوش ہوا کہ ماں سے بولا کہ

اگر وہ چاہے تو دنیا کی کوئی بھی چیز مانگ سکتی ہے۔۔۔ماں بولی نہیں بس مجھے میری بیٹی کی زندگی چاہیے تھی مجھے وہ مل گئی۔۔۔۔

جب بیٹی ٹھیک ہوئی تو وہ اپنی ماں سے گویا ہوئی۔۔کہ ماں تم نے اپنے لیے کچھ کیوں نہیں مانگا تم خود غرض کیوں نہیں بنی تم نے اپنے جسم سے دو خون کی بوتلیں دیں اپنے لیے بھی کچھ مانگتی۔۔۔ماں بولی میں خود غرض ہی تو ہوئی تھی۔۔۔۔

میرے لیے سب سے عزیز میری بیٹی ہے میں نے اپنی بیٹی کی زندگی مانگ لی اس کے لیے بے شک مجھے اپنے سارا خون کیوں نہ دینا پڑتا۔۔وہ لڑکی چھوٹی تھی ماں کی بات سمجھ نہ سکی مگر جیسے جیسے وہ بڑی ہوتی گئی اس کی ہاتھ میں وہ نشان ہمیشہ کے لیے رہ گیا۔۔

جب جب وہ اس نشان کو دیکھتی تو اسے یاد آتا کہ اس کی ماں نے اپنے خون سے اس کی زندگی بچائی تھی۔۔۔وہ اپنی ماں کا وہ قرض کبھی ادا نہیں کر سکتی تھی۔۔۔10 سال مزید سرک گئے۔۔۔

لڑکی 20 سال کی ہوئی تو اس کی ماں کو دل کی بیماری ہو گئی۔۔۔لڑکی چاہ کر بھی اپنی ماں کا علاج نہیں کروا پا رہی تھی وہ اپنی یونیورسٹی سے واپس آتی اور تین جگہ پر ٹیوشن پڑھا کر ان پیسوں سے اپنا اور اپنی ماں کا پیٹ پالتی۔ بالکل ویسے ہی جیسے بچپن میں اس کی ماں اس کا اور اپنا پیٹ پالتی تھی۔۔۔۔

پھر اس کی زندگی میں ایک مہربان شخص آیا۔۔۔اس نے اس لڑکی کی ماں کی علاج کے لیے پیسے جمع کروا دیے۔۔۔اس کی ماں کا علاج بھی ہو گیا۔۔۔آپریشن کامیاب گیا۔۔۔لیکن اگلے ہی دن اس کی ماں اس دنیا سے چل بسی۔۔۔

وہ چاہ کر بھی اپنی ماں کی زندگی بچا نہ پائی کیونکہ اس کی ماں اپنی زندگی اتنی ہی لکھوا کر لائی تھی"۔۔۔۔۔۔

اتنا سب کہنے کے بعد اقصی خاموش ہو گئی۔۔ سلیمان خاموش بیٹھا اسے سن رہا تھا۔اقصی اپنے دائیں ہاتھ پر بائیں ہاتھ کی انگلی ایک خاص جگہ پر پھیر رہی تھی۔۔۔

سلیمان نے دیکھا تو وہاں پر ایک پرانا آپریشن کا نشان تھا۔ سلیمان یک تک اس کے ہاتھ کو دیکھے جا رہا تھا اس کے ارتکاز کو اقصی کی آواز نے توڑا۔۔۔"اس دن تو وہ لڑکی سمجھ نہ سکی مگر جس دن اس کی ماں مری وہ سمجھ گئی کہ اس کی ماں خود غرض کیوں ہوئی تھی۔۔۔

اگر وہ اپنی ذات کے لیے خود غرض ہوتی تو بیٹی کو مرنے دیتی۔پہلے ہی غریب تھی بیٹی مر جاتی تو نہ اس کی شادی کی ٹینشن نہ جہیز کی ٹینشن اور وہ ماں دوسری شادی بھی کر سکتی تھی ابھی اس کی عمر ہی کیا تھی۔۔۔۔

مگر اس نے خود غرضی نہیں چنی۔وہ خود غرضی تھی ہی نہیں خود غرضی لالچ کی ایک قسم ہوتی ہے۔اور لالچ انسان اپنی ذات کے لیے کرتا

ہے۔جواپنے عزیز۔اپنے خاص لوگوں کے لیے کی جائے وہ خود غرضی کی اوٹ میں محبت ہوتی ہے۔

وہ شخص ہسپتال میں جواپنے بیٹے کے لیے خود غرض ہو گیا تھا ایک ماں سے خون کی بوتلیاں خریدنے پر وہ کوئی خود غرضی نہیں تھی وہ ایک بے بس باپ کی اپنے بیٹے کے لیے محبت تھی۔

کوئی شخص کسی دوسرے کی خاطر خود غرض نہیں ہوتا۔۔

آج مجھے سمجھ آئی اس خود غرضی کا مطلب کیا تھا۔۔۔بالکل ٹھیک کہا آپ نے آپ خود غرض ہو چکے ہیں میرے لیے اور میں خود غرض ہو چکی ہوں اس ننھی سی جان کے لیے"۔۔۔۔

اور سلیمان کو لگا اس کی ساری دنیا ساکت ہو گئی۔۔۔اقصی کے ہاتھوں میں اس کے اپنے ہاتھ کپکپا اٹھے۔۔۔ساری دنیا کا شور و گل آس پاس سے آتی آوازیں سب کچھ ساکت ہو گیا وہ یک ٹک اقصی کے چہرے کو دیکھے اسے بولتے ہوئے سن رہا تھا۔اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس سے خوبصورت آواز قرہ ارض میں کوئی نہیں تھی یا اس وقت اقصی بولتے ہوئے اسے اتنی خوبصورت لگ رہی تھی کہ حد نہیں۔۔۔

وہ یک تک اقصی کے چہرے کو دیکھ رہا تھا اور اقصی اپنے ہاتھ کو۔۔۔۔"اگر خود غرضی انسان سے کچھ چھینتی ہے تو اسے بدلے میں کوئی انعام بھی دیتی ہے۔۔

اب وہ لڑکی جب بھی اپنے ہاتھ کی طرف دیکھتی تھی تو اسے اپنی ماں کے اس خون کی قدر محسوس ہوتی تھی۔اگر اس کا ہاتھ کام نہ کرتا تو اس کا مطلب تھا اس کا جسم آدھا مفلوج ہو چکا ہوتا۔۔

خود غرضی اس کی ماں کو دور لے گئی مگر اس کے بدلے میں اس کی ماں اسے ایک اچھا ہمسفر دے گئی۔۔۔اگر میری خود غرضی آپ کو مجھ سے دور لے جائے تو میں بھی آپ کو ایک نئی زندگی دے کر جاؤں گی۔

اگر آپ کو میری کبھی یاد آئے تو آپ اس کا چہرہ دیکھ لیجیے گا اگر آپ کو کبھی اپنا عکس دیکھنا ہو تو اس کا چہرہ دیکھ لیجیے گا۔اگر آپ کو ہم دونوں کا ایک ساتھ دیکھنا ہو تو اس کا چہرہ دیکھ لیجیے گا۔۔۔۔

اس میں ہم دونوں مکمل ہوں گے"۔۔۔۔

کمرے میں اب مکمل خاموشی چھا گئی۔

سلیمان کو اپنی آنکھوں سے آنسو گرتے ہوئے محسوس ہوئے۔۔۔جو اقصی کے ہاتھوں پر گر رہے تھے۔

اس سارے میں پہلی بار اقصی نے اپنا چہرہ اٹھا کر سلیمان کی طرف دیکھا ۔اب وہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔وہ اقصی کے ہاتھ کے اس نشان پر اپنا انگوٹھا پھیر رہا تھا۔"کیا مجھے دونوں ایک ساتھ نہیں مل سکتے ؟۔۔ کافی دیر کی خاموشی کو سلیمان کی کمزور سی آواز نے توڑا۔۔۔"اگر اللہ پاک چاہے تو ضرور"۔۔۔۔۔

اس کے بعد سلیمان نے سر اٹھا کر اقصی کی طرف دیکھا۔کالی آنکھیں بھوری آنکھوں سے ٹکرائیں۔اور بس ایک لمحہ لگا تھا اس کو فیصلہ کرنے میں۔۔۔۔"تو بس پھر ٹھیک ہے میں اللہ سے دونوں کو ایک ساتھ مانگوں گا"۔۔۔۔

اب کی بار اقصی کو لگا جیسے کسی نے اس کے جسم میں نئی روح پھونک دی ہو۔۔۔۔فرط جزبات سے اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔۔۔۔اب وہ زمین سے اٹھا اقصی کے ساتھ بیڈ پر بیٹھا۔۔۔اور اس کے گرد مضبوط حصار باندھا۔۔۔

وہ اب اس کے سینے سے لگی ہوئی تھی۔۔"تمھیں بیٹا چاہیے یا بیٹی؟۔۔۔۔

وہ اقصی سے سوال پوچھ رہا تھا۔اور اقصی کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔۔۔کچھ دیر بعد کچھ بولنے کے قابل ہوئی تو بولی۔۔۔

"بیٹی"۔۔۔۔۔"اور بیٹی کیوں؟"۔۔۔۔"کیونکہ اللہ پاک نے فرمایا خوش قسمت ہے وہ عورت جس کے گھر پہلی اولاد بیٹی پیدا ہو"۔۔۔۔۔۔

اس کی بات سن سلیمان طمانیت سے مسکرایا۔۔۔"اور اس کا نام کون رکھے گا؟"۔۔۔۔"اپنی بیٹی کا نام میں خود رکھوں گی اور اگر بیٹا ہوا تو بے شک آپ رکھ لیجیے گا"۔۔۔۔۔"میرے ساتھ یہ ناانصافی ہے ویسے"۔۔۔۔"اور ناانصافی کیوں؟"۔۔۔۔"کیونکہ مجھے نام رکھنے کے لیے اگلی بار کا انتظار کرنا ہوگا کیونکہ اس بار تو میرا کوئی چانس ہی نہیں ہوگا"۔۔۔

اوراس کی یہ بات سن اقصی دل کھول کر ہنسی اور پھر بے اختیار ہنستی چلی گئی۔۔۔خاموش کمرے کے در و دیوار میں اب اقصی کے قہقہے گونج رہے تھے۔۔۔"اب یقیناتم نام بھی سوچ چکی ہو گی تو وہ بھی بتا دو!؟"۔۔۔۔

اب کی بار سلیمان جل بھن کر بولا۔۔۔"نہیں وہ جب میں سوچوں گی تب آپ کو بتاؤں گی"۔۔۔اوراس کے ساتھ ہی وہ دوبارہ دل کھول کر ہنستی گئی۔

سلیمان نے اپنا حصار مزید مظبوط کیا تو وہ اس کے گلے لگ گئی۔

سلیمان کو پہلے موڈ میں واپس آتا دیکھ اقصی نے آج سکھ کا سانس لیا تھا۔

حماد بھائی، نور بھابھی اور اماں تینوں کی خوشی دیکھنے والی تھی یہ خبر سن کر

اماں تو خود چل کر بیٹے کو مبارکباد دینے آئی تھیں اور اپنی بہو کی بلائیں لیتی نہیں تھک رہیں تھیں۔انہوں نے آج پہلی بار اقصی کا چہرہ دیکھا تھا وہ بہت خوبصورت تھی۔

دیکھتے ہی دیکھتے دن ہفتوں میں اور ہفتے مہینوں میں گزرتے گئے۔۔۔اس سارے عرصے میں سلیمان نے اقصی کو ہاتھ کا چھالہ بنا

کر رکھا تھا۔۔۔اس کا ہر وقت خیال رکھتا۔۔۔اس کی فکر ایک بچے کی طرح کرتا تھا۔۔۔۔۔۔۔

وہ جو چیز مانگتی حکم کرنے سے پہلے حاضر ہوتی۔۔۔کیونکہ اس کا کچھ نہ کچھ کھانے کو دل کرتا ہی رہتا تھا۔۔۔

چار ماہ مزید گزر گئے۔۔۔

اقصی سلیمان کو بتا چکی تھی کی اسے "ماہی" نام بہت پسند ہے اب وہ اپنی بیٹی کا یہی نام رکھے گی مگر ایک دن حیدر نے نئی فرمائش کر ڈالی۔۔۔۔"میں چاہتا ہوں میری پرنسس کا نام ہیر ہو۔۔۔اور ہیر صرف میں کہوں باقی کوئی بھی نہیں"۔۔۔۔

اب وہ اقصی کو فرمائشی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔۔اقصی نے اثبات میں سر ہلایا اور بولی "ٹھیک ہے ہمیں کوئی مسئلہ نہیں"۔۔۔۔ سلیمان کچھ بولنے لگا تھا کہ اقصی نے اشارے سے اسے روک دیا۔

حیدر کی جانے کے بعد شام کو وہ دونوں ساتھ بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ کہ سلیمان بولا۔۔۔"تم نے حیدر کی خواہش پر ہاں کیوں کی؟؟ہم تو اس کا نام ماہی رکھیں گے "۔۔۔۔"ہم نہیں صرف میں"۔۔۔

اقصی ناک منہ چڑھا کر بولی۔۔۔ سلیمان اس کی کیوٹنس دیکھ مسکرایا اور بولا "کیا اب بھی ہم دونوں الگ ہیں؟"۔۔۔

اس کی بات پر اقصی چھنپ سی گئی۔۔۔"میرے پاس اس سے بھی اچھا آئیڈیا ہے"۔۔۔۔ سلیمان اقصی کی بات سن کر بولا۔۔۔"اور کیا ہے

آپ کا اچھا آئیڈیا؟"۔۔۔"نام ہو گا ماہیر سلیمان خان۔۔۔ہم سب کی ماہی اور حیدر کی ہیر ہو گئی نا ماہیر"۔۔۔

اس کے بات سن سلیمان دل کھول کر مسکرایا۔۔۔"واہ بیگم تم تو بہت سمارٹ ہو"۔۔۔"دیکھ لیں بس کبھی غرور نہیں کیا۔۔۔۔

اچھا سنیں۔۔۔ہم نا اپنی ماہی کی شادی حیدر سے کروائیں گے۔۔۔میں نے اس سے وعدہ کیا ہے میں اسے وہ پرنسس دوں گی۔۔۔تو آپ میری خواہش پوری کریں گے نا؟"۔۔۔"ارے یار ابھی وہ دنیا میں آئی نہیں پہلے تم اس کی شادی کی تیاریاں شروع کر دو"۔۔۔۔۔

سلیمان نے بات کو ہوا میں اڑانا چاہا۔۔۔"نہیں نہ آپ سمجھ نہیں رہے میں بہت سیریس ہوں کوئی مذاق کے موڈ میں نہیں۔۔۔میں چاہتی ہوں کہ ہم اس کا محافظ اسے بچپن میں ہی دے دیں تاکہ کل کو اس کا بچپن بھی ایک اقصی کریم کی طرح نہ گزرے۔۔۔حیدر کو پتہ ہو کہ اسے اپنے عزت کی حفاظت کیسے کرنی ہے اور وہ اس کی ذمہ داری ہے"۔۔۔۔

اب کے اقصی سنجیدہ انداز میں بولی۔۔۔۔سلیمان جانتا تھا اس کا بچپن ایک ٹروماٹک بچپن تھا۔

وہ عام بچیوں سے بہت الگ اور ڈری ہوئی رہتی تھی۔۔۔۔

اس لیے مزید کوئی بحث نہ کی۔۔۔

اور بس سر اثبات میں ہلانے پر اکتفا کیا۔۔۔۔۔

وقت گزرتا جارہا تھا جیسے جیسے دن گزر رہے تھے ویسے ویسے سلیمان کا ڈر قریب آتا جارہا تھا۔

وہ ہر روز رات کو خدا سے ان دونوں کی زندگی کی دعائیں مانگتا۔۔۔۔۔

مگر پھر بھی یہ ڈر دل سے نکل نہیں رہا تھا۔۔۔۔

وہ نہیں جانتا تھا قسمت میں اب کیا نیا موڑ آئے گا۔۔۔۔

ناجانے رات کا کون سا پہر تھا جب اس کی آنکھ کھلی۔

اسے لگا جیسے اس کا جسم تکلیف سے جل رہا ہو۔۔۔سارے جسم میں تیز درد کی لہر اٹھ چکی تھی۔۔۔

اس نے اپنے ہونٹوں کو کھول کر مدد کے لیے کچھ بولنا چاہا۔۔۔

مگر درد نے ساری طاقت نچوڑ لی۔۔۔۔

اس نے اپنا بایاں ہاتھ اٹھایا اور اپنی بائیں طرف سوتے ہوئے سلیمان کے سینے پر مارنے کی کوشش کی۔۔۔۔

اس کا جسم درد سے دوہرا ہوتا جا رہا

تھا۔۔۔"س۔۔۔۔۔لی۔۔۔۔۔مان"۔۔۔۔۔وہ بمشکل اس کا نام ٹوٹ کر ادا کر پائی۔۔۔اس کے ساتھ ہی اس کے منہ سے ایک چیخ نکلی۔۔۔۔جسے سن ہڑبڑا کر سلیمان اٹھا۔۔۔۔وہ درد سے دہری ہو رہی تھی یہ دیکھ سلیمان کا دل بند ہو گیا۔۔۔۔

وہ اسے اپنی باہوں میں اٹھائے ہسپتال کی طرف بھاگا۔۔۔۔

وہ ہسپتال کے سرد کوریڈور میں ادھر سے ادھر چکر لگا رہا تھا۔۔۔پاس ہی حماد بھائی، ان کی بیوی اور حیدر بیٹھے تھے۔

اس کا اضطراب کسی صورت کم نہیں ہو رہا تھا۔۔۔۔

وہ پچھلے دو گھنٹوں سے آپریشن تھیٹر کے اندر تھی۔

اور باہر سلیمان کی جان سولی پر اٹکی ہوئی تھی۔۔۔۔

آخر کار کتنے انتظار کی بعد آپریشن تھیٹر کے دروازے کھلے۔۔۔۔وہ ایک جھٹکے سے ڈاکٹر کی طرف بڑھا اور بولا۔۔۔۔۔"ڈاکٹر میری بیوی کیسی ہے"۔۔۔"مبارک کو آپکی بیٹی پیدا ہوئی ہے"۔۔۔۔۔

اور سلیمان خان کے گرد ساری دنیا ساکت ہو گئی۔۔۔۔اسے لگا جیسے ایک نئی روح اس کے اندر داخل ہوئی ہو۔۔۔۔اب نرس ایک سفید کمبل میں لپٹی بچی اس کی طرف لا رہی تھی۔۔۔۔مگر اسے ابھی تک اپنی بیوی کی پرواہ تھی۔۔۔۔اس نے اپنا سوال دہرایا تو ڈاکٹر نے بنا کچھ کہے اسے اندر جانے کا اشارہ کیا۔۔۔۔اس کا دل کسی انہونی کے خیال سے دھڑکا۔۔۔وہ بچی کو دیکھے بنا حماد بھائی کے حوالے کرتا ہوا اندر کی طرف بڑھ گیا۔۔۔۔۔

اندر داخل ہوا تو سامنے اقصی کا لاغر وجود مشینوں کی قید میں تھا۔۔۔ وہ بہت مشکل سے سانس لے رہی تھی۔۔۔۔

سلیمان کو لگا کسی نے اس کا دل چیر دیا ہو۔۔۔اتنے عرصے میں اسی بات سے تو ڈرتا آیا تھا وہ کہ اسے اس حالت میں کبھی دیکھنا نہ پڑے۔۔۔۔۔

وہ اس کے پاس بیٹھا اور پہلے دن کی طرح آج بھی نرمی سے اس کی گال پر ہاتھ رکھا۔۔۔

اپنے گال پر کسی کے ہاتھ کا لمس محسوس کر کے اس نے اپنی مندی مندی آنکھیں کھولیں۔۔۔اسے دیکھ اقصی آسودگی سا مسکرائی۔۔۔"آپ نے اسے دیکھا؟"۔۔۔وہ اپنی تخفیف آواز میں سوال پوچھ رہی تھی۔۔۔سلیمان نے نفی میں سر ہلایا اور بولا "نہیں دونوں ساتھ دیکھیں گے"۔۔۔اقصی کے چہرے پر عجیب سی پر سکونی تھی وہ سمجھ نہ سکا۔۔۔کہ وہ کیسا نور تھا۔۔وہ ڈاکٹر کہ ہاتھ میں ہی

اپنی بچی کو دیکھ چکی تھی شاید وہ جان گئی تھی کہ قسمت اسے مہلت نہیں دے گی دوبارہ دیکھنے کی۔۔"میں نے دیکھا ہے اسے اس کی آنکھیں بالکل آپ کی آنکھوں جیسی ہیں۔۔۔۔میرے پاس زیادہ وقت نہیں۔۔۔مجھے آپ سے بہت ساری باتیں کرنی ہیں۔۔۔آپ اس کا نام ماہیر رکھیے گا۔۔۔اور اسے وہ پیار بھی دیجئے گا جو میں نہ دے سکی۔۔۔۔اب آپ نے اسے ماں اور باپ دونوں بن کر پالنا ہے۔۔۔۔کیا آپ سچ میں دوسری شادی کر لیں گے؟!"۔۔۔۔۔۔اس کی باتوں سے سلیمان کا دل کٹ رہا تھا آخری بات سن نفی میں سر ہلایا اور بولا۔۔۔۔"نہیں میری جان میری تو زندگی ہی تم ہو۔۔۔میرے جینے کی وجہ ہی تم ہو۔۔تمھارے علاوہ میری اس زندگی میں کوئی دوسری عورت نہیں آئے گی۔۔۔ہم تینوں یہاں سے ساتھ اپنے گھر واپس چلیں گے"۔۔۔

اس کی بات سن اقصی مسکرائی۔۔۔"کیجیے گا بھی مت ورنہ قبر میں میری روح کو تکلیف ہو گی۔۔۔۔

اور ہاں جس دن آپ کو لگے کہ آپ اب مزید ماہی کی حفاظت نہیں کر سکتے اسی دن اس کا نکاح حیدر سے کروا دیجیے گا چاہے اس کی جتنی بھی عمر ہو۔۔۔آپ اسے حیدر کے حوالے کریں گے۔۔۔۔

بولیں کریں گے نا میری آخری خواہش پوری؟!"۔۔۔۔

سلیمان کی آنکھوں سے آنسو بہتے جا رہے تھے وہ اسے روکنا چاہتا تھا کہ خاموش ہو جاؤ۔کیوں کر رہی ہو ایسی باتیں میرا دل دکھتا ہے مگر آج وہ شاید اس کا دل توڑنے کی پوری پلاننگ کیے بیٹھی تھی۔۔۔۔

اس نے اپنے ہاتھ سے سلیمان کو اشارہ کیا سلیمان اس کے مزید قریب ہوا۔۔تو وہ اس کی کان میں بولی۔۔۔۔"مجھے آخری بار آپ کے سینے سے لگنا ہے آپ کے دل کی ڈھڑکن محسوس کرنی ہے پلیز لگائیں

نا"۔۔۔۔اب وہ آنکھوں میں التجا لیے بولی۔۔۔۔ سلیمان نے بہت نرمی سے اسے بٹھایا اور پھر اسے اپنے سینے میں بھینچ لیا کھونے کا ڈر دل پر حاوی تھا۔۔۔۔اس نے سب سے پہلے اس کے بالوں پر بوسا دیا ۔۔۔۔پھر اس کی پیشانی پر اس کے بعد اس کی دونوں آنکھوں پر اور اقصی کو ہمیشہ کی طرح یہ لمس اندر تک پر سکون کر گیا۔۔۔۔"پلیز ایسی باتیں مت کرو میرا دل دکھتا ہے تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔۔۔۔ تمھارے بغیر ہم دونوں کیسے رہیں گیں؟! ہمیں اکیلا چھوڑ کر کبھی مت جانا۔۔۔ ہماری ماہی کا کیا ہو گا پلیز اس کی خاطر کہیں مت جاؤ"۔۔۔

سلیمان کے لہجے میں تکلیف ہی تکلیف تھی آج ایک اٹھائیس سالہ مرد اپنی بیوی کو کھونے کے ڈر سے رو رہا تھا۔۔۔۔اقصی نے نرمی سے اپنا سر اس کے سینے پر رکھ دیا۔۔۔۔"آپ ہوں گے نا اس کے لیے آپ

دونوں ایک دوسرے کے لیے کافی ہیں۔۔۔۔۔میں آپ سے کہنا چاہتی ہوں۔۔۔۔کہ۔۔۔۔آپ دنیا کے سب سے بہترین شوہر ہیں۔۔۔۔میں نے اپنی زندگی کا آخری ایک سال جو آپ کے ساتھ گزارہ وہ میری زندگی کا بہترین وقت تھا۔۔۔۔

اور ایک آخری بات۔۔۔۔

اقصی۔۔۔۔سلیمان۔۔۔۔

اپنے۔۔۔۔شوہر۔۔۔۔سلیمان۔۔۔۔خان۔۔۔۔سے۔۔۔۔صرف ۔۔۔۔محبت۔۔۔۔۔ہی۔۔۔۔۔نہیں۔۔۔۔بلکہ۔۔۔۔۔بے۔۔۔۔انتہا۔۔۔۔

عشق۔۔۔۔کرتی۔۔۔۔۔ہے۔۔۔۔۔۔میری۔۔۔۔۔بیٹی۔۔۔۔کا ۔۔۔خیال۔۔۔۔رکھیے۔۔۔۔۔گا۔۔۔۔۔اسے۔۔۔۔۔کبھی۔۔۔۔۔ میری۔۔۔۔۔۔کمی۔۔۔۔۔محسوس۔۔۔۔۔مت۔۔۔۔۔

ہونے۔۔۔۔۔دیجیے۔۔۔۔گا۔۔۔۔نہ۔۔۔۔۔ہی۔۔۔۔۔
اسے۔۔۔۔کبھی۔۔۔۔نفرت۔۔۔۔۔کیجئے۔۔۔۔گا۔۔۔۔کہ
۔۔۔۔اس۔۔۔۔کی۔۔۔۔وجہ۔۔۔۔۔سے۔۔۔۔میں۔۔۔۔۔چلی
۔۔۔۔۔گئی۔۔۔۔اس۔۔۔۔۔سے۔۔۔۔۔بہت۔۔۔۔۔
محبت۔۔۔۔۔کرنی۔۔۔۔۔۔ہے آپ۔۔۔۔اس۔۔۔۔۔پر۔۔۔۔
کبھی۔۔۔۔سوتیلی۔۔۔۔۔ماں۔۔۔۔۔مت۔۔۔۔۔لایئے
گا۔۔۔۔میں۔۔۔۔دنیا۔۔۔۔۔سے۔۔۔۔جا۔۔۔۔۔رہی۔۔۔۔
ہوں۔۔۔۔۔آپ۔۔۔۔۔۔کے۔۔۔۔۔اس دل۔۔۔۔۔۔سے۔۔۔۔
نہیں۔۔۔۔۔میں۔۔۔۔ہمیشہ۔۔۔۔یہی۔۔۔۔۔رہوں گی
۔۔۔۔آپ کی۔۔۔۔پیاری۔۔۔۔۔۔بیوی"۔۔۔۔۔۔
آخر میں اقصی کا سانس پھول گیا۔۔۔۔۔اس نے سلیمان کی شرٹ کو
کمر سے مٹھی میں دبوچا۔۔۔۔۔جسم کی تکلیف سے آنکھوں میں آنسو

بھر آئے۔۔۔۔اور سلیمان ساکت کا ساکت رہ گیا۔۔۔۔اسے اقصی کی اتھل پتھل ہوتی سانسوں کی تپش اپنے سینے پر محسوس ہو رہی تھی۔۔۔

دونوں کی آنکھوں سے آنسو بہتے جا رہے تھے۔۔۔۔۔

اتنی تکلیف ہونے کے باعث بھی وہ اپنے شوہر کے سینے سے لگی پر سکون تھی۔۔۔۔ہاں وہ اپنی آخری سانسیں ان باہوں میں لینا چاہتی تھی۔۔۔۔۔۔

اس کی سانسیں اکھڑ رہیں تھیں جو وہ صاف محسوس کر سکتا تھا۔ابھی کچھ پل ہی گزرے تھے کہ اچانک سے بیڈ کے پاس سٹینڈ میں مشین سے بپ،بپ کی آوازیں آنی شروع ہوئیں۔۔۔۔۔۔

سلیمان کو لگا کے کسی نے اس کا دل جسم سے چیڑ کر نکال دیا ہو۔۔۔۔اقصی کے سانسوں کی تپش کم ہو رہی تھی۔۔۔اور اس کے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی پڑ رہی تھی۔۔۔۔۔

بس کچھ پلوں کا کھیل تھا اور اقصی کے ہاتھ جو ڈھیلے ہو گئے تھے وہ لڑکھتے ہوئے پہلو میں آ گرے اور اس کے ساتھ ہی سلیمان خان پاش پاش ہو گیا۔۔۔۔۔

اس نے اقصی کی سانسوں کی تپش محسوس کرنی چاہی۔۔۔۔۔مگر اب کی بار محسوس نہ کر پایا۔۔۔۔اسے لگا جیسے کسی نے اسے زندہ در گور کر دیا ہو۔۔۔۔۔۔اس کا دل اندر سے ٹوٹ کر کرچی کرچی ہو گیا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اس نے آہستہ سے اقصی کا سر اپنے سینے سے تھوڑا سا ہٹا کر پیچھے کیا اس کا چہرہ سامنے کیا تو وہ آنکھیں بند ہو چکیں تھیں۔۔۔۔

اس نے اپنے دائیں ہاتھ سے اقصی کا گال تھپتھپایا۔۔۔۔"دیکھو میری جان ایسے مزاق مت کرو۔۔۔ہماری بیٹی باہر ہمارا انتظار کر رہی ہے۔شاباش اٹھ جاؤ ابھی ہمیں گھر بھی جانا ہے"۔۔۔۔۔مگر آج وہ نہ اٹھی۔۔۔کافی دیر تک جب اقصی کے جسم میں کوئی حرکت نہ ہوئی تو وہ ڈاکٹر ڈاکٹر کرتا ہوا چلانا شروع ہو گیا ہے۔۔۔۔

ڈاکٹر نرس بھاگتی ہوئیں آئیں۔۔۔۔۔۔اب وہ سلیمان کو اقصی سے دور ہونے کا کہہ رہے تھے۔۔اور وہ چلا کر ان کو اقصی کو چیک کرنے کا کہہ رہا تھا۔۔۔

اقصی سے ایک بھی انچ پیچھے نہ ہٹا۔ڈاکٹر نے اس کی باہوں میں ہی اسے چیک کیا۔۔۔اس کی دھڑکن نہ ملی۔وہ ہوتی تو ملتی وہ تو بہت دیر پہلے ہی اپنے شوہر کے سینے سے لگی اسے دے چکی تھی۔۔۔۔

وہ اب ڈاکٹر کے بولنے کا انتظار کر رہا تھا۔۔۔

"I am sorry she is no more"....ڈاکٹر کا ہاتھ اپنے پہلو میں آگیا اور بہت دکھ کے ساتھ بولی یہ سن کر اس کا دماغ پھٹنے..... کے قریب آگیا۔۔۔"کیا بکواس کر رہی ہو میری بیوی کو کچھ نہیں ہو سکتا"۔۔۔اس کی دھاڑ ہاسپٹل کے کمرے میں اتنی اونچی آواز میں گونجی کے نرس تک سہم گئی۔۔۔۔"اقصی میری جان آنکھیں کھولو دیکھو ڈاکٹر کیا بکواس کر رہی ہے"۔۔

وہ جتنے غصے سے ان پر دھاڑا تھا اب اتنے ہی پیار سے اپنی بیوی سے مخاطب ہوا۔۔۔۔

اور وہ ڈاکٹر اور نرسیں حیرانی سے اس شخص کو دیکھ رہیں تھیں۔۔

وہ پیار سے بار بار اسے بلا رہا تھا کبھی اس کا چہرہ تھپتھپاتا۔۔۔

مگر کافی دیر بعد بھی اقصی کے جسم میں کوئی حرکت نہ ہوئی۔۔۔

اور سلیمان حاکم خان جسے جینے کی ایک فیصد امید تھی وہ بھی چھنا کے سے ٹوٹ گئی۔۔۔۔

وہ سب باہر نکل گئی۔۔۔۔

وہ دیوانہ وار آگے اقصی کے چہرے کو چوم رہا تھا۔۔۔۔

اسے اپنے سینے سے لگا رہا تھا۔۔۔ نہیں وہ اپنی بیوی کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔۔۔۔ایک منٹ اس کا چہرہ نہ دیکھتا تو سکون نہ ملتا تھا وہ کیسے اس کے بغیر رہے گا؟۔۔۔۔

ہاں اس کے بغیر جینا بھی کوئی نا تھا۔۔۔"سلیمان خان تمہیں زندہ رہنے کا حق نہیں تمہیں بھی مر جانا چاہیے"۔۔مگر اچانک کانوں میں اس کی آواز پڑی۔۔۔۔"آپ میری بیٹی کا خیال رکھیں گے نا"۔۔۔۔

وہ مرنے سے پہلے اس کے ہاتھ باندھ گئی تھی۔وہ بے بس سا ہو گیا ہے۔۔۔۔۔

اس کی ساری دنیا ہی ختم ہو گئی تھی۔۔۔۔

آج ایک اور ماں جیت گئی۔اور وہ کسی ٹوٹے بکھرے ہارے ہوئے شخص کی طرح رہ گیا۔۔۔اس نے بہت پیار سے دوبارہ اقصی کو اپنے سینے سے لگا لیا اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع ہو گیا۔۔۔

اس نے تو بہت دعائیں مانگی تھیں۔۔۔مگر شاید اس کی دعاؤں میں وہ ڈر حاوی ہو گیا تھا۔آج وہ ڈر سچائی کا روپ لے کر اس کے سامنے کھڑا تھا۔۔۔اس کا دماغ سن ہو چکا تھا۔۔۔اسے کوئی حرکت کوئی آواز کچھ

بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا۔۔اگر کچھ محسوس ہو رہا تھا تو وہ بس اس کی بے جان بیوی کا جسم تھا جو اس وقت اس کی باہوں میں تھا۔۔۔باقی ارد گرد دنیا ساری کی ساری ختم ہو چکی تھی۔۔۔۔نہ جانے کتنا وقت گزر گیا وہ ویسے کا ویسا ہی بیٹھا رہا۔۔۔۔وہ جانتا تھا کہ یہ آخری بار ہے اس کے بعد کبھی وہ یہ لمس محسوس نہیں کر سکے گا۔۔۔۔

وہ آنکھیں جن سے سلیمان خان کو عشق تھا وہ آج ہمیشہ کے لیے بند ہو چکی تھیں۔

اب وہ کبھی ان خوبصورت

آنکھوں کو نہیں دیکھ پائے گا۔۔۔۔۔

اس نے آہستہ سے اقصی کے وجود کو واپس بیڈ پر لٹا دیا۔

اور کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا۔۔۔

باہر ہی حماد صاحب اور نور بیگم بہت بے چینی کی عالم میں بیٹھے تھے۔

بچی بھابھی کے ہاتھ میں تھی۔

حیدر بہت خوش تھا اس کی چھوٹی ماما نے اس سے کیا وعدہ پورا کر دیا تھا۔اب وہ اس کی ہیر تھی اس کی پرنسس۔۔۔

وہ جیسے ہی کمرے سے باہر نکلا

اس کی حالت دیکھ ان دونوں کے دل دہل گئے۔۔۔انہیں لگا جیسے کچھ بہت برا ہو چکا ہے۔۔۔

حماد بھائی اس کی طرف بڑھے وہ ایک جھٹکے سے ان کے سینے سے لگ گیا اور اونچی آواز میں رونا شروع ہو گیا۔۔۔

اب وہ ہچکیوں سے رو رہا تھا۔۔

اور ہسپتال کا پورا کوریڈور اس کی ہچکیوں کی آواز سے گونج رہا تھا۔۔۔

نور بھابھی کو لگا جیسے کسی نے ان کا کلیجہ نکال لیا ہو۔۔۔انہوں نے بے اختیار اس بچی کے چہرے کو دیکھا تو اسے اپنے سینے میں چھپا لیا۔۔۔۔کیا وہ اپنی ماں سے محروم ہو گئی تھی؟۔۔۔

حماد بھائی سے اسے سنبھالنا مشکل ہو گیا۔۔۔"وہ چلی گئی بھائی۔۔۔۔ مجھے زندہ مار کر چلی گئی۔۔۔۔میں نے بہت کہا، مت جاؤ میں مر جاؤں گا اس کے بغیر۔۔۔بھائی اس نے میری نہیں سنی۔۔۔۔میں کیسے رہوں گا اس کے بغیر۔۔۔

بھائی کچھ کریں میرا دل بند ہو رہا ہے"۔۔۔۔۔

اسے اتنا ٹوٹا بکھرا دیکھ ان دونوں میاں بیوی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔۔۔

کوریڈور اب بھی ہچکیوں کی آواز سے گونج رہا تھا مگر ان دونوں کے پاس تسلی کا ایک لفظ تک نہ تھا۔

بھابھی تو ساکت ہی رہ گئیں۔۔۔۔

لوگوں کی آوازیں شور و گل بولنے کی باتوں کی آواز دماغ کہاں کچھ پروسیس کر پا رہا تھا۔اگر کچھ سن رہا تھا تو وہ صرف سلیمان خان اور اس کے رونے کی آواز تھی۔

کچھ دیر بعد وہ اپنے ہاتھوں میں اپنی بیوی کا وجود بھرتا ہوا۔۔۔لایا اور حماد بھائی کے ساتھ ان کی گاڑی میں پچھلی سیٹ پر اسے اپنی باہوں میں بھر کر بیٹھ گیا۔۔۔ایمبولنس میں اس کے وجود کو لے جانا اس کی بیوی کی توہین تھی۔۔۔۔

اس کے بعد پیچھے سب خالی رہ گیا۔۔۔۔گاڑی جا چکی تھی اس چھوٹے سے گھر میں جہاں ہر وقت اس لڑکی کے قہقوں کی آواز گونجتی تھی آج وہ قہقے کہیں نہ تھے۔۔۔۔۔

آج اقصی کی موت کو تین دن ہو چکے تھے۔

ان تین دنوں میں وہ اتنا رویا تھا کہ اب تو شاید آنسو بھی سوکھ چکے تھے۔۔

اس کی حالت ایک ہارے ہوئے جواری جیسی ہو گئی تھی۔۔۔۔

وہ گھنٹوں گھنٹوں اس کی قبر پہ بیٹھا رہتا۔۔۔اس سے باتیں کرتا کبھی واپس آنے کو کہتا، کبھی اٹھ جانے کو کہتا۔

مگر وہ کہاں اس کے کسی بھی سوال کا جواب اب دے سکتی تھی۔۔۔۔

اگر گھر آجاتا تو گھر کاٹ کھانے کو دوڑتا۔۔۔اسے ہر طرف وہ چلتی پھرتی، کام کرتی، ہنستی مسکراتی نظر آتی۔۔

وہ گھنٹوں کمرے کا دروازہ بند کر کے اندھیرے میں بیٹھ کر روتا رہتا۔۔۔۔

نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی کھانے کا نوالہ اس کے بغیر کہاں اترتا تھا گلے سے۔اب وہ اپنے ہاتھوں سے اس کے لیے مزیدار کھانے بنا کر اسے کبھی بھی نہیں کھلائے گی۔

ابھی بھی وہ کمرے کے فرش پر ساکت بیٹھا تھا۔

دماغ میں صرف اس کی ہی باتیں چل رہی تھیں اس کا بولنا۔اس کا ہنسنا۔

اس کا فرمانش کرنا۔اس کا ناراض ہونا۔۔۔۔

اور پھر اچانک دیکھتے ہی دیکھتے اس کے دماغ میں ایک آواز

پڑی۔۔۔"میری بیٹی کا خیال رکھیے گا"۔۔۔۔

اور سلیمان کی ساری دنیا ساکت ہو گئی وہ بھول گیا تھا اب تو اس کی ایک

بیٹی بھی تھی۔۔۔

اس نے اپنی بیٹی کو ایک بار بھی نہیں دیکھا تھا۔۔۔۔وہ کہاں

تھی۔۔۔۔اقصی تو اپنی بیٹی اس کے حوالے کر کے گئی تھی۔۔۔

اچانک اسے اپنی بیٹی کی فکر لاحق ہو گئی۔۔۔۔وہ اندھا دھند کمرے سے

نکلا اور گھر سے بھی باہر نکل گیا۔۔۔۔اس کی بیٹی کہاں ہو گی۔۔۔۔ہاں

نور بھا بھی ضرور جانتی ہوں گی۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

شاید رات کے نو بجے کا وقت تھا۔۔۔وہ سب لاؤنج میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔۔۔۔

جب وہ لاونج کے دروازے سے اندھا دھند بھاگتا ہوا اندر آیا۔۔۔

اس کی حالت بہت خراب تھی۔۔۔۔آنکھوں کے نیچے ہلکے، لال سوجی ہوئی آنکھیں۔۔۔ماتھے پر بکھرے بال۔۔۔۔شاید کپڑے بھی دو دن سے بدلے نہیں تھے۔۔۔ہاں وہ کیسے ان کپڑوں کو اپنے جسم سے علیحدہ کرتا جس میں اس کی بیوی کی خوشبو تھی۔۔۔جس میں آخری بار اس کے گلے لگی تھی۔۔۔

اپنے بیٹے کی حالت دیکھ رقیہ بیگم کا دل پھٹنے کے قریب آگیا۔۔۔۔

اس نے لاؤنج میں کسی بھی شخص پر نظر ڈالے بغیر سیدھا بھابھی کی طرف قدم بڑھائے۔۔۔"بھابھی میری بچی کہاں ہے؟"۔۔۔۔ اس کی آواز میں ایسی تڑپ تھی کہ لاونج میں کوئی شخص بھی کچھ بول نہ پایا۔۔۔

بھابھی بنا کچھ کہیں بہت خاموشی سے اٹھیں اور اوپر اپنے کمرے کی طرف چل دیں۔۔۔۔۔۔

وہ اضطرابی کیفیت میں لاؤنج میں چکر کاٹنے لگا۔۔۔۔

اسے اقصی کی باتیں یاد آرہی تھیں "اگر میری یاد آئے تو اسے دیکھ لیجئے گا"۔۔۔۔ سلیمان کو لگا اگر ابھی کی ابھی اس نے اپنی بیٹی کو نہ دیکھا تو شاید وہ مر ہی جائے گا۔۔۔۔۔

وہ دو دن سے حویلی میں ہی تھی۔۔۔ سلیمان کی حالت کے پیش نظر اماں اور نور بچی کو حویلی لے آئی تھیں۔۔۔۔ حیدر تو 24 گھنٹے اس کی نگرانی کو بیٹھا رہتا۔۔۔۔ وہ ذرا سا روتی تو حیدر کی جان پر بن آتی۔۔۔۔۔ اسے اپنی چھوٹی ماما بہت یاد آتی تھی۔۔۔۔ اسے اس کی ماں نے بتایا تھا کہ اس کی چھوٹی ماما نے اس کی پرنسس کو دینے کے لیے اپنی جان کی قربانی دی ہے۔۔

اس لیے یہ پرنسس بہت خاص ہے۔

اور حیدر کو وہ چھوٹی ماما کی کاپی لگ رہی تھی۔۔۔۔ سوائے آنکھوں کے باقی سب کچھ وہ اپنی ماں سے لے چکی تھی۔۔۔

تھوڑی دیر بعد بھابھی سیڑھیاں اترتی ہوئی دکھائی دیں۔۔۔۔

ان کے ہاتھ میں چھوٹے سے گلابی کمبل میں لپٹا وہ نازک وجود تھا۔۔۔وہ وجود جس کی وجہ سے اس کی بیوی خود غرض ہو گئی تھی۔۔۔۔۔

سلیمان کے دل کے احساسات عجیب ہو رہے تھے۔۔۔اس کا دل بہت زور سے دھڑک رہا تھا۔۔۔۔

وہ چاہ کر بھی ایک قدم نہ اٹھا پایا۔۔۔۔

اب اس نے بھابھی کو اپنی طرف بڑھتا ہوا دیکھا۔۔۔۔

اب وہ بچی کو اس کی طرف بڑھا رہیں تھیں۔۔۔۔

اور اس شخص کے ہاتھ کانپ گئے۔۔۔

اس نے بہت مشکلوں سے اپنے اپنے کانپتے ہاتھوں کو پھیلایا۔

اور اس نازک وجود کو اپنی باہوں میں بھر لیا۔۔۔۔

بہت آہستہ سے اس کا چہرہ اپنی آنکھوں کے سامنے کیا۔۔۔

وہ میدے کے سفید رنگت جیسی بچی بہت زیادہ خوبصورت تھی۔۔۔اس میں صاف اقصی کی جھلک تھی۔۔۔۔وہ بالکل اپنی ماں پر گئی تھی۔۔۔۔ سلیمان نے بہت نرمی سے اس کا چہرہ اپنے چہرے کے قریب کیا۔۔۔اور اپنے سلگتے لب اپنی بیٹی کی پیشانی پر رکھ دیے۔۔۔۔

اسے لگا جیسے وہ سالوں صحرا میں تپتا وجود ٹھنڈی چھاؤں میں آگیا ہو۔۔۔۔

ہاں وہ وہی تھی وہ اسے دوبارہ دے دی گئی تھی۔۔۔وہ اس کی بیوی کے جسم کا ٹکڑا تھی۔۔۔اس کی رگوں میں دوڑتا خون سلیمان کا تھا۔۔۔۔

اسے لگا جیسے وہ اسے دوبارہ پا چکا ہو۔۔۔۔پہلے بیوی کے روپ میں اب وہ احساس بن کر بیٹی کے روپ میں سامنے تھی۔۔۔۔۔

اس کی آنکھوں سے آنسو لگاتار بہہ رہے تھے۔۔۔جو اس نازک وجود کے چہرے پر گر رہے تھے۔۔۔

اس نے کسمسا کر اپنی آنکھیں کھولیں۔۔۔۔

دونوں کی نظریں ملیں۔۔۔۔دونوں کی آنکھیں ہو بہو ایک جیسی تھیں۔۔۔۔

بچی نے آج پہلی بار اپنے باپ کا لمس محسوس کیا تھا وہ جیسے پر سکون ہو چکی تھی۔۔

سلیمان نے اسے سینے سے لگایا۔۔۔۔گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھتا چلا گیا۔۔۔اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔۔۔

خاموش لاؤنج میں اب اس کی ہچکیوں کی آواز گونج رہی تھی۔۔

اور اس کے ماں باپ کا کلیجہ منہ کو آرہا تھا۔

وہ باپ لاکھ بیٹے سے خفا صحیح مگر اس کو اس طرح ٹوٹے بکھرے دیکھ کر اس باپ کا دل بھی ریزہ ریزہ ہو رہا تھا۔۔۔

اس کی ماں آگے بڑھی اور اپنے بیٹے کو سینے سے لگالیا۔۔۔

وہ ماں کے سینے سے لگا مزید اونچی آواز میں رونے لگا۔۔۔۔"اماں میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔وہ جانتی تھی کہ وہ میری سانسوں کی ضمانت ہے۔وہ کیوں چلی گئی مجھے چھوڑ کر۔۔۔وہ میری زندگی کی روشنی تھی اس کے بعد یہ دنیا اندھیری ہے۔۔۔وہ میرا سب کچھ لے کے جا چکی ہے۔۔

میں اس کے بغیر ایک پل نہیں جیتا تھا اور اب ساری زندگی کیسے جیوں گا۔۔۔۔اماں وہ کوئی عام لڑکی نہیں تھی۔۔۔وہ آپ کے بیٹے کا عشق تھی۔۔۔کیا کوئی ایسے بھی چھوڑ کر جاتا ہے جیسے وہ چلی گئی۔۔۔۔اماں میں اسے کہاں سے ڈھونڈ کر واپس لاؤں گا اس کے بغیر مجھے سکون نہیں آتا۔۔۔۔اماں آپ اسے کہیں نا پلیز وہ واپس آ

جائے۔۔۔۔آپ اسے کہیں سے بھی ڈھونڈ کر واپس لیں آئیں نا میرے لیے۔۔۔۔پلیز ورنہ میں مر جاؤں گا۔۔۔۔میرا دل درد سے پھٹ رہا ہے"۔۔

ماں اپنے بیٹے کی حالت پر بے آواز رونے لگیں۔۔۔۔۔

وہ اب تک بچی کو سینے سے لگا کر وہیں فرش پر بیٹھا تھا۔۔۔۔

ناجانے کتنے پلوں کے بعد اس نے اپنے آنسو صاف کیے بیٹی کو لے کر اٹھ گیا۔۔۔۔

اب وہ لاونج کے دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔۔

اس سے پہلے کے دروازہ پار کرتا اماں کی اواز آئی۔۔۔۔"بچی کو لے کر کہاں جا رہے ہو بیٹا"۔۔۔

ماں کی آواز پر وہ رکا ضرور مگر پلٹا نہیں۔۔۔۔"اپنے گھر جہاں وہ ہے اس کی یادیں ہیں اور سکون ہے"۔۔۔۔اماں کو وہ نیم مردہ لگ رہا

تھا۔۔۔"بیٹا ابھی وہ بہت چھوٹی ہے۔۔۔تم اسے لے کر یہیں حویلی میں رہ لو یہاں ہم سب مل کر بچی کا خیال رکھ سکیں گے"۔۔۔۔

اس بات پر سلیمان کے چہرے پر تلخ مسکراہٹ آئی۔۔۔۔"اپنے سردار شوہر سے پوچھ لیں۔۔۔کہ کیا میری بیٹی کی اس حویلی میں کوئی جگہ ہے یا میری بیوی کی طرح اسے بھی اس حویلی سے نکال دیں گے۔۔۔۔مگر اب ان سب کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔جس حویلی میں میری بیوی کے لیے کوئی جگہ نہ تھی۔۔میں اپنی بیٹی کو اس جگہ نہیں رکھوں گا۔۔۔۔وہ میرے ساتھ میرے گھر جائے گی وہاں جہاں اس کی ماں کی یادیں ہیں۔۔۔۔۔یہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے میں اس کا بہتر خیال رکھ سکتا ہوں اس کے لیے مجھے کسی کی ضرورت نہیں"۔۔۔۔۔۔

مزید ایک لفظ بولے سنے وہ لاؤنج کا دروازہ پار کر گیا۔۔۔۔

حاکم صاحب کو لگا جیسے وہ ان کے منہ پر لفظوں سے تماچہ مار کر گیا ہو اس کے لفظوں میں بہت کاٹ تھی۔۔۔۔وہ کرسی پر ڈھے گئے۔۔۔۔۔ان کو اپنا یہ بیٹا سب سے زیادہ عزیز تھا۔۔۔۔ مگر ایک سال ہو چکا تھا ان کے اس بیٹے نے نہ ان کی طرف کبھی دیکھا تھا نہ ان کو کبھی مخاطب کیا تھا۔۔۔۔۔

پیچھے خاموش لاؤنج رہ گیا۔۔۔۔۔۔

Zubi Novels Zone

(ماضی)

سلیمان ماہی کو لیے واپس گھر آ چکا تھا۔

اب اسے دنیا کے کسی کونے میں سکون اگر مل سکتا تھا تو وہ صرف اس کا یہ گھر تھا۔

بچے کی ضرورت کی ساری چیزیں پہلے سے ہی اقصی نے خرید کر رکھی تھیں۔

اور وہ اکثر اسے نیٹ سے چھوٹے بچوں کو کس طرح ٹریٹ کرتے ہیں اس کے طریقے نکال کر دکھاتی تھی۔

اکثر کام کرتے ہوئے بھی اسے بتاتی رہتی فلاں چیز یہاں پڑی ہے فلاں چیز وہاں پڑی ہے۔۔۔ جیسے وہ کہیں چلی جائے گی۔

شاید وہ پہلے سے ہی جانتی تھی کہ اس کی موت یقینی ہو گی۔

باہر رات گہری سی گہری ہوتی جا رہی تھی۔۔۔وہ اپنے کمرے میں لیٹا سینے پہ اپنی بیٹی کو سلائے۔۔اپنے موبائل کی سکرین پر اقصی کی تصویر دیکھ رہا تھا۔

یہ ان کی شادی کے ایک ماہ بعد کی تصویر تھی۔

اس کے دوست کی بہن کے نکاح کی۔ساتھ والا گھر ان کا ہی تھا۔

وہ پہلی بار سلیمان کی بیوی کی حیثیت سے کسی فنکشن میں گئی تھی۔۔۔

کاسنی رنگ کی خوبصورت فراک میں سر پر اچھے سے حجاب کیے دوپٹہ کندھوں پر ڈالے سلیمان کے ساتھ کھڑی اس تصویر میں وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

اس کی آنکھوں میں بہت خوبصورت چمک تھی وہ دونوں ایک ساتھ بالکل مکمل لگ رہے تھے۔

سلیمان کو کچھ ماہ پہلے کی رات یاد آئی۔۔۔۔اس رات وہ اسے 12 بجے جگا رہی تھی۔۔۔۔"آپ اٹھ کیوں نہیں رہے۔۔۔پلیز اٹھیں نا"۔۔۔۔اس کی اس قدر پریشان آواز پر سلیمان فوراً سے اٹھا۔۔۔۔اور اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرا۔۔۔۔"کیا ہوا میری جان تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟"۔۔۔۔۔وہ پریشان ہی تو ہو گیا تھا اسے لگا شاید اقصی کی طبیعت ٹھیک نہیں۔۔۔۔۔"مجھے ابھی آئس کریم کھانی ہے"۔۔۔۔یہ سن سلیمان کا دماغ بھک سے اڑا۔۔۔۔۔"کیا تم نے رات کے 12 بجے مجھے آئس کریم کھانے کے لیے اٹھایا ہے"۔۔۔۔۔وہ حیران ہی تو ہو گیا تھا۔۔۔۔"ہاں بس مجھے ابھی کھانی ہے میرا دل چاہ رہا ہے"۔۔۔۔۔

وہ عجیب فرمائشی انداز میں بولی۔۔۔اس حالت میں وہ کافی چڑچڑی رہتی تھی۔۔۔۔"میری جان صبح لادوں گا ابھی اتنی رات کو میں کہاں سے لاؤں!"۔۔۔۔۔اس نے پیار سے ہینڈل کرنا چاہا۔۔۔"نہیں مجھے ابھی کھانی ہے آپ کیسے شوہر ہیں میرے لیے ایک کام نہیں کر سکتے؟"۔۔۔۔۔"میں بہت اچھا شوہر ہوں مگر تم کیسی بیوی ہو آدھی رات کو شوہر کو پریشان کر رہی ہو"۔۔۔۔اس بات پر وہ غصے سے بولی۔۔"اچھا میں اچھی بیوی نہیں ہوں۔۔۔تو ایک کام کیوں نہیں کرتے۔دوسری شادی کر لیں اور اچھی بیوی لے آئیں میں تو اچھی ہوں ہی نہیں۔۔۔۔

اس کی بات سن سلیمان مسکرایا"مطلب تم مجھے ان ڈائریکٹلی دوسری شادی کی اجازت دے رہی ہو؟۔۔اقصی جل بھن کر بولی۔۔۔"میری بلا سے دوسری کریں یا چوتھی جب میں اچھی ہوں

ہی نہیں تو جو مرضی کریں"۔۔۔۔اب سلیمان اسے تپاہ رہا تھا۔۔۔"نہیں اب تم خود ہی اجازت دے رہی ہو تو میں سوچ رہا تھا۔ کلثوم بھابھی تو پہلے ہی ہتھیلی پر سرسوں جما کر بیٹھی ہیں تو ان کی بہن سے ہی کر لیتا ہوں"۔۔۔یہ سن کر اقصی کی آنکھوں میں نمی اکٹھی ہو گئی ۔۔۔"جب میں مر جاؤں گی ناتب میری بلا سے جس سے مرضی کر لیجیے گا"۔۔۔اس کے مرنے کی بات پر اندر سے دل چھلنی ہو جاتا تھا۔۔۔مگر بظاہر وہ مسکرا کر بولا۔۔۔"اب تم آئے روز ہی مجھے چھوڑ کر جانے کی باتیں کرتی ہو تو ظاہری سی بات ہے نا اکیلا تو رہوں گا نہیں تو کر لوں گا دوسری شادی"۔۔۔۔۔اب کی بار اقصی نے تکیہ اٹھا کر اسے دے مارا۔۔۔"صرف ایک آئس کریم کھانے کی فرمائش کی تھی۔آپ تو دوسری شادی تک پہنچ گئے۔۔۔

اب آپ مجھ سے دس فٹ کی دوری پڑ رہیے گا اور جائیں دوسری بیوی کے پاس اور اس سے چپکیں"۔۔۔۔۔

وہ غصے سے منہ پھلا کر دوسری طرف رخ پھیر کر لیٹ گئی۔۔۔۔ سلیمان اٹھ کر اس کے قریب ہوا اور اس سے لپٹ کر لیٹ گیا ہے۔۔۔۔ وہ چڑ ہی گئی۔۔۔"میں کہہ رہی ہوں دور رہیں مجھ سے"۔۔۔۔"نہیں رہ سکتا سمجھا کرو"۔۔۔۔۔۔یہ کہتے ساتھ اس نے اقصی کو اپنے حصار میں لیا اور پکڑ مضبوط کی۔۔۔۔ وہ ابھی بھی غصے سے منہ پھلائے بیٹھے تھی۔۔۔۔۔"جائیں دوسری بیوی کے پاس مجھے نہیں بات کرنی آپ سے"۔۔۔۔۔۔"نہیں میں تو اپنی پیاری بیوی سے دور نہیں جا سکتا تمہارے علاوہ کوئی اور اچھی ہی نہیں لگتی"۔۔۔۔"لگتی ہے نا آپ کو وہ کلثوم بھابی کی بہن"۔۔۔۔۔وہ جل رہی تھی یہ دیکھ سلیمان دل کھول کر مسکرایا۔۔۔۔۔"اگر وہ اچھی لگتی تو آج کیا تم

یہاں ہوتی!؟"۔۔۔اس جواب پر اقصی کچھ پل تو بول ہی نہ
پائی۔۔۔سلیمان نے نرمی سے اس کی پیشانی چومی۔۔۔"شاباش سو
جاؤ صبح پکا 2 آئس کریم لادوں گا"۔۔۔۔۔۔
اور واقعی اگلی صبح اس نے پہلا کام 2 آئس کریم لانے کا ہی کیا تھا۔۔۔۔۔

ایک چھناکے کے ساتھ ماضی کا بلبلہ تحلیل ہو گیا۔۔۔۔کمرہ وہی تھا،
جگہ وہی تھی، بیڈ وہی تھا وہ خود بھی وہی تھا، مگر بس وہ نہیں
تھی۔۔۔۔۔پھر وہ اسے ہسپتال کے بیڈ پر سوال کرتی نظر
آئی۔۔۔اس رات سلیمان کے مذاق میں کہی گئی بات کو وہ دل پر لے
چکی تھی۔۔۔اسے لگا شاید وہ دوسری شادی کر لے گا۔۔۔
مگر سلیمان خان کی زندگی میں تو اقصی سلیمان کے علاوہ اب کوئی
دوسری عورت نہیں آسکتی تھی۔اور یہ تہہ تھا۔

اس کے پاس بس کچھ یادیں ہی تورہ گئی تھیں۔۔۔

اس کی بیٹی نے اسے ذرا بھی تنگ نہ کیا۔۔۔اوراب وہ دودھ پینے کے بعد بہت سکون سے سورہی تھی۔۔۔۔

تین دن بعد آج اس کواپنے سینے میں بہت سکون محسوس ہورہا تھا۔ ہاں اس کی بیوی نے بالکل ٹھیک کہا تھا کہ وہ دونوں باپ بیٹی ایک دوسرے کے لیے کافی تھے۔۔۔

دن گزر رہے تھے سلیمان اپنی بیٹی کا دھیان بہت اچھے سے رکھ رہا تھا۔۔۔وہ بہت چھوٹی تھی۔وہ اس کو کسی نازک گڑیا کی طرح ٹریٹ کر

رہا تھا۔اقصی کی خواہش کے مطابق اس کا نام وہ ماہیر سلیمان خان رکھ چکا تھا۔

کالج جانا تو وہ اسی دن چھوڑ گیا تھا جس دن اس کی بیوی اس دنیا سے گئی تھی۔

اب وہ بچوں کو گھر پر ہی ٹیوشن پڑھانا شروع کر چکا تھا۔

وہ اپنی بیٹی کو ایک منٹ کے لیے بھی اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

بھابھی اور حیدر کبھی کبھار آتے اور اکثر سارا دن حیدر اپنی ہیر کے ساتھ کھیلتا رہتا۔

وہ پوری کوشش کر رہا تھا اپنی بیوی کو شکایت کا موقع نہ دے۔۔۔۔وہ اپنی بیٹی کو ماں اور باپ دونوں کا پیار دے رہا تھا۔۔۔

ماہیر دوماہ کی ہو چکی تھی۔

جب کبھی حیدر کا دل کرتا تو وہ ضد کر کے سلیمان کو ہیر کے ساتھ حویلی بلا لیتا۔۔۔۔

آج بھی سلیمان بیٹی کو لیے حویلی آیا ہوا تھا۔

اب ماہیر نوربھابھی کے پاس تھی۔وہ بالکل کسی ماں کی طرح اس کا خیال رکھتی تھیں۔

اور حیدر خوشی خوشی اس کے ننھے ہاتھوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔

اسے اپنی پرنسس بہت زیادہ پسند تھی۔

سلمان نیچے لاؤنج میں اپنی ماں کے پاس بیٹھا تھا۔

اتنے میں لاؤنج کے دروازے سے حاکم خان اندر داخل ہوئے۔

ان کو دیکھتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا اور سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

اس سے پہلے کہ سلیمان پہلی سیڑھی پر قدم رکھتا حاکم خان کی آواز نے اس کے قدم روک دیے۔ "سلیمان بیٹھو مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے"۔۔۔

وہ خاموشی سے واپس آیا اور آکر لاؤنج کے صوفے پر بیٹھ گیا وہ اس وقت کسی بھی قسم کی بحث نہیں کرنا چاہتا تھا۔

حاکم صاحب اس کے پاس آئے اور بیٹھے اب وہ دونوں باپ بیٹے آمنے سامنے بیٹھے تھے۔

سلیمان نے اپنے باپ کی طرف نہیں دیکھا وہ بس سیڑھیوں سے اوپر اس کمرے کی سمت دیکھ رہا تھا۔ جس کے اندر اس کی بیٹی اس وقت حیدر کے ساتھ کھیل رہی تھی۔

لاؤنج کی خاموشی کو حاکم خان کی آواز نے توڑا "بیٹا اب تم شادی کر لو"۔۔۔۔

اس نے ایک جھٹکے سے ایک سال کے بعد آج اپنے باپ کی طرف یوں دیکھا جیسے ان کی دماغی حالت پر شبہ ہو۔۔۔۔

ان کی بات سن سلیمان بے اختیار ہنسا اور پھر ہنستا ہی چلا گیا۔۔

اس کی ہنسی کی آواز اتنی اونچی تھی کہ سارے حیرانی سے لاونج میں آگئے۔ مگر اس کی وہ ہنسی کھوکھلی تھی۔ بہت دیر بعد اپنی ہنسی کو قابو کرنے کے بعد بولا۔ "شاید آپ بھول چکے ہیں سردار صاحب تو میں یاد کرواتا چلوں میری شادی ہو چکی ہے اور میں ایک بیٹی کا باپ ہوں۔

ویسے آپ بھی کمال ہیں۔ کبھی کہتے ہیں بیوی کو طلاق دو کبھی کہتے ہیں شادی کرو۔۔۔ مگر میں پہلے بھی بتا چکا تھا یہ میری زندگی ہے اسے میں اپنی مرضی سے گزاروں گا"۔۔۔۔۔وہ آج بھی ان سے سردار کی حیثیت سے بات کر رہا تھا باپ کی حیثیت سے نہیں۔۔۔"بیٹا وہ اس دنیا سے جا چکی ہے اس لیے کہہ رہا ہوں کہ بچی کو ایک ماں کی ضرورت ہے۔اس کی خاطر دوسری شادی کر لو ایک عورت آئے گی تو بچی کو ماں کی طرح پالے گی"۔۔۔۔اب کی بار سلیمان کو لگا جیسے وہ اس کے کانوں میں پگلتا ہوا سیسا انڈیل رہے ہوں۔۔۔۔آنکھوں کے سامنے ہسپتال کا وہ کمرہ آ گیا۔

اس کی بیوی کے آخری الفاظ۔۔۔اسے مرنے سے پہلے بھی یہی ڈر تھا کہ کہیں اس کا شوہر دوسری شادی نہ کر لے اور اس کی بیٹی پر سوتیلی ماں نہ لے آئے۔"وہ اس دنیا سے گئی ہے میرے دل سے نہیں۔وہ میرے

پاس ہے۔میرے ساتھ ہے۔اس کی روح کو میں اپنے آس پاس
محسوس کر سکتا ہوں اور جہاں تک رہی بات میری بیٹی کی تو اس کے لیے
میں کافی ہوں۔ماں اور باپ دونوں کا پیار دینے کے لیے۔اور میری
زندگی میں میری بیوی کے بعد صرف ایک نسوانی وجود اہمیت کا حامل
ہے وہ میری بیٹی کا ہے۔اس کے علاوہ اس دنیا میں مجھے کسی عورت سے
کوئی غرض نہیں"۔۔

اس بار سلیمان مضبوط لہجے میں اونچی آواز میں بولا۔۔۔۔اس نے بہت
مشکل سے خود کو کچھ سخت کہنے سے باز رکھا۔۔۔۔"بیٹا میں تمہارا باپ
ہوں۔تمہاری بھلائی کے لیے ہی کہہ رہا ہوں۔ابھی تمہاری عمر ہی کیا
ہے ساری زندگی پڑی ہے شادی کر لو اور بچی کا کیا ہے وہ کلثوم سنبھال

لے گی تمہاری آنکھوں کے سامنے اس گھر میں رہے گی۔انوشہ کو بھی تو وہ پال رہی ہے"۔۔۔۔

اب کی بار سلیمان کہ صبر کی حد ختم ہو گئی وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔

باپ کے روبرو آیا۔۔۔اب کی بار وہ بولا نہیں گرجا تھا۔۔۔"آپ کو یاد آگیا آپ میرے باپ ہیں۔جس دن میں اپنی بیوی کو اس حویلی میں لایا تھا۔اس دن کہاں گیا تھا وہ باپ؟۔۔۔جس دن میری بیوی کو آپ نے اس حویلی کی بہو ماننے سے انکار کیا تھا اس دن کہاں گیا تھا وہ باپ؟۔۔۔جس دن آپ نے میری بیوی کے سامنے مجھ پہ ہاتھ اٹھایا تھا اس دن کہاں گیا تھا وہ باپ؟۔۔۔جانتے ہیں وہ کتنے گھنٹے روتی رہی تھی صرف اس بات پر کہ اس کے شوہر پر اس کے سسر نے ہاتھ اٹھایا اور

وجہ وہ تھی۔۔۔۔وہ روتی رہی اور کہتی رہی مجھے چھوڑ دو اپنے ماں باپ کو نہ چھوڑو۔۔۔۔۔آپ جانتے بھی ہیں باپ کا پیار ہوتا کیا ہے؟۔۔۔اس کا باپ اس کے پیدا ہونے سے پہلے ہی مر چکا تھا۔۔۔اس نے کبھی باپ کی شفقت،اس کا لمس محسوس نہیں کیا تھا۔۔۔۔جانتے ہیں کتنے مان سے میں اسے یہ کہہ کر لایا تھا کہ آج سے میرا باپ تمہارا باپ اور آپ نے کیا کیا؟۔۔۔آپ نے بیٹی تو دور اسے بہو تک ماننے سے انکار کر دیا۔۔۔۔۔۔جانتے ہیں جب پہلی بار ڈاکٹر نے بتایا کہ میں باپ بننے والا ہوں۔۔۔مگر مجھے کوئی خوشی نہیں ہوئی کیونکہ وہ ٹھیک نہیں تھی۔۔ ڈاکٹر نے کہا اگر یہ رسک لیا تو اس کی جان کو خطرہ ہو گا۔۔۔۔وہ اسی دن جان گئی تھی کہ اس کی موت یقینی ہے۔۔۔۔میں نے اسے بہت سمجھایا کہ میں اس کی جان کو خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔۔۔۔میں خود غرض ہو گیا تھا اس کے لیے اور وہ خود غرض ہو گئی تھی اس ننھے وجود کے

لیے۔۔۔۔۔۔جانتے ہی کیا ہیں آپ ؟۔۔۔یہ میرے ہاتھ دیکھ رہے ہیں ان ہاتھوں میں اس نے اپنی جان دے دی۔۔۔۔اس کی سانسیں اکھڑ رہی تھی مگر پھر بھی اسے یہی ڈر تھا کہ اس کے مرنے کے بعد کہیں میں دوسری شادی تو نہیں کروں گا!!!۔۔۔وہ مرنے سے پہلے بس یہی کہتی رہی کہ اب مجھے ہی اپنی بیٹی کا ماں اور باپ بن کر خیال رکھنا ہے۔۔جانتے ہیں کیوں کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھی میں اپنی بیٹی کے لیے سوتیلی ماں لاؤں۔۔چانتے ہیں اس نے آخری بات کیا کہی تھی۔۔۔!!!!اس نے کہا تھا اگر میں نے دوسری شادی کر لی تو قبر میں اس کی روح کو تکلیف ہو گی۔۔۔۔اور اس کے بعد وہ میرے ان ہاتھوں میں دم توڑ گئی اور آپ کہتے ہیں دوسری شادی کر لو!!!"۔۔۔۔۔

بات کرنے کے آخر تک وہ ہچکیوں کے ساتھ رو دیا۔۔۔اتنا کہنے کے بعد وہ سانس لینے کو رکا سارے لاؤنج میں سکوت چھا گیا اس کے دونوں بڑے بھائی اور بھابھیاں اور ماں باپ سب سن رہے تھے۔۔۔"اب میں سمجھا آپ کو میری دوسری شادی کی پٹیاں آپ کی بڑی بہو نے پڑھائی ہیں۔وہ میری بیٹی کو پالنا نہیں بلکہ اپنی بہن کے راستے کی رکاوٹ ختم کرنا چاہتی ہیں۔۔۔۔ابھی میری بیوی کو مرے عرصہ ہی کتنا ہوا ہے کہ آپ لوگ میرے زخم ہرے کر رہے ہیں۔۔۔ایک بات آپ اپنی بہو کو اچھے سے سمجھا دیں کہ میں دوسری شادی کسی صورت نہیں کروں گا۔۔۔میرے لیے اب میری ساری زندگی میری بیٹی کی ہے۔۔۔اور اگر میری زندگی میں میری بیوی نہ بھی آئی ہوتی تب بھی میں ان کی بہن سے کبھی شادی نہ کرتا۔اگر آج کے بعد مجھے اس حویلی میں کسی نے دوبارہ شادی کا کہا تو میں کبھی اس حویلی میں دوبارہ قدم

کی شکل کسی کو دکھاؤں نہیں رکھوں گا اور نہ ہی اپنی اور اپنی بیٹی گا"۔۔۔۔۔

اب باقاعدہ اس کا سارا جسم آہستہ آہستہ کانپنا شروع ہو گیا.. "میں آپ سے بہتر باپ بن کر دکھاؤں گا۔۔۔میری بیٹی کو اس دنیا میں لانے کی خاطر اس نے اپنی جان قربان کر دی۔۔۔اور آپ چاہتے ہیں میں اس کی قربانی کو ضائع کر دوں۔۔اب آپ چاہتے ہیں میں اس کی روح کو تکلیف دوں۔۔۔آپ جانتے ہی کیا ہیں۔۔۔اسے ایک پل نہیں دیکھتا تھا تو مجھے سکون نہیں ملتا تھا دو ماہ ہو گئے ہیں اسے دیکھے جانتے بھی ہیں میں کس قدر تکلیف میں ہوں۔۔۔آپ کیوں جانیں گے آپ کے لیے سب کچھ تو بس آپ کی سرداری ہے۔۔۔آپ نے کبھی ہمارے دلوں میں جھانک کر دیکھا ہی نہیں۔۔۔اولاد کو لاکھوں روپے پیسہ خرچ کرنے کے لیے دینا ہر دکھ اور غم کا حل نہیں ہوتا۔۔۔ان کے

پاس بیٹھ کر ان کے غم ان کی تکلیف جاننے کی کبھی کوشش کی ہے آپ نے ؟"۔۔۔۔وہ بول کر اب خاموش ہو چکا تھا۔ مگر سانس ابھی تک پھولا ہوا تھا۔۔۔۔۔۔

اس کے بعد سلیمان نے گلاس بھر کر پانی پیا وہ ایک ہی سانس میں سارا پی گیا۔۔۔۔ مگر اب بھی سانس لینے میں تکلیف ہو رہی تھی۔۔۔۔۔۔اور اس کا باپ کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح وہی صوفے پہ بیٹھا رہ گیا۔۔۔۔آج ان کے بیٹے نے ان کی آنکھیں کھولی تھیں۔

سلیمان اب سیڑھیوں کے پاس کھڑا حیدر کو آوازیں دے رہا تھا۔۔۔ سینے میں درد ابھی تک ہو رہا تھا اس نے اپنا سینہ مسئلہ مگر سکون نہ ہوا۔۔۔۔اس کے ماں اور باپ اس کی ساری کاروائی دیکھ رہے تھے۔۔۔۔ تھوڑی دیر بعد حیدر نیچے اتر کر آیا۔۔۔۔"کیا ہوا

چاچو؟"۔۔۔"جاؤبیٹا مما کو بولو ہیر کو نیچے لے کر آئیں مجھے اسے ابھی دیکھنا ہے"۔۔۔

حیدر سیڑھیاں چڑھتا ہوا کمرے میں گیا اور پانچ منٹ بعد اب نور بھابھی ہیر کو لے کے نیچے اتر رہی تھیں۔۔۔انہوں نے سلیمان کی حالت دیکھی تو اس پر بہت ترس آیا۔وہ اب پہلے کی طرح اپنا خیال نہیں رکھتا تھا۔۔شیو بڑھی ہوئی، بال بھی اب ماتھے پر بکھرے ہوتے تھے۔

سلیمان بے تابی سے آگے بڑھا اور بھابھی کے ہاتھوں سے ماہی کو لے کر فورا سینے سے لگا لیا۔۔۔اسے اپنے دل میں اندر تک ٹھنڈک اتری محسوس ہوئی۔۔۔۔

اس کے بعد اس نے اپنی بیٹی کی پیشانی چومی۔۔۔۔۔

اور ماہیر کو اچھے سے کمبل میں لپیٹا کیونکہ باہر سردی تھی۔۔۔مگر دل میں ابھی بھی درد اٹھ رہا تھا۔۔اس سے پہلے وہ دروازے کی طرف

بڑھتا بھابھی بولیں۔۔۔۔"کچھ دیر رک جاؤ سلیمان کھانا کھا کر چلے جانا"۔۔۔۔۔سلیمان نے عقیدت سے اپنی اس ماں جیسی بھابھی کو دیکھا۔۔۔۔"نہیں بھابھی اگر پانچ منٹ میں مزید اس حویلی کے در و دیوار کے اندر رہا تو میرا دل پھٹ جائے گا۔۔۔مجھے سانس نہیں آ رہی۔ اس وقت میں صرف سکون چاہتا ہوں اور وہ میرے اپنے گھر پہ ہے۔۔۔۔آئندہ اگر حیدر ہیر سے ملنا چاہے تو آپ اسے میرے گھر بھیج دیجئے گا۔۔کوشش کیجیے گا مجھے یہاں مت بلایئے گا"۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ بہت سنجیدہ لگ رہا تھا نور بھابھی سمجھ نہ سکی کہ آخر کیا ہوا وہ اوپر کمرے میں تھیں۔ مگر لاؤنج کی گمبھیر صورتحال دیکھ وہ جان گئیں کہ کچھ نہ کچھ بات تو تھی۔انہوں نے اثبات میں سر ہلایا اور سلیمان بیٹی کو سینے سے لگائے لاؤنج کا دروازہ پار کر گیا۔

آج ہیر پورے ایک سال کی ہو گئی تھی اور آج اقصی کو بچھڑے ایک سال ہو گیا تھا۔۔۔جب جب وہ بیوی کو یاد کرتا تو دل غم سے پھٹے کے قریب ہوتا مگر جب بیٹی کو دیکھتا تو وہ اسی دل کے درد پر مرہم کا کام کرتی۔۔۔۔

دو ماہ پہلے اس نے پہلی بار اپنا پہلا قدم لیا تھا۔۔اور اس دن سلیمان بہت خوش تھا۔۔اس کی بیٹی اپنی ننھے ننھے قدموں سے چلنا شروع ہو چکی تھی۔۔۔اور تین ماہ پہلے اس نے اپنی توتلی زبان میں پہلی بار بابا۔۔ بابا بولا تھا۔۔۔اس دن اسے اقصی کی وہ بات بہت شدت سے یاد آئی۔۔۔"کیا آپ کو خوشی نہیں ہو گی جب آپ کی اولاد آپ کو بابا کہہ

کر پکارے گی؟"۔۔۔اس کا دل چاہتا کہ وہ اب کہیں سے آجائے۔۔۔اور وہ اسے بتائے کہ وہ کتنا خوش ہوتا ہے۔۔۔۔

حویلی میں اس واقعے کے بعد چھ ماہ تک سلیمان حویلی نہیں گیا۔۔۔۔ مگر پھر ماں کی التجا پر ان سے ملنے کے لیے بیٹی کو لے کر دوبارہ چلا گیا۔اس دن کے بعد کسی نے سلمان سے دوبارہ اس موضوع پر کوئی بات نہیں کی تھی۔۔۔۔

اس وقت وہ ماہیر کے ساتھ حویلی میں موجود تھا۔

وہ چھوٹی چھوٹی معصوم شرارتوں سے سلیمان کو ہمیشہ ہنساتی رہتی تھی۔۔۔اب اس کے بال بھی اتنے ہو گئے تھے کہ دو چھوٹی پونیاں

بن جاتی تھی۔۔۔ سلیمان اپنے ہاتھوں سے اس کے بال بناتا تھا۔۔۔۔وہ بالکل اقصی کی طرح اب اس کی زندگی میں بہت خاص بن گئی تھی۔۔۔۔اسے ماہیر سے اقصی کی خوشبو آتی تھی۔۔۔بالکل چھوٹی اقصی تھی۔۔۔۔

حویلی میں آج ہیر کی قہقاریاں اور حیدر کے شور و گل کی آواز گونج رہی تھی۔۔۔۔"مما جلدی سے کیک لے آؤنا میں نے اور میری پرنسس نے کھانا ہے"۔۔۔۔یہ حیدر کی تیسری آواز تھی جو لاؤنج میں بیٹھا ہیر کے ساتھ کھیل رہا تھا۔۔۔اور نور بھابھی کچن میں کیک بنا رہی تھیں۔۔۔۔۔

ہیر حیدر کی پوری نقل اتارنے کی کوشش کرتی تھی۔۔۔۔

سلیمان اور حماد دونوں بیٹھے ان دونوں کی حرکتیں انجوائے کر رہے تھے۔۔۔۔

اچانک ہیر میٹ سے اٹھی اپنے ننھے ننھے قدم کچن کی جانب لیے۔۔۔۔اور جا کر نور بیگم کی ٹانگوں سے لپٹ گئی اور اپنی پیاری سی آواز میں بولی "ما۔۔۔ما"۔۔۔اور نور جو کام کر رہی تھی۔اس کے اس عمل سے ساکت رہ گئی۔بالکل ویسے ہی جیسے ایک وقت میں اقصی حیدر کے ماما کہنے سے ساکت رہ گئی تھی۔۔۔۔

نور نے جھک کر ہیر کو گود میں اٹھالیا اور بے ساختہ اس کے چہرے پر اور پیشانی پر لب رکھے۔۔۔۔وہ لاڈ سے نور بیگم کے گلے سے لگ گئی۔۔۔۔۔

اور وہ تینوں جو لاؤنج میں بیٹھے تھے یہ دیکھ سن رہ گئے۔۔۔۔۔

سلیمان کو لگا جیسے کسی نے اس کا دل مٹھی میں دبا دیا ہو۔۔۔۔

اگر آج نور بیگم کی جگہ اقصی کو ماں کہا ہوتا تو سلیمان کے دل میں ٹھنڈک اترتی۔۔۔۔۔ مگر نہیں نور بھابھی بھی تو ہیر کی ماں تھی بلکل ویسے جیسے اقصی حیدر کی ماں تھی۔۔۔۔۔

اب ان کے گلے لاڈ سے لگی کیک مانگ رہی تھی۔۔۔۔۔ جیسے دیکھ ان تینوں کی ہنسی ایک ساتھ نکلی۔۔۔۔۔۔ "اچھا یہ پیار صرف کیک کے لیے تھا؟۔۔۔۔

نور بیگم اس کی چالاکی پر حیران ہوتی اسے سوال پوچھ رہی تھی۔۔۔اور ہیر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔۔۔۔ یہ دیکھ نور بیگم کی آنکھیں پھیل گئیں ۔۔۔۔۔۔ وہ فورا سے نیچے اتری اور اپنے ننھے ننھے قدموں سے۔۔۔ چلتی ہوئی لاؤنج میں آئی۔۔۔۔اب کی بار نشانہ حماد تایا

تھے۔۔۔۔اب وہ ان کو اشارہ کر رہی تھی کہ وہ اسے اٹھا کر صوفے پر بٹھائیں۔۔۔۔

انہوں نے پیار سے اٹھایا اور صوفے پر بیٹھا دیا۔۔۔۔۔"تا۔۔یا کیک"۔۔۔۔اب کی بار سلیمان کو اپنی بیٹی پر بے ساختہ پیار آیا۔۔۔"میری بیٹی کیک کھائے گی؟"۔۔۔۔حماد تایا کے سوال پر اس نے زور و شور سے سر ہلایا۔۔۔۔۔"بیگم جلدی سے کیک لے آؤ میری بیٹی کو کھانا ہے"۔۔۔۔حماد صاحب نے اونچی آواز میں بیوی کو پکارا۔۔۔۔۔

نور تائی اسے کیک لا کر دے چکی تھیں۔۔۔

اب وہ اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے سلیمان کے منہ میں کیک ڈال رہی تھی۔۔۔۔اور اس کے ہاتھوں سے خود کھانے کی بجائے اسے کھلا رہی

تھی۔۔۔۔"نی۔۔با۔۔با۔۔۔مے"۔۔۔ساتھ ساتھ باپ کو منع بھی کر رہی تھی کہ میں آپ کو کھلاؤں گی۔۔۔۔اس کی اتنی خوبصورت شرارتیں اور حرکتیں ہی سلیمان کو زندگی جینے دے رہی تھیں ورنہ وہ کب کا مر چکا ہوتا۔۔۔۔۔۔۔

وقت اپنے پنکھ لگائے اڑی جا رہا تھا۔۔۔ہیر پانچ سال کی ہو چکی تھی۔۔۔۔ان پانچ سالوں میں حیدر نورتائی اور حماد تایا یہ تین حویلی میں اس کے لیے بہت خاص ہو گئے تھے۔۔۔۔اور سلیمان میں تو اس کی جان تھی۔۔۔۔وہ اپنے باپ کو اچھی طرح تنگ کرتی تھی۔۔۔۔

کوئی نہ کوئی کام ضرور خراب کرتی رہتی۔۔۔۔مستیاں کرنا تو اس کا جیسے مشغلہ تھا۔۔۔۔حویلی میں انوشہ اور حیدر ہی بس اس سے ٹھیک سے بات کرتے تھے۔اس کے باقی سارے کزن تو اسے منہ ہی نہیں لگاتے تھے۔مگر یہاں فرق کسے پڑھ رہا تھا وہ ماہیر سلیمان خان تھی اپنے باپ کی شہزادی اور حیدر کی پرنسس۔۔۔۔۔۔

جب سلیمان سو رہا ہوتا تو اٹھ کر اس کے سینے پر لیٹ جاتی۔۔۔۔۔۔

اس نے کبھی اپنے باپ کو اپنی ماں کا نام لے کر تنگ نہیں کیا تھا۔۔۔۔۔

وہ اب نور کو بڑی مما کہتی تھی۔۔۔۔۔

اور حماد کو تایا ابا۔۔۔۔۔

سلیمان نے اس کا ایڈمیشن انوشہ اور حیدر کے ساتھ اس کے سکول میں کروادیا تھا۔۔۔

حیدر بالکل اس کا اس طرح خیال رکھتا جیسے اس کا باڈی گارڈ ہو۔

کسی کو ہیر کے پاس بھٹکے نہیں دیتا تھا۔۔۔

کچھ دن پہلے سلیمان کسی کام سے شہر گیا ہوا تھا۔۔۔۔وہاں سے واپسی پر آتے ہوئے اس نے ایک قتل ہوتے ہوئے دیکھ لیا۔۔۔۔وہ کسی گینگ کے آدمی تھے۔۔۔ جنہوں نے جان بوجھ کر ایک وکیل کی گاڑی کو ٹرک سے اڑا دیا تھا۔۔۔۔۔

پولیس کیس بنا تھا سب ایکسیڈنٹ سمجھ رہے تھے۔۔۔۔ مگر وہ آن دی سپورٹ گواہ تھا۔۔۔۔اب وہ لوگ سلیمان کو اپنا بیان بدلنے پر مجبور کر رہے تھے ورنہ اس کی جان لینے کی دھمکی دے رہے تھے۔

ایک بات تو تہہ تھی سلیمان اپنا بیان نہیں بدلے گا۔۔۔۔

جس وکیل کو ان لوگوں نے مارا تھا اس کے دو چھوٹے چھوٹے شیر خوار بچے تھے۔۔۔ان لوگوں کو ذرا رحم نہیں آیا۔۔۔۔

سلیمان کو اپنی کوئی فکر نہیں تھی اسے اصل فکر تو اپنی ماہی کی تھی۔۔۔۔

وہ کیا کرتا ہے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی۔۔۔۔

اس لیے اس نے اقصی کی آخری خواہش کو پورا کرنے کا فیصلہ کیا۔۔۔

اقصی نے اس سے کہا تھا کہ اگر آپ کو لگے کہ آپ مزید ماہی کی حفاظت نہیں کر سکتے تو اس کو حیدر کے حوالے کر دیجیے گا۔۔۔۔

اس لیے سلیمان نے حماد بھائی کو ساری بات بتائی اور ماہی کے فیوچر کے حوالے سے اپنی مرضی بھی۔۔۔۔بھائی خود ایک پولیس والے

تھے۔۔۔وہ اس کیس کو ہینڈل کر سکتے تھے۔مگر سلیمان کو اپنی زندگی خطرے میں لگ رہی تھی۔۔۔اس لیے اس نے ماہیر کے پانچویں جنم دن پر۔۔۔حیدر اور ماہیر کا نکاح کروادیا۔۔۔۔

جب حیدر کو یہ پتہ چلا کہ ہیر اب ہمیشہ کے لیے صرف اس کی ہو جائے گی وہ تو خوشی خوشی نکاح کے لیے تیار ہو گیا۔

وہ عام بچوں جیسا نہ تھا وہ سمجھدار بچہ تھا۔

اب تو اس نکاح کو دو ماہ ہو گئے تھے۔۔۔سلیمان نے اپنے باپ کو فیصلہ سنایا تھا نہ کچھ پوچھا نہ کوئی مشورہ لیا۔

اس کے بعد باپ نے کسی قسم کا کوئی رد عمل نہ دیا اور ساری حویلی والوں کو کسی بھی قسم کی بحث کرنے سے منع کر دیا۔

اس لیے سکون سے نکاح ہو گیا۔۔۔

ماہی کا زیادہ وقت حیدر کے ساتھ ہی گزرتا تھا۔

وہ اکثر ویک اینڈ پہ بابا کے ساتھ حویلی آجاتی۔۔۔۔

اور دونوں ٹیرس کی کرسیوں پر بیٹھ کر ڈھیروں باتیں کرتے حیدر اسے اقصی کے بارے میں کافی باتیں بتاتا وہ اپنی ماں کی باتیں سن کر بہت خوش ہوتی۔

حویلی میں اسے صرف ماہیر ہی حیدر کہتی تھی ورنہ باقی سب تو اسے عجیب و غریب نک نیم سے پکارتے تھے۔۔۔اور انوشہ اسے بھیا کہتی تھی۔۔۔

آج انوشہ کی ولید سے کسی بات پر لڑائی ہو گئی تھی۔۔۔

وہ فوراً ٹیرس پر حیدر سے شکایت لگانے پہنچ گئی۔۔۔

بارہ سالہ حیدر ٹیرس میں اپنی بائیں سائیڈ والی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔۔۔

آج موسم اچھا تھا ہوائیں چل رہیں تھیں وہ ہیر کو مس کر رہا تھا مگر ہیر اس وقت اپنے گھر پہ اپنے بابا کے ساتھ تھی۔

اتنے میں ٹیرس کا دروازہ کھلا۔۔۔اور 9 سالہ انوشہ اندر آئی اور آ کر ہیر کی جگہ پہ بیٹھ گئی۔۔۔۔"مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے"۔۔۔حیدر نے اس کا آنا اور پھر بیٹھنا نوٹ کیا... "ہم ضرور بات "کریں کہ گڑیا مگر پہلے تم اس کرسی سے اٹھو"۔۔۔۔

حیدر نے عجیب لہجے میں کہا کہ انوشہ کچھ حیران ہوئی۔۔۔"کیوں کیا ہوا اس کرسی کے ساتھ کوئی مسئلہ ہے!؟"۔

یہ بات سن کر حیدر کی آنکھوں میں ایک عجیب چمک ابھری۔۔۔"ہاں مسئلہ یہ ہے کہ یہ کرسی صرف پرنسس کی ہے وہی یہاں بیٹھ سکتی ہے اس کے علاوہ کوئی نہیں"۔۔۔

حیدر کی اس عجیب منطق پر انوشہ کو تو غصہ ہی آگیا۔۔۔اور وہ چڑ کر گویا ہوہی۔۔۔"لے بھلا یہ کیا بات ہوئی۔۔۔اگر یہ کرسی اس کی ہے تو میں کہاں بیٹھوں گی۔۔۔!؟"۔

یہ بات سن کر حیدر کے ہونٹوں پر ایک خوبصورت مسکراہٹ آئی اور وہ اپنی کرسی چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔۔"یہ دیکھو میری جگہ ہے نہ تم اس پر بیٹھ سکتی ہو۔۔۔تم جب چاہو میری کرسی پر کسی بھی وقت آکر بیٹھ سکتی

ہو۔۔۔بلکہ تم ایک کام کرو آج سے یہ کرسی اور یہ جگہ ہمیشہ کے لیے تمہاری ہوئی"۔۔۔۔

انوشہ کو اس عجیب منطق پر بڑا غصہ آیا۔۔۔۔وہ منہ پھلا کر بولی۔۔۔۔"نہیں مجھے نہیں بیٹھنا۔۔۔نہ مجھے آپ سے کوئی بات کرنی ہے میں جا رہی ہوں"۔۔

کہتے ساتھ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔حیدر کو وہ غصہ کرتی ہوئی بہت کیوٹ لگی۔۔۔۔"اچھا غصہ چھوڑو ایک بات تو بتاؤ اگر میرے علاوہ کوئی اور تمہیں گڑیا کہے تو تمہیں کیسا لگے گا۔۔؟"۔

اب وہ اپنی بہن سے سوال پوچھ رہا تھا۔۔۔یہ بات سن کر وہ فورا بولی۔۔۔"بہت غصہ آئے گا کسی کو حق نہیں کہ آپ کے علاوہ کوئی بھی مجھے گڑیا کہے"۔۔۔

انوشہ کی بات سن ایک بار پھر حیدر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھری۔۔۔"بالکل ویسے ہی مجھے بھی اچھا نہیں لگے گا کہ کوئی میری پرنسس کی جگہ پر بیٹھے"۔۔۔

انوشہ یہ بات سن کر جیسے سمجھ گئی اور بولی"اوہ تو یہ بات پھر ٹھیک ہے میں آئندہ اس کرسی پر کبھی نہیں بیٹھوں گی"۔۔۔

اب کی بار حیدر کے ہونٹوں پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ دوڑ گئی۔۔۔۔

انوشہ بھی مسکرادی۔۔۔۔"آپ کو پتہ ہے ولید بھائی نے مجھے آج ڈانٹا"۔۔۔۔۔اب وہ کیوٹ سا منہ بنا کر اپنے بھائی کو شکایت لگا رہی تھی۔۔۔۔۔"اچھا فکر نہ کرو میں اس سے پوچھوں گا اس نے میری گڑیا کو کیوں ڈانٹا"۔۔۔۔۔۔

انوشہ آگے بڑھی اور حیدر کے سینے سے لگ گئی اور فرمائش سے بولی۔۔۔"اور ڈانٹیں گے بھی"۔۔۔۔

حیدر اس کے مکھن لگانے کی عادت پر ہنسا اور اثبات میں سر ہلایا

۔۔۔۔۔اتنے میں لاؤنج کے دروازے میں سے 5 سالہ ماہی کا چہرہ نمودار ہوا۔۔وہ اس وقت نیلی فراک میں بالوں کو بہت خوبصورت طریقے سے بینڈ کیے ہوئے تھی۔۔وہ بھاگتی ہوئی آئی اور وہ بھی ان

دونوں کے گلے لگ گئی۔۔۔۔۔"میں بھی ہوں"۔۔۔۔وہ ابھی سلیمان کے ساتھ حویلی آئی تھی۔۔۔۔۔

اب حیدر کے ایک طرف انوشہ اور دوسری طرف ماہی گلے لگی ہوئی تھیں۔۔۔۔۔۔ماہی کی بات پر تینوں کا قہقہا ٹیرس میں ایک ساتھ گونجا۔۔۔۔۔

اس وقت سلیمان اپنی ماں کے کمرے میں موجود تھا۔۔۔۔۔۔وہ حویلی میں اقصی کا کچھ ضروری سامان اور کچھ ضروری چیزیں لایا تھا اپنی ماں کے حوالے کرنے۔۔۔۔۔۔

اور آج ماہی کو ہمیشہ کے لیے حویلی میں لے آیا تھا۔

وہ لوگ دھمکی دینے سے باز نہیں آرہے تھے۔۔۔۔

گاؤں کے اس چھوٹے سے گھر میں ہیر محفوظ نہیں تھی۔

اس لیے حویلی میں اس کی جان بالکل محفوظ رہ سکتی تھی۔۔۔

وہ اپنی اس بیٹی کے لیے کچھ بھی کر سکتا تھا جس کی خاطر اقصی نے اپنی جان قربان کی تھی۔۔۔۔

وہ بہت خاص تھی۔۔۔۔اب وہ اپنی ماں کو ہدایت کر رہا تھا۔۔۔۔کہ اگر وہ آج کے بعد واپس نہ آیا تو اس کی بیٹی کا خیال رکھیں گیں اور اگر کچھ بھی ہو جائے تو اسے حیدر کے سپرد کریں گیں۔۔۔۔

اس کی ماں یہ سن پریشان ہو گئی۔۔۔۔۔شاید اقصی کی طرح وہ بھی جان گیا تھا کہ انصاف کی جنگ میں اس کی جان جائے گی۔

آج وہ چاہ کر بھی اپنی بیٹی کے لیے خود غرض نہیں ہو پا رہا تھا۔

اس کی آنکھوں کے سامنے بس وہ چھوٹے دو روتے بچے آرہے تھے جو اس وکیل کے تھے۔

کچھ دیر بعد اب وہ ہیر کے سامنے ٹیرس پر کھڑا تھا۔۔۔"میری بیٹی اپنے بابا سے کتنا پیار کرتی ہے؟"۔۔۔اس سوال پر ماہی اپنے باپ کے گلے لگ گئی اور بولی۔۔۔"بہت زیادہ۔۔۔سب سے زیادہ"۔۔۔سلیمان نے بہت مشکل سے اپنی آنکھوں کی نمی کو قابو کرنے کی کوشش کی۔۔۔"ماہی کے بابا بھی اس سے بہت پیار کرتے ہیں ہمیشہ یاد رکھنا۔۔۔بابا کی اچھی بیٹی ہونا۔۔۔اگر میں واپس نہ آیا تو اپنا خیال رکھنا۔۔۔کبھی نہ بھولنا آپ کے بابا آپ سے بہت پیار کرتے ہیں"۔۔۔

اس کا کلیجہ پھٹ رہا تھا نا جانے کیوں اسے لگ رہا تھا۔آج وہ اپنی بیٹی کو آخری بار دیکھ رہا ہے۔

اس نے آگے بڑھ کر اپنی بیٹی کی پیشانی چومی۔۔۔۔اسے کس کر گلے لگا لیا۔۔۔۔ایک بار پھر کھونے کا ڈر دل پر حاوی ہو رہا تھا۔

وہ اپنی بیٹی کو اس بڑی دنیا میں اکیلا چھوڑ کر جا رہا تھا صرف حیدر کے سہارے۔۔۔۔۔۔۔

اس کا دل چاہا یہ وقت یہیں رک جائے۔۔۔۔۔

عدالت کا ٹائم ہو رہا تھا آج اس کیس کی پیشی میں اسے بھی بلایا گیا تھا۔۔۔۔

بہت کوشش کے بعد دل پر پتھر رکھ کر وہ اپنی بیٹی سے الگ ہوا اب وہ حیدر کے پاس آیا جو کچھ دور کھڑا باپ بیٹی کو دیکھ رہا تھا۔۔۔۔"اگر

مجھے کچھ ہو جائے تو تم میری بیٹی کی ساری زندگی حفاظت کرو گے۔۔۔۔اسے کبھی تکلیف نہیں پہنچانا۔۔۔۔۔اگر کوئی اسے تکلیف پہنچائے تو تم اس سے حساب لینا۔۔۔۔۔وہ صرف تمہاری ہے اس پر صرف تمہارا حق ہے۔۔۔۔اسے کبھی اکیلا نہ چھوڑنا۔۔۔۔اگر وہ روئے تمہیں اس کے آنسو صاف کرنے ہیں۔۔۔۔۔بولو کرو گے نا یہ سب؟"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

حیدر نے چاچو کا بڑھایا ہوا ہاتھ تھام لیا اور بولا۔۔۔۔"میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں میں یہ سب کروں گا۔۔۔۔۔مگر چاچو آپ اس طرح ہیر کو چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟آپ جانتے ہیں نا وہ آپ کے بغیر ایک پل نہیں رہتی"۔۔۔۔

سلیمان نے حیدر کو گلے لگا لیا مگر اس سوال کا جواب نہ دے پایا۔۔۔۔۔

اس کے بعد وہ چلا گیا۔۔۔۔۔۔۔

حیدر ماہی کے پاس آیا اور اسے اپنے گلے لگا لیا۔۔۔۔۔۔

وہ عدالت میں گواہی دے چکا تھا اور ان لوگوں کو سزا ہو چکی تھی۔۔۔۔۔۔

مگر حویلی واپس آتے ہوئے۔۔۔۔۔اس کی گاڑی کا بہت برا ہے ایکسیڈنٹ ہوا۔۔۔۔۔ان لوگوں سے اپنی ہار کہاں برداشت ہونی تھی۔۔۔۔۔

اس کی بائیک لڑکھڑاتی ہوئی سڑک پر دور جا گری۔۔۔۔۔آخری چہرہ جو اس کی آنکھوں کے سامنے تھا اپنی بیٹی کا تھا۔۔۔۔۔آج اسے اقصی کی تکلیف محسوس ہو رہی تھی کہ کیسے وہ اسے چھوڑ کر گئی ہو گی۔۔۔۔

وہ اپنی بیٹی کو اکیلا چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا تھا مگر شاید وقت آ چکا تھا۔۔۔۔۔

اس کی آنکھوں کے سامنے دھند چھانے لگی پھر اس نے اس دھند میں اقصی کو اپنی طرف بڑھتے پایا۔۔۔۔۔وہ بہت نرمی سے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا رہی تھی۔۔۔۔۔حیدر نے ہاتھ اٹھایا اور اس ہاتھ میں دے دیا۔۔۔۔۔۔روح نکل گئی پیچھے جسم ساکت رہ گیا۔۔۔۔۔۔

حویلی میں ایمبولنس آ کر رکی۔۔۔۔۔۔پیچھے حماد کسی ہارے ہوئے شخص کی طرح اپنی گاڑی سے اترا۔۔۔۔۔۔

حیدر دوڑتا ہوا حویلی کے دروازے تک آیا۔۔۔۔اس کا دل بہت عجیب انداز سے گھبرا رہا تھا۔۔۔۔۔

او بابا کے پاس گیا اور ان سے پوچھ رہا تھا کہ یہ کون ہے۔۔۔۔۔۔

مگر حماد کہاں جواب دینے کی حالت میں تھا۔۔۔۔۔

ایمبولنس کی آواز سن سارے گھر والے حویلی کے صحن میں آ گئے۔۔۔۔۔

حاکم صاحب کا دل کسی انہونی کے خیال سے دھڑکا۔۔۔۔۔وہ آگے بڑھے اور کانپتے ہاتھوں سے اس جسم کے چہرے سے کپڑا ہٹایا۔۔۔۔۔اپنے بیٹے کی میت دیکھ قدم لڑکھڑا گئے۔۔۔۔۔انہیں لگا جیسے اس حویلی کی ساری عمارت کسی ان کے سر پر دے ماری ہو۔۔۔۔۔۔

وہ دیوانہ وار آگے بڑھے اپنے بیٹے کو سینے سے لگالیا۔۔۔۔۔

رقیہ بیگم تو وہیں دروازے میں ہی گر گئیں۔۔۔۔۔

ماہیر جو حیدر کو ڈھونڈتی ہوئی نیچے لاؤنج کی طرف آرہی تھی۔۔۔۔ حویلی کے اندر کسی میت کو آتے دیکھ وہ ڈر گئی۔۔۔۔۔۔

وہ بھاگتی ہوئی نور بیگم کے پاس گئی اور ان کے پیچھے چھپ گئی۔۔۔۔۔۔

حیدر اب اتنا بچہ نہ تھا کہ وہ سمجھ نہ سکتا۔۔۔۔ کہ ہیر پر اب کیا گزرے گی۔۔۔۔۔ اسے اپنے چاچو کی ساری باتیں یاد آرہی تھیں۔۔۔۔۔

نور بیگم بہت آہستہ سے ہیر کا ہاتھ پکڑ کر میت تک لائیں

۔۔۔۔۔۔۔ انہوں نے ماہی کو آگے کیا اور سلیمان کے چہرے سے کپڑا

ہٹادیا۔۔۔۔۔۔۔یہ وہ وقت تھا جب پانچ سالہ ماہیر پر آسمان پھٹ پڑا تھا۔۔۔۔۔۔۔وہ دیوانہ وار آگے بڑھی اور اپنے باپ سے لپٹ گئی۔۔۔۔۔۔اب وہ ان کو آوازیں دے رہی تھی باپ کو پکار رہی تھی۔۔۔۔۔" بابا کیا ہوا ہے آپ کو۔۔۔ بابا اٹھے نا۔۔۔۔۔ بابا پلیز اٹھے نا۔۔۔ بابا آپ کچھ بولتے کیوں نہیں۔۔۔۔۔پلیز آپ بھی مجھے مما کی طرح چھوڑ کے مت جائیں"۔۔۔۔۔

اس کے یہ الفاظ سن لاؤنج میں ہر شخص کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔۔۔۔اور حاکم خان کو اپنے بیٹے کے الفاظ یاد آرہے تھے جب اس نے کہا تھا میں آپ سے بہتر باپ بنوں گا۔۔۔۔۔۔ہاں وہ آج دنیا کا بہترین باپ بن گیا تھا۔۔۔۔

ماہی دیوانہ وار باپ سے لپٹی روئی جا رہی تھی۔۔۔۔حیدر نے بہت مشکلوں سے اسے باپ کی میت سے الگ کیا۔۔۔۔۔وہ حیدر کے گلے لگی بالکل اس بچے کی طرح تڑپتی ہوئی رو رہی تھی جسے اس کا کھلونا نہ ملے تو وہ آسمان سر پر اٹھا لیتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

سلیمان کو اس کی وصیت کے مطابق اقصی کے پاس دفن کیا گیا تھا ۔۔۔۔اور پھر سلیمان خان اور اقصی خان کی محبت کا یہ خوبصورت باب اختتام ہو گیا۔۔۔۔۔

وہ دونوں محبت میں سرخرو ہو کر جا چکے تھے۔۔۔۔اور پیچھے ایک نئ محبت کی کہانی کے آغاز کو چھوڑ چکے تھے۔۔۔۔۔۔۔اب قسمت نے حیدر خان اور ماہیر خان کی کہانی کو لکھنا تھا۔۔۔۔

سلیمان خان حیدر کو اپنی بیٹی کے روپ میں ایک تحفہ دے کے جا چکا تھا۔۔۔۔۔

سلیمان کی موت کو ایک ہفتہ ہو چکا تھا۔۔۔۔۔

اور ہیر کو چپ لگ چکی تھی۔۔۔۔۔وہ جو اپنے باپ کے سینے سے لپٹ کا سونے کی عادی تھی پچھلے ایک ہفتے سے اسے اپنے باپ کی شکل دیکھنے کو نہیں مل رہی تھی۔۔۔۔۔

اور نہ ہی کچھ کھاتی تھی نہ ہی کچھ بولتی تھی۔۔۔۔۔

بس ہر وقت اپنے باپ کا انتظار کرتی رہتی۔۔۔۔۔۔

حویلی میں وہ سوائے حیدر کے کسی کی بات کا کوئی جواب نہیں دیتی تھی۔۔۔۔حیدر بہت مشکلوں سے اسے تھوڑا سا کھانا کھلاتا تھا۔۔۔۔

اس کی یہ حالت دیکھ حماد اور نور دونوں کے دل پھٹتے تھے۔۔۔۔۔۔

وہ جانتے تھے وہ بچی ہے۔۔۔۔چھوٹی عمر میں صدمہ بڑا لگا ہے اسے بہت وقت لگے گا نارمل ہونے میں۔۔۔۔۔۔

وہ دونوں اسے بالکل ماں باپ کی طرح پیار کر رہے تھے۔۔۔۔۔

مگر وہ راتوں کو روتی ہوئی سلیمان کو پکارتی اٹھ جاتی۔۔۔۔۔

پھر حیدر اسے بہت مشکل سے سنبھالتا تھا۔۔۔۔۔۔

آہستہ آہستہ وقت گزرتا گیا۔۔۔۔سلیمان کی موت کو چھ ماہ گزر چکے تھے۔۔۔وہ پہلے کی طرح نارمل تو نہ ہو سکی مگر اب کچھ بہتر ہو گئی تھی۔۔۔

وہ اس وقت اپنے بابا کے کمرے میں بیٹھی ان کی تصویر سینے سے لگائے پتہ نہیں چھت کی طرف کیا دیکھ رہی تھی۔۔۔اتنے میں حیدر کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔۔۔۔"ہیر۔۔۔ہیر۔۔۔۔ہیر"۔۔۔۔۔

وہ ساری حویلی میں ہیر کو ڈھونڈتا پھر رہا تھا آخر میں وہ اس کمرے میں آیا۔۔۔۔۔

ہیر کو اس حالت میں دیکھ اس کا دل دکھ رہا تھا۔۔۔۔وہ 13 سالہ بچہ تھا وہ بھی بہت ذہین اور سمجھدار۔۔۔اس لیے وہ سب سمجھتا تھا۔۔۔۔

وہ آیااور ہیر کے پاس بیڈ پر بیٹھ گیا۔۔۔۔۔"پرنسس تم یہاں بیٹھی ہو میں تمہیں پوری حویلی میں ڈھونڈتا پھر رہا ہوں۔۔۔۔۔۔چلو آؤ کیک کھاتے ہیں میرا بہت دل کر رہا ہے کھانے کو"۔۔۔۔۔حیدر کی آواز پر اس کی نظروں کا ارتکاز ٹوٹا پھر دھیرے سے حیدر کی طرف دیکھا۔۔۔۔اور کچھ بھی کہے بنا بہت خاموشی سے اپنے بابا کی تصویر کو ان کی جگہ پر رکھا اور کمرے سے نکل گئی۔۔۔۔۔

پیچھے حیدر نے اذیت سے اس کی پشت کو دیکھا۔۔۔۔

آزادی

سلیمان کی موت کو تقریبا ایک سال ہونے والا تھا۔۔۔۔۔۔

ماہیر اب پہلے سے کافی بہتر تھی۔۔۔۔۔۔

مگر وہ بہت بدل گئی تھی۔۔۔۔

اب پہلے کی طرح ہنسی، مستی مذاق، کچھ بھی نہیں رہا تھا۔۔۔۔

اس کی شرارتیں کہیں کھو گئی تھیں۔۔۔۔۔۔

آج بھی وہ حسب عادت ٹیرس پر بیٹھے ہوئے تھے۔۔۔۔۔

اور حیدر اپنی اوٹ پٹانگ باتوں سے ماہی کا دھیان بھٹکا رہا تھا۔۔۔۔اب وہ اسے اپنی آنکھوں کے بارے میں کوئی قصہ سنا رہا تھا۔۔۔۔۔

جس سے ہیر ہنس رہی تھی۔۔۔۔اسے ہنستے دیکھ حیدر بس مسکرا رہا تھا۔۔۔"آپ کو پتہ ہے آپ کی آنکھیں دنیا کی سب سے خوبصورت آنکھیں ہیں۔۔۔۔مجھے یہ بہت پیاری لگتی ہیں۔۔۔۔اور مجھے یہ بہت پسند ہیں"۔۔۔۔

یہ کہتے ساتھ ہیر کھل کھلا کر ہنس دی۔۔۔۔

ہیر کو ہنستا دیکھ حیدر کے چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ آگئی۔۔۔۔"اچھا اگر ایسی بات ہے تو تم یہ آنکھیں لے لو"۔۔۔۔

یہ بات سن ہیر تھوڑا حیران ہوئی۔۔۔۔"ہیں سچی۔۔۔۔۔۔امممم ۔۔۔۔۔۔مگر مجھے نہیں چاہیے۔۔۔۔یہ آپ کی آنکھیں ہیں اور مجھے آپ پر ہی زیادہ پیاری لگتی ہیں۔۔۔۔آپ اپنی ان آنکھوں کو بتادیں کہ

یہ صرف آپ کی ہیر کی ہیں۔۔۔۔آپ کی پرنسس کے علاوہ کوئی ان آنکھوں کی تعریف بھی نہیں کر سکتا"۔۔۔

ہیر کا لہجہ فرمائش کے ساتھ ساتھ آخر میں حکمیہ بھی ہو گیا۔۔۔۔حیدر دل کھول کر مسکرایا۔۔۔۔اسے اپنی پرنسس کا خود پر حق جتانا بہت اچھا لگ رہا تھا۔۔۔۔کتنے حق اور مان سے وہ کہہ رہی تھی کہ یہ آنکھیں اس کی آنکھیں ہیں۔۔۔۔"بالکل آج سے یہ آنکھیں ہی نہیں پورا کا پورا یہ پرنس بھی تمہارا ہوا پرنسس"۔۔۔۔۔

حیدر کی بات سن کر اس کی آنکھوں میں انوکھی چمک اور خوشی آئی۔۔۔۔۔

اور وہ بے اختیار ہنستی گئی۔۔۔۔۔

اپنے باپ کی موت کے بعد شاید ہی وہ آج دل کھول کر ہنسی تھی۔۔۔اور حیدر کو آج بہت خوشی ہو رہی تھی اس سے اس طرح خوش ہوتا دیکھ کر۔۔۔۔

یہ شام کا وقت تھا حویلی کے سارے بچے اس وقت صحن میں کھیل رہے تھے۔۔۔۔۔

ماہی جو ایک سائیڈ پر گھاس پر بیٹھی اپنی ڈرائنگ بک پر ڈرائنگ بنا رہی تھی۔۔۔۔۔

فواد اس کے پاس آیا اور بولا۔۔۔"چلو آؤ ماہی کھیلتے ہیں"۔۔۔۔

ماہی ہنوز اپنی کتابوں میں لگی رہی۔۔۔اس کی کسی بات کا جواب نہیں دیا۔۔۔۔یہاں تک کہ نظر اٹھا کر دیکھا بھی نہیں۔۔۔۔۔وہ حیدر کے علاوہ کسی سے بات کرنا پسند نہیں کرتی تھی۔۔۔۔

چودہ سالہ فواد کو اپنی اس قدر بے عزتی پر تو بہت غصہ آیا۔۔۔۔ وہ وہی جم کر ہیر کے پاس بیٹھ گیا اور اب وہ ہیر کو غصے سے گھور رہا تھا۔۔۔۔

حیدر جو کچن سے ہیر کے لیے جوس لانے گیا تھا۔۔۔۔

واپس آیا تو فواد کو ہیر کے پاس بیٹھے دیکھا اس کے جسم میں غصے کی ایک شدید لہر دوڑی۔۔۔۔

وہ سیدھا ہیر کے پاس آیا اور اس طرح آکر بیٹھ گیا۔کہ ہیر پوری کی پوری حیدر کے پیچھے چھپ گئی۔۔۔۔"کیا مسئلہ ہے؟ نکلو یہاں سے اور یہ گھورنا بند کرو"۔۔۔

حیدر سرد لہجے میں بولا۔۔۔اب کے فواد نے حیدر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں اور ڈھٹائی سے بولا۔۔۔"میں تو گھوروں گا تمہیں جو کرنا ہے کرلو"۔۔۔۔اس کا یہ جواب حیدر کو تو آگ لگا گیا۔۔۔۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور فواد کو گریبان سے پکڑ کر ایک ہی جھٹکے میں نیچے پھینک چکا تھا۔۔۔نیچے فرش پکا تھا جس پر فواد کا سر لگا اور سر پھٹ گیا۔۔۔خون دھاڑ کی صورت میں بہہ نکلا۔۔۔حیدر اس کے کان کے پاس سرد لہجے میں پھنکارا۔۔۔۔"خبردار اگر دوبارہ کبھی میری

ہیر کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا تو اب کی بار صرف تمہارا سر پھوڑا ہے اگلی بار تمہیں دنیا سے ہی آؤٹ کر دوں گا"۔۔۔۔

اتنا کہنے کے بعد حیدر نے ہیر کی ساری بکس سمیٹیں۔۔۔۔اس کا ہاتھ پورے حق سے پکڑا اور اسے لیے اندر کی طرف بڑھ گیا۔۔۔۔۔پیچھے فواد خان درد کی شدت برداشت کرتا اٹھا اور خود سے عہد کیا کہ ایک دن وہ اس چوٹ کا بدلہ ضرور لے گا۔۔۔۔۔۔۔۔

یہ کچھ دنوں بعد کا ذکر ہے۔۔۔۔۔اس وقت حماد خان اور حاکم خان لائبریری میں بیٹھے تھے۔۔۔۔"مجھے آپ کو ضروری بات بتانی ہے

بابا.... میرا ٹرانسفر ہو چکا ہے اور میں اسلام آباد شفٹ ہو رہا ہوں مگر اس بار میں اکیلا نہیں جاؤں گا نور، حیدر اور ماہی میرے ساتھ جائیں گے۔۔۔اگر انوشہ کو آپ یہاں رکھنا چاہیں۔۔۔تو وہ یہاں رہ سکتی ہے"۔۔۔۔

حاکم صاحب جو بظاہر کتاب میں نظر جمائے اس کی بات سن رہے تھے آخری بات پر تو تڑپ اٹھے۔۔۔۔"کیا مطلب ہے تمہارا حیدر جائے گا وہ کہیں نہیں جائے گا وہ میرا اگلا وارث ہو گا اسے اس حویلی میں رہنا ہو گا"۔۔۔۔

وارث کی بات سن تو حماد صاحب غصے سے اٹھ کھڑے ہوئے۔۔۔۔"خدا کے لیے بابا میرے بیٹے کو اس سرداری سے دور رکھیں۔۔۔۔وہ فورس جوائن کرنا چاہتا ہے وہی کرے گا۔۔۔۔آپ

کے دو پوتے مزید ہیں ان میں سے جس کو مرضی اپنی وراثت
دیں۔۔۔ مگر مجھے اور میرے بیٹے کو ان سب سے دور
رکھیں۔۔۔۔۔آپ کی انہی سرداری فیصلوں کی وجہ سے میں اپنے جان
عزیز بھائی سلیمان کو کھو چکا اب بیٹا نہیں کھو سکتا"۔۔۔۔۔

حاکم صاحب کیسے اپنے جان عزیز پوتے کو دور جانے دیتے۔۔۔۔"تو
ٹھیک ہے تمہارے پاس صرف ایک ہی راستہ ہے یا تو ماہی کو لے جاؤ یا
حیدر کو دونوں نہیں جائیں گے"۔۔۔۔۔۔

باپ کی بات سن حماد صاحب کو لگا شاید سلیمان کی موت کا ان پر کوئی اثر
نہیں ہوا وہ کیسے ایسا کہہ سکتے ہیں۔وہ پھر ویسے ہی پتھر دل سردار
تھے۔۔۔۔"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں بابا سلیمان مجھے ماہی کی ذمہ داری
دے کر گیا ہے اور اب وہ میرے حیدر کی بیوی ہے وہ ہمارے ساتھ ہی

جائے گی۔۔۔۔۔میں اسے اس حویلی میں کبھی نہیں چھوڑوں گا"۔۔۔۔حماد صاحب کو کچھ بہت برا ہونے کا احساس ہو رہا تھا۔۔۔۔"میں فیصلہ سنا چکا ہوں۔۔۔۔تم بے شک حیدر کو لے جاؤ مگر دیکھنا ایک دن وہ اس حویلی میں واپس ضرور آئے گا۔۔۔۔شاید تم نے اپنے بیٹے کی آنکھوں میں وہ چمک نہیں دیکھی جو میں نے دیکھی ہے ماہی کے لیے۔۔۔اسے لینے وہ واپس ضرور آئے گا اور میں اس دن کا انتظار کروں گا۔۔پھر وہ خود فیصلہ کرے گا کہ سرداری اسے چاہیے یا نہیں اگر میرا فیصلہ منظور ہے تو ٹھیک ہے۔۔۔ورنہ حیدر کو چھوڑ دو"۔۔۔۔۔

حماد کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا اس کا باپ کاروبار کر رہا تھا۔۔۔"بابا آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں۔آپ ماہی کو استعمال کریں گے۔۔۔وہ کوئی کھلونا نہیں ایک جیتی جاگتی انسان ہے اور اس حویلی میں اس کا اپنا کوئی

نہیں ہمارے سوا۔۔۔آپ اسے استعمال کر کے میرے بیٹے کو بلیک میل نہیں کر سکتے "۔۔۔۔۔۔

اسے اپنی آواز کسی کھائی سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔۔۔۔"میں فیصلہ سنا چکا ہوں اب تمہیں چننا ہے تم کس کو چنو گے "۔۔۔۔

اور حماد خان کا دل جیسی کسی نے مٹھی میں لے لیا۔۔۔۔وہ سلیمان خان نہیں تھا جو اپنے باپ کے سامنے سینہ تان کر اپنا فیصلہ سناتا وہ حماد خان تھا اور فیصلہ ہو چکا تھا۔۔۔"بابا میرا آپ سے وعدہ ہے میرا بیٹا کبھی بھی اس حویلی میں دوبارہ قدم نہیں رکھے گا جب تک ماہی اس حویلی میں ہو گی۔۔۔میں آپ کے اس کھیل کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔۔۔ماہی میرے بیٹے کی وہ قسمت ہے۔۔۔۔جس کی خاطر سلیمان نے اپنی بیوی کھوئی۔۔۔آپ ان دونوں کی زندگی کے فیصلے نہیں کریں گے وہ فیصلے اب قسمت کرے گی۔۔۔میں آج ماہی

کو خدا کی حفاظت میں اس حویلی میں چھوڑ کر جاؤں گا۔۔۔۔۔قسمت خود اسے اس کے شوہر سے ملائے گی میرا بیٹا نہیں آئے گا۔۔۔۔چاہے کچھ بھی ہو جائے"۔۔۔۔۔۔

قسمت فیصلہ کر چکی تھی ایک بار پھر دکھ ماہیر حیدر خان کی قسمت کا حصہ تھا۔۔۔۔۔۔

اس وقت حماد خان بیٹے کے سامنے بیٹھے تھے۔۔۔۔"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں بابا میں ہیر کو یہاں چھوڑ کبھی نہیں جاؤں گا۔۔۔۔بابا وہ کیسے ہمارے بغیر رہے گی۔۔۔میں نے چاچو اور چھوٹی ماما سے وعدہ کیا تھا میں اسے اکیلا نہیں چھوڑوں گا"۔۔۔۔۔حیدر کو لگا جیسے کوئی اس کے جسم

سے روح کھینچ رہا ہو۔۔۔" بات سمجھنے کی کوشش کرو بیٹا۔۔۔ تمہارے دادا تمھیں خطرناک کھیل کا حصہ بنانا چاہتے ہیں۔اس لیے تمہارا ابھی یہاں سے جانا بہت ضروری ہے۔ تم یہاں سے سیدھا کراچی اپنی پھوپھو کے پاس جاؤ گے مگر یہاں کسی کو نہیں بتاؤ گے تم کہاں جا رہے ہو۔۔۔ اگر چاہو تو ہیر کو بتا سکتے ہو۔۔۔۔ وہ تمہارے پاس آئے گی اسے قسمت لائے گی۔۔۔۔ مگر جب تک ہیر تمہارے پاس نہ آجائے تم دوبارہ اس حویلی میں کبھی قدم نہیں رکھو گے۔۔۔ تمہیں مجھ سے وعدہ کرنا ہو گا ۔۔۔۔ میں بابا سے وعدہ کر کے آیا ہوں کہ تم میری بات کا مان رکھوں گے۔۔۔۔۔ تمہیں ساری زندگی ہیر کو یاد رکھنا ہے اسے کبھی نہیں بھولنا۔۔۔۔ وہ تمہاری بیوی ہے اور اس حویلی میں تمہاری امانت ہے۔۔۔۔ خدا تمہیں خود تمہاری امانت تک پہنچا دے گا تمہیں نہیں آنا۔۔۔۔ یہاں واپس کبھی نہیں آنا۔۔۔۔ وہ جانتے ہیں تمہاری جان

ہیر میں ہے۔۔۔اس لیے وہ تمہاری جان یہاں رکھ کر تمہیں بے بس کر کے واپس بلائیں گے۔۔۔۔تمہارے خلاف سازش میں ہیر کو بھی شامل کریں گے۔۔۔اس سے تمہاری ہیر کی جان کو خطرہ ہو سکتا ہے۔۔۔۔اس کو تمہارے خلاف استعمال کریں گے تمہیں ایسا نہیں ہونے دینا"۔۔۔۔۔اب وہ باپ بہت امید بھری نظروں سے اپنے بیٹے کو دیکھ رہا تھا۔۔۔اور یہاں حیدر خان باپ کی محبت کے سامنے ہار گیا ۔۔۔۔وعدہ ہو چکا تھا قسمت میں ایک بار پھر جدائی لکھ دی گئی۔۔۔۔۔۔

وہ لوگ جانے کے لیے تیار تھے۔۔۔۔

یہ ہیر اور حیدر کی آخری ملاقات تھی۔۔۔۔۔۔

اس وقت وہ دونوں ٹیرس پر کھڑے تھے۔۔۔۔

جب سے ہیر کو پتہ چلا تھا کہ حیدر جا رہا ہے تب سے اس نے رو رو کر اپنا برا حال کیا تھا۔۔۔۔"آپ واپس آئیں گے نا؟۔۔۔۔اگر آپ واپس نہیں آئے تو میں آپ کو کھو دوں گی۔ویسے ہی جیسے ماما اور بابا کو کھویا تھا ۔۔۔وہ بھی ایسے ہی چلے گئے تھے اور پھر واپس کبھی نہیں آئے۔۔۔۔آپ اگر چلے گئے تو واپس نہیں آئے گیں۔۔۔۔میں جانتی ہوں پلیز آپ مت جائیں نا"۔۔۔

اب وہ آنکھوں میں امید کے جگنو لیے پوچھ رہی تھی۔۔۔۔اور حیدر خان کے دل پر کیا گزر رہی تھی صرف وہی جانتا تھا۔۔۔۔کوئی دلاسہ، تسلی دینے کے لیے کچھ الفاظ تھے ہی نہیں۔۔۔۔۔"اگر میں کھو جاؤں تو تم مجھے ڈھونڈ لینا"۔۔۔۔ہیر نے حیدر کی آنکھوں میں

دیکھا۔۔۔اس کی خوبصورت آنکھیں۔۔۔"اگر مجھے آپ کو ڈھونڈنا ہوا تو میں آپ کو اتنی بڑی دنیا میں کہاں ڈھونڈوں گی؟"۔۔۔اب کی بار وہ حیدر سے سوال پوچھ رہی تھی۔۔۔"بہت آسان ہے اگر مجھے ڈھونڈنا ہوا تو سٹی آف لائٹس آجانا"۔۔۔۔۔عجیب سا نام سن کر ماہی تھوڑا حیران ہوئی۔۔۔"ہیں یہ کون سی جگہ ہے؟"۔۔۔اس کی اس قدر معصومیت پر حیدر مسکرایا۔۔۔"تمہیں اتنا بھی نہیں پتا؟۔۔۔"نہیں نا آپ بتائیں گے تو ہی پتہ چلے گا۔۔۔۔۔اب وہ بھرپور موصومیت سے سوال کر رہی تھی۔۔۔"کراچی"۔۔۔۔۔"مگر وہ تو بہت بڑا ہے وہاں پر ڈھونڈنا حیدر سوچ میں پڑ گیا اور ہوا تو کہاں ڈھونڈوں گی"۔۔۔اس سوال پر جب بولا تو...."تو پولیس اسٹیشن میں وہاں پر پولیس کی وردی میں ملوں گا"۔۔۔۔۔یہ کہنے کے بعد کچھ پل حیدر خاموش ہوا اور پھر

بولا۔۔۔"یہ ہم دونوں کے درمیان ٹاپ سیکرٹ ہے۔۔۔تم مجھ سے وعدہ کرو کہ تم یہ بات کسی کو نہیں بتاؤ گی"۔۔۔۔وہ ہیر کو رازدانہ انداز میں ہدایت کر رہا تھا۔۔۔

اس کی بات پر ہیر نے پوچھا۔۔۔۔"انوشہ آپی کو بھی نہیں"۔۔۔۔ہیر نے بہت امید سے اس کی آنکھوں میں دیکھا اسے امید تھی وہ ابھی کہے گا صرف اسے بتا دینا۔۔۔۔مگر جواب بالکل اس کی سوچ سے الٹ آیا۔۔۔"بالکل نہیں، نہیں مطلب کسی کو بھی نہیں یہ صرف تمہارا اور میرا راز ہے اور تم یہ راز کبھی بھی کسی کو بھی نہیں بتاؤں گی۔۔۔۔تمہیں میرے وعدے کا مان رکھنا ہے۔۔بولو کیا تم رکھو گی"۔۔۔

حیدر بہت مان بھری آنکھوں سے ہیر کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔۔۔

اور ہیر نے دھیرے سے کہا۔۔۔"میں کسی کو نہیں بتاؤں گی میں اپنا وعدہ ضرور نبھاؤں گی"۔۔۔اس جواب کے ساتھ ہی حیدر کے چہرے پر اتنی خوبصورت مسکراہٹ آئی کہ ہیر بھی مسکرا اٹھی۔۔۔۔۔۔

وہ بے اختیار آگے بڑھی اور حیدر کے گلے لگ گئی۔۔"میں آپ کو کبھی نہیں بھولوں گی ہمیشہ یاد رکھوں گی۔آپ بھی مجھے ہمیشہ یاد رکھیے گا۔۔۔۔میں صرف آپ کی ہیر رہوں گی اور آپ صرف میرے حیدر"۔۔۔۔۔۔

یہ کہتے ساتھ ہیر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔۔۔۔۔۔وہ چھوٹی ضرور تھی مگر وہ حیدر سے جدا نہیں ہونا چاہتی تھی۔۔۔۔۔"اپنا خیال رکھنا تم صرف میری ہو یہ بات کبھی مت بھولنا"۔۔۔۔۔

یہ وہ آخری الفاظ تھے جو حیدر نے ہیر سے کہے تھے۔

اس وقت وہ انوشہ کے سامنے بیٹھا تھا اور وہ منہ پھلا کر دوسری طرف رخ کیے رونے میں مصروف تھی۔

اور حیدر کو یہ لگ رہا تھا جیسے وہ اپنے دونوں ہاتھ کٹوا کر یہاں سے جا رہا ہو۔۔۔ جیسے وہ دونوں پاؤں یہاں چھوڑ کر جا رہا ہے اور پیچھے صرف معزوری رہ گئی ہو۔۔۔۔وہ دونوں اس کی طاقت ہی تو تھیں ایک ماہیر خان اور دوسری انوشہ خان۔۔۔۔۔"بات سمجھنے کی کوشش کرو گڑیا میرا جانا ضروری ہے"۔۔۔۔۔اب کی بار وہ بے بسی سے بولا۔۔۔"مجھ

سے بات مت کریں"۔۔۔۔وہ سوں سوں کرتی بولی۔رونے کی وجہ سے آواز ایسے ہو گئی تھی۔۔۔۔حیدر آگے بڑھا اپنی بہن کو گلے لگا لیا۔۔"تم تو میری پیاری بہن ہو نا سب سمجھتی ہو پھر اس طرح ضد نہیں کرتے"۔۔۔انوشہ اب بھی رو رہی تھی۔۔۔۔"دیکھو یہاں ہیرا کیلی ہے۔اس کا اب تمہارے علاوہ کوئی نہیں ہے۔۔۔تمہیں ہی اب اس کا خیال رکھنا ہے۔۔۔گڑیا تم اس کا خیال رکھو گی نا؟"۔۔۔۔وہ بہت مان اور امید بڑی نظروں سے دیکھتے ہوئے انوشہ سے کہہ رہا تھا۔۔۔"آپ فکر نہ کریں میں ضرور رکھوں گی"۔۔۔۔یہ جواب سن حیدر کو تھوڑا سکون ہوا۔۔"پکا وعدہ"۔۔۔جیسے وہ تردید چاہ رہا ہو "ہاں پکا والا وعدہ"۔۔۔۔۔یہ کہتے ہیں ساتھ وہ دوبارہ بھائی کے گلے لگی اور پھر رو پڑی۔۔۔۔۔

مگر قسمت کا لکھا تو تہہ تھا۔۔۔۔اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے حیدر اور ماہی دونوں ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئے۔۔۔۔۔

وہ چلا گیا مگر ماہیر اسے کبھی بھلا نہیں پائی۔۔۔۔۔۔

وہ انوشہ کے کمرے میں اس کے ساتھ رہنے لگی۔۔۔۔اب کوئی اسے پیار نہیں کرتا تھا سوائے دادی کے۔۔۔۔آخری بار اپنی تائی کے گلے لگ کر بہت روئی اور تایا نے اسے جاتے ہوئے آخری الفاظ کہے وہ ان الفاظ کو کبھی نہیں بھولی۔۔۔۔"دیکھو بیٹا یہ حویلی ہے یہاں تم محفوظ ہو۔۔۔تم حیدر کی بیوی ہو یہ بات کبھی مت بھولنا۔۔۔۔تم سلیمان خان کی بیٹی ہو کبھی مت بھولنا۔۔۔۔جس دن تمہیں لگے یہ چار دیواری تمہاری حفاظت نہیں کر پا رہی اس دن اس حویلی سے نکل آنا"۔۔۔۔

ماہی تب تو ان باتوں کو سمجھ نہیں سکتی تھی مگر وہ کبھی ان باتوں کو بھول نہ سکی۔۔۔اور بڑی ہوتے ساتھ یہ باتیں اس کے ذہن میں نقش رہ گئیں۔۔۔۔

حاکم صاحب کی وجہ سے کوئی ماہی کو کچھ نہیں کہتا تھا۔۔۔ مگر جیسے ہی وہ اس دنیا سے گئے۔۔۔ماہی کو کمرے سے نکال دیا گیا اور چھوٹے سے سٹور روم میں جگہ دے دی اس سے سارے کام کروائے جانے لگے۔۔۔

مگر حاکم صاحب مرنے سے پہلے اپنی وصیت میں سلیمان اور حماد کی ساری جائیداد ماہی کے نام کر چکے تھے۔۔۔ مگر شرط یہ تھی کہ ماہی جب 20 سال کی ہو گی تو ساری جائیداد اس کے نام ہو جائے گی۔ مگر اسے استعمال کرنے یا بیچنے یا کسی اور کے نام کرنے کا اختیار صرف اس

کے شوہر کے پاس ہو گا۔۔۔اور اگر اس کا شوہر مر جائے یا منظر عام پر نہ آئے تو وہ ساری جائیداد ٹرسٹ کے نام چلی جائے گی۔۔۔۔۔۔

اس بات نے سعدیہ تائی اور ابراج تایا کی ہوش اڑا دیے۔۔۔وہ جو سوچے بیٹھے تھے کہ فائزہ کی شادی فواد سے اور ولید کی شادی انوشہ سے کر کے ساری کی ساری جائیداد ان کے مٹھی میں آجائے گی۔۔۔اس جائیداد کا 35 فیصد حصہ ماہی کے نام تھا جو کہ بہت بڑا شاک تھا بس انہیں یہ جائیداد کسی بھی حال میں چاہیے تھی۔ جس کے لیے انہوں نے 20 سالہ ماہی کے کردار کو داغدار کر دیا۔۔۔۔

حال

صبح سے دو پہر اور دو پہر سے رات ہو چکی تھی عصر کے وقت دادی کی میت کو لے جایا جا چکا تھا۔۔۔۔

اور وہ اس وقت خود کو کمرے میں بند کیے آنسو بہانے میں مصروف تھی۔۔۔وہ نکاح جو دو دن بعد ہونے والا تھا اب دادی کے نہم کے بعد ہونے کا فیصلہ طہ پایا جا چکا تھا۔

اسے وہ پھانسی کا پھندہ ہی لگ رہا تھا۔ کیا ہی فرق پڑتا تھا دو دن بعد گلے میں پڑے یا آٹھ دن بعد۔۔۔اس وقت اس کے ماضی کی ساری زندگی اس آنکھوں کے سامنے کسی فلم کی طرح چل رہی تھی۔۔۔۔ کبھی حیدر کے الفاظ یاد آ رہے تھے تو کبھی اپنے باپ کے۔ کس طرح اس کا باپ اس کے بال اپنے ہاتھوں سے بناتا تھا۔اسے اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلاتا تھا۔اسے اپنے گلے لگاتا تھا رات کو سونے سے پہلے

اپنے سینے سے لگا کر سوتا تھا۔پیار سے اس کی پیشانی کو چومتا تھا۔۔۔پھر اس نے اپنے آپ کو اپنے باپ کے سامنے کھڑا پایا۔۔۔۔۔"ماہی کے بابا بھی اس سے بہت پیار کرتے ہیں ہمیشہ یاد رکھنا۔۔۔بابا کی اچھی بیٹی ہونا۔۔۔اگر میں واپس نہ آیا تو اپنا خیال رکھنا۔۔۔کبھی نہ بھولنا آپ کے بابا آپ سے بہت پیار کرتے ہیں"۔۔۔۔ماضی کا بلبل تحلیل ہو گیا۔۔۔۔اب وہ ٹیرس میں حیدر کے سامنے کھڑی تھی اور رو رہی تھی۔۔۔۔۔۔"اپنا خیال رکھنا تم صرف میری ہو یہ بات کبھی مت بھولنا"۔۔۔۔۔

اب کی بار منظر بدل گیا۔۔۔۔اب وہ لاؤنج کے دروازے میں کھڑی تھی اور حماد تایا گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھے تھے۔۔۔۔"جس دن تمہیں لگے یہ چار دیواری تمہاری حفاظت نہیں کر پا رہی اس دن اس حویلی سے نکل آنا"۔۔۔۔اور ایک لمحے میں ماہی کی ساری دنیا رک

گئی۔۔۔۔اسے تایا کے الفاظ آج سمجھ آئے تھے۔۔۔۔پھر اسے دادی کے الفاظ یاد آئے وہ اسے اس حویلی سے بھاگنے کا کہہ رہی تھی۔۔۔۔پھر اسے انوشہ کے الفاظ یاد آئے۔۔۔۔۔وہ بھی دادی کی طرح اسے یہاں سے جانے کو کہہ رہی تھی۔۔۔۔۔۔

اور ماہیر خان فیصلہ کر چکی تھی۔۔۔۔کہ اب وہ قسمت کے سہارے نہیں بیٹھے گی۔۔۔۔وقت آچکا تھا اب اسے اپنی قسمت خود بنانی تھی۔۔۔۔وہ اپنے شوہر سے ڈس اون نہیں ہو سکتی تھی۔۔۔۔اسے اس چار دیواری سے باہر نکلنا تھا اپنے شوہر کو ڈھونڈنا تھا۔۔۔۔۔۔۔

آج دادی کی موت کو دو دن گزر چکے تھے۔۔۔ان دو دنوں میں گاؤں کی لاتعداد عورتیں حویلی میں تعزیت کے لیے آئیں۔۔۔۔۔مگر وہ دادی کی تعزیت کم کر رہیں تھیں اور ماہیر کے کردار کے پرخچے زیادہ اڑا رہی تھیں۔۔

دادی کی موت کے وقت روبینہ پھپھو سے پڑنے والا تھپڑ اور باتیں وہاں موجود تمام نوکرانیاں سن چکی تھیں۔۔۔اور پھر کیا دیکھتے ہی دیکھتے یہ بات سارے گاؤں کی عورتوں میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل چکی تھی۔۔۔۔۔

وہ خود کو کمرے میں بند کیے بیٹھی تھی نہ دو دن سے سوئی تھی نہ کچھ کھایا تھا بس اپنی قسمت پر بیٹھی آنسو بہانے میں مصروف

رہی۔۔۔۔کمرے کا دروازہ کھلا انوشہ اور اقصی دونوں داخل ہوئیں۔۔۔۔۔

وہ فرش پر بیٹھی بس چھت کو دیکھے جا رہی تھی۔۔۔انوشہ گھٹنوں کے بل اس کے پاس بیٹھی۔۔۔۔"چلو اٹھو ماہی کچھ کھا لو"۔۔۔۔۔مگر ماہی کے جسم میں کوئی حرکت نہ ہوئی۔۔۔۔۔"ماہی کھانا نہیں کھاؤ گی تو کیسے چلے گا ابھی ہمیں اپنا پلان بھی ترتیب دینا ہے"۔۔۔۔۔۔

اس بات پر ماہی نے گردن موڑ کر ان ہیزل گرین آنکھوں میں دیکھا۔۔۔۔جن آنکھوں میں سب کچھ تباہ کر دینے کی طاقت تھی۔۔۔انوشہ اب اسے زبردستی کھانا کھلا رہی تھی۔۔۔۔

چند نوالے زہر مار کر کھانے کے بعد اس نے منہ پڑے پھیر لیا۔۔۔۔

اب اقصی ماہی کے پاس دوسری طرف آئی۔۔۔۔گھٹنوں کے بل بیٹھی اور بولنا شروع ہوئی۔۔۔۔"دادی کسی غم سے نہیں مریں۔۔انہیں بیماری تھی۔۔۔۔ڈاکٹر نے صاف کہا تھا وہ اپنا علاج کروالیں ہاسپٹل میں داخل ہو کر ان کی جان کو کسی بھی وقت خطرہ ہو سکتا ہے۔انہیں ہڈیوں کا کینسر ہو چکا تھا وہ بھی آخری سٹیج پر تھا۔۔۔۔مگر وہ نہیں مانیں۔ اس دن چیک اپ کے دوران میں ان کے ساتھ تھی۔انہوں نے مجھے یہ بات کسی کو بھی بتانے سے منع کر دیا تھا۔وہ جانتی تھیں اگر وہ حویلی سے چلی گئیں تو پیچھے آپ اکیلی رہ جائیں گی"۔۔۔۔اور ماہیر خان زلزلوں کی زد میں آگئی۔۔۔۔اس کی دادی بیمار تھیں وہ جان نہ سکی۔۔۔۔"انہوں نے بہت پہلے ہی آپ کو اس حویلی سے بھگانے کا سوچ لیا تھا۔۔۔اس کے لیے انہوں نے کچھ چیزیں بھی سنبھال کر رکھی تھیں۔۔۔۔اس دن ہم وہی باتیں کر رہے تھے جب آپ کمرے

خاموش ہو گئے تھے۔ میں آئیں۔۔شاید آپ نے نوٹ نہیں کیا اور ہم اور پھر آپ اپنے بابا کے کمرے کے بارے میں دادی سے بات کرنے لگ گئی تھیں"۔۔۔اور ماہی کو یاد آیا کہ واقعی ایسا ہی ہوا تھا۔۔۔۔۔

اب اقصی کھڑی ہو گئی۔۔۔۔الماری کھولی اور اس میں سے کسی خاص جگہ سے کوئی چابی نکالی۔۔۔۔۔

دادی کے کمرے میں ایک پرانا صندوق پڑا تھا۔۔۔۔اس میں کیا تھا کبھی انہوں نے کسی کو نہیں بتایا۔۔۔۔اب اقصی وہ صندوق کھول رہی تھی۔۔۔۔انوشہ نے ماہی کا ہاتھ پکڑا اسے اٹھا کر صندوق کے پاس لائی۔۔۔۔صندوق کھلنے کے بعد ماہی نے دیکھا اس میں ایک بڑا لیڈر کا بھورے رنگ کا بیگ تھا۔۔۔۔

اقصی نے وہ بیگ اٹھایا اور اسے باہر نکال دیا۔۔۔اب وہ بیگ کھول رہی تھی۔۔۔۔۔

اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ بیگ کی ساری چیزیں بیڈ پر رکھ چکی تھی۔۔۔۔۔۔ان چیزوں کو دیکھ ماہی دیوانہ وار آگے بڑھی۔۔۔۔اس میں کسی لڑکی کے چھ سات جوڑے تھے۔ایک کالہ برقعہ تھا۔۔ایک چھوٹا سا جیولری باکس تھا جس میں جیولری کا سامان تھا۔۔۔۔۔

ایک بڑی فائل تھی۔۔۔۔جس میں کچھ کاغذات تھے۔۔۔۔۔

اس نے سوالیہ نظروں سے اقصی کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔"یہ سارا سامان آپ کی ماں کا ہے"۔۔۔۔۔۔

یہ سننا تھا کہ ماہی جامد رہ گئی۔۔۔۔اب وہ اپنے کپکپاتے ہاتھوں سے وہ ساری چیزیں اٹھا کر دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔۔اس جیولری باکس میں

تین لاکٹ تھے۔۔۔دو تین انگوٹھیاں تھیں اور چار پانچ جھمکے کے جوڑے تھے۔۔۔۔۔اور ایک باکس میں ایک موبائل اور چار جر تھا۔۔۔یہ اقصی کا وہ موبائل تھا جو سلیمان نے اقصی کو لے کر دیا تھا۔۔۔جب وہ کالج میں رہتا اسے اقصی کی فکر رہتی تھی۔اس لیے موبائل لے کر دیا تاکہ فون کر کے اس کی خیریت پتہ کر سکے۔۔۔۔

جیسے ہی ماہیر نے موبائل فون آن کیا سامنے ہی سلیمان کی تصویر نظر آئی۔۔۔۔

اس نے اپنی باپ کی تصویر ہونٹوں سے لگالی۔۔۔۔۔یہ نمبر صرف سلیمان کے پاس ہوتا تھا اس لیے ماہیر موبائل استعمال کر سکتی تھی۔

پھر اس کے بعد اس نے ان کاغذات کو دیکھا۔۔۔۔۔سب سے پہلے اس میں اس کے ماں باپ کا نکاح نامہ تھا۔۔۔اس کے بعد اس کی ماں کا

دیٹھ سرٹیفکیٹ تھا۔۔۔۔اس کے بعد ماہیر کا برتھ سرٹیفکیٹ تھا۔۔۔اقصی کا آئی ڈی کارڈ تھا۔۔۔اس کے بعد حیدر اور ہیر کا نکاح نامہ تھا۔۔۔۔۔اور ایک نیلے رنگ کی ڈائری تھی۔۔۔۔اس نے وہ ڈائری کھولی تو پہلے صفحے پر لکھا نظر آیا۔۔۔۔۔"اقصی سلیمان خان"۔۔۔

اس نے وہ ڈائری سینے سے لگالی۔۔۔۔۔

اب اقصی دادی کی الماری سے کچھ نکال رہی تھی۔۔۔۔۔وہ تین چار کاغذات تھے۔۔۔۔اقصی نے وہ کاغذات ماہیر کی طرف بڑھا دیے۔۔۔۔

ماہی نے دیکھا ایک خط تھا جس پر لکھا تھا۔۔۔۔۔"ماہی کے لیے حماد خان کی طرف سے"۔۔۔

اور دوسرے پر لکھا ہوا تھا وصیت۔۔۔۔۔

پھر اقصی نے ماہی کے سائیڈ کی الماری کھولی۔۔۔۔۔اب وہ ماہی کے سارے کاغذات نکال رہی تھی۔۔۔۔۔اس کا آئی ڈی کارڈ اس کے سارے ڈاکومنٹس۔۔۔۔۔۔

پھر اس نے وہ سارے کاغذات اس فائل میں رکھ دیے۔۔۔۔۔

اب وہ دادی کا لاکر کھول رہی تھی۔۔۔۔۔پھر اس کے اندر موجود سارے پیسے نکالے۔۔۔۔۔وہ کم و بیش ایک لاکھ روپیہ تھا۔اس نے چیزوں کے ساتھ وہ پیسہ بھی رکھ دیا۔۔۔۔اب وہ ساری چیزیں واپس بیگ میں ڈال رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔"اب ہمارا پلان سنو۔۔۔ماہی کل رات تم یہاں سے نکلو گی۔۔۔۔۔حویلی کے پچھلی طرف اقصی کا بھائی گاڑی لے کر آئے گا تمہارا انتظار کرے گا۔۔۔۔۔۔کل رات کھانا تمہیں خود بنانا ہے۔۔۔۔۔میں تمہیں نیند کی گولیاں دوں گی تم نے

سارے گھر والوں کے کھانے میں ملانی ہیں۔۔۔۔۔مگر میں کھانا بعد میں کھاؤں گی۔۔۔۔۔۔پھر اقصی تمہیں خود اسٹیشن تک چھوڑ کر آئے گی۔۔۔میں حویلی کے لان میں اس کا انتظار کروں گی۔۔۔۔۔جیسے ہی یہ تمہیں خیریت سے چھوڑ کر واپس آئے گی اس کے بعد ہم دونوں ایک دوسرے سے جھگڑیں گیں۔۔۔۔۔اس جھگڑے میں اقصی کو چوٹیں آئیں گیں اور یہ بہوش ہو جائے گی۔۔۔۔۔۔اس کے بعد میں وہ کمرے میں جا کر سو جاؤں گی۔۔۔۔۔۔اور پلان کے کھانا کھا کر اپنے مطابق اقصی پر کوئی الزام نہیں آئے گا۔۔۔۔کیونکہ ماہی تو اقصی کو مار کر بھاگی تھی۔۔۔۔اس لیے اقصی اس کی مدد کیسے کر سکتی ہے۔۔۔۔۔اور میں تو اپنے کمرے میں سو رہی تھی مجھے تو کچھ پتہ ہی نہیں۔۔۔۔۔تیسری بات تم اس حویلی کی کوئی چیز نہیں لے کر جاؤ گی سوائے اس بیگ کے۔۔۔۔۔اور یہ کالا برقعہ تم یہ پہن کر

جانا۔۔۔۔۔ تمہیں جہاں جانا ہوا اس شہر کا نام اقصی کو بتا دینا۔۔۔۔۔اقصی کل رات کی ٹرین کی ٹکٹ منگوادے گی۔۔۔۔۔ہو گیا کام اب ہم تینوں کو اس پلان پر عمل کرنا ہے۔۔۔۔۔کل رات تم دونوں تیار رہنا"۔۔۔۔۔

انوشہ نے سارا پلان دوہرا کر ان دونوں کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔دونوں نے اثبات میں سر ہلایا۔۔۔۔۔انوشہ ماہی کی طرف بڑھی۔۔۔۔اس کو دونوں کندھوں سے پکڑا۔۔۔۔۔" ماہی مجھے تم پر بہت یقین ہے۔۔۔میرا یقین قائم رکھنا۔۔۔۔میں اپنے بھائی کو بہت یاد کرتی ہوں ۔۔۔۔۔میری آنکھیں ترس گئیں ہیں ان کو دیکھنے کے لیے۔۔۔اور میرے کان ترس گئے ہیں ان کے منہ سے گڑیا سننے کے لیے۔۔۔۔۔۔پلیز تم ان کو واپس حویلی میں ضرور لے کر آنا۔۔۔۔ تمہیں ثابت کرنا ہے وہ زندہ ہیں۔۔۔۔۔میں جانتی ہوں اس دنیا میں

صرف تم ہی وہ انسان جو انہیں ڈھونڈ سکتی ہے۔۔۔۔۔اپنا خیال رکھنا ۔۔۔۔میں نے تمہیں خدا کی امان میں دیا"۔۔۔۔۔۔۔یہ کہتے ساتھ انوشہ ماہی کے گلے لگ گئی۔۔۔۔۔اور ماہی بے آواز رونے لگی۔۔۔۔۔دونوں کی انکھوں میں آنسو تھے۔۔۔۔۔۔

اور پھر وہ وقت آگیا جب ماہیر خان کو اس حویلی کی چار دیواری سے آزادی کا سفر کرنا تھا۔۔۔۔۔

سب کچھ ان کے پلان کے حساب سے جا رہا تھا۔۔۔۔۔

سارے حویلی والے کھانا کھا چکے تھے۔۔۔۔۔۔

ماہی کمرے میں واپس آئی۔۔۔۔۔

اپنی ماں کا بیگ کھولا۔۔۔۔اس میں سے ایک سوٹ نکالا۔۔۔۔اور تھوڑی دیر بعد وہ اس لباس میں ملبوس تھی۔۔۔۔وہ اس حویلی سے کسی کی اترن پہن کر نہیں جائے گی۔۔۔وہ اس لباس میں جائے گی جو اس کے باپ نے بہت محبت سے اس کی ماں کے لیا تھا۔۔۔۔اور لباس ماہی پر ایک دم فٹ تھا جیسے اس کے لیے ہی بنا ہو۔۔۔۔۔۔۔

اس کی جسامت بالکل ویسی تھی جیسے 20 سال پہلے اقصی کی تھی۔۔۔۔۔۔

اس کے بعد ماہی نے سٹڈی ٹیبل کے دراز میں سے ایک پیج نکالا۔۔۔۔۔۔اب وہ اس پیج پر کچھ لکھ رہی تھی۔۔۔۔ہاں اسے حویلی والوں کو کچھ بتا کر جانا تھا۔۔۔۔۔

وہ خط لکھنے کے بعد اس نے بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔۔۔۔۔پھر کالا برقعہ پہن کر خود کو مکمل طور پر نقاب میں چھپالیا۔۔۔۔۔۔

دروازہ ناک ہوا۔۔۔۔۔پھر اقصی کی آواز آئی۔۔۔۔۔"ماہی بی بی آ جائیں"۔۔۔۔۔۔ماہی نے وہ بیگ اٹھایا ایک آخری نظر اس کمرے پر ڈالی جس میں اس کی اور دادی کی بے شمار یادیں تھیں۔۔۔۔۔آنکھوں میں آئی نمی کو قابو کیا اور دروازہ پار کر گئی۔

لان میں ہی انوشہ اضطرابی کیفیت میں چکر لگا رہی تھی۔

پھر اسے ماہی اور اقصی آتی دکھائیں دیں۔۔۔۔۔۔اب اگلا بڑا مسئلہ حویلی کے گیٹ سے باہر نکلنے کا تھا۔۔۔۔۔

جس کا حل پہلے ہی انوشہ نکال چکی تھی۔۔۔۔۔

انوشہ نے گارڈز کے پانی میں نیند کی گولیاں ملادی تھیں۔۔۔۔۔

وہ تینوں چلتی ہوئی اب گیٹ کی طرف آرہیں تھیں۔۔۔۔یہ حویلی کا پچھلا چھوٹا سا گیٹ تھا جس میں صرف دو ہی گارڈ بیٹھتے تھے۔۔۔۔۔۔سامنے کی طرف تو بہت زیادہ پہرا ہوتا تھا۔۔۔۔

انوشہ مسلسل ماہی کو ہدایات دے رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔

اور پھر وہ وقت آگیا جب ماہی اپنی ان دونوں آخری سہیلیوں سے جدا ہونے والی تھی۔۔۔۔۔

ماہی اور انوشہ دونوں گلے لگیں۔۔۔۔۔۔انوشہ کو اگر کچھ پانے کی چاہ تھی تو ماہی کو سب کچھ کھونے کا ڈر۔۔۔۔۔۔

اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اقصی اور ماہی حویلی کا وہ گیٹ پاڑ کر گئیں

۔۔۔۔۔۔

تھوڑی دور وہ چل کر گئیں تو آگے ایک گاڑی میں اقصی کا 23 سالہ بھائی بیٹھا ہوا تھا۔۔۔اقصی نے پچھلا دروازہ کھولا اور دونوں کار میں بیٹھ گئیں۔۔۔۔۔

اب کار اپنی منزل کی جانب روانہ ہو چکی تھی۔۔۔۔۔

اور آخر کار 14 سالوں کے بعد ماہی کو اس حویلی سے آزادی مل چکی تھی۔۔۔۔۔

ماہی نے ایک بار بھی پیچھے مڑ کر اس حویلی کی عمارت کو نہیں دیکھا۔۔۔۔کیونکہ جو پیچھے مڑ کر دیکھتے ہیں وہ پتھر ہو جاتے ہیں اور اگر وہ پیچھے مڑ کر دیکھتی تو پتھر ہو جاتی اسے ابھی پتھر نہیں ہونا

تھا۔۔۔۔۔ماہی اس گاؤں کی حدود سے اب نکل چکی تھی اور پیچھے حویلی والے سارے سوتے رہ گئے۔۔۔۔۔۔انوشہ اب بھی اضطرابی کیفیت میں لان کے چکر پر چکر کاٹ رہی تھی۔۔۔اسے اب شدت سے اقصی کے واپس آنے کا انتظار تھا۔۔۔۔۔۔

سفر

وہ دونوں گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھیں۔۔۔۔۔

اقصی اسے مختلف ہدایات کر رہی تھی۔۔۔۔

اب اقصی نے ٹرین کا ٹکٹ اس کی طرف بڑھایا۔۔۔اور بولی۔۔۔"میں آپ کو ٹرین کے اندر چھوڑ کر آؤں گی۔یہ رہا اس کا ٹکٹ۔۔۔اس ٹرین کا آخری سٹاپ کراچی ہے آپ کو آخری سٹاپ پر اترنا ہے"۔۔۔

اس کی بات پر ماہی نے وہ ٹکٹ پکڑا اور بیگ کی اوپڑی زپ کے اندر رکھ دیا۔۔۔۔

تھوڑی دیر بعد اقصی اسے پانی کی بوتل اور ایک لنچ باکس پکڑا رہی تھی۔۔۔"یہ پانی کی بوتل اور یہ باکس ہے اس میں کچھ کھانا ہے۔سفر بہت لمبا ہے آپ کو بھوک لگے گی تو یہ کھا پی لیجیے گا۔۔۔وہاں پتہ نہیں سفر کے دوران کیسا کھانا ملتا ہو"۔۔۔۔

ماہی نے خاموشی سے وہ دونوں چیزیں پکڑی اور بیگ کے اندر رکھ لیں۔۔۔۔

تقریبا40منٹ کے سفر کے بعد ان کی گاڑی اسٹیشن کے باہر رک چکی تھی۔۔۔۔اور ماہی کا دل بہت زوروں سے ڈھرک رہا تھا۔۔۔۔

اقصی ماہی کا ہاتھ پکڑ کر اسٹیشن کے اندر سے ہوتے ہوئے اسے اس کی مطلوبہ ٹرین کے اندر لے کر آئی اور بٹھا دیا۔۔۔وہ جانتی تھی ماہی نے کبھی باہر کی دنیا نہیں دیکھی اس لیے اسے کچھ بھی پتہ نہیں چلے گا۔۔۔۔مگر اس کے بعد کا سفر اب ماہی کو اکیلے ہی طے کرنا تھا۔۔۔اب کوئی انوشہ اس کا ہاتھ پکڑ کر حویلی کا دروازہ پار کروانے

والی نہیں ہو گی۔۔۔۔نہ ہی کوئی اقصی اسے لوگوں کے ہجوم کو چیڑ کر ٹرین تک لانے والی ہو گی۔۔۔۔اقصی اور ماہی نے اپنی آخری ملاقات کی۔۔۔ماہی اس کے گلے لگ کر بہت روئی۔۔۔اقصی کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھی۔۔۔۔"اگر زندگی نے مجھے موقع دیا تو میں آپ کے اس قرض کو ضرور ادا کروں گی"۔۔۔۔

یہ وہ آخری الفاظ تھے جو ماہیر خان نے اقصی سے کہے اس کے بعد اقصی واپس مڑ گئی۔

اور ماہی ٹرین کی ایک کونے والی سیٹ میں جا کر بیگ کو سینے سے لگائے بیٹھ گئی۔۔۔ٹرین نے کچھ دیر بعد اسٹیشن سے نکلنا تھا۔۔۔

اقصی اور ماہی کو گئے تقریبا ایک گھنٹہ ہونے کو آیا تھا۔۔۔اب تو انوشہ انتظار کر کے تھک چکی تھی۔۔۔۔

دس سے پندرہ منٹ مزید گزرے۔۔۔۔

انوشہ کو اقصی اب حویلی کے پچھلے گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہوئی نظر آئی۔۔۔۔۔

اقصی نے بہت آرام سے بنا آواز پیدا کی گیٹ بند کر دیا۔۔۔

انوشہ بے قراری سے آگے بڑھی۔۔۔اقصی نے آنکھوں کے اشارے سے سب ٹھیک ہونے کا بتایا۔۔۔انوشہ نے بے اختیار سکون کا سانس لیا اور خدا سے ماہی کی حفاظت کی دعا کی۔۔۔

اب وہ دونوں حویلی کے لاؤنج کے اندر داخل ہو چکی تھی۔۔۔"تم تیار ہو نا اقصی؟"۔۔۔۔

انوشہ کی بات پر اقصی نے اثبات میں سر ہلایا۔۔۔۔

انوشہ سارے لاؤنج کا جائزہ لے رہی تھی۔۔۔ایک جگہ اس کی نگاہ ٹھہر گئی۔۔۔وہ آگے بڑھی اور فلاور واز پکڑ لیا۔۔۔۔۔اب فلاور واز انوشہ کے ہاتھوں میں ڈوپٹے میں لپٹا تھا۔۔۔۔

اب وہ دونوں آمنے سامنے کھڑی تھیں۔۔۔وہ دونوں ماہی کی سچی ہمدرد تھیں۔۔۔ایک ماہی کی خاطر مار کھانے کے لیے تیار تھی تو دوسری مارنے کے لیے۔۔۔۔یہ ضروری تھا ورنہ انوشہ اور اقصی دونوں جانتی تھیں کہ حویلی والے ماہی کو ڈھونڈنے کے لیے زمین اور پاتال ایک کر دیں گے۔۔۔ان کا سب سے پہلا شک ہی اقصی پر جائے گا۔۔۔اور اگر

انہیں اقصی کے حلق سے جان نکال کر بھی سچ جاننا ہوا وہ جان لیں گے گے۔۔۔۔"اگر زیادہ زور سے چوٹ لگے تو مجھے پہلے ہی معاف کر دینا"۔۔۔۔۔انوشہ مارنا نہیں چاہتی تھی مگر یہ بہت ضروری تھا ورنہ ان کا سارا پلان فلوپ ہو جاتا۔۔۔۔"آپ ماریں انوشہ بی بی ماہی بی بی کے لیے میں جان بھی دے سکتی ہوں"۔۔۔

انوشہ نے اپنے اندر ہمت جمع کی۔۔۔۔۔اور ایک جھٹکے سے فلاور واز اقصی کے سر پر دے مارا۔۔۔مارنے کی طاقت نارمل رکھی۔۔۔۔اقصی کا سر پھٹ پڑا اور خون ابل ابل کر باہر نکلنا شروع ہو گیا۔۔۔۔۔۔انوشہ فورا اقصی کی طرف بڑھی۔۔۔"تم ٹھیک ہو نا؟"۔۔۔۔۔۔۔۔۔اقصی نے درد کو برداشت کرتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔۔۔۔"آپ جائیں تھوڑی دیر تک میں بے ہوش ہو

جاؤں گی۔۔۔۔اب باقی کا کام آپ نے سنبھالنا ہے"۔۔۔۔۔انوشہ نے اثبات میں سر ہلایا اور واز کو وہیں زمین پر پھینکا۔اٹھ کھڑی ہوئی اب واز پر انوشہ کی انگلیوں کے نشان نہیں تھے کیونکہ اس نے دوپٹے کے ساتھ پکڑا تھا خالی ہاتھوں کے ساتھ نہیں۔۔۔

اس کے بعد وہ کچن کی طرف بڑھی۔۔۔۔۔دو نیند کی گولیاں پکڑی اور پانی کے ساتھ نگل گئی۔۔۔۔

اقصی کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔۔۔۔اور تھوڑی دیر تک وہ بے ہوش ہو گئی۔۔۔۔

انوشہ نے تکلیف سے اس کی طرف دیکھا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔۔۔۔۔

ان کا پلان مکمل ہو چکا تھا۔۔۔۔۔

اندھیری رات تھی۔ہر طرف بادل گرج رہے تھے۔ تیز ہوائیں چل رہی تھیں۔ایسالگ رہا تھا جیسے آج کی رات کوئی طوفان آنے والا تھا۔

ایسا ہی ایک طوفان تو اس کی زندگی میں بھی آچکا تھا۔۔۔

ماہی اس وقت ٹرین میں بیٹھی تھی۔

آنکھوں میں صرف تکلیف ہی تکلیف نظر آرہی تھی۔

اس کے آس پاس کیا چل رہا تھا اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔نہ شور گل نہ لوگوں کی آوازیں کچھ بھی اس کا دماغ سمجھ نہیں پارہا تھا۔

بھورے لیدر کی بیگ کو اپنے سینے سے لگائے پتہ نہیں وہ خلا میں کیا گھور رہی تھی۔

اچانک شور اٹھا اور ٹرین چل پڑی۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ قسمت اسے کہاں لے جا رہی ہے۔۔۔۔۔۔۔

لیکن اتنا ضرور جانتی تھی کہ یہ اس کی کہانی کے نئے باب کا آغاز ہے۔۔

ٹرین سٹیشن سے نکل چکی تھی اور آہستہ آہستہ سپیڈ پکڑ رہی تھی۔ جیسے جیسے ٹرین سپیڈ پکڑ رہی تھی ماہی کا دل ویسے ہی زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

وہ تو کبھی زندگی میں ٹرین میں بیٹھی نہیں تھی۔

لیکن بہت ساری چیزیں زندگی میں پہلی بار بھی ہوتی ہیں۔

کیا وہ حیدر تک پہنچ پائے گی جس کے لیے

وہ تکلیفوں سے لڑ کر یہاں تک پہنچی تھی؟۔

ایک مسلسل ڈرا سے یہ بھی تھا کہیں حویلی والے اسے ڈھونڈ نہ لیں۔۔۔؟

کیا وہ حیدر کو ڈھونڈ لے گی یہ وہ سوال تھا جس کا جواب ماہی کے پاس نہیں تھا۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ٹرین مسلسل اپنی رفتار کے ساتھ چل رہی تھی۔

اور ماہی کا دل بار بار ڈوب کر ابھر رہا تھا۔

بس ذہن میں ایک ہی سوال آ رہا تھا کہ کیوں آخر اس کے ساتھ ہی یہ سب کیوں ہوا۔۔۔؟

صرف دولت کے لیے ان لوگوں نے اتنی بڑی سازش کی۔

آخر کیا بگاڑا تھا اس نے ان کا۔۔۔۔۔۔

وہ تو ماہی کے اپنے تھے نہ کیا اپنے ایسے ہوتے ہیں؟۔۔۔۔۔

ٹرین کے جس ڈبہ میں وہ بیٹھی ہوئی تھی وہاں زیادہ تر عورتیں ہی تھیں
یا بچے تھے۔۔
اس لیے وہ تھوڑا پر سکون تھی۔
مگر پھر بھی وہ ایک الگ کونے والی سیٹ پر بیٹھی تھی۔۔۔

اچانک اس کے دل میں ایک ڈر سا پیدا ہو گیا کہ وہ کہاں جا رہی ہے۔؟
وہ چونک کر اپنے خیالوں سے باہر آئی۔
اور اب وہ ٹرین میں کبھی باہر تو کبھی اندر دیکھ رہی تھی۔
اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کس سے پوچھے۔۔۔

اچانک اس کے ذہن میں ایک نسوانی آواز گونجھی۔۔

وہ آواز بہت جانی پہچانی تھی۔۔۔مگر اس کا دماغ پروسیس نہیں کر پارہا تھا کہ وہ آواز کس کی تھی۔۔"اس ٹرین کا آخری سٹاپ کراچی ہے آپ کو آخری سٹاپ پر اترنا ہے"۔۔۔

جیسے ہی وہ آواز کانوں میں پڑی اس کے دل کو تھوڑا سا سکون ملا۔۔۔۔

"شکریہ"۔۔۔۔

وہ یقیناً اس نسوانی آواز سے مخاطب تھی۔۔وہ اقصی کی آواز تھی۔۔۔۔

اور پھر وہ ہولے سے بڑبڑائی۔۔۔۔"روشنیوں کا شہر"۔

"The city of lights"

ٹرین اب بھی منزل کی جانب رواں دواں تھی مگر اب وہ پہلے سے کچھ پر سکون لگ رہی تھی۔۔۔۔

باہر رات گہری سے گہری ہوتی جا رہی تھی۔۔

اور وہ سب کچھ پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھ رہی تھی۔۔۔۔

حویلی کہ وہ لوگ جو اس کی بربادی کے منتظر تھے اس وقت غفلت کی نیند سو رہے تھے۔۔۔۔۔۔قسمت نے ان کے پلان کا ستیاناس کر دیا تھا۔۔۔۔

اب تو ماہی اپنے اس شہر سے بہت دور نکل آئی تھی۔
اب اسے امید تھی کہ حویلی والے اسے ڈھونڈ نہیں پائیں گے۔۔
جب تک ان کو پتہ چلے گا وہ بہت دور نکل گئی ہو گی۔۔۔
مگر دل میں پھر بھی ایک انجانا سا ڈر تھا۔

اس نے زندگی میں پہلی بار اتنا بڑا قدم اٹھایا تھا۔

اگر وہ حویلی رک جاتی تو اس کا نکاح پر نکاح کر دیتے جو کہ گناہ تھا۔۔۔اور فواد خان اس کی عزت کی دھجیاں بکھیر دیتا۔۔۔۔۔ اس لیے ماہی نے بھاگنے کا فیصلہ کر لیا۔۔۔۔۔

اگر اب حویلی والے اسے ڈھونڈ کر کوئی سزا بھی دیں گے تو دل میں یہ رنج نہیں ہو گا کہ اس نے کوئی کوشش نہیں کی۔۔۔

وہ ہنوز آنکھیں بند کیے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھی تھی۔ دماغ میں کہیں دور بہت دور ماضی چل رہا تھا۔۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کے ذہن کی سکرین پر حیدر کا چہرہ نمودار ہوا۔۔۔

اور نقاب کے نیچے ماہی کے ہونٹوں کو ایک خوبصورت سی مسکراہٹ نے چھو لیا۔۔۔

وہ کتنے عرصے بعد کھل کر دل سے مسکرائی تھی۔۔

اب حیدر کا چہرہ پوری آب وتاب کے ساتھ اس کے بند آنکھوں کے سامنے نمودار تھا۔۔

اور حیدر کی وہ خوبصورت سی مسکراہٹ۔۔۔

واللہ ماہی کو دنیا میں اس سے زیادہ خوبصورت منظر نہیں لگتا تھا۔۔۔

ایک یہ واحد حیدر ہی تو تھا۔۔۔

جو اسے اپنی ہر تکلیف کے ساتھ یاد آتا تھا۔۔

اوراس چہرے کو دیکھنے کے بعد وہ اپنی ہر تکلیف کو بھول کر ہمیشہ کھل کر مسکراتی تھی۔۔۔

اب اس کی آنکھیں حیدر کے ہونٹوں کو ہلتا ہوا دیکھ رہی تھیں۔۔وہ کسی سے مخاطب تھا۔۔

اب اس کے ذہن کی سکرین پر ان دونوں کی آخری ملاقات کا منظر گھوما۔۔۔"اگر مجھے آپ کو ڈھونڈنا ہو تو میں آپ کو اتنی بڑی دنیا میں کہاں ڈھونڈوں گی"۔۔۔۔۔۔اور اس سوال کے ساتھ ہی ماہی کے چہرے پر تکلیف نمودار ہوئی۔۔۔۔"بہت آسان ہے"۔۔۔۔۔اگر مجھے ڈھونڈنا ہوا تو سٹی آف لائٹس آجانا"۔۔۔۔۔۔۔"ہیں یہ کون سی جگہ ہے"۔۔۔۔۔ماہی معصومیت سے بولی۔۔۔۔۔۔

"اف تمہیں ابھی تک یہ نہیں پتا"

۔۔۔۔۔۔"نہیں نہ آپ بتائیں گے تو پتہ چلے

گا۔"۔۔۔۔۔۔"کراچی"۔۔۔

اور اس کے ساتھ ہی ماہی نے پٹ سے اپنی آنکھیں کھول دیں۔۔۔۔۔

اور وہ خود سے ہولے سے بڑبڑائی۔۔۔۔۔

"I am coming the city of lights"

اب بھی ٹرین اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھی۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

طوفان اب تھم چکا تھا۔ہوائیں رک چکی تھیں۔

اب موسم صاف ہو چکا تھا۔

ہر طرف سکوت چھا گیا تھا۔

رات اپنے آخری پہر میں ڈل چکی تھی۔

لیکن کیا ماہی کی زندگی کا طوفان بھی تھم چکا تھا؟؟؟

ٹرین ہنوز اپنی رفتار کے ساتھ اب اگلے سٹیشن پر پہنچ چکی تھی یقینا یہاں ٹرین کچھ دیر رکنے والی تھی۔

جیسے ہی ٹرین سٹیشن پر رکی۔

وہاں ہلچل ہی مچ گئی۔

کوئی مسافر اتر رہا تھا تو کوئی ٹرین میں سوار ہو رہا تھا۔

ماہی ہنوز ویسے ہی بیٹھی ہوئی تھی۔

ریلوے اسٹیشن پر ہر طرف لوگوں کی بھیڑ ہی بھیڑ تھی۔

کافی سارے مسافر اتر کر کھانے پینے کا سامان وغیرہ لینے کے لیے جا رہے تھے۔

لیکن ماہی ان سب سے غافل الگ تھلگ ابھی تک ویسے ہی بیٹھی تھی۔۔۔"میڈم ٹرین اسٹیشن پر ایک گھنٹہ رکے گی آپ چاہیں تو کچھ کھا پی بھی سکتی ہیں"۔۔۔ماہی جو آنکھیں بند کیے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھی تھی اچانک اپنے قریب سے آنے والی آواز پر اس نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھولیں۔۔

وہ کوئی ٹکٹ چیکر تھا30،35 سالہ آدمی۔

ایک پل کے لیے تو ماہی ڈر ہی گئی تھی۔

کسی مرد کو اس طرح اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر۔

وہ خاموش رہی کیونکہ وہ کوئی جواب نہیں دینا چاہتی تھی۔
وہ شخص ماہی کو گھور رہا تھا جو خود کو مکمل کور کیے کالے برقے میں ملبوس تھی۔
اور وہ ماہی اس شخص کی نظروں سے اندر تک لرز گئی۔
وہ پہلے ہی اندر سے ڈری ہوئی تھی۔

جب اس آدمی نے دیکھا کہ لڑکی نے کوئی جواب نہیں دیا تو۔اس نے دوسرا سوال پوچھا۔"کیا آپ اکیلی سفر کر رہیں ہیں"۔۔۔۔۔اس سوال نے ماہی کے 14 طبق روشن کر دیے حقیقت میں وہ اب اندر تک کانپ گئی تھی۔

اسے اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔

ماہی کی پکڑ اپنے بیگ پر مزید کچھ سخت ہوئی۔

بے ساختہ اس کی نظر ٹرین کے پورے ڈبے میں گھومی۔۔۔

افسوس کہ ٹرین میں صرف ایک آدھ مسافر بیٹھے تھے۔

مگر بولی اب بھی کچھ نہیں۔۔۔"کیا مسئلہ ہے تمہیں کیوں میری بیٹی کو تنگ کر رہے ہو..."اس سے پہلے کہ وہ آدمی مزید ماہی سے کچھ پوچھتا۔۔۔

اتنے میں پیچھے سے ایک اماں کی آواز آئی۔۔۔"نہیں اماں جی تنگ نہیں کر رہا تھا میں تو بس۔۔۔"وہ آدمی اماں کے اس طرح آنے اور پھر گرجنے سے کچھ ہڑ بڑا گیا۔۔۔"کیا میں تو بس دفعہ ہو یہاں سے۔۔

تمہاری تو میں شکایت کروں گی کہ اس طرح ٹرین میں اکیلی بیٹھی لڑکی دیکھی نہیں کہ اسے چھیڑنا شروع ہو گئے۔۔۔۔

لیکن وہ اکیلی نہیں اس کی ماں اس کے ساتھ ہے"۔۔۔

وہ عورت کافی غصے میں لگ رہی تھی اور ان کی آواز کافی اونچی تھی کہ آس پاس کے مسافر متوجہ ہو گئے۔۔

وہ آدمی تو اب صحیح معنوں میں ڈرا تھا۔

فوراً سے اپنی صفائی دینے کی کوشش کی۔

اور وہاں سے بھاگا کہ کہیں سچ میں یہ عورت شکایت ہی نہ لگا دے۔۔۔

اماں اب بھی غصے میں کچھ بڑبڑا رہی تھی اور ماہی کے سامنے والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔۔۔

اس سارے واقعے میں ماہی کچھ نہیں بولی لیکن نم مشکور آنکھوں سے ان اماں کی طرف دیکھتی رہی۔

یقیناخدا تو اپنے بندے سے 70 ماؤں سے زیادہ محبت کرنے والا ہے۔ تو وہ کیسے اپنی اس بندی کو اکیلا چھوڑ دیتا۔

اس نے ایک ماں کی صورت میں اس کے لیے مدد بھیج دی۔۔۔

اس کے دل میں فوراخیال آیا کہ اسے ان اماں کا شکریہ ادا کرنا چاہیے اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی اچانک اس کے ذہن میں اقصی کی آواز گونجی تھی۔۔۔"آپ کوشش کیجئے گا کہ جب تک اپنی منزل پر نہ پہنچ جائیں کسی سے بات نہ کیجئے گا اور یقین تو کسی پر نہ کیجیے گا کیونکہ لوگ وہ نہیں ہوتے جو نظر آتے ہیں.....اور آپ تو اتنی سیدھی اور معصوم ہیں کہ

کسی پر بھی یقین کر لیتی ہیں"...یہ ساری باتیں یاد آتے ہی اس کی آنکھوں کے سامنے اپنے ماضی کی زندگی کسی فلم کی طرح گھومی تو فوراً دل کو ڈپٹا اور دماغ میں خیال آیا کہ نہیں کسی پر بھی اتنی جلدی بھروسہ نہیں کرتے۔۔۔

حالات نے اسے اس موڑ پر لا کھڑا کیا تھا کہ اب اس کا یقین سے ہی یقین اٹھ گیا تھا۔۔۔

ٹرین ابھی بھی اسٹیشن پر رکی ہوئی تھی۔۔۔اور اس کی سوچیں ایک بار پھر ماضی کی وادیوں میں پہنچ گئی۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

رات کا آخری پہر دھیرے دھیرے سرک رہا تھا اور نئے دن کی روشنی آہستہ آہستہ پھوٹ رہی تھی۔۔۔

تقریباً ایک گھنٹے تک ٹرین اسٹیشن پر رکی۔۔۔

اس ایک گھنٹے میں ہزاروں لوگ ٹرین سے اترے اور سوار ہوئے۔۔۔

مگر ماہی ویسے ہی بیٹھی رہی۔۔۔

وہ کوئی 55 سالہ اماں تھی جس نے اس ٹکٹ چیکر کو یہاں سے بھگایا تھا۔۔

وہ ماہی کے سامنے والی سیٹ پر بیٹھی تھی۔۔۔

ان اماں نے کافی دیر ماہی کے بولنے کا انتظار کیا کہ شاید وہ کوئی شکریہ ادا کرے۔۔

مگر ماہی پھر سے آنکھیں بند کر کے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔۔۔۔

بالآخر اس خاموشی کو اماں کی آواز نے توڑا۔۔۔"نام کیا ہے تمہارا؟"آنکھیں بند کیے ماہی کی سماعت میں اماں کی آواز واضح سنائی دی مگر وہ ہنوز ویسے ہی آنکھیں بند کیے بیٹھی رہی۔۔۔۔۔۔

کافی دیر اماں نے اس کے جواب کا انتظار کیا مگر ایک بار پھر وہی خاموشی۔۔۔۔"کیا تم بول نہیں سکتی۔۔؟"اب کی بار اماں نے غم میں ڈوبی آواز میں پوچھا۔۔۔۔۔

اور اس بات پر ماہی نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔۔۔

اسے یقین ہو چکا تھا یہ اماں پکا اسے بات کرنے کہ جواز تلاش کر رہی تھی۔۔۔۔

تمہاری آنکھیں۔۔۔۔۔

پتہ نہیں اس کی آنکھیں کھلنے کے بعد اماں نے اس کی آنکھوں میں ایسا کیا دیکھا۔۔۔۔کچھ پل تو وہ اماں کچھ بول ہی نہ پائی۔۔۔۔

ماہی نے ان کی طرف ایسے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو میں جانتی ہوں یہ خوبصورت ہیں تعریف کی ضرورت نہیں۔۔۔۔

شاید وہ اماں بھی کافی سمجھدار تھی اس کی آنکھوں کی بات فوراً سمجھ گئی۔۔۔"نہیں بس یہ میرے کسی بہت اپنے عزیز کی آنکھوں جیسی ہیں۔۔"اماں نے اپنی بات کی وضاحت کی۔۔۔۔

اور ماہی نے سوچا کہ کیا وہ اسے شیشے میں اتارنے کے لیے ایسی باتیں کر رہیں تھیں۔۔۔۔

پتہ نہیں کیوں مگر ماہی کو اب ہر انسان سے خوف آرہا تھا۔۔۔

وہ پھر سے آنکھیں بند کر کے اماں کو اگنور کرنے کی پوری کوشش کرنے لگی۔۔۔۔

شاید اماں کچھ سکتے کی سی کیفیت میں تھیں۔۔۔

کچھ لمحے پھر سر کے اور ایک بار پھر سے خاموشی کو اماں کی آواز نے توڑا۔۔۔"ہاں تو میں پوچھ رہی تھی کیا تم بول نہیں سکتی۔۔۔؟"ماہی نے اب کی بار کوئی رد عمل نہ دیا۔۔۔

کچھ دیر مزید گزری کہ دوبارہ اماں کی آواز آئی۔۔۔۔"اتنی رات کو ٹرین میں اکیلی سفر کیوں کر رہی ہو جوان جہاں ہو کوئی حادثہ پیش آسکتا ہے۔۔۔۔"اب کی بار ماہی نے زچ ہو کر انکھیں کھول دیں۔۔۔۔۔

کچھ دیر دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتی رہیں۔۔۔۔

پھر آخر کار اتنے لمحوں کی خاموشی کو اب کی بار ماہی نے

توڑا۔۔۔"گمنام ہوں۔۔۔خدا حفاظت کے لیے موجود ہے اور اگر

کوئی حادثہ پیش آنا ہوا تو اسے کوئی نہیں روک سکتا"۔۔۔

اماں کو اپنے تینوں سوالوں کے جواب مل گئے۔۔۔ایک یہ کہ وہ بول

سکتی تھی۔۔۔

دوسرا اس کا نام شاید وہ اپنی پہچان ظاہر نہیں کرنا چاہ رہی

تھی۔۔۔۔"کہاں کا سفر ہے اب کے دوبارہ اماں نے سوال

پوچھا"۔۔۔"جہاں یہ راستے لے جائیں وہی میری منزل

ہے"۔۔۔"اکیلی سفر کر رہی ہو۔۔۔"۔۔۔اب کہ ایک اور سوال

آیا"انسان دنیامیں آتا بھی اکیلا ہے اور جاتا بھی اکیلا ہے وہ ساری زندگی اکیلا ہی توسفر کرتا ہے "کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد جواب آیا۔۔۔۔

ماہی اماں کو نہیں دیکھ رہی تھی بلکہ باہر کہیں خلاؤں میں گھور رہی تھی۔۔۔۔

اماں کو لگا کہ وہ جو کوئی بھی تھی بہت خوبصورت اور بہت ٹھہراؤ کے ساتھ بہت مدھم بولتی تھی۔۔۔۔"منزل کیا ہے تمہاری...؟"۔۔۔۔"خود کی تلاش میں ہوں"۔۔۔اماں ایک عمر رسیدہ خاتون تھی۔

وہ یقیناً اس لڑکی کے دماغ کو کچھ حد تک سمجھ چکیں تھیں۔

وہ ایک سمجھدار لڑکی تھی اس کے جواب لاجواب کر دینے والے تھے۔۔۔

مگر اس کی آنکھوں میں کچھ تکلیف تھی۔۔۔"کیا یقین ہے منزل مل جائے گی۔۔۔"۔۔۔۔"یقین۔۔۔ایک اس واحد ذات پر ہی تو یقین ہے باقی منزل مل جائے یہ ایک بہت بڑی خواہش ہے شاید حسرت کہا جائے تو زیادہ بہتر ہے"۔۔۔اماں شاید اس سے اور بھی بہت کچھ پوچھنا چاہتی تھی۔۔۔

مگر فی الحال کے لیے خاموش ہو گئی۔۔۔

ٹرین اب اسٹیشن سے نکل گئی تھی اور آہستہ آہستہ اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھی۔۔۔۔۔

باہر رات اپنے آخری پہروں پر تھی۔۔۔

ماہی پانچ یا چھ گھنٹوں سے ایک ہی جگہ پر سٹک ہو کر بیٹھی تھی۔۔۔

اس نے اتنے گھنٹوں میں نہ ہی کچھ کھایا پیا تھا نہ ہی سوئی تھی۔۔۔۔

اب اس کی آنکھیں بند نہیں تھیں۔وہ کھڑکی کے باہر رات کے اندھیرے کو ختم ہوتے اور سورج کی روشنی کو شروع ہوتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔۔۔اور اس کی آنکھوں میں ایک انجانی سی چمک ابھر کر معدوم ہوئی۔۔۔۔۔

وہ حیدر کو تلاش کر لینے کی چمک تھی۔۔۔۔۔۔

حویلی میں صبح ہو چکی تھی مگر نیند کی دوائی کے زیر اثر سب سو رہے تھے۔۔۔۔۔۔اور اقصی بیچاری ابھی تک لاؤنج کے فرش پر بھی ہوش پڑی تھی سر سے خون بہنہ رک چکا تھا۔۔۔

کوئی نہیں جانتا تھا اسے کب تک یہاں بے ہوش پڑے رہنا ہے۔۔۔ یقینا جب تک کوئی اسے دیکھ نہیں لیتا۔۔۔

ماہی اب نیم کھلی آنکھوں سے باہر کے مناظر دیکھ رہی تھی۔

اتنے گھنٹے نیند نہ لینے کی وجہ سے اب اس کا سر درد سے پھٹ رہا تھا۔

پچھلے تین دنوں سے وہ ایک منٹ کے لیے بھی نہیں سوئی تھی۔۔۔

اور کھانا بھی دو دن پہلے تھوڑا سا کھایا تھا۔وہ جوانوشہ زبردستی کھلا پائی تھی۔۔۔۔

اب اس کی آنکھوں میں بھی درد ہو رہا تھا۔۔مگر وہ سو نہیں سکتی تھی۔ ٹرین میں اس طرح سفر کے دوران سونے کا مطلب تھا اپنے سامان کو کھونا۔۔

اور اس کے پاس صرف ایک آخری قیمتی چیز یہ لیڈر کی بھوری بیگ اور اس کے اندر کا سامان ہی رہ گیا تھا اب وہ اسے کسی صورت بھی کھو نہیں سکتی تھی۔۔۔

ماہی نے بیگ کی زپ کھولی۔۔۔

اندر سامان کے ساتھ پانی کی ایک بوتل پڑی تھی۔

بوتل کو دیکھ کر اس کی چہرے پر ایک زخمی سی مسکراہٹ آئی۔۔۔

ساتھ ہی ایک لنچ باکس پڑا تھا۔۔

اس میں کھانے کا کچھ سامان تھا۔۔

ان دونوں چیزوں کو دیکھتے ہوئے اس کے کانوں میں ایک اقصی آواز گونجی۔۔۔"یہ پانی کی بوتل اور یہ باکس ہے اس میں کچھ کھانا ہے۔سفر بہت لمبا ہے آپ کو بھوک لگے گی تو یہ کھا پی لیجیے گا۔۔۔وہاں پتہ نہیں سفر کے دوران کیسا کھانا ملتا ہو"۔

یہ بات یاد آتے ہی نقاب کے نیچے ماہی کے ہونٹوں پر ایک آسودہ سی مسکراہٹ آگئی۔

ماہی نے پہلے بوتل سے نقاب کے نیچے سے ہی، بنا نقاب اتارے تھوڑا سا پانی پیا۔۔۔

وہ اپنا چہرہ کسی کو دکھانے کا ابھی رسک نہیں لے سکتی تھی۔۔

پھر اس نے تھوڑا سا کھانا کھایا۔۔

اس کے بعد جسم میں تھوڑا سا سکون ہوا۔۔۔ جیسے طاقت واپس آ گئی ہو۔۔۔

اس کے بعد اس نے دونوں چیزیں واپس بیگ میں رکھیں۔۔

پھر اس کی نظر بیگ میں پڑے کچھ پیپرز پر پڑی۔۔۔

یہ وہ خط تھا جو حماد تایا نے اس کے لیے چھوڑا تھا۔

ماہی نے وہ خط باہر نکالا اور اسے کھولا آخر ایسا کیا لکھ کر گئے تھے حماد تایا اس کے لیے۔۔۔

سامنے والی سیٹ پر بیٹھی وہ اماں آنکھیں موندے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر شاید خواب خرگوش کے مزے لے رہیں تھیں۔۔۔۔

اس کے بعد ان دونوں میں کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔۔۔

ماہی نے وہ خط کھولا اب اسے پڑھنے کے لیے تیار تھی۔۔۔۔۔۔"میری پیاری بیٹی ماہی یہ خط میری طرف سے تمہارے لیے ہے۔۔۔۔میں جانتا ہوں ابھی تم بہت چھوٹی ہو مگر تمہیں کچھ سچ بتانے بہت ضروری ہیں۔۔۔۔میں یہ خط اماں کے پاس امانت رکھوا کے جا رہا ہوں۔۔۔جب صحیح وقت آئے گا وہ یہ خط تمہارے حوالے کر دیں گی۔۔۔۔۔تمہارے بابا سلیمان کی موت کوئی ایکسیڈنٹ نہیں تھا۔۔۔۔بلکہ ان کو جان بوجھ کر قتل کیا گیا تھا۔۔۔اس نے ایک وکیل

کا قتل ہوتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔۔۔وہ کوئی بہت بڑا گینگ تھا جس کے لوگوں نے اس وکیل کو مارا تھا۔۔۔اس کے دو چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔تمہارے بابا کو ان بچوں کو دیکھ کر بہت ترس آیا۔۔۔ان ظالموں نے ان دو بچوں کا بھی لحاظ نہ کیا۔۔۔اسی دن سلیمان نے سوچ لیا کہ وہ ان دونوں بچوں کے لیے انصاف مانگے گا۔۔۔۔۔وہ گواہ تھا اسے گواہ کے طور پر عدالت میں بلایا گیا اور گواہی لی گئی۔۔۔ان لوگوں کو سزا ہو گئی۔۔۔مگر گینگ کے لوگوں میں سے کسی نے سلیمان کی گاڑی کو ٹکر دے ماری۔۔۔جس کے نتیجے میں وہ اس دنیا سے چلا گیا۔۔۔میں نے پورا ایک سال اس گینگ کا پتہ کروایا اور اس کو ڈھونڈ کر نکالا۔۔۔مجھے اپنے بھائی کی موت کا بدلہ لینا تھا۔۔۔

پھر مجھے پتہ چلا کہ ان کا سارا گینگ اسلام اباد سے آپریٹ ہوتا ہے۔۔۔۔میں نے خفیہ طور پر اپنا تبادلہ اسلام آباد کروالیا۔۔۔۔اب میں وہاں جارہا ہوں اس کینگ کا نام و نشان مٹادوں گا۔جس کی وجہ سے میرا بھائی اس دنیا سے چلا گیا۔۔۔۔ہو سکتا ہے اس خط کو پڑھتے وقت تم کافی بڑی ہو گئی ہو۔۔۔۔یہ بھی ہو سکتا ہے تمہارے ذہن میں بہت ساری سوال ہوں کہ آخر حیدر واپس حویلی کبھی کیوں نہیں آیا۔۔۔۔اس کا جواب ہے وہ وعدہ میں نے اس سے وعدہ لیا تھا وہ حویلی کبھی واپس نہیں آئے گا۔۔۔۔تمہارے دادا حیدر کو اپنی سرداری میں گھسیٹنا چاہتے تھے۔۔۔۔۔سلیمان کو شروع سے یہ سب پسند نہیں تھا۔۔۔اور حیدر بھی پولیس جوائن کرنا چاہتا تھا۔۔۔اس لیے میں نے حیدر کو حویلی سے نکالنے کا فیصلہ کیا"۔۔۔۔۔۔

ماہی جیسے جیسے وہ خط پڑھ رہی تھی ویسے ویسے اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔۔۔

اور سب سے تکلیف دہ یہ انکشاف تھا کہ اس کے باپ کو مارا گیا تھا اور اس سے دور کیا گیا تھا

اس نے مزید آگے پڑھا۔۔۔"حیدر تو تمہیں کسی صورت حویلی چھوڑ کر جانے کے لیے تیار نہ تھا۔۔۔میں نے اسے بہت مشکلوں سے منایا۔۔۔کیونکہ بیٹا تم لڑکی ہو اور تمہاری جان حویلی کے اندر ہی محفوظ رہ سکتی تھی۔۔۔۔حیدر لڑکا ہے وہ اپنی حفاظت شاید خود کر سکتا۔۔۔۔میں جس مشن کے لیے جا رہا تھا۔اس میں میری جان کے ساتھ تمہاری جان کو بھی خطرہ ہو سکتا تھا۔۔۔۔اس لیے مجھے بہتر لگا تمہیں حویلی چھوڑ دوں۔۔۔۔میں تمہیں لے کر جانا چاہتا تھا مگر بابا نے

شرط رکھ دی کہ یاتو حیدر جاسکے گا یاتم۔۔۔۔انہوں نے جان بوجھ کر مجھ سے سودا بازی کرنی چاہی۔۔۔۔۔وہ جانتے تھے حیدر کے لیے تم ایک چڑیا کی مانند ہو۔۔۔جس چڑیا میں کسی شخص کی جان قید ہوتی ہے۔۔۔۔وہ تمہیں حویلی روک کر حیدر کو بے بس کر کے ہر حالت میں واپس بلانا چاہتے تھے۔۔۔۔۔اس لیے میں نے حیدر کو ان سب سے دور کرنے کا فیصلہ کر لیا۔۔۔۔ہو سکتا ہے آج تک حیدر تمہاری خاطر تڑپتا ہو یا پریشان ہوتا ہو۔۔۔۔۔اگر وہ کبھی حویلی واپس نہیں آیا تو سمجھ جانا اس نے میرے وعدے کو نہیں توڑا۔۔۔۔وہ آج تک میرے وعدے کو نبھا رہا ہے۔۔۔۔۔شاید تمہیں یہ لگے کہ میں خود غرض ہو گیا تھا۔۔۔۔ہو سکے تو اپنے اس تایا کو معاف کر دینا۔۔۔۔میں جانتا ہوں تم دونوں کی قسمت ایک ہے اور تم خود ہی حویلی کی اس قید سے ایک دن ضرور باہر نکل آؤ گی۔۔۔۔۔ہو سکتا ہے حیدر تمہیں کوئی کلو دے کر گیا

ہو کہ وہ کہاں ملے گا۔۔۔میں نہیں جانتا جب تک تمہیں یہ خط ملے گا
میں زندہ ہو گا یا نہیں مگر تم حیدر کو ڈھونڈ لو گی اتنی مجھے امید
ہے۔۔۔ تمہیں ثابت کرنا ہے کہ میر ابیٹا سرداری کے پیچھے نہیں بھاگے
گا۔۔۔میری دعا ہے خدا تم دونوں کو بہت جلد ملا دے۔۔۔۔خدا
حافظ
تمہارا تایا
حماد احمد۔۔۔"

یہ سارا خط پڑھنے کے ماہی کو اپنے بہت سارے سوالوں کے جواب مل چکے تھے۔۔۔۔دل میں درد سا اٹھ گیا۔۔۔۔"تو کیا اس لیے حیدر نے کبھی مڑ کر اس کی طرف نہیں دیکھا؟۔۔۔۔کیا اس نے اپنا وعدہ وفا کرنے کی خاطر یہ سب کی کیا؟"۔۔۔ماہی کے پاس سوال تو بہت سارے تھے مگر جواب صرف حیدر دے سکتا تھا۔۔۔

ان سارے کاغذات کو پڑھنے کے بعد اب واپس بیگ میں ڈال رہی تھی۔۔۔۔

آنکھیں ابھی تک بھیگی ہوئیں تھیں۔۔۔۔۔

وہ اپنے دھیان میں بیٹھی تھی کہ اتنے میں اس کے کانوں میں آواز پڑی۔۔۔۔"کیا تم اکیلی ہو تمہارا اپنا کوئی نہیں"۔۔۔۔

یہ انہی اماں کی آواز تھی۔۔۔ماہی کو معلوم نہ ہو سکا کہ وہ اماں کب اٹھیں۔۔۔۔کب اسے روتے دیکھا۔۔۔

اماں کی آواز پر ماہی نے اپنی آنکھیں صاف کی اور بولی۔۔۔۔"جو اپنے تھے وہ اب زندہ نہیں اور جو زندہ ہیں وہ اب اپنے نہیں"۔۔۔۔۔

ماہی کی تکلیف میں ڈوبی آواز پر اماں کو رنج ہوا۔۔۔"تو پھر اب کہاں جا رہی ہو؟!"۔۔۔۔

اماں کے سوال پر ماہی بولی۔۔۔"اپنی شناخت کی تلاش میں"۔۔۔"

مطلب ماں باپ کو ڈھونڈنے!؟"۔۔۔۔

اماں کی اس بات پر ماہی نے سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا اور گویا ہوئی" نہیں وہ تو سالوں پہلے اس دنیا سے جا چکے"۔۔۔۔۔

اس جواب کے بعد اماں کو سمجھ نہ آیا کہ پھر وہ کس شناخت کی بات کر رہی ہے۔۔۔۔

مگر کچھ تو بات تھی وہ ضرور کسی کی تلاش میں لگ رہی تھی۔۔۔۔۔"تو کیا تمہیں مرض محبت ہو گیا ہے!؟"۔۔۔۔۔

اماں کی اس بات پر ماہی نے حیرانی سے ان کو

دیکھا۔۔۔"مطلب!!"۔۔۔۔

اماں مسکرائیں اور بولیں مطلب کہ "کسی سے محبت کر بیٹھی ہو"۔۔۔۔

اماں کی ایسی بات پر معلوم نہیں کیوں مگر۔۔۔۔

ماہی کے ہونٹوں پر ایک تنزیہ مسکراہٹ آئی جو نقاب میں ہونے کی وجہ

سے اماں نہ دیکھ سکیں

مگر ان کو لگا اس لڑکی کی آنکھیں مسکرا رہی ہیں۔۔۔۔"اگر محبت سے

آپ کی مراد ایک نامحرم سے محبت ہے تو ایسا گناہ میں نے زندگی میں

کبھی نہیں کیا۔۔۔۔کیونکہ نامحرم سے محبت جہنم کی آگ

ہے۔۔۔۔اگر ہاں آپ کی اس بات کا مطلب اپنے محرم سے محبت

ہے۔۔۔تو مجھے اس سے محبت نہیں عشق ہے"۔۔۔ماہی کی آنکھوں کے پردوں پر چھن سے حیدر کا چہرہ نمودار ہوا۔

اس کی آنکھیں ہنوز مسکرا رہیں تھیں۔۔۔۔۔اور اماں کو لگا جیسے کسی نے ان کی چوری پکڑ لی ہو۔۔۔۔

اور وہ یہ بھی جان گئی کہ وہ لڑکی شاید شادی شدہ تھی۔۔۔۔ مگر جسامت سے تو ہلکی سی عمر کی لگتی تھی۔۔۔۔۔"میرا نام راحیلہ جمال ہے۔۔۔جب میں تمہارے جتنی تھی تو میں یونیورسٹی میں پڑھتی تھی۔۔۔۔میرے باپ نے مجھ سے پوچھے بغیر میرا رشتہ میرے کزن سے طہ کر دیا۔جمال میرے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتا تھا۔وہ بہت امیر خاندان سے تھا۔ شکل سے بھی ٹھیک تھا۔ایک بار ہم دونوں لائبریری میں بیٹھے ہیں کسی پروجیکٹ پر کام کر رہے تھے۔کہ میرا کزن مجھے لینے

کے لیے یونیورسٹی آیا۔اس نے ہم دونوں کو ساتھ بیٹھے دیکھ لیا تو میرے گھر جا کر بہت تماشہ کیا ہے۔

میرے بابا نے میری شادی طے کر دی۔میں اس شخص سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔وہ بہت برا آدمی تھا۔۔شراب پینا،جوا کھیلنا،کلب میں راتیں گزارنا اس کے پسندیدہ کام تھے۔میں اپنے لیے ایک اچھا ہمسفر چاہتی تھی اور جمال نے میرا رشتہ بھیج دیا۔وہ مجھے پسند کرتا تھا لیکن میرے باپ نے منع کر دیا کہ ہمارے خاندان میں رشتے نہیں توڑے جاتے اور شادی خاندان میں ہوتی ہے۔جمال کے والدین کا بہت اثر و رسوخ تھا۔اگلی بار وہ پولیس کو ساتھ لے آیا۔اور میرے بابا کے خلاف بیان دیا کہ میری شادی زبردستی کروا رہیں ہیں وہ بھی تک جب میں اس کی بیوی ہوں۔اس نے ثابت کر دیا کہ میرا نکاح پر نکاح کروایا جا رہا ہے۔میں نہیں جانتی اس نے وہ سب کیسے کیا۔مگر میرے باپ نے مجھ

سے اپنا رشتہ توڑ لیا اور اپنی جائیداد سے بھی عاق کر دیا۔ خیر میں جمال کے ساتھ اپنے گھر کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر آ گئی۔ میری شادی جمال سی بہت اچھا انسان تھا نیک بھی۔ مگر مجھے ایک چیز ہمیشہ پریشان ہو گئی وہ کرتی تھی اس نے وہ نکاح کا جھوٹا ڈرامہ کیوں کیا۔۔۔۔ آخر ایک دن میں نے اس سے پوچھ ہی لیا۔۔۔ میرے شوہر نے کہا اس وقت میری شادی رکوانے کے لیے ضروری تھا ورنہ وہ کبھی نہیں روکتے۔۔۔۔ تب مجھے سمجھ آیا کہ شادی اس شخص سے کرو جو چار لوگوں میں آپ کو عزت دے اس سے نہیں جو چار لوگوں میں آپ کو بدنام کرے۔۔۔ میں اپنی شادی سے بہت خوش تھی اور بہت اچھی زندگی گزاری اب میرے دو بچے بھی ہیں"۔۔۔۔

کہانی سنانے کے بعد اماں اب خاموش ہو چکی تھیں۔۔ اور ماہی کچھ سوچ رہی تھی۔

کچھ پل مزید سر کے تو اماں اس لڑکی سے گویا ہوئیں۔۔۔۔"قسمت انسان کو خود بنانی پڑتی ہے یہ جو ہم کہتے ہیں نا پتہ نہیں ہماری قسمت میں کیا لکھا ہے۔۔۔اور بس بیٹھ کر قسمت کے لکھے کا انتظار کرتے ہیں اس سے بہتر ہے کہ ہمت کریں اور اپنی قسمت خود لکھیں"۔۔۔۔

اماں کی بات سن ماہی کو اپنا ماضی یاد آیا اور بولی۔۔۔" بالکل اب قسمت خود بنانے کا وقت آچکا ہے"۔۔۔۔۔

اس کے بعد اماں بولی۔۔"تم تو اتنی چھوٹی سی عمر کی لگتی ہو....نازک سی ہو۔۔۔۔تمہاری شادی اتنی جلدی کیسے ہو گئی!..اور اگر شادی ہو

چکی ہے تو تمہارا شوہر کہاں ہے؟...اور ابھی تک تم نے اپنا نام نہیں بتایا۔؟"۔۔۔۔

اب کی بار تو اماں نے سوالوں کی بوچھاڑ ہی کر ڈالی۔۔۔۔۔

ماہی کہنا تو بہت کچھ چاہتی تھی مگر

اس نے صرف ایک جملے میں ان کے ہر سوال کا جواب دے دیا۔۔۔"میرا نام ماہی ہے۔۔۔۔اور میری شادی شدہ نہیں ہوں"۔۔

اتنا کہنے کے بعد وہ خاموش ہو گئی۔۔۔۔۔

وہ لڑکی کچھ زیادہ ہی عجیب باتیں کرتی تھی۔۔۔یہ اماں کو اندازہ ہو چکا تھا۔۔۔۔

ٹرین ہنوز اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھی۔۔۔۔۔۔

منزل

حویلی میں نئے دن کا آغاز ہو چکا تھا۔۔۔مگر آج حویلی میں بہت خاموشی تھی۔۔

سات بجے کے بعد حویلی کی ملازمائیں جیسے ہی لاؤنج میں داخل ہوئی سامنے اقصی کو بے ہوش دیکھ ان میں سے ایک ہی چیخ نکل گئی۔۔۔۔وہ دوڑتی ہوئی اقصی کے پاس آئی۔۔۔ایک نے فوراحویلی کے ڈاکٹر کو کال کی۔۔۔۔۔

کچھ دیر بعد ڈاکٹر حویلی آچکی تھی اقصی کی پٹی بھی کی جاچکی تھی مگر اقصی ابھی تک بے ہوش تھی۔۔۔۔ڈاکٹر نے بتایا کہ اسے سر کے پیچھے چوٹ لگی تھی شاید کسی نے حملہ کیا تھا۔۔۔

سارے نوکر حیران تھے آج حویلی میں اتنی خاموشی کیوں ہے۔۔۔اور سارے اپنے کمروں میں بند ہیں کوئی بھی ابھی تک باہر نہیں نکلا تھا۔۔۔

سب سے پہلے 10 بجے کے قریب کلثوم بیگم اپنے کمرے سے باہر نکلتی ہوئی دکھائی دیں۔۔۔۔۔

جیسے ہی وہ لاونج میں داخل ہوئی تو سامنے کا منظر دیکھ کر ٹھٹکی۔۔۔۔۔اقصی لاونج کے صوفے پر بے ہوش پڑی تھی۔۔۔۔۔ پاس ہی ایک نوکرانی بیٹھی تھی۔۔۔۔۔کلثوم بیگم کو دیکھ وہ فورا بھاگتی ہوئی ان کے پاس آئی اور ساری بات بتادی۔۔۔۔۔

کلثوم بیگم کو لگا جیسے ان کی سماعتوں میں دھماکے ہو رہے ہیں۔۔۔ابھی تو انہیں ماہی کا علم نہیں تھا ورنہ شاید دھماکوں کی بجائے ان پر بم پھٹ پڑتا۔۔۔۔۔۔

گیارہ بجے کے قریب جا کر اقصی کو ہوش آیا۔۔۔
چوٹ زیادہ گہری نہیں تھی اس وجہ سے وہ جلدی ہوش میں آگئی۔۔۔۔۔۔

اس وقت سب حویلی کے لاؤنج میں جمع تھے۔۔۔۔سب کو ہی اقصی پر حملے کی خبر مل چکی تھی۔ مگر ہوا کیا تھا یہ اب اقصی کی زبانی جاننے کے لیے سب انتظار کر رہے تھے۔۔۔۔

سب سے پہلا سوال ابرار حاکم کی طرف سے آیا۔۔۔"تم پر حملہ کس نے کیا؟"۔۔۔۔

اس سے پہلے وہ جواب دیتی انوشہ سیڑھیاں اترتی ہوئی دکھائی دی۔۔۔۔اقصی نے دل میں شکر ادا کیا۔۔۔۔۔

اقصی کی حالت دیکھ انوشہ دوڑتی ہوئی اس کے پاس آئی اور پریشانی سے بولی۔۔۔"کیا ہوا اقصی تمہاری حالت کس نے کی؟"۔۔۔۔۔۔ساتھ ساتھ وہ اسے آنکھوں سے ریلیکس رہنے کا اشارہ بھی کر رہی تھی۔۔۔۔

لاؤنج میں موجود ہر فرد اب اقصی کے بولنے کا انتظار کر رہا تھا۔۔۔اقصی نے بہت سا تھوک نگلا اور بولی۔۔۔۔"ماہی بی بی نے"۔۔۔۔اور حقیقت میں اب سب کے سروں پر حویلی کی عمارت گری تھی۔۔۔۔"کیا بکواس کر رہی ہو ماہی ایسا کیوں کرے

گی؟"۔۔۔۔یہ سوال انوشہ کی طرف سے آیا تھا۔۔۔وہ دونوں اپنے پلان پر عمل کر رہی تھیں۔۔۔۔انہیں کسی بھی حال میں کسی کو بھی شک نہیں ہونے دینا تھا۔۔۔۔

اب کی بار اقصی خاموش رہی اور سر جھکا گئی۔۔۔۔"میں خود ماہی سے پوچھتی ہوں تم تو ماہی کے گن گاتی تھی۔اب اس کے خلاف بول رہی ہو"۔۔۔۔۔۔اس سے پہلے انوشہ کمرے کی طرف بڑھتی اقصی کی آواز نے اس کی قدم روک دیے"وہ کمرے میں نہیں ہیں"۔۔۔۔

سارے لاؤنج والے تماشہ دیکھ رہے تھے صرف وہ دونوں بول رہیں تھیں۔۔۔۔۔وہ دونوں نارمل بیہیو کر رہیں تھیں کسی کو شک نہیں پڑنے دینا چاہتی تھیں کہ یہ بھی ان دونوں کا ہی پلان تھا۔۔۔۔۔

انوشہ اچمبھے سے مڑی۔۔۔"تمہیں کیسے پتہ تم تو بے ہوش پڑی تھی یہاں۔۔۔۔۔وہ کمرے میں نہیں ہے تو کہاں ہے اوپر ٹیرس پہ ہو گی میں جا کر دیکھتی ہوں"۔۔۔۔۔۔اب کی بار انوشہ نے قدم سیڑھیوں کی طرف بڑھائے مگر ایک بار پھر اقصی کی آواز نے اس کی قدم روک دیے۔۔۔۔"وہ حویلی میں کہیں بھی نہیں ہیں وہ جا چکی ہیں"۔۔۔۔۔اور یہ وہ آخری بمب تھا جو اب حویلی والوں میں پھٹا تھا۔۔۔۔۔

اب کی بار ابرار حاکم کی آواز نے لاؤنج کے در و دیوار ہلا دیے۔۔۔۔"کیا اول فول بک رہی ہو کیا مطلب ہے وہ حویلی میں نہیں ہے کہاں گئی ہے ماہی؟"۔۔۔۔۔۔اور فواد خان کو بہت کچھ برا ہونے کا اندیشہ ہو رہا

تھا۔۔۔۔"تقریبا کل رات 11 بجے کے وقت میں نے لاؤنج میں کسی کا سایہ دیکھا تو میں ڈر گئی مجھے لگا کہیں کوئی چور حویلی میں نہ گھس آیا ہو۔۔۔اس سے پہلے میں اس کے سر پہ مارتی وہ سایہ جھٹکے سے پیچھے مڑا۔۔۔۔وہ کوئی اور نہیں وہ ماہی بی بی تھی۔۔۔۔میں نے ان سے پوچھا وہ اتنی رات کو لاؤنج میں کیا کر رہی ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں کیسے اب تک جاگ سکتی ہوں کیونکہ انہوں نے سب حویلی والوں کے کھانے میں نیند کی گولیاں ملا دیں تھی یہاں تک کہ ملازمہ کے کھانے میں بھی۔۔۔میں نے ان کو بتایا کہ میں نے کھانا نہیں کھایا تھا تو وہ بولی کہ وہ اس حویلی سے جا رہی ہیں ہمیشہ کے لیے اگر وہ یہاں رکی تو ان کا نکاح پر نکاح کروا دیا جائے گا میں نے ان کو روکنے کی کوشش کی اور کہا کہ کسی مسئلے کا حل بھاگنا نہیں مگر انہوں نے مجھ پر حملہ کیا اور بھاگ گئیں"۔۔۔۔۔اقصی نے دل میں سو بار استغفار پڑھا اور اب وہ اپنی

سلامتی کی دعائیں کر رہی تھی۔۔۔۔ابرار حاکم کو لگا جیسے کسی نے ان کی روح کھینچ لی ہو۔۔۔۔۔۔وہ کیسے اس حویلی سے جا سکتی تھی۔۔۔۔۔

سب سے پہلے انوشہ نے اس خاموشی کو توڑا۔۔۔۔"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا وہ کہیں نہیں جا سکتی وہ میرے بھائی کی امانت ہے"۔۔۔۔وہ اندھا دھند دادی کے کمرے کی طرف بھاگی اس کے پیچھے ہی فواد اور ولید گئے۔۔۔۔۔۔۔مگر سامنے خالی کمرہ ان کا منہ چڑا رہا تھا۔۔۔۔انوشہ ماہی کو آوازیں دیتی ہوئی سارا کمرہ چھان مار رہی تھی اس سے پہلے کہ وہ واش روم کی طرف بڑھتی۔ولید کی نظر سائیڈ ٹیبل پر پڑے اس کاغذ پر پڑی۔۔۔۔اور اس نے وہ کاغذ اٹھا لیا۔۔۔۔۔"رک جاؤ انوشہ یہ دیکھو وہ کچھ چھوڑ کر گئی ہے"۔۔۔۔۔جیسے ہی وہ کاغذ ولید بھائی نے

انوشہ کو دکھایا انوشہ کے ہوش اڑ گئے یہ ان کے پلان میں شامل نہیں تھا اب کیا ہو گا اگر وہ پکڑی گئی تو۔۔۔۔۔

اس سے پہلے وہ پیپر ولید سے پکڑتی۔۔۔۔وہ پیپر لے کر لاؤنج میں جا چکا تھا۔۔۔اور انوشہ کا سکتہ ٹوٹ گیا۔۔۔

وہ بھاگتی ہوئی لاؤنج میں آئی۔۔۔۔مگر اب وہ پیپر ابرار حاکم کے ہاتھ تک پہنچ چکا تھا۔۔۔۔۔جیسے جیسے وہ پڑھ رہے تھے ویسے ویسے ان کے چہرے کا رنگ سفید ہوتا جا رہا تھا۔۔۔انوشہ جان نہ سکی آخر اس پیپر میں ایسا کیا لکھا تھا۔۔۔۔"ایسا کیا لکھا ہے اس پیپر میں آپ کچھ بولتے کیوں نہیں؟"۔۔۔۔۔یہ کلثوم بیگم کی آواز تھی۔۔۔۔ابرار صاحب نے کچھ بھی کہے بغیر وہ پیپر ان کی طرف بڑھا دیا۔۔۔۔اب وہ سرد

نظروں سے فواد خان کو دیکھ رہے تھے۔۔۔۔کلثوم بیگم کا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا۔۔۔۔

پھر وہ پیپر ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا شخص پڑھتا گیا۔۔۔۔سب کے چہرے سفید پڑتے جا رہے تھے انوشہ سمجھ نہ سکی آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے۔۔۔آخر میں وہ پرچہ انوشہ کے ہاتھ آ ہی گیا۔۔۔۔

اس میں لکھا تھا کہ "۔۔۔۔میں ماہیر حیدر خان ہوں۔۔۔۔میں نے اپنی زندگی کے 14 سال اس حویلی میں ماہیر سلیمان خان بن کر گزارے۔۔۔یہ حویلی جس میں میں 35 فیصد حصے کی مالکن تھی۔۔۔۔میں خود یہ بات کبھی جان نہ سکی۔۔۔یہ بات تو دادی نے

مجھے مرنے سے ایک روز پہلے بتائی۔۔۔اس حویلی میں میں نے
ملازماؤں سے زیادہ بدتر زندگی گزاری۔۔۔۔میں نے اس حویلی کے
ہر شخص سے بہت ساری امیدیں رکھی تھیں۔۔۔سب سے پہلے میرا
سوال ابرار حاکم سے ہے۔۔۔انوشہ خان اور ماہیر خان دونوں برابر
تھیں۔۔۔آپ کا دونوں سے ایک ہی رشتہ تھا۔۔۔پھر سلوک میں
زمین آسمان کا فرق کیوں؟؟؟
میں نے پھر بھی کبھی کوشکایت نہیں کی۔۔۔صرف یہی چاہا کہ ایک بار
آپ محبت سے میری طرف دیکھ لیں یا پیار سے میرا نام پکار
دیں۔۔۔۔مگر آپ نے کبھی ایسا نہ کیا۔14 سال میں آپ کی
آنکھوں کے سامنے بڑی ہوئی۔۔کیا آپ جانتے نہیں تھے میرا کردار
کیسا ہے؟۔مگر آپ نے بھی مجھ پر یقین نہیں کیا۔میں نے سچ کہا تھا فواد
خان نے میرے ساتھ بدتمیزی کی تھی۔۔۔آپ نے کیا کیا آخر میں

میری محبت کا پھل ایک تھپڑ کے ساتھ دیا۔۔۔۔وہ جو آپ نے مارا تھا وہ صرف تھپڑ نہیں تھا۔۔۔وہ اس عزت کا جنازہ تھا جو میں آپ کی کرتی تھی۔۔۔وہ اس یقین کا ٹوٹنا تھا جو میں آپ پر کرتی تھی۔۔۔۔مگر آپ نے میرا دل بہت برے طریقے سے توڑا۔۔۔ اگر تایا ایسے ہوتے ہیں تو مجھے آپ جیسے تایا نہیں چاہیے۔۔۔۔۔۔

اب میرا سوال کلثوم بیگم سے ہے۔۔۔۔انہوں نے ساری زندگی مجھے طعنے دیے، مجھے برا کہا۔۔۔ان کے پاس وہ دل تھا ہی نہیں جو ایک ماں کی طرح دھڑکتا۔۔۔یہ کیسے ایک ماں کی طرح محسوس کر سکتی ہیں یہ تو ایک ماں ہیں ہی نہیں۔۔۔۔ماں ہونے اور ماں بننے میں بہت فرق ہوتا ہے۔۔۔اگر یہ چاہتی تو میری ماں بن سکتی تھیں۔۔۔۔میں نے

کبھی ماں کا پیار محسوس نہیں کیا مگر انہوں نے مجھے ہمیشہ اس حویلی میں ایک پالتو کتے سے زیادہ نہیں سمجھا۔۔۔۔۔

اب میرا سوال ابراج حاکم سے ہے۔۔۔۔کہ کیا یہ دولت کی خاطر اتنا اندھے ہو گئے تھے۔کہ اپنی بیٹے اور بیوی کے ساتھ مل کر میرے نکاح کی سازش کی۔آپ تینوں نے کیا مجھے بچی سمجھ رکھا تھا۔اس رات تو میں کچھ سمجھ نہ پائی۔۔۔مگر میں جان گئی تھی یہ آپ تینوں کی سازش تھی تائی نے جان بوجھ کر مجھے فواد خان کے کمرے میں بھیجا تھا۔مگر میں اس شخص کی نظروں میں اپنے لیے میں حوس دیکھ سکتی تھی۔میں نے اس کی انا پر وار کر دیا تو اس نے مجھ پر الزام لگا دیا۔اگر تایا ایسے ہوتے ہیں تو مجھے واقع نہیں چاہیے۔۔۔۔۔

اب میرا سوال سعدیہ بیگم سے ہے۔۔۔۔کہ آپ کو بہت فخر ہے نا اپنے اس بیٹے پہ۔۔۔۔تو میں آج آپ کے اس بیٹے کی ایک حقیقت بتاتی ہوں۔۔۔۔آپ کا یہ بیٹا جسے آپ دودھ کا دھولہ کہہ رہی تھی۔۔یہ اس حویلی کی بیٹیوں کی عزت کے ساتھ کھیلتا پھر رہا ہے۔۔۔۔۔ایک بیٹی کے ساتھ دن کے اجالے میں تو دوسری کے ساتھ رات کے اندھیرے میں۔۔۔۔۔

اب میرا سوال روبینہ بیگم سے ہے۔۔۔۔انہوں نے مجھے بدکردار کہہ کر تھپڑ مارا تھا اور یہ بھی کہ میں ان کی ماں کی موت کی ذمہ دار ہوں۔۔۔۔۔تو آپ کو بہت غرور تھا نا اپنی بیٹی کے پاک دامن ہونے پر۔تو واقعی میں آپ کی بیٹی جیسی پاک دامن نہیں ہوں۔میں غیر محرموں سے پردہ کرتی ہوں۔۔میں کہاں آپ کی بیٹی جیسی ہو سکتی

ہوں۔۔۔۔پوچھیں اپنی بیٹی سے کہ وہ تین گھنٹے فواد خان کے کمرے میں کیا کرتی رہی تھی رات کے آخری پہروں میں۔۔۔۔۔اور جہاں تک رہی بات دادی کی موت کی تو ان کو ہڈیوں کے کینسر کی بیماری تھی۔۔۔۔وہ لاسٹ سٹیج پر تھی اس وجہ سے ان کی موت ہوئی۔۔۔۔۔

اب میرا سوال فائزہ خان سے ہے۔۔۔۔ تمہیں بہت شوق تھا نا فواد خان کو اپنا بنانے کا۔۔۔۔تو اب بنا لینا اسی شخص کو اپنا جس کو تم پہلے سے ہی اپنا جسم پیش کر چکی ہو۔۔۔۔اب میرا سوال رمشہ خان اور زینب خاں سے ہے۔۔۔۔ تمہیں بہت غرور ہے نا اپنی اس جوانی خوبصورتی اور دولت پر۔۔۔۔۔خدا ایک دن تم دونوں بہنوں کا یہ غرور خود ہی توڑ دے گا۔۔۔۔

اب میرا سوال انوشہ خان سے ہے۔۔۔کہ اس حویلی میں وہ محفوظ نہیں ہے۔۔۔۔سگا بھائی ہی بھائی ہوتا ہے۔۔۔۔جسے منہ سے بھائی کہا جائے وہ بھائی نہیں بن جاتا۔۔۔اگر اس حویلی میں ماہیر محفوظ نہیں تھی تو ہو سکتا ہے کل کو انوشہ بھی محفوظ نہ ہو۔۔۔اس لیے اس فواد خان سے دور رہنا۔۔۔۔آخر میں میرا سوال ولید خان سے ہے۔۔۔۔آپ نے میرا اچھا بھائی بننے کی بہت کوشش کی۔۔۔مگر کاش اپنی دونوں بہنوں پر بھی تھوڑی محنت کر لی ہوتی۔۔۔۔۔۔

میں ماہیر حیدر خان اس حویلی سے جا رہی ہوں۔۔۔۔مگر میں بہت جلد واپس آؤں گی۔۔۔اپنے شوہر کے ساتھ ان کاغذات پر دستخط کرنے جو اس حویلی میں آپ کو جائیداد حاصل کرنے کے لیے چاہیے۔۔۔۔مجھے اس حویلی کی دولت سے کوئی غرض نہیں۔۔۔

میں آپ کی بیٹیوں کے اترن تک کو نہیں لے جا رہی۔۔۔اس وقت اس حویلی سے میں نے آپ کا ایک تنکا بھی نہیں لیا۔۔۔صرف اپنے ماں باپ کا وہ سامان لیا جو میری دادی کے پاس میری امانت تھی۔بالکل ویسے ہی جیسے 21 سال پہلے میرے باپ کو کوئی غرض نہیں تھی۔۔۔۔میں بھی ویسے ہی اس حویلی سے اپنے شوہر کی خاطر جا رہی ہوں جیسے 21 سال پہلے میرا باپ اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑ کر گیا تھا۔۔۔۔

مجھے اپنی عزت بہت عزیز ہے۔اگر میرا شوہر مجھے چھوٹے سے گھر میں بھی رکھے گا میں خوشی خوشی رہ لوں گی۔۔۔آپ کی اس حویلی سے وہ بہت بہتر ہو گا۔۔اور آخری بات میری تم سے ہے فواد خان۔۔۔۔شاید تم بھول گئے ہو تو یاد کرواتی چلوں 14 سال پہلے تم نے ایک بار مجھے گھور کر دیکھا تھا تو میرے شوہر نے تمہارا سر پھاڑا تھا۔۔۔اور خبر دار

کیا تھا کہ آئندہ مجھے نظر اٹھا کر نہ دیکھنا۔۔۔۔ مگر تم نے نہ صرف مجھے پر گندی نظر رکھی۔۔۔ مجھ پر ہاتھ اٹھایا میری عزت کے ساتھ کھیلنے کی کوشش کی۔۔۔۔اس کا بدلہ حیدر خان تم سے ضرور لے گا۔۔۔۔بس اس وقت کا انتظار کرو جب میں اپنے شوہر کے ساتھ واپس آؤں گی۔۔۔۔

اگر ابھی بھی تم سب میں کوئی غیرت بچی ہو گی تو مجھے ڈھونڈنے کی کوشش مت کرنا میں خود واپس آؤں گی۔۔۔۔۔

اگر مجھے یقین ہوتا کہ دن کے اجالے میں میں اس حویلی سے باہر جا سکتی ہوں تو میں ڈنکے کی چوٹ پڑ جاتی۔۔۔۔ مگر مجھے یقین تھا کہ مجھے اس حویلی سے بھاگنا ہی پڑے گا۔۔۔۔اس کام پر بھی مجھے آپ سب لوگوں نے مجبور کیا۔۔۔میں اس دولت کو اپنے پیروں تلے روند کر جا رہی

ہوں۔۔کیونکہ میں اپنے شوہر کی وفادار ہوں۔۔۔اگلی بار میں اپنے محافظ کے ساتھ اس حویلی میں آؤں گی۔۔۔۔حماد تایا نے مجھے جاتے ہوئے آخری الفاظ کہے تھے۔۔۔کہ یہ حویلی تمہاری محفوظ پناہ گاہ ہے جس دن تمہیں لگے تم اس چار دیواری کے اندر محفوظ نہیں ہو اس دن اس چار دیواری سے نکل جانا۔۔۔۔بس مجھے آج ان کی وہ باتیں شدت سے یاد آرہی ہیں۔۔۔کاش کہ یہ چار دیواری کبھی میرے لیے غیر محفوظ نہ ہوئی ہوتی۔۔۔۔۔مبارک ہو تمہیں فواد خان تم جیت گئے۔۔۔۔۔یہ ساری دولت تمہیں مبارک ہو۔۔۔۔مجھے میری عزت مبارک

خداحافظ"۔۔۔۔۔

انوشہ کا چہرہ سفید پڑ چکا تھا۔۔۔اب کے فواد خان نے بے تابی سے وہ کاغذ پکڑا اور پڑھنا شروع کیا۔۔۔۔انوشہ تو سکتے کی کیفیت میں کھڑی تھی۔۔۔۔۔

اسے اپنے کانوں سے دھوئیں نکلتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔۔۔۔۔

وہ بہت دیر بعد آگے بڑھی اور ایک زناٹے دار تھپڑ فائزہ کے منہ پر دے مارا۔۔۔۔

اس تھپڑ کی آواز پر وہ کاغذ فواد خان کے ہاتھ سے چھوٹا۔۔۔سارے لاؤنج میں سکوت چھا گیا۔۔۔

روبینہ پھپھو تو تب سے ساکت تھیں۔۔۔ تھپڑ کی آواز پر ان کے جسم میں حرکت پیدا نہ ہوئی۔۔۔۔انہوں نے نفرت سے اپنی بیٹی کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔

اب کی بار انوشہ فواد خان کی طرف آئی۔۔۔۔اور پہلے سے زیادہ زور سے زناٹے دار تھپڑ اس کے منہ پر دے مارا۔۔۔۔

"How could you do this? You bloody.... You are not a brother you are a monster I hate you"

انوشہ صرف بولی نہیں تھی وہ چیخی اور گرجی تھی۔۔۔"تم۔۔۔۔تم انسان کھلانے کے لائق نہیں ہو۔۔۔۔تم بھیڑیے ہو۔۔۔۔۔وہ میرے بھائی کی عزت تھی۔تم نے میرے بھائی کی عزت پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی۔۔۔۔۔اب اپنے انجام سے ڈرنا اس وقت کو جب میرا بھائی اس حویلی میں تم سے حساب چکانے آئے گا۔۔۔۔۔تم جانتے نہیں ہو وہ حیدر خان کا جنون ہے۔۔۔۔تم نے اس کے جنون کو تکلیف

دے کر اپنے لیے مصیبت کھڑی کی ہے۔۔۔۔آئندہ مجھے مخاطب کرنا تو دور اگر تم نے میری طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا تو میں تمہاری آنکھیں نوچ لوں گی۔۔۔۔میں ماہی نہیں ہوں انوشہ ہوں۔۔۔۔ مجھے ماہی کی طرح کمزور سمجھنے کی غلطی مت کرنا۔۔اور بھولنا مت میں بھی اسی حیدر خان کی بہن ہوں اس کی عزت ہوں"۔۔۔۔۔

لاؤنج میں موت جیسا سناٹا تھا۔انوشہ کا سانس پھول چکا تھا۔۔۔۔اب کی بار وہ ابرار حاکم کے سامنے آئی۔۔۔۔۔"آج آپ نے میرا مان توڑ دیا۔۔۔آپ نے ثابت کر دیا آپ میرے باپ نہیں محض تایا ہیں۔۔۔۔وہ میرے بھائی کی بیوی تھی۔اور آپ نے نکاح کا فیصلہ کیسے سنا دیا۔۔۔ایک بار بھی نہیں سوچا کہ میرا بھائی کیا حشر کرے گا اس

حویلی کا۔۔۔اب ڈریے اس کے قہر سے۔۔۔۔آج اپ میرے دل سے اتر گئے"۔۔۔۔۔

اور حاکم خان کو لگا جیسے کوئی ان کے جسم سے روح کھینچ رہا ہو۔۔۔۔انوشہ خان ان کی سانسوں کی ڈور تھی۔۔۔۔۔

ان کو اپنے سینے میں جلن ہوتی محسوس ہوئی۔۔۔۔یہ کہنے کے بعد انوشہ ایک پل بھی لاؤنج میں مزید نہ رکی اور سیڑھیاں چڑھتی اپنے کمرے میں غائب ہو گئی۔۔۔۔

اب کی بار روبینہ کا ہاتھ اٹھا تھا۔اپنی اس بد کردار بیٹی پر۔۔۔۔۔۔

صرف ایک تھپڑ پر بس نہیں ہوئی وہ اسے تھپڑ پر تھپڑ مار رہیں تھیں۔۔۔۔بالکل ویسے ہی جیسے اس رات سعدیہ بیگم ماہی کو مار رہیں تھیں۔۔۔۔۔۔کسی نے روکنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔۔۔۔۔۔

حاکم صاحب فواد خان کے روبرو آئے۔۔۔۔اور ایک تھپڑ اس کے منہ پر دے مارا۔۔۔۔۔"تمہیں اس لیے لندن بھیجا تھا کہ وہاں جا کے عیاشیاں کرتے پھرو۔۔۔۔۔وہاں سے یہ سیکھ کر آئے ہو۔۔۔۔اتنی آگ لگی ہوئی تھی تو بتا دیتے تمہاری شادی کر دیتا۔۔۔۔۔اور تم نے ماہی کے ساتھ کیا کیا۔۔۔۔۔۔میرا بس نہ چلے تمہارا گلا دبا دوں۔۔۔۔۔آج سے تم صرف اس حویلی کے پوتے رہو گے اگلے سردار نہیں۔۔۔۔یہی تمہاری سزا ہے۔۔۔۔۔اور جس دن تمہارا نکاح طے پایا تھا اسی دن تمہارا نکاح ہو گا مگر وہ ماہی نہیں فائزہ

ہو گی۔۔۔۔۔تم دونوں نے اس حویلی کی عزت کو خاک میں ملا دیا۔۔۔۔۔اور میں نے اس بے قصور پر ہاتھ اٹھایا صرف تمہاری وجہ سے۔۔۔۔۔اپنی شکل غائب کر لو اس سے پہلے کہ میں تمہاری جان لے لوں"۔۔۔۔۔۔

حاکم صاحب فواد خان پر بجلی بن کر گرجے تھے۔۔۔۔۔اور وہ نظریں اٹھانے کے قابل نہیں رہا تھا۔۔۔۔۔وہ بھول گیا اس نے ماہیر حیدر خان کی عزت پر ہاتھ ڈالا تھا۔۔۔۔وہ جانتا نہیں تھا حیدر خان کی بیوی میں کتنی طاقت ہے۔۔۔۔۔وہ جاتے ہوئے اسے اس کے فعل کی سزا دے گئی تھی۔۔۔۔۔وہ صرف اسے ماہیر سلیمان خان کے ساتھ بد تمیزی کی سزا دے کر گئی تھی۔۔۔۔۔ابھی حیدر کی ہیر کے ساتھ اس

نے جو سلوک کیا اس کی سزا اسے حیدر کیا دے گا یہ تو فواد خان کی قسمت طے کرے گی۔۔۔۔۔۔

حاکم خان سیڑھیاں چڑھتے ہوئے گئے اور جا کر لائبریری میں بند ہو گئے۔۔۔۔۔۔

پیچھے لاؤنج میں موت جیسا سکوت چھا گیا تھا۔۔۔۔۔۔۔

اگر ہم انوشہ کے کمرے میں جھانک کر دیکھیں۔۔۔۔۔تو وہ اس وقت ایل سی ڈی پر کوئی مووی دیکھنے میں مصروف تھی۔۔۔۔۔چہرہ بالکل نارمل تھا۔۔۔۔۔کہیں سے نہیں لگ رہا تھا کہ کچھ دیر پہلے وہ روتے ہوئے کمرے میں آئی تھی۔۔۔۔۔انوشہ کا پلان فل پروف تھا دادی کی

موت کے اگلے دن ہی اسے اقصی نے ساری سچائی بتادی تھی اس لیے ان دونوں نے مل کر پھر اگلا پلان ترتیب دیا تھا۔۔۔۔ مگر آخر میں ماہی نے جو خط لکھا اسے دیکھ انوشہ کچھ پل کے لیے تو ڈر گئی اسے لگا اس کی بازی پلٹ گئی۔۔۔۔ مگر اسے پتہ نہیں تھا ماہی اتنا بڑا راز فاش کر کے جائے گی۔۔۔۔۔ہاں وہ بہت مزے میں تھی اب اسے صرف اس دن کا انتظار کرنا تھا جب اس کا بھائی اس حویلی واپس آتا۔۔۔۔

دوپہر اب سر چڑھ آئی تھی۔۔۔۔

ٹرین اب اسٹیشن پر ایک گھنٹہ رکنے والی تھی۔۔۔۔

ماہی ویسے ہی بیگ کو اپنے سینے سے لگائے اس کونے والی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔

تھوڑی دیر بعد اماں نے اپنے پرس سے کوئی کاغذ نکالا اور اب وہ اسے ماہی کی طرف بڑھا رہیں تھیں۔۔۔

ماہی نے نہ سمجھی سے ان کے ہاتھ میں موجود کاغذ کی طرف دیکھا۔

اس کی نا سمجھی دیکھ اماں بولیں۔۔۔۔"یہ کراچی میں میرے گھر کا پتہ ہے۔اور ساتھ میرا رابطہ نمبر ہے۔تم کراچی جا رہی ہو تو ہو سکتا ہے

وہاں تمہیں رہنے کے لیے جگہ کی ضرورت ہو۔۔۔یا اگر کوئی مصیبت ،مسئلہ پیش ہو تو تم مجھ سے رابطہ کر سکتی ہو"۔۔۔۔

ماہی شاید منع کرنا چاہتی تھی۔یا شاید وہ اماں پر یقین نہیں کر پا رہی تھی۔ کچھ تو تھا جس وجہ سے ماہی الجھن کا شکار تھی۔اس کے آنکھوں سے بھی اضطراب جھلک رہا تھا۔

کچھ جھجکتے ہوئے ماہی نے وہ کاغذ کا ٹکڑا پکڑ لیا۔۔۔

اور اسے احتیاط سے سنبھال کر اپنے بیگ میں رکھ لیا کہ شاید کبھی ضرورت پڑ جائے۔۔۔

اب وہ آنکھیں موندے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔۔۔۔

باہر سٹیشن پر لوگوں کے ہجوم کا ایک جم غفیر تھا۔۔۔۔

مگر وہ سب سے بے خبر بیٹھی تھی۔۔۔۔۔

دوپہر سے شام ہو چکی تھی۔۔۔۔۔اور آخر کار ماہی کے انتظار کا ختم ہوا ٹرین کراچی کی حدوں میں داخل ہو چکی تھی۔۔۔۔

جیسے جیسے فاصلہ کم ہو رہا تھا ویسے ویسے ماہی کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔۔۔۔۔وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کراچی جا کر کیا کرے گی؟ کہاں رہے گی؟ حیدر کو کیسے ڈھونڈے گی!۔۔۔۔۔

آخر کار وہ اس شہر میں داخل ہو چکی تھی جس شہر میں وہ رہ رہا تھا۔۔۔۔۔ان ہواؤں میں اس کی خوشبو تھی۔۔۔۔۔ماہی کو یقین تھا اگر وہ اس جگہ تک پہنچ چکی ہے تو وہ آگے بھی منزل پالے گی۔۔۔

تقریباً سات بجے کے بعد ٹرین اسٹیشن پر رکی۔۔۔۔۔

اسے لگا جیسے اس کے قدم ہلنے سے انکاری ہوں۔۔۔۔۔اس کا جسم ہلکا ہلکا کانپ رہا تھا۔۔۔۔۔14 سال کا انتظار۔۔۔۔۔وہ کیسا دکھتا ہو گا وہ کچھ نہیں جانتی تھی۔۔۔۔۔وہ کہاں ڈھونڈے گی وہ یہ بھی نہیں جانتی تھی۔۔۔۔۔مگر وہ اپنے اللہ پر یقین رکھ کر اماں کے ساتھ آخر کار اس ٹرین سے قدم باہر نکال چکی تھی۔۔۔۔۔۔

ماہی کو لگا جیسے وہ کسی الگ ہی دنیا میں آگئی ہو۔۔۔۔۔وہاں ہزاروں کی تعداد میں لوگ تھے۔۔۔۔۔۔اماں نے اس کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا جیسے وہ جانتی ہوں کہ ماہی یہ اکیلی نہیں کر پائے گی۔۔۔۔

اپنے بیگ کو سینے سے لگائے وہ لوگوں کے درمیان سے گزرتی جا رہی تھی۔۔۔۔۔۔شور و غل، لوگوں کی آوازیں، سپیکر میں ہوتے اعلان یہ حویلی سے بہت الگ دنیا تھی۔۔۔۔

ماہی کو اندر سے عجیب سا ڈر لگ رہا تھا مگر اسے اپنی حالت کو قابو رکھنا تھا۔۔۔۔وہ اپنے حیدر کے شہر آچکی تھی اس کے سٹی آف لائٹس میں۔۔۔۔۔پتہ نہیں اسے کتنے دن۔۔۔کتنے مہینے لگ جائیں حیدر کو

ڈھونڈتے ہوئے۔۔۔۔۔مگر ان لاکھوں لوگوں کی بھیڑ میں وہ ایک شخص تو ہو گا ہی۔۔۔۔۔

وہ اماں کے سنگ چلتی جا رہی تھی۔۔۔۔اماں اس کو لیے ریسٹ روم میں آئیں۔۔۔۔۔

اسے بھی کہا کہ وہ بھی فریش ہو لے۔۔۔۔۔وہ خدا پر بھروسہ کرتی اپنا بیگ اماں کے حوالے کرتی چلی گئی۔۔۔۔

دس منٹ بعد اب وہ دونوں اسٹیشن سے باہر نکل رہیں تھیں۔۔۔۔۔وہ نہیں جانتی تھی وہ کہاں جائے گی مگر اسے اپنے رہنے کا کچھ بندوبست کرنا تھا۔۔۔۔۔"تم میرے ساتھ میرے گھر چلو تم وہاں رہ سکتی ہو"۔۔۔

وہ جو اپنی سوچوں میں گم تھی اماں کی آواز نے اس کی سوچوں کو توڑا۔۔۔۔"نہیں آپ کا بہت شکریہ آپ نے یہاں تک میرا ساتھ نبھایا اگر مجھے ضرورت ہوئی تو میں آپ سے رابطہ کر لوں گی"۔۔۔

اتنا کہتے ساتھ وہ بہت نرمی اور آہستگی سے ان اماں سے الگ ہو گئی۔۔۔۔

وہ اسٹیشن سے نکل کر چلتی ہوئی سڑک پر جا رہی تھی۔۔۔۔اس کی منزل کیا تھی وہ نہیں جانتی تھی۔۔۔۔۔

وہ اسٹیشن کے پاس موجود ایک پارک کے بینچ پر آ کر بیٹھ گئی۔۔۔۔کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کہاں سے شروعات کرے۔۔۔۔اسے تو حیدر کی شکل تک نہیں پتہ تھی۔۔۔۔۔۔۔سوائے آنکھوں کے اور آدھے ادھورے نام کے وہ اپنے شوہر کو کیسے ڈھونڈے گی؟؟؟؟

وہ نہیں جانتی کہ وہ کتنی دیر اس بینچ پر بیٹھی رہی۔۔۔۔۔۔رات شروع ہو رہی تھی۔۔۔۔۔وہ ساری رات اس بینچ پر نہیں بیٹھ سکتی تھی یہ اس کے لیے غیر محفوظ جگہ تھی۔۔۔۔۔آخر کار خدا کا نام لے کر وہ اس بینچ سے اٹھی۔۔۔۔۔

وہ پارک سے نکل آئی اور اب دوبارہ سڑک پر چلنا شروع ہو گئی۔۔۔۔۔اچانک اس کے پاس ایک ٹیکسی آکر رکی۔۔۔۔پہلے تو وہ گھبرا گئی۔۔۔۔"کہیں جانا ہے باجی تو آئیں چھوڑ دوں"۔۔۔۔۔ماہی کو سمجھ نہ آئی وہ کیا کرے اس نے اس طرح کی حالات کا کبھی سامنا نہیں کیا تھا۔۔۔۔۔

وہ جو اپنے کام سے شہر کے اس علاقے میں آیا تھا۔۔۔اس کا موڈ فل خراب تھا۔۔۔۔۔جس شخص کو ڈھونڈنے کے لیے وہ آیا تھا وہ شخص ہاتھ سے نکل چکا تھا۔۔۔۔۔

اب وہ واپس اپنی گاڑی کی طرف جا رہا تھا جب اس کے کانوں میں ایک بہت خوبصورت آواز پڑی۔۔۔۔اس آواز نے اس کے قدم نہ چاہتے ہوئے بھی روک دیے۔۔۔۔"کیا یہاں کوئی دارالایمان ہے؟؟"۔۔۔۔۔وہ کسی لڑکی کی آواز تھی جو بہت خوبصورت تھی۔۔۔ایسا لگا جیسے کسی نے حیدر کے کانوں میں سالوں بعد سکون اتارا ہو۔۔۔۔۔حیدر نے بے ساختہ آواز کی سمت دیکھا۔۔۔۔۔تو پاس ہی سڑک کے کنارے کالے برقعے میں ملبوس کوئی لڑکی ٹیکسی ڈرائیور

سے پوچھ رہی تھی۔۔۔۔"نہیں باجی"۔۔۔۔۔ٹیکسی ڈرائیور کی بات سن ماہی مایوس ہوئی اور دوبارہ سڑک کی طرف چلنا شروع ہو گئی۔۔۔۔

قسمت بھی کتنی عجیب تھی۔وہ سالوں بعد ایک دوسرے کے اتنے پاس آ گئے تھے۔۔۔وہ دونوں ایک دوسرے کے کتنے قریب تھے۔۔۔۔۔مگر انجان تھے۔۔۔۔

حیدر کا دل چاہا وہ بار بار اس آواز کو سنے۔۔۔۔۔مگر پھر فوراً حیدر کے کانوں میں اپنی ہیر کی آواز پڑی۔۔۔۔۔اس کا دل درد سے پھٹ گیا یہ کیا کر رہا تھا وہ کیسے کسی اور لڑکی کی طرف اٹریکٹ ہو سکتا تھا۔۔۔ فوراً دل کو ڈانٹتے ہوئے۔۔۔۔اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔۔۔۔۔

اس کا دل درد سے پھٹ رہا تھا۔۔۔

وہ کیا کرے اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ کہاں جائے گی؟۔۔۔۔"حیدر کہاں ہے؟آپ خدا کے واسطے مجھے ڈھونڈ لیں میں اس شہر میں کیسے آپ کو تلاش کروں گی یہ بہت بڑا ہے"۔۔۔۔۔وہ دل ہی دل میں حیدر سے مخاطب ہو رہی تھی۔۔۔۔

اچانک اس کے سامنے دو تین لفنگے لڑکے آ گئے۔۔۔۔۔۔۔ان کو دیکھ وہ ڈر گئی اپنے بیگ کو سینے میں بھینچ لیا۔۔۔۔۔اور قدم پیچھے کی طرف لینے شروع ہوئی۔۔۔۔وہ تینوں اسے خباثت سے دیکھ رہے

تھے۔۔۔۔۔"ارے دیکھو تو صحیح کیا خوبصورت کلی ہے ادھر تو آؤ"۔۔۔۔ان میں سے ایک دانت نکالتا ہوا بولا۔۔۔۔۔

وہ اسٹیشن اماں کو لینے کے لیے آیا تھا مگر یہ کیا اس کی بہن صاحبہ آکر پہلے ہی اماں کو پک کر چکی تھی تو اس کا کیوں چکر لگوایا۔۔۔۔۔۔پتہ نہیں کمال کرتے ہیں یہ لوگ بھی۔۔۔۔۔۔اب وہ واپس اسٹیشن سے گھر کی طرف جا رہا تھا۔۔۔۔جب اس نے دیکھا سڑک کے کنارے ایک کالے برقعے میں ملبوس لڑکی کو تین لفنگے تنگ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔۔۔۔۔۔پتہ نہیں کیوں اسے ایسے سے بہت نفرت ہوتی تھی۔۔۔۔۔اس نے اپنی گاڑی کی سپیڈ سلو کی اور بالکل اس لڑکی کے

پاس لے آیا۔۔۔۔۔"خبردار اگر میرے قریب آئے دور رہو مجھ سے"۔۔۔۔۔اس کے کانوں میں لڑکی کی آواز پڑی آئے ہائے آواز تھی یا ایسا لگا جیسے کسی نے کانوں میں چاشنی گول کر ڈال دی ہو۔۔۔۔۔وہ لڑکی بہت ہی خوبصورت بولتی تھی۔۔۔۔۔۔

ارمان ایک جھٹکے سے کار سے باہر نکلا۔۔۔۔۔"کیا مسئلہ ہے تم لوگوں کے ساتھ؟۔۔۔۔۔ماہی نے کسی کی آواز سن کر چہرہ موڑ کر دیکھا تو پیچھے کوئی 30،25 سال کا بہت خوبصورت مرد کھڑا تھا۔۔۔پرکشش کالی آنکھیں ہلکی ہلکی شیو گورا رنگ۔۔۔چھ فٹ سے نکلتا قد وہ اس وقت گرے شرٹ اور بلو پینٹ میں ملبوس تھا۔وہ جو کوئی بھی تھا بہت زیادہ خوبصورت تھا۔۔۔ارمان کو دیکھ وہ تینوں لفنگے خباثت سے ہنسے اور بولے "کیوں تو اس کا عاشق ہے؟"۔۔۔۔۔اتنی غلیظ بکواس پر ماہی کا

دل چاہا کہ وہ اس شخص کا منہ توڑ دے۔۔۔۔"نہیں اس سے بھی خاص ہوں"۔۔۔۔۔

ارمان آگے بڑھا اور جس شخص نے سوال کیا تھا اس کے منہ پر ایک مکا دے مارا۔۔۔"میں۔۔۔اس۔۔کا۔۔۔محافظ۔۔۔ہوں"۔۔۔اس نے ایک ایک لفظ کو پیس پیس کر ادا کیا۔۔۔۔اور محافظ لفظ پر ماہی سن رہ گئی۔۔۔۔۔"بہت شوق ہے نا تم لوگوں کو راہ چلتی لڑکیوں کو چھیڑنے کا آؤ میں تم لوگوں کا شوق نکالتا ہوں"۔۔۔۔۔اس کے بعد ماہی کی آنکھوں کے سامنے اس نے ان تینوں کا بھرتہ بنا ڈالا۔۔۔۔

ماہی ایک جگہ سٹک کھڑی یہ منظر دیکھ رہی تھی۔۔۔۔

اسے لگا وہ اب بھی اگر ہلی تو گر جائے گی۔۔۔۔ان تینوں سے نبٹ کر ارمان ماہی کی طرف متوجہ ہوا۔۔۔۔"اتنی رات کو سڑک پر اکیلی لڑکی کا نکلنا محفوظ نہیں ہوتا۔۔آئندہ کبھی اس وقت اکیلی نہ نکلنا"۔۔۔۔وہ جو کوئی بھی تھا بہت خوبصورت بول رہا تھا۔۔۔۔اس کی آواز بہت زیادہ پیاری تھی یوں جیسے کوئی دل کو سکون پہنچا رہا ہو۔۔۔۔۔"میرا اس شہر میں کوئی نہیں۔۔۔میں کچھ گھنٹے پہلے ہی اس شہر میں آئی ہوں"۔ماہی نہ چاہتے ہوئے بھی اسے بتا گئی۔۔۔۔

ارمان یہ بات سن حیرت میں آگیا۔۔۔۔"کوئی تو ہو گا پورے شہر میں کوئی دور پار کا رشتہ دار یاد کرنے کی کوشش کرو میں تمہیں اس کے گھر چھوڑ دوں گا"۔۔۔۔۔ماہی کو اپنی بے بسی پر بہت رونا آیا۔۔۔۔وہ

رات کے اس پہر ایک غیر مرد سے سڑک پر کھڑی گفتگو کر رہی تھی وہ جس نے ابھی اس کی عزت بچائی تھی اور خود کو ماہی کا محافظ کہا تھا۔۔۔۔وہ اس کی احسان مند تھی مگر ساتھ دل میں عجیب سا ڈر تھا۔۔۔۔۔

اچانک ماہی کے دماغ میں وہ اماں آئی۔۔۔۔ماہی نے فورا اپنا بیگ کھولا اور اس میں سے وہ کاغذ نکال کر ارمان کے سامنے کر دیا۔۔۔"مجھے ان کے گھر جانا ہے پلیز مجھے ان کے گھر چھوڑ دیں"۔۔۔۔۔ارمان نے آگے بڑھ کر ایڈریس پکڑا۔۔۔۔

اور وہ دیکھ حیران رہ گیا یہ پتہ۔۔۔۔"تم نے اس جگہ جانا ہے؟

Are you sure?"

ماہی پریشان ہوئی اس میں حیرت میں آنے والی کیا بات تھی۔۔۔۔"ہاں مجھے اسی جگہ پر جانا ہے پلیز مجھے چھوڑ دیں میں آپ کی احسان مند رہوں گی۔۔۔۔مجھے اس شہر کے بارے میں کچھ نہیں پتا"۔۔۔۔۔

ارمان اسے عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔"کون ہو تم؟۔۔اور یہ ایڈریس تمہارے پاس کہاں سے آیا۔۔۔۔۔پہلے یہ بتاؤ یہ ایڈریس ہے کس کا؟؟"۔۔۔اتنے سوالوں پر تو ماہی اور پریشان ہو گئی۔۔۔۔"میں ماہی ہوں یہ میری اماں کا گھر ہے ان کا نام راحیلہ جمال ہے پلیز مجھے چھوڑ دیں"۔۔۔۔۔

یہ جواب سن کر ارمان نے مزید کوئی بحث نہیں کی۔۔۔۔اسے اپنی گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا وہ ڈرتی بیٹھ گئی۔۔۔۔پتہ نہیں کیوں مگر اس شخص پر اعتبار کرنے کو اس کا دل چاہ رہا تھا۔۔۔۔اس کے ساتھ وہ محفوظ محسوس کر رہی تھی۔۔۔۔۔۔گاڑی منزل کی جانب چل پڑی گاڑی میں مکمل خاموشی تھی۔۔۔۔۔

اتنے گھنٹے سفر کے بعد اب ماہی کے جسم میں درد اٹھ رہا تھا۔۔۔۔۔وہ شدید قسم کی تھکن کا شکار تھی۔۔۔۔۔۔کاش وہ اماں کی بات سن لیتی اور ان کے ساتھ چلی جاتی۔۔۔۔مگر وہ ہر کسی پر اتنی جلدی بھروسہ نہیں کر سکتی تھی۔۔۔۔۔۔

گاڑی سڑک کے انجان راستوں پر جا رہی تھی اور ماہی ہر منظر کو دیکھ کر یہی سوچ رہی تھی تو کیا حیدر یہاں سے گزرا ہو گا؟۔۔۔۔۔حیدر اس وقت کہاں ہو گا؟۔۔۔۔۔۔

یہ سوچتے کب وہ نیند کی وادی میں اتر گئی اسے پتہ نہ چلا۔۔۔۔۔

ZNZ Zubi Novels Zone

تلاش

گاڑی منزل کی جانب رواں دواں تھی۔۔۔۔۔

ارمان نے چہرہ موڑ کر بائیں طرف دیکھا۔۔۔۔تو ماہی بیگ سینے سے لگائے آنکھیں بند کیے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی یقیناوہ سو چکی تھی۔۔۔۔

گاڑی منزل پر پہنچ چکی تھی۔ارمان ابھی تک یہی دیکھ رہا تھا کہ ماہی سو رہی ہے۔۔۔۔۔وہ مکمل طور پر کالے برقعے میں ملبوس تھی۔نقاب میں اس کی صرف آنکھیں نظر آرہی تھی جو اس وقت بند تھیں۔۔۔۔

وہ شش وپنج میں مبتلا تھا کہ اسے کیسے اٹھائے۔۔۔۔۔۔

اچانک اس کے ذہن میں کچھ آیا۔۔۔۔وہ گیٹ کے باہر گاڑی کھڑی کیے ہارن پہ ہارن دے رہا تھا۔۔۔۔

گارڈز بھاگتے ہوئے آئے۔۔۔۔گیٹ کھلا اور گاڑی اس عالی شان بنگلے کے اندر داخل ہو گئی۔۔۔۔۔

ارمان کی ساری سوچیں اس طرف تھی کہ آخر یہ لڑکی راحیلہ جمال کو کیسے جانتی ہے۔۔۔۔۔یہ ہے کون؟؟۔۔۔۔شاید وہ بہت گہری نیند میں تھی ورنہ اتنے زیادہ ہارن کی آواز پر بھی اس کی آنکھ نہیں کھلی۔۔۔۔۔"کہیں ٹپک تو نہیں پڑی!"۔۔۔۔ارمان خود سے بڑبڑاتا اپنی طرف سے گاڑی سے اترا۔۔۔۔۔۔

اب وہ ماہی کی سائیڈ آیا گیٹ کھولا۔۔۔۔۔"مس اٹھ جاؤ"۔۔۔۔مگر ماہی کے جسم میں کوئی حرکت نہ ہوئی۔۔۔۔"ماہی اٹھ جاؤ"۔۔۔۔وہ پھر نہ اٹھی۔۔اب کی بار چار و نہ چار ارمان نے اس کا کندھا ہلایا"اٹھ جاؤ ماہی"۔۔۔۔۔وہ جو گہری نیند میں تھی اچانک کسی کے کندھا ہلانے پر

ہڑ بڑا کر اٹھی۔۔۔"کیا ہوا؟"۔۔۔اس کی آواز پریشانی میں ڈوبی ہوئی تھی۔۔۔"آپ کی منزل آگئی ہے"۔۔۔۔

ماہی مکمل طور پر جاگ گئی تھی۔۔۔۔"سوری پتہ نہیں کیسے میری آنکھ لگ گئی کل رات سے ٹرین میں بیٹھی سفر کر رہی تھی شاید اس وجہ سے"۔۔۔۔ماہی سمجھ نہ سکی وہ آخر کیوں اس شخص کو وضاحت دے رہی تھی۔۔۔۔ارمان نے محض سر ہلانے پر اکتفا کیا۔۔۔۔۔ماہی اپنا بیگ پکڑے اب گاڑی سے اتر آئی۔۔۔۔

ماہی نے جیسے ہی آس پاس نظر دوڑائی تو یہ دیکھ حیران رہ گئی وہ بہت خوبصورت بنگلہ تھا بالکل ایک محل جیسا اور بہت بڑا تھا۔۔۔۔۔

وہ کسی تتلی کی طرح مہبوت زدہ چاروں طرف دیکھ آگے بڑھ رہی تھی۔۔۔۔وہ بہت زیادہ روشن محل تھا۔۔۔۔ہر طرف لائٹس جل رہی تھیں۔۔۔ارمان بالکل نارمل انداز میں چل رہا تھااور اب وہ ماہی سے آگے بڑھ چکا تھا۔۔۔۔۔

اس نے ڈور بیل بجائی۔۔۔۔۔پانچ منٹ کے بعد دروازہ کھلا ۔۔۔۔۔دروازے کے پیچھے سے راحیلہ جمال کا چہرہ نظر آیا۔۔۔۔۔"ارے ارمان میرے بچے تم آگئے"۔۔۔۔۔اس سے پہلے وہ کچھ اور کہتیں ارمان سائیڈ پر ہوااور پیچھے سے ماہی نظر آئی۔۔۔۔۔"ماہی میری بچی"۔۔۔۔۔راحیلہ اسے دیکھ کر حیران رہ گئی تھیں۔۔۔۔۔وہ بے ساختہ آگے بڑھی اور اماں کے گلے لگ

گئی۔۔۔۔اسے لگا جیسے اس بڑے شہر میں اس کا اپنا کوئی مل گیا ہو۔۔۔۔

اماں کو بہت خوشی ہو رہی تھی ماہی کو اپنے گھر دیکھ کر۔۔۔۔"تمھیں یہ کہاں سے ملی؟"۔۔۔۔اب وہ ارمان سے سوال کر رہی تھیں؟؟ ماہی ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔۔۔"اسٹیشن کے پاس سڑک پر تین لفنگے چھیڑ رہے تھے۔۔۔۔میں نہ ہوتا تو ضرور کوئی انہونی ہو جاتی۔۔۔۔پھر اس نے آپ کا ایڈریس دیا تو میں یہاں لے آیا"۔۔۔۔

راحیلہ جمال نے جیسے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا اور گویا ہوئی۔۔۔۔"اچھا چلو دونوں اندر تو آؤ"۔۔۔۔ماہی حیران تھی کیا وہ

دونوں ایک دوسرے کو پہلے سے جانتے تھے۔۔۔وہ ماہی کا ہاتھ پکڑ کر اسے گھر کے اندر لے آئیں۔۔۔۔

بنگلہ اندر سے بھی اتنا ہی خوبصورت تھا۔۔۔جتنا باہر سے لگتا تھا۔۔۔وہ بہت خوبصورت تین منزلہ عمارت تھی۔۔۔۔

وہ اماں کے سنگ چلتی ہوئی آئی اور لاؤنج میں آکر صوفے پر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔

اب اماں اپنی کسی ملازمہ کو آواز دے رہی تھیں۔۔۔۔

ملازمہ فوراحاضر ہوئی۔۔۔۔۔"یہ ماہی ہے میری بیٹی آج سے یہیں رہے گی۔۔۔۔جاؤاس کے لیے کمرہ تیار کرواؤاور کھانا بھی لگواؤ"۔۔۔۔۔

اب کی بارارمان سن رہ گیا۔۔۔۔۔جیسے اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہ آیا ہو۔۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ اماں سے کوئی سوال کرتا۔۔۔۔کسی لڑکی کی آواز آئی۔۔۔۔۔۔"ارمان بھائی آپ آگئے"۔۔۔۔۔۔

وہ کوئی 22،23 سالہ کالی آنکھوں والی خوبصورت لڑکی تھی۔۔۔شولڈر تک آتے براؤن بال۔۔۔۔گندمی رنگت۔۔۔تیکھے

نقوش۔۔۔۔پانچ فٹ سے نکلتا قد۔۔۔وہ اس وقت نائٹ ڈریس میں تھی۔

وہ آئی اور بہت بے تکلفی سے ارمان کے ساتھ والے صوفے پر بیٹھ گئی۔"اگر تم اماں کو لینے چلی ہی گئی تھی تو مجھے بتا دیتی میرا چکر کیوں لگوایا؟"۔۔۔۔ارمان اس لڑکی سے سوال پوچھ رہا تھا۔۔۔۔

اور ماہی زلزلوں کی زد میں تھی کیا وہ ان کا بیٹا تھا۔۔۔۔"وہ بس مجھے لگا شاید آپ بزی ہوں گے اس لیے میں چلی گئی سوری آپ کو بتانے کا موقع نہیں ملا"۔۔۔۔

بات کرتے ہوئے اچانک اس کی نظر اپنی ماں کے پاس صوفے پر بیٹھی کالے برقعے میں ملبوس لڑکی پر پڑی۔۔۔۔"یہ کون ہے؟"۔۔۔اس سے پہلے اماں کچھ بولتیں۔۔۔۔"یہ تمہاری بہن ہے"۔۔۔۔

ارمان کی طرف سے جواب ایا۔۔۔۔۔"واٹ!!؟"۔۔۔وہ چیخ اٹھی۔۔۔"یہ کیا طریقہ ہے آرزو"۔۔۔۔اماں کو اس کا چیخنا ناگوار گزرا۔۔۔۔۔"یہ بھائی کیا کہہ رہے ہیں؟ یہ میری بہن کیسے ہو سکتی ہے! میری کوئی بہن نہیں ہے"۔۔۔۔

ماہی پریشان یہ صورتحال دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔"اف یا خدا میں تم دونوں بہن بھائیوں کا کیا کروں؟۔۔۔۔۔میں نے کب کہا یہ تمہاری

بہن ہے ؟۔۔۔یہ ماہی ہے میری بیٹیوں جیسی۔۔۔ٹرین میں مجھے ملی تھی۔۔۔اب تم لوگوں کا ہو گیا ہو تو کیا وہ کھانا کھالے"۔۔۔۔۔

اماں کی بات سن آرزو شرمندہ ہو گئی۔۔۔"اوہ سوری بس وہ مجھے لگا۔"۔۔۔اب وہ خون خوار نظروں سے اپنے بھائی کو گھور رہی تھی۔۔۔ارمان بھی پر سکون ہو گیا کہ وہ اماں کی بیٹی نہیں ہے۔ارمان نے آئی برو اچکائی جیسے پوچھ رہا ہو اب کیا ہے۔۔آرزو نے آنکھوں سے کہا آپ کو تو بعد میں دیکھوں گی۔۔۔"پتہ نہیں یہ بھائی ہر بار کیوں پھنساتے ہیں"۔۔۔وہ خود سے بربراتی ہوئی اٹھی اور ماہی کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔۔۔"ہائے میں آرزو جمال ہوں راحیلہ جمال کی بیٹی۔۔۔۔وہ اصل میں میں اکلوتی ہوں نا اس لیے تھوڑا سرپرائز ہو گئی تھی۔۔۔۔سوری اگر تمہیں برا لگا ہو تو"۔۔۔۔

ماہی نے اس کا بڑھتا ہوا ہاتھ تھام لیا اور بولی۔۔۔"کوئی بات نہیں میں ماہی ہوں۔۔۔آپ سے مل کر خوشی ہوئی"۔۔۔

اماں مسکرا دیں۔۔۔۔"ویسے تم اتنی بھی بری نہیں ہو میری بہن بن سکتی ہو"۔۔۔۔۔آرزو کا یہ رویہ دیکھ ماہی کو انوشہ یاد آ گئی۔۔۔وہ مسکرا اٹھی اور بس سر ہلانے پر اکتفا کیا۔۔۔

اس کے بعد آرزو اسے لیے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔۔۔وہ کمرہ بہت خوبصورت تھا حویلی کے کمروں سے بھی زیادہ۔۔۔۔"تم فریش ہو جاؤ میں کھانا کمرے میں ہی بھیج دیتی ہوں تم بھی تھک چکی ہو گی اس لیے کھانا کھا کر سکون سے سو جاؤ آج سے یہ کمرہ تمھارا ہوا"۔۔۔۔

آرزو کمرے سے نکل گئی ماہی نے اپنا برقعہ اور نقاب اتارا وہ 24 گھنٹوں میں نقاب میں تھک گئی تھی۔۔۔فریش ہونے کے کچھ دیر بعد دروازہ ناک ہوا۔۔۔ماہی نے دروازہ کھولا تو ملازمہ کھانہ لیے آئی اور اندر رکھ دیا۔۔۔۔ تین چار دنوں سے اس نے سکون سے کھانا نہیں کھایا تھا۔۔۔۔ کھانے کو دیکھ اسے شدید بھوک لگی اور وہ کھانے بیٹھ گئی۔۔۔۔۔وہ کھانا بہت زیادہ مزیدار تھا۔۔۔۔ماہی کو لگا جیسے زندگی میں اتنا اچھا کھانا پہلی بار کھایا ہو۔۔۔۔۔

کھانا کھانے کے بعد وہ بستر پر لیٹی وہ بستر بھی بہت نرم تھا۔۔۔۔کچھ ہی پلوں میں اس کی آنکھ لگ گئی اور اب ماہی نیند کی وادیوں میں اتر چکی تھی۔۔۔۔

کراچی میں ایک نئی صبح کا آغاز ہو چکا تھا۔۔۔۔۔۔

شاید دن کے 11 بجے ماہی کی آنکھ کھلی۔۔۔

وہ فریش ہونے کے بعد کمرے سے باہر نکلی۔۔۔۔اور آس پاس گھر کو دیکھتے ہوئے لاونج میں آگئی۔۔۔

وہاں اخبار پڑی ہوئی تھی ماہی نے وہ اٹھائی۔۔۔اس کی نظر ایک خاص خبر پر پڑی جس نے اسے اخبار پڑھنے پر متجسس کر دیا۔۔۔۔

وہ کسی یونیورسٹی کی اسکالرشپ بیس پر ایڈمیشن فارم کی خبر تھی۔۔۔۔ہاں ماہی کو یہاں اپلائی کرنا چاہیے تھا۔۔۔۔ابھی وہ یہ سوچ

ہی رہی تھی کہ راحیلہ جمال لانچ میں داخل ہوئی۔۔۔"تم اٹھ گئی ماہی چلو آؤ ناشتہ کر لو"۔۔۔۔۔راحیلہ کی آواز پر ماہی نے اخبار وہیں رکھی اور کھڑی ہوئی۔۔۔

اب کی بار راحیلہ نے اس کی شکل دیکھی وہ بہت خوبصورت تھی۔۔۔۔۔"اوہ سوری میں کبھی اتنی دیر تک سوئی نہیں مگر شاید سفر کی وجہ سے بہت زیادہ تھکاوٹ ہو گئی تھی۔۔۔۔میں نے کبھی اتنا لمبا سفر نہیں کیا اور سفر بھی ٹرین کا تھا"۔۔۔۔

اماں مسکرا اٹھیں اور بولیں کوئی بات نہیں۔۔۔۔"میں سمجھ سکتی ہوں"۔۔۔۔۔

ناشتے کے بعد ماہی نے اماں سے بات کرنے کا فیصلہ کیا۔۔۔"مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔۔۔۔یہ دیکھیں اخبار میں یہ ایڈمیشن کی نیوز ہے مجھے یہاں ایڈمیشن لینا ہے"۔۔۔۔اماں نے اخبار میں وہ خبر دیکھی۔۔۔۔"ارے واہ یہ تو وہی یونیورسٹی ہے جہاں آرزو جاتی ہے تم اس کے ساتھ چلی جانا اور وہاں ایڈمیشن لے آنا"۔۔۔۔

ماہی کو لگا اس کا بہت بڑا مسئلہ حل ہو گیا۔۔۔۔"ایک اور بات بھی ہے۔۔۔۔۔وہ دراصل میں ہاسٹل شفٹ ہونا چاہتی ہوں۔۔۔۔کل رات میں بہت ڈر گئی تھی اور پھر آپ کا بیٹا مل گیا تھا اس لیے وہ مجھے صحیح سلامت لے آیا مگر میں مزید یہاں نہیں رک سکتی آپ نے جو بھی میرے لیے کیا وہ بہت بڑا احسان ہے۔۔۔۔اگر موقع ملا تو میں آپ کے احسان کا بدلہ دوں گی"۔۔۔۔

اماں کو بہت دکھ ہوا۔۔۔"بیٹا تم یہاں رک سکتی ہو یہ تمہارا ہی گھر ہے آخر حرج ہی کیا ہے؟!"۔۔۔۔"نہیں یہ مناسب نہیں لگتا۔۔۔آپ کا اپنا گھر ہے۔اپنی فیملی ہے میں آپ کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتی۔۔۔۔پلیز مجھے مت روکیے گا"۔۔۔۔

اماں نے سمجھ کر اثبات میں سر ہلایا۔۔۔"ٹھیک ہے لیکن میری شرط ہے تم ویک اینڈ پہ گھر آیا کرو گی اور یہی رات سٹے کیا کرو گی بالکل جیسے باقی ہاسٹل کی لڑکیاں چھٹیوں پہ اپنے گھر جاتی ہیں۔تمہارا یہ گھر ہو گا اگر منظور ہے تو ٹھیک ہے"۔۔۔۔

اماں کی بات سن کر ماہی کی آنکھوں میں نمی آگئی وہ اس انجان گھر کو ماہی کا گھر کہہ رہیں تھیں اور کتنی محبت سے بالکل ماں جیسی محبت۔۔۔۔ماہی چاہ کر بھی منع نہ کر پائی اور ہاں میں سر ہلا دیا

۔۔۔۔۔۔۔

ماہی نے کل صبح آرزو کے ساتھ یونیورسٹی جانے کا فیصلہ کیا۔۔۔۔وہ اس وقت لاؤنج میں بیٹھی تھی۔۔۔۔جب ارمان تیزی سے اندر آیا۔۔۔۔اسے دیکھ وہ جلدی سے کھڑی ہو گئی۔۔۔۔

ارمان نے آج اس کی شکل دیکھی تھی۔۔۔۔اور کچھ پل کے لیے تو وہ سٹک رہ گیا ماہی کا حسن ہی ایسا تھا کہ ایک بار سامنے والا ساکت رہ جاتا تھا۔۔۔۔ حجاب کی حالے میں اس کا پر نور چہرہ بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔۔۔۔اوپر سے اس کی وہ آنکھیں۔۔۔۔ قیامت خیز حسن تھا۔۔۔۔

ارمان جان گیا کہ یہ وہی لڑکی ہے جو کل رات آئی تھی۔۔۔۔"اماں کہاں ہیں؟"۔۔۔۔"وہ شاید کچن میں ہیں"۔۔۔۔یہ بات سن ارمان اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کچن کی جانب چل دیا۔۔۔۔ماہی کو بے اختیار یہ کالی آنکھیں اچھی لگی کیونکہ ان میں عزت تھی۔۔۔۔

اگلے دن آرزو اس کو لیے یونیورسٹی آگئی۔۔۔۔۔

یونیورسٹی بہت بڑی تھی لوگوں کا ایک ہجوم تھا۔۔۔۔۔

ماہی نے انٹرویو دیا اور اس کا انٹرویو اچھا گیا اسے سکالرشپ پیس پر ایڈمیشن مل گیا۔۔۔۔۔ مگر ہاسٹل کے لیے اسے پر منتھ دس ہزار کرایہ دینا ہو گا۔۔۔۔ماہی اماں کے گھر نہیں رہنا چاہتی تھی کیونکہ اس کی عزت نفس کو یہ گوارا نہ تھا اس لیے اس نے ہاسٹل رہنے کو ترجیح دی۔۔۔۔

اس کے بعد آرزو اسے مال لے آئی شاپنگ کے لیے۔۔۔۔۔

مگر مال میں کپڑے بہت مہنگے تھے۔

ماہی زندگی میں پہلی دفعہ شاپنگ پر آئی تھی۔۔۔۔

مگر اس کے پاس جو پیسے تھے اسے اپنے ایڈمیشن کے حساب سے خرچ کرنے تھے۔۔۔۔

آرزو شرٹس فراکس پتہ نہیں کیا کیا اس کے لیے پیک کروائی جا رہی تھی۔۔۔۔اور ماہی کی ایک نہ چلنے دی۔۔۔آخر میں بولی۔۔۔۔"تم میری بہن ہو۔۔یہ سب کچھ میری طرف سے ہے۔۔۔ تمہیں پیسوں کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں"۔۔۔

ماہی شرمندہ ہو گئی۔۔۔۔

پھر آرزو نے اس کی ایک نہ چلنے دی اور سارا سامان اس کے حوالے کر کے ہی سانس لیا۔۔۔۔

آج ماہی کا یونیورسٹی میں پہلا دن تھا۔

وہ یونیورسٹی سٹوڈنٹ بن کر آئی تھی۔۔۔۔اس وقت بلیو کلر کی فراک میں۔۔۔پیروں میں گولڈن خصہ پہنے ہوئے۔۔۔۔۔اسٹالر سے اچھے سے حجاب کیے۔۔۔۔۔دوپٹہ کندھوں پر دالے بیگ کندھے پر لٹکائے۔۔۔۔

آرزو اسے اس کے ڈیپارٹمنٹ میں چھوڑ کر جا چکی تھی۔۔۔۔۔اس کے پاس اپنی ماں کا فون تھا۔۔۔۔۔

پہلی کلاس لینے کے بعد وہ فری ہوئی تو یونیورسٹی کے گراؤنڈ میں آکر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔بیگ سے فون نکالا اور وہ کاغذ بھی جس پر انوشہ کا کنٹیکٹ نمبر تھا۔۔۔۔ماہی نے موبائل فون آن کیا۔۔۔۔تو سامنے ہی وال پیپر اپنے باپ کی تصویر تھی ساری یادیں اور زخم ہرے ہو گئے۔۔۔۔

ابھی تو اسے اپنے شوہر کی تلاش کرنی تھی۔۔۔۔۔"کہاں ہے آپ حیدر کاش آپ مجھے خود ہی ڈھونڈ لیں۔۔۔۔میرے لیے یہاں تک آنا جتنا مشکل تھا اس سے زیادہ مشکل اس بڑے شہر میں آپ کو ڈھونڈنا ہے"۔۔۔۔

ذہن سے سارے خیالات جھٹک کر اس نے انوشہ کا نمبر ملایا اور موبائل کان سے لگایا۔۔۔۔۔

دوسری طرف بیل جارہی تھی۔۔۔۔۔

کافی دیر کے بعد موبائل فون سے انوشہ کی ہیلو کی آواز ابھری۔۔۔۔اور ماہی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔۔۔۔۔وہ بار بار ہیلو ہیلو کہہ رہی تھی۔۔۔۔بہت مشکلوں کے بعد ماہی کچھ بولنے کے قابل ہوئی۔۔۔۔"آپی"۔ماہی کی آواز سن انوشہ بے تابی سے بولی۔۔۔"ماہی تم ٹھیک ہو نا تم پہنچ گئی اس شہر میں۔۔۔۔کچھ پتہ چلا بھائی کا بولو تم کیسی ہو کہاں ہو؟"۔۔۔۔

پھر اس کے بعد ماہی نے اسے اپنے سفر سے لے کر اب تک کی ساری روداد سنادی۔۔۔۔۔"آپی حویلی میں سب کیسے ہیں؟"۔۔۔۔۔"سب کے حالات بہت برے ہیں مگر میں تو بہت

مزے میں ہوں"۔۔۔۔۔پھر انوشہ نے بھی اسے ساری روداد سنادی اس کے جانے کے بعد حویلی میں کیا ہوا۔۔۔۔ماہی نے خدا حافظ کہہ کر بات ختم کر دی۔۔۔۔۔

بے اختیار اس کے دل میں یہ بات آئی کہ اب کیا فائدہ تایا کے پچھتانے کا۔۔۔۔۔انہوں نے کبھی اس پر بھروسہ کیا ہی نہیں۔۔۔ کبھی اسے کوئی مان دیا ہی نہیں۔۔۔۔۔"اور فواد خان تمہارے ساتھ بہت اچھا ہوا تم اسی کے مستحق تھے"۔۔۔۔۔

اس نے موبائل بند کر کے بیگ میں ڈالا ابھی اٹھی ہی تھی کہ اس کی طرف پانچ چھ لڑکوں کا گروپ آیا۔۔۔۔۔وہ نیو ایڈمیشن ہونے کی وجہ سے اس کی ریگنگ کرنے والے تھے۔۔۔۔

ماہی گھبرا گئی اور فوراً ان کی سائیڈ سے نکلتی ہوئی بھاگی۔۔۔۔۔اپنی اس قدر بے عزتی پر ان سینیرز کو بہت غصہ آیا۔۔۔۔۔وہ اس کے پیچھے بھاگ رہے تھے اور ماہی آگے۔۔۔۔۔وہ بہت ڈر گئی تھی پہلے دن ہی کیا ہو گیا۔۔۔۔۔

وہ عین گراؤنڈ کے بیچ و بیچ کسی چوڑے وجود سے جا ٹکرائی اس سے پہلے وہ زمین بوس ہوتی اس وجود نے ایک ہاتھ ماہی کی کمر پر رکھا اور دوسرا ہاتھ اس کی کلائی پر اور اسے گرنے سے بچایا۔۔ماہی کا ہاتھ اس کے بازو پر گیا اس نے زور سے بازو کے مقام سے شرٹ کو مظبوطی سے اپنی مٹھی میں بھینچا۔۔۔

ماہی نے ڈر کے مارے آنکھیں بند کر دیں۔۔۔۔۔جیسے ہی آنکھیں کھولیں دو ہلکی بھوری آنکھیں دو کالی آنکھوں سے ٹکرائیں۔۔۔۔۔اور ارمان ساکت رہ گیا۔۔۔۔۔یہ آنکھیں اسے لگا جیسے وہ جانتا ہو یہ آنکھیں کس کی ہیں۔۔۔۔۔۔اس نے پہلی بار آج ماہی کی آنکھوں کو غور سے دیکھا تھا۔۔۔۔

اور ماہی کو اس کی وہ کالی آنکھیں نقلی لگیں۔۔۔۔۔اسے لگا جیسے وہ آنکھوں کو جانتی تو ہے مگر پہچان کیوں نہیں پا رہی۔۔۔۔۔پھر اس کی آنکھوں کے سامنے دو ہیزل گرین آنکھیں آئیں اور اس کا سکتہ ٹوٹ گیا۔بلا ماہیر خان کو حیدر کی آنکھوں کے علاوہ کوئی اور آنکھیں اچھی لگ سکتی تھیں؟۔۔

ماہی ایک جھٹکے سے اس سے دور ہوئی مگر ابھی بھی بہت ڈری ہوئی تھی۔۔۔۔۔وہ پانچوں گراؤنڈ میں اس جگہ پر آ چکے تھے جہاں ماہی اور ارمان کھڑے تھے۔۔۔وہ آپس میں اشارے کرتے ماہی کی طرف بڑھے۔۔۔۔۔ماہی فوراً ڈر کے ارمان کے پیچھے چھپ گئی۔۔۔۔۔

ارمان کو ماہی کو اس حالت میں دیکھ کر نہ جانے کیوں ایک الگ سی تکلیف ہوئی۔۔۔۔۔"یونیوایڈ میشن تمہاری اتنی ہمت ہماری انسلٹ کر کے بھاگی یہاں آؤ۔۔۔۔اب تمہیں سزا ملے گی"۔۔۔۔

ایک سائیڈ پر یونیورسٹی کا ہیرو ارمان احمد تھا تو دوسری طرف امیر پانچ بگڑے ہوئے رئیس زادے جو ہر سٹوڈنٹ کو تنگ کرنا اپنا حق سمجھتے تھے۔۔۔۔۔

سارے سٹوڈنٹ تماشہ دیکھنے کے لیے گراؤنڈ میں جمع ہو رہے تھے۔۔۔۔"اچھا تو تم لوگ سزا دو گے ہمت ہے تو آگے بڑھو اور آؤ دو سزا"۔۔۔ارمان سرد لہجے میں پھنکارا۔۔۔۔۔ان پانچوں میں سے ان کے گینگ لیڈر کی نظر ماہی کا سر تا پیر جائزہ لے رہی تھی۔۔۔۔۔اور ماہی کو یہی نظر پریشان کر رہی تھی۔۔۔۔

اب ان کے درمیان ایک جنگ چھڑنے والی تھی۔۔۔۔ارمان اکیلا تھا اور وہ پانچ۔۔۔۔پہلے دو آئے۔۔۔۔ارمان نے ان کی ہڈی پسلی ایک کر دی۔۔۔۔پھر باقی دونوں آئے۔۔۔۔

ان کا گینگ لیڈر ان تینوں کو بزی دیکھ کر ماہی کی طرف آیا اور اسے کچھ بھی سمجھنے سوچنے کا موقع دیے بغیر اس کی کلائی پکڑ لی۔۔۔۔دوسرے ہاتھ سے اس کا منہ دبوچا۔۔۔۔"قاتل حسینہ۔۔۔۔یونیورسٹی میں میری انسلٹ کرنے کا حق کسی کو نہیں تو اب تمہیں اس کی سزا ملے گی"۔۔۔۔

ماہی اندر تک کانپ گئی۔۔۔۔"چھوڑو۔۔۔۔دور رہو مجھ سے چھوڑو۔۔۔۔ارمان"۔۔۔۔ماہی چیخ رہی تھی آخر میں اس نے ارمان کو چلا کر پکارا۔وہ نہیں جانتی اس نے یہ نام کیسے ادا کیا اس نے اس شخص کو کیوں پکارا۔۔۔

اوراس سے پہلے وہ گھٹیا شخص اس کے ہونٹوں پر جھکتا۔۔۔۔ارمان نے اس کو بالوں سے پکڑ کر کھینچا اور ماہی سے الگ کیا۔۔۔۔۔ماہی کی کلائی آزاد کروا کر اس لڑکے کا ہاتھ اتنی زور سے مڑورا کے اس کی ہڈی چٹکھنے کی آواز آئی اور اس کی زوردار چیخ نکلی۔۔۔۔۔

ارمان پر تو جیسے کوئی جنون سوار ہو گیا تھا۔۔۔۔"ہمت کیسے ہوئی اسے ہاتھ لگانے کی؟۔۔۔۔ارمان احمد کے گھر کی عورتوں کی طرف کسی نے آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہیں کی اور تم نے ہاتھ کیسے
لگایا؟۔۔۔۔۔۔ تمہیں ارمان احمد کی عزت پر گندی نظر ڈالنے سے پہلے اپنا انجام سوچنا چاہیے تھا۔۔۔۔اب تمہیں میرے قہر سے کوئی نہیں بچا پائے گا"۔۔۔۔۔۔۔

ارمان نے اس شخص کو مار مار کر اس کو ادھ مرا کر دیا۔۔۔پتہ نہیں اس پر کیا عجیب جنون سوار ہو گیا۔۔۔اس کی آنکھیں ضبط کے باعث لال ہو گئی۔۔۔۔

سارے گراؤنڈ میں چے مگوئیاں شروع ہو گئی۔۔۔۔سب یہی باتیں کر رہے تھے وہ لڑکی ارمان کی کیا لگتی ہے!!!۔۔۔اور ماہی کو لگ رہا تھا کہ وہ لوگوں کے بھرے مجمعے میں رسوا ہو گئی ہو۔۔۔

ارمان کو یونیورسٹی میں کون نہیں جانتا تھا۔۔۔وہ اس یونیورسٹی کا ہیرو تھا۔۔۔وہ پچھلے آٹھ سال سے یہاں زیر تعلیم تھا۔۔۔وہ یہاں ایم فی ایل میں اسپیشلسٹ کر رہا تھا۔۔۔یونیورسٹی کا ہر استاد اس سے بہت خوش تھا۔۔۔ساری یونیورسٹی کی لڑکیاں اس پر مرتی تھیں۔۔۔وہ

ساری یونیورسٹی میں سب سے زیادہ ہینڈسم،ڈیشنگ اور خوبصورت تھا۔۔۔

ارمان کے اس روپ سے بھی ساری یونیورسٹی واقف تھی۔۔۔ایک بار کچھ لڑکوں نے آرزو کو پریشان کیا مگر آرزو نے ایک کے منہ پر تھپڑ دے مارا۔اس وجہ سے انہوں نے اس سے بدتمیزی کرنے کی کوشش کی۔۔۔

تب ارمان نے ان سب کا اتنا برا حال کیا تھا کہ وہ سب ایک مہینہ ہاسپٹل رہ کر آئے تھے۔۔۔۔ساری یونیورسٹی جانتی تھی آرزو جمال،ارمان احمد کی بہن ہے۔اس لیے اس کے بعد کبھی کسی شخص نے ہمت نہیں کی آرزو سے پنگا لینے کی۔۔۔۔وہ اپنی بہن کا مضبوط محافظ تھا۔۔۔۔۔

گراؤنڈ میں ہوتے اس جھگڑے کی خبر بھی آرزو کو مل چکی تھی وہ بھاگتی ہوئی آئی۔۔۔۔تو سامنے ارمان کو ایک لڑکے کو بڑی طرح مارتے ہوئے دیکھا۔۔۔۔۔پاس ہی ماہی تھر تھر کانپتی ہوئی کھڑی رو رہی تھی۔۔۔۔۔

ماہی کو لگا اس کے جسم میں جان ختم ہو گئی ہے۔۔۔۔۔آرزو آگے بڑھی اس سے پہلے ماہی گرتی آرزو نے سہارا دے کر کھڑا کیا ہے۔۔۔۔۔

اتنے میں ارمان کے دوست بھی آ چکے تھے۔۔۔انہوں نے بہت مشکل سے ارمان کو اس لڑکے سے دور کیا۔۔۔۔مگر ارمان تو آج اسے جان سے مارنے کے درپے تھا۔۔۔۔"سارے کان کھول کر سن لو آج کے

بعد اگر کسی نے میرے گھر کی عورتوں کو نظر اٹھا کر بھی دیکھا تو میں اس شخص کی جان اپنے ہاتھوں سے لوں گا"۔۔۔۔۔

ارمان اتنی اونچی آواز میں دھاڑا کے سارے گراؤنڈ میں سکوت چھا گیا۔ سارے اس کی وارننگ بہت اچھے سے سمجھ چکے تھے۔۔۔

اتنے میں ایک لڑکی کی آواز گراؤنڈ میں ابھری۔۔۔"آرزو یہ لڑکی کون ہے؟"۔۔۔۔آرزو نے گردن موڑ کر سوال پوچھنے والی کو دیکھا ۔۔۔وہ شیز املک تھی اس یونیورسٹی کی سب سے خوبصورت، فیشن ایبل، بولڈ اور حد درجے کی مغرور لڑکی۔۔۔۔

وہ ارمان احمد پر دل و جان سے فدا تھی۔اس لیے کسی بھی لڑکی کو اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھنے دیتی تھی۔۔۔۔۔ارمان کو اپنی پرسنل پراپرٹی سمجھتی تھی۔۔۔۔۔مگر ارمان نے گزرے سالوں میں اسے کبھی گھاس تک نہیں ڈالی۔۔۔۔۔

مگر پھر بھی وہ خوش تھی کہ ارمان کی زندگی میں کوئی اور لڑکی نہیں ہے۔۔۔۔۔"یہ میری کزن سسٹر ہے اور خبردار اگر آج کے بعد کسی نے اس کے ساتھ بدتمیزی کرنے کی کوشش کی۔۔۔۔تو انجام کیا ہو گا تم سب لوگ دیکھ چکے ہو"۔۔۔۔۔۔

اب کی بار آرزو کی گرجدار آواز گراؤنڈ میں گونجی۔۔۔۔۔۔ارمان کے دوستوں نے بہت مشکل سے اس کے غصے کو قابو کیا۔۔۔۔۔

وہ ان سے اپنا آپ چھڑواتا ماہی اور آرزو کی طرف آیا اور ماہی کا ہاتھ پورے استحصاق کے ساتھ پکڑا۔۔۔اور اسے لیے چل دیا۔۔۔۔

یہ منظر شیز املک کی شہد رنگ آنکھوں نے نفرت سے دیکھا۔اسے ایک ہی پل میں ماہی سے نفرت ہو گئی تھی۔ارمان نے کبھی اس طرح آرزو کا ہاتھ نہیں پکڑا تھا۔تو پھر یہ لڑکی آخر اتنی خاص کون تھی؟۔

ماہی کے ایک طرف آرزو تھی تو دوسری طرف ارمان اور اس میں ہمت نہیں تھی کہ وہ قدم اٹھا پاتی وہ ان دونوں کے ساتھ گھسیٹتی ہوئی جا رہی تھی۔

اسے اتنی بھی ہوش نہیں تھی کہ اس کا ہاتھ ارمان کے مضبوط ہاتھوں میں ہے۔وہ اسی لیے کنٹین تک آئے اور وہاں چیئر پر بٹھایا۔آرزو نے پانی کا گلاس ماہی کی طرف بڑھایا مگر ماہی ہوش میں ہوتی تو پکڑتی۔ماہی کے سامنے تو وہ رات چل رہی تھی جب اسے بد کردار کا بہتان لگا کر سزا سنائی گئی تھی۔

آرزو نے ماہی کا گندا ہلایا۔۔۔"ماہی پانی پیو"۔۔۔۔آپی میں بد کردار نہیں ہوں"۔۔۔۔۔اس نے آرزو کی طرف دیکھا اور رونا شروع ہو گئی۔۔۔۔۔"کیسی باتیں کر رہی ہو کس نے کہا تمہیں یہ؟"۔۔۔۔۔"تائی نے کہا وہ کہتی ہیں میں ان کے بیٹوں کو ورگلاتی ہوں"۔۔۔۔اس کے ساتھ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔۔۔۔۔

ارمان اور آرزو نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔۔۔ارمان سمجھ گیا وہ شدید ٹراما میں ہے۔۔۔ضرور آج کے اس واقعہ نے اس کے ماضی کے کسی ٹراما کو ٹرگر کیا ہے۔۔۔۔

اب کی بار ارمان نے وہ گلاس پکڑا اور ماہی کے منہ سے لگایا۔۔۔

"ریلیکس یہاں کوئی تائی نہیں ہے۔کوئی تمہیں میرے ہوتے کچھ نہیں کہہ سکتا مجھ پر بھروسہ رکھو"۔۔۔۔۔یہ سن ماہی کے بہتے آنسو تھم گئے۔۔۔اس نے ان کالی آنکھوں میں دیکھا۔۔۔دل سے آواز آئی تمہیں بھروسہ کرنا چاہیے۔۔۔۔

کیا اس کے لیے یہ سب اسی شخص نے کرنا تھا۔۔آخر یہ شخص وہ سب کچھ کیوں کر رہا تھا جو اس کے حیدر کو کرنا چاہیے تھا۔۔۔۔"کہاں ہیں

آپ حیدر؟۔۔۔کاش آپ میرے پاس ہوتے اس

وقت "۔۔۔۔۔اس کا دل چاہا کہیں سے حیدر آجائے اور وہ اس کے

سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر روئے۔۔۔۔۔

آج ایک بات ماہی بہت اچھے سے جان گئی تھی کہ لڑکیوں کی عزت نہ ہی گھروں کی چار دیواری میں محفوظ ہوتی ہے نہ ہی سڑکوں پر اور نہ ہی تعلیمی اداروں میں۔۔۔۔۔

آج ایک ہفتہ ہو گیا تھا ماہی کو یونیورسٹی جوائن کیے ہوئے۔۔۔۔وہ اب ہاسٹل میں شفٹ ہو گئی تھی۔۔۔۔اس کے ساتھ ہی اس کی ایک روم

میٹ عمایہ رہتی تھی۔۔۔۔وہ بہت اچھی لڑکی تھی اور ماہی سے چار سال بڑی تھی اور اس کی سینیئر تھی۔۔۔۔

اس وقت ماہی ہاسٹل کے ٹیرس پر بیٹھی تھی ہاتھ میں ایک تصویر لیے۔۔۔۔وہ ماضی کی بھول بھلئیوں میں کھو گئی تھی۔۔۔۔یہ وہی تصویر تھی جو حیدر اور ماہی کے نکاح کے بعد بنی تھی۔۔۔۔ایک تصویر ماہی کے پاس تھی تو دوسری حیدر کے پاس۔۔۔۔رات کے نو بجے کا وقت تھا اور وہ آسمان پر تارے دیکھتی ہوئی حیدر کو یاد کر رہی تھی۔۔۔۔۔

اس کے سامنے ماضی کسی کھلی کتاب کے پنوں کی طرح کھل گیا تھا۔۔۔۔پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس نے خود کو حویلی میں پایا۔۔۔۔پانچ

سالہ ماہیر 12 سالہ حیدر کے ساتھ ٹیرس پر کھڑی تھی۔۔۔۔"اس سے کیا ہو گا؟"۔۔۔۔یہ ہیر کی آواز تھی۔۔۔۔"اس سے تم ہمیشہ کے لیے صرف میری ہو جاؤ گی۔۔۔۔کسی دوسرے کا تم پر کوئی حق نہیں رہے گا اور میں تمہارا ہو جاؤں گا"۔۔۔حیدر کی آواز میں تمانیت اور خوشی شامل تھی۔۔۔"کیا صرف نکاح سے یہ سب ہو جائے گا؟"۔ہیر کی آواز میں اب حیرانی شامل تھی۔۔۔"ہاں نا نکاح میں بہت طاقت ہوتی ہے"۔یہ سن کر ہیر کی آنکھوں میں چمک ابھری۔۔۔"تو ٹھیک ہے پھر میں ریڈی ہوں"۔۔۔۔ہیر کی بات سن کر حیدر کے چہرے پر بہت خوبصورت مسکراہٹ آگئی۔۔۔۔

ماضی کا بلبلہ ہوا میں تحلیل ہو گیا۔۔۔۔پیچھے کالی رات سنسان ٹیرس اور اکیلی بیٹھی ماہی رہ گئی۔۔۔۔آنکھوں میں آنسو اور تکلیف

تھی۔۔۔۔"خدا کے لیے کہیں سے آجائیں حیدر اب تو ہمارے درمیان سات شہروں کا فاصلہ بھی ختم ہو چکا ہے۔پلیز خدا کے لیے میری آنکھیں ترس رہی ہیں آپ کو دیکھنے کے لیے۔۔۔یہ شہر اور اس شہر کے لوگ بہت برے ہیں۔۔آپ کی ہیر کو تکلیف پہنچاتے ہیں اگر اس دن ارمان وہاں نہیں ہوتا تو!!...اس نے دو بار کی آپ کی ہیر کی حفاظت کی ہے۔۔۔کاش ارمان کی جگہ وہاں آپ ہوتے۔۔۔میں آپ کو اپنا محافظ دیکھنا چاہتی ہوں"۔۔۔۔

بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ وہ اپنے خیالوں میں حیدر سے مخاطب تھی۔۔۔۔اس کی ساری سوچیں بس اس ایک شخص سے شروع ہو کر اس ایک شخص پر ہی ختم ہو جاتی تھیں۔۔۔آخر وہ دن کب آئے گا جب وہ حیدر کے روبرو ہو گی؟۔۔۔۔۔۔

پھر اس نے وہ ڈائری کھولی جو اس کی ماں کی تھی۔۔۔۔ پچھلے پورے ہفتے میں وہ یہ ڈائری دو بار پڑھ چکی تھی۔۔۔۔اقصی نے یہ ڈائری ماہی کے لیے ہی لکھی تھی۔۔۔ماہی یہ پڑھ کر جان چکی تھی اس کے ماں باپ کی شادی کیسے ہوئی اور شادی کے بعد وہ ایک سال تک کس حال میں رہے۔۔۔۔

وہ جو خود کو ہمیشہ بد قسمت سمجھتی آئی تھی۔۔۔۔وہ اب جان گئی تھی کہ وہ اپنی ماں اور باپ کے لیے ان کی خاص اولاد تھی۔۔۔

اقصی نے اسے بہت ساری ہدایتیں کی تھی۔۔۔۔جیسے وہ جانتی تھی کہ ایک دن ماہی یہ ڈائری ضرور پڑے گی۔۔۔۔اس کے بعد اس کے باپ

نے بھی اس میں ماہی اور اس کی ماں کے لیے اپنی محبت لکھی
تھی۔۔۔۔یہ ڈائری اس کے لیے کسی انعام سے کم نہیں تھی۔۔۔۔۔

تصویر اور ڈائری کو سینے سے لگائے وہ آسمان پر اب چاند کو دیکھ رہی
تھی۔۔۔۔۔۔

اسی شہر کے دوسرے کنارے پر۔۔۔۔۔سمندر کے ساحل پر اپنی
گاڑی سے ٹیک لگائے حیدر بھی آسمان پر اس چاند کو دیکھ رہا
تھا۔۔۔۔"آخر میرا انتظار کب ختم ہو گا؟۔۔۔۔کب میں اپنی ہیر
سے ملوں گا کب میں اس کے روبرو آؤں گا؟"۔۔۔۔۔۔۔

دور سے قسمت ان دونوں کو دیکھ کر قسمت بس مسکرادی۔۔۔۔وہ دونوں ہی اپنی قسمت سے انجان تھے کہ قسمت تو بہت پہلے سے ہی یہ کر چکی ہے۔۔۔۔

اگر ہم حویلی میں واپس آئیں تو ماہی کو گئے آج پورا ایک ماہ ہو چکا تھا۔۔۔۔

فائزہ اور فواد کا نکاح ہو چکا تھا۔۔۔۔انوشہ اپنے کمرے سے بہت کم باہر نکلتی تھی۔۔۔۔نہ وہ کھانا اب گھر والوں کے ساتھ کھاتی تھی نہ ہی کسی

سے بات کرتی تھی۔۔۔۔ابرار حاکم اور کلثوم بیگم کو تو مخاطب کرنا ہی چھوڑ چکی تھی۔۔۔۔۔

حویلی کے تیسرے فلور میں اس وقت کمرے میں اندھیرا کیے وہ وجود بیڈ کے پاس زمین پر گھٹنوں پر بازو لپیٹے بیٹھی آنسو بہا رہی تھی۔۔۔۔۔اس نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی فواد خان کے ساتھ دل لگی کر کے کی تھی۔۔۔۔۔

اس رات جب ماہی چھت پر کمرے سے پانی نکالنے کے لیے جا رہی تھی۔۔۔۔تو اس نے فائزہ کو کافی کا کپ ہاتھ میں پکڑے فواد کے کمرے میں جاتے ہوئے دیکھا تھا۔۔۔۔فائزہ نے بھی اسے دیکھا مگر کوئی رد عمل نہ دیا۔۔۔۔

اس کے بعد کمرے میں اس نے فواد خان سے اپنی محبت کا اظہار کر دیا۔۔۔۔پھر کیا فواد کو تو موقع مل گیا۔۔۔۔فواد کے پاکستان آنے کے بعد اس کی ماں نے اسے ایک ہفتے میں سردارنی بننے کے خواب دکھا دکھا کر اس کا برین واش کر دیا تھا۔اب اسے کسی بھی حالت میں فواد خان کی بیوی بننا تھا۔۔۔۔فواد نے شادی کے بدلے اس کے ساتھ سودے بازی کر لی۔۔۔۔اور وہ چاہ بھی منع نہ کر پائی۔۔۔۔

ہوش تو تب آیا جب وہ تین گھنٹے بعد اس کے کمرے سے سب کچھ ہار کر نکلی۔۔۔۔اس کی حالت ٹھیک نہیں تھی۔۔۔اور اسے کمرے سے نکلتے ہوئے ماہی نے دیکھ لیا تھا۔۔۔۔مگر وہ جان نہ سکی۔۔۔۔۔

ایک ماہ پہلے اس خط کو پڑھنے کے بعد ابرار حاکم نے اس کے نکاح کا فیصلہ کر دیا مگر اسے اس شخص سے نکاح نہیں کرنا تھا۔۔۔اس کے پاس منع کرنے کا اختیار نہیں تھا۔۔۔اور اب وہ پچھلے ایک ماہ سے فواد خان کی بیوی بن کر اس کے ظلم برداشت کر رہی تھی۔۔۔ہاں یہ اس کی سزا تھی جو اس نے ماہی کو بد کردار کہہ کر تھپڑ مارا تھا۔۔۔خدا بہترین انصاف کرنے والا ہے۔۔۔

انکشاف

ماہی کو ایک ماہ ہو چکا تھا یونیورسٹی جوائن کیے ہوئے۔۔۔۔اب اسے یونیورسٹی کہ ڈیپارٹمنٹس وغیرہ کی بھی سمجھ آگئی تھی اور یونیورسٹی کے راستوں کی بھی پہنچان ہو گئی تھی۔۔۔۔

اس واقعے کے بعد کسی کی ہمت نہیں ہوئی ماہی کو ایک لفظ کہنے کی۔۔۔۔ارمان احمد کا اتنا دبدبہ تھا اس یونیورسٹی کے سٹوڈنٹس پر۔۔۔۔۔

مگر حیرت یہ تھی کہ اب لڑکیاں اسے گھور گھور کر دیکھتی تھیں۔۔۔۔جیسے اسے کچا چبا جائیں گی۔۔۔۔ایک دن ماہی نے آرزو سے پوچھ ہی لیا کہ ایسا کیوں کرتی ہیں؟۔۔۔۔۔"ارے یار تم نہیں جانتی یہ ساری میرے بھائی پر مرتی ہیں اور تم وہ واحد لڑکی ہو جسے میرے بھائی ساری یونیورسٹی میں مخاطب کرتے ہیں اس لیے سب

تمہاری قسمت سے جلتے ہیں۔۔۔۔اگر کوئی تم سے پوچھے تو بس اتنا کہنا تم ان کی کزن ہو اور ان کی فیملی ہو اس وجہ سے وہ تم سے بات کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔تم ان کی فیملی ممبر ہو یہ بہت بڑی خوش قسمتی کی بات ہے۔۔۔۔اس یونیورسٹی کی ہر لڑکی کی خواہش ہے کہ کاش وہ ارمان کی کہیں دور پار رشتہ دار ہی ہوتی۔۔۔۔تمہاری تو یہ خواہش بھی نہیں ہے جو بن مانگے ہی پوری ہو چکی ہے"۔۔۔۔۔۔اس بات پر ماہی کافی دیر تک ہنستی رہی کیونکہ آرزو کا لہجہ سراسر مذاقیہ تھا۔۔۔

ماہی اور آرزو کی کافی اچھی دوستی ہو گئی تھی۔۔۔۔۔ارمان بھی اس سے نارمل بات کرتا جیسے وہ دونوں ایک دوسرے کو سالوں سے جانتے ہوں۔۔۔وہ ریزروڈ رہتی تھی۔۔۔۔ایک حد سے بڑھ کر کبھی ماہی نے اس سے بات نہیں کی کیونکہ وہ صرف حیدر کی بیوی تھی۔۔۔۔کسی غیر

مرد سے بات کرنا اس کو پسند نہیں تھا۔۔۔۔مگر ایک احساس تھا جب جب ارمان اس کے آس پاس ہوتا وہ خود کو اس کے حصار میں بہت محفوظ محسوس کرتی۔۔۔۔

یہ یونیورسٹی کی پارکنگ ایریا کا منظر تھا۔۔۔۔۔وائٹ جینز کے اوپر پنک ٹوپ میں شیز املک اپنی گاڑی کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑی تھی۔۔۔۔۔"یار میری ممی کی طبیعت خراب ہے اس لیے میں اپنے پاپا کے ساتھ ایک ماہ کے لیے ابروڈ جا رہی ہوں۔۔۔۔مگر تمہیں ارمان اور اس لڑکی پر نظر رکھنی ہے۔۔۔۔وہ اس کی فیملی ممبر ہے مگر مجھے اس سے زیادہ کچھ اور لگ رہی ہے۔۔۔۔۔تم مجھے اپڈیٹ دیتی رہنا مجھے اگر

ایمر جنسی نہ ہوتی تو میں ہم کبھی نہ جاتی"۔۔۔۔۔۔شیز ا اپنی کسی کلاس فیلو کو ہدایت دے رہی تھی۔۔۔۔۔

اب کے اس نے اپنا برانڈڈ پرس کھولا اور اس میں سے کچھ نوٹوں کی گڈیاں نکالیں اور اس لڑکی کے ہاتھ پہ رکھ دی۔۔۔۔۔"یاد رکھنا کام ٹھیک سے ہونا چاہیے"۔۔۔۔آخر میں اس کا لہجہ حکمیہ تھا۔۔۔۔۔لڑکی نے نوٹوں کی چمک کے ساتھ اثبات میں سر ہلایا اور شیز املک یونیورسٹی سے اپنی گاڑی میں بیٹھی اور باہر چل دی۔۔۔۔۔

ماہی اس وقت بلیک فراک پر وائٹ حجاب کیے ہوئے ہم رنگ دوپٹہ اور وائٹ کیپڑی پہنے یونیورسٹی کی کینٹین میں بیٹھی تھی۔۔۔۔

ایک ماہ ہو چکا تھا مگر وہ اب تک حیدر کا کوئی سراغ نہیں ڈھونڈ پائی تھی۔۔۔۔اس نے ابھی تک کہیں سے شروعات کی ہی نہیں تھی۔۔۔۔اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ کہاں سے شروع کرے اور کہاں پر ختم!!!۔۔۔۔۔

اس نے بیگ کھولا اور بیگ میں صرف اس وقت 200 روپیہ ہی پڑا تھا۔۔۔اسے الگ ٹینشن لگ گئی اس کے پاس صرف 80 ہزار روپے تھے۔۔۔اور وہ بھی دو سے تین ماہ میں ختم ہو جانے تھے۔۔۔۔اس کے بعد وہ کیسے اس شہر میں رہے گی۔۔۔۔اسے اپنے لیے کوئی جاب

تلاش کرنی چاہیے۔۔۔۔ماہی نے ایک جوس اور ایک سینڈوچ کی پلیٹ لی اور آکر چیئر پر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ کھانا شروع کرتی کنٹین کے اندر سٹوڈنٹس کا ایک گروپ داخل ہوا۔۔۔۔اور ان میں سے ایک نے دوسرے کو دھکا دیا۔۔۔۔وہ سیدھا ماہی کی ٹیبل کے پاس آکر گرا اور ماہی کا کھانا نیچے گر گیا۔۔۔۔یہ دیکھ ماہی پریشان ہو گئی۔۔۔۔پیسے اس وقت ہاسٹل کے کمرے میں پڑے تھے۔۔۔۔اور اس نے صبح سے آج کھانا بھی نہیں کھایا تھا۔۔۔۔۔

اس کے اندر غصے کی شدید لہر دوڑی۔۔۔۔۔"یو مسٹر یہ کیا بد تمیزی ہے میرا سارا کھانا گرا دیا"۔۔۔۔۔وہ جو سارے مستی مذاق کر رہے تھے۔ ماہی کے غصے سے بھری آواز میں اس کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔

ان میں سے ایک آگے بڑھا اور بہت مغرور لہجے میں بولا۔۔۔۔۔"اس 50، سو روپے کے کھانے کے لیے تم ہماری انسلٹ کر رہی ہو۔۔۔اس طرح کہ 50 ہزار تو ہم ایویں ہی اڑا دیتے ہیں"۔۔۔۔۔"تمہارے لیے 50 کا کھانا ہو گا۔۔۔۔ مگر کسی باپ کی ساری زندگی کی محنت کی کمائی ہوتی ہے۔۔۔اور دوسری بات رزق کو ضائع نہیں کرتے"۔۔۔۔۔ماہی بھی اونچی آواز میں بولی۔

سارے سٹوڈنٹس جو کنٹین میں بیٹھے تھے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔۔۔ایک ماہ میں آرزو نے اسے بھی کچھ کانفیڈنس دے دیا تھا۔۔۔اس لڑکے کو تو غصہ ہی آگیا۔۔۔۔"یو بلڈی وچ تمہاری اتنی ہمت تم مجھے باتیں سناؤ"۔۔۔۔اب وہ ہٹا کھٹا لڑکا ماہی کی طرف بڑھا۔۔۔۔

ماہی ڈر کر پیچھے قدم لینا شروع ہوئی۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ اپنا ہاتھ ماہی کو لگاتا ایک جھٹکے سے اس کا ہاتھ راستے میں ہی کسی نے پکڑ لیا۔۔۔۔

ماہی نے ڈر کے مارے آنکھیں میچی ہوئی تھیں۔۔۔۔

جب کچھ بھی برا نہ ہوا تو اس نے آنکھیں کھولیں۔۔۔۔وہ آدھی ارمان کے حصار میں چھپی ہوئی تھی اور ارمان اس کی دائیں سائیڈ کھڑا اس لڑکے کا ہاتھ پکڑے شعلہ باز آنکھیں لیے اسے گھور رہا تھا۔۔۔۔۔"شاید تم نے ٹھیک سے سنا نہیں تھا اس دن۔۔۔۔میں نے کہا تھا میرے گھر کی عورتوں کی طرف جس نے بھی آنکھ اٹھا کر دیکھا اس کی میں آنکھیں نوچ لوں گا"۔۔۔۔۔

یہ کہتے ساتھ ایک جھٹکے سے ارمان نے اس کا بازو مروڑ دیا۔اس لڑکے کی چیخیں نکل گئی۔۔۔۔ساری کنٹین میں سکوت چھا گیا۔۔۔۔۔

ارمان نے زمین پر پڑا وہ جوس کا گلاس اور وہ سینڈوچ کی پلیٹ دیکھی۔۔۔۔۔"ہاں تو کیا کہہ رہے تھے تم۔۔۔تمہارے لیے 50

ہزار کچھ بھی نہیں ہیں۔۔۔۔۔ابھی کہ ابھی اس ٹیبل پر 50 ہزار روپے رکھواور معافی مانگواس لڑکی سے۔۔۔۔۔۔ورنہ تمہاری آنکھیں نکالنے میں مجھے ایک منٹ بھی نہیں لگے گا"۔۔۔۔۔

وہ لڑکا شرافت سے اٹھا اپنے والٹ سے سارے پیسے نکال کر میز پر رکھے اور ماہی کی طرف آیا اور ہاتھ جوڑ کر ساری کنٹین کے سامنے بولا۔۔۔"مجھے معاف کر دو سسٹر غلطی ہو گئی"۔۔۔۔۔اس کے بعد وہ سارے کنٹین سے اس طرح غائب ہوئے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔۔۔۔۔اور ماہی حیران تھی یہ 5 منٹ کے اندر اندر کیا ہوا۔۔۔۔۔۔

ارمان اتنا پر سکون تھا جیسے کوئی محاذ جیت لیا ہو۔۔۔۔۔وہ سکون سے کچھ گنگناتا ہوا آیا اور چیئر پر بیٹھ گیا۔۔۔اب وہ ویٹر کو آواز لگا رہا تھا۔۔۔"دو بریانی کی پلیٹ نو چکن پیس جسٹ شامی کباب"۔۔۔۔

ماہی ابھی تک ویسے ہی کھڑی تھی۔۔۔اس نے آئی بروا چکا کر ماہی کو دیکھا۔۔۔ماہی کا سکوت ٹوٹا۔۔۔۔اب وہ آنکھوں کے اشارے سے ماہی کو اپنے سامنے والی کرسی پر بیٹھنے کا کہہ رہا تھا۔۔۔ماہی آئی اور بیٹھ گئی۔۔۔۔"مبارک ہو آج تمہاری بہت اچھی کمائی ہو گئی ہے اس خوشی میں... میں تمہاری طرف سے ٹریٹ کھا رہا ہوں"۔۔۔۔اس کے ہونٹوں پر بہت خوبصورت مسکراہٹ تھی۔۔۔۔

ماہی ابھی تک کچھ نہیں بولی کہ اتنے میں ویٹر ان کا آرڈر لے کر آگیا۔۔۔۔۔ماہی نے بریانی کی پلیٹ کی طرف دیکھا تو اسے لگا جیسے کسی نے سینے میں خنجر گھونپ دیا ہو۔۔۔۔۔

وہ بس یک ٹک بریانی کی اس پلیٹ کو دیکھے جا رہی تھی۔دماغ کہیں ماضی میں پہنچ گیا۔۔۔وہ اپنے بابا کے ساتھ گاؤں کے ڈاھبے پر اسی طرح بریانی کھانے جایا کرتی تھی۔۔۔اس کے بابا کتنے پیار سے اپنے ہاتھوں سے اسے بریانی کھلاتے تھے۔۔۔۔

پھر منظر بدل گیا بابا کی موت کے بعد وہ ہمیشہ حیدر کے ساتھ بیٹھ کر بریانی کھاتی تھی۔۔۔نورتائی اپنے ہاتھوں سے اس کے لیے بناتی تھیں۔۔۔اسے بریانی بہت زیادہ پسند تھی۔۔۔اس نے آخری بار

بریانی حیدر کے جانے سے دو دن پہلے اس کے ساتھ بیٹھ کر کھائی تھی۔۔۔۔

اس کے بعد مدت گزر گئی اس نے بریانی کو ہاتھ لگانا چھوڑ دیا تھا۔۔۔اس کے بغیر حلق سے نیچے اترتی ہی نہیں تھی۔۔۔۔ماہی کی نظریں پلیٹ پر تھیں دماغ حیدر کی طرف تھا اور آنکھوں سے آنسو بہتے جا رہے تھے۔۔۔۔

ارمان اسے اس طرح روتے دیکھ پریشان ہو گیا۔۔۔"ماہی کیا ہو گیا تم رو کیوں رہی ہو۔۔۔اچھا پریشان مت ہو پیسے میں دے دوں گا"۔۔۔ارمان کی آواز پر ماہی کا سکوت ٹوٹا۔۔۔وہ پلیٹ بالکل ویسے

ہی ریڈی تھی جیسے بچپن میں وہ کھاتی تھی چکن پیس کے بغیر جسٹ شامی کباب۔۔۔۔۔

بہت دیر بعد اس نے اپنا چہرہ اٹھا کر ارمان کی طرف دیکھا۔۔۔۔وہ فکر مند نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔۔۔"کیا ہوا بریانی پسند نہیں آئی"۔۔۔۔اس کی آنکھوں میں اب بھی آنسو تھے

اس نے نفی میں سر ہلایا اور بولی۔۔۔۔"بابا کی یاد آگئی"۔۔۔۔یہ کہنے کے بعد وہ دوبارہ بے آواز رونا شروع ہو گئی کافی دیر بعد اس نے اپنے آنسوؤں پر کنٹرول کیا اور گویا ہوئی۔۔۔۔"مجھے بہت پسند تھی ایک وقت تھا مگر پھر جن کے ساتھ بیٹھ کر کھانا پسند تھا وہ سب چھوڑ کر چلے گئے۔۔۔۔اب دل نہیں چاہتا کھانے کا"۔۔۔۔۔

ارمان کو لگا جیسے کسی نے اس کا دل چیر کر باہر نکال لیا ہو۔۔۔۔اس نے اماں سے سارا سچ جان لیا تھا کہ آخر ماہی ان کو ٹرین میں کیسے ملی اور ان کے درمیان کیا بات چیت ہوئی۔۔۔۔یہ بھی جان چکا تھا کہ اس کے ماں باپ نہیں ہیں۔۔۔۔۔"اچھا آخری بار کب کھائی تھی؟"۔۔۔۔۔اب وہ ماہی سوال پوچھ رہا تھا۔۔۔۔۔

ماہی نے ایک منٹ بھی سوچنے کے لیے نہیں لیا اور فورا بولی۔۔۔"14 سال پہلے"۔۔۔۔۔اور ارمان کو لگا.... کسی نے اس کے سر پر یونیورسٹی کی ساری عمارت گرا دی ہو۔۔۔۔۔کچھ پل وہ سکتے کے عالم میں سٹک ہو کر بیٹھا رہا۔۔۔۔۔

اسے لگا اس کے سارے الفاظ ہی ختم ہو گئے۔۔۔۔کیا ایسا ہو سکتا ہے وہ خود حیران تھا۔۔۔بہت دیر بعد وہ کچھ بولنے کے قابل ہوا۔۔۔"چلو آج میرے کہنے پر میری خاطر کھا لو"۔۔۔ماہی اسے انکار کر دینا چاہتی تھی کہ اسے حیدر کے علاوہ کسی کے ساتھ بیٹھ کر بریانی کھانا۔۔۔۔۔۔اس کے لیے یہ ناممکن تھا۔۔۔۔

اس نے اپنی تکلیف زدہ آنکھیں اٹھا کر ان کالی آنکھوں میں دیکھا۔۔۔وہ بہت مان اور امید بھری نظروں سے ماہی کو دیکھ رہا تھا اور ماہی کو یاد آیا اس نے کب کب کس طرح اس کی حفاظت کی تھی۔۔۔کیا وہ اس شخص کو منع کر سکتی تھی؟۔۔۔۔۔

دل نے فورا کہا نہیں اور اس نے اپنی بھیگی آنکھوں سے اثبات میں سر ہلایا۔۔۔اور آج 14 سال بعد بریانی کا پہلا نوالہ لیا۔۔۔جیسے ہی پہلا نوالہ گلے کے نیچے گیا اس کی آنکھوں سے نہ چاہتے ہوئے بھی آنسو بہتے گئے۔۔۔۔۔

ارمان احمد جان گیا کہ ضرور اسے اپنوں سے اتنی زیادہ محبت ہو گی کہ وہ ان کی خاطر بریانی کھانا ہی چھوڑ چکی تھی۔۔۔۔

ماہی جیسے جیسے کھا رہی تھی ویسے ویسے آنسو بہتے جا رہے تھے۔۔۔۔اسے لگا جیسے وہ ماضی کے دنوں میں پہنچ گئی ہو۔۔۔۔ارمان نے اسے رونے دیا شاید اس طرح اس کے دل کا غم کچھ ہلکا ہو۔۔۔۔۔

بیس منٹ بعد وہ دونوں بریانی کھا چکے تھے۔۔۔۔

اب ماہی پہلے سے قدر بہتر تھی اب رو بھی نہیں رہی تھی۔۔۔۔

ارمان نے وہ سارے پیسے اٹھائے اور ماہی کی طرف بڑھائے۔۔۔۔ماہی نے فورا نفی میں سر ہلایا۔۔۔۔"یہ یونیورسٹی ہے یہاں پر امیر رئیس زادوں کی اولاد پڑتی ہے۔۔۔ہر کوئی اسکالرشپ پر نہیں آتا۔۔۔تو جو چند بچے غریب گھرانے کے بچے اس یونیورسٹی میں اسکالرشپ پر پڑھ رہیں ہیں۔۔۔ان کے لیے 50،100 روپے بہت اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔۔۔۔اگر کوئی اس طرح آپ کی انسلٹ کرے تو آپ کا حق ہے آپ اس سے بدلہ لیں۔۔۔۔یہ تمہارے ہیں فکر مت کرو یہ

حرام کی کمائی نہیں ہے۔۔۔۔یہ تمہارے اس کھانے کو ضائع کرنے کا بدلہ دیا ہے اس نے"۔۔۔۔۔

ماہی نے پھر بھی پیسے نہ پکڑے۔۔۔۔اس نے خود ہی ماہی کا بیگ پکڑا اور اس میں رکھ دیے۔۔۔۔۔اب اس نے اپنی جیب سے والٹ نکالا۔۔۔اور بل کے پیسے ٹیبل پر رکھے اور اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔۔۔"اوکے میں چلتا ہوں۔ گڈ ڈے۔۔۔۔تمہارے ساتھ لنچ کر کے بہت اچھا لگا"۔۔۔۔

یہ کہتے ساتھ ارمان کینٹین سے باہر چلا گیا۔۔۔۔پیچھے ماہی کسی ہاری ہوئی عورت کی طرح بیٹھ گئی۔۔۔۔۔

آج ویک اینڈ تھا۔ماہی آرزو کے ساتھ گھر آئی ہوئی تھی۔۔۔۔۔وہ ہر دوسرے ویک اینڈ گھر آتی تھی اور یہیں سٹے کرتی تھی اور منڈے کو واپس چلی جاتی تھی۔۔۔۔اس وجہ سے راحیلہ جمال بہت خوش تھیں۔۔۔۔انہوں نے بتایا تھاان کا شوہر آؤٹ اف کنٹڑی ہوتا ہے اور ان کا ایک بیٹا بھی۔۔۔۔۔ان کا سارا کاروبار وہاں ہے۔۔۔۔

اس وقت ماہی کچن گھسی اپنی کوکنگ کے جوہر اماں کو دیکھا رہی تھی۔۔۔۔۔۔

اور اماں وہ حیران ہو رہیں تھیں ماہی کو کوکنگ میں اتنا پرفیکٹ دیکھ کر ۔۔۔۔"ارے واہ ماہی تم تو اتنی سی عمر میں ماسٹر شیف ہو اور ایک میری آرزو پھوہڑ ہے۔۔۔۔۔تم نے یہ سب کیسے سیکھا؟"۔۔۔۔۔

آرزو کو اماں کا اپنے لیے کیا گیا کمینٹ پسند نہیں آیا۔۔۔"کیا ممی یار اب آپ میری بہن کے سامنے مجھے پھوہڑ کہہ رہیں ہیں کوئی میری عزت کا ہی خیال کر لیں"۔۔۔اس نے منہ کے ڈیزائن بنا کر کہا کہ ماہی کی ہنسی چھوٹ گئی۔۔۔۔"بس اماں حالات انسان کو مشکل وقت میں سب کچھ سکھا دیتے ہیں"۔۔۔۔۔

اس کی یہ بات سن اماں کا دل بے ساختہ چاہا کہ وہ ماہی کا ماضی جانیں آخر اتنی سی عمر میں کون سے دکھ تھے اس معصوم پھول جیسی بچی کو۔۔۔۔

"کوئی بات نہیں آرزو آپی۔۔۔اب ہم بہنیں ہیں اتنا سیکریٹ تو چلتا ہے"۔۔۔۔

اماں کی سوچوں کو ماہی کی آواز نے توڑا۔۔۔یہ کہتے ساتھ ہی وہ دونوں ہنس دیں۔

اماں نے بے ساختہ دونوں کو دیکھ کر ماشاءاللہ کہا وہ دونوں بالکل بہنوں کی طرح رہتی تھی۔۔۔ کہیں سے نہیں لگتا تھا کہ ماہی ابھی صرف ایک ڈیڑھ مہینے پہلے ان کی زندگی میں آئی ہے۔۔"جاؤ آرزو ارمان کو فون کرو اسے کہنا آج ہمارے ساتھ ہی لنچ کرے کافی دن ہو گئے اس نے چکر بھی نہیں لگایا"۔۔۔۔یہ کہتے ہوئے اماں کچن سے باہر نکل گئی اور ماہی پر ایک عجیب انکشاف ہوا کیا وہ اس گھر میں نہیں رہتا تھا۔۔۔۔"آپ کا بھائی اس گھر میں نہیں رہتا؟۔۔۔ماہی نے آرزو سے پوچھا۔۔۔"نہیں ان کا اپنا گھر ہے وہ اپنے اپارٹمنٹ میں رہتے ہیں"۔۔۔

ماہی حیران ہوئی بھلاماں اور بہن کو اکیلا چھوڑ کر وہاں کیوں رہتا تھا۔۔۔"مگر کیوں یہ گھر تو ان کا اپنا ہے پھر وہاں کیوں رہتے ہیں؟"۔۔۔۔۔"نہیں اصل میں وہ میرے سگے بھائی نہیں ہیں وہ میرے کزن ہیں۔۔۔چار سال پہلے انہوں نے اپنا اپارٹمنٹ خرید لیا تھا اس لیے وہاں شفٹ ہو گئے۔۔۔۔اماں نے تو روکنے کی بہت کوشش کی مگر انہوں نے کہا کہ وہ آتے جاتے رہیں گے مگر ہم پر مزید بوجھ نہیں بننا چاہتے۔۔۔۔یہ بات سن ممی بہت غصہ ہوئی تھی مگر وہ اپنی بات منوا کر ہی رہے تھے۔۔۔۔جب ان کا دل چاہتا ہے وہ آجاتے ہیں اور یہاں سٹے بھی کر لیتے ہیں ان کا اپنا کمرہ ہے سیکنڈ فلور پر"۔۔۔۔۔۔آج ماہی پر ایک اور انکشاف ہوا تھا ماہی نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔۔۔۔۔

ایک گھنٹے بعد وہ سارے ڈائنگ ٹیبل پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔۔۔ارمان آچکا تھا۔آج ماہی نے اپنے ہاتھ سے بریانی اور شامی کباب بنائے تھے۔۔۔۔

ماہی زندگی میں آج سب سے زیادہ خوش تھی۔وہ کبھی اس طرح ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ کر کسی کے ساتھ کھانا نہیں کھا پائی تھی۔۔۔مگر آج یہ دلوں کے رشتے اس کے تھے جن کے ساتھ بیٹھ کر وہ اس وقت کھانا کھا رہی تھی۔۔۔۔۔

اماں اور آرزو نے تو ماہی کے کھانے کی بہت تعریف کی۔۔۔۔مگر ارمان یہ سوچ رہا تھا۔۔۔جو لڑکی اتنا اچھا کھانا بنا سکتی ہے کیا اس نے 14 سالوں بعد خود اپنے ہاتھ کا بنایا ہوا کھانا بھی نہیں کھایا ہو گا۔۔۔۔آخر

ایسی کیاوجہ تھی اس نے خود کبھی یہ کھانا نہیں کھایا۔۔۔۔یہ بہت بڑا سوالیہ نشان تھا!!!!۔۔۔۔۔۔

اسے یقین تھاماہی نے اس سچ کہا تھا۔۔۔جس طرح وہ آنسو بہارہی تھی۔۔اس کی آنکھوں میں سچائی تھی۔۔۔ارمان نے کوئی تعریف نہیں کی اور نہ ہی ماہی کواس کی ضرورت محسوس ہوئی۔۔۔اس کے لیے یہ ہی بہت تھاوہ اپنوں کے درمیان بیٹھی کھانا کھارہی تھی۔۔۔۔اکیلی کچن کے کسی کونے میں بیٹھ کر نہیں۔۔۔

دن گزررہے تھے۔وہ مسلسل انوشہ کے ساتھ رابطے میں تھی۔۔۔آج اتوار کادن تھا۔۔۔وہ یونیورسٹی کے کچھ قریب ایک پارک میں آئی بیٹھی تھی۔۔۔۔ہوائیں چل رہیں تھیں موسم بھی اچھا

تھا۔۔۔شاید کچھ دیر میں بارش شروع ہو جاتی۔۔۔۔بینچ پر پاس ہی اس کا بیگ پڑا تھا۔۔۔اور اس کے ہاتھ میں اس وقت اپنی اور حیدر کے نکاح والی تصویر تھی۔۔۔۔وہ بار بار بس یہی تصویر دیکھتی رہتی مگر پھر بھی دل نہیں بھرتا تھا۔۔۔۔

کافی دیر گزر گئی اس نے دیکھا آسمان پر بادل گرج رہے تھے موسم خراب ہونے والا تھا۔۔۔اسے واپس ہاسٹل جانا چاہیے۔۔۔۔۔اس نے بیگ اٹھایا تصویر کو سینے سے لگایا۔۔۔۔اور پارک سے باہر نکل آئی۔۔۔۔۔

ابھی وہ سڑک پر چل رہی تھی کہ اچانک کسی لڑکی سے ٹکر ہوئی۔۔۔۔اس کے ہاتھ سے تصویر چھوٹ کر نیچے گر گئی۔۔۔۔۔وہ

لڑکی تو معافی مانگتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔۔۔۔مگر ماہی کی تصویر سڑک پر دور جا گری۔۔۔۔اور ماہی کو لگا جیسے کسی نے اس کے جسم سے روح کھینچ لی ہو۔۔۔۔۔

وہ تصویر اس کی زندگی کی عمر بھر کی کمائی تھی۔۔۔۔۔۔وہ اندھا دھند تصویر کی طرف بھاگی مگر اس سے پہلے ہی تصویر سڑک کے عین درمیان میں پہنچ چکی تھی۔۔۔۔۔اور وجہ تھی چلنے والی ہوائیں۔۔۔۔۔

ماہی کا دماغ تصویر کے علاوہ کسی طرف نہیں تھا۔۔۔۔اس نے بنا ادھر دیکھے سڑک پر چلنا شروع کیا۔۔اس سے پہلے وہ اپنی تصویر تک پہنچتی ایک گاڑی سے اس کی زبردست قسم کی ٹکر ہو گئی۔۔۔۔۔۔ایک چیخ تھی جو ماہی کے حلق سے برامد ہوئی اور وہ اچھلتی ہوئی دور

جا گری۔۔۔اس کے سر سے خون ابل کر باہر نکل رہا تھا۔۔۔ مگر پھر بھی اسے اپنی تصویر کی فکر ہو رہی تھی۔۔۔۔

وہ جو اپنی ٹیم کے ساتھ کسی خاص مشن کو مکمل کر کے سڑک سے گزر رہا تھا۔۔۔اس نے دور سے دیکھا کہ وہ لڑکی اندھا دھند سڑک کے درمیان میں چلتی آ رہی تھی بنا آگے پیچھے۔۔۔"کیا وہ لڑکی پاگل ہو گئی تھی اس طرح کون سڑک پر چلتا ہے؟"۔۔۔اس نے فورا گاڑی کو بریک لگائی اس سے پہلے وہ اس تک پہنچتا ایک چیخ کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔۔۔۔

اس شخص کو لگا جیسے اس کی دنیا ہل گئی۔۔۔وہ دوڑتا ہوا ماہی کے پاس آیا۔۔۔ماہی کا سر پھٹ چکا تھا۔۔۔وہ گھٹنوں کے بل ماہی کے پاس بیٹھا۔۔۔اس نے جلدی سے اس کا سر اپنی گود میں رکھا۔۔۔وہ اب اس کا چہرہ تھپتھپا رہا تھا۔۔۔"ماہی کیا ہوا آنکھیں کھولو"۔۔۔۔۔جانی پہچانی آواز سن کر ماہی نے انکھیں کھولی۔۔۔۔۔

سامنے اپنے آشنا کی شکل دیکھ کر وہ بولی۔۔۔"پلیز اس تصویر کو ڈھونڈ دو وہ میری ساری زندگی کی کمائی ہے"۔۔۔وہ التجا کر رہی تھی۔۔۔۔"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا تمہیں تصویر کی پڑی ہوئی ہے اس طرح کون سڑک کے درمیان میں آتا ہے"۔۔۔۔وہ ماہی پر پھٹ پڑا تھا۔ساتھ ساتھ وہ اپنے ساتھیوں سے ایمبولنس منگوانے

کے لیے چیخ رہا تھا۔۔۔"نہیں وہ تصویر میرے لیے بہت ضروری ہے اس تصویر میں میری کل کائنات ہے"۔۔۔۔۔۔

اب کی بار مقابل پریشان ہو گیا۔۔۔۔"ایسا کیا ہے اس تصویر میں؟"۔۔۔۔"وہ"۔۔۔۔ماہی کا سانس اکھڑنے لگا ہے۔۔۔۔"وہ میرے شوہر کی۔۔۔اور۔۔۔۔اس میں میرا شوہر ہے"۔۔۔۔اتنا کہنا تھا کہ ارمان احمد ساکت ہو گیا۔۔۔۔کیا اس کا شوہر وہ شادی شدہ تھی۔۔۔۔

ارمان کو لگا جیسے کسی نے اس کی جان نکال دی ہو۔۔۔۔ابھی تو اس کے دل کی دنیا میں ہلچل مچی تھی۔۔۔۔۔"پلیز تم اسے ڈھونڈنا۔۔۔۔اسے بتانا کہ میں نے۔۔۔۔۔۔۔سالوں اس کا انتظار

کیا۔۔۔مگر وہ نہیں آیا۔میں اسے کبھی نہیں بھولی۔۔۔میں اس کی خاطر۔۔۔۔سات شہر پار۔۔۔کراچی آئی۔۔۔۔مگر۔۔۔۔اسے ڈھونڈ۔۔۔نہیں پائی۔۔۔اسے بتانا۔۔۔کہ میں۔۔۔اس کی وفادار۔۔۔۔ہوں"۔۔۔۔۔

ماہی بہت مشکل سے بول رہی تھی اس کا سانس اکھڑ رہا تھا اور ارمان پر ساری دنیا تنگ ہو رہی تھی۔۔۔۔۔"میں نے۔۔۔۔ساری زندگی۔۔۔۔صرف۔۔۔۔اور صرف۔۔۔۔اس سے۔۔۔عشق کیا۔۔۔۔وہ نہیں ملا۔۔۔۔اگر میں مر گئی۔۔۔تو اسے بتانا۔۔۔۔اس کی۔۔۔۔پرنسس۔۔۔۔نے سالوں۔۔۔۔صرف۔۔۔اپنے ۔۔۔۔۔پرنس۔۔۔کو۔۔۔۔چاہا۔۔۔۔۔تم۔۔۔۔اسے۔۔۔یہ۔۔۔ بتاؤ۔۔۔گے۔۔۔نا؟۔۔۔۔۔پلیز۔۔۔۔اسے۔۔۔۔۔ضرور

۔۔۔۔بتانا۔۔۔کہ۔۔۔اس۔۔۔کے۔۔۔بغیر۔۔۔میری
۔۔۔زندگی۔۔۔۔۔نہ۔۔۔۔مکمل۔۔۔ہے"۔۔۔ماہی کو لگا اگر
اب اس کی آنکھیں بند ہو گئیں تو دوبارہ کبھی نہیں کھلیں
گی۔۔۔۔"آنکھیں مت مند کرو آنکھیں کھلی رکھو۔۔۔۔۔مجھے بتاؤ
کون ہے وہ شخص کیا نام ہے اس کا میں اسے ڈھونڈ کر لاؤں
گا"۔۔۔اس کی یہ حالت دیکھ ارمان تڑپ اٹھا۔۔۔۔۔"وہ۔۔۔
حی۔۔۔حید۔۔۔حید"۔۔۔اور اس کے ساتھ ہی ماہی ہوش و حواس
۔۔۔۔"!!!سے بیگانہ ہو گئی۔۔۔۔۔"ماہی آنکھیں کھولو۔۔۔۔۔ماہی

ارمان چیخ رہا تھا مگر ماہی بے ہوش ہو چکی تھی۔۔۔۔۔"جلدی جاؤ تصویر
کو ڈھونڈو۔جب تک تصویر نہ ملے اس سڑک سے ایک گاڑی نہ
گزرے"۔۔۔اب کی بار وہ ان لوگوں پر دھاڑا۔۔۔۔۔ماہی کو اپنے

بازوؤں میں اٹھائے وہ گاڑی کی طرف آیا اور اسے اپنی باہوں میں لیے بیٹھا۔۔۔۔۔"سر میں گاڑی چلاتا ہوں آپ سے نہیں چلے گی"۔۔۔۔۔ایک شخص نے کہا اور ساتھ ہی گاڑی میں بیٹھا اور بھگاتا ہوا ہاسپٹل لے گیا۔۔۔۔۔۔

وہ ہسپتال کے سرد کوریڈور میں چکر پر چکر کاٹ رہا تھا۔۔۔۔۔آج اس پر جو انکشاف ہوا تھا وہ بہت بڑا تھا۔۔۔۔۔وہ ہضم نہیں کر پا رہا تھا۔۔۔۔ ماہی کسی کی بیوی تھی۔۔۔۔۔دل کو چھنی چھنی کر دینے کے لیے یہ انکشاف ہی بہت تھا۔۔۔۔۔اس کے دماغ میں بس ماہی کی باتیں گونج رہی تھیں۔۔۔۔۔

اتنی شدید چوٹ کے بعد بھی اسے اس تصویر کی فکر ہو رہی تھی۔۔۔۔۔"میں نے اس کا سالوں انتظار کیا۔۔۔سالوں انتظار کیا۔۔۔سالوں"۔۔۔۔ماہی کے الفاظ دماغ میں ہتھوڑے کی طرح بج رہے تھے۔۔۔۔اسے لگا مزید وہ یہ سچ برداشت نہیں کر پائے گا۔۔۔وہ پاگل ہو جائے گا

اتنے میں آئی سی یو کے دروازے کھلے اور ڈاکٹر باہر نکلی۔ارمان بہت ہمت کر کے آگے بڑھا اس کا دل ڈوب کے ابھرا۔۔۔"ہم نے پیشنٹ کے سٹچز لگا دیے ہیں مگر خون بہت بہہ گیا ہے آپ کو خون کا انتظام کرنا ہو گا"۔۔۔۔۔۔ڈاکٹر نے مطلوبہ بلڈ گروپ

بتایا۔۔۔۔"میرا خون لے لیں وہ میچ ہوتا ہے"۔۔۔۔وہ بے تابی سے بولا۔۔۔۔۔۔

وہ اس وقت آئی سی یو میں ماہی کہ بیڈ کے برابر میں دوسرے بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔۔۔۔اس کے جسم سے خون نکل رہا تھا اور ماہی کے جسم میں جا رہا تھا۔۔۔دماغ میں اب بھی اس کی باتیں چل رہی تھیں۔۔۔۔ارمان نے چہرہ موڑ کر اپنی بائیں طرف دیکھا۔۔۔سر پر پٹی بندھے وہ بے ہوش تھی۔۔۔۔چہرے پر زردیاں گل گئی تھیں۔۔۔۔سانس لینے میں بھی اسے تکلیف ہو رہی

تھی۔۔۔۔"میں نے۔۔۔۔صرف اور صرف۔۔۔۔اس سے۔۔۔۔
عشق کیا"۔۔۔۔

آخر کون تھا وہ خوش قسمت شخص جس کی قسمت میں یہ شہزادی لکھ دی گئی تھی۔۔۔۔۔وہ کچھ سوچ بھی نہیں پا رہا تھا۔۔۔۔اتنے میں اس کا فون بجا۔۔۔۔اس کے کال اٹھاتے دوسری طرف سے آواز آئی ۔۔۔۔۔"سر تصویر مل گئی ہے"۔۔۔۔اور ارمان کو لگا اس کا دل پھٹ جائے گا۔۔۔۔"ٹھیک ہے اسے ہاسپٹل لے آؤ"۔۔۔۔۔اس کے منہ سے بہت مشکل سے یہ الفاظ ادا ہوئے۔۔۔۔

ہاں اسے اس لڑکی سے شاید محبت ہو گئی تھی۔۔۔۔۔۔

وہ خون دے چکا تھا اور اس وقت بیڈ پر بیٹھا بازو اوپر کیے۔۔۔۔خون کا بہاؤ مناسب کر رہا تھا۔۔۔اتنے میں دروازہ کھلا ایک لڑکی اندر داخل ہوئی۔۔۔

بنا کچھ کہے اس نے ایک انویلپ ارمان کی طرف بڑھایا۔۔۔ارمان کا سارا جسم آنکھ بن گیا۔۔۔اس کے ہاتھ کپکپا اٹھے۔۔۔۔اس نے بہت ہمت کے بعد وہ پکڑا اور لڑکی کو جانے کا اشارہ کیا۔۔۔اس نے ایک نظر سامنے بے ہوش ماہی کے چہرے کو دیکھا اور دوسرا اس لفافے کو۔۔۔۔

ناجانے کتنے منٹ گزر گئے اس نے ہمت کر کے وہ لفافہ کھول ہی لیا۔۔۔اس کا دل ڈوب رہا تھا۔۔۔ہاتھ کانپ رہے تھے۔۔۔۔۔ اس نے کانپتے ہاتھوں سے وہ تصویر باہر نکالی۔۔۔اس کے ایک کونے میں خون کے چھینٹے پڑے تھے۔۔۔یقینا یہ خون ماہی کا تھا۔۔۔ایکسیڈینٹ کے وقت لگا ہو گا۔۔۔اس نے تصویر کو سیدھا کیا۔۔۔۔۔

اور اس ایک لمحے میں ارمان احمد سو سو موت مرا۔۔۔وہ تصویر ایک بارہ سالہ ہیزل گرین آنکھوں والے لڑکے اور ایک 5 سالہ ہلکی بھوری آنکھوں والی خوبصورت لڑکی کی تھی۔۔۔وہ دونوں ساتھ بیٹھے تھے۔۔۔اور لڑکی کے سر پر لال دوپٹہ تھا۔۔۔۔۔

اور ارمان کو لگا وہ اگلی سانس نہیں لے پائے گا۔۔۔۔۔یہ کیسا کھیل تھا قسمت کا اس کو لگا اس کا دل بند ہو جائے گا وہ تصویر اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔۔۔۔۔اور اس کی آنکھیں سیدھی ماہی کے چہرے کی طرف اٹھیں۔۔۔۔۔ارمان کو اپنے دل میں درد اٹھتی ہوئی محسوس ہوئی۔۔۔۔۔یہ زندگی نے اسے کس سچ سے روبرو کروایا تھا۔۔۔۔اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے شروع ہو گئے۔۔۔۔

ارمان کو لگا اگر وہ مزید اس کمرے میں رہا تو چیخیں مار مار کر رو دے گا۔۔۔۔اس کا دل بند ہو رہا تھا۔۔۔وہ جلدی سے اٹھا تصویر کو جلدی سے واپس انویلپ میں ڈالا اور اسے بیڈ کے پاس موجود میز پر رکھا۔۔۔۔اور آنکھیں رگڑتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔۔۔۔اسے ابھی

کہیں جانا تھا۔۔۔کچھ جاننے۔۔۔۔وہ اب ہسپتال سے ہی نکل گیا۔۔۔۔پیچھے کمرے میں ماہی بے ہوش پڑی رہ گئی۔۔۔۔۔

یہ اندھیری رات تھی۔۔۔۔۔

آسمان پر تارے اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہے تھے

۔۔۔۔۔

ہاسپٹل کے پارکنگ ایریا میں اس کی گاڑی آکر رکی۔۔۔۔

وہ گاڑی سے باہر نکلا۔۔۔اب وہ ہسپتال کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔۔۔جیسے ہی وہ بلڈنگ میں داخل ہوا روشنی میں وہ واضح ہوا وہ

مکمل طور پر کالے رنگ میں تھا۔۔۔وہ بلیک پینٹ کے اوپر بلیک ہوڈی پہنے اپنا چہرہ ماسک میں چھپائے ہوئے بس اس کی ہیزل گرین آنکھیں نظر آرہیں تھیں۔۔۔۔اب وہ اپنے مطلوبہ کمرے کی جانب بڑھا۔۔۔۔

ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر نوب کو گھمایا۔۔۔دروازہ چڑڑ کی آواز کے ساتھ کھلتا چلا گیا۔۔۔۔اس نے کمرے کے اندر داخل ہونے کے بعد آرام سے دروازہ بند کیا۔۔۔۔۔۔

سامنے بیڈ پر مشینوں کے سہارے وہ وجود سانس لے رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔

وہ اس کے پاس آیا اور بیٹھ گیا۔۔۔۔کتنے ہی پل گزر گئے وہ بس اس چہرے کو دیکھتا رہا۔۔۔پھر اٹھا بیڈ کی دوسری سائیڈ گیا وہاں پڑا بیگ کھولا

۔۔۔اب وہ کچھ تلاش کر رہا تھا۔۔۔کچھ دیر کے بعد اسے اس کی مطلوبہ چیز مل گئی۔۔۔۔۔

حیدر نے اپنے چہرے سے ماسک اتارا۔۔۔اور بس اپنے ہاتھ میں موجود اس کارڈ کو یک ٹک دیکھے جا رہا تھا۔۔۔۔اس کے ہاتھ میں موجود وہ کارڈ ایک آئی ڈی کارڈ تھا۔۔۔جس میں لکھا تھا۔۔۔۔ماہیر

سلیمان خان

والد کا نام

سلیمان حاکم خان

حیدر کی ساری دنیا اس وقت ساکت ہو چکی تھی۔۔۔ہاں وہ آگئی تھی۔۔۔وہ حیدر کی خاطر سات شہر پار آگئی تھی۔۔۔حیدر کی

ہیر۔۔۔۔حیدر نے وہ کارڈ واپس رکھا اب اس نے وہ لفافہ اٹھایا۔۔۔۔اس تصویر کو نکال کر اب وہ اپنی اور ہیر کے بچپن کی تصویر دیکھ رہا تھا۔۔۔۔آنکھوں کے سامنے دوپہر کا سارا منظر چلنے لگا۔۔۔۔۔وہ کیسے تصویر کی خاطر سڑک پر اندھا دھند چل رہی تھی۔۔۔۔

وہ انویلپ کو واپس رکھ کر آیا اور اپنی ہیر کے پاس بیٹھ گیا۔۔۔۔اس کا ہاتھ پکڑا اور اپنے دونوں ہاتھوں میں لے لیا۔۔۔۔وہ اب تک دوائیوں کے زیر اثر بے ہوش تھی۔۔۔۔حیدر بس یک ٹک اس کے چہرے کی طرف دیکھے جا رہا تھا وہ بلکل اپنی ماں جیسی تھی۔۔۔۔

آج حیدر کے دل اور آنکھوں کو کتنا سکون مل رہا تھا کوئی اس سے پوچھتا۔۔۔اس کی ہیر 14 سالوں بعد اس کی آنکھوں کے سامنے تھی۔۔۔۔

حیدر نے ماہی کا وہ ہاتھ اٹھایا اپنے چہرے کے قریب کیا اور ہونٹوں سے لگا لیا۔۔۔۔ سکون کی ایک لہر تھی جو جسم میں دوری تھی۔۔۔۔۔۔اسے لگا وہ سالوں کا تپتا وجود سکون میں آگیا ہو اس کے بعد وہ اٹھا۔۔۔ماہی کے چہرے کے قریب جھکا اور پورے حق سے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔۔۔۔۔

اسے اپنے رگ رگ میں 14 سالوں کی اذیت اور تکلیف ختم ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔۔۔۔"ہیر میری جان آنکھیں کھولو دیکھو

تمھارا حیدر آ گیا۔۔۔۔دیکھو میں یہاں ہوں تمھارے پاس آنکھیں کھولو مجھے دیکھو۔۔۔۔اب میں کبھی تمھیں چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا"۔۔۔۔حیدر اس کے کان کے پاس جھک کر سرگوشی نما انداز میں بولا۔۔۔۔۔

اتنے میں ایک جھٹکے سے دروازہ کھلا حیدر فوراً ماہی سے تھوڑا دور ہوا۔۔۔۔ایک نرس داخل ہوئی۔۔۔۔وہ آگے آئی اب وہ ماہی کی ڈرپ چیک کر رہی تھی۔۔۔۔

حیدر ہنوز اپنی ہیر کے چہرے کی طرف دیکھ کر دل کو سکون پہنچا رہا تھا

۔۔۔۔۔

نرس نے حیدر کو دیکھا اسے شاید کچھ یاد آیا۔۔۔اب وہ ماہی کی رپورٹ فائل کھول کر کچھ دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔

کچھ پل بعد اس نے سر اٹھا کر حیدر کی طرف دیکھا اور بولی۔۔۔۔۔

"مسٹر ارمان"۔۔۔۔اور اس آواز پر ارمان حیدر نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔۔۔"آپ نے پیشیٹ کا فارم ہاف فل کیا ہے آپ نے مینشن نہیں کیا آپ کا ان سے کیا تعلق ہے؟؟۔۔۔جب آپ دوپہر کو پیشنٹ کو ہاسپٹل لے کر آئے تھے تب آپ شاید مینشن کرنا بھول گئے تھے"۔۔۔۔

اور ارمان نے سوچا کیا وہ اس وقت اس حال میں تھا کہ مینشن کرتا

"She is my wife and I am her husband"

اتنا کہنے کے بعد حیدر نے ہاتھ پھیلایا۔۔۔نرس وہ فائل حیدر کی طرف بڑھا رہی تھی۔۔۔اور ارمان حیدر نے ریلیشن کے خانے میں اپنی بیوی لکھ دیا اور سائن کر دیے۔۔۔۔۔

ہاں جی ہاسپٹل کے اس کمرے میں بیٹھا یہ شخص ہی ارمان تھا اور یہی حیدر تھا۔۔۔۔اس کا پورا نام ارمان حیدر ہے۔۔۔۔۔۔

یہ کیسا قسمت کا کھیل تھا۔۔۔۔

جاننے کے لیے جڑے رہیں کہانی کے ساتھ۔۔۔۔۔

راز

حویلی والے ارمان کو مانی کہہ کر پکارتے تھے۔۔۔۔مگر اقصی کو یہ نام پسند نہیں تھا۔۔۔اس لیے اس نے حیدر کہنا شروع کر دیا۔۔۔۔ماہی کبھی جان نہ سکی کہ مانی کا مطلب کیا ہے۔۔۔۔۔وہ تو اسے بس حیدر کے نام سے جانتی تھی۔۔۔

حویلی سے نکلنے کے بعد وہ کراچی میں اپنی پھپھو راحیلہ جمال کے ہاں آگیا۔ حماد خان اپنی بہن کے ساتھ رابطے میں تھے۔اس وجہ سے انہوں نے حیدر کو یہاں بھیج دیا۔۔۔

یہاں رہنے کے بعد اس نے اپنی پڑھائی مکمل کی۔۔۔۔۔ایف ایس سی کرنے کے بعد 18 سال کی عمر میں اس نے پولیس فورس جوائن کی۔۔۔۔۔وہ سپیشل فورس میں تھا۔۔۔۔۔ساتھ ساتھ اپنی پڑھائی مکمل کر رہا تھا اور ساتھ ساتھ نائٹ شفٹنگ میں فورس کی ڈیوٹی کرتا

وہ پچھلے نو سالوں سے فورس میں تھا۔۔۔۔۔اور اس وقت اس شہر کا اے ایس پی تھا۔۔۔۔۔شہر کے بہت کم لوگوں نے اس کی شکل دیکھی

تھی۔۔۔۔کوئی نہیں جانتا تھا کہ اے ایس پی کیسا دکھتا ہے۔۔۔۔اس نے اپنا نام ارمان احمد رکھ دیا۔۔۔۔حماد احمد اس کا سر نیم تھا۔۔۔۔حیدر کے نام کو وہ سینے میں دفن کر گیا۔۔۔۔

اس کے بعد 24 سال کی عمر میں اس نے اپنا الگ گھر لے لیا۔۔۔۔شہر کے ایک بہت بڑے علاقے میں ایک اچھی بلڈنگ میں اس کا اچھا فلیٹ تھا۔۔۔۔وہ اپنی پھوپھو کو اماں ہی کہتا تھا۔۔۔کبھی کبھار ان سے ملنے چلا جاتا کبھی وہاں رک جاتا۔۔۔۔۔

اس رات اسٹیشن میں وہ کسی کام سے گیا تھا۔۔۔۔جس شخص کو اسے پکڑنا تھا وہ پہلے ہی بھاگ چکا تھا۔۔۔۔اتنے میں اسے آرزو کا میسج ملا کہ وہ اماں کو پک کر لے۔۔۔۔مگر جب تک اماں کو پک کرنے پہنچا اماں بھی جا چکی تھی۔۔۔۔

پھر واپسی پر آتے ہوئے اس کے کانوں میں ماہی کی آواز پڑی۔۔۔۔اس کا دل چاہا وہی آواز بار بار سنے مگر دل کو ڈانٹتے ہوئے وہ اپنی گاڑی میں بیٹھا اور گاڑی منزل کی جانب بڑھا لے گیا۔۔۔۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی اسے سڑک پر دوبارہ وہی لڑکی دکھائی دی مگر اب کی بار اس کے سامنے تین گنڈے کھڑے تھے۔۔۔۔حیدر کو

اچانک خواب میں ہیر کی وہ بچانے کی آوازیں یاد آئیں۔۔۔۔۔وہ ایک جھٹکے سے اترااور لڑکی کی مدد کی۔۔۔۔۔

جب پہلی بار اس نے ماہی کا چہرہ دیکھا تو اسے لگا تو اس چہرے کو پہلے سے جانتا ہے۔۔۔۔مگر بہت کوشش کی باوجود وہ شکل یاد نہیں کر پایا۔۔۔۔۔اس نے ماہی کی سالگرہ سے اگلے دن جو لینز اپنی انکھوں پر لگائے تھے وہ کالے رنگے تھے۔۔۔اس لیے ہیر اس کی آنکھیں پہچان نہیں پا رہی تھی۔۔۔۔

مگر اگلے دن یونیورسٹی میں ہیر اس سے آکر ٹکرائی۔۔۔۔تو ان آنکھوں کو دیکھ کر پتہ نہیں کیوں اسے یقین ہو گیا کہ یہ آنکھیں اس کی ہیر کی آنکھیں ہی ہیں۔وہ ہیر کی آنکھیں کبھی نہیں بھول سکتا تھا۔۔۔۔

اس کے بعد اس پر عجیب سا جنون سوار ہو گیا۔۔۔۔وہ خواب بار بار آنکھوں کے سامنے آ رہا تھا۔۔۔۔پھر اس نے ان لڑکوں کی وہ دھلائی کی کہ حد نہیں۔۔۔۔۔اس کے بعد جب ماہی نے تائی کا نام لیا تب بھی ارمان حیران ہوا تھا۔۔۔۔۔۔۔اس نے ماہی کی ساری انفارمیشن جاننے کی کوشش کی۔۔۔۔۔مگر صرف یہ جان پایا کہ اس کا تعلق لاہور سے ہے۔۔۔۔۔

اسے شک تھا کہ یہ لڑکی کون ہے اس لیے اسے سچ تک پہنچنا تھا۔۔۔۔ اس کے بعد کینٹین پر دوبارہ ماہی کو مصیبت میں دیکھ اسے پھر غصہ آیا۔۔۔۔۔اور بریانی اس نے ماہی کا ٹیسٹ لینے کے لیے منگوائی تھی۔۔۔۔اور اس کی سوچ کے برعکس ماہی کی حالت ٹھیک نہ رہی اور

اس پر ایک عجیب انکشاف تب ہوا جب اس نے کہا اس نے 14 سالوں سے بریانی نہیں کھائی۔

سب سے زیادہ حیرت اسے 14 سال لفظ پر ہوئی تھی۔۔۔۔اتنے سالوں پہلے ہی تو ہیر اور حیدر الگ ہوئے تھے۔۔ مگر یہ لڑکی تو ماہی تھی اس کی ہیر کیسے ہو سکتی تھی۔۔۔جو بھی تھا اسے سچائی کا پتہ تو لگانا ہی تھا۔۔۔تب اس کا شک اور مظبوط ہو گیا کہ کیا یہ اس کی ہیر تو نہیں!!!!۔۔۔۔۔۔۔۔

ایکسیڈنٹ کی حالت میں ماہی کے منہ سے وہ الفاظ سن کر حیدر بہت بے چین ہو گیا۔۔۔۔اسے شدت سے جاننا تھا وہ کس کی بیوی تھی۔اسے صرف یہ جاننا تھا کہ کیا وہ اس کی ہیر ہے؟اس کا دل کیوں کہتا ہے کہ یہ

لڑکی اس کی ہیر ہو سکتی ہے!!۔۔۔اس ایک ماہ میں اس کا دل اس کے قابو میں نہیں رہا تھا۔۔۔۔اس نے ایک بار بھی ہیر کو خواب میں نہیں دیکھا تھا۔۔۔اس لیے بہت بے چین تھا۔۔۔۔

جب سے اس نے ماہی کی آواز اور اس کی شکل دیکھی تھی۔۔۔۔اسے ہر جگہ بس وہی دکھائی دی جا رہی تھی۔۔۔۔وہ چاہ کر بھی اس جذبے کو کوئی نام نہیں دے پا رہا تھا۔۔۔۔اسے ہیر کے خواب آنے کم ہو گئے۔۔۔۔اب اسے ہیر کسی مصیبت میں نظر نہیں آتی تھی۔۔جب وہ خود اپنی ہیر کی حفاظت کر رہا تھا تو پھر وہ کیسے کسی مصیبت میں ہوتی۔۔۔۔مگر تب حیدر یہ بات سمجھنے سے قاصر تھا۔

اس کا دل بہت بے چین تھا۔۔۔کیا اس کی ہیر اسے ناراض ہو گئی تھی؟۔۔۔۔اس نے تو کبھی کسی لڑکی کو آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا۔۔۔پھر یہ ماہی آخر کون تھی جو اس کے دل میں خود ہی زبردستی داخل ہو گئی تھی۔۔۔

پھر ایک رات اس نے خواب دیکھا۔۔۔ہیر ایک جوان لڑکی کی صورت میں سامنے آئی۔۔۔۔مگر اس کا چہرہ واضح نہ تھا۔۔۔وہ بار بار حیدر کو بس ایک ہی بات کہہ رہی تھی۔۔۔"آپ نے مجھے بھلا دیا اب آپ کسی اور کو وہ مقام دے چکے ہیں جو میرا تھا"۔۔۔۔

ہیر کی بات سن حیدر تڑپ اٹھا اور اس کے بعد اس نے ماہی کو دل سے زبردستی نکالنے کا فیصلہ کیا۔۔۔وہ راتوں کو سجدوں میں گر کر اپنے

اللہ پاک سے اپنی ہیر کے ملنے کی دعائیں مانگنے لگا۔۔۔۔وہ نہیں چاہتا تھا اس کے دل میں کسی غیر محرم لڑکی کے لیے کوئی جگہ بنے۔۔۔

مگر پھر تصویر دیکھ کر اس پر انکشاف ہو گیا کہ ماہی ہی اس کی ہیر ہے۔وہ کتنے پل ساکت بیٹھا رہا اسے اندازہ نہ ہوا۔اس تصویر کو دیکھ اسے لگا وہ کبھی سانس نہیں لے پائے گا۔۔

اسے اپنے باپ کے الفاظ شدت سے یاد آئے انہوں نے کہا تھا قسمت اسے خود تمہارے پاس لائے گی۔۔۔اور واقعی قسمت اسے لے آئی تھی۔۔۔قسمت لائی تھی یا قدرت یہ وہ جان نہ سکا۔۔۔اس انکشاف کے بعد حیدر کی حالت ٹھیک نہ رہی۔۔۔اس کا دل چاہا وہ دھاڑے مار مار کر روئے اور اپنے اندر 14 سالوں کا سارا غبار باہر نکال دے۔۔۔۔

اس کا دل اسی لیے بار بار ہیر کی طرف متوجہ ہو رہا تھا۔۔۔وہ اس کی محرم تھی اس کی بیوی تھی۔۔اسے ماہی سے محبت نہیں ہوئی تھی۔۔۔ اسے اس احساس سے محبت ہو گئی تھی جو اس کی ہیر کا تھا۔۔۔وہ اس کی ہیر تھی اس لیے اس کا دل اتنا کھینچا جا رہا تھا۔۔۔وہ تو روح کا رشتہ تھا۔۔۔اس لیے ارمان حیدر کی روح نے اس روح کو پہچان لیا تھا۔اس لیے اس کی روح ہیر کی روح کی طرف شدت سے بڑھنے لگی۔۔۔۔۔بس وہ پہچان نا پایا۔۔۔۔اس لیے اسے ماہی سے ناچاہتے ہوئے بھی محبت ہونے لگی کیونکہ وہ ہیر تھی اس کی ہیر۔۔۔۔۔

مگر اسے سمجھ نہ آئی آخر ہیر کس طرح کراچی پہنچی۔۔۔۔۔۔پھر اسے اماں کے وہ الفاظ شدت سے یاد آئے۔۔۔جب اماں نے کہا تھا" مجھے

اس کی پہچان والے سوال کی سمجھ نہیں آئی"۔۔۔۔مگر آج حیدر کو سمجھ آگئی تھی وہ اپنی پہچان یعنی کہ اپنے شوہر کو ڈھونڈنے کے لیے اس شہر میں آئی تھی۔۔۔۔۔

اسے سمجھ نہ آیا وہ کیا کرے۔۔"مجھے سب سے پہلے اللہ پاک کا شکر ادا کرنا چاہیے"۔۔۔ہاں اسے اللہ پاک کے گھر جانا تھا۔۔۔۔۔وہ گھر گیا خون آلودہ کپڑے اتارے شاور لے کر مسجد گیا اور شکرانے کے نوافل ادا کیے۔اور رو رو کر اللہ پاک کا شکر ادا کیا جس نے اس کے 14 سالوں کا پھل اسے دے دیا تھا۔۔۔۔

اوراس وقت وہ ماہیر کے سامنے بیٹھا تھا۔۔۔۔۔جب سے وہ ماہی سے ملا تھا کچھ تو تھا جو اسے ماہی کی طرف بار بار اٹریکٹ کرتا تھا۔۔۔آج حیدر کو اپنے سارے سوالوں کے جواب مل گئے۔۔۔۔۔۔۔

وہ شکل جو اسے ماہیر کی طرف دیکھ کر بار بار یاد آتی تھی۔۔۔آج سمجھ آگئی وہ اس کی چھوٹی مما کی شکل تھی۔۔۔۔وہ بالکل اقصی کی کاپی تھی۔۔۔۔

ہاں اسے اپنی ہیر سے عشق تھا۔اگر یہ لڑکی صرف ماہی ہوتی تو ارمان کے لیے اس کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔۔۔ مگر وہ اس کی ہیر تھی اور اس لیے وہ سب سے خاص تھی۔۔۔۔وہ تو ہیر تک پہنچ چکا تھا مگر ابھی ہیر کو اس کو ڈھونڈ کر اس تک آنا تھا۔۔۔۔۔

نرس جاچکی تھی مگر حیدر ابھی تک ویسے ہی بیٹھا ماہی کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔۔۔دماغ میں دوپہر میں ہوئی وہ ساری باتیں چل رہی تھیں۔۔۔۔جو ماہی درد کی شدت میں تڑپتی ہوئی اسے بتا رہی تھی۔۔۔۔اس نے کہا اسے اپنے شوہر سے عشق ہے۔۔۔۔وہ الفاظ یاد آتے ہی اس وقت ارمان حیدر کے جسم و جان میں بہت سکون اتر رہا تھا۔۔۔۔۔

اس کا دل چاہا وہ اپنی ہیر کو اس ظالم دنیا سے بچا کر سینے میں چھپا لے۔۔۔۔۔

کس طرح یونیورسٹی میں وہ شخص اس کی ہیر کو چھو رہا تھا۔وہ سب یاد آتے ارمان حیدر کی ہیزل گرین آنکھوں میں غصے کے باعث لال رنگ اتر آیا۔۔۔۔

اس روز اس نے اس لڑکے کو مار مار کر ادھ مرا کر دیا تھا۔۔۔۔کاش اسے جان سے مار دیتا۔۔۔۔اگر حیدر کو اس دن پتہ ہوتا کہ ماہی ہی اس کی ہیر ہے۔۔۔تو وہ امیر زادہ اس دنیا سے غائب ہو چکا ہوتا۔۔۔۔کوئی نہیں جانتا تھا ارمان حیدر صرف ایک چیز سے جنون کی حد تک عشق کرتا ہے اور وہ اس کی بیوی ماہیر حیدر ہے۔۔۔۔

اچانک حیدر کو محسوس ہوا کہ ہیر کے ہاتھ میں حرکت پیدا ہوئی۔۔۔۔وہ جھٹکے سیدھا ہوا اور ہیر کی طرف متوجہ ہوا۔۔۔۔اس

نے دیکھا ہیر کے ہونٹ ہل رہے تھے۔۔۔۔وہ شاید کچھ کہہ رہی تھی۔۔۔۔ارمان مزید پاس ہوا اور غور سے سنا تو وہ ایک لفظ بول رہی تھی۔۔۔۔۔جس نے ارمان حیدر کو ساکت کر دیا۔۔۔۔اس کے ہونٹوں سے بار بار ایک لفظ ادا ہو رہا تھا اور وہ لفظ تھا۔۔۔۔"حیدر"۔۔۔۔۔

ارمان کا دل چاہا وہ ساری دنیا کو آگ لگا دے اس کی بیوی اس وقت کتنی تکلیف میں تھی۔۔۔۔

اس نے حکم دیا تھا کہ جس شخص نے ہیر کو ٹکر ماری اس کو ڈھونڈا جائے۔۔۔۔۔کچھ دیر پہلے ہی اسے پتہ چلا تھا کہ وہ شخص پکڑا جا چکا

ہے۔۔۔۔۔یہ یاد آتے ہی ارمان نے اپنا فون نکالا اور اب وہ کو کسی کو کال ملا رہا تھا۔۔۔۔۔

جیسے ہی کار ریسیو ہوئی ارمان کی آواز ہاسپٹل کے اس کمرے میں گونجی۔۔۔۔"اس آدمی کو چھوڑ دو جس کی وجہ سے ایکسیڈنٹ ہوا تھا"۔۔۔۔۔وہ مقابل سے گویا ہوا۔۔۔۔۔"مگر سر آپ نے تو کہا تھا اس نے میڈم کو نقصان پہنچایا ہے"۔۔۔۔۔اور ارمان حیدر تو اس شخص کا شکر گزار تھا جس کی وجہ سے اسے اس کی ہیر مل گئی تھی۔۔۔۔

اگر آج یہ حادثہ نہ ہوا ہوتا تو معلوم نہیں وہ کبھی جان بھی پاتا کہ جس ماہی کو اتنے قریب سے جانتا ہے وہی اس کی ہیر ہے۔۔۔۔۔"میں نے کہا اس شخص کو بہت باعزت طریقے سے معافی مانگ کر چھوڑ

دو"۔۔۔۔اب کی بار وہ سرد لہجے میں دھاڑا۔۔۔۔مقابل ہڑ بڑا گیا اور اس سے پہلے وہ کچھ بولتا حیدر نے بنا بات سنے فون کاٹ دیا۔۔۔۔۔

اب وہ دوبارہ سے ہیر کی طرف متوجہ ہوا۔۔۔۔اس وقت اسے اپنی بیوی دنیا کی سب سے خوبصورت لڑکی لگ رہی تھی۔۔۔۔اور ہوتی بھی کیوں نہ وہ واقع ہی خوبصورت تھی۔۔۔۔ارمان کا شدت سے دل چاہا وہ ابھی ماہی کی کھلی ہوئی آنکھیں دیکھے۔۔۔۔۔آج اس کے سارے وعدے پورے ہو گئے تھے۔۔۔۔۔اپنے ماں، باپ، چاچو چاچی سے کیا وعدہ۔۔۔۔۔اب وہ ہیر کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑے گا۔۔۔۔۔۔

وہ ساری رات اس کے پاس بیٹھا رہا۔۔۔وقفے وقفے سے اس کی پیشانی پر بوسہ دیتا اس کی طبیعت پر غور کرتا۔۔۔اس کے چہرے پر سے نظریں نہیں ہٹائیں۔۔اور ساری رات گزر گئی۔۔۔۔۔

دن کی روشنی پھوٹ چکی تھی

۔۔۔

اس وقت وہ دوبارہ ارمان احمد بن کرماہی کے سامنے بیٹھا تھا۔۔۔ابھی شاید صحیح وقت نہیں آیا تھا ماہی کو یہ بتانے کا کہ حیدر اسے ڈھونڈ چکا ہے۔۔۔ماہی کو بھی محنت کرنی تھی اپنے حیدر تک جانے میں۔اس طرح اگر وہ منہ اٹھا کر کہہ دیتا کہ میں ہی حیدر ہوں تو کیا وہ یقین کر لیتی!!۔۔۔

نو بجے کے قریب جا کر ماہی نے اپنی آنکھیں کھولیں۔۔۔۔اس وقت ہاسپٹل میں سارے موجود تھے۔

ایک طرف آرزو کھڑی تھی تو دوسری طرف ارمان دروازے کے قریب ایک پاؤں دیوار کے ساتھ لگائے دوسرے پاؤں کے سہارے کھڑا تھا۔۔۔۔اور اماں ماہی کے پاس کرسی پر بیٹھیں تھیں۔۔۔۔۔

ماہی کی آنکھیں کھلتا دیکھ وہ تینوں فورا متوجہ ہوئے۔۔۔۔۔"ماہی میری بچی بہت شکر تمہیں ہوش آگیا"۔۔۔۔اماں نے آگے بڑھ کر اس کی پیشانی چومی۔۔۔آرزو اور ارمان بھی اگے بڑھ آئے۔۔۔۔

ماہی نے انکھیں کھولنے کے بعد اپنے اس پاس دیکھا یاد کرنے کی کوشش کی کہ کیا ہوا تھا۔۔۔۔۔۔

پھر آہستہ آہستہ اسے سب کچھ یاد آگیا۔۔۔۔۔اس کی نظر بے ساختہ ارمان کی طرف اٹھی۔۔۔۔۔ارمان اس کی آنکھوں میں موجود سوال پڑھ چکا تھا۔۔۔۔۔ مگر جو دل اندر حیدر کے سینے میں تھا اس میں بہت تکلیف تھی۔۔۔۔۔اسے اس حالت میں بھی اپنی تصویر کی پڑی تھی۔۔۔۔۔

وہ ہر قدم پر یہ ثابت کر رہی تھی کہ وہ اپنے شوہر کے لیے کیا محسوس کرتی ہے۔۔۔۔۔ارمان نے اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کیا۔۔۔۔۔جس وجہ سے وہ کچھ پر سکون ہوئی۔۔۔۔۔۔

اس کی نظر بے ساختہ پورے کمرے میں گھومی۔۔۔۔۔پھر اپنی بائیں طرف اس میز پر اپنا بیگ اور ایک انویلپ پڑا نظر آیا۔۔۔۔۔۔وہ جان گئی اس میں ضرور تصویر ہو گی۔۔۔۔

وہ دل سے ارمان کی شکر گزار ہوئی۔۔۔۔۔۔جیسے سکون مل گیا ہو۔۔۔۔۔۔

دو دن بعد ماہی ڈسچارج ہوئی تھی اماں اسے گھر واپس لے آئی تھیں۔۔۔۔۔دو دنوں میں ارمان سے اس کی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔۔۔۔کیونکہ 24 گھنٹے اماں اس کا خیال رکھنے کے لیے موجود تھیں۔۔۔۔۔

اور ارمان بس یہی سوچتا رہا تھا۔۔۔۔بنا کسی رشتے کے ان کے دل میں ہیر کے لیے اتنی محبت کیوں پیدا ہو گئی۔۔۔یہ خون کے رشتے تھے جن میں کشش تھی۔۔۔۔اگر انہیں پتہ چل گیا کہ یہ ان کے لاڈلے بھائی سلیمان کی بیٹی ہے۔۔۔۔۔تو وہ ماہی پر صدقے واری جائیں گی۔۔۔۔۔اسے ابھی تو انہیں بھی یہ سچ بتانا تھا۔۔۔۔

اس وقت آرزو ماہیر کے کمرے میں موجود تھی۔۔۔۔اور ایکسیڈنٹ کی وجہ پوچھ رہی۔۔۔۔۔اس سے پہلے ارمان کمرے میں داخل ہوتا اس کے کانوں میں ان دونوں کی باتوں کی آواز گونجی۔۔۔۔۔"کیا تم پاگل ہو گئی تھی؟ایک تصویر کے لیے سڑک پر چل پڑی"۔۔۔۔۔

یہ آرزو کی آواز تھی جو کچھ حیرانی اور غصے سے ماہی کو ڈانٹ رہی تھی۔۔۔۔"نہیں آپی وہ صرف ایک تصویر نہیں تھی وہ میری زندگی بھر کی کمائی تھی"۔۔۔۔۔

ماہی کی کمزور سی آواز ارمان کے کانوں میں پڑی۔۔۔۔۔دل میں ایک بار پھر تکلیف کی لہر دوڑی۔۔۔۔۔دل نے کہا جلدی سے جاؤ اور اسے

اپنے سینے سے لگا کر بولو میں ہی تمہارا حیدر رہوں۔۔۔۔"آخر ایسا کیا تھا اس تصویر میں؟"۔۔۔۔

اب کی بار آرزو نے کچھ جھنجلا کر پوچھا۔۔۔۔"وہ میرے نکاح کی تصویر تھی۔۔۔میرے شوہر کے ساتھ"۔۔۔۔اور آرزو کو اپنے سر پر کوئی بم پھٹتا ہوا محسوس ہوا۔۔۔۔"واٹ؟!"۔۔۔۔وہ چیخ اٹھی۔۔۔

اور دروازے کے باہر ارمان نے اپنی اس ڈرامے باز بہن کی اوور ایکٹنگ پر بیزاریت سے آنکھیں میچی۔۔۔۔اس کی دونوں بہنیں کمال تھی۔۔۔ایک کو مکھن لگانے کی عادت تھی۔۔۔تو دوسری کو اوور ایکٹنگ کی۔۔۔۔

اور ارمان کو بے ساختہ انوشہ یاد آئی۔۔۔۔ماہی جانتی ہو گی وہ کیسی ہے کس حال میں ہے۔۔۔۔۔صرف اس کی ہیر ہی اسے سارے سوالوں کے جواب دے سکتی تھی۔۔۔۔

اب ماہی آرزو کو اپنے نکاح کے بارے میں بتا رہی تھی۔۔۔۔۔"کیا مطلب وہ تمہیں چھوڑ کر چلا گیا!۔۔۔۔ایسے کیسے کوئی چھوڑ کر جا سکتا ہے؟"۔۔۔۔۔یہ آرزو کی آواز تھی۔۔۔۔۔"میں بھی پہلے یہی سوچتی تھی۔۔۔۔مگر جس دن کراچی آئی اس سے تین دن پہلے میری دادی کی وفات ہوئی۔۔۔۔وہ میرے لیے میرے تایا کا خط چھوڑ کر گئی تھی۔۔۔۔جس میں وہ ساری وجوہات لکھیں تھیں جس کی وجہ سے میرا شوہر کبھی واپس نہیں آیا۔۔۔۔۔اب مجھے اس سے کوئی گلہ شکوہ نہیں۔۔۔۔۔بس میں چاہتی ہوں وہ کہیں سے آ جائے۔۔۔۔میری

آنکھیں ترس گئی ہیں اس شخص کو دیکھنے کے لیے۔۔۔۔اور یہ کان ترس گئے ہیں اس کے منہ سے اپنے لیے ہیر سننے کے لیے"۔۔۔۔آرزو یک ٹک اس کو دیکھے جا رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔

اور دروازے کے باہر کھڑے ارمان حیدر کہ ساری دنیا ساکت ہو چکی تھی۔۔۔۔"تمہیں تو پتہ بھی نہیں وہ کیسا دکھتا ہو گا۔۔۔۔پھر بھی اس سے اتنی محبت کرتی ہو"۔۔۔۔یہ سوال سن کر ماہی کے ہونٹوں پر ایک خوبصورت مسکراہٹ آگئی۔۔۔۔

اور دروازے کے باہر کھڑے ارمان حیدر کا ہر عضو کان بن گیا۔۔۔اس سوال کا جواب اسے شدت سے جاننا تھا۔۔۔۔"محبت شکل صورت دیکھ کر نہیں ہوتی۔۔۔اور وہ میرا محرم ہے۔۔۔۔میں نے خدا سے

ہمیشہ دعا کی کہ میرے دل میں صرف میرے محرم کے لیے یہ محبت ڈالنا۔۔۔مجھے اس کی روح سے عشق ہے۔۔۔۔۔چہرہ جیسا بھی ہو کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔چاہے وہ غریب ہو۔۔۔۔صرف دو وقت کی عزت کی روٹی دے دے۔۔۔۔۔اس ساری دنیا میں وہ میرا محرم میرا محافظ ہے۔۔۔۔اگر مجھے کہیں سکون میسر ہوا تو اس کے ساتھ ہو گا۔۔۔۔۔جس دن سے وہ مجھے چھوڑ کر گیا۔۔۔۔اس دن سے لے کر آج تک۔۔۔۔میں اس کی امانت بن کر رہی۔۔۔۔۔کبھی کسی غیر مرد کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔۔۔۔اور میں آج بھی اس کی وفادار ہوں"۔۔۔۔

ارمان کو لگا جیسے کوئی اس کے دل میں سکون اتار رہا۔۔۔۔۔اور آرزو کو اس طرح کی محبت پر رشک آیا۔۔۔۔۔کچھ دیر کے بعد ارمان نے اپنے آپ کو کمپوز کیا اور ناک کرنے کے بعد اندر داخل ہوا۔۔۔۔

چہرے کو نارمل رکھا۔۔۔۔۔"ہائے گرلز۔۔۔۔۔کیسی ہو!!ماہی اب تمہاری طبیعت کیسی ہے؟"۔۔۔۔۔وہ ماہی کے روبرو آیا اور اس سے سوال پوچھ رہا تھا۔۔۔۔"۔جی پہلے سے بہتر ہے آپ کا بہت شکریہ"

۔۔۔۔۔۔

اس سے پہلے ماہی مزید کچھ بولتی ارمان فوراً آرزو سے بولا۔۔۔۔۔"کیسی بہن ہو تمہارا بھائی باہر سے آیا ہے جاؤ جوس لے کر آؤ میرے لیے"۔۔۔۔۔"باہر سے آئے ہیں کون سا کوئی محاذ فتح کر لیا

ہے!!۔۔۔۔اور اتنے ملازم ہیں ان میں سے کسی سے کہہ دیں"۔۔۔۔۔

ارمان اسے فل تپانے کے موڈ میں تھا۔۔۔"نہیں مجھے تو اپنی بہن کے ہاتھوں سے ہی جوس لینا ہے جاؤ میرے لیے لے کر آؤ کالی بلی"۔۔۔۔۔۔ارمان کی یہ بات سنتے فورا اٹھی۔۔اور لڑاکا عورتوں کی طرح دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر بولی۔۔"کتنی بار کہا ہے آپ کو مجھے کالی بلی نہ کہا کریں۔۔۔۔خود آپ نقلی کالے بلے ہیں۔۔۔۔۔پتہ نہیں یہ بھائی ایسے کیوں ہوتے ہیں"۔۔۔۔۔وہ بڑبڑاتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔۔۔۔

اور پیچھے ماہی ان دونوں کی نوک جوک پر مسکراتی رہ گئی۔۔۔۔"تمہارا دماغ کام کرتا ہے۔۔۔۔ٹریفک سے چلتی سڑک پر کون اندھا دھند بھاگتا ہے؟۔۔۔۔آخر ایسا بھی کیا تھا کہ تم اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر سڑک پر آگئی"۔۔۔۔۔آرزو کے کمرے سے نکلنے کے بعد اب وہ ماہی سے مخاطب تھا۔۔۔۔لہجے میں دیھمہ سا غصہ بھی تھا۔۔۔۔

ماہی نے گردن موڑ کر ارمان کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔وہ سمجھ نہ سکی آخر اس کا ایسا ری ایکشن کیوں تھا۔۔۔۔۔انفیکٹ سب کا ہی ایسا ری ایکشن تھا۔۔۔۔"آپ کے لیے وہ معمولی سی بات ہو گی میرے لیے وہ تصویر میری جان سے زیادہ قیمتی تھی"۔۔۔۔

ماہی مضبوط لہجے میں بولی۔۔۔۔"آخر ایسا بھی کیا تھا اس تصویر میں۔۔۔صرف ایک تصویر ہی تو تھی!!"۔۔۔۔۔ماہی کو تو غصہ ہی آگیا۔۔۔۔"آپ کے لیے وہ صرف ایک تصویر ہو گی میرے لیے وہ میری زندگی سے زیادہ قیمتی ہے۔۔۔۔وہ میرے نکاح کی تصویر ہے۔۔۔۔اور اس میں موجود شخص میرا شوہر ہے۔۔۔۔۔آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا۔۔۔آپ میرے پرسنلز میں اس طرح انٹرفیئر کریں۔۔۔۔آپ نے وہ تصویر اور میری جان دونوں بچائے اس کے لیے میں آپ کی قرضدار ہوں۔۔۔۔اس کا مطلب یہ نہیں آپ مجھ پر کوئی حق جتائیں"۔۔۔۔

ماہی کا لہجہ غصے کے ساتھ نہ چاہتے ہوئے بھی اونچا ہو گیا۔

اور ارمان کو احساس ہوا وہ غصے میں کچھ زیادہ ہی بول گیا تھا۔وہ کیوں بھول گیا کہ جس تصویر کے لیے وہ اپنی جان بھی دے سکتی تھی وہ اس کے لیے کتنی اہمیت کی حامل تھی۔۔۔۔۔

وہ ایک جھٹکے سے اٹھا۔۔۔۔"تمہارے لیے وہ بے جان تصویر قیمتی تھی مگر ہو سکتا ہے تمہارے شوہر کے لیے تمہاری جان اس تصویر سے زیادہ قیمتی ہو۔۔۔۔۔اپنی جان کی حفاظت کرو بے جان چیزوں کی نہیں"۔۔۔۔۔۔یہ کہتے ساتھ وہ ایک منٹ نہ رکا اور کمرے سے نکل گیا۔۔۔۔اور ماہی پیچھے اس کے آخری الفاظوں میں الجھ کر رہ گئی۔۔۔۔۔یہ کیا کہہ کر گیا تھا وہ۔۔۔۔۔کافی دیر تک وہ سوچتی رہی۔۔۔۔۔وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہا تھا۔۔۔۔۔

ماہی چار پانچ دن جمال ہاؤس رہی۔۔۔۔۔اس دوران راحیلہ نے اس کا بہت اچھے سے خیال رکھا۔۔۔۔۔مگر اس دن کے بعد اس کی ارمان سے کوئی بات نہیں ہوئی۔۔۔۔۔

وہ غصے میں کچھ زیادہ ہی بول گئی تھی۔۔۔۔اور یہ بھی بھول گئی اگر ارمان نہ ہوتا تو اس کی جان اور وہ تصویر دونوں ہی نہیں بچتے۔۔۔۔۔اسے ارمان سے اپنے کیے کی معافی مانگنی چاہیے تھی۔۔۔۔مگر اسے موقع نہ ملا۔۔۔۔۔

اب تو اسے ہاسٹل آئے بھی 10 دن ہو چکے تھے۔اس دن کے بعد اس کی ارمان سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی۔۔۔۔وہ اس وقت ٹیرس پہ بیٹھی اس تصویر کو ہاتھ میں لیے آسمان پر چاند کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔رات گہری سے گہری ہو رہی تھی۔۔۔۔عمایہ اسے ڈھونڈتی ہوئی اس کے پاس آئی۔۔۔"ماہی کافی رات ہو گئی ہے چلو آؤ سو جاؤ"۔۔۔۔ماہی سے بات کرتے ہوئے اچانک اس کی نظر ماہی کی ہاتھ میں موجود اس تصویر پر پڑی۔۔۔۔۔"یہ تصویر"۔۔۔۔۔۔۔

اس نے بے ساختہ ہاتھ آگے بڑھا کر وہ تصویر اٹھالی۔۔۔۔ماہی جو کھلاؤں میں گھور رہی تھی عمایہ کی بات سن کر اس کی طرف ایک جھٹکے سے دیکھا۔۔۔"کیا ہوا"۔ماہی کے سوال پر عمایہ کے چہرے پر سوچ کی

لکیریں آئیں۔۔۔۔"یہ تصویر مجھے لگتا ہے میں نے اسے کہیں پہلے دیکھا ہے"۔۔۔۔اور ماہی کو لگا اس کی ساری دنیا رک گئی ہے۔۔۔۔۔

کوئی شور و گل کی آواز کچھ بھی کانوں میں نہیں پڑ رہا تھا بس سامنے عمایہ اور اس کے منہ سے نکلنے والے الفاظ تھے۔۔۔۔۔۔وہ بے تابی سے سیدھی ہوئی اور بولی۔۔۔۔۔"آپ نے کہاں دیکھی تھی آپی پلیز بتائیں نا"۔۔۔۔۔۔"کہیں تو دیکھا تھا مجھے یاد نہیں آ رہا"۔۔۔۔۔۔

اس کے بعد عمایہ وہیں ٹیرس میں چکر کاٹنے لگی اور یاد کرنے کی کوشش کی۔۔۔۔۔۔"ہاں یاد آ گیا میں نے اسے کہاں دیکھا تھا"۔۔۔۔۔اور ماہی کا جسم کا ہر حصہ کان بن گیا۔۔۔۔۔۔

وہ بہت بے تابی سے جاننا چاہتی تھی اس نے یہ تصویر کہاں دیکھی۔۔۔۔۔"پلیز جلدی سے بتائیں نا آپ نے یہ تصویر کہاں دیکھی تھی؟"۔۔۔۔"یہ تصویر تو میں نے تمھارے کزن ارمان کے گھر میں دیکھی تھی۔۔۔۔۔دو سال پہلے جب اس کے ٹاپ کرنے کی خوشی میں ہم سارے گلاس فیلو اس کے فلیٹ میں گئے تھے۔۔۔۔۔اس کے اپارٹمنٹ میں اس کے بیڈ روم میں یہ تصویر لگی تھی۔۔وہ تو میں اس کا واش روم یوز کرنے کے لیے کمرے میں گئی تو میری نظر پڑی تھی۔۔۔۔مگر یہ تصویر تو کچھ الگ ہے۔۔۔۔۔وہ بہت خوبصورت فوٹو فریم میں لگی تھی اور اس کے نیچے کچھ لکھا بھی تھا۔۔۔کیا لکھا تھا۔۔۔۔۔۔ہاں وہ لکھا تھا۔۔۔۔۔۔۔

H loves H

اوراس تصویر پر لال رنگ بھی نہیں لگا تھا۔۔۔۔اس پر تو شاید رنگ کے چھیٹیں پڑے ہیں۔۔۔۔۔اس تصویر نے مجھے اس دن بہت اٹریکٹ کیا تھا۔۔۔میں نے ارمان سے پوچھا تو اس نے مجھے بتایا اس تصویر میں جو بچہ ہے وہ خود ہے۔۔۔۔بچی کا پوچھا تو اس کا لہجہ بہت عجیب تھا اور جب بولا تو اس نے کہا کہ وہ اس کی دنیا ہے۔۔۔۔میں اس کی بات سمجھ نہ سکی۔۔۔۔مگر تمہارے پاس یہ تصویر کہاں سے آئی۔۔۔۔یہ تو اس کے بیڈ روم میں لگی تھی"۔۔۔۔

اور ماہی کو لگا وہ اگلا سانس نہیں لے پائے گی۔۔۔۔۔۔اس کی ساری دنیا ساکت اور جامد ہو چکی تھی۔۔۔۔اس کا ہاتھ بے ساختہ اپنے ہونٹوں پر گیا۔۔۔آنکھوں سے آنسو بہنے شروع ہو گئے۔۔۔کیا یہ اس کی قسمت تھی!!۔۔۔۔۔۔کیا یہ سچ تھا ارمان ہی اس کا حیدر تھا؟؟۔۔۔۔۔

اس کے ذہن میں بہت سارے سوال آرہے تھے۔۔۔۔اسے سچ جاننا تھا۔۔۔۔۔اس کی سوچوں کو عمایہ کی آواز نے توڑا۔۔۔۔"ماہی تمہیں یہ تصویر کہاں سے ملی"۔۔۔۔ماہی نے خود پر کنٹرول کیا اور بولی۔۔۔"وہ کچھ دن پہلے میں نے ان سے کچھ نوٹس لیے تھے شاید غلطی سے ان نوٹس میں آگئی تھی۔۔۔۔ڈونٹ وری میں واپس نوٹس میں رکھ کر ہی دے دوں گی ان کو پتہ نہیں چلے گا۔۔۔۔آپ بھی مت بتایئے گا اس تصویر کے بارے میں شاید انہیں اچھا نہ لگے۔۔۔۔۔کہ میں ان کی پرسنل تصویر دیکھ رہی تھی"۔۔۔۔۔عمایہ نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا اور اسے کمرے میں آنے کی ہدایت کرتی ہوئی چلی گئی۔۔۔۔۔

ماہی نے فورا موبائل نکالا اب اس کے ہاتھ تیزی سے انوشہ کا نمبر ڈائل کر رہے تھے۔۔۔۔۔۔

بیل جا رہی تھی اور ایک لمبی خاموشی کے بعد انوشہ کے ہیلو کی آواز ابھری۔۔۔۔۔"آپی حیدر کا پورا نام کیا تھا؟ پلیز جلدی سے بتائیں"۔۔۔۔۔انوشہ جو نیند میں تھی ماہی کی اس قدر بے تاب آواز پر فورا اٹھ بیٹھی۔۔۔۔۔"پورا نام وہ تو مجھے نہیں پتہ"۔۔۔۔۔یہ سن کر ماہی افسردہ ہو گئی۔۔۔۔"آپی کچھ تو پتہ ہو گا حویلی والے انہیں کیا کہہ کر پکارتے تھے!!"۔۔۔۔۔ایک لمبی خاموشی کے بعد انوشہ کی آواز موبائل فون میں سے ابھری۔۔۔۔۔"مانی"۔۔۔۔۔۔۔۔

اور ہیر کے آس پاس سب کچھ رک گیا۔۔۔۔۔"مانی مطلب ارمان"۔۔۔۔۔۔فون بے ساختہ اس کے ہاتھ سے نیچے گر گیا

۔۔۔۔۔اسے سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی۔۔۔۔اور انوشہ ہیلو ہیلو ہی کرتی رہ گئی۔۔۔۔

اور ماہی کو بے ساختہ وہ رات یاد آئی جب وہ دعائیں کر رہی تھی حیدر اسے ڈھونڈ لے اور اسے ارمان مل گیا۔۔۔۔۔۔ارمان کی تو کالی آنکھیں تھیں۔۔۔۔۔وہ اس کا حیدر کیسے ہو سکتا تھا۔۔۔۔۔اسے ابھی سچ جاننا تھا۔۔۔۔

اس نے جلدی سے موبائل اٹھایا۔۔۔اب اس کے ہاتھ تیزی سے آرزو کا نمبر ملا رہے تھے۔۔۔۔

مگر آرزو میڈم تو موبائل سائلنٹ پہ لگا کر سو چکی تھی۔۔۔۔

بار بار ٹرائی کرنے کے بعد بھی جب آرزو کی طرف سے کوئی رسپانس نہ ملا۔۔۔تو ماہی نے صبح کا انتظار کرنے کا فیصلہ کیا۔۔۔۔۔اب اسے ایک نئی صبح کا شدت سے انتظار تھا۔۔۔

ایک نئی صبح طلوع ہو چکی تھی۔۔۔۔۔ساری رات ماہی نے بہت اضطراب کی کیفیت میں گزاری۔۔۔۔اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ سچ کیا ہے اور وہ کیسے حقیقت تک پہنچے گی۔۔۔۔۔

اس وقت وہ آرزو کے ڈیپارٹمنٹ میں بے چینی سے اس کا انتظار کر رہی تھی۔۔۔۔۔

وہ لائٹ پرپل کلر کی شرٹ ٹراؤزر اور ہم رنگ دوپٹے کے ساتھ سکن کلر کے حجاب میں اور پاؤں میں سمپل سا جوتا تھا۔۔۔۔۔

وہ مسلسل اضطرابی کیفیت میں گراؤنڈ میں چکر پر چکر لگا رہی تھی۔۔۔۔۔۔

اس کا انتظار ختم ہوا آخر کار اسے ڈیپارٹمنٹ کے اندر آرزو آتی ہوئی دکھائی دی۔۔۔۔ بلیک ٹاپ کے نیچے بلو جینز پہنے ہوئے گلے میں دوپٹے کو مفلر سٹائل میں ڈالے۔۔۔۔ پاؤں جوگرز میں مکیت۔۔۔ کندھے پر بیگ لٹکائے موبائل چلاتی ہوئی آ رہی تھی۔۔۔۔۔۔

ماہی فوراً آرزو کی طرف بڑھی۔۔۔۔آرزو نے ایک نظر اٹھا کر سامنے دیکھا تو سامنے سے ماہی آ رہی تھی۔۔۔۔وہ اتنی صبح ماہی کو اپنے ڈیپارٹمنٹ میں دیکھ کر حیران رہ گئی۔۔۔۔۔

وہ دونوں نزدیک آ چکیں تھیں۔۔۔"خیریت!!!؟"۔۔۔۔۔آرزو کے سوال کو نظر انداز کر کے ماہی بولی۔۔۔"مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔۔۔۔چلیں کہیں بیٹھ کر بات کرتے ہیں اگر آپ کے پاس کچھ فری ٹائم ہے تو"۔۔۔۔ماہی کچھ پریشان لگ رہی تھی اس لیے آرزو نے اثبات میں سر ہلایا۔۔۔

اس وقت وہ دونوں یونیورسٹی کے قدرسنسان گراؤنڈ میں بینچ پر بیٹھی ہوئیں تھیں۔۔۔۔اب کے آرزو نے سوالیہ نظروں سے ماہی کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔وہ مسلسل اپنی انگلیاں چٹخا رہی تھی۔۔۔"مجھے آپ سے کچھ سوال پوچھنے ہیں پلیز مجھ سے وجہ مت پوچھیے گا بس مجھے ان کے جواب دیجیے گا"۔۔۔۔

آرزو نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔۔۔۔"کیا آپ کے بھائی ارمان کالے لینز پہنتے ہیں؟۔۔۔۔میرا مطلب کہ ان کی اصل آنکھوں کا رنگ کچھ اور ہے کیا؟"۔۔۔۔۔یہ وہ پہلا سوال تھا جو ماہی کا اضطراب کم کر سکتا تھا۔۔۔اس کا جواب ہی طے کر سکتا تھا کہ اسے مزید سوال کرنے تھے یا نہیں۔۔۔۔۔

آرزو حیران ہوئی یہ کس قسم کا سوال تھا۔۔۔۔"ہاں وہ کالے لینز پہنتے تو ہیں مگر تم کیوں پوچھ رہی ہو!!"۔۔۔۔۔اور ماہی کی ساری حسیں بیدار ہو گئیں۔۔۔۔"میں آپ کو سارے سوالوں کے جواب بعد میں دوں گی پلیز مجھے بتائیں ان کی آنکھوں کا اصل رنگ کیا ہے؟"۔۔۔۔۔

یہ سن کر آرزو سوچ میں پڑ گئی۔۔اور ماہی کو شدت سے اس کے جواب کا انتظار تھا۔۔۔۔"پتہ نہیں کچھ عجیب ہی رنگ تھا ایک بار میں نے پوچھا تھا تو انہوں نے کہا یہ ہیزل گرین کلر ہے"۔۔۔۔۔اور ماہی کو لگا وہ اگلا سانس نہیں لے پائے گی۔۔۔۔یہی رنگ حیدر کی آنکھوں کا بھی تو تھا۔۔۔۔

اس کو اپنی ساری دنیا رکتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔۔۔۔بہت دیر بعد وہ دوبارہ کچھ بولنے کے قابل ہوئی۔۔۔۔"آپ نے کہا وہ آپ کے کزن ہیں۔۔۔۔آپ کا ان سے کیا رشتہ ہے پلیز مجھے ان کے بارے میں سب بتائیں اور ان کے پیرنٹس کے بارے میں بھی۔۔۔۔جو بھی آپ جانتی ہوں پلیز میرا جاننا بہت زیادہ ضروری ہے"۔۔۔۔آرزو سمجھ نہ سکی ماہی ایسا کیوں جاننا چاہ رہی ہے۔۔۔۔

مگر ماہی کے لہجے میں بہت زیادہ التجا اور بے تابی تھی۔۔۔۔

کچھ دیر آرزو خاموش رہی جیسے وہ اپنے سوچوں کو الفاظ دے رہی ہو۔۔۔۔پھر ماہی کانوں میں آرزو کی آواز پڑی۔۔۔۔۔"وہ میرے ماموں کے بیٹے ہیں۔۔۔۔۔میری ممانے پسند کی شادی کی تھی اس وجہ سے میرے نانا نے ان سے ہر رشتہ ختم کر لیا۔۔۔۔میرے چار ماموں

ہیں۔اور ایک خالہ بھی۔۔۔مگر میں نے صرف ارمان بھائی کے بابا کو دیکھا ہے وہ بھی تصویروں میں۔۔۔۔وہ بھی ماما سے خفیہ طور پر آ کر ملتے تھے۔۔۔۔ننھیال میں کوئی نہیں جانتا تھا۔۔۔۔اور ان کا نام حماد تھا۔۔۔شاید وہ پولیس میں تھے۔۔۔۔میں بہت چھوٹی تھی یہ سب تو بس میں نے ارمان بھائی اور ممی کے منہ سے سنا ہے"۔۔۔۔۔

اور ماہی کی ساری دنیا رک چکی تھی۔۔۔۔اسے لگا وہ اگلا سانس کبھی نہیں لے پائے گی۔۔۔۔۔ثابت ہو چکا تھا ارمان ہی حیدر تھا۔۔۔۔اس کی آنکھوں کے سامنے۔۔۔وہ پہچان کیوں نہیں پائی۔۔۔۔۔

بہت کوشش کے بعد بھی ماہی اپنے آنسو کنٹرول نہ کر پائی۔۔۔۔اس کے اس پاس سب کچھ ساکت ہو چکا تھا۔۔۔۔صرف دماغ میں انوشہ کے الفاظ تھے۔۔۔"مجھے یقین ہے تم ان کو ڈھونڈ لو گی"۔۔۔۔پھر دادی کے الفاظ آئے۔۔۔"ثابت کرنا وہ زندہ ہے"۔۔۔۔۔۔پھر تایا کے الفاظ آئے۔۔۔۔"ثابت کرنا وہ سرداری کے پیچھے نہیں بھاگے گا"۔۔۔۔۔پھر اس کے اپنے الفاظ آئے۔۔۔۔"مجھے یقین ہے میرا شوہر زندہ ہے"۔۔۔۔۔اسے اپنے ارد گرد سب کچھ ساکت محسوس ہو رہا تھا۔۔۔۔۔

اس کے دماغ میں مختلف آوازیں پڑ رہیں تھیں۔۔۔۔آنکھوں سے لگاتار آنسو بہتے جا رہے تھے۔۔۔۔شاید آرزو اسے بتا کر اپنی کلاس میں جا چکی تھی۔۔۔مگر اس نے سنا ہی کہاں تھا۔۔۔۔

اسے معلوم نہ ہو سکا وہ کتنے منٹ کتنے گھنٹے اس بینچ پر بیٹھی روتی رہی۔۔۔۔۔بہت دیر کے بعد اس کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی۔۔۔۔۔اسے اپنے حیدر سے ملنے جانا تھا۔۔۔۔۔وہ اٹھی اپنے جسم کو ہمت دی۔۔۔۔اور ارمان کے ڈیپارٹمنٹ کی طرف چل پڑی۔۔۔۔۔

وہ ارمان کے ڈیپارٹمنٹ میں پہنچی۔۔۔۔اس سے پہلے وہ اسے آس پاس ڈھونڈتی اس نے دیکھا گراؤنڈ کے عین بیچ و بیچ سٹوڈنٹس کا ہجوم جمع تھا۔۔۔۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

اسے یقین تھا یہاں ارمان مل جائے گا۔۔۔۔۔ مگر جیسے ہی وہ ہجوم کو چیرتی ہوئی آگے بڑھی۔۔۔۔۔اس کی آنکھوں نے جو دیکھا اسے لگا کسی نے اس کے جسم سے روح کھینچ لی ہو۔۔۔۔۔

سٹوڈنٹس کے ہجوم کے عین بیچ و بیچ ارمان گھٹنوں کے بل بیٹھا عمایہ کو پرپوز کر رہا تھا۔۔۔۔۔

ہر طرف سے ہوٹینگ کی آوازیں، شور و گل موبائل کے کیمروں کی لائٹس چل رہی تھی۔۔۔۔۔ مگر ماہی کو سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی۔۔۔۔۔۔اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔۔۔۔۔اس کا حیدر۔۔۔۔۔۔ نہیں یہ شخص اس کا حیدر کبھی نہیں ہو سکتا تھا۔۔۔۔۔۔

اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے شروع ہو گئے۔۔۔۔۔وہ قدم پیچھے لیتی گئی۔۔۔۔اچانک ارمان کی نظر اس پر پڑی۔۔۔۔اس نے میکانیکی انداز میں نفی میں سر ہلایا۔۔۔۔۔

ارمان نے اس کی طرف بڑھنا چاہا۔۔۔۔۔ مگر وہ مڑ گئی اور بھاگتی ہوئی ڈیپارٹمنٹ سے باہر نکل گئی۔۔۔۔۔

اور پیچھے حیدر کو بہت کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا۔۔۔۔۔اس کی آنکھوں میں اتنی بے یقینی کیوں تھی۔۔۔۔۔اس کی آنکھوں میں آنسو کیوں تھے۔۔۔۔۔وہ ماہی کے پیچھے بھاگا مگر نہیں جان پایا ماہی کہاں گئی۔۔۔۔۔

حقیقت

ماہی بھاگتی ہوئی ڈیپارٹمنٹ سے نکلی۔۔۔۔۔۔مگر وہاں سے نکلنے کے بعد اس کے قدموں کی رفتار بہت سست ہو گئی۔۔۔۔۔اسے لگا آج وہ اپنا سب کچھ ہار آئی ہے۔۔۔۔۔وہ کہاں جا رہی تھی اسے کچھ ہوش نہیں تھی۔۔۔۔۔مگر وہ یونیورسٹی سے باہر نکل آئی۔۔۔۔۔

ارمان نے ساری یونیورسٹی چھان ماری۔۔۔۔۔مگر چار گھنٹوں کے بعد بھی اسے ماہی نہ ملی۔۔۔۔۔

وہ آرزو کے پاس آیا۔۔۔۔مگر آرزو نے لاعلمی کا اظہار کیا۔۔۔۔

وہ مسلسل ماہی کا نمبر ملا رہا تھا مگر وہ فون نہیں اٹھا رہی تھی۔۔۔۔۔یہ تو شکر تھا آرزو کے پاس اس کا نمبر تھا۔۔۔۔۔

اس نے فورا نمبر ٹریس کروایا۔۔۔۔۔

تو پتہ چلا وہ اس وقت ساحل سمندر پر تھی۔۔۔۔۔

صبح سے دوپہر اور دوپہر سے شام ہو چکی تھی۔۔۔۔اسے نہیں پتہ چلا وہ کتنے گھنٹے یہاں بیٹھ کر روتی رہی۔۔۔۔یونیورسٹی سے نکلنے کے بعد وہ سیدھی یہاں ساحل پر آگئی تھی۔۔۔۔

جس حیدر کو اس نے سالوں اپنی سانسوں سے زیادہ چاہا۔۔۔

جس شخص کے لیے اس نے سالوں انتظار کیا۔۔۔۔۔

جس کے لیے اس نے لاتعداد تھپڑ کھائے۔۔۔

جس کی خاطر اس نے بدکرداری کا داغ برداشت کیا۔۔۔۔

جس کے لیے اس نے سالوں کی اس قید سے رہائی حاصل کی۔۔۔

جس کی خاطر وہ لاہور سے کراچی آئی۔۔۔۔کتنا مشکل تھا اس حویلی کے

در و دیوار کو پار کرنا۔۔۔۔

مگر اس نے سب کچھ صرف اور صرف حیدر کے لیے ہی تو کیا تھا۔۔۔۔

اس کا وہ حیدر آج اسے بھول چکا تھا۔وہ بہت بدل چکا تھا۔۔۔۔

وہ کیسے کسی اور لڑکی کا ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔

نہیں وہ شخص اس کا حیدر ہو ہی نہیں سکتا تھا۔۔۔۔۔

اب تو اس کے آنسو بھی سوکھ چکے تھے۔۔۔۔

آسمان پر بادل گرجنے لگ گئے۔۔۔اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے بارش برسنے لگی۔۔۔۔۔مگر ماہی کے جسم میں کوئی حرکت نہ ہوئی وہ ویسے ہی اس بینچ پر بیٹھی رہی۔۔۔

پاس ہی اس کا بیگ پڑا تھا اور بیگ کے اندر موبائل۔۔۔۔

کچھ دیر گزری اچانک اس کے اوپر بارش برسنا بند ہو گئی۔۔۔۔۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو اس کے سر پر ایک چھتری تھی۔۔۔۔ چھتری سے اس کی نظر بائیں طرف گئی۔۔۔۔

بائیں طرف ارمان حیدر بارش میں بھیگتا ہوا۔۔۔ماہی کے اوپر چھتری کیے کھڑا تھا۔۔۔۔۔

آج پہلی بار ماہیر نے اس شخص کو ارمان کی نظر سے نہیں بلکہ حیدر کی نظر سے دیکھا۔۔۔۔ہاں اس میں حماد تایا کہ جھلک تھی۔۔۔۔وہ حاکم خان کی طرح وجاہت بھی رکھتا تھا۔۔۔۔۔

سالوں کے انتظار کے بعد آج وہ دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے آگئے تھے۔۔۔۔ان 14 سالوں میں دونوں نے ہی ایک جیسی تڑپ، تکلیف برداشت کی تھی۔۔۔

وہ کتنی ہی دیر ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔۔۔۔ماہی کو امید نہ تھی جس شخص کو دیکھنے کے لیے وہ سالوں ترسی اور تڑپی تھی وہ شخص اسے اس طرح توڑ دے گا۔۔۔

وہ فکر مند نظروں سے ماہی کو دیکھ رہا تھا۔۔۔۔۔

اور ماہی ٹوٹے ہوئے دل اور تکلیف زدہ آنکھوں کے ساتھ اسے۔۔۔۔

اس کی نظروں نے ارمان کو اندر تک توڑ دیا۔۔۔۔

وہ جان گیا تھا کہ سامنے بیٹھی لڑکی اس وقت ماہی نہیں بلکہ اس کی ہیر ہے۔وہ سمجھ نا سکا کہ وہ کیسے جان گئی۔۔۔۔اور اسے اس بات سے فرق بھی نہیں پڑتا تھا کہ ماہی کو کسیے پتہ چلا وہ حیدر ہے۔۔۔۔وہ حیدر کو ڈھونڈنے کے لیے ہو تو آئی تھی اور اس نے ایک دن ڈھونڈ ہی لینا تھا۔۔۔۔

اس سے پہلے ارمان کچھ بولتا۔۔۔۔ہیر ایک جھٹکے سے اٹھی اپنا بیگ اٹھایا۔۔۔۔اور اسے بنا کچھ کہنے کا موقع دیے اس کی گاڑی میں آکر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔

رات کے اس پہر۔۔۔اس سنسان علاقے میں۔۔۔۔ بھیگے ہوئے لباس کے ساتھ۔۔۔۔۔وہ کم سے کم اپنے شوہر کے ساتھ محفوظ تھی۔۔۔۔اس کے سواوہ کسی کے ساتھ یہاں سے جانا نہیں چاہتی تھی۔۔۔وہ جیسا بھی تھااس کا شوہر تھا۔۔۔۔۔اس کا محافظ تھا۔۔۔۔۔اس حالت میں اس کے ساتھ ہی محفوظ تھی۔۔۔۔ویسے بھی یہ شہر۔۔۔۔بہت سارے بھیڑیوں سے بڑاپڑا تھا۔۔۔۔

ارمان پیچھے کھڑا اسے دیکھتا رہ گیا۔۔۔۔وہ اس سے بات کرنا چاہتا تھا۔ مگر ماہی اس وقت اس شخص کی کوئی وضاحت نہیں سننا چاہتی تھی۔۔۔

گاڑی میں مکمل خاموشی تھی۔۔۔۔وہ کن اکھیوں سے بار بار ماہی کو دیکھ رہا تھا۔۔۔۔۔وہ آنکھیں بند کیے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھی تھی۔۔۔۔۔

دماغ میں بہت دور ماضی چل رہا تھا۔۔۔۔۔اسے کبھی اپنے الفاظ یاد آتے تو کبھی حیدر کے۔۔۔۔کتنے مان سے اس نے کہا تھا۔۔۔۔۔"میں صرف آپ کی ہیر رہوں گی اور آپ صرف میرے حیدر رہیں گے"۔۔۔۔۔۔اور حیدر نے بھی اتنے ہی مان سے کہا تھا۔۔۔۔"تم صرف میری ہو تم پر صرف میرا حق ہے"۔۔۔۔۔

ماضی کا بلبلا ہوا میں تحلیل ہو گیا۔۔۔۔اس بلبلے کی طرح وہ سارا مان اور ساری امیدیں بھی ٹوٹ گئیں۔۔۔۔اسے امید نہ تھی یہ شخص اسے اس طرح تکلیف دے گا۔۔۔۔

یہ حیدر اور 14 سال پہلے والے حیدر دونوں میں زمین آسمان کا فرق تھا۔۔۔۔وہ حیدر اس کے ایک آنسو سے تڑپ اٹھتا تھا۔۔۔۔اور آج یہ حیدر اسے خون کے آنسو رلا رہا تھا۔۔۔۔

حیدر جانتا تھا وہ اس وقت ٹھیک نہیں ہے۔۔۔۔اس لیے اسے لے کر سیدھا جمال ولا میں آ گیا۔۔۔۔

گاڑی اس وسیع و عریض بنگلے کے پورچ میں آ کر رک چکی تھی۔۔۔۔

کچھ پل وہ ویسے ہی ہیر کو دیکھتا رہا۔۔۔۔اس سے پہلے وہ ہاتھ بڑھا کر اس کے گال کو چھوتا۔۔۔۔ہیر نے پٹ سے اپنی آنکھیں کھول دیں۔۔۔۔اور ارمان کا بڑھا ہوا ہاتھ راستے میں ہی رک گیا۔۔۔۔

اور وہ بنا ارمان کی طرف دیکھے گاڑی سے اتر گئی۔۔۔۔۔

دو قدم چلی۔۔۔۔۔مگر پھر رک گئی۔۔۔۔ارمان کا دل بھی رک گیا۔۔۔۔

وہ واپس مڑی۔۔۔۔۔مگر اب آنکھیں نارمل تھیں۔۔۔۔کوئی تکلیف نظر نہیں آ رہی تھی۔وہ گاڑی کے شیشے کی طرف جھکی۔۔۔۔"سوری میری وجہ سے آپ پریشان ہو گئے۔۔۔۔اصل میں مجھے آج اپنے

پیرنٹس یاد آگئے تھے۔۔۔آج میرے فادر کی برسی ہے۔۔۔اس وجہ سے میں بس کچھ زیادہ اوور ریکٹ کر گئی تھی۔۔۔۔آپ کو پریشان کیا اس کے لیے معذرت"۔۔۔۔۔

یہ کہنے کے ساتھ وہ رسمی سا مسکرائی اور اندر کی طرف بڑھ گئی۔۔۔۔۔اور پیچھے ارمان خان کا دل چھلنی چھلنی ہو گیا۔۔۔۔وہ سچ جان چکا تھا۔۔۔ہیر اسے پہچان چکی ہے۔۔۔۔مگر شاید وہ ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتی تھی۔۔۔۔بالکل ویسے ہی جیسے حیدر ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔۔۔۔وہ دونوں ایک دوسرے کو یہی امپریشن دے رہے تھے کہ وہ دونوں حقیقت نہیں جانتے۔۔۔۔

گاڑی میں بیٹھے ہوئے ہیر کو یاد آیا آج اس کے باپ کی برسی تھی۔۔۔۔۔آج اس کے باپ کو بچھڑے 15 سال ہو گئے تھے۔۔۔۔۔اس لیے اس نے سوچ لیا کہ وہ حیدر کو کچھ بھی پتہ نہیں چلنے دے گی۔۔۔۔۔جب وہ شخص اسے بھول گیا تھا تو پھر وہ کیوں اسے یاد کرواتی۔۔۔۔۔۔

رات کے 10 بجے کا وقت تھا۔۔۔۔۔شاید آرزو اور اماں سو چکی تھی۔۔۔۔۔وہ سیدھی اپنے کمرے میں آئی اور دروازہ بند کر دیا۔۔۔۔۔اس کے بعد وہیں دروازے کے ساتھ پشت لگا کر بیٹھتی چلی گئی۔۔۔۔۔۔

آنکھوں سے ایک بار پھر آنسو جھڑنوں کی صورت بہنا شروع ہو گئے۔۔۔۔جب تک وہ انجان تھی کہ وہ اس کا شوہر ہے تب تک الگ بات تھی۔۔۔۔۔مگر یہ جانتے ہوئے کہ وہ حیدر ہے اس سے اجنبیوں کی طرح بات کرنا ہیر کے لیے بہت مشکل تھا۔۔۔۔۔

وہ شخص محض ایک شخص نہیں تھا وہ ہیر کی چلتی سانسوں کی روانی تھا۔۔۔وہ اس کا پورا عالم تھا۔۔۔۔۔وہ تھا تو ہی اس کی دنیا تھی۔۔۔۔۔بھلا ماہیر حیدر خان کی حیدر خان کے بغیر بھی کوئی دنیا تھی۔۔۔۔۔۔

کافی دیر ایسے ہی بیٹھے رہنے کے بعد۔۔۔۔وہ اٹھی الماری سے ایک سوٹ نکالا۔۔۔۔اور فریش ہونے چلی گئی۔۔۔۔۔

کچھ دیر بعد وہ بستر پر لیٹ رہی تھی۔۔۔۔۔اس کا دماغ اس وقت درد سے پھٹنے کے قریب تھا۔۔۔۔۔اسے صرف نیند ہی سکون دے سکتی تھی۔۔۔۔

لیٹنے کے بعد کچھ ہی دیر میں وہ نیند کی وادیوں میں اتر گئی۔۔۔۔

ارمان وہیں سے واپس چلا گیا تھا۔۔۔۔۔اس وقت وہ اپنے فلیٹ میں تھا۔۔۔۔۔آنکھوں میں بے بسی اور تکلیف تھی۔۔۔۔۔بار بار ہیر کی

تکلیف زدہ آنکھیں اس کے سامنے آرہی تھیں۔۔۔۔۔وہ چاہ کر بھی خود کو معاف نہیں کر پارہا تھا۔۔۔۔۔۔اسے اس شو میں حصہ لینا ہی نہیں چاہیے تھا۔۔۔۔۔

یونیورسٹی میں ہر سال بیسٹ سٹوڈنٹ آف دی ایئر کو شو میں ہیرو کے طور پر لیا جاتا تھا۔۔۔۔۔

وہ تو ہر سال ہی بیسٹ آتا رہتا تھا۔۔۔۔مگر اس بار ساری یونیورسٹی والوں نے فورس کیا کہ وہی ہیرو بنے وہ کبھی اس شو میں ہیرو نہیں بنا۔۔۔۔۔

اور اس کی کو سٹار عمایہ تھی۔۔۔۔اسے بھی بیسٹ سٹوڈنٹ آف دی ایئر کا ایوارڈ ملا تھا۔۔۔۔۔

اس وقت وہ یونیورسٹی میں شوٹنگ کر رہے تھے۔۔۔۔۔اس سین میں ارمان کو عمایہ کو ساری یونیورسٹی کے سامنے پرو پوز کرنا تھا۔۔۔۔۔

عین اس وقت ہیر وہاں آگئی۔۔۔۔۔اس کی آنکھوں میں بے یقینی دیکھ ارمان کو اسی وقت بہت کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا۔۔۔۔۔

اسے جلد سے جلد ہیر کو سچ بتانا ہو گا ورنہ ہیر کو بد گمانی حیدر سے دور کر دے گی۔۔۔۔۔

اگلی صبح ہیر بالکل نارمل انداز میں کمرے سے باہر نکلی۔۔۔۔۔۔

اماں اور آرزو اسے دیکھ کر حیران ہوئی وہ اس وقت گھر میں تھی۔۔۔۔۔ان کی حیرانی دیکھ کر وہ مسکرادی۔۔۔۔۔اور سرپرائز کہہ کر بات کو ٹال دیا۔۔۔۔وہ ناشتہ کرنے کے بعد آرزو کے ساتھ یونیورسٹی آگئی۔۔۔۔۔

سارا دن خود کو بہت نارمل رکھنے کی کوشش کی۔۔۔۔۔۔

ماہی نے یونیورسٹی میں کسی بھی لڑکی کو دوست نہیں بنایا تھا۔۔۔بس وہ صرف تین لوگوں کو جانتی تھی ایک آرزو، ارمان اور تیسری اس کی روم میڈ عمایہ۔۔۔۔۔۔

وہ اپنے سارے لیکچرز لینے کے بعد اس وقت یونیورسٹی کے گراؤنڈ میں بیٹھی تھی۔۔۔۔اچانک کچھ یاد آیا۔۔۔۔۔اس نے اپنا موبائل

نکالا۔۔۔۔اب اس کے ہاتھ تیزی سے کسی کا نمبر ڈائل کر رہے تھے۔۔۔۔۔کچھ دیر بعد رابطہ مل گیا۔۔۔۔۔

سامنے سے کچھ کہا گیا جس کے جواب میں ہیر نے صرف ایک فقرہ بولا۔۔۔۔"آپ کے لیے ایک ضروری کام ہے۔۔۔۔۔آپ کو کچھ پتہ کرنا ہے"۔۔۔۔۔اس کے بعد گراؤنڈ میں ماہیر کی آواز سرگوشی نما ہو گئی۔۔۔۔وہ رازدانہ انداز میں موبائل فون پر کسی کو ہدایات دے رہی تھی۔۔۔۔۔

بات ختم کرنے کے بعد اس نے موبائل بیگ میں رکھا اور ہاسٹل کی جانب چل دی۔۔۔۔۔

وہ جیسے ہی کمرے میں آئی۔۔۔۔کمرے میں شاپنگ بیگز کا انبار لگا تھا۔۔۔۔

عمایہ اور اس کی کچھ دوستیں۔۔۔۔اس کے بیڈ پر بیٹھیں وہ سارے کپڑے کھول کھول کر دیکھ رہیں تھیں۔۔۔۔

ماہی کو سمجھ نہ آیا یہ چل کیا رہا ہے۔۔۔۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر ان سب نے گردن موڑ کر ماہی کی طرف دیکھا۔۔۔۔ان میں سے ایک بولی۔۔۔"ارے ماہی تم بھی آؤ دیکھو ہم ڈیسائڈ کر رہے تھے ارمان اور عمایہ کے ریسپشن پر کون سے ڈریس

پہنیں"۔۔۔۔۔یہ سن کر ماہی کو لگا کہ کسی نے اس کو آگ میں دھکا دے دیا ہو۔۔۔اسے محسوس ہوا کہ وہ زندہ در گور ہو گئی ہے۔۔۔۔۔۔

یہ ریسپشن کہاں سے آگیا؟۔وہ سوچ ہی سکی۔۔۔۔

ماہی کی آنکھوں میں صاف حیرت تھی۔۔۔۔

اب کی بار دوسری اس کی آنکھوں کی حیرت دیکھ بولی۔۔۔۔۔"اسی ویک اینڈ ہے ریسپشن"۔۔۔۔۔

اور ماہی کو لگا کسی نے اس کے سر پر اس کمرے کی ساری چھت دے ماری ہو۔۔۔۔۔

اسے سانس لینے میں دشواری ہونے لگی۔۔۔۔اس کی نظر اچانک عمایہ کی جانب اٹھی۔۔۔۔جس کے چہرے پر زندگی کے سارے رنگ تھے۔۔۔۔اور ماہی کا چہرہ سفید پڑ چکا تھا۔۔۔۔۔

وہ ماہی کا مقدر تھا جو عمایہ کو مل گیا تھا۔۔۔۔۔اس کا بس نہ چلا وہ اس لڑکی کو کہیں غائب کر دے۔۔۔۔۔۔سالوں تڑپی وہ تھی۔۔۔۔۔اور انعام کسی اور کو مل گیا۔۔۔۔۔

سالوں انتظار اس نے کیا تھا مگر پھل کسی اور کی جھولی میں گر گیا۔۔۔۔۔۔"ارے تم تو ارمان کی کزن ہو نا پھر تم بھی لڑکے والوں کی طرف سے شامل ہو گی!!!"۔۔۔۔۔۔

اس سے پہلے وہ مزید کوئی اور بکواس کرتیں ماہی ایک جھٹکے سے کمرے سے باہر نکل گئی۔۔۔۔ پیچھے وہ ارے ارے کرتی رہ گئیں۔۔۔۔

وہ سیدھا ٹیرس پر آئی اور ٹیرس پر زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔۔۔۔۔اس کا دل چاہا وہ دھاڑے مار مار کر روئے۔۔۔۔۔۔پانچ دن بعد وہ شخص کسی اور کا ہونے والا تھا۔۔۔۔۔اسے سانس لینے میں مشکل پیش آنے لگی۔۔۔۔۔وہ روتی رہی روتی رہی یہاں تک کہ اس کی ہچکیاں بند گئیں۔۔۔۔۔

بہت مشکل سے اپنی آنکھوں کے آنسو صاف کر کے وہ واپس کمرے میں آئی۔۔۔۔۔کمرہ خالی دیکھ کر اس نے شکر ادا کیا۔۔۔۔اور اپنے بیڈ پر آ کر لیٹ گئی۔۔۔۔۔اسے اپنی قسمت سے بہت سارے شکوے

تھے۔۔۔اس نے تو اپنی قسمت خود بنانے کا سوچا تھا۔۔۔۔پھر یہ قسمت نے اس کے ساتھ کیا کھیل کھیلا۔۔۔وہ کیا کرے وہ مضبوط بنے۔۔۔یا پھر اپنی آنکھوں کے سامنے اپنا شوہر کسی اور کو دے دے۔۔۔۔یا سچ بتائے۔۔۔اسے کون سا راستہ اختیار کرنا چاہیے اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔۔۔

یہ سب سوچتے ہیں وہ کب سو گئی اسے پتہ نہ چلا۔۔۔۔۔۔

اگر ہم واپس لاہور کے اس گاؤں کی حویلی میں آئیں۔۔۔۔تو یہ رات کا وقت تھا حویلی والے سارے کھانا کھانے کے لیے لاؤنج میں جمع تھے۔۔۔۔۔

وہ ڈائننگ ٹیبل جو ہر وقت باتوں اور قہقہوں کی آواز کے ساتھ گونجتا تھا آج بالکل خاموشی تھی۔۔۔۔سب ایسے کھانا کھا رہے تھے کہ چمچ پلیٹ کی آواز بھی نہیں آ رہی تھی۔۔۔۔۔اتنے میں کسی کے قدموں کی چاپ ابھری۔۔۔۔۔کوئی سیڑھیاں اتر رہا تھا۔۔۔۔۔۔

بے ساختہ ہر شخص کی نظر سیڑھیوں کی طرف گئی۔۔۔۔۔۔

آج انوشہ تین مہینوں کے بعد ڈنر ٹیبل پر آ کر بیٹھ رہی تھی۔۔۔۔۔

کلثوم بیگم اور ابرار حاکم کو لگا جیسے ان کی روح واپس آ گئی ہو۔۔۔۔۔

وہ بہت خوش ہو گئے۔۔۔۔

وہ آئی اور سیدھی ابرار حاکم کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔۔۔۔

اس کرسی پر بیٹھنے کی کسی میں ہمت نہیں تھی۔۔۔۔کیونکہ وہ وارث کی کرسی تھی۔۔۔

سب کی آنکھوں میں حیرت تھی مگر ابرار حاکم نے کوئی حیرانگی نہیں دکھائی۔۔۔۔۔۔

کلثوم بیگم فوراً اپنی چیئر چھوڑ کر اٹھیں۔۔۔۔۔اور انوشہ کے پاس آئیں۔۔۔"میری بیٹی کیا کھائے گی؟"۔۔۔۔۔اس سے پہلے وہ کچھ اور

پوچھتی یا کہتی انوشہ نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں روک دیا۔۔۔۔۔۔

اس سارے میں اس کی آنکھیں صرف ابرار حاکم کی طرف تھیں۔۔۔۔"مجھے کوئی شوق نہیں آپ لوگوں کے ساتھ اس ٹیبل پر بیٹھ کر کھانے کا۔۔۔۔۔مجھے صرف میرے ایک سوال کا جواب چاہیے۔۔۔۔۔راحیلہ جمال کون ہے۔۔۔۔۔۔یا اگر میں یہ کہوں راحیلہ حالکم خان کون تھی؟؟؟"۔۔۔۔۔۔

یہ سننا تھا کہ لاونج میں ہر فرد کو سانپ سونگھ گیا۔۔۔سب سے پہلے ابراج حاکم حقیقت کی دنیا میں آئے۔۔۔۔۔۔"تم جان کر کیا کرو گی تم بچی ہو ان معاملات سے دور رہو کہ وہ کون تھی"۔۔۔۔۔۔

تایا کی بات پر انوشہ نے اپنی سرد آنکھیں ان کی آنکھوں میں گاڑیں۔۔۔۔۔۔"کیا میں نے آپ سے کوئی سوال کیا ابراج خان صاحب۔۔۔۔۔۔جو سب کچھ آپ نے اور آپ کے بیٹے نے میری بہنوں جیسی بھابھی اور میرے بھائی کی بیوی کے ساتھ کیا اس کے بعد آپ امید رکھتے ہیں میں آپ جسے شخص کو مخاطب کروں گی"۔۔۔۔۔۔

انوشہ اتنی اونچی آواز میں گرجی کہ سب حیران رہ گئے۔۔۔۔۔۔"یہ کیا طریقہ ہے بڑوں سے بات کرنے کا؟۔۔۔۔۔اب کے سعدیہ بیگم کی آواز آئی۔۔۔۔۔۔

اب کی بار انوشہ ان کی آنکھوں میں دیکھ استزاہیا مسکرائی۔۔۔"آپ کو بہت جلدی نہیں یاد آگیا یہ بڑے ہیں۔۔۔۔۔جب ان کا بیٹا ماہی کی عزت کے ساتھ کھیل رہا تھا۔۔۔۔اس کے کردار کو داغدار کر رہا تھا۔۔۔تب کہاں تھے یہ بڑے؟۔۔۔۔۔ان کو ایک بار بھی ترس نہ آیا وہ ان کے سگے بھائی کی بیٹی تھی۔۔۔۔۔۔کیا دولت واقع انسان کو اتنا اندھا کر دیتی ہے جتنی اندھی آپ ہو چکی ہیں۔کہ اپنی اولاد کو صحیح اور غلط کی تمیز نہیں سکھا پائی"۔۔۔۔

اب کی بار انوشہ پہلے سے بھی زیادہ اونچی آواز میں ڈارھی۔۔۔"خبردار اگر اب کوئی شخص میرے اور سردار ابرار حاکم کے درمیان بولا۔۔۔۔۔ہاں تو میں پوچھ رہی تھی کہ راحیلہ خان کون تھی۔۔۔۔اگر آپ چاہتے ہیں ہمارے تعلقات کچھ بہتر ہو

جائیں تو آپ کو مجھے ابھی اسی وقت اس سوال کا جواب دینا ہو گا۔۔۔۔ورنہ بھول جائیں آپ کی کوئی بیٹی بھی تھی"۔۔۔۔۔۔۔۔

اب وہ دونوں باپ بیٹی ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔۔۔۔۔"بہن تھی وہ میری"۔۔۔۔۔سردار ابرار حاکم کی آواز لاونج کے در و دیوار میں گونجی۔۔۔۔۔اور سارے بچے حیران رہ گئے۔۔۔۔"کہاں ہیں وہ اس وقت؟"۔۔۔۔۔

اب کے انوشہ نے بنا حیران ہوتے دوسرا سوال کیا۔۔۔۔۔"اپنی پسند کی شادی کر چکی تھی بنا کسی کو کانوں کان خبر ہوئے تو بابا نے اس سے ہر رشتہ ختم کر دیا اب کہاں ہے معلوم نہیں"۔۔۔۔۔۔

اتنا کہنے کے بعد لاؤنج میں سکوت چھا گیا۔۔۔۔"آہاں اصل حقیقت یہ نہیں ہے چلیں اصل حقیقت میں آپ کو بتاتی ہوں"۔۔۔۔۔

جیسے جیسے انوشہ بول رہی تھی ہر شخص حیران ہوتا جا رہا تھا۔۔انوشہ نے ان کو وہ سب سچ بتایا جو ٹرین میں راحیلہ جمال نے ماہی کو بتایا تھا۔۔

بات کے آخر میں انوشہ اٹھی دونوں ہاتھوں کو ٹیبل پر رکھ کر تھوڑا سا جھکی اور ابرار حاکم سے گویا ہوئی۔۔۔"جب آپ ایک اچھے بھائی نہیں بن سکے۔۔۔اپنی بہن اور بھائی کی پسند کی شادی پر ان کے لیے کوئی سٹینڈ نہیں لے سکے۔۔۔جب آپ ایک اچھے تایا نہیں بن سکے۔۔۔ ساری زندگی اس معصوم پر اس حویلی میں ظلم ہوتا رہا آپ نے ایک لفظ نہیں بولا اندھے اور بہرے کو گئے۔۔۔صرف ایک سردار کا حکم اس کی زندگی سنوار سکتا تھا مگر آپ کی لیے وہ کوئی اہمیت رکھتی تو تھا نہ۔۔۔۔تو

پھر آپ۔۔۔۔ایک۔۔۔۔اچھے باپ کیسے ہو سکتے ہیں؟۔۔۔۔جانتے ہیں مجھ میں اور ماہی میں سب سے بڑا فرق کیا ہے؟؟؟"۔۔۔۔

اب وہ سب کو سوالیہ نظروں سے ابرار حاکم کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔"وہ آپ کو تایا سمجھتی تھی۔۔۔۔مگر باپ تو دور آج آپ کی حثیت میرے لیے تایا تک کی نہیں رہی۔۔۔۔آپ صرف ایک سردار ہیں آپ میں اور حاکم خان میں واقعی کوئی فرق نہیں دونوں ہی سنگ دل"۔۔۔۔

یہ کہتے ساتھ وہ اٹھی اور سیڑھیاں چڑھتی ہوئی کمرے میں آئی اور دروازہ لاک کرنے کے بعد بیڈ پر گر گئی دل میں درد اٹھ رہا تھا۔۔۔۔وہ شخص جس کو اس نے سگے باپ سے بڑھ کر چاہا وہ سب سے بڑا بزدل تھا جو اپنوں کے لیے سٹینڈ نہیں لے سکتا۔۔۔۔

پیچھے لاؤنج میں ابرار حاکم کو لگا وہ اگلا سانس نہیں لے پائیں گے۔۔۔۔
ان کی بیٹی ان سے ڈس اون ہو چکی تھی یہ تکلیف دل کو چھنی کر دینے
سے بھی زیادہ تھی۔۔۔۔اس سے پہلے کوئی کچھ بولتا ابرار حاکم اپنے
ازلی انداز میں بولے۔۔۔۔"خبر دار کسی نے میری بیٹی کو ایک لفظ بھی
کہا وہ میرا اور میری بیٹی کا ذاتی مسئلہ ہے کوئی درمیان میں کچھ بھی بولنے
کا حق نہیں رکھتا"۔۔۔۔

اور پھر کس کی ہمت ہونی تھی کہ وہ کچھ کہہ سکتا۔۔۔۔۔۔۔۔
ان کو کوئی فرق نہیں پڑا کے انوشہ کو یہ بات کیسے اور کہاں سے پتہ
چلی۔۔۔۔

اس وقت ماہی یونیورسٹی کے گراؤنڈ میں بیٹھی تھی۔۔۔دو دن مزید گزر گئے تھے۔۔۔۔

اس کی دوبارہ ارمان سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔۔۔۔

دل کی جنگ ویسے ہی جاری تھی۔۔۔۔صرف تین دن اور وہ شخص کسی اور کا ہونے والا تھا۔۔۔۔وہ جسے 15 سالوں سے ماہی اپنا سمجھتی آئی تھی۔۔۔۔

اس میں اور عمایہ میں کیا فرق تھا وہ بس دو دنوں سے یہی سوچتی رہی تھی۔۔۔۔۔۔

ہاں بہت فرق تھا۔۔۔۔وہ بولڈ تھی۔۔۔۔ماہی کی طرح خود کو چھپا کر نہیں رکھتی تھی۔۔ فیشن ایبل تھی۔۔۔کانفیڈینٹ تھی۔۔۔۔ماڈرن تھی۔۔۔۔ شکل صورت میں مناسب تھی۔۔۔۔۔

اور ماہی اس کے پاس پردے کا نور تھا وہ خود کو غیر مردوں سے دور رکھتی تھی۔۔۔۔

اگر حیدر اسے چھوڑ کر ایک ایسی لڑکی کو اپنا رہا تھا تو اسے حیدر کی سوچ پر افسوس ہو رہا تھا۔۔۔۔۔۔

ماہی کو موبائل کی آواز نے سوچوں سے باہر نکالا۔۔۔۔اس کا فون بج رہا تھا۔۔۔۔اس نے فون دیکھا تو انوشہ کی کال تھی۔۔۔۔۔

اس نے کال اٹھا کر موبائل فون کان سے لگایا تو اس کی سماعت میں انوشہ کے الفاظ پڑے۔۔۔۔۔"کام ہو گیا ماہی۔۔۔۔تم بالکل ٹھیک کہہ رہی تھی وہ ہماری پھپو ہی ہیں۔۔۔۔۔اب تو بتا دو مجھے تمہیں یہ سب کیسے پتہ چلا اور چل کیا رہا ہے تمہارے دماغ میں۔۔۔۔۔تم جانتی ہو نا تمہارا وہاں جانے کا مقصد کیا تھا؟؟؟"۔۔۔۔۔

انوشہ کی آواز سن کر کچھ دیر تو ماہی کچھ بول نہیں پائی۔اسے جو تھوڑا بہت شک تھا وہ بھی دور ہو گیا۔۔۔بہت دیر بعد وہ بولی۔۔۔"آپی میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا میں آپ کے بھائی کو ڈھونڈ چکی ہوں"۔۔۔۔

یہ سن کر کچھ دیر توانوشہ کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔۔۔۔"تم سچ کہہ رہی ہو ناماہی تمہیں بھائی مل گئے ہیں نہ"۔۔۔۔۔

اس کی آواز میں واضح خوشی شامل تھی۔۔۔۔"ہاں میں سچ کہہ رہیں ہوں آپی۔۔۔۔ارمان ہی حیدر ہے"۔۔۔اب کی بار انوشہ کو جھٹکا لگا۔۔۔۔"وہ۔۔۔۔وہ۔۔۔میرے بھائی ہیں"۔۔۔۔

اب کی بار آواز میں حیرت بھی تھی۔۔۔۔"ہاں آپی میں جس شخص کو ڈھونڈنے کے لیے اس شہر میں آئی تھی وہ ارمان"۔۔۔۔۔۔اس سے پہلے ماہی اپنی بات مکمل کرتی اسے لگا جیسے اس کے پیچھے کوئی کھڑا ہے۔۔۔۔۔"میں آپ سے بعد میں بات کرتی ہوں"۔۔۔۔۔"ماہی میری بات سنو"۔۔۔۔۔مگر ماہی فون کاٹ چکی تھی۔۔۔۔۔

چہرے کو نارمل کر کے پیچھے مڑ کر دیکھا تو پیچھے آنکھوں میں حیرت لیے عمایہ کھڑی تھی۔۔۔۔اس سے کچھ ہی دور ارمان اور اس کے پیچھے آرزو اس کی طرف چلتے ہوئے آرہے تھے۔۔۔۔۔

وہ عمایہ کے چہرے سے جان سکتی تھی کہ وہ ساری باتیں سن چکی ہے جو وہ انوشہ سے کر رہی تھی۔۔۔۔۔

ماہی نے اپنا بیگ پکڑا موبائل اس میں ڈالا اور کھڑی ہو گئی۔۔۔۔۔"یہ تم ارمان کے بارے میں کس سے باتیں کر رہی تھی"۔۔۔۔۔۔وہ جو اپنا بیگ بند کر رہی تھی۔۔۔عمایہ کی حیران آواز پر سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔

اس وقت ماہی کی آنکھوں میں سرد پن تھا۔۔۔"میں جس سے جو مرضی بات کروں آپ کو اس سے کیا لینا دینا!!"۔۔۔۔۔۔ماہی نے پہلی بار اس طرح اجنبی لہجے میں عمایہ سے بات کی تھی۔۔۔۔ارمان جو قریب آرہا تھا وہ ان کی یہ باتیں سن چکا تھا۔۔۔۔آرزو تھوڑا پیچھے تھی۔۔۔۔

ماہی کو جیلس ہوتا دیکھ ارمان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی جسے وہ بہت مہارت سے چھپا گیا۔۔۔۔"تم جس کام سے آئی تھی وہ ہو گیا عمایہ"۔۔۔ارمان عمایہ سے سوال پوچھ رہا تھا۔۔۔۔"ہاں بس وہ میں"۔۔۔۔۔۔"چھوڑو تم سے کچھ نہیں ہوتا"۔۔۔۔۔۔

ارمان نے اپنی پاکٹ سے ایک کارڈ نکالا۔۔۔۔اب وہ اسے ماہی کی طرف بڑھا رہا تھا۔۔۔۔

ماہی نے ناسمجھی سے اس کی طرف دیکھا۔۔۔۔عمایہ فورا بولی" یہ میرا اور ارمان کے ریسیپشن کا انوٹیشن کارڈ ہے۔۔۔۔ہم تمہیں انوائٹ کرنے آئے تھے"۔۔۔۔۔

یہ سن کر ماہی کے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ آئی۔۔۔۔"آپ کو لگتا ہے آپ کو مجھے انوائٹ کرنے کی ضرورت ہے!!۔۔۔۔

میں ہوسٹ ہوں۔۔۔۔آپ کے اس تھرڈ کلاس انویٹیشن کے بنا ہی میں خود اپنی مرضی سے ہی ریسیپشن میں موجود ہوں گی"۔۔۔۔۔

ارمان حیران ہو رہا تھا آج اس کو ہو کیا گیا۔۔۔۔ایسا لگ رہا تھا جیسے اس نے مرچیاں چبالی ہوں۔۔۔۔۔۔

اس سے پہلے وہ تینوں مزید کچھ بولتے آرزو آئی اور سیدھا ماہی کا ہاتھ پکڑا اور بولی۔۔۔"چلو ماہی میرے پاس ٹائم نہیں ہے ہمیں ابھی ریسیپشن کے ڈریسز لینے کے لیے جانا ہے"۔۔۔۔۔۔

ماہی نے بنا کچھ کہے اپنا بیگ کندھے پہ ڈالا اور آرزو کے ساتھ چل پڑی۔۔۔۔۔

پیچھے عمایہ حیرت سے اس کی پشت دیکھتی رہ گئی۔۔۔۔۔"آخر میں نے ایسا کیا کہہ دیا!!۔۔۔۔۔

میں نے خود سنا تھا وہ کسی سے فون پر بات کر رہی تھی کہ میں ارمان کے لیے اس شہر میں آئی ہوں"۔۔۔۔

انداز ایسا تھا جیسے ارمان اور ماہی میں پھوٹ پڑوانا چاہتی ہو۔۔۔۔۔۔"وہ سچ ہی تو کہہ رہی تھی"۔۔۔اب کی بار عمایہ کو حیرت کا جھٹکا لگا۔۔۔۔۔"مطلب"!؟؟۔۔۔۔۔۔

اب کی بار ارمان نے اپنی کالی آنکھیں اس کی آنکھوں میں گاڑیں اور سرد لہجے میں بولا۔۔۔۔"آج کے بعد اس سے بد تمیزی کرنے کی کوشش مت کرنا۔۔۔ورنہ اس شو میں میری کو سٹارٹ ہونے کی وجہ سے جو تم ہواؤں میں اڑ رہی ہو۔۔۔ایک منٹ میں تمہیں نیچے گرادوں گا"۔۔۔۔۔یہ حیدر کی ڈارک سائیڈ تھی۔۔۔۔

بے ساختہ عمایہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سن سناہٹ دوڑ گئی۔۔۔۔۔"میں نے ایسا کیا کہہ دیا میں نے کون سا اس سے اس کا کوئی خاص چھین لیا

ہے"۔۔۔۔۔۔"کوشش کر رہی ہو مگر چھین نہیں

سکتی"۔۔۔۔۔ارمان نے جواب دیا اور فورا چل پڑا۔۔۔۔۔پیچھے عمایہ

سوچتی رہ گئی۔۔۔۔کچھ تو گڑ بڑ ہے شیزا کو بتانا پڑے گا۔۔۔۔۔۔

ماہی اور آرزو نے اپنے لیے ریسپشن کے ڈریسز لے لیے تھے۔۔۔۔اور ماہی نے کس قدر دل پر پتھر رکھ کر یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ خاموش رہے گی۔۔۔۔یہ ایک بہت مشکل فیصلہ تھا۔۔۔۔

مگر وہ سوچ چکی تھی اگر اس کی قسمت میں ہوا تو اسے وہ شخص مل جائے گا ورنہ شاید اس کا انتظار ساری زندگی قسمت میں لکھا رہنا تھا۔۔۔۔۔

آخر دو دن گزر گئے اور وہ دن بھی آگیا۔۔۔۔۔جس دن ریسپشن طے تھا۔۔۔۔ماہی یہ دو دن کہیں نہیں گئی اپنے ہاسٹل کے کمرے سے بھی باہر نہیں نکلی۔۔۔۔۔

دو دن اس نے رو رو کر اپنا حال برا کر لیا۔۔۔۔۔سر درد اور بخار سے اس کی حالت بری ہو گئی

ان لوگوں کی ساری شوٹنگ ہو چکی تھی بس لاسٹ ریسپشن کی شوٹنگ رہتی تھی جو کراچی کے ایک ہوٹل میں ہونی تھی۔۔۔۔

یہ کراچی کے ایک خوبصورت ہوٹل کا منظر تھا۔۔۔۔۔

ہر طرف رنگ برنگے کپڑوں میں لڑکیاں تتلیاں بنی چل پھر رہی تھیں۔۔۔۔۔

دوسری طرف بوائز گیدر رنگ کے ساتھ کھڑے تھے۔۔۔۔۔

ارمان اور عمایہ سٹیج پر تھے۔۔۔۔

ارمان نے ڈارک بلو کلر کا تھری پیس ڈریس پہنا تھا۔۔۔۔جو اس کی وجاہت پر بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔۔۔۔وہ آج دوگناہ ہینڈسم لگ رہا تھا۔۔۔۔

اور عمایہ ٹی پنک کلر کی میکسی میں ملبوس تھی

ان کی شوٹنگ تقریباہو چکی تھی۔۔۔۔۔

ماہی جان بوجھ کر ابھی تک نہیں پہنچی تھی۔۔۔۔وہ صرف آخری لمحات میں برائے نام جاناچاہتی تھی۔۔۔۔

وہ آرزو کے ساتھ اس کی گاڑی میں آرہی تھی۔۔۔۔۔آنکھیں بند کیے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھی تھی۔۔۔۔۔جیسے جیسے گاڑی منزل کی طرف بڑھ رہی تھی ویسے ویسے ماہی کو اپنی سانسیں تنگ ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔۔وہ کیسے ان دونوں کو دیکھے گی۔وہ نہیں جانا

چاہتی تھی۔۔۔اس کی آنکھوں کے سامنے کچھ گھنٹے پہلے کا منظر گھوما۔۔۔۔۔

وہ چار گھنٹے پہلے جمال ولا میں آئی تھی۔۔۔۔۔

اس کی طبیعت خرابی دیکھ کر اماں نے اسے کافی ڈانٹا۔۔۔وہ اپنا خیال ٹھیک سے رکھتی نہیں تھی۔۔۔"آخر اپنا خیال کیوں نہیں رکھتی"۔۔۔۔۔۔اماں اسے غصے سے بول رہی تھیں۔۔۔۔۔"کس کی خاطر اپنا خیال رکھوں!!!۔۔۔۔۔جو بھی اپنے تھا سب تو چھوڑ کر جا رہے ہیں"۔۔۔۔۔"آخر ایسا بھی کیا ہے تمہارے ماضی میں کہ اتنی سی عمر میں اتنے غموں کے بوجھ لے کر بیٹھ گئی ہو۔۔۔۔۔

کبھی کبھی میرا دل چاہتا ہے تمہارا ماضی جانوں آخر مجھے پتہ چلے تمہیں کیا دکھ ہے۔۔۔کیا تم مجھے اپنا نہیں سمجھتی اگر سمجھتی ہو تو مجھے بتا سکتی ہو"۔۔۔۔۔

وہ ان کی بات سن کر ساکت رہ گئی کافی دیر تک وہ کچھ نہ بولی۔۔۔۔۔

اماں اس کی حالت سمجھتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گئیں اس سے پہلے وہ دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھتیں ماہی کی آواز کمرے میں گونجی "پھوپھو"۔۔۔۔۔۔اور راحیلہ جمال کو لگا کہ وہ اگلا قدم نہیں اٹھا پائیں گیں۔۔۔۔۔"آپ میری پھپھو ہیں۔۔۔۔۔میں آپ کے بھائی سلیمان حاکم خان کی بیٹی ماہیر سلیمان ہوں"۔۔۔۔۔اور پھپھو کو لگا

جیسے کسی نے ان کے قدم پکڑ لیے ہوں۔۔۔۔۔وہ کتنی ہی دیر بے حس و حرکت ویسے ہی کھڑی رہیں۔۔۔۔۔

جب وہ واپس مڑی تو ان کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔۔۔۔۔ماہی کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے۔۔۔۔۔

آج راحیلہ جمال کو سمجھ آیا ان کو ماہی کی آنکھیں سلیمان جیسے کیوں لگیں تھی۔۔۔۔

وہ بے ساختہ آگے بڑھیں اور ماہی کو گلے لگا لیا۔۔۔۔۔ان کے گلے لگ کر ماہی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔۔۔۔۔پھر روتے ہوئے اپنی ساری زندگی کی کہانی سنا دی۔۔۔۔۔یہ بھی کہ وہ ارمان کی بیوی

ہے۔۔۔۔اور پھوپھو کو آج سمجھ آیا کہ وہ اتنی تکلیف میں کیوں تھی۔۔۔۔

اس کے بعد وہ آرزو کے ساتھ ریسپشن پہ آگئی۔۔۔۔آرزو نے زبردستی اسے پارلر سے تیار کروایا تھا۔اسے اپنے غم میں اتنا بھی ہوش نا رہا کہ پھپھو ریسیپشن پر آئیں ہی نہیں۔۔۔۔۔یہ اصل ریسیپشن ہوتا تو ہی وہ آتیں۔۔۔۔مگر ماہی کچھ بھی سوچنے سمجھنے سے قاصر تھی۔۔۔۔وہ صرف اپنے غم میں ڈوبی تھی۔۔۔۔

گاڑی منزل پہ آکر رک چکی تھی۔اور ماہی کی ساری سوچیں ٹوٹ چکی تھیں۔۔۔۔۔وہ گاڑی سے اتری۔۔۔۔۔

آرزو گاڑی پارک کرنے چلی گئی۔وہ ہمت کر کے حال کے اندر داخل ہوئی۔۔۔۔وہ اس وقت بلو کلر کی پیروں تک چھوتی فراک نما میکسی میں تھی۔۔۔۔۔اس پر بہت خوبصورت سلور کام ہوا تھا۔۔۔۔۔پیروں میں سلور کھسہ پہنے سر پر سلور حجاب۔۔فروک کے ساتھ کا ہم رنگ دوپٹہ پیچھے بازوؤں پر ڈالے۔۔۔ہاتھوں پر مہندی لگائے بازوؤں میں ہم رنگ چوڑیاں پہنے۔۔۔۔۔میک اپ کیے وہ حد سے زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔

ارمان حیدر کی نظر کسی خاص احساس کے تحت اینٹرنس کی طرف اٹھی۔۔۔۔۔اور اس کی ساری دنیا رک گئی۔۔۔۔۔وہ مبہوت زدہ اسے دیکھتا رہ گیا۔اسے لگا جیسے کوئی پری آسمان سے اتاری گئی ہو اور وہ سیدھا ارمان کے دل میں اتر رہی ہو۔۔

ماہی آس پاس کے سارے ماحول کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔وہ زندگی میں پہلی بار اس طرح کسی فنکشن میں آئی تھی۔۔۔۔۔پھر اس کی نظر ایک جگہ ٹھہر گئی۔۔۔۔۔۔سامنے سے ارمان احمد سٹیج سے اترتا ہوا اس کی طرف آرہا تھا۔۔۔۔۔۔

وہ دونوں چلتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف بڑھ رہے تھے۔۔۔۔۔سالوں بعد دوبارہ آمنے سامنے۔۔۔۔

اور کوئی ماہی سے پوچھتا اس کا دل اس وقت کس تکلیف میں تھا۔۔۔۔۔وہ تکلیف اسے اپنی ماں اور باپ کے مرنے پر بھی نہیں ہوئی تھی۔۔۔۔۔وہ تکلیف اسے تایا اور تائی کے جانے پر یا ان کی موت پر بھی نہیں ہوئی تھی۔۔۔۔۔

وہ تکلیف اس وقت اسے حیدر سے جدائی پر بھی نہیں ہوئی تھی۔۔۔۔وہ تکلیف اس وقت اسے 14 سالوں کی اذیت سہتے ہوئے بھی نہیں ہوئی تھی۔۔۔۔جو آج اس وقت اس شخص کو کسی اور کا ہوتا ہوا دیکھ ہو رہی تھی۔۔۔۔۔اس نے کس مشکل سے اپنے آپ پر قابو کیا تھا وہی جانتی تھی۔۔۔۔آنکھیں بغاوت کرنے پر تیار تھیں۔۔۔۔۔

وہ فاصلہ آہستہ آہستہ کم ہو رہا تھا۔۔۔۔مگر جیسے جیسے ان کے قدموں کا فاصلہ کم ہو رہا تھا ویسے ویسے ماہی کو وہ فاصلہ حیدر سے دور لے جاتا جا رہا تھا۔کسی نے اس کا دل بہت زور سے مٹھی میں جکڑا تھا۔۔۔

اس نے یہ کبھی سوچا ہی نہیں کے اتنے سال گزر گئے حیدر اسے بھول بھی تو سکتا تھا۔۔۔اس کے دور دور تک خیال میں نہ تھا کہ جب وہ اس کے روبرو آئے گی۔۔۔تب وہ اسے یاد بھی نہیں ہو گی۔۔۔۔حیدر اسے بھول گیا تھا۔۔۔۔

آخر درمیان میں 14 سال آئے ہیں۔۔۔یہ بہت بڑا فاصلہ تھا۔۔۔۔مگر وہ تو آج بھی وہیں کھڑی تھی جہاں 6 سال کی عمر میں تھی۔۔۔مگر حیدر آگے بڑھ چکا تھا۔۔۔۔وہ ٹھہر گئی اور حیدر گزر گیا۔۔۔۔وہ کیا گزرا ماہی کا سب کچھ ٹھہر گیا۔۔۔۔

اس نے کبھی سوچا نہ تھا جس شخص کو حاصل کرنے کے لیے وہ یہاں آئی تھی اسے کسی اور کے ساتھ اس طرح دیکھنا پڑے گا۔اسے اپنا دل بہت زور سے سینے میں کہیں ڈوبتا محسوس ہو رہا تھا کہ حد نہیں۔۔۔۔

کیا یہی انجام ہونا تھا اس کی لا محدود محبت کا؟؟؟۔۔۔۔وہ محبت جو وہ ساری زندگی حیدر سے کرتی آئی تھی۔۔۔۔اور شاید آخری سانس تک کرتی رہے گی۔۔۔۔!؟۔۔۔۔

حاصل

وہ دونوں آمنے سامنے سے چلتے ہوئے آرہے تھے۔۔۔۔۔

دونوں آس پاس سے بے نیاز صرف ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے چل رہے تھے۔۔۔۔۔۔

ماہی کے دل میں بے ساختہ یہ بات آئی کہ جس شخص کو وہ حاصل کرنے کے لیے یہاں تک آئی تھی اب وہ اس کے لیے لاحاصل ہو چکا تھا۔۔۔۔۔

اور ارمان حیدر یہ سوچ رہا تھا کہ آج اس نے اپنی ہیر کو حاصل کر لیا ہے۔۔۔۔۔۔

آخر فاصلہ ختم ہو گیا وہ دونوں ایک دوسرے کے روبرو کھڑے تھے۔۔۔۔۔۔

ارمان ساری دنیا سے بے نیاز بس اس کا حسین چہرہ دیکھے جا رہا تھا۔۔۔۔آج سے پہلے وہ اسے اتنی خوبصورت کبھی نہیں لگی تھی۔۔۔۔۔مگر سادگی میں اس کا حسن اس سے بھی زیادہ پیارا تھا۔۔۔۔۔

اور وہ آج بھی ارمان بنا ہوا تھا۔۔۔۔اپنی ہیر کا حیدر ہوتا تو اپنی اصلی آنکھوں کے ساتھ آتا ان نقلی آنکھوں کے ساتھ نہیں۔۔۔۔

ارمان حیدر خان ماہیر خان کے 14 سال پہلے بچپن کا خواب تھا۔۔۔۔اور آج وہ خواب اس طرح ٹوٹا تھا کہ اس کی کرچیاں ماہیر کو

اندر باہر ہر جگہ سے زخمی کر گئیں تھیں۔۔۔اسے اپنے دل میں کرچیاں چبتی ہوئی محسوس ہو رہیں تھیں۔۔۔۔

آج اس شخص نے اپنی بے وفائی ثابت کر دی تھی۔۔۔۔۔وہ شخص جو کہا کرتا تھا میں صرف تمہارا ہوں۔۔۔۔۔آج اس کے سامنے کسی اور کا ہو کر کھڑا تھا۔۔۔اور یہ تکلیف ماہیر خان کے برداشت کی حدود کو پار کر چکی تھی۔۔۔۔۔۔

وہ دونوں خاموش کھڑے تھے۔۔۔۔۔۔پھر اس خاموشی کو ماہی کی آواز نے توڑا۔۔۔۔"کونگریچولیشنز مسٹر ارمان"۔۔۔۔۔۔ارمان بے ساختہ مسکرایا۔۔۔۔"ویلکم مس ماہیر"۔۔۔۔۔اور ماہی کی ساری

دنیاساکت ہوگئی۔۔۔۔اس نے ماہی نہیں اس نے ماہیر کہا۔۔۔۔۔یہ سب۔۔۔۔۔ایسا کیسے ہو سکتا ہے کیا وہ جان گیا تھا۔۔۔ نہیں وہ کیسے جان سکتا ہے۔۔۔۔۔

اس نے تو کسی کو بھی اپنا پورا نام نہیں بتایا تھا۔۔۔۔۔اس کی آنکھوں میں حیرت دیکھ ایک بار پھر ارمان دل کھول کر مسکرایا۔۔۔۔۔اور اس کی گال کا گڑھا واضح ہوا۔۔۔۔۔اور ماہی کو بچپن میں حیدر کا وہ ڈمپل یاد آگیا۔۔۔۔۔اس نے ارمان کے ڈمپل کو آج غور سے دیکھا تھا پہلے کبھی اس کا دھیان ہی نہیں گیا۔۔۔۔۔۔

ماہی کی سوچیں بس اپنے نام کی طرف جا رہی تھی۔۔۔۔۔ہو سکتا ہے اس نے کہیں میرا نام پورا لکھا پڑھ لیا ہو۔۔۔۔۔وہ کیسے جان سکتا

ہے۔۔۔۔۔اگر جان گیا ہوتا تو یہاں اس طرح کسی اور عورت کا بن کر نہ کھڑا ہوتا۔۔۔۔

یہ سب سوچتے ہوئے ماہی کی نظر بے ساختہ سٹیج کی طرف اٹھی۔۔۔۔۔جہاں عمایہ اپنی دوستوں کی سنگت میں ان کی باتوں پر دل کھول کر مسکرا رہی تھی۔۔۔۔۔اور ماہی کو لگا جیسے کسی نے اس کے دل میں خنجر گھونپ دیا ہو۔۔۔۔۔

ارمان اس کی آنکھوں میں صاف تکلیف دیکھ سکتا تھا۔۔۔۔مگر آج وہ سوچ چکا تھا۔۔۔۔کہ وہ اپنی بیوی کو اس سارے میرج ہال کے سامنے اپنائے گا۔۔۔۔۔۔

وہ بس یک ٹک اس دلہن بنی لڑکی کو دیکھے جا رہی تھی۔۔۔۔اور حیدر بنا پلک جپکائے اسے۔۔۔۔۔۔ماہی کو وہ لڑکی اس وقت دنیا کی خوش نصیب لڑکی لگ رہی تھی۔۔۔۔اور حیدر کو اپنی ہیر اس کی دنیا کی بہترین لڑکی لگ رہی تھی۔۔۔۔۔

اس کی نظروں کے ارتکاز کو ارمان کی آواز نے توڑا۔۔۔۔"تمہیں ارینجمنٹس کیسے لگے؟"۔۔۔۔۔۔ماہی نے اپنی نظروں کو اس کی طرف گھمایا۔۔۔

وہ سمجھ نہ سکی آخر اس وقت اس بے تکے سوال کا کیا مطلب تھا۔۔۔۔۔ اس سے پہلے ماہی کچھ بولتی اس کے ہاتھ میں موجود اس کا فون بج اٹھا۔۔۔۔۔

وہ ہڑ بڑا گئی۔۔۔۔انوشہ کی کال آ رہی تھی۔۔۔۔۔

اور ارمان حیدر نے اپنی آنکھوں سے صاف دیکھا سکرین پر انوشہ آپی جگمگا رہا تھا۔۔۔

اس نے فورا موبائل سکرین کو بند کیا۔۔۔۔ارمان نے خود کو لاپرواہ ظاہر کیا۔۔۔۔۔

مگر کچھ ہی پل گزرے جب اس کے ہاتھ میں موجود فون پھر تھڑ تھرا اٹھا۔۔۔۔۔

وہ ارمان کو بنا کچھ کہے ایک سائیڈ پر چلی گئی اور فون کان سے لگایا۔۔۔۔۔ارمان نا محسوس انداز میں اس کے پیچھے چلا گیا۔۔۔۔۔۔

ماہی کے فون کان سے لگاتے ہی انوشہ کی گرجدار آواز کانوں میں پڑی۔۔۔۔۔"ماہی تم کہاں تھی میں تمہیں دو دن سے فون کر کر کے تھک چکی ہوں۔۔۔۔۔تم نے کہا تمہیں بھائی مل گئے ہیں اس وقت کہاں ہیں۔۔۔۔۔بتاؤ نا کیا واقعی ارمان میر ابھائی ہے؟"۔۔۔۔۔

ماہی جان نہ سکی اس کے پیچھے ہی ارمان کھڑا تھا مگر ایک فاصلے پر۔۔۔۔۔"ہاں آپی یہی سچ ہے وہ آپ کے بھائی ہیں۔۔۔۔۔میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔۔۔۔آپ فکر نہ کریں میں اپنے باقی سارے وعدے پورے کروں گی۔۔۔۔۔مجھے اچھے سے یاد ہے میں نے آپ

سے وعدہ کیا تھا میں انہیں حویلی واپس آپ سے ملوانے لے کر آوں گی۔۔۔۔۔مجھے وہ وعدہ بھی یاد ہے میں نے جو دادی سے کیا تھا میں یہ ثابت کروں گی ان کا پوتا زندہ ہے۔۔۔۔۔مجھے وہ وعدہ بھی یاد ہے جو میں نے تایا سے کیا تھا میں ثابت کروں گی ان کا بیٹا سرداری کے معاملات سے دور رہے گا"۔۔۔۔۔

بات کے آخر تک ماہی کی آواز بھیگ گئی۔۔۔۔"ماہی کیا تم ان سے ملی تم نے ان کو بتایا کہ تم ہی ان کی ہیر ہو!!"۔۔۔۔

یہ سننا تھا کہ ماہی مزید تیزی سے بے آواز رونے لگی۔۔۔۔"آپی اب ان سب کی کوئی ضرورت نہیں"۔۔۔۔۔"کیا مطلب کوئی ضرورت نہیں وہ تمہیں پہچان گئے ہیں کیا"۔۔۔۔۔اس سوال پر ماہی کو اپنی

روح جسم سے نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔۔۔۔"نہیں آپی وہ شخص اب لاحاصل ہو چکا ہے۔۔۔۔۔جس کی خاطر میں نے اس حویلی میں اتنے بدتر دن دیکھے وہ شخص آج کسی اور کا ہو چکا ہے"۔۔۔۔۔

اور پیچھے کھڑے ارمان کو لگا جیسے کسی نے اس کے چہرے پر کھولتا ہوا تیل ڈال دیا ہو۔۔۔۔۔

انوشہ یہ سن کر حیرت کی زیادتی سے گنگ ہو گئی۔۔۔۔"ماہی کیا بول رہی ہو وہ کیسے کسی اور کے ہو سکتے ہیں تم ان کی بیوی ہو تم کیسے اپنے شوہر سے ڈس اون ہو سکتی ہو"۔۔۔۔۔

ماہی کے رونے میں اور تیزی آگئی۔۔۔اب وہ روتے ہوئے بہت مشکل سے بولی۔۔۔۔"آپی آپ یہ کہہ رہی ہیں میں ڈس اون کر چکی ہوں۔۔۔۔میں اپنے حیدر سے ڈس اون ہو سکتی ہوں۔۔۔۔۔کیا آپ نہیں جانتی میں نے اس حویلی میں کتنے تکلیف دہ دن اور کتنی اندھیری راتیں گزاری ہیں۔۔۔۔۔اگر میں نے دن رات ان حویلی والوں کے تھپڑ کھائے تو صرف اس وجہ سے کہ ایک دن حیدر مجھے اس حویلی کے ظالم ماحول سے رہائی دلوادیں گے۔۔۔۔۔

میں نے اس حویلی میں اپنے مرے ہوئے ماں باپ کے بارے میں تکلیف دہ باتیں سنیں مگر پھر بھی برداشت کیا۔۔۔۔کیونکہ مجھے صرف حیدر کا انتظار تھا۔۔۔۔

مگر وہ شخص کبھی نہیں آیا۔۔۔۔۔

میری زندگی اس دن تباہ ہوئی۔۔۔۔جس دن حویلی میں اس فواد خان نے قدم رکھا۔۔۔۔۔

اس شخص نے مجھ پر غلیظ نظریں رکھیں۔۔۔۔اس نے میری عزت کے ساتھ۔۔۔۔۔۔"۔۔۔۔۔۔

ماہی کے رونے میں مزید روانی آگئی۔۔۔۔"میں نے اپنی عزت کو بچایا اس فواد نے بچپن کی اس چوٹ کو اپنی انا کا مسئلہ بنالیا۔۔۔۔اس نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا۔۔۔۔۔۔مگر میں نے اسے اپنی عزت کے ساتھ کھیلنے کا موقع نہیں دیا تو اس نے ساری حویلی والوں کے سامنے بدکردار ثابت کر دیا۔۔۔۔اور ابرار حاکم نے میرے نکاح کا فیصلہ کر دیا۔۔۔۔وہ سب میرا زبردستی نکاح پر نکاح کروانے والے تھے دادی کی موت کی وجہ سے مجھے وقت مل گیا۔۔۔۔

اگر آپ مجھے اس حویلی سے نہ بھگاتی۔۔۔۔تو آج شاید میری زندگی تباہ ہو چکی ہوتی۔۔۔۔۔مجھے حیدر سے بہت ساری شکایتیں تھیں۔۔۔مگر میں نے پھر تایا کا وہ خط پڑھا۔۔۔جس میں وہ مجھے بتا کر گئے تھے کہ حیدر ان سے کیے وعدے کی وجہ سے کبھی حویلی نہیں آسکے۔۔۔۔۔میرے سارے گلے شکوے دور ہو گئے۔۔۔۔۔مگر کیا ہوا آپی وہ شخص مجھے بھول گیا۔وہ کہتے تھے میں ان کی دنیا ہوں۔۔۔۔آج میں ان کی دنیا میں کہیں بھی نہیں ہوں۔۔۔۔وہ اپنی ہیر کو بھول کر آج کسی اور کے ارمان بن چکے ہیں۔۔۔۔

وہ میرے حیدر نہیں ہیں وہ کبھی میرے حیدر تھے ہی نہیں۔۔۔۔۔اس شخص نے مجھے آج اندر سے توڑ کے رکھ دیا

ہے۔۔۔۔۔میں نے اسے ڈس اون نہیں کیا۔۔۔۔وہ مجھے ڈس اون کر چکا ہے۔۔۔آج اس شخص کا ریسپشن ہے وہ بھی کسی اور لڑکی کے ساتھ۔۔۔۔۔اور آپ کہتی ہیں میں ڈس اون کر چکی ہوں"۔۔۔۔۔

یہ کہتے ساتھ ماہی کی ہچکیاں بند گئیں اس کی ہمت ختم ہو گئی۔۔۔۔۔اس کے ہاتھ کپکا اٹھے۔۔۔۔اس کے دل میں درد اٹھا۔۔۔۔۔اس کے ہاتھوں سے موبائل گرا۔۔۔۔۔اور پیچھے کھرا ارمان تو پتھر بن چکا تھا۔۔۔۔۔اس پر آج جو سچائی کھلی تھی اس کا دل کیا خود کو جان سے مار دے۔۔۔۔۔اس کی بیوی اس قدر تکلیف میں تھی اور وہ اس وعدے کو کیوں نہیں توڑ پایا۔۔۔۔۔۔

اور دیکھتے ہی دیکھتے ماہی کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔۔۔۔اور وہ اس سے پہلے زمین بوس ہوتی۔۔۔۔ارمان کے جسم میں حرکت ہوئی اور وہ آگے بڑھا ماہی اس کے بازؤں میں جھول گئی۔۔۔۔۔۔

ارمان کو لگا جیسے کسی نے اس کی جان نکال دی ہو۔۔۔۔"ہیر آنکھیں کھولو ہیر"۔۔۔۔۔وہ اس کے گال تھپتھپا رہا تھا۔۔۔۔۔مگر وہ آنکھیں نہیں کھول رہی تھی۔۔۔۔۔"میری جان دیکھو میں تمہارے سامنے ہوں تمہارا حیدر"۔۔۔۔مگر اس کے جسم میں کوئی حرکت نا ہوئی۔۔۔۔"ہیر"۔۔۔۔۔۔وہ اتنی شدت سے چلایا کہ ہال میں ہر شخص اسی طرف متوجہ ہو گیا۔۔۔۔۔

اس کی حواس کام کرنا چھوڑ گئے تھے۔۔۔سب سے پہلے آرزو بھاگتی ہوئی اس کی طرف آئی۔۔۔۔۔اس نے ہیر کو اپنے بازوؤں میں اٹھایا اور اینٹرنس سے باہر کی طرف بھاگا۔۔۔۔آرزو اس کے ساتھ تھی۔۔۔۔۔وہ فوراً اسے لے کر ہاسپٹل پہنچے۔۔۔۔

وہ اسے اپنی باہوں میں اٹھائے ہسپتال لایا۔۔۔اس وقت ڈاکٹر اس کا چیک اپ کر رہے تھے اور وہ باہر اضطرابی کیفیت میں چکر پر چکر لگا رہا تھا۔۔۔دماغ میں اس کی ساری باتیں چل رہیں تھیں۔۔۔۔وہ کتنی تکلیف اور اذیت برداشت کر کے یہاں تک اس کے پاس پہنچی تھی۔۔۔۔۔

حویلی والے تو جانوروں سے بھی بدتر نکلے۔۔۔۔۔"تم سب کو میں خون کے آنسو رولاؤں گا۔۔۔تم سب سے میں اپنی ہیر کی ایک ایک تکلیف اور اذیت کا بدلہ لوں گا۔۔۔۔۔تم سب کو میری بیوی کو تکلیف پہنچانے سے پہلے یہ سوچنا چاہیے تھا کہ وہ ارمان حیدر کی بیوی ہے۔۔۔۔اب تم سب میرے قہر سے ڈرو"۔۔۔۔۔۔وہ غصے سے چکر پر چکر کاٹتے ہوئے اونچی آواز میں بول رہا تھا۔۔۔۔

اور آرزو اپنے بھائی کا ایسا روپ اور یہ باتیں سن کر اندر تک کانپ گئی تھی۔۔۔۔۔اسے آج سمجھ آگئی کہ ماہی کیوں اس دن ارمان کے بارے میں سب کچھ جاننے کے لیے بے چین تھی۔۔۔

ماہی اپنے جس شوہر کی بات کر رہی تھی۔۔۔وہ کوئی اور نہیں ارمان ہی تھا۔۔۔اس نے کبھی ارمان کو اتنے غصے میں نہیں دیکھا تھا۔۔۔ہاں جب بات خاندان کی بیٹیوں کی عزت کی آتی تو وہ ایسے ہی غصے میں آجاتا تھا۔۔۔

مگر آج اسے اپنی بیوی کے لیے اتنا پوزیسو دیکھ کر وہ خود حیران تھی۔۔۔مطلب جس طرح ماہی کے لیے وہ شخص اہمیت کا حامل تھا اسی طرح ارمان کے لیے وہ اتنی ہی اہم تھی۔۔۔

وہ دونوں بہن بھائی اپنی اپنی سوچوں میں گم تھے۔۔۔۔جب دروازہ کھلا اور ڈاکٹر باہر نکلی۔۔۔

ارمان بے تابی سے ڈاکٹر کی طرف بڑھا۔۔۔"میری بیوی کیسی ہے؟۔۔۔وہ ٹھیک تو ہے نہ؟"۔۔۔اسکے لہجے میں ماہیر کے لیے بے پناہ محبت تھی جو آرزو صاف دیکھ سکتی تھی۔۔۔"آپ انکا خیال نہیں رکھتے کیا؟۔۔۔وہ بہت ویک ہیں۔۔۔نہ ٹھیک سے کھاتی، پیتی ہیں نہ اپنا خیال رکھتی ہیں۔۔۔۔ان کو شدید سٹریس، ٹینشن ہے اور شاید کوئی ٹروما بھی ہے جس کی وجہ سے وہ بے ہوش ہوئی ہیں۔۔۔۔اگر ٹینشن زیادہ بڑھتی تو دماغ کی رگیں بھی پھٹ سکتی تھیں۔۔۔۔ابھی صرف بے ہوش ہوئی ہیں اگر آپ تھوڑی دیر لیٹ لے کر آتے تو ان کا نروس بریک ڈاؤن بھی ہو سکتا تھا۔۔۔۔پھر ان کی جان کو خطرہ بھی ہو سکتا تھا۔۔۔ابھی وہ خطرے سے باہر ہیں کچھ گھنٹوں میں ہوش آ جائے گا۔۔۔۔اب آپ ان کا خیال رکھیے گا"۔۔۔۔۔

ڈاکٹر پہلے غصے سے ڈانٹیں اور پھر اس کی کنڈیشن بتا کر چلی گئی۔۔۔۔پیچھے ارمان سرخ انگارہ آنکھیں لیے ضبط سے کھڑا رہا۔۔ ڈاکٹر کے جاننے کے بعد وہ ماہی کے کمرے کی طرف بڑھا۔۔۔

اندر ایک بار پھر آج اس کا وجود مشینوں کی زد میں تھا۔۔۔اس کے چہرے پر آکسیجن ماسک لگا تھا اسے سانس بھی صحیح سے نہیں آ رہی تھی۔۔۔۔ایک ہاتھ سے مشین اٹیچ تھی تو دوسرے ہاتھ پر ڈرپ لگی تھی۔۔۔

اس کی حالت دیکھ کر ارمان کو اپنی سانسیں تنگ ہوتی محسوس ہو رہی تھیں۔۔۔۔۔بس بہت ہو گیا اب وہ اسے سارا سچ بتا دے گا۔۔۔۔

وہ اگے آیا ہیر کے پاس بیٹھا۔۔۔۔اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔۔۔اور پچھلی بار کی طرح ہونٹوں سے لگا لیا۔۔۔۔۔پھر وہ اٹھا ماہی کے چہرے کی طرف جھکا اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔۔۔۔

وہ کچھ نہیں بولا بس ایک جگہ اسے دیکھتا ہوا بیٹھا رہا۔۔۔

کمرے کے باہر آرزو کے ہاتھ میں ماہی کا موبائل بار بار بج رہا تھا۔۔۔۔

وہ کافی دیر ان کالز کو اگنور کرتی رہی۔۔۔۔۔مگر اس کی ہمت بس ہو گئی وہ دروازہ کھول کمرے میں آئی۔۔۔۔۔ارمان کے جسم میں کوئی حرکت نہ ہوئی۔۔۔۔۔وہ آگے بڑھی اور موبائل ارمان کے سامنے کر دیا۔۔۔۔۔۔

ارمان نے بنا کچھ کہے موبائل پکڑ لیا اور کال ریسیو کر کے کان سے لگا لیا۔۔۔۔۔"ماہی تم ٹھیک ہو نا؟۔۔۔۔کیا ہوا تھا تمہیں!!۔۔۔۔۔پلیز کچھ بولو نا!"۔انوشہ کی آواز ارمان کے کانوں میں پڑی۔۔۔۔۔وہ بول رہی تھی مگر دوسری طرف خاموشی تھی۔۔۔۔۔ایک لمبی خاموشی کے بعد۔۔۔۔۔انوشہ کے سالوں انتظار کے بعد۔۔۔۔۔۔اس کے کانوں نے وہ لفظ سن لیا۔۔۔۔۔"گڑیا"۔۔۔۔۔۔۔۔

اور انوشہ خان کو لگا وہ اگلا سانس نہیں لے پائے گی۔۔۔۔۔بے اختیار اس نے اپنے سینے کو مسلا۔۔۔۔۔اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔۔۔۔آج سالوں بعد اس نے وہ سن لیا تھا جس کے لیے اس کے کان ترس گئے تھے۔۔۔۔۔۔

وہ اپنے منہ سے بھائی کا لفظ ادا کرنا چاہتی تھی۔۔۔۔۔مگر اس کے سارے الفاظ کھو گئے وہ چاہ کر بھی کچھ بول نا پائی۔۔۔۔۔ایک لمبی خاموشی دونوں طرف رہی۔۔۔۔۔۔دونوں خاموش تھے دونوں کو سمجھ نہ آئے کیا بات کریں۔۔۔۔۔۔۔اچانک انوشہ کو ماہی کی ساری باتیں یاد آئیں۔۔۔۔۔۔"ماہی کہاں ہے؟"۔۔۔۔۔

اور ارمان جو اس کے منہ سے اپنے لیے لفظ بھائی سننا چاہتا تھا ماہی کا سن کر اذیت سے آنکھیں میچی اور مسکرا دیا۔۔۔۔۔"فکر مت کرو وہ ٹھیک ہے"۔۔۔۔۔"میں نے پوچھا وہ کہاں ہے؟"۔۔۔۔۔انوشہ کے لہجے میں غصہ تھا۔۔۔۔۔

اب کی بار ارمان دل کھول کر مسکرایا اس کی بہن اس سے خفا تھی۔۔۔۔۔"میری آنکھوں کے سامنے ہے"۔۔۔۔۔

ارمان نے اپنی نظریں اٹھا کر ماہی کے چہرے کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔"مجھے ابھی اس سے بات کرنی ہے بات کروائیں"۔۔۔۔۔اب کی بار لہجے میں حکم شامل تھا۔۔۔۔۔اس کی بہن بالکل ویسی ہی تھی جیسے بچپن میں ہوا کرتی تھی۔۔۔۔۔"وہ ابھی بات نہیں کر سکتی"۔۔۔۔۔۔

انوشہ کی چھٹی حس کچھ بہت برا ہونے کا کہہ رہی تھی۔۔۔۔۔۔"کیا کیا آپ نے اس کے ساتھ؟۔۔۔۔۔۔آپ کو اندازہ بھی ہے اس نے آپ کی خاطر کتنا کچھ برداشت کیا اس حویلی میں۔۔۔۔۔اور آپ نے وہاں

دوسری شادی کرلی۔۔۔۔۔ایسا کیسے کر سکتے ہیں آپ؟۔۔۔۔۔یہ لوگ اس کا زبردستی نکاح کروا رہے تھے۔۔۔۔۔اتنی مشکلوں سے میں نے اسے اس حویلی سے نکالا۔۔۔۔۔اور آپ نے کسی اور سے شادی کر لی!"۔۔۔۔۔

وہ ساری تکلیفوں کا سن ارمان کی آنکھوں میں دوبارہ خون اترا۔۔۔۔۔"تمہیں لگتا ہے حیدر اپنی ہیر کو بھول سکتا ہے۔۔۔۔۔حیدر خان سانس لینا تو بھول سکتا ہے مگر اپنی پرنسس کو نہیں۔۔۔۔۔میں نے کوئی شادی نہیں کی۔۔۔۔۔وہ یونیورسٹی کی مووی کا پروجیکٹ تھا جس میں میں ہیرو کا رول ادا کر رہا تھا۔۔۔۔۔ہیر سمجھی وہ حقیقت ہے۔۔۔۔افسوس تم دونوں کو مجھ پر اتنا ہی بھروسہ تھا بس"۔۔۔۔۔

یہ سب سن کر کچھ پل تو انوشہ بول نہ پائی۔۔۔۔۔وہ جانتی تھی نہ ہی حیدر جھوٹ بولتا ہے نہ ہیر۔۔۔۔۔مطلب وہ دونوں اپنی اپنی جگہ سچے تھے۔۔۔۔۔"بھروسے کی بات آپ کر رہے ہیں۔۔۔۔۔جانتے ہیں اس حویلی میں ہم دونوں نے آپ کا کتنا انتظار کیا۔۔مگر آپ نہیں آئے۔۔۔۔۔ماہی تو پھر بھی اس حویلی سے نکل گئی۔۔۔۔۔اور میں میرا کیا؟۔۔۔۔کیا آپ کو کبھی میری یاد نہیں آئی۔۔۔۔۔آپ بھول گئے آپ کی ایک بہن گاؤں کی ایک حویلی میں بیٹھی نظریں دروازے پر ٹکائے آپ کا انتظار کر رہی ہو گی۔۔۔۔آپ بھول گئے کہ آپ کسی کے بھائی تھے۔۔۔۔۔کیوں کیا آپ نے ایسا؟"۔۔۔۔۔

اب کی بار انوشہ رونے کے ساتھ چیخ اٹھی۔۔۔۔۔ارمان کے دل میں چھن سے کچھ ٹوٹا۔۔۔۔۔"میں اس حویلی میں پاگل ہو رہی ہوں۔۔۔۔۔یہاں میرا کوئی اپنا نہیں ہے۔۔۔۔۔پہلے ماں باپ نے پیدا ہوتے ہی بڑے بھائی کی جھولی میں ڈال دیا۔۔۔۔۔ان لوگوں کی سیاستیں ختم نہیں ہوتی۔۔۔۔۔کوئی نہیں جانتا میں اندر سے کس طرح مر رہی ہوں۔۔۔۔۔کیوں کیا آپ نے ایسا بھائی!!!"۔۔۔۔۔

آخر میں انوشہ ہچکیوں کے ساتھ رو دی۔۔۔۔۔وہ واقعی اندر سے مر رہی تھی۔۔۔۔۔"گڑیا میری جان میں ہوں نا تمہارا اپنا۔۔۔۔۔آئی پرومس میں بہت جلد آؤں گا تمہیں اس حویلی سے لے کر جاؤں گا ۔۔۔۔۔میں نے تمہیں بہت تکلیفیں دیں ہیں اس کے لیے میں کان پکڑ کے تمہارے سامنے معافی مانگوں گا"۔۔۔۔۔

حیدر کی بات سن کر انوشہ بے ساختہ ہنسی اور پھر ہنستی چلی گئی۔۔۔۔۔"آپ نے کیا مجھے آج تک وہ 10 سال کی بچی سمجھا ہوا ہے جسے آپ چاکلیٹ دے کر بہلائیں گے۔۔۔۔۔میں اب 24 سال کی ایک سمجھدار لڑکی ہو چکی ہوں"۔۔۔۔۔وہ ایک بار پھر رو دی"آپ روز مجھ سے بات کیا کریں گے۔۔۔۔۔۔وہ بھی ویڈیو کال پورا ایک گھنٹہ۔۔۔۔۔اگر منظور ہے تو میں انتظار کروں گی"۔۔۔۔۔۔

اس کی بات پہ ارمان بے ساختہ ہنسا اور ہنستا چلا گیا ہے۔۔۔۔۔۔اس کی بہن کو آج تک مکھن لگانے کی عادت تھی۔۔۔۔۔وہ بالکل نہیں بدلی تھی۔۔۔۔۔"اوکے ڈن مجھے منظور ہے"۔۔۔۔۔"اب بتائیں ماہی کہاں ہے؟"۔۔۔۔۔

ارمان ایک بار پھر ماہی کی طرف دیکھا۔۔۔۔"وہ ٹھیک ہے فکر مت کرو وہ سو رہی ہے اسے ریسٹ کی ضرورت ہے۔۔۔۔۔۔میں سب کلیئر کر دوں گا۔۔۔۔جب تک حیدر ہے اب اس کی ہیر کو کوئی تکلیف نہیں دے سکتا"۔۔۔۔۔۔"اوکے"۔۔۔۔۔۔۔

رسمی باتوں کے بعد دونوں نے فون رکھ دیا۔۔۔ایک سکون تھا جو دونوں بہن بھائیوں کے سینوں میں پڑا تھا۔۔۔۔انوشہ کو بے ساختہ ماہی پر پیار آیا اس کی وجہ سے ہی آج وہ اپنے بھائی سے بات کر پائی تھی۔۔۔۔

اور آرزو ہونق بنی یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔۔۔۔"رات بہت ہو گئی ہے چلو آؤ میں تمہیں گھر چھوڑ دوں۔۔۔۔۔۔تمہارا ہاسپٹل میں رکنا مناسب نہیں اور گھر اکیلے جانا ٹھیک نہیں۔۔۔۔۔وہ آرزو کو دیکھ کر بولا۔۔۔۔آرزو کو بے ساختہ اپنے اس بھائی پر پیار آیا جو اس کی اتنی پرواہ کرتا تھا۔۔۔۔پھر وہ دونوں بہن بھائی نکل گئے۔۔۔۔۔۔

ارمان آرزو کو چھوڑ کر واپس ہاسپٹل آگیا تھا۔۔۔۔ساری رات گزر گئی وہ ہیر کے پاس سے ایک منٹ کے لیے بھی نہیں ہلا۔۔۔۔

کچھ دیر پہلے ہی ڈاکٹر اس کا چیک اپ کر کے گئی تھی۔۔۔انہوں نے بتایا اب ہیر کی طبیعت ٹھیک ہے۔بس دوائیوں کے زیر اثر وہ سو رہی ہے۔۔۔۔اس کا آکسیجن ماسک بھی اتر چکا تھا۔۔۔۔۔اس وقت وہ ہاسپٹل کے سادے سے لباس میں تھی۔۔۔

حیدر ویسے ہی کل رات والے حلیے میں تھا۔۔۔اس کا بیلو کوٹ کمرے کے صوفے پر پڑا ہوا تھا۔ٹائی ڈھیلی ہو کر گردن سے نیچے تک آ رہی تھی۔۔۔۔وائٹ شرٹ کے بازو کہنیوں تک فولڈ تھے۔۔۔۔وہ بال جو کل رات سیٹ تھے اب ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے۔۔۔۔لینز وہ کل رات ہی اتار کر پھینک چکا تھا۔۔۔آنکھیں ضبط کے آخری مرحلوں پر لال انگارہ بنی ہوئی تھیں۔۔۔۔

اس کی نظریں ہیر کہ چہرے سے ہٹ ہی نہیں رہی تھیں

۔۔۔۔۔اسے ڈر تھا اگر اس نے نظریں ہٹالیں تو دوبارہ پھر اس چہرے کو کھونہ دے۔۔۔۔۔ہیر کا ہاتھ ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا۔۔۔ہاں اب وہ یہ ہاتھ کبھی نہیں چھوڑے گا۔۔۔۔

پتہ نہیں کتنی دیر گزری جب اسے محسوس ہوا کہ ہیر کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی ہے۔۔۔۔ہاں وہ اپنا ہاتھ ہلا رہی تھی وہ ہاتھ جو حیدر کے ہاتھوں میں تھا۔۔۔۔۔حیدر فوراً سیدھا ہو کر بیٹھا۔۔۔۔۔

کچھ پل گزرے کہ ہیر نے اپنی آنکھیں کھولنے کی کوشش کی۔۔۔۔۔مگر کمزوری کے باعث وہ کھلنے سے انکاری تھیں۔۔۔۔۔

اس کا وہ ہاتھ جس میں کینیولا لگا ہوا تھا۔۔۔۔ابھی ماہی نے اس ہاتھ کو ہلکی سی جنبش دی تھی۔۔۔۔۔کہ درد کی تیز لہر بازو تک آئی۔۔۔۔۔اس کے منہ سے بے ساختہ کراہ نکلی۔۔۔۔۔

حیدر فوراً اٹھا۔۔۔۔وہ ہیر کے چہرے کی طرف جھکا۔۔۔۔۔۔جیسے ہی ماہی نے آنکھیں کھولیں تو اپنی آنکھوں کے سامنے وہ ہیزل گرین آنکھیں دیکھ کر۔۔۔۔۔ماہیر کو لگا اس کی ساری دنیا رک چکی ہے۔۔۔۔

کتنے سال اس کی آنکھیں تڑپیں تھیں۔۔۔۔۔وہ اپنے ہاتھ کا درد بھلا کر بس ان آنکھوں میں دیکھے جا رہی تھی۔۔۔۔۔

وہ اس وقت کسی ترسی ہوئی روح کی طرح بنا پلکیں چپکائے بس ان آنکھوں کو دیکھے جا رہی تھی۔۔۔۔۔اور یہ بھی بھول گئی اس کے سامنے چہرہ کس کا ہے۔۔۔۔۔

کتنے پل گزرے ماہی کو احساس نہ ہوا۔۔۔۔۔ مگر اس کی آنکھوں کا منظر دھندلا گیا۔۔۔۔۔ہاں اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے جس کی وجہ سے سب کچھ دھندلا ہو گیا تھا۔۔۔۔۔۔

ان آنکھوں میں وہی احساس تھا وہی فکر تھی، وہی شناسائی تھی، وہی محبت تھی۔۔۔۔۔جو 14 سالوں پہلے حیدر کی آنکھوں میں ہوتی تھی۔۔۔۔۔ان آنکھوں میں یہ سب دیکھنے کے لیے ہی تو ماہی ترس گئی تھی۔۔۔۔۔۔

حیدر نے بہت پیار سے پوچھا۔۔۔"تمہاری طبیعت ٹھیک ہے نا اب کیسا محسوس کر رہی ہو؟"۔۔۔۔۔۔اور اس آواز سے ماہی کا سارا ارتکاز ٹوٹ گیا۔۔۔۔۔

اب اس کی نظریں آنکھوں سے ہٹ کر اس چہرے پر چلی گئیں۔۔۔۔۔اور اس چہرے کو دیکھتے ہی اس کے سارے زخم تازہ ہو گئے۔۔۔۔۔

اسے سب یاد آگیا کس طرح یہ شخص اب کسی اور کا ہو چکا ہے۔۔۔۔۔۔"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں آپ کو تو اپنی بیوی کے پاس ہونا چاہیے"۔۔۔۔۔

ماہی نے بہت مشکل سے یہ دو فکرے ادا کیے۔۔۔۔۔۔

ارمان نے اپنی مسکراہٹ بہت مشکل سے روکی۔۔۔۔۔اور دل ہی دل میں خود سے مخاطب ہوا"بیوی کے پاس ہی تو ہوں"۔۔۔۔۔۔"ویسے تم کس بیوی کی بات کر رہی ہو؟"۔۔۔۔۔حیدر نے اتنی معصومیت سے کہا کہ ماہی کا دل چاہا اس کا سر پھاڑ دے۔۔۔۔۔"کتنی بیویاں ہیں آپ کی؟۔۔۔۔وہی آپ کی بیوی عمایہ۔۔۔۔جس کے ساتھ آپ کی نئی نئی شادی ہوئی ہے۔۔۔آپ کو اس کے پاس ہونا چاہیے تھا میرے پاس کیا کر رہے ہیں؟"۔۔۔۔

یہ کہتے ساتھ ماہی نے اٹھنے کی کوشش کی۔۔۔۔مگر درد کی تیز لہر سارے جسم میں دوڑی۔۔۔۔۔۔

حیدر آگے بڑھا اور اسے سہارا دے کر بٹھانے کی کوشش کی۔۔۔ مگر اس نے ہاتھوں کے اشارے سے روک دیا۔۔۔۔ "خبردار!۔۔۔۔۔ مجھے بالکل پسند نہیں میرے شوہر کے علاوہ کوئی غیر مرد مجھے ہاتھ لگائے"۔۔۔۔

ہیر کی پہلی بات پر حیدر دل ہی دل میں ہنس رہا تھا مگر آخری بات پر اس کی روح تک چھلنی ہو گئی۔۔۔

اس نے ہیر کے روکنے کے باوجود خود آگے بڑھ کر اسے سہارا دے کر بٹھایا۔۔۔۔ ہیر نے بہت کوشش کی اس کے ہاتھ جھٹکنے کی مگر حیدر نے ایک نہ چلنے دی۔۔۔۔ "ہاں تو کس بیوی کی بات کر رہی تھی تم!۔۔۔۔ میں نے کوئی شادی نہیں کی وہ جسٹ یونیورسٹی کا ایک

پروجیکٹ تھا۔۔۔۔ہر سال یونیورسٹی میں ڈاکیومنٹری ڈیپارٹمنٹ پر ایک لوسٹوری بیسڈ مووی بنتی ہے۔۔۔۔جس کے لیے یونیورسٹی میں بیسٹ سٹوڈنٹ آف دی ایئر کو ہیرو اور ہیروئن کے طور پر لیا جاتا ہے۔۔۔۔۔

میں تو سالوں سے ایوارڈ حاصل کرتا آرہا ہوں۔۔۔۔مگر کبھی اس مووی میں حصہ نہیں لیا۔۔۔۔اس بار پرنسپل نے بہت فورس کیا کہ اس بار وہ مجھے ہیرو دیکھنا چاہتے ہیں۔۔۔۔اور میری کوسٹار عمایہ تھی۔۔۔۔۔وہ جسٹ شوٹنگ تھی۔۔۔۔۔۔اور تم اسے حقیقت سمجھ رہی ہو۔۔۔۔۔

تمہیں لگتا ہے کہ میری سوچ اتنی گری ہوئی ہے۔۔۔۔کہ میں ایسی لڑکی سے شادی کرلوں گا جس میں حیا ہی نہ ہو"۔۔۔۔۔

اور ماہی کی ساری دنیا ہی رک چکی تھی۔۔۔۔بدگمانی کا محل لمحے میں چکنا چور ہو گیا۔۔۔۔۔۔۔وہ بس یک ٹک اس شخص کو بولتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔اس کا مطلب وہ شخص اس کا تھا کسی اور کا نہیں ہوا تھا۔۔۔۔۔اور وہ کتنا غلط سوچ رہی تھی۔۔۔۔ایک ہفتے میں اتنی جلدی کونسی شادی ہوتی ہے۔۔۔۔اس نے یہ کیوں نہیں سوچا۔۔۔۔

حیدر نے چہرہ اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے کے لیے بے تاب ہو رہے تھے۔۔۔۔ مگر وہ بہت مشکل سے ان پر ضبط کیے ہوئے تھی۔۔۔۔۔"میں پہلے سے شادی شدہ ہوں مجھے کیا ضرورت ہے شادی کرنے کی"۔۔۔۔۔۔اور ہیر جسے لگا تھا اس کی

روح واپس آگئی ہے اس بات پر اس کو لگا وہ نئی موت مر گئی

ہے۔۔۔۔۔۔

اب وہ آنسو مزید روک نہ پائی اور وہ پلکوں کی باڑ توڑتے ہوئے بہہ گئے۔۔۔۔۔۔"میری بیوی کو بالکل پسند نہیں میں کسی بھی لڑکی کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھوں۔۔۔۔۔میری زندگی بس اسی پر شروع اور اسی پر ختم ہو جاتی ہے"۔۔۔۔۔ہیر کو لگا اب وہ شخص اس کے سینے میں خنجر خود اپنے ہاتھوں سے گھونپ رہا ہو۔۔۔۔۔۔

بہت دیر بعد ہیر کچھ کہنے کے قابل ہوئی۔۔۔۔۔"کیا وہ بہت خوبصورت ہے؟"۔۔۔۔۔حیدر نے اس کی طرف

دیکھا۔۔۔۔"اس دنیا کی سب سے خوبصورت ترین لڑکی ہے"۔۔۔۔۔۔

ہیر کو لگا اگر اب بھی اس کا دل بند نہیں ہوا تو وہ بے وفا نکلا۔۔۔۔اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا"کیا مجھ سے بھی زیادہ؟"۔۔۔۔۔

وہ کیا جاننا چاہ رہی تھی حیدر سب سمجھ رہا تھا۔۔۔"میں نے کہا اس دنیا کی سب سے خوبصورت ترین لڑکی"۔۔۔۔۔

اور ہیر کے دل کو کچھ نہیں ہوا مطلب اس کا دل بے وفا تھا۔۔۔۔"میں اسے دیکھنا چاہتی ہوں"۔۔۔۔۔جانے وہ کیا جاننا چاہ

رہی تھی۔۔۔۔"تم نظر لگادو گی"۔۔۔۔اور ہیر کو یقین نہ آیا یہ الفاظ اس شخص نے کہے تھے۔۔۔۔

اس کے سارے الفاظ ختم ہو گئے۔۔۔۔آنکھوں میں بے یقینی ہی بے یقینی تھی۔۔بہت دیر کے بعد اس نے اپنے لبوں کو حرکت دی۔۔۔"نہیں میں صرف دیکھنا چاہتی ہوں وہ خوش قسمت ترین لڑکی کون ہے"۔۔۔۔

حیدر نے اپنی جیب سے موبائل نکالا۔۔۔۔بنا کچھ کہے ایک فولڈر کھول کر ماہی کے حوالے کر دیا۔۔۔۔"مجھے ضروری کام ہے تم دیکھو میں آتا ہوں"۔۔۔۔

یہ کہتے ساتھ وہ کمرے سے نکل گیا۔اسے بہت ضروری کام سے جانا تھا۔۔۔کچھ دیر پہلے اسے کال آئی تھی۔۔۔۔اور ماہی نے کانپتے ہاتھوں سے موبائل کا رخ اپنی طرف کیا۔۔۔۔اس کا دل بہت زور سے دھڑک رہا تھا۔۔۔۔۔

وہ جو کچھ پلوں کے لیے خوش ہوئی تھی کہ عمایہ نے اس کی زندگی تباہ نہیں کی۔۔۔۔۔

اب اس کی زندگی نئے طریقے سے تباہ ہو رہی تھی۔۔۔۔۔

جیسے ہی اس نے پہلی تصویر دیکھی وہ حیران رہ گئی۔۔۔۔۔وہ بہت چھوٹی بچی کی تصویر تھی جیسے دو، چار دن کی ہو۔۔۔۔۔

اس نے اگلی تصویر دیکھی وہ شاید ایک سال کی بچی کی تصویر تھی۔۔۔۔اور آنکھیں دیکھ کر ماہی ساکت رہ گئی۔۔۔۔۔

وہ آنکھیں ماہی کی آنکھیں تھیں۔۔۔۔۔ماہی کو لگا وہ اگلا سانس نہیں لے پائے گی۔۔۔۔۔

یہ کیا تھا۔۔۔۔۔کیا یہ اس کی قسمت تھی۔۔۔

اس نے اگلی تصویر کھولی۔۔۔۔وہ دو سالہ ماہی کی تصویر تھی۔۔۔

ماہی ایک ایک کر کے تصویریں آگے کرتی جا رہی تھی اب کہ اس کے لہجے میں بہت بے تابی تھی۔۔۔۔۔

آنکھوں سے آنسو بہتے جا رہے تھے۔جو موبائل کی سکرین پر گر رہے تھے۔۔۔۔دو سالہ کے بعد تین سالہ پھر چار سالہ اور پھر پانچ سالہ اور پھر چھ سالہ۔۔۔۔۔ماہی کے بچپن کی بہت ساری تصاویر تھیں۔۔۔۔۔اس میں ماہی اور ارمان کے نکاح کی بھی تصویر تھی۔۔۔۔۔

ماہی کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔۔۔۔۔پھر تصویریں آگے کرتی گئی۔۔۔۔۔اس کے بعد مناظر بدل گئے۔۔۔۔۔

اب 20 سالہ ماہی کی یونیورسٹی میں بیٹھی ہوئی کی تصاویر تھیں۔۔۔۔۔کسی جگہ وہ کینٹین میں بیٹھی تھی کسی جگہ وہ گھاس پر بیٹھی تھی کسی جگہ بینچ پر بیٹھی اپنی پڑھائی کر رہی تھی۔۔۔۔

اور سب سے آخری تصویر اس میرج ہال کی تھی۔۔۔۔جس میں ماہی اور ارمان دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے اور ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔۔۔۔۔۔

ماہی کی ساری دنیا رک چکی تھی۔۔۔۔اس کے ہاتھوں سے موبائل چھوٹا اور جھولی میں گر گیا۔۔۔۔اسے یقین نہیں آرہا تھا یہ کیا ہوا۔۔۔۔۔وہ دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر رکھے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔۔۔۔خدا نے اس کی دعائیں سن لی تھیں۔۔۔۔۔۔وہ شخص ہاں وہ اسے حاصل کر چکی تھی۔۔۔وہ خوش قسمت ترین لڑکی کوئی اور نہیں ماہیر خود تھی۔۔۔۔

تھوڑی دیر گزری کہ اچانک موبائل کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔۔۔۔۔

اس کے آنسو تھم گئے۔۔۔۔۔

اس نے چہرے سے ہاتھ ہٹا کر موبائل کی سکرین پر دیکھا۔۔۔۔۔تو اوپر "مائی ڈیئر وائف "کالنگ جگ مگا رہا تھا۔۔۔۔۔

ہیر کو سمجھ نہ آیا یہ کس کا نمبر تھا۔۔۔۔۔موبائل مسلسل بج رہا تھا۔۔۔۔اس نے کانپتے ہاتھوں سے موبائل پکڑا کال رسیو کی اور کان سے لگا لیا۔۔۔۔۔

اور دوسری طرف۔۔۔۔اس کے کانوں نے سالوں بعد وہ لفظ سنا "ہیر"۔۔۔۔اور ہیر کو لگا کہ اس کی سماعت واپس آگئی ہو۔۔۔۔۔کتنا تڑپی اور ترسی تھی وہ اس لفظ کو سننے کے لیے۔۔۔۔۔۔

وہ حیدر کہنا چاہتی تھی مگر الفاظ ساتھ نہیں دے رہے تھے۔۔۔۔۔۔وہ بس روتی گئی۔۔۔۔آہستہ آہستہ اس کے رونے کی آواز اونچی ہو گئی جو فون کے دوسری پار حیدر آسانی سے سن سکتا تھا۔۔۔۔

یہ آنسو تکلیف کے نہیں تھے یہ آنسو تو شکر کے تھے۔۔۔۔۔۔۔اس نے دوبارہ پکارا۔۔۔"ہیر"۔۔۔۔مگر اس سے پھر کچھ بولا نہ گیا۔۔۔۔۔"میری جان تمہارا موبائل میرے پاس ہے۔۔۔میں بہت ضروری کام سے کہیں جا رہا ہوں فکر مت کرو آرزو تمہارے پاس

ہاسپٹل میں آرہی ہے۔۔۔۔۔اس کے ساتھ گھر چلی جانا میں وہیں ملوں گا"۔۔۔۔۔۔۔

یہ کہنے کے ساتھ وہ خاموش ہو گیا۔۔۔۔۔اور ہیر نے ہچکیوں کے درمیان بہت مشکل سے وہ لفظ بولا۔۔۔۔۔"حیدر"۔۔۔۔۔اور دوبارہ پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع ہو گئی۔۔۔

اسے لگا آج وہ ساری دنیا حاصل کر چکی ہو۔۔۔"جان حیدر۔۔۔۔۔رو مت تمہارے آنسو مجھے تکلیف دیتے ہیں۔۔۔شاباش رونا بند کرو۔۔۔میں جلدی واپس آؤں گا"۔۔۔۔۔۔۔ہیر نے فورا اپنے آنسو صاف کیے۔۔۔۔۔اور ایسے

سر ہلایا جیسے حیدر اسے دیکھ رہا ہو۔۔۔۔۔حیدر نے فون رکھ دیا۔۔۔۔۔

ہیر نے وہ فون اپنے سینے سے لگا لیا۔۔۔۔۔آج وہ ساری دنیا فتح کر چکی تھی۔۔۔۔۔اس کے 14 سالوں کا انعام اس کا خدا اسے دے چکا تھا۔۔۔۔۔قسمت میں وہ شخص لکھ دیا گیا تھا۔۔۔۔۔ہاں وہ حیدر کو حاصل کر چکی تھی۔۔۔۔۔

وہ جو سوچ چکی تھی حیدر اسے بھول چکا ہو گا۔۔۔کتنا غلط سوچا تھا اس نے کیا حیدر اپنی ہیر کو بھول سکتا تھا؟؟۔۔۔۔آج اسے اپنے سارے زخم بھرتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔۔۔۔۔

محافظ

ماہی ٹھیک ہو چکی تھی اور آرزو کے ساتھ ڈسچارج ہو کے واپس گھر بھی آ چکی تھی۔۔۔۔۔دو دنوں میں پھپھو نے اس کا اتنا زیادہ خیال رکھا تھا کہ وہ بالکل ٹھیک ہو گئی تھی۔۔۔۔۔اور جب ہر غم ہی ختم ہو گیا ہو تو پھر ٹینشن کس بات کی۔۔۔۔۔

اور آرزو بھی جان گئی تھی کہ وہ اس کے ماموں کی بیٹی ہے۔۔۔۔۔

ارمان اپنے کسی ضروری کام سے شہر سے باہر گیا ہوا تھا۔۔۔۔۔

تین دن سے، ہاسپٹل کے اس کمرے کے بعد ان دونوں کی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔۔۔۔۔

ارمان کا موبائل ماہی کے پاس تھا مگر حیرانگی والی بات تھی اس کے موبائل پر اس دن کے بعد کسی کی کوئی کال نہیں آئی۔۔۔۔۔

شاید یہ اس کا پرسنل نمبر تھا اور کام کے دوران وہ کوئی اور موبائل استعمال کرتا ہو۔۔۔۔

آرزو اسے زبردستی آج اپنے ساتھ شاپنگ پر لے کر آئی تھی تاکہ اس کا مائنڈ فریش رہے۔۔۔۔۔

پچھلے دو گھنٹے سے شاپنگ کرنے کے بعد وہ دونوں اس وقت پارکنگ کی طرف آ رہی تھیں۔۔۔۔آرزو نے سارے شاپنگ بیگ گاڑی میں رکھے۔۔۔۔

اچانک اس نے دیکھا اس کا موبائل غائب تھا۔۔۔"اوشٹ یار میرے خیال سے میرا موبائل کسی شاپ میں رہ گیا میں دیکھ کر آتی ہوں تم یہی رکو"۔۔۔۔

ماہی نے اثبات میں سر ہلایا آرز و واپس مال کے اندر چلی گئی اسے گئے دس منٹ ہو چکے تھے۔۔۔۔

اتنے میں اس نے دیکھا اچانک اس کے پاس پولیس کی گاڑی آکر رکی۔۔۔۔

اس میں سے ایک پولیس افیسر باہر نکلا۔۔۔۔دیکھنے سے اس کی عمر 30 سال کے لگ بھگ لگتی تھی۔۔۔۔۔

وہ ماہی کی طرف آیا اور بولا۔۔۔۔"میڈم تم نے گاڑی غلط جگہ پارک کی ہے اب تم پر کیس بنے گا"۔۔۔۔۔

ماہی نے گردن موڑ کر اس شخص کو دیکھا۔۔۔۔۔تو اسے اس اس شخص کی آنکھوں سے عجیب سا خوف آیا۔۔۔۔

وہ انسپیکٹر تو ماہی کے حسن میں کہیں کھو ہی گیا۔۔۔۔۔"یہ گاڑی میری نہیں ہے نہ ہی میں نے پارک کی ہے"۔۔۔۔۔

مگر وہ انسپیکٹر تو شاید ہوش و حواس کی دنیا سے غائب ہو چکا تھا۔۔۔۔۔ماہی کی آواز سن کر اسے اپنے کانوں میں گھنٹیاں بجتی سنائی دیں۔۔۔۔۔۔وہ بہت خوبصورت بولتی تھی۔۔۔۔۔۔"ارے واہ جھوٹ بھی بولتی ہو"۔۔۔۔۔۔وہ ماہی کے نزدیک آیا۔۔۔۔

ماہی ڈر کر دو قدم دور ہوئی۔۔۔۔۔"پولیس سے جھوٹ بولتی ہے"۔۔۔یہ کہتے ساتھ اس نے ایک جھٹکے میں ماہی کی کلائی اپنے مضبوط ہاتھ کے گرفت میں لے لی۔۔۔۔۔

اس شخص کی اتنی ہمت پر ماہی کی روح فنا ہوئی۔۔۔۔۔"یہ کیا بدتمیزی ہاتھ چھوڑو میرا"۔۔۔۔۔

مگر وہ شخص تو ماہی کے ہاتھوں کی نرماہٹ محسوس کر رہا تھا۔۔۔۔

ماہی نے بہت کوشش کی اپنے ہاتھ کو چھڑوانے کی مگر اس شخص کی پکڑ بہت سخت تھی۔۔۔۔۔

ماہی کی ہمت اور برداشت سب ختم ہوئی۔۔۔۔اس کا دوسرا ہاتھ اٹھا اور اس پولیس والے کے چہرے پر تھپڑ مار دیا۔۔۔۔۔۔۔

ماہی کی اتنی ہمت دیکھ اس شخص کی آنکھوں میں خون اترا۔۔۔۔"تمہاری اتنی ہمت مجھ پر ہاتھ اٹھایا آج میں تمہاری اکڑ توڑوں گا"۔۔۔۔اتنا کہتے ساتھ اس نے ماہی کو گھسیٹتے ہوئے گاڑی میں لا کر پھینکا۔۔۔۔۔۔

ماہی چیختی چلاتی رہی مگر اس طرف کوئی متوجہ ہی کہاں تھا جو اس کی مدد کر سکتا۔۔۔۔۔

وہ زبردستی اسے لے کر پولیس اسٹیشن آیا۔۔۔۔۔۔

اسے گاڑی سے اتارا اور دوبارہ اس کی وہی کلائی پکڑ لی۔۔۔۔۔ماہی کو اپنا ہاتھ ٹوٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔۔۔

اس شخص کا لمس بہت غلیظ تھا۔۔۔۔۔۔وہ چیختی چلاتی رہی وہ شخص اسے لے کر ٹارچر روم میں آیا اور اسے زمین پر دھکہ دے دیا۔ماہی کا سر سیدھا زمین پر لگا اور ایک سائیڈ سے خون نکلنا شروع ہو گیا۔۔۔۔۔

اس کے بعد وہ دروازے کی طرف بڑھا اور 15،20 منٹ بعد دوبارہ کمرے میں واپس آیا۔۔۔۔

اس کے ہاتھ میں شراب کی بوتل تھی۔۔۔۔ماہی کو قیامت نزدیک آتی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔۔وہ شخص اندر آیا اور دروازے کو اندر سے لاک کر لیا۔۔۔۔

ماہی کو لگا کہ آج اس کی روح فنا ہو جائے گی۔۔۔۔

اب وہ اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔۔۔ماہی پیچھے کی طرف کھسک رہی تھی۔۔۔۔

اس نے پاس پڑی کرسی کھینچی اور اس پر بیٹھ گیا۔۔۔۔اب وہ ماہی کو غلیظ نظروں سے دیکھ رہا تھا اور شراب کو اپنے حلق سے نیچے اتار رہا تھا۔۔۔۔

ماہی کی نظر دروازے کی طرف اٹھی۔۔۔آج اسے اپنی آبرو جاتی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔۔۔

وہ اندر تک کانپ رہی تھی اور دل ہی دل میں حیدر کو مدد کے لیے پکار رہی تھی۔۔۔۔۔اچانک اسے یاد آیا کہ حیدر تو اس شہر میں ہے ہی نہیں۔۔۔۔۔۔آج اسے کون بچائے گا۔۔۔۔۔

دس منٹ تک وہ شخص شراب کی پوری بوتل ختم کر چکا تھا۔۔۔۔۔اس کے بعد وہ کرسی سے اٹھا اور ماہی کو اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہوئیں۔۔۔۔۔

وہ قدم قدم ماہی کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔۔۔"خبر دار! دور رہو مجھ سے میرے قریب مت آنا"۔۔۔ماہی دیوار کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔۔۔

وہ ماہی کے قریب آیا۔۔۔"بہت شوق ہے تمہیں تھپڑ مارنے کا!!!"۔۔۔اتنا کہتے ساتھ اس نے ماہی کے منہ پر تین چار تھپڑ مار دیے۔۔۔۔اور ماہی کو اپنا چہرہ ٹوٹتا ہوا محسوس ہوا۔۔۔۔اس کا ہونٹ پھٹ گیا اور خون نکلنا شروع ہو گیا۔۔۔۔

اس نے ایک جھٹکے سے ماہی کا بازو پکڑ لیا۔اور اسے کھینچ دیا ماہی کے بازو کا کپڑا وہاں سے پھٹ گیا۔۔۔اور اس کا دودھیا بازو نظر آنا شروع ہو گیا۔۔۔۔"چھوڑو دور رہو مجھ سے"۔ماہی مسلسل چیخ رہی تھی مگر وہ

شخص کہاں متوجہ تھا۔۔۔اس نے دوسرے ہاتھ سے ماہی کا دوپٹہ کھینچ کر اتارا۔۔۔۔۔

اور ماہی کو لگا وہ بے آبرو ہو گئی ہے۔۔۔ماہی کا حجاب کھل گیا وہ ڈوپٹہ اس کے جسم سے اتر کر دور جا گرا۔۔۔۔۔

اور وہ ماہی کو حوس پرست نظروں سے دیکھنے لگا۔۔۔۔۔

اچانک ماہی نے چیخنا شروع کر دیا۔۔۔"دور رہو مجھ سے غلیظ انسان"۔۔۔۔۔۔۔اس سے پہلے وہ اس کی مزید نزدیک ہوتا دروازہ ایک دھاڑ کے ساتھ کھلا۔۔۔۔۔اور کوئی اندھا دھند اندر آیا۔۔۔۔۔۔

ماہی نے دروازے کی طرف دیکھا تو سامنے ہی ارمان کھڑا آنکھوں میں انگاریاں لیے اس انسپیکٹر کو بھسم کر دینے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔

ماں ہی کو لگا جیسے اس کی روح واپس آگئی ہو۔۔۔۔۔اس کی آنکھوں کے سامنے اس کا شوہر اس کا محافظ کھڑا تھا۔۔۔۔۔اور اس انسپیکٹر کے ہوش اڑ گئے تھے۔۔۔۔۔ماہی نے ایک زوردار دھکا اس شخص کو دیا۔۔۔اس کا دھیان پیچھے ارمان کی طرف تھا اس لیے وہ ماہی سے دور گر گیا۔۔۔۔۔

ماہی نے اپنے جسم کی ساری طاقت کو اکٹھا کیا اٹھی اور بھاگتی ہوئی حیدر کے سینے سے لگ گئی۔۔۔۔اب وہ اس کے ساتھ لپٹی بری طرح رو رہی تھی۔

ارمان کا ایک ہاتھ اٹھا اور ماہی کے بالوں کی طرف گیا اور دوسرا ہاتھ اٹھا کر اس نے ماہی کے گرد حصار مضبوط کیا۔۔۔مگر آنکھوں میں انگاریاں لیے ابھی تک اس شخص کو گھور رہا تھا۔۔۔۔

ارمان کراچی واپس آچکا تھا۔۔۔۔اس کا ارادہ سیدھا جمال ولا جا کر ماہی سے ملنے کا تھا۔۔۔۔۔وہ اپنے ضروری کام سے شہر سے باہر گیا ہوا تھا۔اور کام کی وجہ سے وہ ماہی سے دوبارہ کوئی بات نہیں کر پایا تھا۔۔۔

اس سے پہلے وہ جمال ولا کی طرف گاڑی موڑتا اچانک اس کی موبائل پر ایک پولیس اسٹیشن سے فون آیا۔۔۔۔

وہ کوئی لیڈی کانسٹیبل تھی جو ارمان کو کسی انسپیکٹر کی حرکت کا بتا رہی تھی۔۔۔کہ وہ کسی لڑکی کو زبردستی اسٹیشن لے کر آیا ہے اور شاید اس لڑکی کی جان اور عزت کو خطرہ ہے۔۔۔۔۔

ارمان کو بہت کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا وہ فورا اس سٹیشن کی طرف گاڑی موڑ چکا تھا۔۔۔۔۔

جیسے ہی وہ اسٹیشن پہنچا اس لیڈی کانسٹیبل نے اسے بتایا وہ لڑکی ٹارچر روم میں ہے اور اس کی چیخوں کی آواز باہر تک آ رہی ہے۔۔۔۔

ارمان بھاگتا ہوا کمرے کے دروازے تک آیا مگر اندر سے آواز سن کر اس کی روح کانپ گئی۔۔۔۔۔

وہ آواز۔۔۔۔۔اس آواز کو وہ لاکھوں کی بھیڑ میں بھی پہچان سکتا تھا۔۔۔۔وہ آواز اس کی ہیر کی آواز تھی۔۔۔۔۔

اسے لگا جیسے کسی نے اس کے کانوں میں پگھلتا ہوا سیسا انڈیل دیا ہو

۔۔۔۔

وہ ایک جھٹکے سے دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوا۔۔۔تو سامنے ہیر دیوار سے لگی ہوئی بیٹھی تھی اور وہ شخص اس کے بہت نزدیک تھا۔۔۔۔۔

ماہیر ارمان کو دیکھ کر دوڑتی ہوئی اس کے سینے سے آ لگی اور رونا شروع ہو گئی۔۔۔۔۔۔اسے ابھی تک یہ یقین نہیں آ رہا تھا یہ لڑکی کوئی اور نہیں اس کی بیوی تھی۔۔۔اگر وہ یہاں نہیں آتا تو کیا ہوتا یہ سوچ آتے ہی اس کی روح فنا ہو رہی تھی۔۔۔۔۔

پہلے تو وہ انسپیکٹر اپنے سامنے اے ایس پی کو کھڑے دیکھ کر ڈر گیا۔۔۔۔۔ مگر اس نے فوراً صفائی دینا شروع کر دی۔۔۔۔۔ "سر یہ لڑکی بہت بڑی گیم پلینر ہے۔۔۔۔۔۔ سڑک پر کھڑے ہو کر آدمیوں کو اپنی طرف مائل کرتی ہے۔۔۔۔۔ میں تو بس اسے سبق سکھا رہا تھا۔۔۔۔۔ دیکھیں آپ کو دیکھ کر کیسے بھاگتی ہوئی آپ کے سینے سے لگ کر چپکی ہوئی ہے۔۔۔۔۔ یہ مردوں کو ٹریپ کرتی ہے"۔۔۔۔۔۔

اور ارمان کا خون کھول اٹھا۔۔۔۔ اپنی ہیر کے بارے میں اتنی گندی بکواس سن کر۔۔۔۔۔۔ ہیر مسلسل رو رہی تھی اب وہ ہچکیوں کے ساتھ رو رہی تھی اور اس کا جسم بھی کانپ رہا تھا۔۔۔۔۔

اسے پہلے ہیر کو ریلیکس کرنا تھا اس شخص کی ہڈی پسلی وہ بعد میں توڑے گا۔۔۔۔"ریلیکس ہیر۔۔۔۔سب ٹھیک ہے کچھ نہیں ہوا دیکھو میں ہوں نا"۔۔۔۔۔

اس نے بہت پیار سے ہیر کا سر اپنے سینے سے ہٹا کر اس کا چہرہ اپنی طرف کیا۔۔۔۔۔اس کے چہرے پر تھپڑوں کی نشان دیکھ کر حیدر کا خون کھول اٹھا۔۔۔۔۔

اور اے ایس پی کو اس لڑکی سے اس طرح بات کرتا دیکھ اس شخص کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑی۔۔۔۔۔کیا وہ جانتا تھا یہ لڑکی کون ہے؟۔۔۔۔۔

حیدر نے فورا لیڈی کونسٹیبل کو آوازیں دینی شروع کی۔۔۔۔۔۔لیڈی کانسٹیبل بھاگتی ہوئی آئی۔۔۔۔۔۔

اور سامنے کا منظر دیکھ کر وہ بھی حیران ہو گئی۔۔۔۔۔"دوپٹہ پکڑاو"۔۔۔۔۔حیدر نے اس لیڈی کونسٹیبل کو حکم دیا۔۔۔۔۔۔اس نے فورا زمین پر پڑا ہوا ہیر کا دوپٹہ اٹھایا اسے جھاڑا اور حیدر کی طرف بڑھا دیا۔۔۔۔۔۔

حیدر نے ہیر کا دوپٹہ پکڑ کر بہت اچھے طریقے سے اس کے سر پر دیا اسے سارا کور کر دیا۔۔۔۔۔

وہ اب تک اس کے سینے سے لگی رو رہی تھی۔۔۔۔اور یہی سوچ رہی تھی اگر آج حیدر یہاں نہ آتا تو کیا ہوتا؟؟۔۔۔یہ شخص اس کا محافظ تھا۔۔۔۔اور آج اس نے اپنی بیوی کو تحفظ دے دیا تھا۔۔۔۔

اب حیدر کانسٹیبلز کو آوازیں لگا رہا تھا۔۔۔۔فورا دو کانسٹیبل بھاگتے ہوئے آئے۔۔۔۔۔۔نظریں دونوں کی نیچی تھیں جیسے وہ جانتے ہوں کہ اندر ایسا ہی کچھ ہوا ہو گا۔۔۔۔۔۔"اس شخص کو اس کرسی پر ابھی باندھو۔۔۔۔اور اگر یہ شخص میرے آنے سے پہلے ایک منٹ کے لیے بھی ہلا تو تم سب کی جانیں اپنے ہاتھوں سے لوں گا"۔۔۔۔۔ارمان غصے سے دھاڑا۔۔۔۔

اس کے بعد وہ اس لیڈی کانسٹیبل سے مخاطب ہوا۔۔۔۔۔"میرے آنے تک اس شخص کا وہ حال کرو کہ اس کی چیخیں پولیس اسٹیشن کے باہر تک سنائی دیں"۔۔۔۔کانسٹیبل نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔۔۔۔پیچھے وہ شخص جان چکا تھا یہ لڑکی اے ایس پی کی کچھ لگتی ہے۔۔۔۔۔

اس کے سارے الفاظ ختم ہو گئے۔۔۔۔۔اسے اپنی روح فنا ہوتی ہوئی محسوس ہوئی۔۔۔۔۔

حیدر ہیر کو اپنے بازوں کی حلقے میں لیتا ہوا اس اسٹیشن کے سب سے وی آئی پی کمرے میں آیا وہ ایس ایچ او کا کمرہ تھا۔۔۔۔۔

وہاں موجود صوفے پر اسے بٹھایا اس کے قریب بیٹھا سب سے پہلے پانی کا گلاس لے کر اس کے منہ سے لگایا۔۔۔۔۔

بہت مشکل سے ماہی کی ہچکیوں میں کچھ کمی آئی تھی۔۔۔۔۔

حیدر اٹھا اور دراز سے فرسٹ ایڈ باکس نکالا۔۔۔۔اب وہ ماہی کے پاس بیٹھا اس کے سر پر بینڈج کر رہا تھا۔۔۔۔۔۔

ہیر ابھی تک اس ٹراما میں تھی۔۔۔۔

مگر اب اس نے کافی حد تک خود کو کمپوز کر لیا تھا۔۔۔۔۔

بینڈج کرنے کے بعد حیدر دوبارہ اس کے پاس بیٹھا۔۔۔۔

دونوں کی نظریں ملی ہیر کی آنکھوں میں تکلیف ہی تکلیف تھی۔۔۔۔اور حیدر کی آنکھوں میں ضبط تھا۔۔۔۔باہر سے اس انسپیکٹر کی چیخوں کی آوازیں آرہیں تھیں۔۔۔۔یقیناً اسے بیسٹ ٹاڑچر مل رہا تھا۔۔۔۔

حیدر نے بینا کچھ کہے بہت محبت اور پیار سے ہیر کو اپنے سینے سے لگا لیا۔۔۔۔وہ دوبارہ پھوٹ پھوٹ کے رونا شروع ہو گئی۔۔۔۔وہ اس کی پیٹھ سہلاتا رہا۔۔۔۔بہت دیر بعد جب اس کا رونا کچھ کم ہوا۔۔۔۔

توحیدر نے اس سے پوچھا۔۔۔"کیا ہوا تھا؟ یہاں کیسے آئی؟۔۔۔۔۔تو ہیر نے آنسوؤں کے دوران اسے ساری بات بتادی۔۔۔۔۔۔

جیسے جیسے حیدر سن رہا تھا ویسے ویسے اس کی آنکھوں میں خون اترتا جارہا تھا۔۔۔۔۔"بس فکر مت کرو میری جان۔۔۔۔تم دیکھنا اس شخص کا میں کیا حال کروں گا اس کی آئندہ سات نسلیں یاد رکھیں گی۔۔۔۔تم یہاں سکون سے بیٹھو۔۔۔۔میں ابھی آتا ہوں پھر گھر چلتے ہیں"۔۔۔۔۔

ہیر نے اس کا بازو پکڑ کر اسے روکنا چاہا کہ اسے چھوڑ کر کہیں نہ جائے۔۔۔۔حیدر نے بہت پیار سے اس کا ہاتھ پکڑا۔۔۔۔۔"میں نے کہا نا اب تمہیں کوئی کچھ نہیں کہے تھے۔۔۔۔تم اس وقت حیدر کی

نہیں۔۔۔۔اس پورے شہر کے اے ایس پی ارمان حیدر کی بیوی ہو۔۔۔۔کوئی تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر تو دیکھے اس کی آنکھیں نہ نکالیں تو میرا نام بھی ارمان حیدر نہیں"۔۔۔۔

اور ہیر تو ساکت رہ گئی وہ اس شہر کا اے ایس پی تھا۔۔۔۔حیدر نرمی سے اس کے پاس سے اٹھ کر جا چکا تھا۔۔۔۔مگر وہ ماضی میں کہیں کھو گئی۔۔۔۔ان کی اخری ملاقات۔۔۔۔"پولیس اسٹیشن آجانا پولیس کی وردی میں ملوں گا"۔۔۔۔ہاں حیدر واقعی پولیس کی وردی والا بن گیا تھا۔۔۔۔

آرزو کو اپنا موبائل ڈھونڈتے ہوئے ایک گھنٹہ لگ گیا۔۔۔۔اس نے سارے مال کی شاپس چھان ماریں۔۔۔۔۔اور جب وہ ایک گھنٹے بعد باہر آئی تو اسے ماہی کہیں نظر نہ آئی۔۔۔۔وہ پریشان ہو گئی اب کیا کرے۔۔۔۔اس نے ماہی کے موبائل پر کال کی وہ جانتی تھی وہ موبائل ارمان کے پاس ہو گا اسے ماہی کے بارے میں ارمان کو بتانا ہو گا

۔۔۔۔۔

حیدر واپس ٹاڑچر روم میں آیا۔۔۔۔اسے دیکھ کر وہ سارے پیچھے ہو گئے۔۔۔۔۔ایک کانسٹیبل نے کرسی لا کر حیدر کے پاس

رکھی۔۔۔۔۔حیدر اس کرسی پر بیٹھ گیا۔۔۔۔۔اس کی سرد آنکھیں سامنے موجود شخص کی طرف تھیں۔۔۔۔۔۔

اسے مار مار کر ان سب نے کافی سبق سکھا دیا تھا۔۔۔۔۔"پلیز سر مجھے معاف کر دیں آئندہ کسی لڑکی کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھوں گا مجھے چھوڑ دیں میری جان بخش دیں"۔۔۔۔۔

یہ سن کر حیدر کی آنکھوں میں عجیب چمک آئی۔۔۔۔۔

ابھی وہ کچھ کہتا اتنے میں اس کی جیب میں موجود ہیر کا موبائل بج اٹھا۔۔۔۔فون کرنے والی آرزو تھی۔۔۔۔۔اسے یاد آیا آرزو تو ماہی کو ڈھونڈ رہی ہو گی۔۔۔۔۔

اس نے فون کان سے لگایا۔۔۔۔"بھائی"۔۔۔۔اس سے پہلے وہ ہیر کے بارے میں کچھ کہتی ارمان بولا۔۔۔۔"فکر مت کرو وہ میرے ساتھ ہے"۔۔۔۔دوسری طرف آرزو پر سکون ہو گئی۔۔۔۔"تم گھر چلی جانا۔۔وہ میرے ساتھ ہی رہے گی"۔۔۔۔آرزو نے اوکے کہہ کر فون رکھ دیا۔۔۔۔

حیدر نے فون واپس جیب میں ڈالا اب وہ مکمل طور پر اس شخص کی طرف متوجہ تھا۔۔۔"جب میں چھوٹا تھا تو مجھے پرنسس کا بہت شوق تھا۔۔۔وہ پرنسس جو صرف میری ہو۔۔۔20 سال پہلے میں نے اپنی ایک خاص شخصیت سے۔۔۔ایک پرنسس مانگی تھی۔۔۔انہوں نے مجھے وہ پرنسس لا کر دی۔۔۔اور مجھے کہا کہ یہ

آج سے تمہاری ہے اس پر صرف تمہارا حق ہے۔۔۔۔کوئی اگر اسے تکلیف دے تم نے اس سے حساب لینا ہے۔۔۔۔کوئی اسے رلائے تو تم نے اس شخص کو خون کی آنسو رلانا ہے۔۔۔۔جب وہ پانچ سال کی ہوئی۔۔۔۔تو ہمارا نکاح ہو گیا۔۔۔۔14 سال پہلے میرے کزن نے صرف اسے گھور کر دیکھا تھا تو میں نے اس کا سر پھوڑا تھا۔۔۔۔اور اسے کہا تھا اگر میری بیوی کو آنکھ اٹھا کر دیکھا تو تمہاری آنکھیں نکال دوں گا۔۔۔۔۔۔۔۔

اگر تب میں نے اپنے بھائی کو معاف نہیں کیا تھا تو پھر تم کس کھیت کی مولی ہو۔۔۔۔تمہاری ہمت کیسے ہوئی ارمان حیدر کی بیوی کو ہاتھ لگانے کی۔۔۔۔تم نے نہ صرف اس کی طرف گندی نظروں سے

دیکھا بلکہ اسے چھوا بھی ہے۔۔۔۔۔چاقو لے کر آؤ"۔۔۔بات کہ آخر میں ارمان نے چیخ کر حکم دیا۔۔۔۔

فورا لیڈی کانسٹیبل نے اس کے ہاتھ میں چاقو لا کر رکھ دیا۔۔۔۔۔اس نے اشارہ کیا ایک کانسٹیبل آگے آیا۔۔۔۔۔۔"اگر اس کے حلق سے ایک بھی چیخ نکلی اور اُس کمرے میں بیٹھی میری بیوی کے کانوں تک گئی تو اس شخص کی تو بعد میں پہلے تمہاری جان لوں گا۔۔۔۔۔میری بیوی کو شور بالکل پسند نہیں ہے"۔۔۔۔۔۔

اس نے اتنے سرد لہجے میں کہا کہ وہ کانسٹیبل اندر تک کانپ گیا۔۔۔۔وہ فورا اس انسپیکٹر کے پیچھے کھڑا ہوا اور اس کے چہرے کو

دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ لیا کہ اس کی آواز حلق کے اندر ہی دب گئی۔۔۔۔۔۔

ارمان نے وہ چاقو پکڑا اور اس شخص کے ہاتھ میں بنا دیکھے گھسا دیا۔۔۔۔"میں یہاں صرف ایک لڑکی کو بچانے آیا تھا۔۔۔۔۔مجھے پتہ نہیں تھا وہ لڑکی میری بیوی ہو گی۔۔۔۔۔اگر وہ کوئی عام لڑکی ہوتی تو میں تمہاری نوکری کھا جاتا، تمہارا کریئر کھاتا۔۔۔۔۔زیادہ سے زیادہ تمہاری شکل بگاڑ دیتا۔۔۔۔۔مگر تم نے میری بیوی کو چھوا۔۔۔۔۔۔ان غلیظ ہاتھوں سے چھوا"۔۔۔۔۔۔اس نے دوبارہ اس کے ہاتھ میں چاقو گھونپ دیا۔۔۔۔۔

اس شخص کی ساری چیخیں اندر ہی دب گئی۔۔۔۔۔

ارمان پر تو جیسے کوئی جنون سوار ہو گیا تھا۔۔۔۔"کیا بکواس کر رہے تھے میری بیوی مردوں کو ورغلاتی ہے۔۔۔۔۔اور تمہارے ذہن میں بہت سے سوار اٹھ رہے تھے وہ میرے سینے سے کیوں لگی۔۔۔۔۔وہ اس لیے میرے سینے سے لگی تھی کیونکہ میں اس کا محرم تھا،اس کا شوہر تھا،اس کا محافظ۔۔۔۔۔میری بیوی کتنی پارسا ہے آج میں تمہیں بتاؤں گا"۔۔۔۔۔

اتنا کہنے کے ساتھ اب کی بار ارمان نے اس کا ہاتھ ہی توڑ دیا۔۔۔۔۔اور وہاں پولیس اسٹیشن کے اس کمرے میں باقی سارے پولیس والے کھڑے اندر تک کانپ رہے تھے۔۔۔۔۔

ارمان نے وہ چاقو دوسرے ہاتھ میں بھی ویسے ہی گھسا دیا۔۔۔۔۔ تھوری دیر بعد وہ اس کے دونوں ہاتھ توڑ چکا تھا۔۔۔۔۔ "تمہاری جان اپنے ہاتھوں سے لوں گا۔۔۔۔یہی تمہاری سزا ہے۔۔۔۔۔میری بیوی کو ہاتھ لگانا تمہیں کتنا مہنگا پڑے گا اب تم دیکھو گے مگر نہیں تمہیں کرنے پہلے سوچنا چاہیے تھا۔۔۔۔

الیکٹرک شاکس دو اسے "۔۔۔۔۔۔اب کی بار ارمان نے دوسرا حکم دیا

اتنا کہتے ساتھ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔۔۔ "جب تک میں واپس اس پولیس اسٹیشن میں قدم نہیں رکھتا۔۔۔۔۔

اگر اس شخص کی سزا تم لوگوں نے کم کی تو تم سب کے کریئر میں اپنے ہاتھوں سے کھاؤں گا۔۔۔۔۔اس کو ہر طرح کا ٹارچر دو۔۔۔۔۔تاکہ اسے پتہ چلے جب ایک لڑکی کو اذیت ملتی ہے تو کیسا محسوس ہوتا

ہے۔۔۔اور یہ خیال رکھنا جب تک میں اپنی بیوی کو لے کر اس اسٹیشن کی حدود نہ کراس کر جاؤں اس کی آواز نہ نکلے"۔۔۔۔۔

سب نے اثبات میں سر ہلایا۔۔اور ارمان کمرے سے نکل گیا۔۔۔۔۔

وہ واپس اسی کمرے میں آیا جس میں ہیر تھی۔۔۔۔

ہیر شاید وہیں بیٹھے بیٹھے سو گئی تھی۔۔۔۔۔۔ارمان کو یاد آیا اس نے ہیر کی پٹی کرنے کے بعد اسے پین کلر دی تھی۔۔۔۔۔

یقیناً اس کی وجہ سے اسے غنودگی ہو گئی ہو گی۔۔۔۔۔

حیدر نے بنا کچھ کہے بہت آرام سے اس نازک وجود کو اپنی باہوں میں اٹھایا اور اسٹیشن سے باہر اپنی گاڑی میں لایا۔۔۔

فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول کر اسے بٹھا کر سیٹ بیلٹ پہنا دی۔۔۔۔۔۔

گھوم کر دوسری طرف آیا۔۔۔ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور گاڑی سڑک کی طرف بڑھادی۔۔۔۔۔

وہ آج پہلی بار ہیر کو لے کر اپنے فلیٹ آیا تھا۔۔۔۔ہاں اب یہی ہیر کا اصل گھر تھا۔اب ہیر جب اس کے پاس آچکی تھی تو اسے خود سے بالکل

بھی دور نہیں رکھ سکتا تھا۔۔۔وہ اسے اپنے پاس اپنے نزدیک رکھنا چاہتا تھا۔۔۔۔

پارکنگ میں گاڑی کھڑی کر کے اسے دوبارہ اپنے بازوں میں اٹھایا۔۔۔۔اور اسے لے کر سیدھا اپنے فلیٹ میں آیا۔۔۔۔۔۔بہت آرام سے بنا شور پیدا کیے اس نے کمرے کا دروازہ کھولا یہ اس کا اپنا بیڈ روم تھا۔بہت خوبصورت بلیک اور گولڈن امتزاج کے کلر کے ساتھ وہ ایک لگژری کمرہ تھا۔۔۔۔

آگے بڑھ کر اسے بیڈ پر لٹایا اور اچھے سے بلینکٹ سے کور کر دیا۔۔۔۔۔۔

اس کا ابھی مائنڈ ٹھیک نہیں تھا اسے نیند کی سخت ضرورت تھی۔۔۔۔اس لیے اس کا سونا اور ریسٹ کرنا ٹھیک تھا۔۔۔۔۔

اس کے بعد حیدر نے کمرے کا دروازہ آہستگی سے بند کیا اور کچن میں آگیا۔۔۔۔۔پتہ نہیں اس نے صبح سے کچھ کھایا بھی ہو گا یا نہیں کھانے کے معاملے میں وہ ایسی ہی تھی۔۔۔۔۔

اس کے لیے کچھ بنانا چاہیے۔۔۔۔۔

حیدر نے آدھے گھنٹے میں اس کے لیے کھانا تیار کیا۔۔۔۔۔

اور اسے کچن میں ڈھانپ کر رکھ دیا۔۔۔۔

اب واپس کمرے میں آیا۔۔۔ہیر بہت پر سکون ہو کے سو رہی تھی۔۔۔۔اسے دیکھ کر حیدر کے دل میں سکون اترا۔۔۔۔دراز سے پین اور پیپر نکالا۔۔۔۔اب وہ کچھ لکھ رہا تھا۔۔۔۔

لکھنے کے بعد اس نے وہ سٹکی نوٹ اٹھا کر ڈریسنگ ٹیبل کے اوپر شیشے پر لگا دیا۔۔۔۔

اس نے دوبارہ ایک نظر مڑ کر ہیر کی طرف دیکھا۔۔۔اب وہ بائیں طرف کروٹ لے کر سو رہی تھی۔۔۔کروٹ لینے کی وجہ سے اس کا بازو برہنہ ہو گیا۔۔۔۔

اچانک ارمان کے دماغ میں کچھ آیا۔۔۔۔

وہ ڈریسنگ میں روم میں گیا۔۔۔۔

جب وہ باہر نکلا اس کے ہاتھ میں ایک بہت خوبصورت مہرون رنگ کی فراک تھی۔۔۔۔یہ اس نے ہیر کے لیے لی تھی۔۔۔۔

ہیر نے جو کپڑے پہنے تھے ایک تو وہ پھٹ چکے تھے دوسرا اس پہ خون بھی لگا تھا۔۔۔۔۔۔

ارمان نے اسکے کپڑے چینج کر دیے۔۔۔۔

کچھ دیر بعد وہ فلیٹ لاک کر کے باہر نکل رہا تھا۔۔۔۔یقینا اس کا ارادہ واپس پولیس اسٹیشن جانے کا تھا

سپہر کے ٹائم ارمان اسے فلیٹ میں لے کر آیا تھا۔۔۔۔۔اب مغرب بھی ڈھل چکی تھی۔۔۔۔۔جب اس کی آنکھیں کھلیں۔۔۔۔۔

اس کا سر بھاری ہو رہا تھا۔۔۔

وہ اٹھی اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔

اور انجان کمرے کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔۔۔۔۔

اس کی نظر بے ساختہ سارے کمرے میں گھومی۔۔۔۔۔

وہ کمرہ بہت خوبصورت تھا۔۔۔

ایک طرف دیوار پر ماہی کی تصویریں لگی ہوئی تھیں۔۔۔۔

ماہی میکانکی انداز میں ان تصویروں تک چل کر گئی۔۔۔۔

کافی ساری تصویریں اس کے بچپن کی اور نکاح کی تھی اور کچھ میں وہ حیدر کے ساتھ تھی۔۔۔۔۔

اور ایک سائیڈ پر اس کی 20 سالہ یونیورسٹی کی کچھ تصویریں تھیں۔۔۔۔۔اور ایک بڑی ساری تصویر فریم کر کے اس ریسیپشن کی شام کی۔۔۔۔۔جب وہ دونوں نیلے لباس میں ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے وہ تھی۔۔۔۔۔وہ بڑی تصویر سینٹر میں لگی تھی باقی ساری تصویریں سائیڈ پر بہت خوبصورت لگ رہی تھیں۔۔۔۔۔۔

ماہی مبہوت زدہ ان تصویروں کو دیکھے جا رہی تھی۔۔۔۔۔

اسے بے ساختہ عمایہ کی بات یاد آئی عمایہ نے اسے بتایا تھا۔۔۔کہ اس نے ماہی اور ارمان کے بچپن کی وہ نکاح کی فوٹو ارمان کے بیڈ روم میں

دیکھی تھی۔۔۔۔مطلب اس وقت وہ حیدر کے بیڈ روم میں تھی۔۔۔۔۔

پھر اس کی نظر باقی دیواروں کی طرف گھومی۔۔۔۔۔۔

ایک دیوار کے ساتھ صوفہ پڑا ہوا تھا۔۔۔۔

دوسری دیوار کے ساتھ ایک پیارا سا میز اور چیئر سٹڈی ٹیبل پڑا تھا۔۔۔اور ساتھ کمرے سے ملحقہ ڈریسنگ روم اور واش روم کا دروازہ تھا

تیسری دیوار پر ایک سائیڈ پر ڈریسنگ ٹیبل پڑا تھا تو دوسری سائیڈ پر الماریاں بنی تھیں۔۔۔۔۔

یہ کمرہ حویلی کے تمام کمروں سے بھی زیادہ خوبصورت تھا۔۔۔۔

اچانک ماہی کی نظر شیشے پر لگے اس سٹکی نوٹ پر گئی۔۔۔۔

ماہی نے آگے بڑھ کر وہ نوٹ اتارا اور اسے پڑھنے لگے۔۔۔۔۔"ہیر میں کام سے باہر جا رہا ہوں۔۔۔۔میری جان یہ ہمارا اپنا گھر ہے۔۔۔۔۔تمہارا گھر ہے۔۔۔۔۔کھانا کچن میں ریڈی پڑا ہے۔۔۔۔جب تم اٹھ جاؤ تو کھانا کھا لینا۔۔۔۔اور اگر دروازے پر کوئی بیل ہو تو دروازہ مت کھولنا۔۔۔۔۔میں جلدی واپس آ جاؤں گا۔۔۔۔۔تم گھر کے اندر ہی رہنا۔۔۔۔اوکے۔۔۔۔۔تمہارا حیدر"۔۔۔۔

یہ پڑھ کر ہیر کے چہرے پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ آگئی۔۔۔۔۔

اور آنکھوں میں نمی بھی۔۔۔۔۔ہاں اس نے سچ کہا تھا یہ ہیں رکا اپنا گھر تھا۔۔۔وہ حویلی ہیر کی نہیں تھی نہ ہی پھوپھو کا گھر اس کا تھا۔۔۔۔ مگر یہ اس کے شوہر کا گھر تھا اس پر ہیر کی ملکیت تھی یہ ہیر کا گھر تھا۔۔۔۔۔۔۔

اس کے جسم میں سکون کی ایک لہر دوڑی۔۔۔۔۔

اچانک اس کی نظر شیشے میں خود کی طرف اٹھی۔۔۔۔۔

وہ حیران رہ گئی اس وقت وہ مہرون رنگ کی بہت پیاری فراک میں تھی جس پر گولڈن کام ہوا تھا۔۔۔۔۔

وہ تو اس ڈریس میں نہیں تھی۔۔

اس نے ایک نظر اپنے حلیے کو دیکھا دوسری نظر ہاتھ میں پکڑے اس کاغذ کو۔۔۔۔۔تو اس کا مطلب حیدر۔۔۔۔۔اس سے زیادہ وہ سوچ نہ پائی اور چہرہ سارا لال قندھاری ہو گیا۔۔۔۔۔

وہ کمرے سے نکلی۔۔۔۔۔باہر بہت خوبصورت لاؤنج تھا۔۔۔۔۔وہ بہت ہی پیارا اپارٹمنٹ تھا۔۔۔۔

وہ اوپن کچن میں آگئی۔۔۔۔۔

وہاں ایک سائیڈ پر کھانا ڈھانپ کر رکھا تھا۔۔۔۔

ہیر نے اسے اٹھا کر دیکھا تو وہ شاید پاستا تھا۔۔۔۔۔

اس نے صبح سے ناشتہ کیا تھا اور اب شام ہو رہی تھی اسے واقعی بہت بھوک لگ رہی تھی۔۔۔۔۔

اس نے سٹول کھینچا اور بیٹھ کر کھانا شروع ہو۔۔۔۔۔

سالوں بعد وہ سکون سے اپنے گھر میں بیٹھ کر کھانا کھا رہی تھی۔۔۔۔۔وہ بہت خوش تھی۔۔۔آج اس نے سب کچھ حاصل کر لیا تھا۔۔۔۔۔۔ہاں اس کے لیے وہ سب کچھ اس کے شوہر اس کے حیدر نے کیا تھا۔۔۔۔۔

کھانا بہت مزیدار تھا اس نے پیٹ بھر کر کھایا۔۔۔۔

پھر برتن دھو کر واپس جگہ پر رکھے۔۔۔۔

اور کمرے میں آ گئی۔۔۔۔

پتہ نہیں حیدر نے کب آنا تھا۔۔۔۔۔

وہ یہ سوچتی ہوئی۔۔۔۔واپس بیڈ پر بیٹھ گئی۔۔۔۔پھر اس کی نظر سائیڈ ٹیبل پر گئی وہاں ہیر کا موبائل پڑا تھا۔۔۔۔

اچانک اسے انوشہ کی یاد آئی۔۔۔۔

اس نے موبائل اٹھایا اور انوشہ کا نمبر ڈائل کیا۔۔۔۔

پھر اس کے بعد وہ کافی دیر انوشہ سے باتیں کرتی رہی اسے ساری کہانی سنائی کہ اس کے ساتھ کیا کیا ہوا اور اس وقت وہ اپنے شوہر کے گھر میں ہے۔۔۔۔

ماہی بہت خوش نظر آ رہی تھی یہ سب جان کر انوشہ بھی خوش ہو گئی۔۔۔۔

تقریبا آدھے گھنٹے کے بعد اس نے موبائل فون رکھ دیا۔۔۔۔۔۔۔۔

اس نے گھڑی کی طرف دیکھا تو وہ نو بجا رہی تھی۔۔۔۔

وہ بستر پر لیٹی اور تھوڑی ہی دیر میں سو گئی۔۔۔۔

جب انسان کی زندگی میں سکون ہو تو نیند بھی سکون کی آتی ہے۔۔۔۔اور اس وقت وہ پر سکون ہو کر سو چکی تھی۔۔۔۔

وہ واپس پولیس اسٹیشن آیا۔۔۔۔۔

اپ اس انسپیکٹر کی حالت پہلے سے بھی زیادہ خراب تھی۔۔۔

وہ ٹوٹے ہاتھوں کے ساتھ ارمان سے معافی مانگ رہا تھا۔۔۔۔

مگر ارمان ہیر کے معاملے میں اتنا ہی جنونی تھا۔۔۔۔

ارمان نے اس شخص کی گن اٹھائی۔۔۔۔اور تب تک اس کے سینے میں گولیاں چلاتا رہا جب تک اپنے سینے میں سکون محسوس نہ ہوا۔۔۔۔

مگر اس سے پہلے اس کی آنکھیں پھوڑنا نہیں بھولا۔۔۔۔انہی آنکھوں سے تو اس نے ہیر پر گندی نظریں ڈالی تھیں۔۔۔۔

اب وہ پیچھے کھڑے انسپیکٹر سے مخاطب ہوا۔۔۔۔"کیس لکھو اس انسپیکٹر نے ایک لڑکی کے ساتھ زیادتی کرنے کی کوشش کی۔۔۔۔اور نشے میں تھا۔۔۔۔لڑکی نے موقع دیکھ کر اس کی پسٹل چھینی۔۔۔۔اور سلف ڈیفینس میں اسے قتل کر دیا"

۔۔۔۔۔"لیکن سر لڑکی کے بارے میں کیا لکھنا ہے کہ وہ کون تھی؟"۔۔۔۔۔

ارمان نے گردن موڑ کر پیچھے کھڑی لیڈی کانسٹیبل کی طرف دیکھا اس کی آنکھوں میں عجیب چمک تھی۔۔۔۔۔

لیڈی کانسٹیبل نے سمجھ کر سر ہلایا اور اچانک اپنی حالت خود ہی خراب کر لی اپنے چہرے پر تھپڑ مارے اپنا سر دیوار میں دے مارا۔۔۔ایک سائیڈ سے اپنا بازو پھاڑ لیا۔۔۔۔"گڈ سمجھدار ہو"۔۔۔

ارمان جانتا تھا یہ انسپیکٹر اس طرح کا ہی حرام خور ہے۔۔۔۔لڑکیوں کو پریشان کرتا ہے۔۔۔۔

اور یہ سارے پولیس اسٹیشن والے اس سے پریشان تھے۔۔۔۔۔

اس لیے سب اس سے جان چھڑوانا چاہتے تھے۔۔۔۔۔

کچھ دیر بعد پولیس اسٹیشن سے باہر نکلا اور واپس گھر کی طرف چل پڑا۔۔۔اس کی بیوی اس کا انتظار کر رہی ہو گی۔۔۔آج پہلی بار اسے گھر جانے کی جلدی اور بے تابی تھی۔۔۔۔کیونکہ زندگی میں پہلی بار کوئی اس کے گھر میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔۔۔

گیارہ بجے کے قریب جا کر حیدر واپس گھر آیا۔۔۔۔۔

جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوا اس نے دیکھا ہیر سو رہی تھی۔۔۔۔۔ارمان کی حالت ٹھیک نہیں تھی کپڑوں پر خون کے چھینٹے پڑے تھے۔۔۔۔۔

اس لیے وہ سیدھا شاور لینے چلا گیا ہے۔۔۔۔۔15 منٹ بعد وہ فریش ہو کر واپس روم میں آیا۔۔۔۔

حیدر نے سامنے دیکھا تو وہاں پر اب سٹکی نوٹ نہیں تھا مطلب وہ دیکھ چکی تھی۔۔۔۔پھر وہ کچن میں چلا گیا۔۔۔۔۔

کھانا کھانے کے بعد وہ کمرے میں واپس آیا۔۔۔۔۔اور اس سارے وقت میں اس کی بیوی گہری نیند سو رہی تھی۔۔۔۔

وہ بائیں سائیڈ آیااور ہیر کے پاس بیڈ پر بیٹھ گیا۔۔۔۔وہ بائیں طرف کروٹ لے کر سو رہی تھی۔۔۔۔وہ سوتی ہوئی اتنی کیوٹ لگ رہی تھی کہ بے ساختہ حیدر کو اس پر پیار آیا۔۔۔۔

اس نے ہمیشہ سے یہی چاہا تھا کہ اس کی ہیر باپردہ اور باحیا ہو۔اور خود کو ڈھانپ کر رکھتی ہو۔۔۔وہ جانتا نہیں تھا کہ گزرے سالوں میں وہ کیسے خود کو رکھتی ہو گی۔۔۔ مگر ہیر کو اس طرح باپردہ اور باحیا دیکھ وہ اندر تک سرشار اور خوش ہوا تھا۔۔۔۔

ارمان نے پچھلے تین مہینوں سے آج اس کے بال پہلی بار دیکھے تھے۔۔۔۔ہاسپٹل میں دو بار بالوں پر نظر ضرور پڑی تھی مگر اس کا دماغ اس وقت اس کی صحت پر اٹکا تھا۔۔۔۔

کتنے سالوں سے انتظار کیا تھا ہیر کو اس کمرے میں اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھنے کا۔۔۔۔اور آج اس کے سارے انتظار ختم ہو گئے تھے۔۔۔۔۔

اس نے کتنے سالوں انتظار کیا تھا کہ جب وہ گھر میں آئے تو کوئی اس گھر میں اس کا منتظر ہو۔۔۔۔

اسے بہت خوشی ہو رہی تھی اس کی بیوی اس کا انتظار کرتے کرتے سو گئی تھی۔۔۔۔کوئی سکون تھا جو اس کے دل میں سالوں بعد اترا تھا۔۔۔۔۔

اس کے بال بہت خوبصورت تھے کالے رنگ کے لمبے ریشمی کمر تک آتے ان میں بہت خوبصورت چمک بھی تھی۔۔۔۔

حیدر نے ہاتھ بڑھا کر اس کے بالوں کو چھوا۔۔۔۔۔وہ بالکل ریشم جیسے تھے۔۔۔۔۔

اس کے بعد حیدر نے اس کے چہرے سے بال پیچھے کیے۔۔۔۔۔تو چہرے پر نظر پڑی اس کا ایک گال سارا سوزش کا شکار ہو چکا تھا۔۔۔۔۔۔ہونٹ کا جو کنارہ پھٹا تھا وہاں بھی سوجن ہو گئی تھی۔۔۔۔۔

غصے کی ایک شدید لہر ارمان حیدر کے سارے جسم میں دوڑی۔۔۔۔۔اس نے آگے بڑھ کر سب سے پہلے ہی کی پیشانی پر

بوسہ دیا۔۔۔۔اس کے بعد اس کی دونوں آنکھوں پر۔۔۔۔۔اور اس کے بعد اس کے گال پر۔۔۔۔۔۔

وہ حیدر کی لمس پر کسمسائی مگر شاید وہ گہری نیند میں تھی۔۔۔اس لیے دوبارہ سوتی بنی۔۔۔۔۔ہیر کی اس ادا پر حیدر دل کھول کر مسکرایا۔۔۔۔۔

وہ کافی دیر اسے دیکھتا رہا۔۔۔۔۔۔ کبھی اس کی گردن چھوتا کبھی اس کے بال کبھی اس کی آنکھوں کو دیکھتا کبھی اس کے گال پر ہاتھ رکھتا۔۔۔۔۔۔۔۔اسے ہیر کو سوتے ہوئے تنگ کرنے میں مزہ آرہا تھا۔۔۔۔۔یا شاید وہ خود کو یقین دلا رہا تھا یہ کوئی خواب نہیں حقیقت ہے۔۔۔

پھر بالا خر اسے مزید تنگ کرنے کا ارادہ ترک کر کے حیدر نے اس کا سر اٹھایا اور اپنے بازو اس کے سر کے نیچے رکھا۔۔۔۔۔۔۔دوسرے ہاتھ سے اس کے گرد حصار باندھا اور خود بھی سونے کے لیے لیٹ گیا۔۔۔۔۔۔۔اتنے سالوں سے وہ ایک رات بھی چین کی نیند نہیں سویا تھا۔۔۔۔۔۔ مگر وہ جانتا تھا آج کی رات وہ بہت پر سکون نیند سونے والا ہے۔۔۔۔۔۔

اور بالکل ویسا ہی ہوا سالوں بعد اس نے اتنی اچھی اور خوبصورت نیند لی تھی۔۔۔۔۔۔کچھ ہی دیر میں حیدر بھی نیند کی وادیوں میں اتر چکا تھا۔۔۔۔۔

مان

کراچی شہر کی اس بلڈنگ کے اپارٹمنٹ میں ایک نئی صبح کا آغاز ہو چکا تھا۔۔۔۔۔

اگر ہم اس وقت ارمان حیدر کے بیڈ روم میں دیکھیں تو وہ دونوں گہری نیند سو رہے تھے۔۔۔۔۔

کچھ دیر گزری جب ماہیر کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی یقیناوہ اٹھ چکی تھی۔۔۔۔۔

اس کی آنکھ کھل گئی تھی اس نے کروٹ لینے کی کوشش کی مگر یہ کیا اس کا جسم ہلنے سے انکاری تھا۔۔۔۔اسے لگا جیسے وہ رسی سے بندھی ہو۔۔۔۔۔

ہیر نے آنکھیں کھول کر بے ساختہ دائیں بائیں نظر گھمائی۔۔۔۔ تھوڑا سا اپنا سر اٹھا کر دیکھا۔۔۔تو اسے پتہ چلا۔۔۔۔وہ اس وقت مکمل طور پر حیدر کے حصار میں تھی۔۔۔۔۔

اس کا ایک ہاتھ حیدر کے سینے پر تھا۔۔۔۔اس کا سر حیدر کے کندھے پر تھا اور حیدر کا ہاتھ جو ہیر کے سر کے نیچے تھا وہ اس کے بازو پر۔۔۔۔۔دوسرا ہاتھ حیدر نے اس کے پیٹ کے گرد لپیٹ کر اسے اپنے حصار میں لے رکھا تھا۔۔اور وہ اس کے بالکل قریب سو رہا تھا۔۔۔

اس کی نظریں بے ساختہ حیدر کے چہرے کی طرف اٹھیں۔۔۔۔ بے شک وہ ایک خوبصورت وجیہہ مرد تھا۔۔۔۔۔۔

ماہیر نے حیدر کے چہرے سے کبھی عشق نہیں کیا تھا اس نے تو اپنے حیدر کی روح سے عشق کیا تھا۔۔۔۔۔۔مگر ہاں یہ سچ تھا پچھلے تین مہینوں سے ارمان نے اس کے لیے جو کچھ کیا اس کے بعد جب اسے پتہ

چلا یہی اس کا حیدر تھا۔۔۔۔۔تب سے یہ چہرہ ماہی کے لیے دنیا کا سب سے خاص چہرہ ہو چکا تھا۔۔۔۔۔

یہ سچ تھا کہ ماہی کی باقاعدہ کوئی رخصتی نہیں ہوئی۔۔۔۔مگر وہ حیدر کی بیوی تھی۔۔۔۔۔اسے کوئی خواہش نہیں تھی دلہن بننے کی۔۔۔۔۔اسے ان سب چیزوں کی خواہشیں کبھی تھی ہی نہیں۔۔۔۔۔اسے تو صرف اپنے حیدر کے پاس جانے کی خواہش تھی اس کے حصار میں محفوظ رہنا اس کی اولین ترجیح تھی۔۔۔۔۔جو آج پوری ہو چکی تھی۔۔

اس نے اپنا ہاتھ حیدر کے سینے سے اٹھایا اور بے ساختہ آگے بڑھا کر حیدر کے بالوں کو لگایا۔۔۔۔وہ بار بار حیدر کے بال ہاتھوں سے سنوار

اور بار بار بگاڑنے لگی۔۔۔۔۔بالکل ویسے جیسے کوئی چھوٹی بچی ہو۔۔۔۔۔

اسے یاد آیا بچپن میں بھی وہ ایسے ہی کرتی تھی۔۔۔۔کوئی اور حیدر کے بالوں میں ہاتھ لگاتا تو حیدر کو الجھن ہوتی۔۔۔۔۔مگر جب بچپن میں ہیر اس کے بالوں کو ہاتھ لگاتی تھی اسے کبھی الجھن نہیں ہوئی۔۔۔۔نہ ہی وہ کبھی بیزار ہوتا تھا۔۔۔۔نہ ہی کبھی ہیر کو روکنے کی کوشش کرتا تھا

اسے بہت مزہ آرہا تھا۔۔۔۔۔

بے اختیار وہ قہقہا لگا کر ہنسی۔۔۔۔۔

سالوں بعد وہ دل سے خوش ہوئی تھی۔۔۔۔۔

ہیر کی میٹھی اور خوبصورت ہنسی کی آواز سارے کمرے میں گونجی۔۔۔۔۔

اب ہیر کا ہاتھ اس کے بالوں سے نکل کر حیدر کی بیرڈ پر آ چکا تھا۔۔۔۔۔

وہ اس کے گال پر اس کی بیرڈ پر ہاتھ پھیر رہی تھی اور اپنے ہاتھوں پر کھجلی محسوس کر رہی تھی۔۔۔۔۔

وہ ہنستی گئی اسے یہ بھی یاد نہیں رہا کہ پاس حیدر سو رہا ہے اس کی نیند خراب ہو سکتی ہے۔۔۔۔۔

اس سے زیادہ ارمان سے برداشت نہیں ہوا اور اور وہ اپنی مسکراہٹ کو ہونٹوں پر روک نہیں پایا۔۔۔۔۔

حیدر کو مسکراتا دیکھ ماہی کی ہنسی ایک منٹ میں غائب ہوئی۔۔۔۔ مطلب وہ جاگ رہا تھا۔۔۔

حیدر تو تبھی جاگ گیا تھا جب وہ کروٹ لینے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔۔ مگر وہ آنکھیں بند کیے ویسے ہی لیٹا رہا اور اس کی حرکتوں کو انجوائے کر رہا تھا۔۔۔۔

ارمان کو محسوس ہوا اس کے ہاتھ رک گئے ہیں تو وہ بند آنکھوں سے ہی بولا۔۔۔"کیا ہوا رک کیوں گئی؟"۔۔۔۔۔حیدر کی خوبصورت آواز ہیر کانوں میں پڑی۔۔۔۔۔اور وہ شرمندہ سی ہو گئی۔۔۔۔۔

اس سے کچھ بولا ہی نہ گیا۔۔۔۔۔اس سے پہلے وہ اپنا ہاتھ حیدر کے چہرے سے ہٹاتی۔۔۔۔۔حیدر نے ایک جھٹکے سے اس کی کلائی پکڑی اور اسے اپنی طرف کھینچا۔۔۔۔۔وہ سیدھا حیدر کے سینے پہ آ گری۔۔۔۔۔

اب حیدر کھلی آنکھوں میں عشق کا خمار لیے اسے تک رہا تھا۔۔۔۔۔ اور ہیر ہمیشہ کی طرح اس کی آنکھوں کے سحر میں کھو گئی۔۔۔۔۔

بے ساختہ ہیر کا ہاتھ اٹھا اور حیدر کی آنکھوں تک گیا۔۔اور اس کی پلکوں کو چھوا۔۔۔۔۔

حیدر دل کھول کر مسکرایا اور اس کی گال کا گڑھا واضح ہوا۔۔۔۔۔

اب کے ہیر کا ہاتھ اس کے ڈمپل تک آیا۔۔۔۔

وہ اس کے ڈمپل پر ہاتھ پھیرتی ہوئی دوبارہ کھل کھلا کر ہنس دی۔۔۔۔

حیدر نے اپنا چہرہ اٹھا کر اس کی پیشانی پر پورے حق سے محبت کی مہر ثبت کی۔۔۔۔۔

اور ہیر کی ہنسی کا فوارہ اور ہاتھ کی حرکت دونوں ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں رک گئے۔۔۔۔۔وہ ساکت رہ گئی۔۔۔۔۔جیسے ابھی حیدر کی اس حرکت کو پروسیس نہ کر پا رہی ہو۔۔۔۔۔

حیدر اسے اس طرح حیران دیکھ کر قہقہا لگا کر ہنس پڑا۔۔۔۔۔"میری جان ایسے کیا جاتا ہے پیار۔۔۔۔۔سوتے ہوئے اور چوڑی چھپے نہیں"

۔۔۔۔۔۔

اب کے ہیر کا چہرہ لمحے کی ہزارویں حصے میں سرخ ہوا۔۔۔۔۔"میں کوئی چوری چھپے تھوڑی کر رہی تھی۔مجھے لگا آپ سو رہے ہیں۔۔۔۔اور ویسے بھی آپ پر صرف اور صرف میرا حق ہے۔۔۔۔۔سوتے ہوئے کروں یا جاگتے ہوئے میری مرضی"۔۔۔۔

ہیر خفگی سے منہ پھلا کر بولی۔۔۔۔۔حیدر کو وہ بالکل چھ سالہ ہیر لگی۔۔۔۔۔ویسی ہی کیوٹ۔۔۔۔

حیدر دوبارہ دل کھول کر مسکرایا۔۔۔۔آج کی صبح اس کی زندگی کی کتنی حسین صبح تھی۔۔۔۔۔حیدر نے دوبارہ اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔۔۔۔"اوکے جو حکم میری پیاری پرنسس"۔۔۔۔۔۔

حیدر نے اتنے پیار سے کہا کہ ہیر بے ساختہ کھلکھلا کر ہنس دی۔۔۔۔اچانک اسے کچھ یاد آیا"آپ نے کالے لینز کیوں لگائے تھے؟"۔۔۔۔۔

اور حیدر کو ہیر کی سالگرہ کی رات کا وہ سارا منظر یاد آ گیا۔۔۔۔۔

حیدر کا چہرہ کچھ سنجیدہ سا ہو گیا ہیر اٹھ کر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔حیدر بھی اٹھ کر بیٹھ چکا تھا۔۔۔"میری پیاری بیوی نے بچپن میں کہا تھا کہ ان آنکھوں پر صرف اس کا حق ہے۔۔۔۔اور کسی کو حق نہیں کہ ان آنکھوں کی تعریف بھی کرے۔۔۔۔ایک لڑکی نے کچھ ماہ پہلے میری آنکھوں کی تعریف کر دی۔۔۔میں نے اس لڑکی کا گلا پکڑ لیا۔۔۔۔۔مجھے بہت غصہ آیا کہ کسی کی ہمت کیسے ہوئی میری ہیر کے علاوہ ان آنکھوں کی تعریف کرنے کی۔۔۔۔۔

شاید میں غصے میں اس لڑکی کو مار ہی دیتا اگر وہ تمہارا واسطہ دے کر اپنی جان کی بھیک نہ مانگتی۔اس رات تمہاری سالگرہ تھی پھر میں نے تمہارا

صدقہ سمجھ کر اس کی جان بخش دی۔۔۔۔پھر میں نے لینز لگا لیے ہر لڑکی کا گلا دبا کر تو نہیں مار سکتا نا"۔۔۔۔۔۔۔

اتنا سب بتانے کے بعد حیدر خاموش ہو گیا اور ماہی وہ ساکت، شل اور سٹل ہو چکی تھی۔۔اسے یقین نہ آیا کہ حیدر اس کے بچپن کی ایک خواہش کی خاطر اتنا کچھ کر سکتا ہے۔۔۔اسے وہ رات یاد آئی جب وہ یہ سوچ کر بستر پر لیٹی تھی کیا حیدر کو اس کی سالگرہ یاد ہو گی یا نہیں۔۔۔۔۔یہ یاد آتے کب اس کی آنکھوں سے آنسو نکلے اسے پتہ نہ چلا۔۔۔۔۔

حیدر نے وہ آنسو بہنے سے پہلے ہی اپنے انگلیوں کی پوروں سے چن لیے۔۔۔۔"آج کے بعد کبھی رونا مت میں تمہارے آنسو برداشت نہیں کر سکتا۔۔۔۔یہ سیدھا میرے دل پر گرتے ہیں"۔۔۔۔

ہیر یک ٹک اس شخص کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔ہاں یہ وہ شخص ہے جس سے وہ سالوں سے محبت کرتی آرہی ہے۔۔۔اور وہ شخص بھی بدلے میں سالوں سے اس سے عشق کرتا آرہا ہے۔۔۔۔

اب حیدر نے سوال پوچھا۔۔۔۔"میرے جانے کے بعد حویلی میں کیا ہوا تھا مجھے سب جاننا ہے"۔۔۔۔۔یہ سن کر ہیر نے اثبات میں سر ہلایا۔۔۔۔اسے اپنی ساری تکلیفیں اس شخص کو ہی تو بتانی تھیں۔۔۔۔۔۔۔

وہ بولنا شروع ہوئی حیدر خاموشی سے سن رہا تھا۔۔۔۔وہ ہر ایک سلوک، ہر عمل، ہر تکلیف، ہر طعنہ، ہر تھپڑ، ہر الزام، ہر بہتان، ہر تذلیل، ہر تکلیف اور ہر درد سب کچھ اسے بتاتی گئی۔۔۔اس نے کس طرح اذیت سے ایک ایک دن اور ایک ایک رات اس حویلی کے دو دیوار کے اندر ایک قید کی صورت گزارے وہ سب اسے بتا رہی تھی۔۔۔۔اور بتاتے ہوئے مسلسل رو رہی تھی۔۔۔۔

ہاں جب اسے وہ تکلیف دہ دن یاد آتے تھے تب تب اسے رونا آتا تھا۔۔۔۔اس نے کتنا انتظار کیا وہ سب بتا رہی تھی۔۔۔۔۔۔حیدر نے ایک لفظ نہیں بولا نہ اسے روکنے کی کوشش کی وہ سب کچھ جاننا چاہتا تھا۔۔۔۔۔

اس کے بعد دادی کی موت پھر کس طرح اسے اقصی اور انوشہ نے مل کر حویلی سے بھگایا۔۔۔اس کے بعد وہ کس طرح یہاں تک پہنچی وہ سب بتا چکی تھی۔۔۔۔۔۔

پھر اسے کس طرح پتہ چلا حیدر ہی ارمان ہے یہ بھی بتا چکی تھی۔۔۔۔"میں نے آپ کا سالوں انتظار کیا آپ نہیں آئے۔۔۔۔کیوں نہیں آئے آپ؟"۔۔۔۔

وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی حیدر نے بنا کچھ کہے اسے اپنے سینے سے لگایا ہوا تھا۔۔۔اس نے اپنے ایک ہاتھ سے حیدر کی شرٹ کو کمر سے مٹھی میں بھنیچا۔۔۔۔۔۔

دوسرے ہاتھ سے وہ حیدر کو کالر سے پکڑ کر ساتھ ساتھ اس کے سینے پر اپنے نازک ہاتھ سے مکے مار رہی تھی۔۔۔۔۔یہ ان تکلیفوں کا اظہار تھا۔۔۔ساتھ ساتھ مسلسل یہ سوال کر رہی تھی کی وہ دن رات اس کا انتظار کرتی رہی وہ کیوں نہیں آیا؟۔۔۔۔۔۔

اور حیدر تو اندر تک تکلیف سے تڑپ اٹھا تھا۔۔۔۔۔جو اس دن ہال میں فون پر ماہی کی انوشہ سے باتیں سنی تھی وہ تکلیف تو کچھ بھی نہیں تھی جو آج وہ بتا رہی تھی۔۔۔۔۔۔

وہ دل ہی دل میں خود سے مخاطب تھا کہ وہ ہیر کے ہر ایک اذیت اور آنسو کا بدلہ ساری حویلی والوں سے لے گا۔۔۔۔۔"اور فواد خان اب تم حیدر خان کے قہر سے ڈرنا"۔۔۔۔

ارمان خود سے عہد کر چکا تھا اپنی بیوی کی ایک ایک تکلیف اور اذیت کا بدلہ ان سب سے لے گا۔۔۔۔ہیر کی ساری باتوں میں صرف ایک بات جس کی وجہ سے ارمان حیدر کا خون سب سے زیادہ کھول رہا تھا۔۔۔۔۔۔

اسے لگ رہا تھا جیسے انہوں نے ارمان حیدر کی روح کو اندر تک زخمی کر دیا ہو۔۔۔۔۔وہ حویلی والے تھے اتنے سنگدل کیسے ہو سکتے تھے۔۔۔۔۔

ارمان کے کانوں میں بس ہیر کی یہ باتیں گونج رہی
تھیں۔۔۔۔۔"آپ کو کچھ نہیں پتہ میں نے اس حویلی میں کس طرح
بدتر دن گزارے۔۔۔۔۔میں وہاں جو کھانا خود پکاتی تھی مجھے وہ کھانے
کی اجازت تک نہ تھی۔۔۔۔۔کلثوم تائی مجھے اس لیے سب کے ساتھ
ٹیبل پر بیٹھ کر کھانے نہیں دیتی تھی۔۔۔۔کیونکہ میری سزا تھی حویلی
میں جو نوکروں کے لیے کھانا پکتا تھا مجھے بھی وہی کھانے دیا جاتا
تھا۔۔۔۔انہوں نے مجھے دھمکی دی تھی اگر میں نے حویلی میں یہ بات
کسی کو بھی بتائی تو مجھے جان سے مار دیں گی۔۔۔۔

مجھے موت سے ڈر نہیں لگتا تھا مجھے ایک آخری بار آپ سے ملے بغیر
مرنے سے ڈر لگتا تھا۔۔۔۔اس لیے میں کچن میں ایک سائیڈ پر بیٹھ کر

کھانا کھاتی تھی۔۔۔تاکہ کسی کو پتا نہ چلے میں کون سا کھانا کھاتی ہوں۔۔۔۔۔انہوں نے مجھ سے اس بات کا بدلہ لیا کہ بابا نے میری ماما سے شادی کی اور ان کی موت کے بعد میری وجہ سے انہوں نے دوسری شادی سے انکار کر دیا اور ان کی بہن حویلی میں بہو بن کر نہیں آسکی"۔۔۔۔آج حیدر کو پتہ چل گیا تھا کہ اس نے 14 سالوں بعد اپنے ہاتھوں سے بنی بریانی کیوں نہیں کھائی۔۔۔۔

حیدر نے ہیر کا چہرہ اپنے سینے سے ہٹا کر اپنی آنکھوں کے سامنے کیا۔۔۔اور بے ساختہ اس کے دونوں گالوں پر اپنے لب رکھ دیے۔۔۔۔ہاں یہ ان گالوں پر پڑنے والے تھپڑوں پر مرہم لگا رہا تھا یا شاید ان تکلیفوں کا ازالہ کر رہا تھا۔۔۔ہیر کو تو وہ مرہم ہی لگا۔۔۔۔

کافی دیر بعد ہیر کے رونے میں تھوڑی کمی آئی۔۔۔۔"آپ کو کب پتہ چلا تھا میں ہیر ہوں اور آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟!"۔۔۔۔۔۔

اس کی بات سن کر حیدر نے بھی ساری بات بتادی۔۔۔۔کہ ایکسیڈنٹ کے دن اسے پتہ چلا تھا وہ تصویر دیکھ کر۔۔۔۔۔"میں چاہتا تھا تم مجھے تلاش کرو بس یا اگر تم یہ سمجھو کہ میں صحیح وقت کا انتظار کر رہا تھا تو یہ بھی صحیح ہو گا"۔۔۔۔۔۔

اب وہ رونا بھول چکی تھی اور حیران ہو رہی تھی۔۔۔۔"مطلب صحیح وقت کے انتظار تک میں آپ کے ہجر میں ویسے ہی مر جاتی اور آپ بتاتے ہی نہیں"۔۔۔۔۔۔۔

اس کے مرنے کی بات سن کر حیدر تڑپ اٹھا۔۔۔اور ایک جھٹکے سے غصے سے اس کا چہرہ اپنے چہرے کے قریب کیا۔۔۔۔"خبر دار آئندہ یہ مرنے کی بات نہ کرنا ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا"۔۔۔۔۔

حیدر کا انداز بالکل ویسا تھا جیسا اس نے کلب میں اس لڑکی کا گلا پکڑتے ہوئے کہا۔۔۔۔مگر وہ چاہ کر بھی اپنی ہیر کے ساتھ سختی سے بات نہ کر پایا۔۔۔۔

ہیر نے غصے سے اس کے سینے پر اپنے ہاتھ سے نازک مکہ مارا۔۔"ہاں آپ جو مرضی کرتے پھریں میں کوئی بات بھی نہ کروں"۔۔۔۔

حیدر بے ساختہ مسکرایا۔۔۔وہ کتنی اچھی لگتی تھی جب وہ حیدر پر اپنا حق جتاتی تھی۔۔۔۔"ماضی میں ہم کہاں تھے یا ہم نے کون سی

تکلیفیں برداشت کیں۔۔۔۔اب یہ بات اہمیت نہیں رکھتی میری جان۔۔۔۔۔۔اب ہم دونوں ساتھ ہیں یہ بات زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔۔۔۔میں نے سالوں تمہارا انتظار کیا۔۔۔۔۔۔میں نے بہت سال اس ایک پل کا انتظار کیا جب تم یہاں میرے سامنے اس کمرے میں بیٹھی مجھ سے شکوے شکایت کر رہی ہو گی۔۔۔۔۔اور دیکھو آج میری ساری خواہشیں اور حسرتیں پوری ہو گئی ہیں"۔۔۔۔۔

ہیر یہ بات سن کر نم آنکھوں سے ہنس دی۔۔۔۔۔"مطلب امیجنیشن میں شکوے ہی دیکھے"۔۔۔۔۔حیدر نے مسکرا کر سر ہلایا۔۔۔۔۔

اور ہیر کتنے ہی پل ہنستی گئی۔۔۔۔۔۔

آج اتوار کا دن تھا۔۔۔اب تو تقریبا دن کے گیارہ بج چکے تھے۔۔۔۔۔وہ دونوں اتنے گھنٹوں سے اپنے ماضی کے پنوں کو چھان رہے تھے۔۔۔۔۔

کچھ دیر بعد حیدر بولا۔۔۔۔۔"چلو فریش ہو جاؤ پھر ناشتہ کرتے ہیں"۔۔۔۔۔

ہیر نے اثبات میں سر ہلایا وہ دونوں اب بیڈ سے اٹھ رہے تھے۔۔۔۔۔اچانک ہیر کی نظر اپنے حلیے پر گئی۔۔۔۔۔پھر اس نے کچھ

غصے اور خفگی سے ارمان کی طرف دیکھا۔۔۔۔وہ سمجھ نہ سکا کے ہیر ایسے کیوں دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔

ارمان نے آئی بڑو اچکائی جیسے پوچھ رہا ہو اب کیا ہوا؟۔۔۔۔۔

ہیر بنا کچھ گئے اس کے قریب آئی۔۔۔۔وہ بائیں سائیڈ بیڈ کے قریب کھڑا تھا۔۔۔۔"مسٹر ارمان حیدر ذرا بتانا پسند کریں گے کہ میں اس حلیے میں کیسے ؟"۔۔۔۔۔

یہ سن کر ارمان نے اپنی ہنسی بہت مشکل سے دبائی۔۔۔۔"کیا مطلب کیسے ؟"۔۔۔۔۔وہ معصوم بنا پوچھ رہا تھا۔۔۔۔۔"حیدر"۔۔۔اب کی بار ہیر دھیمی آواز میں چیخ اٹھی۔۔۔۔۔

وہ فوراسیریس ہو گیا۔۔۔"تمہارا ڈریس پھٹ چکا تھا اور سر سے نکلنے والا خون بھی لگا تھا۔۔۔۔۔مجھ سے برداشت نہیں ہوا میری بیوی نے پھٹے کپڑے پہنے ہیں۔۔۔۔۔اس لیے میں نے چینج کر دیا یہ ڈریس کچھ دن پہلے ہی میں مارکیٹ سے لایا تھا تمہارے لیے۔۔۔۔مجھے اچھی لگی تھی اس لیے سوچا جس دن تم یہاں آؤ گی اس دن تمہیں دوں گا۔۔۔۔۔ اگر تمہیں پسند نہیں آئی تو کوئی بات نہیں اندر کبرڈ میں کچھ اور ڈریسز پڑے ہیں تم وہ بھی ٹرائی کر سکتی ہو"۔۔۔۔۔

بات کے آخر تک اس کا لہجہ پھر معصومیت سے بھر گیا۔۔۔۔اور ہیر شعلہ باز آنکھیں لیے اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔

وہ نارمل ہوا آگے بڑھا اور ہیر کو اپنے ساتھ لگایا پھر بہت مان سے اس کے سر پر بوسہ دیا۔۔۔۔"تم بیوی ہو میری۔۔۔۔تم پر حق رکھتا ہوں۔۔۔۔۔میں محرم ہوں تمہارا"۔۔۔۔

ان تین فقروں سے زیادہ نہ ارمان نے کچھ کہا نہ ہیر کو کچھ سننے کی ضرورت تھی۔۔۔۔ہاں وہ تو پہلے سے یہ بات جانتی تھی۔۔۔۔وہ اندر تک پر سکون ہو گئی۔۔۔

مگر چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔۔۔۔۔۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں کچن میں تھے۔۔۔۔حیدر نے اسے سارا گھر دکھا دیا تھا۔۔۔۔وہ بہت خوبصورت دو بیڈ رومز پر مشتمل۔۔۔۔ایک پیارا

اپارٹمنٹ تھا۔۔۔۔جس میں ایک ڈرائنگ روم ایک چھوٹا سا لاؤنج اور ایک اوپن کچن تھا۔۔۔۔

حیدر خود ہی ناشتہ بنا رہا تھا مگر ہیر کی انا کہاں برداشت کرتی اس کا شوہر چولہے کے سامنے کھڑا ہے۔۔۔۔اسے زبردستی ہٹا کر وہ خود اب پراٹھے بنا رہی تھی۔۔۔پراٹھے بناتے ہوئے اچانک اس کے ہاتھ پر گھی کا ایک چھینٹا پڑا۔اس کے منہ سے نہ چاہتے ہوئے بھی ایک کراہ نکلی۔۔۔

ارمان جو پاس ہی بیٹھا تھا فوراً اٹھ کر اس کی طرف آیا۔۔۔۔اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔۔۔۔"دکھاؤ کیا ہوا ہے!"۔۔۔ماہی اس کی فکر

پر مسکرائی۔۔۔۔"کچھ نہیں ہوا حیدر بس ہلکا سا ایک چھینٹا ہی پڑا ہے۔اتنی چھوٹی چوٹ سے مجھے درد نہیں ہوتی"۔۔۔

یہ بات سن کر حیدر نے اسے خفگی سے گھورا۔۔۔"چہرہ دیکھا ہے اپنا سارا درد کے باعث لال ہو رہا ہے۔۔۔۔۔اور کہہ رہی ہو درد نہیں ہوتا۔۔۔۔میں منع کر رہا تھا نا کہ مت کرو میں کر تو رہا تھا اب جل گیا نا ہاتھ"۔اس کے لہجے میں کتنی فکر اور توجہ تھی۔۔۔۔اتنا کہتے ساتھ ارمان نے نرمی سے اس کے ہاتھ پر پھونک ماری۔۔۔۔

اور ماہی نم آنکھیں لیے ارمان کے چہرے کو دیکھے گئی۔۔۔۔وہ اتنے سالوں سے حویلی میں کام کرتے نا جانے کتنی بار جلی تھی۔۔۔۔کئی بار

تواس کے ہاتھوں پر ابلے بھی بن جاتے تھے۔اور وہ ان زخمی ہاتھوں سے ہی کام کرتی۔۔۔۔

کوئی نہیں تھا اس کے پاس جو اس کی اس طرح فکر کرتا ہے جس طرح آج اس کے سامنے اس کا شوہر کھڑا کر رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔اسے اپنے زخموں پر مرہم لگتا محسوس ہو رہا تھا وہ چاہ کر بھی اپنے آنسو روک نہ پائی اور آنسو پلکوں کی باڑ توڑتے ہوئے گالوں پر پھسلتے گئے۔۔۔۔۔۔

ارمان نرمی سے اس کے ہاتھ پر اپنا انگوٹھا پھیر رہا تھا۔۔۔۔پھر اس نے ماہی کا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگا لیا۔۔۔۔۔دوسری طرف خاموشی محسوس کر کے اس نے چہرہ اٹھا کر دیکھا تو وہ آنسو بہا رہی تھی۔۔۔۔۔"کیا ہوا میری جان زیادہ جل گیا کیا؟۔۔۔۔آؤ میں

آئنٹمنٹ لگا دیتا ہوں"۔۔۔۔وہ نرم فکر مند اور محبت بڑی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔۔ماہی کا سر نفی میں ہلا۔۔۔۔

وہ بے ساختہ آگے بڑھی اور ارمان کے سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔۔۔۔ہیر کے اچانک اس طرح رونے پر وہ تو بوکھلا ہی گیا۔۔۔۔"ہیر کیا ہوا میری جان رونا بند کرو۔۔۔میں نے منع کیا تھا نا رونے سے"۔۔۔۔یہ بات سن کر ماہی نے بہت مشکل سے اپنے آنسوؤں پر قابو پایا۔۔۔۔

اور اپنا چہرہ پیچھے کر کے ارمان کو دیکھا۔۔۔"حویلی میں کام کرتے ہوئے بہت بار میرے ہاتھ اور بازو جلے۔۔۔کئی بار تو چھالے بھی بن جاتے تھے۔۔۔کوئی نہیں تھا میری فکر کرنے والا۔۔۔مجھے اپنے زخمی

ہاتھوں سے سارے کام کرنے پڑتے تھے۔۔۔۔مجھے بہت تکلیف ہوتی تھی حیدر"۔وہ بھیگی آواز میں کہتے ساتھ دوبارہ روپڑی۔۔۔ارمان نے یہ بات سن کر اذیت سے اپنی آنکھیں میچیں اور اسے اپنے حصار میں لے کر اس کا سر اپنے سینے سے لگالیا۔۔۔۔۔۔

حیدر کا ساتھ اسے سکون دے رہا تھا وہ مل گیا تھا زندگی مکمل لگ رہی تھی۔۔۔۔۔"بس میری جان اب یہ وہ ظالم حویلی نہیں ہے۔۔۔۔۔یہ تمہارا گھر ہے۔۔۔۔۔تم اس گھر کی مالکن ہو یہاں جیسے چاہو ویسے رہو۔۔۔۔کوئی تمہیں روکنے والا نہیں۔۔۔۔۔۔اب میرے ہوتے ہوئے کوئی تمہیں تکلیف نہیں پہنچا سکتا"۔۔۔۔۔وہ مسکرا کر بولتا اپنا حصار مضبوط کرتا اس کے ماتھے پر لب رکھ گیا۔۔۔۔۔

ہاں اب ماہی کی فکر کرنے والا حیدر اس کی زندگی میں واپس آگیا تھا۔۔۔۔اب وہ اکیلی نہیں رہی تھی۔۔۔۔اس کا حیدر اس کے پاس اس کے ساتھ تھا۔۔۔۔۔

پھر کچھ دیر بعد دونوں نے ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کیا۔۔۔۔سالوں بعد حیدر نے اپنے اس گھر میں کسی عورت کے اور وہ بھی اپنی کی بیوی کے ہاتھ کا اتنا اچھا ناشتہ کھایا تھا۔۔۔۔اس کے جسم کے اندر تمانیت بھر گئی۔۔۔۔

اور ہیر وہ تو جیسے آج مکمل ہو گئی تھی۔۔۔۔۔اسے اپنے ہاتھوں سے اپنے شوہر کے لیے ناشتہ بنا کر بہت خوشی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔۔۔اتنا سکون اسے کبھی حویلی میں اتنے گھنٹے چولہے کے

سامنے کھڑے ہو کر کھانا بنانے میں نہیں آیا تھا جتنا آج 15،20 منٹ کا کام کر کے آیا تھا۔۔۔۔۔

ناشتہ کرنے کے بعد وہ دونوں راحیلہ جمال کے گھر آ گئے۔۔۔۔

ماہی کے سر پر چوٹ لگی دیکھ کر پھپھو پریشان ہو گئیں۔۔۔۔۔۔وہ ماہی سے سوال کر رہیں تھیں۔۔۔۔"یہ چوٹ کیسے لگی؟"۔۔۔۔۔اور ماہی کو کل کا سارا منظر یاد آ گیا۔۔۔۔۔اس سے پہلے وہ کوئی جواب دیتی ارمان بولا۔۔۔۔"فکر نہیں کریں اماں چھوٹا سا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا بس اس وجہ سے لگی"۔۔۔۔۔

ماہی نے بے ساختہ شکر کا سانس لیا۔۔۔۔اب اماں ارمان کو ہدایت کر رہی تھی کی یہ تمہاری بیوی ہے اس کا خیال رکھا کرو۔۔۔۔اور ارمان حیدر مسکرا کر سن رہا تھا۔۔۔۔۔

ماہی نے اپنا سارا ضروری سامان پیک کر لیا تھا جو وہ واپس اب اپارٹمنٹ لے کر جانے والی تھی۔۔۔۔

کیونکہ ناشتے کے بعد ارمان نے اسے حکم سنا دیا تھا۔۔۔۔۔"ہیر تمہارا جتنا بھی سامان اماں کے گھر پڑا ہے یا پھر ہاسٹل میں ہے آج سارا پیک کر لینا تم آج سے اس گھر میں شفٹ ہو رہی ہو۔۔۔۔یہی آج سے تمہارا

گھر ہے۔۔۔۔جہاں تمہارا شوہر ہے اب سے تم وہیں رہو گی۔۔۔بس یہی سمجھ کو تمھاری اب رخصتی ہو چکی ہے"۔۔۔۔۔

اور پھر ہیر کیا کہتی۔۔۔اسے کوئی اعتراض نہیں تھا۔۔۔اسے تو بس اپنے حیدر کا ساتھ چاہیے تھا۔۔۔۔۔

وہ دونوں اماں کے گھر سے نکل آئے تھے اس وقت وہ دونوں گاڑی میں بیٹھے تھے اور ارمان ڈرائیونگ کر رہا تھا۔۔۔۔

گاڑی انجان راستوں پر دیکھ کر وہ کچھ الجھی۔۔۔۔وہ تو سمجھی تھی کہ ارمان اسے لے کر ہاسٹل جا رہا ہے مگر یہ راستہ ہاسٹل کا تو نہیں تھا۔۔۔۔۔ تین مہینوں میں وہ کراچی کو تھوڑا بہت تو جان گئی تھی۔۔۔۔۔

اس لیے اسے ہاسٹل کے راستے کا پتہ تھا۔۔۔۔"حیدر ہم کہاں جا رہے ہیں؟ یہ راستہ ہاسٹل کا تو نہیں ہے"۔۔۔۔۔حیدر نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے ایک نظر اپنی اس جان عزیز بیوی کو دیکھا۔۔۔۔۔۔"ہم اس وقت شاپنگ مال جا رہے ہیں"۔۔۔۔۔

ہیر کچھ حیران ہوئی۔۔۔۔"مال مگر ہم مال کیوں جا رہے ہیں"۔۔۔۔۔

حیدر کو اس کی معصومیت پر بے ساختہ ہنسی آئی۔۔۔۔"ہیر لوگ شاپنگ مال میں کیوں جاتے ہیں؟"۔۔۔۔۔۔

ہیر نے معصومیت سے جواب دیا"شاپنگ کرنے"۔۔۔۔وہ الجھی الجھی سی تھی۔۔۔۔۔"بس ہم بھی اسی لیے جا رہے ہیں"۔۔۔۔۔۔

اب کی بار ہیر نے کچھ خفگی سے حیدر کو گھورا۔۔۔۔ایک تو یہ شخص کسی بھی بات کا سیدھا جواب کیوں نہیں دیتا تھا۔۔۔۔گھما پھرا کر بات کرنا تو جیسے اس کا مشغلہ تھا۔۔۔۔

وہ ہیر کو لیے شاپنگ مال میں آیا۔۔۔۔اور اب اس کے لیے شاپنگ کر رہا تھا۔۔۔۔۔ہیر تو بس اس شخص کو دیکھ کر رہ گئی۔۔۔۔"حیدر کیا کر رہے ہیں بس کریں کیا سارا مال لے کر دیں گے!!"۔۔۔۔۔۔

اتنے سارے شاپنگ بیگز دیکھ کر وہ حیدر کو روک رہی تھی۔۔۔۔"ہیر سکون سے چلو۔۔میرا بس چلے تو میں سارا شاپنگ مال تمہارے لیے خرید لوں۔۔۔اتنے سالوں بعد آخر کار مجھے تمہارے لیے کوئی چیز لینے کا موقع مل رہا ہے اب اس سے بھی مجھے روک رہی ہو۔۔۔۔اور جو بھی چیز پسند آ رہی ہے لے لو۔۔۔۔اور اگر اپنی پسند کی چیز نہیں لینی تو سکون سے میری پسند کی لے لو۔۔۔۔جانتی نہیں ہو میں نے اس دن کا کتنے سالوں سے انتظار کیا ہے"۔۔۔۔۔۔۔

حیدر کی لہجے میں صرف سچائی تھی۔۔۔۔۔یہ سن کر ہیر خاموش ہو گئی مزید اسے کسی چیز سے نہ روکا۔۔۔ہاں وہ اپنے شوہر کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے کچھ بھی کر سکتی تھی۔۔اس نے بہت سارے ڈریسز جوتے جیولری کا سامان، میک اپ۔۔۔۔حیدر کی پسند سے لیا۔۔۔۔۔۔

ماہیر حیدر خان کی پسند اس کے شوہر حیدر خان سے الگ ہو ہی نہیں سکتی تھی۔۔۔۔اس لیے وہ سب لیتی رہے جو حیدر کو پسند آرہا تھا۔۔۔۔وہ لے کہاں رہی تھی حیدر خود ہی لے رہا تھا۔۔۔۔

شاپنگ مال کے بعد وہ سیدھا حیدر کے ساتھ ہاسٹل آگئی۔۔۔۔۔

اب حیدر ہی اس کا گارجین تھا۔۔۔اس لیے وہ ہاسٹل کے ہیڈ سے سارے معاملات طے کرنے چلا گیا۔۔۔۔ہیر کو اب ہاسٹل چھوڑنا تھا اس لیے وہ اپنے کمرے میں آ گئی۔۔۔۔۔

وہ جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئی عمایہ اور اس کے ساتھ ایک لڑکی بیٹھی باتیں کر رہی تھی۔۔۔۔ہیر نے اس لڑکی کو دیکھا تو اسے یاد آیا یہ توشیز املک تھی۔۔۔اس کے بارے میں آرزو نے سب بتا دیا تھا۔۔۔۔۔

وہ شاید کوئی راز و نیاز کی باتیں کر رہی تھیں اسے دیکھ کر خاموش ہو گئیں۔۔۔۔ماہی نے انہیں اس طرح اگنور کیا جیسے دیکھا ہی نہ

ہو۔۔۔ویسے بھی اسے ان دونوں سے شدید نفرت تھی۔۔۔ایک اس کے حیدر کو اپنی پرسنل پراپرٹی سمجھتی تھی۔۔۔تو دوسری کی وجہ سے ہیر مرتے مرتے بچی تھی۔۔۔

ہیر جلدی سے اپنی سائیڈ آئی اور اپنا سارا سامان نکال کر پیک کرنا شروع ہو گئی۔۔۔۔وہ دونوں اس کی ہر ایک حرکت کو نوٹ کر رہی تھیں۔۔۔۔

تقریبا آدھا گھنٹہ لگ گیا اسے اپنا سارا سامان پیک کرنے میں۔۔۔۔اتنی دیر میں عمایہ کے پیٹ کھجلی ہوتی رہی۔۔۔آخر وہ پوچھ ہی بیٹھی۔۔۔"ماہی تم کہیں جا رہی ہو سارا سامان پیک کر لیا ہے"۔۔۔۔

ہیر نے ایک نظر ان دونوں کو دیکھا اور اس نظر میں صرف سرد پن تھا۔۔۔۔"جی میں اپنے گھر جا رہی ہوں"۔۔۔۔

اس بات پر شیز املک کی آنکھیں چمکیں۔۔۔۔"مطلب اپنے شہر واپس جا رہی ہو؟"۔۔۔۔۔ہیر نے صاف اس کی آنکھوں میں خوشی دیکھی۔۔۔۔

اب کی بار ہیر تمسخر سے مسکرائی۔۔۔۔۔"نہیں اس شہر میں میرا اپنا گھر ہے وہ گھر جہاں میرا شوہر رہتا ہے وہیں جا رہی ہوں"۔۔۔۔۔۔اب کی بار ان دونوں کو لگا کہ کسی نے ان کے سر پر اس کمرے کی عمارت دے ماری ہو۔۔۔۔۔۔

عمایہ سے بہت مشکل سے بولا گیا۔۔۔۔۔۔"تم۔۔۔تم شادی شدہ ہو"۔۔۔۔۔۔

ماہی نے اثبات میں سر ہلایا۔۔۔

اور شیزا کو بہت کچھ برا ہونے کا احساس ہو رہا تھا۔۔۔"کون ہے تمہارا شوہر؟"۔۔۔۔۔

ماہی کھل کر مسکرائی۔۔۔۔وہ دونوں ماہی کی آنکھوں میں صاف طور پر چمک دیکھ سکتی تھی۔۔۔۔"آپ انہیں بہت اچھے سے جانتی ہیں ۔۔۔ارمان حیدر"۔۔۔۔۔

اب کی بار شیزا کو لگا جیسے کسی نے اس کے کانوں میں پگھلتا ہوا سیسا انڈیل دیا ہو۔۔۔۔۔۔

ماہی اپنا سارا سامان لے کر کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔۔۔۔

شیزا کو اپنی سانسیں سے تنگ ہوتی محسوس ہوئی۔۔۔۔۔اور عمایہ بھی ایسے ہی ساکت بیٹھی تھی۔۔۔۔۔۔

شیزا اٹھی۔۔۔۔"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا وہ میرے ارمان کو مجھ سے چھین نہیں سکتی۔۔۔۔۔مجھے۔۔۔۔مجھے اس سے بات کرنی ہو گی"۔۔۔۔

ہیر گراؤنڈ میں پہنچی تھی جب شیز ابھاگتی ہوئی آئی۔۔۔۔۔"رکو ماہی"۔۔۔۔۔ماہی رک گئی۔۔۔۔۔"مجھے ضروری بات کرنی ہے بیٹھ جاؤ"۔۔۔۔۔

وہ دونوں پاس ہی بینچ پر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔"دیکھو تم ایک اچھی لڑکی ہو اس لیے میں تم سے بات کر رہی ہوں۔۔۔۔ورنہ میں شیز املک اس شہر کی سب سے بڑے بزنس ٹائیکون کی بیٹی ہوں۔۔۔۔۔تم نہیں جانتی میں نے اتنے سالوں سے ارمان سے عشق کیا ہے۔۔۔۔۔وہ صرف میرا ہے۔۔۔۔۔10 سال پہلے جب وہ فرسٹ ایئر میں ہائی کالج میں آیا تھا۔۔۔۔تب میں 9 کلاس میں تھی۔۔۔۔تب سے مجھے وہ اچھا لگتا تھا۔۔۔۔۔یہ اچھا لگنا کب محبت اور جنون میں بدلہ مجھے پتہ نہ چلا۔۔۔۔۔میرے لیے وہ میری ضد بن گیا۔۔۔۔۔میں نے بہت

کوشش کی مگر اس نے مجھے ہر بار اگنور کیا۔۔۔۔۔میں اس کے پیچھے پیچھے ہر جگہ جانا شروع ہو گئی۔۔۔۔۔آج میں اس یونیورسٹی میں صرف اور صرف ارمان کی وجہ سے ہوں۔۔۔۔۔ساری یونیورسٹی کے لڑکے مجھ پر مرتے ہیں۔۔۔۔۔مگر میرے لیے وہ میرا جنون ہے۔۔۔۔۔

میں نے کبھی کسی لڑکی کو اس کے پاس پھٹکنے نہیں دیا۔۔۔۔10 سال۔۔۔۔۔وہ میرے 10 سال کا جنون ہے۔۔۔۔۔اور تم اس طرح 10 ہفتوں میں آکر اسے مجھ سے چھین نہیں سکتی۔۔۔۔۔اسے چھوڑ دو تمہارے لیے بہت اچھا ہو گا۔۔۔۔۔وہ صرف اور صرف شیز املک کا ہے۔۔۔۔۔میں چاہوں تو اسے زبردستی بھی حاصل کر سکتی ہوں۔۔۔۔۔مگر میں چاہتی ہوں وہ مجھے خود اپنائے۔۔۔۔۔۔تم مجھ

سے ارمان کو چھین نہیں سکتی۔۔۔۔۔اگر خود ہی چھوڑ دو تو اچھا ہے ورنہ میں تمہاری زندگی جہنم بنادوں گی"۔۔۔۔۔

بات کے آخر تک اس کی آنکھوں میں شعلے بھڑکنے لگے اور وہ چیخ اٹھی۔۔۔۔

ماہی جو اس کی ساری باتیں بہت آرام سے سن رہی تھی بنا کسی حیرت کے۔۔۔۔۔"ایک بات تو بتائیں ارمان کی آنکھوں کا رنگ کیا ہے؟"۔۔۔۔۔شیز احیران رہ گئی وہ کیا کہہ رہی تھی اور یہ کیا پوچھ رہی تھی۔۔۔

ماہی کے چہرے سے نہیں لگ رہا تھا وہ مذاق کر رہی ہے۔۔۔۔۔"
ڈارک براؤن شائد"۔۔۔۔شیز انے بہت سوچ کر جواب دیا۔۔۔۔۔

ماہی بے ساختہ ہنسی۔۔۔۔۔"غلط ان کی آنکھوں کا رنگ ہیزل گرین ہے"۔۔اور شیز احیران رہ گئی۔۔۔۔"آپ نے اپنی کہانی مجھے سنائی۔۔۔اب میں آپ کو اپنی کہانی سناتی ہوں۔۔۔۔میرے تایا کا ایک بیٹا تھا۔۔۔۔۔جس کا نام تھا ارمان حیدر۔۔۔۔۔وہ چھ سال کا بچہ اس نے ایک دن میری ماں سے کہا مجھے پرنسس چاہیے اور مجھے آپ پرنسس لا کر دیں۔۔۔۔۔میری ماں نے اس سے وعدہ کر لیا۔۔۔۔۔کچھ مہینوں بعد میں اس دنیا میں آئی۔۔۔۔۔مگر اسی دن میری ماں اس دنیا سے چل بسی۔۔۔۔میری تائی نے اس سات سالہ ہیزل گرین آنکھوں والے بچے کو بتایا۔۔۔۔۔کہ تمہاری چھوٹی ماما نے

تمہیں یہ پرنسس دلانے کے لیے اپنی جان کھوئی ہے۔۔۔۔اس لیے یہ پرنسس آج سے تمہاری ہے۔۔۔۔اس کا ہمیشہ خیال رکھنا اسے کبھی چھوڑ نا مت۔۔۔۔اگر کوئی اسے تکلیف دے تو اس کی تکلیف کا بدلہ لینا۔۔۔۔

وقت گزرتا گیا وہ بچی پانچ سال کی ہو گئی۔۔۔۔اس کی پانچویں سالگرہ کے دن اس کے باپ نے اس کا نکاح ارمان حیدر سے کر دیا۔۔۔۔

کچھ عرصے بعد اس کے باپ کا انتقال ہو گیا۔۔۔۔وہ بچی بہت ٹوٹ گئی۔۔۔وہ صرف ساری حویلی میں اپنے شوہر ارمان حیدر سے بات کرتی تھی۔۔۔۔ایک سال مزید گزر گیا۔۔۔۔حویلی میں مسئلے بن گئے۔۔۔اس کا تایا اپنے بیٹے ارمان اور اپنی بیوی کو لے کر حویلی سے چلا

گیا۔۔۔۔وہ چھ سال کی بچی تنہا رہ گئی۔۔۔۔14 سال گزر گئے۔۔۔۔وہ بچی ارمان کا انتظار کرتی رہی۔۔۔۔مگر وہ کبھی نہیں آیا۔۔۔۔اس نے حویلی والوں کے سارے ظلم برداشت کیے۔۔۔۔صرف اس وجہ سے کہ اس کا شوہر آئے گا اور اسے اپنے ساتھ لے جائے گا۔۔۔۔۔آخر اس لڑکی کی ہمت ختم ہو گئی۔۔۔۔اس نے فیصلہ کیا وہ خود اپنے شوہر کو ڈھونڈے گی اور اس حویلی سے باہر نکلے گی۔۔۔۔

وہ حویلی سے باہر نکل کر اس کراچی شہر میں آگئی۔۔۔۔اور پھر اس نے اپنے شوہر کو ڈھونڈ لیا۔۔14 سالوں کا انتظار اور تڑپ آخر ختم ہوئی۔۔۔۔۔آج وہ اپنے شوہر کے ساتھ اس کے گھر میں سکون سے زندگی گزارنا چاہتی ہے۔۔۔۔اور کہیں سے کوئی شیز املک آکر کہتی

ہے کہ ارمان حیدر میرا ہے تم اسے مجھ سے چھین رہی ہو۔۔۔۔۔تو میں آپ کو بتاتی چلوں۔۔۔۔۔ماہیر حیدر نے کبھی کسی رشتے کو چھینا نہیں ہے۔۔۔۔۔اس نے اپنے رشتوں کو خود حاصل کیا

ہے۔۔۔۔۔۔ارمان کبھی آپ کا نہیں تھا۔۔اگر اس نے آپ کا ہونا ہوتا تو 10 سال بہت تھے آپ کا ہونے کے لیے۔۔۔وہ صرف میرا یعنی اپنی ہیر کا تھا۔۔۔۔۔۔وہ پچھلے 10 سالوں سے آپ کو اگنور اس لیے نہیں کرتا تھا کیونکہ آپ اس کے سٹینڈرڈ کی نہیں تھی۔۔۔۔۔وہ اس لیے ہر لڑکی سے دور نہیں رہتا تھا کیونکہ آپ لڑکیوں کو اس سے دور رکھتی تھی۔۔۔۔وہ ہر لڑکی سے اس لیے دور رہتا تھا کیونکہ اس نے بچپن میں اپنی چھ سالہ بیوی سے وعدہ کیا تھا وہ کسی دوسری لڑکی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھے گا۔۔۔۔۔۔اس لیے یہ بات بھول جائیں

کہ میں 15 سالوں کے انتظار کے بعد اپنے شوہر کو چھوڑوں گی۔۔۔۔۔۔

وہ شخص کسی اور کا اس لیے نہیں ہوا کیونکہ میں اس کے 20 سال کا عشق ہوں۔۔۔۔۔اب میں آپ کو سمجھا رہی ہوں میری زندگی میں دخل دینے کی کوشش مت کیجئے گا۔۔۔۔۔ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔۔۔۔اور اپنی دھمکیاں اپنے پاس رکھیں میں ان دھمکیوں سے ڈرتی نہیں ہوں۔۔۔۔اس سے زیادہ بڑی جنگیں لڑ کر میں اس جگہ پر پہنچی ہوں۔۔۔۔۔جسے آپ 10 ہفتوں کا عرصہ کہہ رہی ہیں۔۔۔۔وہ میرے لیے 14 سالوں کے انتظار کا پھل ہے۔۔۔۔

جس شخص کی آنکھوں کا رنگ آپ نہیں جانتی اس سے آپ عشق کیسے کر سکتی ہیں۔۔آپ کو لگتا ہے وہ آپ کا عشق ہے مگر وہ آپ کی صرف ضد اور جنون ہے۔۔۔۔آپ نے بچپن سے ایک اچھی زندگی گزاری ہے۔۔۔اس لیے جو چیز سب سے خاص ہوتی وہ آپ ہر حالت میں حاصل کر لیتی۔۔۔جب آپ نے دیکھا کہ کالج اور اس کے بعد یونیورسٹی میں ارمان حیدر خان بہت خاص بن گیا ہے تو وہ آپ کے لیے آپ کا جنون بن گیا۔۔۔آپ کو وہ چاہیے تھا آپ کو اسے ہر حال میں حاصل کرنا تھا کیونکہ وہ بہت خاص تھا اور خاص چیزیں ہی تو شیز املک کو چاہیے ہوتی ہیں۔۔۔۔ہاں وہ بہت خاص ہے مگر صرف اور صرف اپنی بیوی کے لیے کسی غیر عورت کے لیے نہیں"۔۔۔۔۔

اتنا کہنے کے ساتھ ہی ہیر ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی اپنا بیگ پکڑا۔۔۔۔اور جیسے ہی پیچھے مڑی ارمان آنکھوں میں زخمی کرچیاں لیے کھڑا تھا۔۔۔۔پتہ نہیں وہ کب یہاں آیا اور اس نے کیا کیا سنا۔۔۔۔

جب وہ دونوں بینچ پر بیٹھ رہیں تھی تبھی ارمان ان کے قریب آگیا تھا اور ان کی ساری باتیں سن چکا تھا۔۔۔۔۔

آج ہیر کی انکھوں میں وہ مان تھا جو مان اسے حیدر نے دیا تھا۔۔۔۔حیدر کو کھڑا دیکھ کر وہ مسکرائی۔۔۔۔اسے مسکراتا دیکھ کر حیدر بھی مسکرا اٹھا۔۔۔۔۔

حیدر اگے آیا۔۔۔۔ماہی نے اپنا ہاتھ پھیلایا حیدر نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔۔۔۔اور شیزا ملک پتھر کی مورت بنی یہ سب دیکھ رہی تھی۔۔۔۔ہاں وہ دیکھ سکتی تھی ارمان کی آنکھوں میں وہ چمک۔۔۔۔۔"ہیر تم گاڑی میں جا کر بیٹھو میں ابھی آتا ہوں"۔۔۔۔

ماہی نے اثبات میں سر ہلایا اور بیگ پکڑتی ہوئی گاڑی کی طرف چل پڑی۔۔۔۔اب آنکھوں میں شعلے لیے حیدر شیزا کی طرف مڑا۔۔۔۔

شیزا کی گردن ایک جھٹکے میں حیدر کی ہاتھ میں تھی۔۔۔۔"تمہاری اتنی ہمت کہ تم میری بیوی کو دھمکیاں دو۔۔۔۔ہزار بار تم سے کہا کہ

مجھ سے دور رہو میں تمہارا نہیں۔۔۔۔۔اگر تم نے میری بیوی سے مجھے چھیننے یا اسے مجھ سے دور کرنے کی کوشش کی تو میں تمہاری سانسیں چھین لوں گی۔۔۔۔۔خبردار اگر اسے ذرا سی بھی تکلیف پہنچانے کا سوچا بھی۔۔۔۔۔تو میں تمہیں تمہارے باپ کے محل سمیت تباہ کر دوں گا"۔۔۔۔

حیدر اتنے سرد لہجے میں دھاڑا کہ بے ساختہ شیزا کے جسم کے اندر تک کپکپاہٹ گئی۔۔۔۔وہ اندر تک کانپ گئی تھی۔۔۔۔اس نے ارمان کا ایسا جنونی انداز پہلی بار دیکھا تھا۔۔۔۔"اور کیا کہہ رہی تھی تم۔۔۔۔کہ ارمان صرف شیزا کا ہے۔۔۔۔۔کبھی اپنا آپ دیکھا ہے۔۔۔۔جس لڑکی میں حیا نہیں جس لڑکی کو کپڑے پہننے کا کوئی ڈنگ نہیں۔۔۔۔۔جو اس طرح کے بیہودہ لباس پہنتی ہے۔۔۔۔جس کو اتنا

بھی نہیں پتہ کہ کس طرح غیر مردوں سے فاصلہ رکھا جاتا
ہے۔۔۔۔۔جو اپنی یونیورسٹی کے میل فرینڈز سے گلے ملتی
ہے۔۔۔۔۔وہ ارمان حیدر کے لیے نفرت کے قابل بھی
نہیں۔۔۔۔۔۔اور وہ ایک ایک لفظ جو ابھی میری بیوی تمہیں بتا کر گئی
ہے وہ حرف بہ حرف سچ ہے۔۔۔۔۔اس لیے اب مجھ سے دور رہنا
۔۔۔۔ورنہ تم نے صرف ارمان کی سوفٹ سائیڈ دیکھی ہے۔۔۔۔پھر
تم ارمان حیدر کی ڈارک سائیڈ دیکھو گی۔۔۔۔۔اور تمہیں میرے قہر
سے پھر کوئی نہیں بچا پائے گا"۔۔۔۔۔۔۔

اتنا کہنے کے ساتھ ایک جھٹکے سے ارمان نے اس کی گردن چھوڑ دی وہ
کھانستی ہوئی نیچے بیٹھتی گئی۔۔

اور ارمان واپس مڑ گیا۔۔۔"تمہیں میں حاصل کر کے رہوں گی کچھ بھی کر لو۔۔۔تم صرف میرے ہو سنا تم نے۔۔۔"وہ چیخ اٹھی۔۔۔مگر حیدر تو اپنی ہیر کی طرف لوٹ کر جا چکا تھا۔۔۔

ملکیت

حیدر گاڑی کے پاس آیا تو ہیر سامنے گاڑی سے ٹیک لگا کر کھڑی تھی۔۔۔اسے دیکھ کر بنا کچھ کہے گاڑی میں بیٹھ گئی۔۔۔۔ارمان نے

اس کا سارا سامان پیچھے ڈکی میں رکھا اور خود بھی ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔۔۔۔

گاڑی ہاسٹل سے نکل چکی تھی اور اب بلڈنگ کی طرف رواں دواں تھی۔۔۔۔۔وہ کن اکھیوں سے بار بار ہیر کے چہرے کو دیکھ کر رہا تھا جس پر دباد باغصہ واضح تھا۔۔۔۔وہ بار بار اپنے جبڑے بھینچ کر اپنا غصہ قابو کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔۔۔

وہ اس وقت شدید اضطراب کا شکار لگ رہی تھی۔۔۔۔۔

یقینا یہ ان باتوں کی وجہ سے تھا جو شیزا نے اس سے کہی تھیں۔۔۔۔۔

اس نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کی ہوئی تھیں۔۔۔۔وہ گاڑی میں ہمیشہ ایسے ہی بیٹھتی تھی۔۔۔۔۔

حیدر بس خیالوں میں سوچ رہا تھا وہ بار بار ہیر کو مخاطب کرنے کے بارے میں سوچتا مگر پھر خاموش ہو جاتا۔۔۔۔۔

ہیر کے کان اس وقت سائیں سائیں کر رہے تھے۔۔۔۔۔اسے اس شیزا پر اتنا غصہ آ رہا تھا کہ حد نہیں۔۔۔۔۔۔اس کا بس چلتا تو اس کا گلا ہی دبا دیتی۔۔۔۔۔وہ لڑکی کیسے اس کے حیدر پر اپنی ملکیت جتا سکتی ہے۔۔۔۔۔کس طرح غرور اور تکبر سے کہہ رہی تھی کہ ارمان صرف میرا ہے اسے چھوڑ دو۔۔۔۔۔

وہ کیوں چھوڑے اپنے حیدر کو۔۔۔۔اتنے سالوں اذیت تکلیف اس لیے برداشت کی تھی کہ آخر میں کسی معمولی سی شیز املک کے کہنے پر وہ اپنے شوہر کو چھوڑ دے۔۔۔۔وہ ہو گی اس شہر کی بہت بڑے بزنس ٹائیکون کی بیٹی۔۔۔۔ہیر بھی اپنے حیدر کی بیوی تھی۔۔۔۔

ہیر کا دل چاہ رہا تھا وہ چیخے چلائے اور اپنا سارا غصہ فرسٹریشن باہر نکال دے۔۔۔اسے زندگی میں کبھی اتنا غصہ نہیں آیا تھا جتنا آج آ رہا تھا۔۔۔۔

اور آتا بھی کیوں نہ۔۔۔۔وہ جسے یونیورسٹی کا جنون سمجھ رہی تھی۔۔۔۔وہ تو 10 سال سے حیدر کے لیے پاگل بیٹھی تھی۔۔۔

یہ سب سوچتے ہوئے اسے بے ساختہ اپنے شوہر پر پیار آرہا تھا جس نے کبھی کسی دوسری لڑکی کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔۔۔۔ہاں وہ واقعی وفادار تھا۔۔۔۔۔

دونوں اپنی سوچوں میں گم تھے اتنے میں ان کی بلڈ نگ آچکی تھی۔۔۔۔۔

حیدر نے دیکھا اس کے جسم میں کوئی حرکت نہیں ہوئی تو اس نے آگے بڑھ کر اپنا ہاتھ ہیر کے گال پر رکھا۔۔۔۔۔۔

ہیر اپنے خیالوں میں گم تھی اچانک اپنے گال پر کسی کے ہاتھ کا لمس محسوس کر کے آنکھیں کھولیں تو حیدر اپنا ہاتھ ہیر کے گال پر رکھ کر اسے پیار سے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔

کچھ پلوں کے لیے دونوں کی نظریں ملی۔۔۔۔ پھر ہیر اپنی سائیڈ کا دروازہ کھول کر کار سے اتر گئی۔۔۔۔ حیدر بھی اتر گیا۔۔۔۔ مگر وہ واضح دیکھ سکتا تھا وہ ابھی تک غصے میں تھی۔۔۔۔۔

اس نے گاڑی کی بیک سیٹ کھولی اور اپنے دونوں ہاتھوں میں جتنے بھی شاپنگ بیگز پکڑ سکتی تھی پکڑ لیے۔۔۔۔۔

حیدر اسے روکنا چاہتا تھا کہ میں خود ہی پکڑ لوں گا۔۔۔۔۔ مگر اس کے غصے سے ڈر کر خاموش ہی رہا۔۔۔۔

حیدر نے بھی ہیر کا سارا سامان ڈکی سے باہر نکالا۔۔۔۔۔اور اب وہ دونوں بلڈنگ کی لفٹ میں داخل ہو چکے تھے۔۔۔۔۔ہیر بالکل حیدر کے ساتھ چپک کر کھڑی تھی۔۔۔۔اسے یقینا لفٹ کے اندر کھڑے ہونے سے گھبراہٹ ہو رہی تھی۔۔۔۔۔

ہیر کو عادت نہ تھی لفٹ میں کھڑے ہونے کی اس وجہ سے وہ خوفزدہ تھی۔۔۔حیدر بے ساختہ مسکرایا۔۔۔لفٹ پانچویں فلور پر رکی اور ایک جھٹکے سے اس کے دروازے کھل گئے۔۔۔۔۔

وہ حیدر کی سنگت میں چلتی ہوئی فلیٹ کے دروازے تک آئی۔۔۔۔اب حیدر سارا سامان نیچے رکھ کر دروازہ کھول رہا تھا۔۔۔۔دروازہ کھلنے کے بعد وہ دونوں اندر داخل ہو گئے۔۔۔۔

ہیر نے سارا سامان لاؤنج کے صوفوں پر رکھا۔۔۔۔اپنا حجاب کھولا اور کمرے میں چلی گئی۔۔۔۔۔پیچھے حیدر کچھ مضطرب سا اس کی پشت کو دیکھ کر رہ گیا۔۔۔۔

کچھ دیر بعد وہ کمرے سے دوبارہ باہر نکلی۔۔۔۔اس کے چہرے سے پانی کے شفاف قطرے ٹپک رہے تھے۔۔۔۔یقیناوہ اپنا منہ دھو کر آئی تھی اور شاید اپنے غصے کو قابو کرنے کی کوشش کی تھی۔۔۔۔۔۔

وہ حیدر سے بنا کوئی بات کیے سیدھا کچن میں چلی گئی۔۔۔۔۔

اور حیدر بھی اپنا سر جھٹک کر سارا سامان اٹھا کر کمرے میں لے گیا۔۔۔۔۔

جب واپس باہر آیا تو کچن سے آوازیں آ رہی تھیں یقیناوہ کھانا بنا رہی تھی۔۔۔۔۔باہر رات اتر آئی تھی۔۔۔۔۔

تھوڑی دیر تک وہ سارا کھانا بنا کر ڈائننگ ٹیبل پر لگا چکی تھی۔۔۔۔۔ارمان خاموشی سے آکر بیٹھ گیا۔۔۔۔۔اس کے چہرے پر ہنوز غصہ تھا۔۔۔۔۔

دونوں خاموشی سے بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔۔۔۔۔کھانا کھانے کے بعد اس نے سارے برتن سمیٹے اور چائے کا کپ لا کر ارمان کے سامنے رکھا اور کمرے میں چلی گئی۔۔۔۔۔اور بس اتنی ہی برداشت تھی ارمان حیدر کی۔۔۔۔۔اب اس کا ضبط غصے میں بدل رہا تھا۔۔۔۔

کسی تیسرے کی وجہ سے ان دونوں کے درمیان کبھی بھی دوری نہیں آنی چاہیے۔۔۔۔۔۔

وہ کبھی نہیں چاہتا تھا کسی تیسرے کی وجہ سے ان کے رشتے میں ذرا سی بھی بدمزگی ہو۔۔۔۔۔اب اس کا دل چاہ رہا تھا وہ شیزا کا گلا دبا دے۔۔۔

کچھ دیر بعد جب وہ کمرے میں آیا۔۔۔۔تو اس نے دیکھا ہیر بلینکٹ سر تک تانے لیٹی ہوئی تھی وہ سمجھ نہ سکا کہ وہ جاگ رہی ہے یا سو رہی ہے۔۔۔

وہ بائیں سائیڈ آیا اور آ کر لیٹ گیا۔۔۔۔اس نے بہت آہستگی سے ہیر کے چہرے سے کمبل ہٹایا تو اس کی مدہم سانسوں سے صاف پتہ چل رہا تھا وہ سو چکی ہے۔۔۔۔

حیدر نے اس کا سر اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھا اور اپنے حصار میں لے کر خود بھی آنکھیں بند کر گیا۔۔۔۔۔۔

ایک نئی صبح کا آغاز ہو چکا تھا۔۔۔۔

سورج کی روشنی چھن سے کمرے میں آ رہی تھی۔۔۔۔

جس نے حیدر کی نیند خراب کی۔۔۔

وہ اپنی آنکھیں مسلتا ہوا جاگا۔۔۔۔

تو اس نے دیکھا ہیر گہری نیند سو رہی تھی۔۔۔۔

اس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے سے بال پیچھے کرنے چاہے مگر جیسے ہی اس کا ہاتھ ہیر کے چہرے سے ٹچ ہوا۔۔۔۔تو حیدر کو لگا اس نے جیسے جلتے ہوئے انگاروں کو چھو لیا ہو۔۔۔۔۔اسے بہت تیز بخار تھا۔۔۔۔۔

وہ فورا فکر مند ہوا بہت احتیاط اور آہستہ سے اس کا سر دوبارہ تکیے پر کیا۔۔۔۔۔۔

اور فورا اٹھ کر تھرمامیٹر لے کر آیا۔۔۔۔۔

ہیر کو 101 بخار تھا وہ پریشان ہو گیا۔۔۔۔۔۔

ہاں وہ جانتا تھا بچپن میں بھی جب وہ بہت زیادہ روتی یا پریشان ہوتی تھی تو اسے ایسے ہی بخار ہو جاتا تھا۔۔۔۔۔۔

اور کل رات بھی بہت پریشان اور غصے میں تھی یقینا یہ اس وجہ سے ہی تھا۔۔۔۔۔

اس کی ساری ٹینشن پریشانی دکھ اور تکلیفیں بخار سے ہی باہر نکلتی تھیں۔۔۔۔۔

تقریبا دو گھنٹے تک حیدر اس کے سرہانے بیٹھا اس کے سر پر ٹھنڈے پانی سے پٹیاں کرتا رہا۔۔۔۔تب جا کے ہیر کے بخار میں کچھ کمی آئی۔۔۔۔۔۔۔۔

حیدر اسے سوتا چھوڑ کر خود فریش ہونے چلا گیا۔۔۔۔۔

فریش ہونے کے بعد واپس کمرے میں آیا تو دماغ کو کچھ سکون ملا۔۔۔۔۔۔

ہیر بلیک کلر کے ٹراؤزر اور شارٹ شرٹ، نائٹ ڈریس میں سوتی ہوئی اتنی کیوٹ لگ رہی تھی کہ حیدر کو بے ساختہ اس پر پیار آیا۔۔۔۔۔

چہرہ بخار کی وجہ سے لال انار ہو گیا تھا۔۔۔۔

وہ سیدھا کچن میں آیا اور ہیر کے لیے کچھ نرم سا ناشتہ بنانے لگا تاکہ جب وہ اٹھے اسے ناشتہ کروا کر اسے میڈیسن دے سکے۔۔۔۔

وہ سارا ناشتہ تیار کر چکا تھا۔۔۔۔اتنے میں مین دروازے کی گھنٹی بجی۔۔۔۔۔

وہ اپنا حلیہ ٹھیک کرتا ہوا۔۔۔۔دروازے تک آیا اور جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا۔۔۔۔۔اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ سامنے عمایہ اور شیزا کھڑی ہوں گی۔۔۔۔

شیزا کو دیکھ کر اسے کل کا سارا واقعہ یاد آیا اور غصے سے اس نے اپنے جبڑے اور مٹھیاں بھینچ لیں۔۔۔۔۔اس کی وجہ سے ہیر نے پچھلے 12 گھنٹوں سے اس سے کوئی بات نہیں کی تھی۔۔۔۔۔اس کا دل تو چاہا کہ ابھی اسی وقت اس لڑکی کو جان سے مار دے مگر کیا کرتا وہ اس کے گھر کے دہلیز اس پر کھڑی تھی۔مطلب صاف تھا وہ مہمان تھی۔۔۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ تینوں کچھ بولتے پیچھے سے آواز آئی۔۔۔"حیدر"
۔۔۔۔حیدر نے فورا پیچھے مڑ کر دیکھا۔۔۔۔۔۔وہ اسی طرح بلیک نائٹ ڈریس میں۔۔۔۔بالوں کا میسی سا جوڑا بنائے۔۔۔۔لال چہرہ لیے بخار کی وجہ سے کمزوری کے ساتھ پیچھے کچھ فاصلے پر کھڑی تھی۔۔۔۔

جیسے ہی حیدر نے چہرہ پیچھے موڑا۔۔۔ہیر کو وہ دونوں نظر آئیں۔۔۔۔

نئے سرے سے غصے کی ایک لہر ماہی کے سارے جسم میں ڈوری۔۔۔۔۔

ماہی کو اس طرح ارمان کے گھر میں پورے حق کے ساتھ وہ بھی ان کپڑوں میں کھڑی دیکھ شیزا کے اندر جیسے کسی نے چنگاریاں بھر دی اس

کا بس نہ چلا وہ اس لڑکی کو جان سے مار دے۔۔۔۔۔۔ مگر نہیں اس کے لیے ابھی اسے بہت لمبی پلاننگ کرنی تھی۔۔۔

خود اس کا اپنا لباس ماہی کے لباس سے دوگناہ بے ہودہ تھا۔ماہی کا لباس بہت ڈھیلا تھا جب کے شیز امنی شرٹ اور جینز میں تھی جو اس کے جسم کے اعضاء کو واضح کر رہے تھے۔۔۔۔۔

ماہی اپنا غصہ نکالنا چاہتی تھی مگر اچانک اس کے دماغ میں کچھ آیا۔۔۔۔اس نے اپنا چہرہ بالکل نارمل کیا اور مسکراتی ہوئی حیدر کے پاس آئی۔۔۔۔"آپ دونوں یہاں خیریت"۔۔۔۔۔۔یہ سوال پوچھنے والی ہیر تھی اور وہ بھی بالکل خوش باش چہرے کے ساتھ۔۔۔۔۔

شیزا تو بس اسے بھسم کر دینے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔ مگر وہ بھی ماہیر ارمان حیدر خان تھی۔۔۔دوسری طرف فرق کسے پڑ رہا تھا!۔۔۔۔۔"ہاں ماہی تمہیں پتہ ہے شیزا نے یہاں تم لوگوں کی بلڈنگ میں اس فلیٹ سے بالکل نیچے والا فلیٹ لے لیا ہے اب سے وہ یہیں رہا کرے گی۔۔۔۔۔بس اس لیے ہم نے سوچا نئے نئے نیبرز سے ملا جائے۔۔۔اب تم لوگ آپس میں نیبر بن گئے ہو"۔۔۔۔

عمایہ کی اس بات پر حیدر اور ہیر دونوں اندر تک جل گئے۔۔۔۔۔دونوں کا حال بالکل ایک جیسا تھا۔۔۔۔۔دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔۔۔۔دونوں کی نظریں ملیں اور آنکھوں میں ایک جیسا تاثر ابھرا۔۔۔۔

دونوں ہی جانتے تھے شیز انے ایسا کیوں کیا ہے۔۔۔۔وہ بس ان دونوں کی زندگیوں میں دخل اندازی کرنا چاہتی ہے۔۔۔اس کے لیے اسے یہی بہتر لگا کہ وہ ان دونوں کے گھر کے پاس اپنی رہائش کر لے۔۔۔

ہیر کا دل چاہا اس لڑکی کا منہ توڑ دے اور حیدر کا تو اس کا گلا دبانے کو دل چاہ رہا تھا۔۔۔۔مگر ساری سوچوں کو دل کے اندر دبا کر ہیر مسکرا کر بولی۔۔۔۔"تو آپ دروازے میں کیوں کھڑی ہیں اندر آئیں نا"۔۔۔۔حیدر کو امید نہ تھی ہیر ایسا کہے گی۔۔۔۔

ہیر حیدر کی طرف ہوئی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر تھوڑا پیچھے کیا۔۔۔۔۔تو وہ دونوں اندر داخل ہو گئیں۔۔۔۔۔حیدر نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کیا۔۔۔۔۔وہ دونوں آئیں اور لاونج کے صوفے پر بیٹھ گئیں۔۔۔

بخار کی وجہ سے ہیر کے جسم میں بہت زیادہ کمزوری ہو گئی تھی۔۔۔۔۔وہ دیوار پر ہاتھ رکھ کر تھوڑا سا چلی۔۔۔۔۔مگر چکرا گئی۔۔۔۔۔اس سے پہلے وہ زمین بوس ہوتی حیدر نے اسے فورا پیچھے سے پکڑا۔۔۔۔۔"ہیر کیا ہوا تم ٹھیک تو ہو نا؟"۔۔۔۔۔حیدر کو تو فورا اپنا دل رکتا ہوا محسوس ہوا وہ ڈر گیا تھا۔۔۔۔۔

حیدر کی آواز پر دونوں نے چہرے موڑ کر پیچھے دیکھا۔۔۔۔۔تو وہ پوری طرح حیدر کے حصار میں کھڑی تھی۔۔۔۔۔دونوں اندر تک جل

گئیں۔۔۔۔۔"تمہیں پتہ نہیں چل رہا کیا!۔۔۔۔تمہیں اتنا تیز بخار ہے۔۔۔۔پھر کمرے سے باہر کیوں آئی۔۔۔۔۔۔۔تمہیں ریسٹ کرنی چاہیے تھی چلو اب ادھر آؤ بیٹھو"۔۔۔۔۔۔

حیدر اسے اپنی بازؤں کے حلقے میں لیتا ہوا صوفے تک لایا اور بٹھایا فورا کچن میں گیا اور پانی لایا اب اسے اپنے ہاتھوں سے پانی پلا رہا تھا۔۔۔۔۔

شیزا کی آنکھوں سے انگاریاں نکل رہیں تھیں۔۔۔۔۔"ویسے تم لوگوں کے گھر مہمان کو کچھ کھلانے پلانے کا رواج نہیں ہے؟"۔۔۔۔۔

اس بات پر دونوں نے سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا۔۔۔۔"نہیں جو زبردستی مہمان بنے ان کو ہم کچھ نہیں کھلاتے پلاتے"۔۔۔۔۔حیدر نے دانت پیس کر جواب دیا۔۔۔۔"کیا لینا پسند کریں گے آپ لوگ"۔۔۔۔۔ہیر نے مسکرا کر پوچھا۔۔۔۔۔

حیدر نے سرد نگاہوں سے ہیر کو دیکھا اور اس کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھوں سے گرفت سخت کی۔۔۔۔دونوں کی نظریں ملیں۔۔۔۔۔حیدر شعلہ باز آنکھیں لیے ہیر کو گھور رہا تھا۔۔۔۔۔

ہیر نے شکوہ کناں آنکھوں سے اپنے شوہر کی طرف دیکھا۔۔۔۔اور حیدر کا غصہ جاگ کی طرح بیٹھ گیا۔۔۔۔۔"دو کپ ہاٹ چاکلیٹ کافی"۔۔۔۔۔اب کی بار جواب عمایہ کی طرف سے آیا۔۔۔۔۔

ان دونوں کی آنکھوں کا ارتکاز ٹوٹا۔۔۔۔"ہم دونوں میں سے کوئی کافی نہیں پیتا اس لیے وہ ہمارے گھر میں موجود نہیں ہے"۔۔۔۔ہیر نے بظاہر مسکرا کر کہا۔۔۔۔مگر اندر سے دل جل رہا تھا۔۔۔۔۔

یہ سن کر عمایہ کا منہ لٹک گیا۔۔۔۔"ماہی کی طبیعت تو ٹھیک نہیں ہے۔۔۔وہ تو شاید آج یونیورسٹی نہ جائے تو ارمان کیا تم نے یونیورسٹی نہیں جانا۔۔۔۔وہ ایکچولی میری گاڑی خراب ہو گئی ہے تو پلیز مجھے بھی ساتھ لیتے جانا"۔۔۔۔۔شیزا کی اس بات پر ہیر کا صبر اب برداشت کی آخری حدود کو چھو رہا تھا۔۔۔۔۔

حیدر ابھی بھی ہیر کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔۔۔"نہیں آج میں نہیں جا رہا"۔۔۔۔۔یہ سن کر شیزا کو اپنے منہ پر تمانچہ لگتا محسوس ہوا۔۔۔۔"ویسے اس دن ہال میں کیا ہوا تھا ماہی تم بے ہوش ہو گئی تھی"۔۔۔۔۔اب کے دوسرا اٹیک عمایہ نے کیا۔۔۔۔۔

ہیر نے اپنی لائٹ براؤن آنکھیں اس کی آنکھوں میں گاڑیں۔۔۔۔"ہاں وہ کیا ہے نا میں کچھ زیادہ ہی سینسٹو ہوں۔۔۔اپنے شوہر کو کسی دوسری لڑکی کے ساتھ شوٹ کرتے ہوئے دیکھنا میرے بس سے باہر تھا اس لیے دماغ گھوم گیا۔۔۔۔میں تو اس لڑکی کا سر پھاڑنے جا رہی تھی مگر سٹریس کی وجہ سے بے ہوش ہو گئی اس لیے وہ میرے ہاتھوں بچ گئی۔۔۔۔۔ورنہ میری جگہ وہ ہاسپٹل پڑی ہوتی"۔۔۔۔۔۔۔۔

ماہی نے اتنے سرد لہجے میں کہا کہ بے ساختہ عمایہ کو اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑتی ہوئی محسوس ہوئی ماہی کے لہجے میں بہت ہی زیادہ پراسراریت تھی۔۔۔۔

اچانک عمایہ کے ذہن میں گراؤنڈ میں ہونے والی وہ باتیں گونجی۔۔۔۔۔جب ارمان نے کہا تھا۔۔۔۔۔۔"تم چھیننے کی کوشش کر رہی ہو مگر چھین نہیں سکتی"۔۔۔۔وہ بات اسے آج سمجھ آئی تھی۔۔۔۔

لاؤنج میں عجیب سی خاموشی چھا گئی اس خاموشی کو فون کی چنگاری آواز نے توڑا۔۔۔۔یہ ارمان کا فون تھا جو کچن میں پڑا بج رہا تھا۔۔۔

ارمان اٹھ کر فون لینے چلا گیا۔۔۔۔۔شیز انفرت سے ماہی کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔"کیا بات ہے تم تو یونیورسٹی میں بڑی نیک پردہ بی بی بنی پھرتی ہو اور اب کیسا ڈریس پہنا ہوا ہے"۔۔۔۔

ہیر ہنوز مسکرا رہی تھی جیسے اس کی بات کو ہوا میں اڑایا ہو۔۔۔۔۔"وہ کیا ہے نا یہ میرا گھر ہے اور اس گھر میں صرف میرا محرم یعنی کہ میرا شوہر ہے اس کے سامنے میں جس طرح کی مرضی ڈریسنگ کروں مجھے کوئی گناہ نہیں۔۔۔۔۔

میں شیز املک تھوڑی ہوں جو یونیورسٹی میں ہزاروں لڑکوں کے سامنے بے ہودہ کپڑے پہن کر آئے اور ان کے گلے لگتی

پھرے۔۔۔۔۔۔میں ماہیر ارمان حیدر خان ہوں۔۔۔۔۔گھر کی چار

دیواری کے باہر خود کو ڈھانپ کر رکھنا اور پردہ کرنا میرا فرض ہے۔جو کہ میں بخوبی جانتی ہوں اور کرتی ہوں"۔۔۔۔

شیزا کو لگا اب کی بار ماہی نے اس کے چہرے پر کھولتا ہوا تیل ڈال دیا ہو۔۔۔۔وہ اس لڑکی کی جرات پر حیران رہ گئی وہ اتنی زیادہ چینج ہو گئی تھی۔۔۔۔ہاں یہ وہ طاقت تھی جو اسے ارمان سے ملی تھی۔۔۔۔

ارمان جو کچن میں کھڑا تھا ان کی ساری باتیں سن رہا تھا ہیر کی بات پر اس کی ہونٹوں پر ایک بہت خوبصورت مسکراہٹ آئی اور گال کا ڈمپل واضح ہوا۔۔۔۔۔۔

مگر شیزا کی بکواس پر غصہ بھی بہت آیا۔۔۔۔۔اب ان دونوں کے صبر کی برداشت ختم ہو چکی تھی اس سے زیادہ صبر نہ ارمان میں تھا اور نہ ہی ماہی میں تھا۔۔۔۔۔

ارمان فوراً کچن سے باہر آیا۔۔۔۔"اگر تم لوگوں کا یہاں آنے کا مقصد پورا ہو چکا ہو تو جا سکتی ہو۔۔۔۔۔وہ کیا ہے نا میری ہیر کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اسے ریسٹ کرنی ہے اور وہ اس طرح کے شور میں بالکل ریسٹ نہیں کر سکتی"۔۔۔۔

یہ کہتے ساتھ ارمان نے اپنے ہاتھ سے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔۔۔شیزا ڈیٹھ ہو سکتی تھی مگر عمایہ نہیں اتنی بے عزتی پر اٹھ گئی۔۔۔۔۔چار و ناچار شزا کو بھی اٹھنا پڑا۔۔۔۔۔۔

وہ ان دونوں پر ایک آخری نفرت بھری نظر ڈالتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔۔۔۔۔

جیسے ہی وہ دونوں باہر نکلیں ارمان نے فوراً آگے بڑھ کر دروازہ لاک کیا ۔۔۔اور واپس ماہی کی طرف آیا وہ ویسے ہی صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔۔

وہ آنکھیں جو ان دونوں کے سامنے مسکرا رہی تھیں اب ماہی کی وہی آنکھیں تکلیف کی زیادتی کی وجہ سے لال ہو چکی تھیں۔۔۔۔۔۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ ساری دنیا تباہ کر دے۔۔۔۔۔۔

ارمان اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھا اس کے دونوں ہاتھ پکڑے۔۔۔۔۔تو اس کے لمس سے وہ اپنے خیالوں کی دنیا سے باہر آئی۔۔۔۔۔

اب دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔۔۔۔۔۔حیدر نے اپنا غصہ کس طرح کنڑول کیا تھا وہی جانتا تھا۔۔۔۔۔"یہ کیا ہے ہیر۔۔۔۔اب ہم دونوں کے درمیان کسی تیسرے کی وجہ سے ایک سیکنڈ کے لیے بھی کوئی دوری نہیں آنی چاہیے۔۔۔۔۔تم ان دونوں کی وجہ سے خود کے ساتھ ساتھ مجھے بھی ہرٹ کر رہی ہو"۔۔۔۔۔

ہیر نے کچھ پل ان خوبصورت آنکھوں میں دیکھا۔۔۔اور اب بولی تو وہ کچھ دیر پہلے والی ہیر سے بہت مختلف تھی

یہ ہیر تو بہت ٹوٹی ہوئی تھی۔۔۔۔"وہ کیوں ہر بار آکر آپ پر اپنا حق جتاتی ہے۔۔۔۔وہ اس طرح آپ کو ٹریٹ کرتی ہے جیسے آپ اس کی پرسنل پراپرٹی ہوں۔۔۔۔۔وہ آپ پر کوئی حق نہیں رکھتی ۔۔۔۔آپ صرف میری ملکیت ہیں۔آپ پچھلے 20 سال سے صرف اور صرف میرے ہیں۔۔۔اور 15 سال پہلے ہمارا وہ رشتہ مضبوط ہو چکا ہے۔۔۔آپ کل بھی میرے تھے آج بھی میرے ہیں۔۔۔اور ہمیشہ صرف میرے رہیں گے۔۔۔۔میرا بس چلے میں اس لڑکی کا منہ توڑ دوں۔۔۔۔میں کل سے کس طرح اپنا غصہ قابو کر رہی ہوں صرف میں جانتی ہوں۔۔۔۔۔مجھ سے بالکل برداشت نہیں

ہوتا کہ کوئی دوسری آکر میرے حیدر پر کوئی حق جتائے۔۔۔۔۔میں آپ کو ذرا سا بھی کسی دوسرے کے ساتھ بانٹ نہیں سکتی میرا دل پھٹتا ہے"۔۔۔۔۔۔بات کے آخر تک اس کی آواز بھیگ گئی۔۔۔

حیدر اس کی باتوں پر فقط مسکرا رہا تھا۔۔۔۔ہاں وہ جانتا تھا وہ اس طرح ہی سینسٹو اور پوزیسو ہے۔۔۔۔۔جب وہ حیدر پر اپنا حق جتاتی تھی تو اسے بہت خوشی ملتی تھی۔۔۔۔۔

حیدر نے اپنی پاکٹ سے کچھ نکالا۔۔۔۔ہیر نے دیکھا تو وہ ریڈ کلر کا ایک رنگ کیس تھا۔۔۔وہ ہیر کے سامنے ویسے ہی گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا تھا۔۔۔۔اب وہ اس رنگ کیس سے رنگ نکال رہا تھا۔۔۔۔پھر اس نے اپنا دوسرا ہاتھ ہیر کے سامنے پھیلایا۔۔۔۔۔

ماہی کی آنکھوں میں آنسو تھے۔۔۔۔اسے خود سمجھ نہیں آرہی تھی کہ یہ آنسو انتظار کے تھے تکلیفوں کے ختم ہونے کے تھے یا خوشی کے تھے۔۔۔۔۔"آج کے بعد کوئی بھی مجھ پر کسی قسم کا حق نہیں جتا سکے گا۔۔۔۔میں آج خود کو اپنی ہیر کی ملکیت میں دیتا ہوں۔۔۔۔۔بولو کیا کرو گی اپنی ساری زندگی میرے نام؟۔۔۔۔۔۔کیا ماہیر ارمان حیدر خان اپنی ساری زندگی ارمان حیدر خان کے ساتھ گزارنا چاہے گی؟"۔۔۔۔۔

ماہیر نے بنا ایک لمحہ ضائع کیے زور و شور سے اثبات میں سر ہلایا۔۔۔۔"میں اپنی ساری زندگی اپنے شوہر ارمان حیدر خان کے ساتھ گزارنا چاہتی ہوں"۔۔۔۔اور فورا اپنا ہاتھ ارمان کے ہاتھ پر رکھ دیا۔۔۔۔۔۔

ارمان نے بہت محبت سے وہ انگوٹھی اس کے ہاتھ کی تیسری انگلی میں پہنا دی۔۔۔اور پھر وہی ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگالیا۔۔۔وہ بہت خوبصورت وائٹ گولڈ کی رنگ تھی۔۔۔"ایک منٹ رکو میں ابھی آیا"۔۔۔۔۔

ارمان کمرے میں چلا گیا پانچ منٹ بعد وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک باکس تھا۔۔۔۔

ہیر اندازہ نہ کر سکی کہ اس کے اندر کوئی بریسلٹ ہے یا شاید کوئی پینڈنٹ۔۔۔۔۔۔

ارمان نے وہ باکس کھولا وہ اس میں سے کچھ باہر نکال رہا تھا۔۔۔۔وہ بہت خوبصورت گولڈن لاکٹ تھا۔۔۔جس کے اوپر بہت پیارا اڈبل

اچ دل کی صورت میں بنا تھا۔۔۔اسے دیکھ کر ماہی کی آنکھیں چمکی وہ واقعی بہت خوبصورت تھا۔۔۔۔

اب حیدر اس کے پاس صوفے پر بیٹھا۔۔۔"یہ تمہاری منہ دکھائی ہے۔۔۔ہماری شادی باقاعدہ رسموں کے ساتھ نہیں ہوئی مگر یہ رسم بھی ہے اور تمہارا حق بھی"۔۔۔۔۔اور اس بات پر ہیر کی ہنسی بے ساختہ نکلی۔۔۔۔۔اور وہ ہنستی چلی گئی۔۔۔۔۔

حیدر تو اس کی ہنسی میں کھو گیا۔اس کی ہنسی ایسی تھی جیسے بارش کے بعد مدھم سی قوس و قضا ہو۔۔۔کچھ پلوں بعد جب اس کی ہنسی رکی تو حیدر نے آئی برو اچکا کر ایسے دیکھا جیسے پوچھ رہا ہو اس میں ہنسنے والی کون سی بات تھی۔۔۔۔ہیر نے نفی میں سر ہلایا اور دوبارہ ہنسنے لگی۔۔۔

حیدر نے بے ساختہ اس کی اس ادا کی دل سے نظر اتاری۔۔۔۔

"May I???"

اب وہ ہیر سے پوچھ رہا تھا۔۔۔۔۔

ہیر نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔۔۔۔۔

وہ ہیر کے نزدیک ہوا۔۔۔۔اور اس کے گلے میں پینڈنٹ پہنا کر اس کا ہک لوک کیا۔۔۔۔وہ ماہی کے بے حد قریب تھا۔۔۔۔اتنا کہ ماہی کی سانسیں ارمان کے چہرے پر پڑ رہی تھیں اور ارمان کی سانسیں ماہی کی گردن پر۔۔۔۔۔اس کے اسٹرونگ پرفیوم کی خوشبو ماہی کے نتھوں سے ٹکرائی۔۔۔۔۔ماہی اس کے حصار میں جکڑی گئی۔۔۔۔۔ماہی نے فوراً ڈر کر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔۔۔۔

وہ محسوس کر سکتی تھی کہ پینڈنٹ پہنانے کے بعد حیدر کے ہاتھ اس کی گردن پر موجود اس زنجیر پر حرکت کر رہے ہیں۔۔۔۔۔

وہ تھوڑا دور ہوا تو ماہی کی بند آنکھوں کو دیکھ کر دل کھول کر مسکرایا۔۔۔۔۔

ماہی تو ابھی تک اس حصار میں جکڑی آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی۔۔۔۔وہ اس کے کان کے پاس ہوا۔۔۔"اب تم سر سے لے کر پیر تک ارمان حیدر خان کی ملکیت ہو اور ارمان حیدر خان تمہاری ملکیت ہو گیا"۔۔۔۔

ماہی کو اپنے کان میں سرگوشی سے بھی آہستہ آواز سنائی دی ہاں وہ صاف اپنے کان کی لو پر حیدر کی سانسوں کی تپش اور پھر اس کے ہونٹوں کا لمس محسوس کر سکتی تھی۔۔۔

حیدر نے بہت نرمی اور محبت سے اس کے چہرے پر پھونک ماری۔۔۔۔۔ جس کی وجہ سے اس نے اپنی آنکھیں کھولیں۔۔۔۔۔

دونوں کی نظریں ملیں۔۔۔۔۔ ہیزل گرین آنکھوں میں ہر طرح کے جذبات کا خمار تھا۔۔۔۔۔ عشق، محبت اور چاہت۔۔۔۔ اور لائٹ براؤن آنکھیں اس سحر میں جکڑی جا رہیں تھیں۔۔۔۔۔۔ "چلو آؤ ناشتہ کر لو پھر میڈیسن کھانے کے بعد تم نے ریسٹ کرنی ہے ابھی طبیعت ٹھیک نہیں ہے"۔۔۔۔

حیدر نے یہ کہنے کے بعد اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اٹھ گیا۔۔۔۔ہیر بھی اٹھی اور کمرے میں فریش ہونے چلی گئی۔۔۔۔

پیچھے حیدر سر جھٹک کر کچن میں چلا گیا۔۔۔۔وہ جانتا تھا ابھی ہیر چھوٹی ہے۔۔۔۔اور وہ اقصی سلیمان کی موت کبھی بھولا نہیں تھا۔۔۔۔اس کی موت کی وجہ۔۔۔۔وہ دوبارہ کوئی دوسرا سلیمان نہیں بنے گا اور نہ ہی اپنی ہیر کو دوسری اقصی بننے دے گا۔۔۔کہ کل کو اس کی جان کو کوئی رسک ہو۔۔۔وہ اس وجہ کو پیدا ہی نہیں ہونے دے گا۔۔۔۔ابھی وہ اس رشتے کو آگے بڑھانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔۔ویسے بھی ابھی ہیر پڑھ رہی تھی۔۔۔۔

وہ ہیر کو ذرا سی بھی اذیت دینا تو دور ایسا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔۔۔۔وہ جانتا تھا وہ بہت نازک ہے۔۔۔۔وہ خود غرض ہو گیا تو ہیر کو بہت تکلیف ہو گی۔۔۔اس وجہ سے وہ کبھی ہیر کو اپنی خود غرضی کی بھینٹ نہیں چڑھائے گا۔۔۔۔۔

کچھ دیر بعد ہیر دھلا ہوا چہرہ لے کر کچن میں داخل ہوئی۔۔۔۔۔مگر لباس ابھی تک وہی تھا۔۔۔۔۔۔

حیدر اس کے پر نور چہرے کو دیکھ کر مسکرایا۔۔۔۔

وہ سارا ناشتہ ٹیبل پر لگا چکا تھا۔۔۔۔۔

وہ دونوں ٹیبل پر بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے۔۔۔۔۔سامنے بریڈ اور چائے کو دیکھ کر ہیر کا منہ بن گیا ہے۔۔۔۔۔"یہ کیا ہے؟"۔۔۔۔۔۔اس

نے صدمے سے پوچھا حیدر نے بے ساختہ اپنی ہنسی کو قابو کیا۔۔۔"اسے ناشتہ کہتے ہیں میری جان"۔۔۔

ہیر نے بے بسی سے حیدر کی طرف دیکھا۔۔۔۔"وہ تو مجھے بھی نظر آرہا ہے مگر مجھے نہیں کھانا یہ میں نے پراٹھا کھانا ہے میں خود بنالوں گی"۔۔۔۔۔اس سے پہلے وہ ٹیبل سے اٹھتی حیدر اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے دوبارہ بٹھا چکا تھا۔۔۔"ہیر ضد نہیں کرو سکون سے بیٹھ کر یہ کھانا کھاؤ تمہیں بخار ہوا ہے بخار میں پراٹھا ٹھیک نہیں۔۔۔۔شاباش بیٹھ جاؤ"۔۔۔۔۔

وہ بیٹھ تو گئی مگر ابھی تک منہ پھولا ہوا تھا۔۔۔۔

ہاں وہ زندگی میں پہلی بار اپنی مرضی سے کھانے کی فرمائشیں کرنی شروع کر چکی تھی۔۔۔۔

وہ جانتی تھی یہ حویلی کا ظالم ماحول نہیں ہے جہاں اپنی مرضی سے کچھ کھا بھی نہیں سکتی۔۔۔۔حویلی کے اس چار دیواری میں وہ سانس بھی اپنی مرضی سے نہیں لیتی تھی اور یہاں صرف 24 گھنٹوں میں وہ آزاد ہو گئی تھی۔۔۔۔۔۔

وہ اپنی مرضی سے کھا پی سکتی تھی کام کر سکتی تھی سو سکتی تھی جو چاہے وہ کر سکتی تھی کسی کی اجازت کی ضرورت نہ تھی۔۔۔۔۔اور یہ وہ سارا مان تھا جو حیدر نے اسے دیا تھا۔۔۔۔

حیدر نے ایک نظر اس کے چہرے کو دیکھا۔۔۔۔جو خفگی سے پھلا کے بیٹھی تھی۔۔۔۔۔"دیکھو میری جان جیسے ہی طبیعت ٹھیک ہو گی میں

تمہیں خود اپنے ہاتھوں سے پراٹھے بنا کر کھلاؤں گا مگر ابھی نہیں ابھی کے لیے یہ کھاؤ"۔۔۔۔۔۔

ہیر نے کچھ بے بسی سے حیدر کی طرف دیکھا۔۔۔۔"مجھ سے نہیں پی جاتی یہ چائے"۔۔۔۔حیدر بہت اچھے سے یہ جانتا تھا کہ اس نے حویلی میں کبھی دودھ، چائے ان چیزوں کو ہاتھ نہیں لگایا تھا اسے کوئی پینے دیتا تو ہی وہ پیتی۔۔۔۔"اوکے ٹھیک ہے جسٹ ڈپ کر کے کھالو چائے مت پینا میں پی لوں گا"۔۔۔۔۔۔

حیدر نے درمیانی حل نکالا۔۔۔۔۔۔۔یہ سن کر ہیر کی آنکھیں چمکیں اور اس نے جلدی سے کھانا شروع کر دیا۔۔۔۔۔

حیدر پاس بیٹھا خود بھی بریڈ ہی کھا رہا تھا جب اس کی بیوی یہ بیماروں والا کھانا کھا رہی تھی تو پھر وہ کیوں کچھ اور کھاتا۔۔۔۔۔

ہیر نے صرف دو سلائس کھانے کے بعد پلیٹ پڑے کر دی۔۔۔۔۔ مطلب صاف تھا اس نے بہت مشکل سے یہ دو سلائس کس طرح کھائے تھے یہ وہی جانتی تھی۔۔۔۔۔ حیدر اس کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ لگا سکتا تھا۔۔۔۔۔۔

حیدر نے فوراً جوس کا گلاس اس کے سامنے کیا وہ گٹا گٹ ایک ہی سانس میں پی گئی۔۔۔۔ مگر منہ کی کڑواہٹ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔۔۔۔۔۔ حیدر اٹھ کر کچن تک گیا دراز سے بخار کی میڈیسن نکالی۔۔۔۔۔

میڈیسن لے کر وہ دوبارہ آکر اپنی کرسی پر بیٹھا۔۔۔۔اب وہ میڈیسن نکال کر ہیر کے سامنے کر رہا تھا۔۔۔۔۔ہیر کے چہرے کے زاویوں سے لگ رہا تھا اب وہ میڈیسن کھانے میں بھی نکھرے کرے گی۔۔۔۔۔

مگر اس نے بنا کسی طریقے کا کوئی رد عمل دیے وہ میڈیسن اٹھائی اور پانی کے ساتھ نگل گئی۔۔۔۔۔حیدر جو اس کی نئی ضد کی امید کیے بیٹھا تھا پر سکون ہو گیا۔۔۔

وہ20سال کی عمر میں بہت زیادہ میچور تھی بالکل جیسے 30،25سال کی لڑکی ہو۔۔۔۔۔یہ بات خود ارمان نے پچھلے تین مہینوں میں نوٹ کی تھی۔۔۔۔۔۔

وہ بہت زیادہ سلجھی ہوئی اور سائلنٹ رہتی تھی۔۔۔۔۔۔وہ انٹروورڑٹ تھی اور حیدر ڈبل پرسنیلٹیز کا مالک تھا۔۔۔۔یونیورسٹی میں ارمان بن کر رہتا بہت زیادہ باتونی ٹائپ مگر جب وہ اے ایس پی ارمان حیدر بنتا تو وہ بہت زیادہ سرد مزاج ہوتا۔۔۔۔۔۔مگر ہیر اب آہستہ آہستہ چینج ہو رہی تھی۔۔۔۔۔۔

وہ اب باتیں کرنے لگی تھی فرمائشیں کرنے لگی تھی امپیورٹی بھی دکھانے لگی تھی۔۔۔۔۔۔کبھی کبھی تو وہ بچی ہی لگتی۔۔۔۔۔۔

اور یہ صرف 48 گھنٹوں کے اندر اندر حیدر نوٹ کر چکا تھا۔۔۔۔۔

اس کے دماغ میں یہ بات بے ساختہ آئی۔۔۔۔۔کہ عورت اپنے پسندیدہ مرد کے سامنے بچی بن جاتی ہے۔۔۔۔۔اس سے اپنے ناز نخرے اٹھواتی ہے۔۔۔۔۔اور ضد بھی کرتی ہے۔۔۔۔۔۔مگر باقی ساری دنیا کے لیے وہ ایک سمجھدار اور میچور لڑکی ہوتی ہے۔۔۔۔۔

حیدر نے اس کا آدھا چھوڑا چائے کا مگ پکڑا اور اپنے ہونٹوں سے لگا لیا۔۔۔۔۔۔اس نے زندگی میں آج سے پہلے اتنی اچھی چائے کبھی نہیں پی تھی۔۔۔۔ہاں کیونکہ وہ ہیر کی بچی ہوئی چائے تھی اس لیے وہ اس کے لیے دنیا کی سب سے بہترین چائے تھی۔۔۔۔

وہ چائے پی رہا تھا اور چائے پینے کے ساتھ ساتھ اس کی نظریں ہیر کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔۔۔۔۔

ہیر کے ہاتھ میں اس وقت حیدر کا فون تھا۔۔۔۔۔

پتہ نہیں وہ اس کے فون میں کیا تلاش کر رہی تھی۔۔۔۔۔

مگر حیدر نے کوئی رد عمل نہیں دیا۔۔۔۔۔

وہ جو مرضی کرتی پھرے اس کے شوہر کا فون تھا وہ ہاتھ لگا سکتی تھی وہ سارا فون چیک کر سکتی تھی۔۔۔۔

اس سے کچھ بھی پرسنل نہیں تھا۔۔۔۔۔

کچھ دیر بعد اس نے دیکھا ہیر کی آنکھوں میں عجیب چمک تھی۔۔۔۔۔

آخر وہ ایسا بھی کیا دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔

حیدر تجسس کے مارے تھوڑا آگے ہوا اور سکرین پر نظر پڑی تو حیران رہ گیا وہ موبائل فون میں گیلری کھولے اس کی تصویروں کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔

کچھ کالج ٹائم کی تھیں کچھ یونیورسٹی کے لاسٹ ایئرز کی تھیں۔۔۔۔۔

وہ ان تصویروں کو دیکھ رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی۔۔۔۔۔

حیدر کو اس پر ڈھیروں پیار آیا۔۔۔۔۔وہ فون میں بھی صرف اپنے شوہر کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔

جیسے اس کے لیے باقی دنیا کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔۔۔۔

حیدر مسکراتا ہوا اٹھا اور سارے برتن سمیٹے اور کچن میں رکھے۔۔۔۔۔

دس منٹ بعد وہ سارے برتن دھو کر واپس آیا تو دیکھا شاید ہیر کی آنکھوں میں درد ہو رہی تھی۔۔۔۔۔۔

وہ آنکھیں مسلتی ہوئی اٹھی ایک نظر حیدر کی طرف دیکھا۔۔۔۔"مجھے نیند آ رہی ہے میں سونے جا رہی ہوں"۔۔۔۔۔۔

حیدر نے اثبات میں سر ہلایا وہ وہیں میز پر اس کا فون رکھ کر کمرے میں چلی گئی۔۔۔حیدر اس کے پیچھے ہی کمرے میں آیا وہ بیڈ پر لیٹ رہی تھی۔۔۔۔۔

حیدر نے خود آگے بڑھ کر اس پر اچھے سے بلینکٹ ٹھیک کیا۔۔۔۔ کمرے میں موجود ونڈو کے پردے برابر کیے تاکہ وہ سکون سے سو سکے اور روشنی اسے ڈسٹرب نہ کرے۔۔۔۔۔

اس کے بعد اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور دروازہ بند کرتا ہوا باہر نکل آیا۔۔۔۔۔

بخار کی وجہ سے ہیر کو کمزوری تھی اس کی وجہ سے وہ پانچ دس منٹ میں ہی نیند کی وادیوں میں اتر گئی۔۔۔۔۔

باہر حیدر اپنا لیپ ٹاپ کھول کر اپنا کوئی کام کر رہا تھا۔۔۔۔۔

بلڈنگ کے باہر اب ڈوپہر سر چڑھ آئی تھی۔۔۔۔۔اندر اپارٹمنٹ میں وہ دونوں اپنی اپنی جگہ اندر تک پر سکون تھے۔۔۔۔۔

سکون

وہ اپنے اپارٹمنٹ کے لاؤنج میں چکر پر چکر کاٹ رہی تھی مگر اس کا غصہ کسی صورت کم نہیں ہو رہا تھا۔۔۔۔وہ دونوں جب سے واپس آئیں تھیں تب سے شیز الاؤنج میں چکر کاٹ رہی تھی اور عمایہ صوفے پر بیٹھی کھانے کے ساتھ انصاف کر رہی تھی۔۔۔۔

اس اپارٹمینٹ کا نقشہ بھی تقریباً ویسا ہی تھا جیسا ارمان کے اپارٹمنٹ کا تھا مگر کلر وغیرہ اور سیٹنگ کچھ چینج تھی۔۔۔۔"بس بھی کرو شیزا اور کتنے چکر لگاؤ گی"۔۔۔۔

اس بات پر شیزا کے چلتے قدم رکے۔۔۔۔"میرا دل جل رہا ہے میں اس لڑکی کی جان لے لوں گی۔۔۔۔اس نے میرا سارا سکون تباہ کر دیا ہے۔۔۔۔میں اسے تباہ کر دوں گی میں اسے ارمان سے دور کر دوں گی ۔۔۔تم دیکھنا اس نے مجھ سے میرا ارمان چھینا ہے میں اسے اس کے کیے کی سزا دوں گی"۔۔۔۔

وہ بن پانی مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھی۔۔۔۔عمایہ کو اس کی سوچ پر افسوس ہوا۔۔۔۔عمایہ آج سمجھ آئی تھی کہ ماہی کو ارمان سے الگ کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔۔۔۔۔مگر شیزا کے سر پر تو بھوت سوار تھا اب اسے کون سمجھاتا۔۔۔۔۔۔

شیزا کو اپنے غرور کے سامنے کچھ نظر نہیں آتا تھا۔۔۔"شیزا یہ اتنا آسان نہیں ہے ارمان اسے کبھی نہیں چھوڑے گا۔۔۔تم نے دیکھا نہیں وہ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔۔۔۔اور وہ اس کے بچپن کی محبت کے ساتھ ساتھ بیوی بھی ہے۔۔۔۔

ماہی ٹھیک کہہ رہی تھی اگر ارمان کو تمہارا ہونا ہوتا تو 10 سال بہت تھے۔۔۔مگر ماہی نے جس کانفیڈنس کے ساتھ تمہیں بتایا ہے اس سے تو یہی لگ رہا ہے کہ ارمان نے صرف ماہی کی وجہ سے کبھی کسی لڑکی کی طرف نہیں دیکھا"۔۔۔۔

عمایہ کی اتنی صاف گوئی پر شیزا نے اس کی طرف غصے سے دیکھا۔۔۔۔"تم میری دوست ہو یا اس کی جو اس کی طرف داری کر

رہی ہو۔۔۔۔۔اور جہاں تک رہی بات ان دونوں کو الگ کرنے کی تو فکر مت کرو میں ارمان کے دماغ میں اس ماہی کے خلاف اتنا زہر بھر دوں گی وہ خود ہی اسے چھوڑے گا۔۔۔۔

تم نہیں جانتی ایک مرد بے وفائی برداشت نہیں کرتا اور بد گمانی جلدی رشتوں کو کھا جاتی ہے۔۔۔۔اب صرف ماہی کو بے وفا ثابت کرنا ہے اور ارمان کو بد گمان کرنا ہے"۔۔۔۔

اتنا کہنے کے ساتھ اب شیزا کا دماغ کسی نئی سازش کو بن رہا تھا۔۔۔۔اور عمایہ بس نفی میں سر ہی ہلا سکی۔۔۔۔۔

اگر ہم اس فلور کو چھوڑ کر اوپر والے فلور کے اپارٹمنٹ میں جھانکے تو اس وقت شام کے پانچ بجنے والے تھے ارمان ہنوز اپنے لیپ ٹاپ پر کچھ ٹائپنگ کرنے میں مصروف تھا۔۔۔۔۔

اور کمرے میں ماہی گہری نیند سو رہی تھی۔۔۔۔۔

سوتے ہوئے اس کے چہرے پر کچھ عجیب سا اضطراب تھا۔۔۔۔

وہ کوئی خواب دیکھ رہی تھی۔۔۔۔

اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک بہت خوبصورت جگہ تھی ہر طرف ہریالی تھی آس پاس ندی اور پہاڑ تھے۔۔۔۔۔۔

آسمان پر ایک سفید رنگ کی عجیب سی دھند تھی۔۔۔۔

وہ اس وقت وائٹ فراک میں تھی۔۔۔۔

وہ اس دھند کو دیکھتے ہوئے چلتی جا رہی تھی۔۔۔۔

دھند میں کچھ بھی واضح نہیں تھا۔۔۔۔

وہ ندی کے قریب آئی تو اسے آوازیں سنائی دیں۔۔۔۔

ہاں وہ کسی کی ہنسی کی آواز تھی۔۔۔۔

ماہی کسی سحر کی طرح اس ہنسی میں جکڑ گئی۔۔۔۔اس نے بے ساختہ اپنے قدم اس آواز کی طرف بڑھائے۔۔۔۔۔

دھند ہٹی سامنے ندی کے کنارے کوئی شخص ماہی کی طرف پیٹھ کیے بیٹھا تھا۔۔۔۔

اس نے سفید رنگ کا سوٹ پہنا تھا۔۔۔۔

مگر یہ ہنسی کی آواز تو کسی لڑکی کی تھی۔۔۔۔۔

ماہی میکانیکی انداز میں اس شخص کی طرف اپنے قدم بڑھا رہی تھی۔۔۔۔

جیسے ہی وہ اس شخص کے پاس پہنچی اسے اس شخص کا نیم رخ دکھائی دیا۔۔۔۔اور اسے دیکھ ماہی ساکت رہ گئی۔۔۔۔

بہت دیر کے بعد اس نے اپنے ہونٹوں کو ہلتا ہوا محسوس کیا۔۔۔۔"بابا"۔۔۔۔ماہی کی آواز پر سلیمان نے اپنا چہرہ موڑ کر ماہی کی طرف دیکھا۔۔۔۔اس چہرے پر بہت زیادہ نور تھا۔۔۔۔

ماہی کو دیکھ کر وہ مسکرایا اس کی مسکراہٹ بہت خوبصورت تھی۔۔۔۔"میری بیٹی۔۔۔۔ماہی"۔۔۔۔اتنا کہتے ساتھ وہ اٹھ

کھڑا ہوا اور اپنے بازو پھیلائے۔۔۔۔ماہی بنا کوئی لمحہ ضائع کیے بھاگتی ہوئی آئی اور اپنے باپ کے سینے سے لگ گئی۔۔۔۔۔

سلیمان مسکرا رہا تھا اور ماہی کی آنکھیں بھیگ گئیں۔۔۔۔"آپ کہاں چلے گئے تھے مجھے چھوڑ کر بابا۔۔۔۔پلیز اب مجھے چھوڑ کر مت جایئے گا۔۔۔آپ کو پتہ ہے نا میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی"۔۔۔۔۔

ماہی نے سر اٹھا کر باپ کی طرف دیکھا وہ ہنوز مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔۔"میری بیٹی تو بہت بڑی ہو گئی ہے۔۔۔۔۔تمہارے پاس حیدر ہے نہ تمہارا خیال رکھنے کے لیے۔۔۔۔۔تم خوش ہو نا؟"۔۔۔۔۔

باپ کی بات پر ماہی نے سر ہلایا۔۔۔"ہاں میں خوش ہوں مگر آپ کے بغیر دنیا ادھوری لگتی ہے بابا۔۔۔۔۔کیوں مجھے اکیلا چھوڑ کر چلے گئے۔۔۔۔۔پلیز واپس آجائیں مجھے آپ کے بغیر نیند نہیں آتی"۔۔۔۔

وہ اس وقت فرمائش کرتی ہوئی بالکل پانچ سالہ ماہی لگ رہی تھی نہ کہ 20 سالہ۔۔۔۔اچانک ہیر کو محسوس ہوا کہ اس کے پیچھے کوئی ہے۔۔۔۔"چلو آؤ تمہیں کسی سے ملواتا ہوں"۔۔۔۔۔ماہی سلیمان کی بات پر کچھ حیران ہوئی۔۔۔۔

سلیمان نے ماہی کی پشت پر اشارہ کیا۔۔۔۔ماہی نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔۔۔تو سامنے اقصی بہت خوبصورت سفید رنگ کی فراک میں

کھڑی تھی۔۔۔۔۔ماہی کو اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔۔۔۔اس کی ماں بہت خوبصورت تھی۔۔۔۔

وہ مسکراتی ہوئی ماہی کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔اور ماہی نے بہت کوشش کی ماں لفظ بولنے کی۔۔۔۔ مگر وہ ساکت اور جامد تھی اور زبان ہلنے سے انکاری۔۔۔۔۔

بہت دیر کے بعد اس نے اپنے ہونٹوں کا ہلتا محسوس کیا۔۔۔۔
"ماما"۔۔۔۔۔یہ لفظ سن کر اقصی کی آنکھیں بھیگ گئیں۔۔۔۔۔اس نے بے ساختہ ایک گہری سانس لی جیسے اس کے دل کو سکون ملا ہوں۔۔۔۔ہاں وہ اسی پل کا تو انتظار کر رہی تھی۔۔۔۔

وہ اپنی بیٹی کے ہونٹوں سے یہ لفظ سننے کے لیے پتہ نہیں کتنے سالوں تڑپی ہو گی۔۔۔۔اس نے اپنے بازو پھیلائے۔۔۔۔اور ماہی بھاگتی ہوئی آکر اقصی کے سینے سے لگی۔۔۔۔۔اور پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع ہو گئی۔۔۔۔

اقصی نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کے گرد حصار مضبوط کیا جیسے اپنے سینے میں چھپا لینا چاہتی ہوں۔۔۔۔"آپ کیوں چلی گئیں مجھے چھوڑ۔۔۔۔میں نے بہت سال انتظار کیا آپ کو دیکھنے کا آپ کے لمس کو محسوس کرنے کا"۔۔۔۔

اقصی مسکرائی اور ماہی کا چہرہ پیار سے اوپر کیا۔۔۔"ماہی میری بیٹی۔۔۔۔میرا جانا تو طے تھا۔۔۔۔ہر انسان کے جانے کا ایک وقت

ہوتا ہے۔۔۔۔میں جانے سے پہلے تمہیں تمہارے حیدر کے حوالے کر کے آئی تھی۔۔۔۔آج میں حیدر سے بہت خوش ہوں میرے بیٹے نے اپنے سارے وعدے نبھائے ہیں۔۔۔۔اسے بتانا اس کی چھوٹی مما اس سے بہت خوش ہے"۔۔۔۔۔

ماہی حیرانی سے یہ بات سن رہی تھی۔۔۔۔

وہ کسی وعدے کی بات کر رہی تھیں۔۔۔۔"تم حیدر کے پاس لوٹ جاؤ وہی تمہاری دنیا ہے۔۔۔۔۔میری فکر مت کرو۔۔۔۔۔میرا خیال رکھنے اور میرا ساتھ دینے کے لیے تمہارے بابا ہیں نا"۔۔۔۔۔

ماہی کی آنکھیں بار بار بھیگ رہیں تھیں۔۔۔۔اب سلیمان بھی ان کے نزدیک آ چکا تھا۔۔۔۔

سلیمان ماہی کے سامنے آیااور آگے بڑھ کر اپنی بیٹی کی پیشانی پر بوسہ دیا۔۔۔"بیٹا ہم اس دنیا سے جارہے ہیں۔یہی تمہاری دنیا ہے اور حیدر تمہارا شوہر۔۔۔ہم دونوں کی دعا ہے تم ہمیشہ خوش رہو"۔۔۔۔۔

پھر اقصی اگے بڑھی اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔۔۔"تمہاری ماں تم سے بہت پیار کرتی ہے کبھی بھولنا مت"۔۔۔۔۔اتنا کہتے ساتھ اقصی نے سلیمان کا ہاتھ پکڑا۔۔۔۔اور وہ دونوں مڑ گئے۔۔۔۔

وہ دور جارہے تھے اور ماہی چاہ کر بھی ان کو روک نہ پائی۔۔۔ایک بار پھر ساری وادی میں اقصی کی ہنسی گونج رہی تھی۔۔۔مگر اب ماہی رو

نہیں رہی تھی۔۔۔۔وہ اندر تک پر سکون لگ رہی تھی جیسے اپنے ماں باپ کو ایک ساتھ دیکھ کر سکون مل گیا ہو۔۔۔۔۔

پھر دھند چھا گئی اور منزل دھندلا گئے۔۔۔۔۔

اور ایک جھٹکے سی ماہی کی آنکھ کھلی۔۔۔۔۔وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔آنکھوں کے سامنے خواب کسی فلم کی طرح چل رہا تھا۔۔۔۔

اس نے خواب میں اپنے 32 سالہ باپ اور 23 سالہ ماں کو دیکھا۔۔۔۔ہاں اس نے اپنی ماں کو آج حقیقی آنکھوں سے دیکھا تھا۔۔۔۔۔۔

اقصی کا وہ موبائل جواب ماہی کے پاس تھا اس میں اقصی اور سلیمان کی کچھ تصویریں تھیں۔۔۔۔۔۔

ماہی نے محسوس کیا اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔۔۔۔۔

پھر اس نے سارے کمرے میں نظر دوڑائی تو اسے یاد آیا وہ سو رہی تھی۔۔۔۔

وہ واش روم میں گئی اپنے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے اور آنکھوں کو سکون دیا۔۔۔۔

پھر کمرے سے نکل کر باہر آئی۔۔۔

لاؤنج میں حیدر لیپ ٹاپ لیے بیٹھا ہوا کام کر رہا تھا۔۔۔۔۔

وہ خاموشی سے آئی اور آکر حیدر کی بائیں سائیڈ پر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔حیدر اس کا آنا اور بیٹھنا محسوس کر چکا تھا۔۔۔۔اس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر حیدر کے بائیں بازو میں ڈالا اور اس کے کندھے پر سر رکھ کر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔

جیسے ہی آنکھیں بند کرتی بار بار وہ خواب آنکھوں کے سامنے آرہا تھا۔۔۔۔

حیدر نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بخار کی تپش چیک کی۔۔۔۔اب بخار اتر چکا تھا۔۔۔۔

وہ خواب میں اتنا کھوئی ہوئی تھی کہ حیدر کے لمس پر بھی آنکھیں نہیں کھولیں۔۔۔۔۔"ہیر میری جان طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟"۔۔۔۔۔حیدر کی آواز اسے سوچوں سے باہر لائی۔۔۔۔

اس نے آہستہ سے آنکھیں کھول کر اثبات میں سر ہلایا۔۔۔۔۔"کیا بات ہے کچھ پریشان لگ رہی ہو"۔۔۔۔۔

حیدر کی بات پر اس نے سر اٹھا کر حیدر کی طرف دیکھا۔۔۔۔"حیدر میں نے خواب میں ماما اور بابا کو دیکھا ہے۔ماما کہہ رہیں تھیں وہ آپ سے بہت خوش ہیں اور میں آپ کو بتاؤں کہ آپ نے اپنی چھوٹی ماما کے سارے وعدے پورے کر دیے ہیں"۔۔۔۔۔

حیدر سیدھا ہو کر بیٹھا۔۔۔۔"کیا دیکھا تفصیل سے بتاؤ۔۔۔۔۔پھر اس کے بعد ماہی نے اپنا سارا خواب حیدر کو سنا دیا۔۔۔۔۔سب سننے کے بعد حیدر مسکرایا جیسے سینے میں ٹھنڈک اور سکون اترا ہو۔۔۔۔"وہ کس وعدے کی بات کر رہیں تھیں؟"۔۔۔۔

ماہی ابھی تک وعدے میں الجھی ہوئی تھی۔۔۔۔"میں نے ان سے وعدہ کیا تھا میں اپنی پرنسس کا بہت زیادہ خیال رکھوں گا۔۔۔۔اور کبھی اکیلا نہیں چھوڑوں گا"۔۔۔۔یہ کہنے کے بعد ارمان نے ماہی کی پشانی پر بوسہ دیا اور اسے سینے سے لگا لیا۔۔۔۔

اور ماہی کا دل جو خواب دیکھنے کے بعد جل رہا تھا اس میں ٹھنڈک اتر گئی۔۔۔۔وہ اندر تک پر سکون ہو چکی تھی۔۔۔۔۔

کچھ دیر بعد ماہی نے آنکھیں کھول کر حیدر کو دیکھا۔۔۔۔۔"آپ کا کتنا کام رہ گیا ہے؟"۔۔۔۔۔اس کا اشارہ لیپ ٹاپ کی طرف تھا۔۔۔۔"کیوں کیا ہوا سب خیریت؟"۔۔۔۔۔ارمان سمجھ نہ سکا وہ

کیوں پوچھ رہی تھی۔۔۔۔"ہاں جلدی سے کام ختم کر لیں مجھے آپ کا ٹائم چاہیے"۔۔۔۔۔

ہیر کی بات سن کر وہ دل کھول کر مسکرایا اور اس کا ڈمپل واضح ہوا۔۔۔۔۔"میری جان میرا سارا ٹائم تمہارے لیے ہی تو ہے"۔۔۔۔

ہیر کھل کر مسکرائی۔۔۔۔"چلیں پھر جلدی کریں ناکام ختم"۔۔۔۔۔اب اس نے حکم دیا۔۔۔۔۔"اوکے جو حکم پرنسس"۔۔۔وہ دل کھول کر ہنسی۔اور دوبارہ اس کے سینے پر سر رکھ کر آنکھیں بند کر گئی۔۔۔۔۔اور ارمان جلدی سے اپنا کام وائنڈ اپ کرنے لگا۔۔۔۔۔۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں کمرے میں موجود تھے۔۔۔۔۔ارمان سارا کام ختم کر چکا تھا۔۔۔۔ہیر نے ابھی تک اسے بتایا نہیں کے اس کے دماغ میں کیا چل رہا ہے۔۔۔۔۔۔

وہ اس وقت ڈریسنگ روم میں پتہ نہیں کیا کر رہی تھی۔۔۔۔۔

اور ارمان بیڈ پر بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا۔۔۔۔۔"حیدر ادھر آئیں نا"۔۔۔۔۔۔ہیر نے ڈریسنگ روم سے آواز لگائی وہ فوراً اٹھ کر اندر گیا۔۔۔۔۔

مگر جیسے ہی اندر داخل ہوا سامنے کا منظر دیکھ کر اس کا دماغ بھک سے اڑا۔۔۔۔۔۔"یہ۔۔۔۔یہ سب کیا ہے ہیر؟"۔۔۔۔۔صدمے سے اس کی آواز ہی نکل نہ سکی۔۔۔۔۔

ہیر نے ڈریسنگ روم کا نقشہ ہی بدل دیا تھا ہر طرف کپڑے ہی کپڑے بکھرے ہوئے تھے۔۔۔۔۔زمین پر بھی۔۔۔۔چیئر اور صوفہ پر بھی۔۔۔۔۔۔۔اور وہ ساری الماریاں خالی کر چکی تھی۔۔۔۔۔

ایک الماری کو کھولنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔۔۔"آپ وہاں کھڑے ہیں آگے آ کر اسے کھولیں نا یہ کھل کیوں نہیں رہی"۔۔۔۔۔

وہ مسلسل اسے کھولنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔۔۔حیدر جو صدمے میں سٹل کھڑا تھا اس کی آواز سن کر وہ ہلا اور آگے آیا۔۔۔۔۔"یہ سب کیا کر رہی ہو ہیر؟"۔۔۔۔۔۔

ہیر نے حیدر کی طرف ایسے دیکھا جیسے اس کی دماغی حالت پر شبہ ہو ۔۔۔۔۔"آپ کو دیکھنے سے پتہ نہیں چل رہا ڈریسنگ روم کی سیٹنگ کر رہی ہوں"۔۔۔۔

ہیر افسوس سے اپنے شوہر کو دیکھ رہی تھی۔۔"وہ تو مجھے بھی نظر آ رہا ہے۔۔۔۔مگر ابھی کرنے کی کیا ضرورت تھی۔۔۔کچھ دن بعد کر لیتی ابھی تمھاری طبیعت مکمل طور پر ٹھیک نہیں ہوئی نا"۔۔۔۔۔۔

ہیر کی خفگی یہ سن کر ختم ہو گئی۔۔۔۔۔"کچھ نہیں ہوا اب میں ٹھیک ہوں۔۔۔۔اور آپ بھول گئے ہیں شاید آپ اکیلے نہیں رہتے اب میں بھی آپ کے ساتھ اس گھر میں رہتی ہوں تو مجھے بھی اپنے سارے کپڑے اور باقی چیزیں سیٹ کرنی ہیں نہ کل رات سے سارا سامان ویسے ہی پڑا ہے۔۔۔۔آج سب سیٹ کرنا ہے۔۔۔۔۔اب کھولیں نہ یہ"

۔۔۔۔۔

ارمان ایک گہری سانس لے کر آگے آیا۔۔۔۔اور اب وہ ڈریسنگ ٹیبل کے دراز میں سے کچھ ڈھونڈ رہا تھا جب وہ ہیر کی طرف مڑا تو وہ چابی تھی۔۔۔۔اب ہیر کو سمجھ آیا وہ الماری لاک تھی اس لیے کھل نہیں رہی تھی۔۔۔۔۔۔

ارمان نے آگے بڑھ کر الماری کھول دی اور سائیڈ ہو گیا۔۔۔۔اب وہ ہیر کے تاثرات دیکھ رہا تھا۔۔۔۔۔ہیر نے جیسے ہی الماری میں جھانکا اسے لگا وہ ہل نہیں پائے گی۔۔۔۔۔

وہ پتھر ہو چکی تھی۔۔۔۔۔

بہت دیر بعد اس نے ارمان کی طرف دیکھا آنکھوں میں ابھی تک حیرانگی تھی۔۔۔۔۔ارمان نے شانے اچکا دیے۔۔۔۔

الماری کے اندر ہیر کے بچپن کی چیزیں تھیں۔۔۔۔۔اس کے ربڑ بینڈ، اس کے کچھ ٹوئز،،اس کی بہت ساری چوڑیاں،اس کے مینی اسکارف، اس کی ڈائریز،اس کے کلر، بک پینسلز،اس کی تصویریں۔۔۔۔۔حیدر

کو بچپن سے ہی عادت تھی وہ ہر وقت ہیر کی تصویریں بناتا رہتا تھا جیسے اس کا فیورٹ کام یہی ہو۔۔۔۔۔۔

حیدر نے اس کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجائی۔۔۔۔۔ہیر کچھ نارمل ہوئی۔۔۔۔۔اس نے خفگی سے حیدر کو دیکھا اور اس کے سینے میں نازک ہاتھ سے مکہ مارا"۔۔۔آؤچ ظالم لڑکی"۔۔۔۔

ہیر کی آنکھوں میں نمی اکٹھی ہو چکی تھی۔۔۔۔"بہت برے ہیں آپ ۔۔۔۔یہ سب کچھ اتنے سالوں سے آپ کے پاس تھا اور میں وہاں حویلی میں اپنی چیزیں ڈھونڈتی رہتی تھی۔۔۔۔۔۔مجھے لگا شاید تائی نے یہ سب پھینک دیا ہو گا"۔۔۔۔۔

آخر میں اس کی آواز بھگ گئی"اتنا پیار کرتے ہیں آپ مجھ سے کہ یہ سب...."۔۔۔۔۔

حیدر مسکرایا اسے اپنے حصار میں لیا اور مظبوطی سے گلے لگا لیا۔۔۔۔۔

"پیار تو وہ ہوتا ہے جو خود کرنا پڑے۔۔۔مجھے تو تم سے محبت ہوئی تھی۔۔۔اور محبت تو خود ہی ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔اور اب وہ محبت تو بہت پیچھے رہ گئی اب تو تم میرا عشق ہو۔۔ تم تو میری سانسوں سے بھی زیادہ اہم ہو۔۔۔۔۔میں سانس لینا تو بھول سکتا ہوں تمہیں نہیں"۔۔۔۔۔

ہیر کے آنسو روانی سے بہہ نکلے۔۔۔۔۔ہاں یہ آنسو تو تشکر کے تھے۔۔۔۔۔کچھ دیر بعد اس نے خود کو کمپوز کیا۔۔۔"چلیں اب سارا سامان سیٹ کروائیں میرے ساتھ"۔۔۔۔۔

حیدر نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔۔۔"اوکے جو حکم بیگم صاحبہ"۔۔۔۔اور ہیر بیگم لفظ پر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔۔۔۔ویسے بھی ارمان اسے اتنا سارا کام اکیلے کرنے دینے والا بھی نہیں تھا۔۔۔

تقریبا2 گھنٹوں تک دونوں نے مل کر سارے کپڑے سیٹ کیے اب الماریوں میں آدھے حصے میں ارمان کے کپڑے تھے اور آدھے حصے میں ماہی کے۔۔۔۔۔ماہی تھک گئی تھی۔۔۔

آٹھ بج چکے تھے۔۔۔۔وہ جانتا تھا اب یہ کھانا بنانے کچن میں چلی جائے گی جو اس وقت ارمان ہر گز نہیں چاہتا تھا۔۔۔۔"ہیر تیار ہو جاؤ باہر چلتے ہیں آج باہر سے کھانا کھائیں گے"۔۔۔

وہ جو تھک کر بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔۔۔یہ سن کر اس کے ہونٹوں کو ایک خوبصورت مسکراہٹ نے چھوا وہ سمجھ گئی تھی کہ ارمان کو اس کے آرام کا خیال ہے۔۔۔۔۔

وہ اٹھی اور شاور لینے چلی گئی۔۔۔۔

گرم پانی سے شاور لینے کے بعد اسے اپنا انگ انگ پر سکون محسوس ہو رہا تھا۔۔۔۔اس وقت وہ بہت خوبصورت سکائی بلیو کلر کی فراک میں تھی ساتھ ہم رنگ ٹروزار اور دوپٹہ گلے میں تھا۔۔۔۔۔

وہ اپنے بال ڈرائیر کر رہی تھی جب ارمان ڈریسنگ روم سے نکلا اس کے ہاتھ میں سکن کلر کا کوٹ تھا وہ خود بھی تیار تھا۔۔۔۔۔بلیو جینز پر لائٹ بلیو کلر کی شرٹ پہنے۔۔۔۔اوپر کالے رنگ کا کوٹ پہنا تھا۔۔۔۔

وہ آگے بڑھا اور خود اپنے ہاتھوں سے ماہی کو وہ کوٹ پہنا رہا تھا۔۔۔۔

یہ دسمبر کی سرد راتین تھیں اس لیے کراچی میں اس وقت باہر سردی ہوتی ہے۔۔۔۔۔دن میں رات کی نسبت کچھ کم ہی ہوتی ہے۔۔۔

ہیر نے جلدی سے شوز پہنے اب وہ حجاب کر کے تیار کھڑی تھی۔۔۔۔۔

حیدر نے اس کا اور اپنا موبائل اٹھایا، اپنی واچ، والٹ اور گاڑی کی چابی اٹھائی۔۔۔۔۔

ارمان نے ہیر کا ہاتھ پکڑا۔۔۔اپارٹمنٹ لاک کرنے کے بعد وہ دونوں لفٹ میں آ گئے۔۔۔۔۔اور ماہی نے ارمان کا بازو زور سے پکڑ لیا۔۔۔۔

حیدر نے اس کے ڈر کی وجہ سے اسے مکمل طور پر اپنے حصار میں کیا۔۔۔۔۔

جیسے ہی وہ پارکنگ میں پہنچے اسی وقت سامنے سے شیز ا اور عمایہ آرہیں تھیں۔۔۔حیدر نے نامحسوس انداز میں ہیر کو اپنے قریب کیا۔۔۔۔۔ ہیر کا ہاتھ اپنی تک حیدر کے بازو کے گرد لپٹا تھا۔۔۔۔۔

ماہی نے ان دونوں کو ایسے نظر انداز کیا جیسے وہ ہوں ہی نا۔۔۔۔۔وہ حیدر سے آہستہ آواز میں باتیں کر رہی تھی اور ارمان اس کی باتوں پر دل کھول کر مسکرا رہا تھا۔۔۔۔"میں بتا رہی ہوں میں بریانی اور سینڈوچ کھاؤں گی"۔۔۔۔۔حیدر مسکرایا۔۔۔۔"تمھارا جو دل چاہے وہ کھانا میری جان"۔۔۔۔۔اور ہیر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔۔۔۔

ان دونوں کو ساتھ دیکھ کر شیز اکا سارا سکون غارت کو چکا تھا۔۔۔۔

ارمان نے آگے بڑھ کر ہیر کی سائیڈ کا دروازہ کھولا۔۔۔۔اسے بلکل شہزادی کی طرح اندر بیٹھایا پھر اپنی سائیڈ آیا۔۔۔۔ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور گاڑی کو بلڈنگ سے نکال کر اب سڑک پر ڈال چکا تھا۔۔۔۔

پیچھے شیز انے اپنا مہنگا موبائل پوری قوت سے سامنے پلر میں دے مارا ۔۔۔۔۔اور غصے سے چیخی۔۔۔۔۔"میں تمہیں تباہ کر دوں گی ماہی ۔۔۔۔۔۔ایک بار جو چیز شیز املک پسند کر لے پھر وہ حاصل کر کے ہی رہتی ہے ارمان صرف میرا ہے صرف میرا۔۔۔۔۔ سمجھی تم۔۔۔۔"وہ اس وقت نیم پاگل لگ رہی تھی۔۔۔۔

امیر باپ کے بیجا لاڈ پیار اور ہر ضد اور فرمائش پوری کرنے نے اسے بگاڑ دیا تھا۔۔۔۔عمایہ اس کا موڈ فریش کرنے کے لیے اسے شاپنگ پر لے کر گئی تھی۔۔۔مگر اب اس کا موڈ نئے سرے سے غرق ہو چکا تھا۔۔۔۔ وہ بہت مشکل سے اس کا غصہ کنڑول کرتی ہوئی اسے لے کر فلیٹ میں پہنچی۔۔۔۔

گاڑی سڑک پر رواں دواں تھی۔۔۔۔

اور آج ماہی دل کھول کر حیدر سے باتیں کر رہی تھی۔۔۔۔۔

حیدر کے لیے یہ سفر یادگار تھا۔۔۔۔

تھوڑی دیر تک وہ دونوں ریسٹورنٹ میں پہنچ چکے تھے۔۔۔۔

ارمان نے آرڈر دیا اور دس منٹ بعد ان دونوں کا آرڈر آچکا تھا۔۔۔

اس نے دو پلیٹ بریانی اور ایک پلیٹ سینڈوچ آرڈر کی تھی۔اور وہ جانتا تھا کہ ہیر چائے یا دودھ نہیں پیتی اس لیے اس کے لیے ملک شیک آرڈر کیا۔۔

ہیر خوشی سے کھانا کھا رہی تھی۔۔۔اسے خوش دیکھ کر ارمان بھی پر سکون ہو چکا تھا۔۔۔"ہیر مجھے بھی سینڈوچ کھانا ہے"۔۔۔۔

ہیر نے ایک نظر حیدر کو دیکھا اور ایک نظر اپنی سینڈوچ کی پلیٹ کو

۔۔۔۔"ہاں تو اپنا آرڈر کریں"۔۔۔۔

حیدر کا ڈمپل نمایاں ہوا۔۔۔۔"نہیں مجھے تمھارے والا کھانا ہے"۔۔۔۔

اس نے ہاتھ سے ماہی کی پلیٹ کی طرف اشارہ کیا۔۔۔۔۔"کتنے افسوس کی بات ہے حیدر 14 سال گزر گئے مگر آج بھی آپ کی نظر میری پلیٹ پر ہے"۔۔۔

حیدر ہنس پڑا۔۔۔۔۔"تمہیں ابھی تک یاد ہے کہ میں تمھاری پلیٹ سے کھاتا تھا؟"۔۔۔۔اس بات پر ماہی کھانا روک کر غور سے ارمان کو دیکھنے لگی۔۔۔پھر بولی تو لہجہ سرئیس تھا۔۔۔"14 سالوں میں ایک پل بھی ایسا نہیں گزرا جب میں ایک پل کے لیے بھی آپ کو یا آپ سے جڑی کسی بھی یاد کو بھولی ہوں۔۔۔۔مجھے ایک ایک بات اور ایک ایک چیز یاد ہے"۔۔۔۔۔

حیدر کو لگا جیسے وہ اس کے کانوں میں سکون اتار رہی ہو اس کا دل اندر تک خوش ہوا۔۔۔اسے سکون محسوس ہوا۔۔۔ہاں وہ بھی تو کبھی کچھ بھی نہیں بھولا تھا۔۔۔۔"اچھا تو پھر مجھے سینڈوچ دونا"۔۔۔۔۔

ہیر مسکرائی۔۔۔۔میرا جواب وہی ہے جو ہمیشہ ہوتا تھا۔۔۔"اپنا آرڈر کریں میرے کھانے پر نظر نا رکھیں"۔۔۔

اب کی بار حیدر اپنا قہقہ روک نا پایا اور اس کا قہقہ ریسٹورنٹ کے اندر گونجا۔۔۔وہ جانتا تھا بچپن میں بھی وہ ایسے ہی کرتی تھی۔۔۔اگلے پانچ میں اسکی سینڈوچ کی پلیٹ حیدر کے سامنے پڑی ہو گی۔۔۔۔وہ ایسی ہی تھی۔۔۔۔اپنی چیز خود کم کھاتی تھی زیادہ حیدر کو دیتی تھی۔۔۔"اوکے"۔۔۔۔

یہ کہتے ساتھ حیدر دوبارہ اپنا کھانا کھانے لگا۔۔۔۔۔

کچھ پل گزرے ہیر نے ایک نظر اپنی پلیٹ کو دیکھا۔۔۔ایک سینڈوچ کا پیس اٹھایا۔۔۔۔اسے اپنی بریانی والی پلیٹ کے اندر رکھا اور سینڈوچ کی پلیٹ اٹھا کر حیدر کے سامنے رکھ دی۔۔۔۔۔

اور حیدر کی سوچ کے مطابق پانچ منٹ سے پہلے سینڈوچ کی پلیٹ اس کے سامنے تھی۔۔۔۔۔

حیدر نے مسکراتے ہوئے ہیر کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔ مگر وہ اپنے کھانے کی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔۔۔

اگر حیدر ہیر سے اس کی سانسیں مانگ لیتا تو ہیر وہ بھی دے دیتی۔۔۔۔۔اس نے تو صرف سینڈوچ مانگے تھے۔۔۔۔تو پھر وہ کیوں نہ دیتی۔۔۔۔اس کے لیے خود سے بڑھ کر حیدر تھا۔۔۔۔۔

وہ دونوں کھانا کھا چکے تھے۔۔۔۔۔کھانے کے بعد ہیر نے کیک کی فرمائش کی۔۔۔۔۔پھر حیدر نے اسے کیک لے کر دیا۔۔۔۔

وہ کیک کھا رہی تھی اور حیدر اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔۔خود پر مسلسل حیدر کی نظروں کی تپش محسوس کر کے اس نے سر اٹھا کر حیدر کی طرف دیکھا اور پلیٹ حیدر کے سامنے کی۔۔۔۔

حیدر نے نفی میں سر ہلایا۔۔۔۔وہ سمجھ رہی تھی شاید حیدر کو کیک بھی کھانا ہے۔۔۔۔مگر حیدر کے منع کرنے کے باوجود اس نے اشارے سے کیک کھانے کا بولا۔۔۔۔سو حیدر نے کیک کھانا شروع کر دیا۔۔۔۔

دس منٹ بعد وہ دونوں ریسٹورنٹ سے باہر نکل چکے تھے۔۔۔۔

وہ دونوں واک کر رہے تھے۔۔۔۔بالکل پاس ہی ایک مال تھا۔۔۔حیدر اسے لیے مال آ گیا۔۔۔

اب حیدر اسے ساتھ لیے گروسری کر رہا تھا۔۔۔۔

حیدر چیپس کے پیکٹس بسکٹ۔۔۔۔جوس کول ڈرنکس۔۔۔۔

یہ سب لے رہا تھا۔۔۔۔"حیدر آپ یہ سب کیوں لے رہے ہیں"۔۔۔۔

وہ فقط مسکرایا۔۔۔۔"تمہارے لیے"۔۔۔وہ دل کھول کر ہنسی۔۔۔۔"میں کون سا چھوٹی بچی ہوں"۔۔۔۔۔حیدر نے ایک نظر اس کے چہرے کی سفید میدے جیسی رنگت کو دیکھا جو سردی کی وجہ سے لال ہو چکی تھی۔۔۔۔حیدر نے اس کی سرخ ناک کو ہلکا سا دبایا۔۔۔۔"میرے لیے تو ہو"۔۔۔۔۔

وہ کھل کھلا کر ہنس پڑی۔۔۔۔

دس بجے کے قریب وہ دونوں گاڑی میں آکر بیٹھے۔۔۔۔۔

حیدر نے سارا سامان گاڑی میں رکھا۔۔۔۔

وہ دونوں گاڑی میں بیٹھ چکے تھے اور گاڑی سڑک پر چل رہی تھی۔۔۔۔۔۔

آدھے گھنٹے بعد ارمان کی گاڑی بلڈ نگ کی پار کنگ میں آکر رکی۔۔۔۔وہ دونوں گاڑی سے اترے اور لفٹ میں سوار ہوئے۔۔۔۔۔اتنے میں ارمان کا موبائل بج اٹھا۔۔۔۔۔

وہ موبائل پر کسی سے بات کر رہا تھا۔۔۔۔بات کرتے ساتھ اس نے ہیر کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔۔۔۔

ہیر اندازہ لگا سکتی تھی بات کچھ سیریس تھی۔۔۔۔۔وہ ویسے ہی بات کرتا ہوا فلیٹ تک آیا اور اب وہ فلیٹ کا دروازہ کھول رہا تھا۔۔۔۔۔"اوکے تم لوگ سنبھالو میں ابھی آرہا ہوں"۔۔۔۔

وہ دونوں اندر داخل ہو گئے۔۔۔۔۔۔

وہ ہیر کو لیے سیدھا بیڈ روم میں آیا۔۔۔

اب وہ کبرڈ سے کچھ نکال رہا تھا۔۔۔۔

جیسے ہی ہیر کی نظر ارمان کے ہاتھ پر گئی۔۔۔۔وہ کانپ گئی اس کے ہاتھ میں گن تھی۔۔۔۔۔"حیدر آپ کہاں جا رہے ہیں؟"۔۔۔۔اس کی آواز میں صاف ڈر تھا۔۔۔۔

حیدر گن پیچھے کوٹ کے اندر ڈال چکا تھا۔۔۔۔۔اس نے ایک نظر ہیر کو دیکھا۔۔۔اس کی آنکھوں میں خوف تھا۔۔۔۔ارمان اس کے قریب آیا۔۔۔۔۔

اسے اپنے حصار میں لے کر اس کی پیشانی پر اپنے سلگتے لب رکھے۔۔۔۔۔"فکر مت کرو میری جان میں کام سے باہر جا رہا ہوں۔۔۔۔۔تم روم کو اندر سے لاک کر کے سو جانا۔۔۔۔۔میرے پاس کیز ہیں۔۔۔۔ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے تم گھر کے اندر بالکل سیف ہو۔۔۔۔تم سو جانا میں آ جاؤں گا۔۔۔۔۔اور اپنا موبائل اپنے پاس رکھنا"۔۔۔۔۔اس نے پاکٹ سے ہیر کا موبائل نکال کر اس کے ہاتھ پہ رکھا۔۔دوبارہ اس کی پیشانی پر محبت کی مہر ثبت کی۔۔۔۔۔ اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔۔۔۔۔

پیچھے ہیر بیڈ پر گرنے کے انداز سے بیٹھی۔۔۔۔۔ہاں وہ بھول گئی تھی کہ حیدر تو ایک اے ایس پی تھا۔۔۔۔اسے اپنی جاب پر بھی تو جانا تھا۔۔۔۔یہ تو اس کا کام تھا۔۔۔۔۔اب ہیر کو اس کی عادت ڈال لینی چاہیے تھی۔۔۔۔۔۔

وہ اٹھی روم کو اندر سے لاک کیا۔۔۔۔اور بنا چینج کیے بیڈ پر آ کر لیٹ گئی۔۔۔۔۔دماغ میں صرف حیدر چل رہا تھا۔۔۔۔۔وہ گن کے ساتھ گیا تھا مطلب کہ خطرے کی بات تھی۔۔۔۔وہ دل ہی دل میں حیدر کی سلامتی کی دعائیں کر رہی تھی۔۔۔۔۔نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔۔۔۔۔۔بار بار گھڑی کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔۔۔

وہ اس وقت اکیلی فلیٹ کے اندر تھی۔۔۔باہر موت جیسا سناٹا تھا

۔۔۔12 بجے تک وہ ویسے ہی لیٹی گھڑی کی طرف دیکھتی

رہی۔۔۔۔۔اب اسے اپنی آنکھوں میں درد محسوس ہو رہی

تھی۔۔۔۔۔کچھ دیر بعد نیند کی وجہ سے اس کی آنکھیں بند ہونے

لگیں۔۔۔۔

وہ ویسے ہی بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے آدھی بیٹھی اور آدھی لیٹی سوچکی

تھی۔۔۔۔۔۔

تقریبا دو بجے کے قریب بلڈ نگ کے پانچویں فلور کی راہداری میں کسی کے قدموں کی آہٹ ابھری۔۔۔۔۔

اندھیرے میں صرف سایہ نظر آرہا تھا۔۔۔۔۔

وہ آگے بڑھا اور فلیٹ کے عین سامنے آرکا۔۔۔۔۔

اب وہ اس فلیٹ کے دروازے کو کھول رہا تھا۔۔۔۔۔

دو منٹ کی محنت کے بعد دروازہ کھل گیا۔۔۔۔۔

وہ اندر آیا اور دروازہ لاک کیا۔۔۔۔

وہ سارے اپارٹمنٹ کا جائزہ لے رہا تھا۔۔۔۔۔اس کے بعد وہ بیڈ روم کی طرف بڑھا۔۔۔۔۔

اس نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی مگر یہ کیا دروازہ لاک تھا۔۔۔۔۔

وہ بار بار دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا تھا مگر اس سے کھل نہیں رہا تھا۔۔۔۔۔۔

اب کے اس کے ہاتھوں میں بے تابی اور تیزی آگئی۔۔۔۔۔

اتنے میں مین ڈور کلک ہوا۔۔۔۔کوئی دروازہ کھول کر اندر داخل ہو رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔

وہ شخص جو دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا تھا وہ خوف سے کپکپا اٹھا۔۔۔۔

اسے چھپنے یا بھاگنے کا موقع بھی نہیں ملا کہ ارمان اس کے سامنے کھڑا تھا۔۔۔۔۔

ارمان جب فلیٹ کا دروازہ کھول رہا تھا۔۔۔اسے محسوس ہو چکا تھا کسی نے اس دروازے کو کھولنے کی کوشش کی ہے۔۔۔۔اس کے دماغ میں فوراہیر کا خیال آیا۔۔۔۔

وہ اندھا دھند اندر داخل ہوا۔۔۔ مگر ساتھ احتیاط شامل تھی۔۔۔۔ جیسے ہی وہ لاؤنج میں پہنچا کوئی اس کے بیڈ روم کے دروازے کے باہر کھڑا تھا۔۔۔۔

اپنے گھر میں اپنے بیڈ روم کے باہر کسی غیر شخص کو کھڑے دیکھ کر ارمان کا دماغ غصے سے آؤٹ اف کنٹرول ہو گیا۔۔۔۔۔

وہ بنا ایک لمحہ ضائع کیے ایک جست میں اس شخص کے سر پر پہنچ چکا تھا۔۔۔۔۔۔۔

اور اس کے گن کی نال کا رخ اس شخص کی گردن پر تھا۔۔۔۔۔

ارمان اسے گھسیٹتا ہوا فلیٹ سے باہر آیا۔۔۔۔۔۔اندر اس کی بیوی سو رہی تھی اس لیے وہ کوئی بھی شور شرابہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔۔۔۔۔

فلیٹ کے باہر آکر اس نے دروازہ اچھے سے بند کیا۔۔۔۔۔۔

اور اس کا ہاتھ اٹھا اور اس شخص کا ناک توڑ دیا۔۔۔۔۔۔

مکا اس قدر زور کا تھا کہ اس شخص کو اپنا ناک ٹوٹتا ہوا محسوس ہوا۔۔۔۔۔۔

ارمان صرف ایک پر بس نہیں ہوا اس نے اس شخص کا چہرہ بگاڑ دیا۔۔۔۔"میرے گھر میں آدھی رات کو کیا کر رہے تھے بتاؤ کس نے بھیجا؟"۔۔۔۔۔

ارمان اتنے سرد لہجے میں دھاڑا کے مقابل کو اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔۔۔۔۔

وہ شخص خوف سے کپکپا اٹھا اور ہاتھ جوڑ کر بولا۔۔۔۔"مجھے معاف کر دو میں غریب انسان ہوں صرف پیسوں کی خاطر یہ کام کر رہا تھا"۔۔۔۔۔ارمان اس کی بات کاٹ کر دھاڑا۔۔۔"میں نے پوچھا کس نے بھیجا؟"۔۔۔۔۔"مجھے شیز املک نے بھیجا تھا"۔۔۔۔۔

یہ سن کر ارمان کا دماغ بھک سے اڑا۔۔۔۔"کیوں بھیجا تھا اس نے مجھے سچ سچ بتاؤ"۔۔۔۔۔

اس کے بعد اس شخص نے بتانا شروع کیا

ہم موجودہ وقت سے چار گھنٹے پیچھے چلتے ہیں۔۔۔۔۔جس وقت ارمان کی گاڑی بلڈ نگ میں داخل ہو رہی تھی۔۔۔۔۔عین اس وقت شیزا اپنی بالکنی سے نیچے دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔

اس کے جسم میں غصے کی لہر دوڑی۔۔۔۔

پھر اس نے دیکھا دس منٹ بعد دوبارہ ارمان کی گاڑی بلڈ نگ سے باہر نکلی ہے۔۔۔۔۔

اس کا مطلب ماہی اکیلی ہو گی۔۔۔۔۔

اس نے فورا اپنے باپ کو فون کیا۔۔۔۔

اس کے باپ نے اس بلڈ نگ کے اونر کو پیسوں سے بھرا ایک بیگ دیا اور ارمان کے فلیٹ کے ڈپلیکیٹ چابی مانگی۔۔۔۔۔۔30 منٹ بعد چابی شیزا کے گھر کے باہر تھی۔۔۔۔۔

شیزا نے عمایہ کے بھائی کو ٹارگٹ کیا۔۔۔۔عمایہ اور اس کا بھائی دونوں غریب تھے۔۔۔۔۔۔آدھے گھنٹے بعد اس کا بھائی شیزا کے فلیٹ میں موجود تھا۔۔۔۔۔۔"یہ چابی لو اوپر والے پورشن کے فلیٹ کی ہے۔۔۔۔۔

تمہیں بس فلیٹ کھول کر اندر جانا ہے۔۔۔۔۔اندر صرف ایک لڑکی ہو گی۔۔۔۔۔اسے گلا دبا کر مارو، زہر سے مارو، پنکھے سے لٹکا کر مارو۔۔۔۔۔جیسے مرضی مارو مجھے وہ مری ہوئی چاہیے۔۔۔۔۔

اور اگر اس کا شوہر آ گیا تو بتا دینا تمہیں آدھی رات کو اس لڑکی نے ٹائم پاس کرنے کے لیے بلایا تھا۔۔۔۔۔وہ تمہیں آج سے پہلے بھی کئی بار ہاسٹل سے باہر آدھی راتوں کو بلا چکی ہے۔۔۔۔۔ تمہیں اس شخص کو یقین دلانا ہے۔۔۔۔۔۔ سمجھ گئے"۔۔۔

یہ سن کر ارمان کا دماغ کھول اٹھا۔۔۔۔۔"خدا کی قسم میں سچ کہہ رہا ہوں میری بہن اس کے ٹکروں پر پلتی ہے۔۔۔۔۔وہ میری بہن کو ہر مہینے پیسوں کی گڈیاں دیتی ہے۔۔۔۔اور اس کے بدلے میں آپ پر نظر رکھواتی ہے۔۔۔۔۔

میں مجبور تھا۔۔۔۔۔ہم دونوں بہن بھائی غریب

ہیں۔۔۔۔اسکالر شپ پر پڑھ رہے ہیں۔۔۔۔ ہمیں مفت میں بنا کسی

کام کے پیسے مل جاتے ہیں۔۔۔۔اس لیے وہ ہمارا فائدہ اٹھاتی ہے"۔۔۔۔

ارمان کا بس چاہ رہا تھا وہ سب کچھ نہس تہس کر دے۔۔۔۔۔"تمہیں چھوڑ دوں۔۔۔۔۔اگر میں تھوڑی دیر لیٹ آتا تو تم میری بیوی کو نقصان پہنچا سکتے تھے اور مجھ سے کہہ رہے ہو میں تمہیں چھوڑ دوں"۔۔۔۔۔ارمان سرد لہجے میں ڈھارا۔۔۔۔۔"نہیں میں سچ کہہ رہا ہوں میں انہیں مارنے نہیں آیا تھا۔۔۔۔بلکہ میں سچ بتانے آیا تھا کہ ان کی جان کو خطرہ ہے اور اپنی حفاظت کریں"۔۔۔۔۔

ارمان کا دل چاہا اس شخص کا منہ توڑ دے۔۔۔۔"آدھی رات کو کسی کے فلیٹ میں تم صرف اس لیے گھسے کے بتا سکو۔۔۔تم یہ بات صبح دن میں مجھے بتا سکتے تھے۔۔۔۔اس وقت گھس کر تم نے مجھے یقین دلایا ہے کہ تم کچھ غلط کرنے کی نیت سے آئے تھے اور مجھے کہتے ہو میں تمہاری بات کا یقین کروں!!"۔۔۔۔۔"میں اپنے مرے ماں باپ کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں سچ کہہ رہا ہوں۔شیز املک میرے ساتھ فون پر رابطے میں تھی جب میں نے فلیٹ کا دروازہ کھولا اور بند کیا اس کے بعد اس نے فون کٹ کیا تھا۔۔۔۔مجھے معاف کر دیں میں اس شہر سے ہمیشہ کے لیے غائب ہو جاؤں گا مگر کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا"۔۔۔۔۔۔

ارمان نے اس کا گریبان چھوڑ دیا۔۔۔۔دماغ میں جنگ چل رہی تھی۔۔۔۔

حفاظت

سارا سچ سننے کے بعد ارمان کا دماغ غصے سے پھٹ رہا تھا۔۔۔۔۔۔

ارمان نے ایک جھٹکے سے اس کا گریبان چھوڑ دیا۔۔۔۔"خبردار اگر یہاں سے ہلے تو!"۔۔۔۔۔۔اس لڑکے نے اثبات میں سر ہلایا اور

ارمان غصے میں راہداری میں چکر پر چکر کاٹنے لگا۔۔۔۔۔وہ کوئی 20 22 سالہ لڑکا تھا دیکھنے سے ہلکی عمر کا لگتا تھا اور اس کا حلیہ بھی غریبوں جیسا ہی تھا۔۔۔۔

راہداری سنسان تھی۔۔۔۔جس میں صرف ارمان کے قدموں کی آواز تھی اور اب اس آواز کے ساتھ موبائل فون کی آواز بھی شامل ہو گئی وہ اس لڑکے کا موبائل تھا جو بج رہا تھا۔۔۔۔

اس نے جیسے ہی موبائل نکالا نام دیکھ کر اس کے ہوش اڑ گئے۔۔۔ارمان اس کے تاثرات نوٹ کر رہا تھا۔۔۔ارمان نے موبائل پکڑ کر اپنے سامنے کیا تو سکرین پر شیز املک جگمگا رہا تھا۔۔۔

ارمان نے کال ریسیو کی۔۔۔۔۔"بولو کام ہوا یا نہیں وہ لڑکی اس دنیا سے دفعہ ہوئی یا نہیں۔۔۔۔اچھے سے تسلی کی وہ لڑکی مری یا نہیں"۔۔۔۔۔

فون ریسیو ہوتے ہی شیزا کی چنگھاڑتی آواز آئی۔۔۔۔اور ارمان کی آنکھیں دہشت سے لال ہو گئیں۔۔۔۔۔"بولتے کیوں نہیں ہو کچھ۔منہ میں دہی جما کر بیٹھے ہو؟"۔۔۔۔۔

ارمان نے بنا کچھ کہے کال کاٹ دی۔۔۔۔۔"اب میری بات دھیان سے سنو۔۔۔۔تم اس شہر سے ابھی کہ ابھی نکلو گے۔۔۔۔شیزا کو بھنک بھی نہیں پڑھنی چاہیے کہ تم زندہ ہو۔۔۔۔میں تمہاری جان بخش رہا ہوں۔۔۔۔مگر ان دونوں کو یہی بتاؤں گا کہ میں تمہیں مار چکا

ہوں۔۔۔۔۔اگر اپنی جان عزیز ہے تو چھ مہینے سے پہلے اس شہر میں نظر نہ آنا"۔۔۔۔۔لڑکے نے فورا اثبات میں سر ہلایا۔۔۔۔

شیزا اپنے اپارٹمنٹ میں چکر پر چکر کاٹ رہی تھی۔۔۔۔اور عمایہ کا خون خشک ہو چکا تھا۔۔۔۔اگر اس کا بھائی پکڑا گیا تو ارمان ایک منٹ سے پہلے اسے جان سے مار دے گا۔۔۔۔کچھ پل گزرے جب اس اپارٹمنٹ کا دروازہ نوک ہوا۔۔۔۔۔

عمایہ بھاگتی ہوئی دروازے تک گئی۔۔۔۔۔وہ صرف اپنے بھائی کو زندہ سلامت دیکھنا چاہتی تھی۔۔۔۔۔جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا اس کی

روح فنا ہوئی سامنے ارمان حیدر سرخ انگارہ آنکھیں لیے کھڑا تھا۔۔۔۔۔۔

اس کے کپڑوں پر خون لگا تھا عمایہ کو اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی اس کا چھوٹا بھائی۔۔۔۔۔۔۔

وہ وہیں دروازے میں گرنے کے سے انداز میں بیٹھی۔۔۔۔۔اسے لگا اس کی ساری دنیا ختم ہو گئی ہے۔۔۔۔۔ارمان اسے اگنور کرتا ہوا شیزا کے سامنے آیا اور دوسرے ہی پل شیزا کی گردن ارمان کے ہاتھ میں تھی۔۔۔۔

اور ارمان کی گن شیزا کی کنپٹی پر۔۔۔۔۔۔"تمہاری اتنی ہمت میری بیوی کو مارنے کی کوشش کرو گی۔۔۔۔۔۔آج میں تمہیں بتاتا ہوں موت کیسی ہوتی ہے۔۔۔۔

بہت شوق ہے نہ تمہیں مجھے حاصل کرنے۔۔۔۔۔میرے لیے کچھ بھی کر سکتی ہو نا تو آج میرے لیے اپنی جان دے دو۔۔۔۔۔میں نے تمہیں سمجھایا تھا میری بیوی کو نقصان پہنچانے کے بارے میں سوچنا بھی مت۔۔۔۔اور اسے مجھ سے دور کرنے کی کبھی کوشش نہ کرنا۔۔۔۔۔مگر نہیں شاید تم جانتی نہیں ہو۔۔۔۔۔کہ وہ میرا جنون ہے۔۔۔۔۔۔اگر اسے خراش بھی آئے تو میں سامنے والے کی جان اپنے ہاتھوں سے لیتا ہوں"۔۔۔۔۔۔

ارمان اتنی اونچی آواز میں دھاڑا کہ خاموش فلیٹ کے در و دیوار گونج اٹھے۔۔۔۔۔عمایہ کے جسم میں حرکت ہوئی وہ ایک ہی جست میں ارمان تک پہنچی۔۔اور اس کو بازو سے پکڑ کر جھنجوڑ ڈالا۔۔۔"میرا بھائی کہاں ہے؟ کیا کیا تم نے اس کے ساتھ؟"۔۔۔۔۔

وہ چیخ رہی تھی۔۔۔۔ارمان نے افسوس سے اس کی طرف دیکھا۔۔۔۔"وہی کیا جس کا وہ حقدار تھا میری بیوی کو مارنے آیا تھا میں نے اس کی جان لے لی۔۔۔۔جو شخص میری بیوی کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کرے گا اس کے ساتھ یہی ہو گا"۔۔۔۔۔۔

اور عمایہ کے ہاتھ بے دم ہو کر پہلو میں آ گرے۔۔۔۔"نہیں تم ایسا نہیں کر سکتے وہ میرا بھائی تھا میرا اکلوتا سہارا۔۔۔۔کیوں کیا تم نے اس کے ساتھ ایسا۔۔۔۔اس نے کچھ نہیں کیا۔۔۔اس نے وہ سب شیزا کے کہنے پر کیا تھا۔۔۔۔تم دونوں کی جنگ میں میرا بھائی مارا گیا۔۔۔۔کیوں کیا ایسا کیوں۔۔۔۔"وہ ہزیانی انداز میں چیخی اپنے بال پکڑ کے نوچے اور زمین پر بیٹھتی گئی۔۔۔۔

اور شیزا تو پتھر کی مورت ہو چکی تھی۔۔۔۔۔ارمان کے ہاتھوں کی گرفت اس کے سر پر لگی گن پر سخت ہوتی جا رہی تھی۔۔۔۔۔اس کی موت نزدیک آ رہی تھی۔۔۔۔۔

اچانک ارمان نے گولی چلائی اور اس فلیٹ کے در و دیوار میں ایک نسوانی چیخ گونجی۔۔۔۔۔۔۔وہ چیخ شیزا کی تھی۔۔۔۔۔

گولی اس کے کندھے کو چیرتی ہوئی گزر گئی۔۔۔۔۔"یہ تمہاری سزا ہے۔۔۔۔۔ تمہیں زندہ رہنا ہو گا اور زندہ رہ کر دیکھنا ہو گا میں اپنی بیوی کے ساتھ کتنا خوش ہوں۔۔۔۔۔ تمہیں مارنے سے وہ تکلیف نہیں ہو گی جو تمہیں زندہ چھوڑنے سے ہو گی۔۔۔۔۔تم سالوں تڑپتی

رہو۔۔۔۔پھر بھی ارمان حیدر تمہارا نہیں ہو گا۔۔۔۔اگر میری زندگی میں وہ 14 سال بعد واپس نہ بھی آئی ہوتی تب بھی میں اپنی آخری سانسوں تک کسی دوسری لڑکی کا نہ ہوتا۔۔۔۔وہ میرے جسم میں خون کی طرح دوڑتی ہے۔۔۔۔آئندہ اگر تم نے ایسا سوچا تو اگلی بار نشانہ تمہارا کندھا نہیں تمہارا سر ہو گا"۔۔۔۔۔۔

اتنا کہتے ساتھ ارمان واپس مڑ گیا۔۔۔۔

عمایہ اس کے پیچھے لپکی۔۔۔۔"پلیز بتا دو میرا بھائی کہاں ہے؟"۔۔۔۔

وہ لفٹ کے دروازے تک آئی مگر وہ لفٹ کے اندر داخل ہو چکا تھا۔۔۔۔۔

وہ ہزیانی انداز میں چیخ رہی تھی۔۔۔۔"آپی"۔۔۔اتنے میں پیچھے سے آواز آئی اس کا بھائی صحیح سلامت پیچھے کھڑا تھا۔۔۔۔۔

اسے دیکھ کر وہ دیوانہ وار اس کی طرف لپکی۔۔۔۔اور اس کے سینے سے جا لگی۔۔۔۔وہ ہچکیوں کے ساتھ رو رہی تھی۔۔۔۔

اس کا بھائی اسے خاموش کروا رہا تھا۔۔۔۔"کچھ نہیں ہوا میں بالکل ٹھیک ہوں۔۔۔انہوں نے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔۔۔۔خدا کے لیے اب تو شیزا کی جان چھوڑ دیں اس سے دور رہیں وہ ہماری جان لے کر ہی رہے گی۔۔۔۔وہ امیر لوگ ہیں ان لوگوں کو ہم غریبوں کی موت سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔۔۔۔لیکن ہمیں فرق پڑے گا۔۔۔۔آپ نے ایک بار بھی سوچا ہے اگر مجھے کچھ ہو جاتا تو آپ اکیلی رہ جاتیں۔۔۔۔

میں دوسرے شہر جارہاہوں۔۔۔۔۔میں خود کماؤں گااور آپ کا خرچہ خوداٹھاؤں گاآج کے بعد آپ اس لڑکی سے دور رہیں گی اوراس کا کوئی پیسہ نہیں لیں گیں۔۔۔۔

ارمان بھائی نے منع کیاہے شیزا کوبتانے سے۔۔۔۔۔انہیں پتہ نہیں چلنا چاہیے میں زندہ ہوں"۔۔۔۔۔

عمایہ نے بہت نزدیک سے موت دیکھی تھی اس لیے اسے سبق آگیا تھا۔۔۔۔۔

اس نے ہاں میں سر ہلایا۔۔۔۔۔

وہ اپنی بہن کو ساتھ لیے بلڈنگ سے باہر نکلااب وہ اسے ہاسٹل چھوڑنے جارہاتھا۔۔۔۔۔

پیچھے شیز املک اپنے فلیٹ میں بے ہوش ہو چکی تھی۔۔۔۔۔

اس نے ڈاکٹر کو کال کر کے اپنے فلیٹ میں بلایا تھا مگر اس وقت وہ ہوش وحواس سے بیگانہ زمین پر گری ہوئی تھی۔۔۔۔۔

ارمان واپس اپنے فلیٹ میں آیا۔۔۔۔۔اچھے سے ڈبل لاک لگا کر دروازہ بند کیا۔۔۔۔۔

پھر لاک کھول کر کمرے میں آیا۔۔۔۔

کمرے میں نیم اندھیرا تھا۔۔۔۔۔

سامنے ہی ماہی بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے آدھی بیٹھی آدھی لیٹی سو رہی تھی۔۔۔۔ارمان کو بے ساختہ اپنی بیوی پر پیار اور ترس آیا وہ یقیناً اس کا انتظار کرتی سو گئی ہو گی۔۔۔۔۔

اس نے ایک نظر اپنے کپڑوں کو دیکھا جس پر خون لگا تھا۔۔۔۔۔

وہ آدھی رات کو مجرموں کو پکڑنے کے لیے گیا تھا۔۔۔۔۔

بس ان میں سے کسی کو مارتے ہوئے خون لگ گیا تھا۔۔۔۔

وہ ایسے خون آلودہ کپڑوں کے ساتھ ہیر کو ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا۔۔۔۔

اس لیے سیدھا واش روم میں گیا۔۔۔۔15،20 منٹ بعد وہ شاور لے کر باہر نکلا۔۔۔۔۔

اب اس نے ایک کالا ڈھیلا ٹراؤزر۔۔۔۔۔اور ساتھ وائٹ ہاف سلیوز شرٹ پہنی ہوئی تھی۔۔۔۔۔۔

وہ بیڈ پر اپنی سائیڈ آیا۔۔۔۔

احتیاط سے ہیر کا دوپٹہ اس کے گلے سے باہر نکالا۔۔۔۔۔

پھر اسے سیدھا کر کے بیڈ پر لٹایا

اس کے بعد اس کا سر اپنے سینے پر رکھا اسے اپنے حصار میں لیا۔۔۔اس کے ماتھے پر اپنے لب رکھے اور لیٹ گیا۔۔۔۔۔

دماغ میں ساری سوچیں کچھ دیر پہلے ہوئے واقع کی طرف تھیں

۔۔۔۔۔۔وہ یہی سوچ رہا تھا اگر وہ کچھ دیر لیٹ ہو جاتا تو شاید ہیر کو ہمیشہ کے لیے کھو دیتا۔۔۔۔۔نہیں وہ ایسا کبھی نہیں ہونے دے سکتا تھا

۔۔۔۔

ہاں آج کے بعد وہ احتیاط سے کام لے گا۔۔۔۔۔اسے ہیر کی حفاظت کرنی ہو گی۔۔یہ تو شکر تھا ہیر کو اس واقعے کا کچھ علم نہیں تھا وہ تو کمرے میں سو رہی تھی۔۔وہ اسے اس بارے میں کچھ بھی بتانے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔۔۔اس نے بلڈ نگ اونر کا دماغ بھی ابھی ٹھکانے لگانا تھا۔۔۔۔

وہ پیسوں سے بک گیا۔۔۔۔ صبح ہوتے ہی وہ سارے لاک بھی چینج کروائے گا۔۔۔۔۔۔۔

یہ سب سوچتے ارمان بھی نیند کی وادیوں میں اتر گیا۔۔۔۔۔۔

دور کہیں مسجدوں میں اذانیں ہو رہی تھیں۔۔۔۔۔

کچھ پل گزرے۔۔۔۔وہ تھوڑا سا کسمسائی۔۔۔۔۔پھر اپنی آنکھیں کھول کر۔۔۔۔۔خود کو بیدار کرنے کی کوشش کرنے لگی۔۔۔۔۔۔

کچھ دیر تک وہ مکمل جاگ چکی تھی۔۔۔۔

اس نے بے اختیار آگے پیچھے دیکھا۔۔۔۔۔تو اسے پتا چلا کہ وہ حیدر کے سینے پر سر رکھے مکمل طور پر اس کے حصار میں تھی۔۔۔۔۔

پھر اس کی نظر حیدر کے چہرے کی طرف اٹھی۔۔۔۔۔وہ گہری نیند سو رہا تھا۔۔۔۔۔

ماہی کے اندر تک سکون اترا۔۔۔۔۔وہ صحیح سلامت واپس آ چکا تھا۔۔۔۔

پتہ نہیں رات کہ کس پہر وہ واپس آیا ہو گا۔۔۔۔۔

ماہی بہت احتیاط سے اس کا حصار توڑتے ہوئے اٹھی۔۔۔۔ارمان کے بال جو ماتھے پر بکھرے تھے انہیں اپنے ہاتھوں سے ٹھیک کیا۔۔۔۔پھر آگے بڑھی اس کے چہرے پر جھکی۔۔۔۔۔۔اور اپنے نرم ہونٹوں سے اس کے ماتھے پر لمس چھوڑا۔۔۔۔۔اور بیڈ سے اتر گئی۔۔۔۔

دس منٹ بعد وہ وضو کیے۔۔۔۔۔واش روم سے باہر نکلی۔۔۔۔پھر الماری کھول کر اس میں سے جائے نماز نکالی۔۔۔۔۔

اور نماز ادا کرنے کے لیے کھڑی ہو گئی۔۔۔۔۔نماز ادا کرنے کے بعد اس نے دعا مانگی۔۔۔۔۔جائے نماز اٹھائی۔۔۔۔۔اور پھر قران پاک لے کر صوفے پر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔

تقریبا آدھا گھنٹہ وہ قران پاک کی تلاوت کرتی رہی۔۔۔۔

اس کے بعد کچھ قرانی آیات پڑھیں۔۔۔وہ قران پاک واپس کبرڈ میں رکھ رہی تھی۔۔۔۔۔

اس کے بعد وہ حیدر کی طرف آئی۔۔۔۔

اور اب وہ اس کے چہرے پر پھونک مار کر کچھ دم کر رہی تھی۔۔۔۔

وہ اس کے پاس ہی بیٹھ گئی۔۔۔۔پھر کافی دیر اس کے چہرے پر نظریں جمائے نہ جانے کیا سوچتی رہی۔۔۔۔۔

وہ اسے دیکھ رہی تھی اور اپنے اندر سکون اترتا محسوس کر رہی تھی۔۔۔۔۔

ہاں وہ اس کا شوہر تھا وہ اس کا کمفرٹ زون تھا۔۔۔۔

وہ جب بھی اس کے آس پاس ہوتا تھا ماہی ہمیشہ خود کو محفوظ محسوس کرتی تھی۔۔۔۔

بلکل ایسے کہ کوئی اس کے گرد حصار باندھے ہوئے ہو۔۔۔۔

وہ آس پاس ہوتا تھا تو ماہی کو کبھی ڈر نہیں لگتا تھا۔۔۔۔۔۔

اس کے پاس ہونے سے وہ کبھی خوفزدہ نہیں ہوئی تھی۔۔۔۔

وہ اسے سیکیور کرتا تھا۔۔۔۔

کچھ دیر بعد ماہی نے گھڑی کی طرف دیکھا تو چھ بجنے والے تھے۔۔۔۔۔

وہ اٹھی اور بنا آواز کیے کمرے سے باہر نکل آئی۔۔۔

وہ کچن میں ناشتہ بنانے جا رہی تھی۔۔۔۔۔

پیچھے کمرے میں ارمان گہری نیند سو رہا تھا۔۔۔۔۔

سات بجے تک وہ ناشتہ بنا چکی تھی۔۔۔۔۔

پھر اس نے سارا ناشتہ ٹیبل پر لگایا۔۔۔۔

واپس کمرے میں آئی۔۔۔۔

Zubi Novels Zone

ارمان ابھی تک گہری نیند سو رہا تھا۔۔۔بس اب فرق یہ تھا کہ اس کی باہوں میں تکیہ تھا۔۔۔جسے سینے سے لگائے وہ دائیں طرف کروٹ لیے سو رہا تھا۔۔۔

ماہی کو یہ دیکھ کر ہنسی آئی۔۔۔۔جسے وہ بہت مشکل سے اپنے ہونٹوں پر ہی روک گئی۔۔۔۔

وہ حیدر کے پاس آئی اور اس کی باہوں سے وہ تکیہ نکالا۔۔۔۔

اب انداز میں احتیاط نہیں تھی۔۔۔

اس کے لمس سے حیدر کی آنکھیں کھل گئی۔۔۔۔

اسے دیکھ کر وہ مسکرایا۔۔۔وہ مکمل طور پر جاگ گیا تھا۔۔۔

وہ جو اپنے دھیان میں اس کی باہوں سے تکیہ نکال رہی تھی۔۔۔۔

اگلے ہی لمحے خود حیدر کی باہوں میں قید تھی۔۔۔۔

یہ سب اتنا اچانک ہوا کہ وہ سمجھ نہ سکی۔۔۔۔۔

ارمان اسے ایک ہی جست میں کھینچ کر اپنے اوپر گرا چکا تھا۔۔۔

اور اب آنکھوں میں عشق کا خمار لیے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔۔

اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور اس کا ڈمپل نمایاں تھا۔۔۔۔

وہ بے خودی میں ہیر کے ہونٹوں پر جھکا۔۔۔۔انہیں اپنے ہونٹوں کی قید میں لے کر ان کی نازکی محسوس کرنے لگا۔انداز ایسا تھا جیسے گلاب کی پنکھڑیوں کو چھو رہا ہو۔۔۔

کچھ پلوں بعد وہ پیچھے ہوا۔۔۔آنکھوں میں ابھی بھی وہی خمار تھا۔۔۔اور ہیر تو شل ہو گئی تھی۔۔۔۔اس کی آنکھیں حیرت سے پوری کھل گئیں۔۔۔۔۔

اب کی بار اس نے ہیر کے ماتھے پر اپنے سلگتے لب رکھے۔۔۔۔۔

ہیر کو لگا وہ پتھر ہو گئی ہے۔۔۔۔۔

کافی دیر بعد بھی اس کے جسم میں کوئی حرکت نہیں ہوئی۔۔۔۔اور ارمان دیوانوں کی طرح اس کے چہرے کے ایک ایک نقش کو تک رہا تھا۔۔۔۔

اس نے اپنا ہاتھ ہیر کی گال پر رکھا تو اس کے جسم میں حرکت ہوئی۔۔۔۔"وہ۔۔۔۔میں۔۔۔۔ناشتہ۔۔۔۔۔آپ۔۔۔۔کو"

۔۔۔۔۔

اس سے بولا نہیں جا رہا تھا۔۔۔۔ارمان کو سمجھ آ گیا کہ وہ کیا کہنا چاہ رہی تھی۔۔۔۔۔

اس کا چہرہ لال قندھاری ہو رہا تھا۔ارمان سمجھ نہ سکا یہ عشق کے رنگ تھے یا حیا کے۔۔۔۔اس کے چہرے پر زندگی سے بھرپور رنگ پھوٹ رہے تھے۔۔۔۔۔

وہ اٹھی اور پیچھے ہو گئی۔۔۔۔۔

اس سے پہلے دوبارہ ارمان اسے اپنے حصار میں لیتا وہ بیڈ سے ہی اتر گئی اور اگلے ہی پل وہ کمرے سے باہر تھی۔۔۔۔۔

اس کے باہر نکلتے ہی کمرے کی در و دیوار میں ارمان کا قہقا گونجا۔۔۔۔

وہ بھی اٹھا اور فریش ہونے کے لیے چلا گیا۔۔۔۔

باہر وہ ٹیبل پر دونوں ہاتھ رکھے۔۔۔۔ ٹیبل پر جھکی اپنا سانس ٹھیک کر رہی تھی۔۔۔۔۔

اس نے اپنی دونوں گالوں کو ہاتھ لگایا تو ان میں سے گرمائش نکل رہی تھی۔۔۔۔۔۔

کچھ دیر بعد وہ کمرے سے نک سک سا تیار باہر نکلا۔۔۔۔

بلیو جینز پر بلیک کلر کی شرٹ پہنے۔۔۔۔۔

وہ آیا اور کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔۔۔۔۔

ہیر اپنے دھیان میں بیٹھی تھی جیسے اس نے ارمان کا آنا نوٹ ہی نہ کیا ہوا۔۔۔۔۔

وہ دونوں ناشتہ کر رہے تھے۔۔۔۔۔ماہی نے غلطی سے ایک نظر بھی ارمان کو نہ دیکھا۔۔۔۔۔

اور ارمان کی نظریں بس ماہی کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔۔۔۔۔

ناشتہ کرنے کے بعد اس نے چائے کا کپ لا کر ارمان کے سامنے رکھا۔۔۔۔

اور سارے برتن اٹھا کر کچن میں لے گئی۔۔۔۔۔

دس منٹ بعد وہ سارے برتن دھو چکی تھی۔۔۔۔

پھر کمرے میں چلی گئی۔۔۔

ارمان نے چائے ختم کرنے کے بعد کاپ اٹھایا اور اسے دھو کر کچن میں رکھ دیا۔۔۔۔۔

آدھے گھنٹے بعد وہ تیار ہو کر کمرے سے باہر نکلی۔۔۔۔۔

پستہ کلر کی پرنٹڈ شرٹ اور سکن کلر کے ٹراؤزر میں۔۔۔۔۔

ساتھ سکن رنگ کا حجاب کیے۔۔۔۔۔

پرپل کلر کی ویلوٹ کی شال کو کندھوں پر ڈالے۔۔۔۔۔

ایک ہاتھ میں اپنا بیگ اٹھائے دوسرے ہاتھ میں موبائل پکڑے۔۔۔۔

وہ یونیورسٹی جانے کے لیے بالکل ریڈی تھی۔۔۔۔

ارمان اسے دیکھ کر مسکرایا۔۔۔۔۔

وہ جب جب اسے دیکھتا تھا تب تب اسے سکون ملتا تھا۔۔۔۔

ارمان کمرے میں گیا۔۔۔اپنا موبائل، والٹ، چابی اور اپنا بیگ اٹھایا۔۔۔۔۔

اس کے بعد لاؤنج میں آکر اس نے ماہی کا ہاتھ پکڑا۔۔۔۔اب وہ اسے ساتھ لیے فلیٹ سے باہر نکل رہا تھا۔۔۔۔۔

فلیٹ کو لاک کر کر وہ دونوں لفٹ کے ذریعے نیچے آئے اور پھر گاڑی میں بیٹھ کر یونیورسٹی کی طرف چلے گئے۔۔۔۔۔۔

یونیورسٹی سے واپسی پر ارمان اسے پھوپھو کے گھر لے گیا۔۔۔۔۔

وہ دس منٹ وہاں بیٹھا اور پھر کام کا کہہ کر نکل آیا۔۔۔۔

ماہی کو وہیں چھوڑ دیا۔۔۔۔اور شام کو واپس پک کرنے کا کہتا ہوا واپس فلیٹ میں آگیا۔۔۔۔

سب سے پہلے وہ فلیٹ اونر کی گھر گیا۔۔۔۔

اس کی اچھے سے دھلائی کی اور اسے سبق سکھایا۔۔۔۔

پھر اس نے اپنے اپارٹمنٹ کے سارے لاک چینج کروائے۔۔۔

اب وہ سارے لاک ڈیجیٹل کروا چکا تھا۔۔۔۔۔

دونوں کمروں کے، لاؤنج کے اور کھڑکیوں کے سارے لاک اتروائے اور نیو لگوائے۔۔۔۔۔۔

اب مین ڈور اور کمروں کے دروازے صرف چابی سے نہیں بلکہ پاسورڈ اور فنگر پرنٹ تینوں کے ساتھ کھلیں گے۔۔۔۔۔

شام کو وہ دوبارہ پھپھو کے گھر موجود تھا۔۔۔۔

آرزو اور ماہی نہ جانے کون سی راز و نیاز کی باتیں کر رہی تھیں۔انہیں دیکھ کر وہ مسکرا دیا۔۔

دوپہر کا کھانا اس نے کھایا نہیں تھا مگر ماہی یہاں کھا چکی تھی۔۔۔۔

پھپھو نے اسرار کیا تو وہ دونوں پھر ڈنر کرنے کے بعد رات کو واپس نکلے۔۔۔۔۔

ارمان نے اپنا اور ماہی دونوں کا فنگر پرنٹ سیو کر دیا تھا۔۔۔۔

اس کے ساتھ وہ اپارٹمنٹ کے اندر اور باہر ہڈن کیمرا زلگا چکا تھا۔۔۔۔

وہ دوبارہ اپنی بیوی کی جان پر کوئی رسک نہیں لے سکتا تھا۔۔۔۔

پاسورڈ صرف ماہی اور اسے پتہ تھا۔۔۔۔اس نے صاف طور پر ماہی کو منع کر دیا کہ کسی کو پاسورڈ نہیں بتانا۔۔۔

اسی طرح کر کے دن گزرنے لگے۔۔۔۔۔اکثر وہ آدھی راتوں کو غائب ہوتا۔۔۔۔

کبھی کبھار رات کو ماہی کی آنکھ کھلتی تو ساتھ والا بیڈ خالی ہوتا۔۔۔۔۔پھر وہ اس کی حفاظت کی دعائیں کرتے ہوئے سو جاتی۔۔۔۔

اور صبح جب دوبارہ آنکھ کھلتی تو وہ ارمان کے حصار میں ہوتی۔۔۔۔۔

اسے بالکل ٹھیک دیکھ کر دل کو سکون ملتا اور ہونٹوں پر مسکراہٹ آجاتی۔۔۔۔۔

کچھ ہی دنوں میں اس نے اپارٹمنٹ کو گھر بنا دیا تھا۔۔۔۔

ہر وقت کوئی نہ کوئی کام کرتی ہوئی نظر آتی۔۔۔

کبھی لاؤنج تو کبھی کمروں میں اس کی ہنسی کی آواز گونجتی۔۔۔۔۔۔

اب تو بلڈنگ میں آس پاس نیبرز کو بھی پتہ چل گیا تھا۔۔۔۔کے ارمان کی شادی ہو چکی ہے اور اس کی بیوی آگئی ہے۔۔۔۔

وہاں بوڑھی عورتیں اسے نصیحتیں کرتیں۔۔۔۔اور وہ مسکراتی ہوئی ان کی باتیں سنتی۔۔۔۔

اسے اب اپنے اپارٹمنٹ اور بلڈنگ کا ایڈریس یاد ہو چکا تھا۔۔۔۔

ایک دن وہ دونوں کھانا کھا رہے تھے جب ماہی نے ارمان سے پوچھا۔۔۔۔۔"حیدر ہم واپس حویلی کب جائیں گے ؟انوشہ آپی ہر بار کال پر پوچھتی ہیں۔۔۔۔۔میں ان سے وعدہ کر کے آئی تھی مجھے اپنا وعدہ نبھانا بھی ہے"۔۔۔۔۔

ارمان نے کھانا روک کر ایک نظر ماہی کو دیکھا۔۔۔۔۔"فکر مت کرو جلدی چلیں گے۔۔۔۔ سمیسٹر بریک میں لے کر جاؤں گا میں نہیں چاہتا تمہاری پڑھائی کا کوئی حرج ہو۔۔۔۔۔مگر اس سے پہلے تمہارا آئی ڈی کارڈ اور پاسپورٹ بنوانا پڑے گا"۔۔۔۔۔

یہ سن کر ماہی حیران ہوئی۔۔۔۔۔"کیوں وہ کیوں بنوانا پڑے گا۔۔۔۔۔میرا آئی ڈی کارڈ تو پہلے سے ہی بنا ہوا ہے"۔۔۔۔۔

ارمان مسکرایا۔۔۔۔۔"ہاں میری جان شادی سے پہلے لڑکی کے آئی ڈی کارڈ پر اس کے باپ کا نام ہوتا ہے مگر شادی کے بعد اس کے شوہر کا نام چلتا ہے۔۔۔۔۔اس لیے تمہارا آئی ڈی کارڈ دوبارہ بنوانا ہے۔۔۔۔۔تاکہ اس پر سرپرست کے نام پر میرا نام آئے۔۔۔۔۔اس کے بعد آئی ڈی کارڈ پر ہی تمہارا پاسپورٹ بنے گا۔۔۔۔۔ہم لاہور بائے ائیر جائیں گے"۔۔۔۔

ماہی نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلا۔۔۔۔۔

پھر وہ حیدر کے ساتھ اپنا آئی ڈی کارڈ بنوانے گئی تھی۔۔۔۔

جب آئی ڈی کارڈ بن کر آجاتا پھر اس کا پاسپورٹ بننا تھا۔۔۔۔

اسے مارچ میں پیپرز کے بعد سمسٹر بریک آنا تھا مطلب وہ مارچ میں واپس لاہور جانے والی تھی۔۔۔۔۔

اکثر یونیورسٹی میں ابھی ارمان اس کے آس پاس رہتا۔۔۔۔۔وہ اسے اپنی نظروں کے حصار میں رکھتا۔۔۔۔۔

وہ ارمان حیدر جو یونیورسٹی میں کسی لڑکی کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا

۔۔۔۔۔۔

اب ہر وقت کنٹین، گارڈن، کلاسز، بلڈنگ کی سٹیئرز۔۔۔۔ہر جگہ اپنی بیوی کے آس پاس بیٹھا رہتا۔۔۔۔۔۔

وہ اس کے بالکل پاس نہیں بیٹھتا تھا بلکہ ایک خاص دوری سے اس پر نظر رکھتا تھا۔۔۔۔۔دل میں چھین جانے کا خوف لاحق تھا۔۔اور ماہی ہر وقت خود کو اس کی نظروں کی حصار میں پاتی۔۔۔اور اندر تک سکون رہتی کہ وہ اس کے آس پاس ہوتا ہے۔۔

اسی طرح کر کے ایک مہینہ گزر گیا۔۔۔۔۔

شیزاد س دن ہوہا سپٹل میں رہی۔۔۔۔۔اس کے باپ کی جان پر بن آئی تھی۔۔۔۔۔اسے دو خون کی بوتلیں لگی تھی پھر جا کر اس کی طبیعت ٹھیک ہوئی۔۔۔۔۔۔

اس کا باپ اس سے پوچھ پوچھ کر تھک گیا کہ کس نے اسے گولی ماری مگر وہ کچھ نہیں بولی۔۔۔۔وہ جانتی تھی اس کا باپ ارمان کو زندہ نہیں چھوڑے گا اگر اس نے سچ بتا دیا۔۔۔۔۔

اور وہ ارمان کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچانا چاہتی تھی۔۔۔۔۔

اس لیے باپ کے سامنے ایک لفظ نہ بولی۔۔۔۔

اس کے بعد اس کے باپ نے اسے اکیلے فلیٹ میں رہنے سے منع کر دیا مگر اس نے ضد کی وہ اپنے ہی گھر میں رہے گی۔۔۔۔۔

اس رات کے بعد عمایہ نے اس سے کبھی بات نہیں کی۔۔۔

عمایہ کو اب شیز اسے نفرت ہو گئی تھی۔۔۔۔۔

وہ اس کے بھائی کی موت کی ذمہ دار بننے والی تھی مگر وہ تو ارمان نے اس کے بھائی کی جان بخش دی وہ ارمان کی شکر گزار تھی۔۔۔۔

آج پورے ایک مہینے کے بعد شیز ایونیورسٹی آئی تھی۔۔۔۔۔

بازو کا پلستر اب اتر چکا تھا۔۔۔۔وہ خاموش تھی۔۔۔۔۔

اس نے دور سے دیکھا۔۔۔گارڈن میں اس وقت ماہی اپنی کتابیں کھولے کچھ لکھنے میں مصروف تھی۔۔۔۔

اس سے پہلے وہ اس کی طرف قدم بڑھاتی۔۔۔۔۔نہ جانے کہاں سے ارمان ماہی اور شیز اکے درمیان آکر کھڑا ہو گیا۔۔۔۔

آنکھوں میں انگارے لیے اسے وارن کر رہا تھا۔۔۔۔

شیزا کسی بت کی طرح وہی کھڑی رہی۔۔۔۔ارمان ماہی کی طرف گیا۔۔۔۔

اس کے ہاتھ سے ساری کتابیں سمیٹ کر اس کے بیگ میں ڈالیں۔۔۔۔

اور اس کا ہاتھ پکڑتا ہوا کینٹین کی طرف لے گیا۔۔۔۔

ماہی بس مسکرا رہی تھی اس نے کسی قسم کا کوئی رد عمل نہیں دیا۔۔۔

اسے وہ دن یاد آ گیا جب حیدر نے فواد کو دھکا دیا تھا اور اسی طرح ماہی کا ہاتھ پکڑ کر پورے مان کے ساتھ اسے گارڈن سے حویلی کے اندر لے کر گیا تھا۔۔۔

وہ اج آرزو کے ساتھ شاپنگ پر آئی ہوئی تھی۔۔۔۔۔یہ اتوار کا مصروف ترین دن تھا۔۔۔۔ارمان اپنے ضروری کام سے کہیں گیا تھا۔۔۔۔۔۔۔

وہ دونوں جیسے ہی مال سے باہر نکلیں۔۔۔

آرزو کی کار کا ٹائر پنچر ہو گیا۔۔۔۔۔"اوشٹ یار اسے بھی ابھی پنچر ہونا تھا۔۔۔۔۔

میں اسے پنچر لگواتی ہوں۔۔۔۔۔مگر یہاں کافی دیر لگ جائے گی"۔۔۔۔۔وہ کچھ پریشان ہوئی۔۔۔۔۔"کوئی بات نہیں آپی میں آٹو سے گھر چلی جاتی ہوں۔۔۔۔۔

آرزو نے سر ہلایا۔۔۔"اوکے دھیان سے جانا"۔۔۔۔۔

وہ اپنا بیگ پکڑتی ہوئی گاڑی سے نکلی۔۔۔۔۔۔۔

یہ شاپنگ مال کی بیک سائیڈ تھی اور کچھ سنسان تھی۔۔۔۔۔

اچانک اس کے کانوں میں کسی کے بولنے کی آوازیں پڑیں۔۔۔۔۔

وہ نامحسوس انداز میں پلڑ کی اوٹ میں ہو گئی۔۔۔۔۔

تین چار لوگ تھے جو آپس میں باتیں کر رہے تھے۔۔۔۔۔"اس سکول میں سب سے زیادہ بچے امیروں کے آتے ہیں۔۔۔۔۔ہم اچ ایف ایس سکول گو ٹارگٹ کریں گے۔۔۔۔۔۔

نہیں کل ہمارا ساتھی چپڑاسی کے بیھس میں سکول میں گھسے گا اور وہ خود کش بمبار بن کر جائے گا اور ٹھیک دو گھنٹے بعد سکول دھماکے سے اڑے گا"۔۔۔۔۔۔

یہ ساری باتیں سن کر ماہی اندر تک کانپ گئی وہ بچوں کو مارنے کی باتیں کر رہے تھے۔۔۔۔۔

اسے کچھ کرنا چاہیے ہاں اسے حیدر کو بتانا ہو گا۔۔۔۔۔اس نے کانپتے ہاتھوں سے اپنے بیگ سے موبائل نکالا۔۔۔۔۔۔

اچانک اس کا بیگ نیچے گرا جس سے شور پیدا ہوا۔۔۔۔۔۔۔

وہ سارے چوکنا ہو گئے۔۔۔۔۔"یہاں شاید کوئی ہے جس نے ہماری باتیں سنی ہیں۔۔۔۔۔ڈھونڈو اسے"۔۔۔۔۔وہ سارے چاروں

طرف پھیل گئے اور ماہی کی سانسیں خلق کے اندر ہی اٹک گئی۔۔۔۔۔۔

ماہی نے ایک نظر ان سب کو دیکھا جو اس پاس دیکھ رہے تھے ان کا دھیان بھٹکا اور ماہی اپنا بیگ پکڑ کر ایک ہی جست میں وہاں سے بھاگی۔۔۔۔۔۔"وہ رہی"۔۔۔۔۔ایک آدمی چیخا۔۔۔۔۔

مگر ماہی رکی نہیں اسے بھاگنا تھا۔۔۔۔۔

اتنے میں ایک آدمی نے گولی چلائی اور وہ گولی ماہی کے بازو کو چیرتی ہوئی گزر گئی۔۔۔۔

جسم میں درد کی ایک تیز لہر اٹھی ماہی کو لگا وہ سانس نہیں لے پائے گی۔۔۔۔۔

مگر کچھ پل اس کے قدم سست ہوئے وہ دوبارہ بھاگنا شروع ہوئی۔۔۔۔۔

وہ سڑک پر لوگوں کے ہجوم میں شامل ہو گئی۔۔۔۔

اس نے جلدی سے ایک آٹو روکا۔۔۔۔۔۔"پلیز بھائی جلدی چلو مجھے پولیس اسٹیشن جانا ہے"۔۔۔۔۔۔

اس کے بازو سے خون نکل رہا تھا اس نے اپنے دوسرے ہاتھ سے بازو کو دبا کر رکھا تھا۔۔۔۔اسے کسی بھی حال میں پہلے حیدر کے پاس جانا تھا۔۔۔۔

اس کی آنکھوں کے سامنے کچھ دنوں پہلے کا منظر گھوما۔۔۔۔

جب وہ دونوں یونیورسٹی سے واپس آ رہے تھے۔۔۔۔

ماہی حیدر سے باتیں کر رہی تھی اچانک اس کے ذہن میں ایک سوال آیا ۔۔۔۔"حیدر آپ تو اس شہر کے اے ایس پی ہیں تو آپ کا اپنا بھی کوئی پولیس اسٹیشن ہو گا مجھے بھی دیکھنا ہے مجھے دکھائیں نا"۔۔۔۔۔۔حیدر نے سر ہلایا"ہاں میرا اپنا پولیس اسٹیشن ہے تو!"۔۔۔۔۔"پلیز دکھائیں نا پھر"۔۔۔۔۔وہ کافی ایکسائٹڈ لگ رہی تھی۔۔۔۔۔"اوکے ٹھیک ہے"۔۔۔۔۔پھر حیدر اسے پولیس اسٹیشن تک لایا اور اسے باہر سے سارا پولیس اسٹیشن دکھایا۔۔۔۔۔وہ گاڑی میں بیٹھی ہی سارا پولیس اسٹیشن دیکھ رہی تھی۔۔۔اس نے ایڈریس اچھے سے یاد کر لیا۔۔۔۔۔

آج ماہی کو اسی پولیس اسٹیشن جانا تھا اسے حیدر کو بتانا ہو گا کہ بچوں کی جان کو خطرہ ہے۔۔۔۔۔۔"پلیز بھائی جلدی چلے نا کسی کی جان کا سوال ہے"۔۔۔

یہ شہر کے سب سے بڑے پولیس اسٹیشن کا منظر ہے۔۔۔۔۔

اس وقت حیدر کانفرنس روم میں اضطرابی کیفیت میں چکر پر چکر کاٹ رہا تھا۔خاکی پینٹ کے اوپر لائٹ پرپل کلر کی شرٹ پہنے چہرے پر غصے کے آثار تھے۔۔۔۔۔۔"آپ اتنی بڑی غلطی کیسے کر سکتی ہیں انسپیکٹر مرحا؟۔۔۔۔۔میں نے وہ کیس آپ کو آپ کی صلاحیتوں کی بیس پر دیا

تھا۔۔۔۔اگر آپ سے کام نہیں ہوتا تو یہ وردی اتاریں اور گھر بیٹھ جائیں"۔۔۔۔

حیدر کے سامنے اس وقت کوئی 23،24 سالہ۔۔۔۔۔شہد رنگ آنکھوں والی خوبصورت لڑکی پولیس کی مکمل یونیفارم میں کھڑی تھی۔۔۔۔۔"سوری سر غلطی ہو گئی آئندہ ایسا نہیں ہو گا"۔۔۔۔۔۔۔

وہ کچھ شرمندہ سی ہوئی۔۔۔"ایک بات یاد رکھیں پولیس کی نوکری میں سوری کی کوئی جگہ نہیں ہوتی۔۔۔آئندہ ایسی غلطی ہوئی تو آپ سسپینڈ ہو جائیں گیں"۔۔۔۔وہ سر ہلاتی ہوئی کیبن سے باہر نکل گئی۔۔۔۔

عین اسی وقت پولیس سٹیشن کے اندر ماہیر داخل ہو رہی تھی۔۔۔۔

انسپیکٹر مرحا پولیس اسٹیشن میں غصے سے چکر پر چکر کاٹ رہی تھی۔۔۔۔۔اسے رہ رہ کر وہ غصہ یاد آ رہا تھا جو حیدر نے اس پر کیا۔۔۔۔۔دل میں تکلیف اٹھ رہی تھی۔۔۔۔۔

ماہی اندر داخل ہوئی سامنے ہی کافی سارے پولیس والے اپنے روزمرہ کے کاموں میں لگے تھے۔۔۔۔۔

اس کا ایک ہاتھ ابھی بھی اپنے دوسرے بازو پر تھا اور شال اچھے سے اپنے گرد لپٹ رکھی تھی تاکہ کسی کو پتہ نہ لگے کہ اس کے بازو سے خون نکل رہا ہے۔۔۔۔

وہ ایک لیڈی کانسٹیبل کے پاس آئی۔۔۔۔۔"بات سنیں مجھے اسی وقت اے ایس پی ارمان حیدر سے ملنا ہے"۔۔۔۔۔وہ کوئی فرہبی مائل 35 سے 40 سالہ عمر کی عورت تھی۔۔۔۔۔اس نے ماہی کی طرف ایسے دیکھا جیسے ماہی نے کسی اور ہی زبان میں بات کی ہو۔۔۔۔۔"دیکھو بی بی یہاں کوئی اے ایس پی نہیں ہے۔۔۔۔۔جو بھی بات ہے ہمیں بتاؤ"۔۔۔۔۔وہ حکمیہ انداز میں بولی۔۔۔۔۔

ماہی سارے راستے ارمان کا نمبر ملاتی آئی تھی مگر شاید ارمان کا فون سائلنٹ پر تھا اس لیے وہ کال ریسیو نہیں کر پایا۔۔۔۔۔"نہیں مجھے ان سے ہی ملنا ہے میں جانتی ہوں وہ ابھی پولیس اسٹیشن کے اندر

ہیں۔۔۔۔آپ مجھے ان سے ملوادیں یاان کے کیبن کا بتادیں میں خود ان سے مل لوں گی"۔۔۔۔۔

ماہی کے لہجے میں کچھ التجا سی تھی۔۔۔۔

وہ عورت تو غصے میں ہی آگئی۔۔۔۔۔"تمہیں سمجھ نہیں آرہی بی بی وہ نہیں ہے یہاں"۔۔پانچ منٹ تک وہ ماہی سے بحث کرتی رہی۔۔۔

شور سن کر انسپیکٹر مرحا بھی پاس آگئی۔۔۔۔"کیا بات ہے کیوں شور مچا رکھا ہے"۔۔۔۔۔وہ کچھ غصے سے بولی۔۔۔۔۔"پتہ نہیں میڈم یہ لڑکی کون ہے بار بار اے ایس پی سر سے ملنے کی ضد کر رہی ہے میں اسے بتا چکی ہوں کہ وہ اندر نہیں ہے مگر یہ اپنی بات پر اڑی ہوئی ہے"۔۔۔۔۔۔

انسپیکٹر مرحا نے ایک نظر ماہی کا سر تا پیر جائزہ لیا۔۔۔۔۔جو مکمل طور پر کالے رنگ کے حجاب میں تھی۔۔۔۔۔بلیک کلر کی پرنٹڈ فراک میں پرپل کلر کی شال کندھوں پر لٹکائے اس کے چہرے پر کچھ اضطرابی کیفیت تھی۔۔۔۔ہاں وہ اپنے بازو کی درد کو برداشت کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔۔۔۔

مرحا کو کچھ دیر پہلے اپنی ہوئی عزت افزائی یاد آئی۔۔۔۔۔"دیکھیے میم مجھے پلیز اے ایس پی ارمان حیدر سے ملنا ہے۔۔۔۔مجھے ان سے بہت ضروری کام ہے کسی کی زندگی اور موت کا سوال ہے"۔۔۔۔۔

اس کی آواز انسپیکٹر مرحا کو تکلیف دے رہی تھی۔۔۔۔ہاں اس کی آواز بہت خوبصورت تھی۔۔۔۔۔جس وجہ سے شاید انسپیکٹر مرحا کے اندر حسرت نے جنم لیا۔۔۔۔۔اسے لگا سامنے کھڑی لڑکی اسے تکلیف دے رہی ہے۔۔۔۔۔"تو ہم یہاں کیوں بیٹھے ہیں ہمیں بتاؤ کیا مسئلہ ہے کس کی جان کو خطرہ ہے"۔۔۔۔

ماہی نے نفی میں سر ہلایا۔۔۔۔"نہیں میں انہیں ہی بتاؤں گی مجھے ان سے ملنا ہے"۔۔۔۔۔۔اب کی بار مرحا کو غصہ آگیا۔۔۔۔۔"میڈم یہ پولیس اسٹیشن ہے تمہارے باپ کا گھر نہیں جہاں جو دل چاہے وہ کرو"۔۔۔۔۔

اس سے زیادہ ماہی اپنے بازو کا درد برداشت نہیں کر سکتی تھی۔۔۔۔۔

پچھلے 20 منٹ سے وہ ان دونوں سے بحث کر رہی تھی۔۔۔۔اب اس نے اونچی آواز میں حیدر کو آوازیں لگانی شروع کی۔۔۔۔"حیدر۔۔۔۔حیدر۔۔۔۔کہاں ہیں آپ باہر آئیں جلدی"۔۔۔۔۔

سارے پولیس والے ماہی کی اتنی جرت پر حیران رہ گئے۔۔۔۔

وہ اتنی اونچی آواز میں گرجی کے اپنے کیبن کے اندر حیدر نے صاف آواز سنی وہ فورا بھاگتا ہوا باہر نکلا۔۔۔۔

اس سے پہلے مرحا کا ہاتھ اٹھتا اور ماہی کے گال پر پڑتا۔۔۔۔حیدر کی گرجدار آواز سارے پولیس اسٹیشن میں گونجی۔۔۔۔۔"خبردار اگر اسے ہاتھ لگایا تو"۔۔۔۔۔اور مرحا کا ہاتھ ہوا میں ہی رک گیا۔۔۔۔۔

حیدر کی آواز سن کر ماہی فورا پیچھے کی طرف مڑی۔۔۔۔اسے دیکھ کر جسم کے اندر سکون اترا۔۔۔۔اس سے پہلے وہ اس کی طرف قدم بڑھاتی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھایا۔۔۔۔۔سارے مناظر دھندلے ہو رہے تھے۔۔۔۔۔کچھ ہی پلوں کا کھیل تھا وہ سیدھی زمین بوس ہوئی۔۔۔۔۔

مگر اس کا جسم زمین پر لگنے سے پہلے حیدر کی مضبوط باہوں میں تھا۔۔۔۔۔"ہیر کیا ہوا ہے آنکھیں کھولو۔۔۔۔۔ہیر"۔۔۔۔۔وہ اس کا گال تھپتھپا رہا تھا۔۔۔۔۔

سارا پولیس سٹیشن حیدر کی دھاڑ سے گونج اٹھا۔۔۔۔۔

سارے حیران ہو رہے تھے۔۔۔۔اور انسپیکٹر مرحا تو پتھر ہو گئی۔۔۔۔اسے یقین نہ آیا کہ اس کے سامنے کھڑا ارمان حیدر کسی لڑکی کے لیے اتنی فکر کر رہا ہے۔۔۔۔اسے لگا جیسے کسی نے اس کا دل ٹکڑوں میں توڑ دیا ہو۔۔۔۔۔آخر کون تھی یہ لڑکی اور کیا لگتی تھی ارمان کی۔۔ مرحا کا دماغ سوچوں کا شکار تھا۔۔۔۔۔

غصہ

آدھے گھنٹے سے حیدر کے دل میں عجیب سا درد ہو رہا تھا۔۔۔اس طرح کا درد اسے تبھی ہوتا تھا جب ہیر کسی تکلیف میں ہوتی تھی۔۔۔۔ وہ تو آرزو کے ساتھ گئی تھی۔۔۔اور بالکل ٹھیک تھی پھر یہ درد کیوں ہو رہا تھا۔۔۔

پھر اسے اچانک محسوس ہوا جیسے اس کے کانوں میں ہیر کی آواز پڑ رہی ہو۔۔۔اس نے اپنا وہم سمجھا مگر پھر اس کی گرجدار آواز سارے اسٹیشن میں گونجی۔۔۔وہ وہم نہیں تھا وہ سچ میں یہاں موجود تھی۔۔۔وہ فورا باہر نکلا تو وہ سامنے ہی کھڑی تھی۔۔۔وہ سمجھ نہ سکا وہ اس وقت پولیس اسٹیشن میں کیا کر رہی تھی۔۔۔اسے ہیر کے چہرے پر کچھ تکلیف کے آثار نظر آئے۔۔۔۔کیا وہ تکلیف میں تھی؟۔۔۔۔

اس نے ہیر کی طرف قدم بڑھائے اس سے پہلے وہ اس کے نزدیک جاتا۔۔۔ارمان نے محسوس کیا اس کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔۔اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ گری۔۔۔۔ مگر اس سے پہلے وہ زمین بوس ہوتی۔۔۔ حیدر اسے اپنی باہوں کے حصار میں لے چکا تھا۔۔۔۔۔اسے اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا۔۔۔۔۔۔"ہیر کیا ہوا ہے؟ ہیر۔۔۔۔ آنکھیں کھولو"۔۔۔۔

درد کی وجہ سے وہ نیم بے ہوش ہو گئی تھی۔۔۔۔۔ارمان چیخ رہا تھا اور سارے پولیس سٹیشن والے حیران دیکھ رہے تھے۔۔۔۔۔ہیر کے جسم میں کوئی حرکت نہیں ہوئی۔۔۔۔۔"جلدی سے پانی

لاؤ"۔۔۔۔وہ دھاڑا۔۔۔۔ایک لیڈی کانسٹیبل سب سے پہلے ہلی اور پانی کا گلاس ارمان کے سامنے کیا۔۔۔۔۔

ارمان نے فوراماہی کے چہرے پر چھینٹے مارے۔۔۔۔۔ساتھ ساتھ وہ اس کا گال تھپتھپا رہا تھا۔۔۔۔

کچھ منٹ بعد ہیر نے اپنی آنکھیں کھولیں۔۔۔۔۔مگر درد کی شدت اب برداشت سے باہر ہو رہی تھی۔۔۔۔

اس نے اپنی نحقیف سی آواز میں پکارا۔۔۔۔۔"حیدر"۔۔۔۔۔

اور ارمان حیدر کو لگا جیسے کسی نے اس کے جسم میں روح پھونک دی ہو۔۔۔۔۔

وہ ہوش میں آگئی تھی۔۔۔۔

حیدر نے اتنے سارے لوگوں کی پرواہ کیے بنا اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔۔۔۔۔

اور انسپیکٹر مرحا کو لگا جیسے ارمان نے اس کے سینے میں خنجر گھونپ دیا ہو۔۔۔۔۔

ارمان نے اسے اتنی زور سے اپنے سینے میں بھینچا تھا جیسے ابھی کھو دینے کا خوف ہو۔۔۔۔"تم ٹھیک ہو نا؟ تم نے میری جان نکال دی تھی"۔۔۔۔۔اس سے پہلے ہیر اپنا سر اثبات میں ہلاتی اچانک اس کا بازو جہاں گولی لگی تھی اس پر ارمان کا ہاتھ آ چکا تھا۔۔۔۔اس کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔۔۔۔"آہ"۔۔۔۔۔

ارمان کو اپنا ہاتھ گیلا محسوس ہوا تو اس نے فورا ہاتھ پیچھے کیا مگر جیسے ہی اس نے اپنا ہاتھ دیکھا۔۔۔۔اسے اپنی روح فنا ہوتی ہوئی محسوس ہوئی۔۔۔ارمان کا سارا ہاتھ خون سے لال ہو چکا تھا۔۔۔۔"یہ۔۔۔۔۔کیا ہوا ہے تمہیں!۔۔۔۔کہاں چوٹ لگی ہے؟"۔۔۔۔

اس نے فورا ہیر کی شال بازو سے ہٹائی۔۔۔۔۔تو یہ دیکھ اس کو اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی ہیر کو گولی لگی تھی۔۔۔

وہ اے ایس پی ارمان حیدر جو 24 گھنٹے گولیوں کے ساتھ کھیلتا تھا اپنی بیوی کو گولی لگی دیکھ کر اس کا دماغ ماؤف ہو گیا۔۔۔۔

ہیر سے کچھ بھی بولا نہ گیا۔۔۔۔ارمان اب سمجھا اس کے چہرے پر تکلیف کیوں تھی۔۔۔۔"جلدی سے فرسٹ ایڈ باکس لے کر میرے کیبن میں آؤ"۔۔۔۔وہ پیچھے کھڑے پولیس والوں کو دیکھ کر دھاڑا۔۔۔۔اس نے بہت آرام سے ہیر کو کھڑا کیا۔۔۔۔اور اسے لیتا ہوا کیبن میں چلا گیا۔۔۔۔اور پیچھے کھڑی انسپیکٹر مرحا کا وجود پاش پاش ہو گیا۔۔۔۔۔

ایک لیڈی کانسٹیبل فورا بھاگتی ہوئی فرسٹ ایڈ باکس لے کر ان کے پیچھے گئی۔۔۔۔۔

ارمان اسے اپنے کیبن میں لایا۔۔۔۔ہیر کو صوفے پر بٹھایا۔۔۔۔۔وہ کانسٹیبل فرسٹ ایڈ باکس رکھ کر جا چکی تھی۔۔۔۔۔۔

حیدر نے بہت احتیاط سے اس کے بازو کو پکڑ کر اوپر کیا۔۔۔۔جیسے ہی اس نے کپڑا ہٹایا۔۔۔۔ہیر کا سارا بازو خون سے سنا ہوا تھا۔۔۔۔۔یہ دیکھ حیدر کے جسم میں تکلیف اور غصے کا ابال آیا۔۔۔۔۔

اس نے بہت اچھے اور بہت احتیاط سے اینٹی سیپٹک سے بازو صاف کیا۔۔۔۔۔شکر ہے کہ گولی چھوتی ہوئی گزر گئی تھی اور بازو کو زیادہ نقصان نہیں پہنچایا۔۔۔۔۔

مگر ہیر کے لیے یہ تکلیف برداشت کرنا بہت مشکل تھا۔۔۔۔وہ اس کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ لگا سکتا تھا وہ کس قدر تکلیف میں تھی۔۔۔۔۔وہ اپنی آنکھیں زور سے بند کیے اپنے ہونٹوں کو ایک دوسرے میں پیوست کیے درد کو برداشت کر رہی تھی۔۔۔۔۔

حیدر نے اچھے سے پٹی کی۔۔۔۔۔پھر اس کا سارا بازو صاف کیا۔۔۔۔جو خون سے رنگ چکا تھا۔۔۔پھر بہت احتیاط سے کپڑا نیچے کیا۔۔۔۔اور شال کو اس کے بازو پر ڈال کر اچھے سے کور کیا۔۔۔۔

اس کے بعد اس نے ہیر کے اور اپنے، دونوں کے ہاتھ پانی سے دھو کر صاف کیے۔۔۔۔۔

اب وہ میڈیکل باکس سے درد کی دوائیاں نکال رہا تھا۔۔۔۔ہاں وہ لوگ بھی گولی لگنے کے بعد یہی میڈیسن کھاتے تھے۔۔۔جس سے درد میں آرام محسوس ہوتا تھا۔۔۔

اس نے پانی کا گلاس اور گولیاں ہیر کے سامنے کیں۔۔۔۔۔۔"ہیر میری جان یہ کھاؤ...اس سے سکون میں ملے گا"۔۔۔۔ارمان کی اواز سن کر ماہی نے آنکھیں کھولیں۔۔۔۔اور اپنا دوسرا ہاتھ پھیلایا۔۔۔۔پہلے ارمان نے گولیاں رکھیں اس نے منہ میں ڈال لیں۔۔۔۔پھر ارمان نے پانی کا گلاس پکڑایا۔۔۔۔۔۔وہ ایک ہی سانس بھی سارا گلاس پی گئی۔۔۔۔

ارمان اس کے پاس بیٹھا اسے اپنے حصار میں لیا پھر اس کی پیشانی پر اپنے سلگتے لب رکھے۔۔۔۔۔"کیا ہوا تھا یہ گولی کیسے لگی اور تم یہاں کیوں آئی تھی؟"۔۔۔۔ارمان کی بات سن کر ماہی نے اسے الف سے لے کر یے تک ساری کہانی سنادی۔۔۔۔۔

ارمان کی آنکھوں میں خون اتر چکا تھا۔۔۔۔"تم فکر مت کرو ان میں سے کوئی زندہ نہیں رہے گا۔۔۔اور بچوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا میں ہوں نا"۔۔۔۔۔

ماہی نے سر اثبات میں ہلایا۔۔۔ہاں وہ تھا یہی بات تو اسے سکون دیتی تھی۔۔۔اب وہ اپنے ٹیبل پر موجود کوئی گھنٹی بجا رہا تھا۔۔۔کچھ ہی دیر میں لیڈی کانسٹیبل حاضر ہوئی۔۔۔۔"انسپیکٹر مرحا اور کانسٹیبل نبیلہ کو اندر بھیجیں"۔۔۔۔یہ سن کر کانسٹیبل سر ہلاتی ہوئی چلی گئی۔۔۔۔۔

پانچ منٹ بعد وہ دونوں اندر کمرے میں تھیں۔۔۔۔۔ارمان ان دونوں کو نہیں دیکھ رہا تھا وہ ماہی کے پاس بیٹھا صرف اسے دیکھ رہا

تھا۔۔۔جو فون پر آرزو سے بات کر کے اسے اپنی خیریت بتا رہی تھی۔۔۔وہ دونوں کن اکھیوں سے کبھی ارمان کو دیکھتی تو کبھی ایک دوسرے کو۔۔۔۔۔

کافی دیر تک کمرے میں خاموشی چھائی رہی۔۔۔۔آخر کار انسپیکٹر مرحانے اس خاموشی کو توڑا۔۔۔"سر آپ نے بلایا!"۔۔۔۔ارمان نے یہ سن کر اب اپنی نظروں کا زاویہ ان دونوں کی طرف کیا۔۔۔۔اس کی آنکھوں سے انگاریاں نکل رہی تھی۔۔۔۔۔وہ دونوں عورتیں اندر تک ڈر گئیں۔۔۔

دونوں کو ارمان سے خوف آیا۔۔۔۔

اب وہ دونوں اس کے بولنے کی منتظر تھی۔۔۔۔۔"اس پولیس اسٹیشن میں آنے والے لوگوں کے ساتھ آپ دونوں کا ایسا سلوک ہے"۔۔۔۔۔ارمان نے اتنے سرد لہجے میں کہا کہ ان دونوں کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔۔۔۔۔

مرحا نے کچھ بولنے کی کوشش کی۔۔۔"سر وہ"۔۔۔۔۔ارمان نے اس کی بعد درمیان میں ہی کاٹ دی"ناٹ اگین انسپیکٹر مرحا"۔۔۔۔۔ اور مرحا کو لگا اس کے سارے الفاظ ہی ختم ہو گئے ہیں۔۔۔۔

اب ارمان اپنی سرخ آنکھیں لیے کانسٹیبل نبیلہ کو گھور رہا تھا۔۔۔۔"سر میں نے کچھ نہیں کیا یہ بد تمیزی کرنے کی کوشش کر

رہیں تھیں"۔۔۔۔۔۔"شٹ اپ۔۔۔۔جسٹ شٹ

اپ"۔۔۔۔۔ارمان اتنی اونچی آواز میں دھاڑا۔۔۔۔۔۔

کہ ہیر نے اذیت سے اپنی آنکھیں میچیں۔۔۔۔۔۔

"Don't be act like a foolish "

ارمان کے لہجے میں صاف وارننگ تھی۔۔۔۔۔"ذرا بتانا پسند کریں گی

انہوں نے کیا بد تمیزی کی آپ کے ساتھ"۔۔۔۔۔

نبیلہ نے بہت سا تھوک نگلا۔۔۔۔۔۔"سر یہ آپ سے ملنے کی ضد کر

رہی تھی۔۔۔۔آپ نے ہی منع کیا تھا کہ کسی بھی ایرے غیرے کو

آپ سے ملنے نہ دیا جائے اور ہم خود ہی ان کی رپورٹ لکھ کر معاملہ

نپٹائیں"۔۔۔۔۔

ارمان نے اس کی ساری بات تحمل سے سنی۔۔۔۔۔"کیا ہر ایرا غیرا آ کر میرا پورا نام لے کر یہ بولتا ہے کہ انہیں اے ایس پی ارمان حیدر سے ملنا ہے؟"۔حیدر کے لہجے میں کاٹ تھی۔۔۔اب کی بار مرحا اور نبیلہ دونوں چونک گئی۔۔۔۔

کوئی بھی اے ایس پی کا اصل نام نہیں جانتا تھا۔۔۔۔سارا شہر اسے ایگل کے نام سے پہچانتا تھا۔۔۔اس کا اصل نام صرف اس کی ٹیم کے خاص ممبرز ہی جانتے تھے۔۔۔

نبیلہ کا سر نفی میں ہلا۔۔۔"تو پھر اس کا صاف مطلب تھا۔۔۔۔کہ میرا پورا نام لینے والی کوئی ایری گیری نہیں تھی۔۔۔۔تم لوگوں کو یہ ایری نظر آ رہی ہے؟"۔۔۔ارمان کی چیخ اتنی اونچی تھی کہ کیبن کے باہر سارے پولیس والوں نے سنی۔۔۔۔

ان دونوں کا سر بے اختیار نفی میں ہلا۔۔۔۔"تم دونوں کے سامنے بیٹھی لڑکی۔۔۔میری۔۔۔بیوی۔۔۔ہے۔۔۔۔

She is my wife.... Mrs Maheer Arman Haider "

یہ سن کر مرحا کو سارے پولیس اسٹیشن کی چھت اپنے اوپر گرتی محسوس ہوئی۔۔وہ ساکت ہو گئی۔اس کے آس پاس ہر قسم کی آواز آنا بند ہو گئی۔۔۔وہ یک ٹک سامنے بیٹھی اس لڑکی کو دیکھ رہی تھی جو ارمان کی بیوی تھی۔۔۔۔۔

وہ بہت خوبصورت تھی اور شاید بہت خوش نصیب بھی۔۔۔۔

ارمان صوفے سے اٹھااور کیبن میں چکر کاٹنے لگا۔۔۔۔کچھ دیر بعد اس کی آواز نے کمرے کی خاموشی کو توڑا۔۔۔۔

"Say sorry to her"

مرحانے اس کی طرف خالی خالی نگاہوں سے دیکھا۔۔۔"میری بیوی 20 منٹ تک تم دونوں سے بحث کرتی رہی۔۔۔۔وہ تکلیف میں تھی مگر تم لوگوں کو اپنی بکواس کرنی تھی۔۔۔اس لیے ابھی کے ابھی معافی مانگو"۔۔۔۔۔

وہ اتنے غصے میں تھا کہ سارے لحاظ بھول کر آپ سے تم پر آگیا۔۔۔۔

کانسٹیبل نبیلہ نے فوراً آگے بڑھ کر بہت اچھے سے معذرت کی۔۔۔"ایم سوری میڈم آئندہ ایسی غلطی نہیں ہو گی"۔ہیر نے مروتن سر تک نہ ہلایا۔بس وہ سرد آنکھوں سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی جنہوں نے اس سے اتنی بدتمیزی کی۔۔۔

مرحا کو اپنا دل چھلنی چھلنی ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔۔کافی دیر بعد اس نے اپنے جسم کو حرکت دی۔"ایم سوری میری غلطی ہے میں نے آپ سے بدتمیزی کی"۔۔۔وہ معافی مانگتی ہوئی پلٹی اور کیبن سے باہر نکلتی چلی گئی۔۔۔اسے لگ رہا تھا جیسے وہ اپنا دل کیبن میں ہی نکال کر پھینک آئی ہو۔۔۔

ان کے جانے کے بعد ارمان ماہی کی طرف آیا۔۔۔۔"ہیر میری جان زیادہ تکلیف تو نہیں ہو رہی۔۔۔۔اگر زیادہ درد ہو رہی ہے تو ہم ہاسپٹل چلتے ہیں"۔۔۔۔

ہیر نے نفی میں سر ہلایا۔۔۔۔"اوکے پھر تم یہاں بیٹھو۔۔۔۔ریسٹ کرو میں پولیس اسٹیشن میں ہی ہوں کچھ دیر تک میں آتا ہوں پھر گھر چلتے ہیں"۔۔۔۔

ہیر نے اثبات میں سر ہلایا۔۔۔۔اور آنکھیں بند کیے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔۔۔۔

حیدر کیبن سے باہر نکلا۔۔۔"سب لوگ کانفرنس روم میں آئیں"۔۔۔وہ سب کو حکم دیتا ہوا کانفرنس روم میں چلا گیا۔۔۔۔5 منٹ بعد سارے انسپیکٹر اور کچھ کانسٹیبل کانفرنس روم میں موجود تھے۔۔۔۔۔

اب وہ ان کے ساتھ کل سکول میں ہونے والے حملے کو ڈسکس کر رہا تھا۔۔۔کس طرح وہ سب اس حملے کو روک سکتے ہیں۔۔۔۔"سر کیا پتہ یہ خبر جھوٹی ہو ہمیں خبر دینے والے کی فل ہسٹری چیک کرنی چاہیے"۔۔۔۔۔۔

یہ ایک لیڈی کانسٹیبل کی آواز تھی۔۔۔۔ارمان پہلے ہی غصہ میں تھا اس نے فائل زور سے ٹیبل پر دے ماری کے سب گھبرا گئے۔۔۔۔

آج وہ اپنے جلالی موڈ میں تھا اور اس موڈ سے سارا پولیس اسٹیشن کانپتا تھا۔۔۔۔"کیا میری ہسٹری چیک کرنے کی ضرورت ہے آپ کو؟"۔۔۔۔ارمان سرد لہجے میں بولا۔۔۔۔

کانسٹیبل نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔۔۔۔"نہیں سر میں تو خبر دینے والے کی بات"۔۔۔۔ارمان نے اس کی بات درمیان میں ہی کاٹ دی۔۔۔"میری بیوی نے خبر دی ہے۔۔۔وہ میری ذات سے منسوب ہے تو پہلے آپ لوگ میری ہسٹری چیک کر لیں پھر کیس دیکھ لیتے ہیں۔۔۔۔میری بیوی نے ان لوگوں کو ساری باتیں کرتے سنا ہے صرف اتنا ہی نہیں انھوں نے میری بیوی پر حملہ بھی کیا وہ گولی کھا کر یہاں تک آئی مجھے خبر دینے۔۔۔۔اس نے اپنی جان خطرے میں

ڈالی۔۔۔۔۔وہ تو قسمت اچھی تھی کہ وہ بلکل ٹھیک ہے اگر اسے کچھ ہو جاتا تو پھر سب ارمان حیدر کے قہر کو دیکھتے"۔۔۔۔۔اب کی بار ارمان اونچے لہجے میں گرجا۔۔۔آخری بات اس نے انسپیکٹر مرحا اور کانسٹیبل نبیلہ کو دیکھ کر کہی۔۔۔۔۔

ہر شخص کو سانپ سونگھ گیا۔۔۔"سوری سر۔۔۔میرا وہ مطلب نہیں تھا"۔۔۔۔

ارمان نے اپنے غصے کو قابو کیا۔۔۔اور دوبارہ کیس کی طرف متوجہ ہوا۔۔۔۔انسپیکٹر مرحا کا دھیان کیس میں کہاں تھا وہ تو یہاں تھی ہی نہیں۔۔۔۔۔۔

وہ ساری حکمت عملی ان سب کو سمجھا چکا تھا۔۔۔"انسپیکٹر سعد آپ اس کیس کو لیڈ کریں گیں اور آپ کے ساتھ سب انسپیکٹر مریم اور کانسٹیبل سدرہ اور علی ہونگے۔۔اور ایک بات جس شخص نے گولی چلائی تھی وہ مجھے زندہ سلامت چاہیے۔۔۔اس کے ہاتھ میں خود توڑوں گا۔۔۔اس شخص نے اے ایس پی ارمان حیدر کی بیوی کو تکلیف دی ہے اسے میں ایسی اذیت دوں گا کہ وہ کبھی بھولے گا نہیں۔۔سارا پلین سب کو سمجھ آگیا۔۔۔۔از ڈیٹ کلیر؟"۔۔۔۔

سب نے یک آواز کہا"یس سر"۔۔۔۔

اس نے مرحا کو کوئی کام نہیں دیا۔۔۔مرحا کے اندر چھن سے کچھ ٹوٹا۔۔"اور سر میرے لیے کوئی آرڈر"۔۔۔۔مرحا کو اپنی آواز کسی کھائی سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔۔۔۔

ارمان نے ایک نظر ان تینوں کو دیکھا۔۔۔۔" بلکل انسپیکٹر مرحا آپ کے لیے تو سب سے اہم کام ہے۔۔آپ پولیس اسٹیشن کے اندر بیٹھ کر یہاں آنے والے لوگوں سے بات کرنے کے ایتھکس سیکھیں اور ساتھ ان دونوں کو بھی سکھائیں اس سے پہلے آپ کسی کیس کو ہاتھ نہیں لگائیں گی"۔۔۔۔۔

ارمان کے لہجے میں غصہ اور کاٹ تھی۔۔۔۔اور مرحا کو لگا وہ زمین میں دھنس گئی ہے۔۔۔۔۔اتنا کہنے کے بعد وہ رکا نہیں کانفرنس روم سے نکلتا چلا گیا۔۔۔۔ پیچھے نبیلہ مرحا کے نزدیک ہوئی۔۔۔۔" میڈیم لگتا ہے سر اپنی بیوی سے بہت محبت کرتے ہیں۔۔۔۔دیکھا نہیں آج وہ کتنے بدلے ہوئے ہیں۔۔۔۔اچھا ہوا ان کی بیوی بلکل ٹھیک ہے ورنہ میری نوکری تو پکا جاتی"۔۔۔۔۔

مرحا کو لگا وہ اس کی موت کا پروانہ سنا رہی ہے وہ کچھ بول نہ سکی اور کانفرنس روم سے نکل کر اپنے ڈیسک پر آ کر بیٹھ گئی۔۔۔۔آج وہ ایک ہی دن میں دو غلطیاں کر چکی تھی۔۔۔۔اس نے آج تک ارمان کا کبھی یہ رویہ نہیں دیکھا تھا۔۔۔وہ تو بہت نرم مزاج اور مہربان رہتا تھا۔۔۔۔

اس لیے مرحا رفیق کا دل بغاوت کر گیا۔۔۔اس کے دل میں کب ارمان کے لیے سب سے خاص جگہ بن گئی۔۔۔۔وہ خود کو روک بھی نہ پائی اور آج اسے پتہ چلا کہ وہ شخص شادی شدہ ہے۔۔۔۔

یہ سچ اس لڑکی کی برداشت سے باہر تھا۔۔۔۔صرف اتنا ہی نہیں وہ اپنی بیوی کے لیے ساری دنیا بھی تباہ کر سکتا تھا وہ یہ بات بھی بہت اچھے

سے سمجھ گئی تھی۔۔۔۔ایک باغی آنسو اس کی آنکھ سے نکلتا ہوا اس کے گال پر بہتا گیا جسے مرحانے بردردی سے رگڑ ڈالا۔۔۔۔

ارمان اپنے کیبن میں واپس آیا۔۔۔۔

ہیر ویسے ہی صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی۔۔۔۔

اس کے چہرے پر تکلیف دیکھ کر ارمان کو اپنا سینہ پھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔۔

وہ اس کے پاس بیٹھا۔۔۔

پھر بہت پیار سے اس کے گال پر ہاتھ رکھا۔۔۔اس کے لمس سے ہیر کسمسائی۔۔۔پھر آہستہ سے اپنی آنکھیں کھولیں۔۔۔۔۔ارمان اسے نرم نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔اسے آنکھیں کھولتا دیکھ کر مسکرایا۔۔

وہ ساری دنیا میں صرف اس کے لیے شفیق اور مہربان تھا۔۔۔۔وہ جب جب اسے دیکھتا تھا تب تب ہیر کو وہ دنیا کا بہترین مرد لگتا تھا۔۔۔۔ہاں وہ اس کا محافظ تھا اسے دیکھ کر سکون ملتا تھا۔۔۔۔"اب درد تو نہیں ہو رہی؟"۔۔۔۔ہیر نے نفی میں سر ہلایا۔۔۔۔۔چلو آؤ گھر چلتے ہیں۔۔۔۔گھر چل کر ریسٹ کرنا انشاءاللہ جلدی ٹھیک ہو جاؤ گی"۔۔۔۔

اس نے ہیر کو اچھے سے چادر سے کور کیا۔۔۔۔

ہیر نے اپنے بائیں ہاتھ میں اپنا بیگ پکڑا۔۔۔۔

ارمان نے ٹیبل سے اپنا موبائل اور گاڑی کی چابی اٹھائی۔۔۔۔پھر وہ اسے اپنے بازوؤں کے حلقے میں لیتا ہوا کیبن سے باہر نکلا۔۔۔۔اچانک ماہی کو بچوں کا خیال آیا۔۔۔۔۔"حیدر بچوں کو کچھ ہو گا تو نہیں نا!؟"۔۔۔۔۔

ارمان بے ساختہ مسکرایا۔اسے اپنی تکلیف سے زیادہ بچوں کی فکر تھی۔۔۔۔"فکر مت کرو میری جان وہ بالکل محفوظ رہیں گے میں ہوں نا۔۔۔تمہیں مجھ پر یقین نہیں ہے!!"۔۔۔۔۔

ہیر نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر نفی میں سر ہلا دیا۔۔۔۔۔ارمان تو حیران ہی رہ گیا۔۔۔۔"کیا تمہیں مجھ پر یقین نہیں ہے؟"۔۔۔

وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے اب کیبن سے نکل کر پولیس سٹیشن کے اندرونی حصے میں آ گئے تھے۔۔۔۔۔جہاں سارے کانسٹیبل اور انسپیکٹر بیٹھ کر کام کر رہے تھے۔۔۔

ہیر نے چہرہ جھکا کر اپنی ہنسی روکی اور دوبارہ نفی بھی سر ہلا دیا۔۔۔۔ارمان تو صدمے میں ہی آ گیا۔۔۔۔"کتنے افسوس کی بات ہے اے ایس پی ارمان حیدر کی بیوی کو اپنے شوہر کی صلاحیتوں پر یقین نہیں ہے۔۔۔۔میرے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔۔۔۔۔اب تو اپنی بیوی کو یقین دلانے کے لیے کچھ کرنا پڑے گا"۔۔۔۔۔

اب کی بار ہیر چاہتے ہوئے بھی اپنی ہنسی روک نہ پائی اور قہقہا لگا کر ہنس پڑی۔۔۔۔اسے ہنستا دیکھ کر ارمان دل کھول کر مسکرایا۔۔۔۔

اور سارے پولیس سٹیشن والوں پر تو بجلی گر رہی تھی وہ حیران تھے ابھی 15 منٹ پہلے وہ ان پر برس رہا تھا اور اب وہ اس طرح مسکرا رہا تھا جیسے اس سے زیادہ نرم انسان کوئی ہو ہی نا۔۔۔۔۔

انسپیکٹر مرحانے اپنی آنکھوں سے صاف دیکھا وہ دونوں ہنستے مسکراتے ہوئے پولیس اسٹیشن سے نکل رہے تھے۔۔۔۔ارمان کی آنکھوں میں وہ چمک۔۔۔وہ کوئی معمولی چمک نہیں تھی جس طرح وہ اس لڑکی کو دیکھ کر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ مسکرا رہا تھا اور اس لڑکی کے چہرے پر خوشی کے سارے رنگ تھے۔۔۔۔سب سے زیادہ اس کے چہرے پر سفید نور کا رنگ تھا۔۔۔۔۔

انسپیکٹر مرحا اچھے سے سمجھ گئی تھی کہ وہ دونوں کس قدر ایک دوسرے کے لیے خاص ہیں۔۔۔۔اسے اپنا دل پھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا مگر پھر بھی وہ ڈیٹھوں کی طرح ان دونوں کو دیکھتی رہی جب تک وہ آنکھوں سے اوجھل نہیں ہو گئے۔۔۔۔۔

وہ اسے لیے اسٹیشن سے باہر آیا اسے آرام سے گاڑی میں بٹھایا پھر گاڑی گھر کی طرف موڑ دی۔۔۔۔

اسے گھر لے کر آتے ساتھ اسے کمرے میں آرام سے بیڈ پر لٹایا۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

پھر ارمان نے پورے ایک ہفتے تک اس کا اچھے سے خیال رکھا اسے کسی کام کو ہاتھ بھی نہیں لگانے دیا۔۔۔۔۔ایک ہفتے تک ہیر کا بازو بہت بہتر ہو گیا تھا۔۔۔۔

ان لوگوں نے اگلے ہی دن اسکول کو اپنی حفاظت میں لے لیا تھا اور ان لوگوں کا سارا پلان تباہ کر دیا۔۔۔۔۔

یہ ہیر کو گولی لگنے کی اگلی رات کا منظر ہے۔۔۔۔وہ سارے کے سارے پولیس سٹیشن میں موجود تھے۔۔۔۔

ان لوگوں کو مار مار کر پولیس والوں نے آدھ مرا کر دیا تھا۔۔۔۔۔

حیدر اپنے کیبن سے نکل کر ٹارچر روم میں آیا۔۔۔۔جہاں وہ سارے پہلے سے موجود تھے اور ایک سائیڈ پر سارے انسپیکٹر کھڑے تھے۔۔۔۔۔

فوراً ایک کانسٹیبل نے ارمان کے سامنے کرسی رکھی وہ اس پر بیٹھ گیا۔۔۔۔"میں ایک سوال صرف ایک بار پوچھوں گا دوسری بار نہیں۔۔۔۔۔اگر تم سب کو اپنی جان پیاری ہے تو مجھے صرف میرے

ایک سوال کا سچ سچ جواب دینا ہے۔۔۔۔لڑکی پر گولی کس نے چلائی تھی؟"۔۔۔۔۔۔

وہ سارے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلا رہے تھے۔۔۔۔۔"صاحب آپ کس لڑکی کی بات کر رہے ہو؟"۔۔۔۔۔ان کا گینگ لیڈر بولا۔۔۔۔۔۔یہ سن کر ارمان تنزیہ مسکرایا۔۔۔"لگتا ہے بہت ساری لڑکیوں کو گولیوں سے اڑاتے رہتے ہو۔۔۔۔مگر میرا سوال یہ ہے کہ کل سپیریئر مال کے باہر پارکنگ ایریا میں کالے لباس والی لڑکی پر کس نے گولی چلائی تھی"۔۔۔۔۔

ارمان سرد لہجے میں بولا۔۔۔۔۔۔ان سب کو بے ساختہ ارمان سے خوف آیا۔۔۔۔ان میں سے ایک نے دوسرے شخص کی طرف اشارہ

کیا۔۔۔۔۔اب کی بار ارمان کی آنکھوں میں چمک کے ساتھ ساتھ ہونٹوں پر مسکراہٹ بھی تھی۔۔۔۔۔

ارمان نے کانسٹیبل کو اشارہ کیا اس نے اس آدمی کی کرسی کو تھوڑا سا آگے کر دیا۔۔۔۔اب وہ آدمی اور ارمان بالکل آمنے سامنے تھے۔۔۔۔۔"چاقو لے کر آؤ"۔۔۔۔۔ارمان ڈھارا۔۔۔

ارمان کے حکم پر فورا عمل ہوا۔۔۔۔اگلے دو منٹ کے اندر اس کے ہاتھ میں چاقو تھا۔۔۔۔اب ارمان وہ چاقو اس شخص کی آنکھوں کے سامنے گول گول گھوما رہا تھا۔۔۔۔"یہ جو سارے پیچھے بیٹھے ہیں نا ان کو شاید میں آسان موت دوں۔۔۔۔۔مگر تمہاری موت بہت اذیت

ناک ہو گی۔۔۔۔جانتے ہو تم نے سب سے بڑی غلطی کیا کی ہے؟"۔۔۔۔۔۔

ارمان نے سوالیہ نظروں سے اس شخص کو دیکھا۔۔۔اور وہ شخص خوف سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔۔۔"تمہاری سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ تم نے اے ایس پی ارمان حیدر کی بیوی پر گولی چلانے کی حماقت کی ہے۔۔۔۔تم نے میری بیوی کو تکلیف پہنچائی ہے"۔۔۔۔

ارمان نے وہ خنجر اپنے سینے پر رکھا۔۔۔"تم نے یہاں مجھے اس جگہ پر تکلیف پہنچائی ہے۔۔۔۔اگر تم لوگ مجھے تکلیف پہنچاتے تو شاید میں تم لوگوں کو معاف کر دیتا۔۔۔۔مگر تم نے میری روح کو تکلیف پہنچائی ہے۔۔۔اس کی سزا تو تمہیں ملے گی"۔۔۔۔

یہ کہتے ساتھ ارمان نے اس کے ہاتھ میں خنجر گھونپ دیا۔۔۔۔اس کی چیخیں سارے پولیس اسٹیشن میں گونجی۔۔۔۔۔۔ارمان کو اس کی چیخوں سے سکون مل رہا تھا۔۔۔۔"تکلیف ہو رہی ہے۔۔۔۔میری بیوی کو بھی ایسے ہی تکلیف ہوئی تھی۔۔۔اسے تکلیف میں دیکھ کر مجھے بھی ایسے ہی تکلیف ہوئی تھی"۔۔۔

ارمان نے اب کی بار وہ چاقو جو اس کے ہاتھ میں گھونپا تھا اسے پکڑ کر گھما دیا اس کا سارا ہاتھ چیرا گیا۔۔۔۔۔

پیچھے کھڑے سارے پولیس اسٹیشن کے افراد ارمان کا یہ نیا روپ دیکھ کر اندر تک کانپ گئے تھے۔۔۔۔اس وقت وہ کہیں سے بھی انسان

نہیں لگ رہا تھا۔۔۔۔وہ بالکل ایک جلاد لگ رہا تھا۔۔۔۔ارمان کا یہ روپ ان سب کے لیے نیا تھا۔۔۔۔کیونکہ وہ ان سب کے سامنے کبھی اس طرح جلاد بنا ہی نہیں تھا۔۔۔۔۔

وہ سارے مجرم جو پیچھے کرسیوں پر بندھے ہوئے تھے۔۔۔۔ان سب کو اپنی روح فنا ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔۔

ارمان نے ٹیبل سے اپنی گن اٹھائی۔۔۔۔۔اب اسے اپنے ہاتھ پر گول گول گھوما رہا تھا۔۔۔۔بہت شوق تھا نا تمہیں دوسروں کو گولی مارنے کا۔۔۔۔اتنا کہتے ساتھ ارمان نے اس کے دائیں بازو کی ٹھیک اسی جگہ پر گولی ماری جہاں ماہی کو لگی تھی۔۔۔۔

ایک بار پھر سارا پولیس اسٹیشن اس شخص کی چیخوں سے گونج اٹھا۔۔۔۔"تکلیف ہو رہی ہے؟۔۔۔۔مجھے بھی ایسے ہی ہوئی تھی۔۔۔۔بالکل اسی جگہ تم نے میری بیوی کو گولی ماری تھی۔۔۔۔ اب تم بھی اسی تکلیف کو محسوس کرو گے جو میری بیوی نے تمھاری وجہ سے کی"۔۔۔۔۔۔

اب ارمان ان سب لوگوں کی طرف متوجہ ہوا۔۔۔۔"اس لڑکی کو سب سے پہلے دیکھا کس نے تھا؟"۔۔۔۔اب وہ سارے خوف سے تھر تھر کانپ رہے تھے۔۔۔۔"میں اپنا سوال دوسری بار نہیں دہراؤں گا۔۔۔۔۔جسے اپنی آنکھیں عزیز ہیں وہ خود ہی بتا دے"۔۔۔۔اس کی آنکھیں دہشت اور خوف سے لال انگارہ ہو گئی

تھیں۔۔۔۔اب کی باران پانچوں میں سے ایک نے دوسرے کی طرف اشارہ کیا۔۔۔۔

ارمان مسکرایا۔۔۔"انٹرسٹنگ"۔۔۔۔ارمان نے وہ خنجر اس کی آنکھ میں گھونپ دیا۔۔۔۔اب کی بار سارا اسٹیشن ان پانچوں کی چیخوں سے گونج اٹھا۔۔۔۔ارمان نے دوسری آنکھ کے ساتھ بھی یہی کیا۔۔۔۔۔"الیکٹرک شاکس لاؤ اور اس شخص کو دو"۔۔۔۔۔ارمان نے غصے سے چیخ کر حکم دیا۔۔۔۔۔

اور ٹھیک اگلے پانچ منٹ میں ارمان کے حکم پر عمل ہو چکا تھا۔۔۔۔اب دوسرے شخص کی چیخیں سارے پولیس اسٹیشن کے اندر اور باہر گونج رہی تھیں۔۔۔۔۔

آدھے گھنٹے تک وہ دونوں درد سے بے حال ہو گئے۔۔۔۔

ارمان پورے ایک گھنٹے تک سکون سے بیٹھا ان دونوں کو تڑپتا ہوا دیکھتا رہا۔۔۔۔۔

وہ ہاتھ جوڑ جوڑ کر اپنی موت کی بھیک مانگ رہے تھے۔۔۔۔۔ بالا خر ارمان اٹھا۔۔۔اور پھر پولیس اسٹیشن کے در و دیوار نے گولیوں کی بوچھاڑ سنی۔۔۔۔۔وہ گولیاں جو ارمان حیدر کی گن سے نکلیں اور ان دونوں آدمیوں کے سینوں کو چھلنی چھلنی کر گئی۔۔۔۔۔

اس کے بعد ارمان اپنے سارے سٹاف کی طرف متوجہ ہوا۔۔۔۔۔"یہ باقی چار یہ سب تم لوگوں کے مجرم ہیں۔۔اپنے

مجرموں کو میں سزا دے چکا ہوں۔۔ان لوگوں نے بچوں کو مارنے کی کوشش کی ہے۔۔۔۔ان کے ساتھ جس طرح کا مرضی سلوک کرو۔۔۔۔جیسے مرضی ان لوگوں کو مارو۔۔۔۔۔میں تم لوگوں کو فری ہینڈ دیتا ہوں"۔۔۔۔۔

یہ کہتا ہوا وہ اٹھا اور روم سے نکلنے کے بعد پولیس اسٹیشن سے ہی نکل گیا۔۔۔۔پیچھے مرحا سرخ خوفناک آنکھیں لیے اس کی پشت کو دیکھتی رہ گئی۔۔۔۔۔۔

آج پورے ایک ہفتے بعد ماہی گھر کے کام کر رہی تھی۔۔۔۔یہ شام کا وقت تھا وہ کچن میں کھڑی کھانا بنا رہی تھی۔۔۔۔۔بازو کا درد پہلے سے بہت بہتر تھا بلکہ نہ ہونے کے برابر رہ گیا تھا۔۔۔۔اس ایک ہفتے میں ارمان نے اس کا اتنا خیال رکھا تھا کہ درد اب جاتا رہا تھا۔۔۔۔۔۔

وہ جو کچن میں اپنے دھیان کھانا بنا رہی تھی۔۔۔۔۔وہ مین ڈور کلک ہونے اور بند ہونے کی آواز کو محسوس نہ کر سکی۔۔۔۔۔

ارمان گھر کے اندر داخل ہوا۔۔۔۔لاؤنج میں آیا تو وہ اسے کچن میں کام کرتی ہوئی نظر آئی۔۔۔۔۔

ارمان کے ہونٹوں پر ایک خوبصورت مسکراہٹ آگئی۔۔۔۔۔

وہ گلابی رنگ کی شرٹ اور وائٹ کلر کی کیپڑی میں بالوں کا جوڑا بنائے

ڈوپٹے سے بے نیاز۔۔۔۔۔

ڈوپٹہ کچن سے باہر صوفے پر تھا۔۔۔اس کی گردن میں ڈبل اچ کا

لاکٹ چمک رہا تھا۔۔۔اس کی دودھیا گردن ارمان کی آنکھوں کے

سامنے تھی۔۔۔اچانک ارمان کی آنکھوں میں شرارت چمکی۔۔۔۔۔

وہ بنا آواز پیدا کیے کچن کی طرف گیا۔۔۔۔اور جاتے ہی اسے پیچھے سے

اپنے حصار میں لیا۔۔۔اور اسے بنا سمجھنے سوچنے کا موقع

دیے۔۔۔۔اپنی بیرڈ کو اس کی گردن پر رگڑ ڈالا۔۔۔۔اور وہ کھلکھلا

اٹھی۔۔۔۔۔

اس کی خوبصورت ہنسی سارے گھر کے در و دیوار میں گونجی۔۔۔۔۔

"حیدر۔۔۔۔بس کریں نا۔۔۔۔جلن ہو رہی ہے"۔۔۔۔۔کچھ دیر بعد وہ ہنستے ہوئے بہت مشکل سے بولی۔۔۔۔۔

حیدر نے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔۔۔۔۔"یہ تو بہت برا ہوا کوئی بات نہیں میں ابھی مرہم لگا دیتا ہوں"۔۔۔۔یہ کہتے ساتھ ارمان نے اس کا رخ اپنی طرف موڑا۔۔پھر اس کی گردن پر جھکا اور جا بجا اپنے ہونٹوں کا لمس چھوڑنے لگا۔۔۔۔۔

ماہی کو لگا وہ مزید اپنے پیروں پر کھڑی نہیں ہو پائے گی۔۔۔۔وہ کہاں اس شخص کی اتنی سی بھی قربت برداشت کر پاتی تھی۔۔۔۔۔اگر ارمان نے اسے اپنے حصار میں نا لیا ہوتا تو یقیناً وہ زمین بوس ہو چکی ہوتی۔۔۔۔

اس نے خود کو سہارا دینے کے لیے بے اختیار ارمان کی شرٹ کو سینے کے مقام سے دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں میں بھینچا۔۔۔۔۔

ارمان نے اس کی حالت دیکھ اسے اپنے حصار میں مزید مظبوطی سے قید کیا۔کافی دیر بعد وہ اپنی منمانیاں سرانجام دیتا ہوا پیچھے ہٹا۔۔۔۔

پھر جیسے ہی نظر ہیر کے چہرے کی طرف اٹھی وہ اس کے امپریشن دیکھ اپنی ہنسی روک نہیں پایا اور اب گھر کے در و دیوار میں ارمان کا قہقہا گونجا۔۔۔۔

اس نے ایک نظر ہیر کی گردن پر ڈالی جو اس کی منمانیوں کی وجہ سے جگہ جگہ سے سرخ ہو گئی تھی۔۔۔۔۔پھر اس نے آگے بڑھ کر ہیر کے ماتھے پر بوسہ دیا۔۔۔اور اسے سینے سے لگا لیا۔۔۔۔۔

اب کچھ سنجیدہ انداز میں بولا۔۔۔"اب طبیعت کیسی ہے بازو میں درد تو نہیں ہو رہا؟"۔۔۔۔۔ہیر نے نفی میں سر ہلایا۔۔۔"نہیں اب ٹھیک ہے"۔۔۔ارمان نے سکون کا سانس لیا۔۔۔۔۔"گڈ۔۔۔۔چلو میں فریش ہو کر آتا ہوں"۔۔۔۔یہ کہتے ساتھ وہ اس کے ہونٹوں کو چھوتے ہوئے نرمی سے اس سے الگ ہوا اور کمرے میں چلا گیا۔۔۔۔پیچھے ہیر کے ہونٹوں پر بہت خوبصورت مسکراہٹ آ گئی۔۔۔۔۔۔اور پھر وہ دوبارہ کھانے کی طرف متوجہ ہو گئی۔۔۔۔۔

آج کل ارمان ایک خاص کیس پر کام کر رہا تھا۔۔۔۔وہ کافی دنوں سے اس کیس پر لگا تھا۔۔۔۔اگر یہ کہا جائے کہ کافی مہینوں کی محنت تھی تو غلط نہیں ہو گا۔۔۔۔

شہر میں بہت سارے کرائم ہو رہے تھے۔۔۔۔۔جیسے ڈرگ ڈیکنگ ،لڑکیوں کی سپلائی۔۔۔۔کالج اور یونیورسٹی سے لڑکیاں اغواہ ہو رہی تھیں۔۔۔۔شہر میں مختلف جگہ سے ڈر گز آ رہی تھیں۔۔۔۔جو شہر کی نوجوان نسل کو تباہ کرنے کا باعث بن رہی تھیں۔۔۔۔

ارمان اپنی ٹیم کے ساتھ اس مشن پر کافی مہینوں سے کام کر رہا تھا۔۔۔اور اتنے مہینوں کی محنت کے بعد اب جا کر وہ اس سارے ماسٹر مائنڈ تک پہنچا تھا۔۔۔۔۔

اس جرم کی دنیا کا بے تاج بادشاہ اس شہر کا سب سے بڑا بزنس ٹائیکون اکرام ملک تھا۔۔۔وہ شیز املک کا باپ تھا۔۔۔جو بزنس کی آڑ میں سارے غیر قانونی دھندے کر رہا تھا۔۔۔۔ارمان اس کے بہت نزدیک پہنچ چکا تھا۔۔۔۔اب بس ایک ہاتھ ڈالنا تھا اور مچھلی جال میں۔۔۔۔اس کے لیے اسے بہت بڑا پلان ترتیب دینے کی ضرورت تھی۔۔۔جس پر وہ ہر روز کام کر رہا تھا۔۔۔۔۔

وہ آدھے سے زیادہ اکرام ملک کے دھندے بند کروا چکا تھا جس سے اکرام ملک غصے سے آگ بگولا ہو کر بیٹھا تھا۔۔۔ارمان نے اکرام ملک کا سارا سکون غارت کر دیا تھا۔۔۔

اسے آئے روز اکرام ملک کی طرف سے دھمکیاں مل رہی تھیں مگر وہ ان سب سے بے نیاز اپنے کام کو سر انجام دے رہا تھا۔۔۔۔۔۔

دن گزرتے جا رہے تھے وہ اب بھی راتوں کو گھر سے غائب رہتا تھا۔۔۔۔۔

اب ہیر کو عادت ہو چکی تھی۔۔۔۔۔ مگر پھر بھی وہ اس کی حفاظت کے لیے دعائیں مانگتی۔۔۔۔

وہ بہت خوفناک خواب دیکھ رہی تھی۔۔۔۔اس نے خواب میں ارمان کو شدید زخمی دیکھا۔۔۔وہ نفی میں سر ہلاتی اور اچانک چیخی۔۔۔"حیدر"۔۔۔۔۔۔اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔

اس کا سارا جسم پسینے سے شرابور تھا۔۔۔۔اس نے بے اختیار لمبے لمبے سانس لے کر خود کو پر سکون کرنے کی کوشش کی۔۔۔۔

پھر اس نے سارے کمرے پر نظر دوڑائی ارمان غائب تھا مطلب وہ گھر سے باہر تھا۔۔۔۔

اس نے گھڑی کی طرف دیکھا جہاں ایک سے اوپر ٹائم ہو چکا تھا۔۔۔۔۔

اس کا دل کسی انہونی کے خیال سے دھڑک رہا تھا۔۔۔۔

وہ بیڈ سے اٹھی سائیڈ ٹیبل سے پانی گلاس اٹھایا اور ایک ہی سانس میں سارا گھٹا گٹ پی گئی۔۔۔۔

وہ شدید قسم کی اضطرابی کیفیت میں تھی۔۔۔۔۔

پانی پینے کے بعد بھی اسے سکون نہیں ملا۔۔۔۔

وہ ایک جھٹکے سے بلینکٹ خود سے دور پھینکتی اٹھی اور کمرے میں چکر کاٹنے لگی۔۔۔۔۔

اسے سکون نہیں مل رہا تھا جب تک ارمان خیریت سے گھر نہیں آجاتا تب تک اسے سکون کی سانس نہیں آنی تھی۔۔۔۔۔

اس نے اپنا موبائل اٹھایا اور بے اختیار ارمان کا نمبر ڈائل کیا۔ارمان کا موبائل بند تھا۔۔۔۔وہ جھنجلا گئی۔۔۔۔وہ بار بار ارمان کا نمبر ڈائل کر رہی تھی اور ہر بار نمبر بند جا رہا تھا۔۔۔۔

انتقام

اپارٹمنٹ کے باہر رات شدید گہری ہو چکی تھی اور اپارٹمنٹ کے کمرے میں وہ اضطرابی کیفیت میں موبائل پکڑے چکر کاٹ رہی تھی۔۔۔۔

اس نے شاید 50 سے زیادہ بار ارمان کا نمبر ڈائل کیا مگر ایک بار بھی نمبر نہیں لگا۔۔۔۔۔

وہ پورے ایک گھنٹے تک کمرے میں یہاں سے وہاں چکر کاٹتی رہی۔۔۔۔جب تھک جاتی پھر بیٹھ جاتی۔۔۔۔پھر دوبارہ اٹھ کر چکر کاٹنے لگتی۔۔۔۔

دو بج گئے تھے۔۔۔۔اور ارمان کا کہیں کوئی اتا پتہ نہیں تھا۔۔۔۔۔

کمرے میں صرف اس کی سانسوں کی آواز تھی ورنہ باہر تو موت جیسا سناٹا تھا۔۔۔۔

کچھ دیر مزید گزری جب اسے باہر سے شور کی آواز آئی اور اس کا ننھا سا دل خوف سے سکڑ گیا۔۔۔۔

اس کا دل بہت زور سے دھڑکا۔۔۔۔

تھوڑی دیر گزری پھر کسی کے چلنے کی آواز آئی۔۔۔۔وہ آواز قریب آ رہی تھی اور ماہی کا دل خوف سے کانپ رہا تھا۔۔۔۔کچھ سیکنڈ کے بعد کلک ہوا اور کمرے کا دروازہ کھل گیا۔۔۔

اس کی آنکھیں خوف سے دروازے کی طرف اٹھیں۔۔۔وہ چاہ کر بھی ایک قدم آگے نہ پیچھے لے سکی۔۔۔۔اسے لگا وہ ہل نہیں پائے گی۔۔۔

پھر دروازہ پورا کھلا اور وہ منظر پر نمودار ہوا۔۔۔۔۔ماہی کی سانس سینے میں ہی اٹک گئی۔۔۔۔اس نے بے اختیار سہارے کے لیے دیوار پر ہاتھ رکھا۔۔۔۔۔

ارمان جو اپنے دھیان میں کمرے میں داخل ہو رہا تھا سامنے ہیر کو کھڑا دیکھ کر پریشان ہو گیا۔وہ اتنی رات کو جاگ رہی تھی۔۔۔۔اس کے چہرے پر خوف سے ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔۔۔۔۔کمرہ نیم روشن تھا۔۔۔۔۔

وہ کمرے میں داخل ہوا اور کمرے کو لاک کیا۔۔۔۔

ماہی کے جسم میں بہت مشکل سے حرکت ہوئی۔۔۔۔وہ دیوانہ وار حیدر کی طرف لپکی۔۔۔۔۔"حیدر یہ کیا ہوا ہے آپ کو"۔۔۔۔۔اسے اپنی آواز کسی کھائی سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔۔۔۔۔

ارمان کے سر پر پٹی بندی تھی اور کپڑوں پر بھی خون لگا تھا۔۔۔۔۔۔وہ ارمان کے چہرے پر ہاتھ رکھے خوف سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔۔"ہیر کچھ نہیں ہوا میں بالکل ٹھیک ہوں"۔۔۔۔۔اس نے ہیر کو ریلیکس کرنے کی کوشش کی۔۔۔۔۔

ہیر کی آنکھوں میں بہت ساری نمی امڈ آئی۔۔۔۔"آپ کو اتنی چوٹ لگی ہے اور کپڑے بھی سارے خون سے بھرے ہیں اور آپ کہہ رہے

ہیں کچھ نہیں ہوا"۔۔۔۔۔بات کے آخر تک اس کی آواز بھیگ گئی۔۔۔۔۔

اسے پریشان دیکھ کر ارمان پریشان ہو گیا۔۔۔"ریلیکس میری جان میں کہہ رہا ہوں نا کچھ نہیں ہوا اور یہ خون میرا نہیں ہے یہ تو بس مجرموں کو پکڑتے وقت ان کا لگ گیا ہے۔۔۔بس سر پر ہلکی سی چوٹ لگی ہے بالکل ٹھیک ہو جائے گی"۔۔۔۔۔

وہ آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لیے اب ارمان کو دیکھ رہی تھی۔۔۔"آپ سچ کہہ رہے ہیں نا؟"۔۔۔وہ جیسے تردید چاہ رہی تھی۔۔۔۔"تمہیں لگتا ہے میں تم سے جھوٹ بول سکتا ہوں؟"۔۔۔ہیر نے بے ساختہ نفی میں سر ہلایا۔۔۔"پریشان

مت ہوادھر آؤ یہاں بیٹھو میں کپڑے چینج کر کے آتا ہوں پھر بات کرتے ہیں"۔۔۔۔۔

وہ اسے بیڈ پر بٹھا کر واش روم میں چلا گیا۔۔۔۔20 منٹ بعد وہ شاور لے کر باہر نکلا تو وہ ویسے ہی اسی حالت میں بیڈ پر بیٹھی تھی جس پوزیشن میں ارمان اسے بٹھا کر گیا تھا۔۔۔۔

ارمان کو خود پر بہت زیادہ غصہ آیا۔۔۔اس سے کہاں برداشت ہوتا تھا کہ ہیر ذرا سی بھی تکلیف سے گزرے۔۔۔۔اور اس وقت وہ اس کی چوٹ دیکھ کر آدھی ہو گئی تھی۔۔۔۔"ہیر"۔۔۔۔

ارمان نے اسے پکارا

وہ ارمان کو دیکھ کر سارے ضبط کھوتی ہوئی اٹھی اور بھاگتی ہوئی اس کے سینے سے آ لگی۔۔۔۔

وہ رو رہی تھی اور ارمان کا دل مٹھی میں جکڑا جا رہا تھا۔۔۔۔"ہیر میں نے منع کیا تھا نا کہ تم بالکل نہیں روؤ گی۔۔۔۔پھر کیوں مجھے تکلیف دے رہی ہو"۔۔۔۔

یہ سن کر ہیر نے اپنے آنسو صاف کیے۔۔۔۔"میں بہت ڈر گئی تھی ۔۔۔۔میں نے بہت خوفناک خواب دیکھا تھا۔۔۔۔مجھے لگا میں آپ کو کھو دوں گی۔۔۔۔میں کب سے آپ کا انتظار کر رہی تھی۔۔۔۔میں بہت ڈر گئی تھی حیدر"۔۔۔۔۔

ارمان نے اسے زور سے اپنے سینے میں بھینچ لیا۔۔۔۔"ریلکس میری جان میں بلکل ٹھیک ہوں کچھ نہیں ہوا"۔۔۔۔۔۔

ارمان اسے لیے بیڈ پر آیا اسے بیڈ پر بٹھایا۔۔۔۔کچھ دیر تک ہیر نارمل ہوئی۔۔۔اب وہ حیدر کی پٹی دیکھ رہی تھی جو شاور لینے کی وجہ سے گیلی ہو گئی تھی۔۔۔۔۔

وہ حیدر کے حصار سے نکلی اور دراز سے فرسٹ ایڈ باکس نکال کر لائی۔۔۔"ہیر مت کرو"۔۔۔وہ نہیں چاہتا تھا وہ اس کی چوٹ دیکھے۔۔۔"حیدر آپ نے شاور لیا ہے جس کی وجہ سے یہ ساری پٹی گیلی ہو گئی ہے۔۔۔یہ آپ کے زخم کو نقصان پہنچائے گی مجھے چینج کرنے دیں"۔۔۔۔

اس کے لہجے میں حکم اور مان شامل تھا۔۔۔۔ارمان خاموش ہو گیا۔۔۔۔اب وہ اس کی پٹی کھول رہی تھی۔۔۔۔۔اور ارمان اپنی مٹھیاں زور سے بھینچے ضبط سے بیٹھا تھا۔۔۔۔۔

جیسے ہی پٹی کھلی اس کا زخم دیکھ کر ماہی کو لگا اس کا کلیجہ منہ کو آجائے گا۔۔۔۔

اس نے بہت مشکل سے اپنے جذبات کو قابو کیا۔۔۔۔اور اینٹی سیپٹک سے سر کا زخم صاف کرنے کے بعد۔۔۔۔اس نے کانپتے ہاتھوں سے ارمان کے سر پر پٹی کی۔۔۔۔

پھر میڈیکل باکس کو بند کیا۔۔۔وہ خراب پٹی اٹھائی اور ڈسٹ بین میں پھینکی۔۔۔۔۔پھر ہاتھ دھونے کے لیے واش روم میں چلی گئی۔۔۔۔۔

وہ آنسو جو پٹی کرتے ہوئے رکے تھے اب ہاتھ دھوتے ہوئے بہتے جا رہے تھے۔۔۔اس نے بہت مشکل سے اپنے آنسو قابو کیے کیونکہ وہ جانتی تھی ارمان کو اس کا رونا بالکل پسند نہیں ہے۔۔۔۔۔

اس نے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے تو جلتی آنکھوں کو کچھ سکون ملا۔۔۔اپنا چہرہ اچھے سے ٹاول سے صاف کر کے باہر نکلی۔۔۔۔

ارمان اسی پوزیشن میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا۔۔۔

اسے دیکھ کر ہاتھ کے اشارے سے اپنے پاس بلایا۔۔۔وہ اس کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔۔۔۔ارمان نے ایک ہاتھ اس کی کمر کے پیچھے رکھا اور اسے کھینچ کر اپنے بے حد نزدیک کر لیا۔۔۔اتنا کے ارمان کی سانسیں

ماہی کے چہرے پر پڑ رہی تھیں۔۔۔"میں نے منع کیا تھا نہ رونے سے تو اگر چھپ کر روؤ گی تو کیا مجھے پتہ نہیں چلے گا؟؟"۔۔۔۔۔۔مطلب وہ جان گیا تھا۔۔۔ماہی نظریں اٹھا نا پائی۔۔۔۔

وہ مکمل طور پر اس کے حصار میں قید تھی۔۔۔۔۔ارمان کا ایک ہاتھ مظبوطی سے اس کی کمر کو پکڑے ہوئے تھا تو دوسرا ہاتھ اس کی گردن کی نازکی کو سہلا رہا تھا۔۔۔۔ارمان نے اپنی انگلیوں کو اس کے بالوں میں الجھایا اور اس کے ہونٹوں پر جھک گیا۔۔۔۔آج اس کے عمل میں نرمی نہیں شدت تھی۔۔۔۔۔

اس کے ہونٹوں کو اپنے لبوں میں قید کیے وہ اپنی شدت نچھاور کر رہا تھا۔۔۔ہیر نے ایک ہاتھ سے اس کی شرٹ کے کالر کو مٹھی میں دبوچا اور دوسرے ہاتھ سے اس کی شرٹ کو کمر سے زور سے پکڑا۔۔۔۔۔

ہیر کو اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہوئیں اس کی پکڑ ارمان کی شرٹ پر سخت ہو رہی تھی۔۔۔۔کچھ دیر بعد وہ پیچھے ہوا۔۔۔۔آنکھوں میں عشق اور جنون کی آگ لگی ہوئی تھی۔۔۔۔۔۔

ہیر اس کے سینے سے جا لگی۔۔۔۔۔وہ لمبی لمبی سانسیں لے کر خود کو پر سکون کر رہی تھی۔۔۔۔۔۔

ارمان کی گرفت اسکی کمر پر مظبوط ہو رہی تھی۔۔۔۔۔پھر اس نے ہیر کو اپنی باہوں میں بھرا اور اسے بیڈ پر لٹایا۔۔۔۔۔۔

اس کے بعد اس کا دوپٹہ اس کے گلے سے نکال کر وہ اس کے گلے پر جھک گیا۔۔۔۔ہیر کی آنکھوں میں نمی اکٹھی ہونے لگی۔۔۔۔۔وہ بے خود ہو کر ہوش کھو رہا تھا۔۔۔۔۔ہیر اسے روکنا چاہتی تھی مگر اس میں تو سانس لینے کی ہمت بھی نہیں بچی تھی تو اسے کیسے روکتی۔۔۔۔۔۔نا

چاہتے ہوئے بھی اس کی آنکھوں سے باغی آنسو بہہ نکلے۔۔۔۔اس نے حیدر کی شرٹ کو زور سے مٹھی میں پکڑا۔۔۔اس کا جسم آب ہلکا ہلکا کپکپانا شروع ہو گیا۔۔۔۔

کافی دیر بعد وہ اپنا جنون اس کے گلے اور گردن پر اتار کر اوپر ہوا۔۔۔۔۔ اور سیدھا ہو کر لیٹ گیا۔۔۔پھر ہیر کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے اوپر کیا۔۔۔اس نے ہیر کی پیشانی پر اپنے جلتے لب رکھے۔۔۔۔پھر اس کی دونوں آنکھوں پر اور اس کے بعد اس کا سر اپنے سینے پر رکھ کر حصار مظبوط کیا۔۔۔۔۔

دوسرے ہاتھ سے بلینکٹ پکڑ کر دونوں کے اوپر کیا۔۔۔۔"سو جاؤ"۔۔۔۔اتنا کہتے ساتھ وہ ہیر کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔۔۔۔

اور ہیر پر سکون ہو کر آہستہ آہستہ اپنی آنکھیں بند کر گئی۔۔۔۔اور کچھ ہی دیر میں وہ نیند کو وادیوں میں اتر چکی تھی۔۔۔۔۔

ارمان کی آنکھیں لال انگارہ ہو رہیں تھیں۔۔۔۔ان میں سب کچھ تباہ کر دینے کی آگ تھی۔وہ کیسے اپنے حواس کھو رہا تھا۔۔۔وہ ہیر کو تکلیف نہیں دے سکتا۔وہ خود کو روک کیوں نہیں پایا؟۔کیوں اس سے دور نہیں رہ پاتا؟؟۔۔۔اس کے سینے پر ہیر کی مدھم سانسیں پڑ رہیں تھیں یقیناوہ سو چکی تھی۔۔۔

ایک نئی صبح کا آغاز ہو چکا تھا۔۔۔۔۔

فجر کی اذانیں بھی ہو چکی تھیں جب اس کی آنکھ کھلی۔۔۔۔اس کے ایک ہاتھ میں ابھی تک حیدر کی کالر تھی۔۔۔۔اس نے حیدر کے حصار سے نکلنا چاہا مگر حیدر کی پکڑ مظبوط تھی۔۔۔۔وہ خود کو چھڑوانے کی کوشش کرنے لگی۔۔۔۔۔

مگر احتیاط کے باوجود بھی شاید وہ حیدر کی نیند خراب کر چکی تھی۔۔۔۔ کیونکہ اچانک حیدر کی پکڑ مظبوط ہو گئی۔۔۔۔اور وہ بے بس ہو گئی ۔۔۔۔۔۔"کہاں جا رہی ہو؟"۔۔۔۔حیدر نے بند آنکھوں سے ہی پوچھا۔۔۔۔اس کا لہجہ بہت اجنبی تھا۔۔۔۔

ماہی کے دل کو کچھ ہوا۔۔۔"نماز۔۔۔۔نماز پڑھنے"۔۔۔۔اس نے اتنا کہا کے حیدر کی پکڑ ڈھیلی ہو گئی۔۔۔۔اس نے اپنا حصار توڑ دیا۔۔۔ وہ اٹھی۔۔۔۔ایک نظر حیدر کو دیکھا۔۔۔۔کچھ کہنے کے لیے لب کھولے مگر پھر اس کا اجنبی لہجہ دیکھ کہنے کا ارادہ ترک کر دیا۔۔۔۔۔اپنا دوپٹہ پکڑا اور واش روم میں چلی گئی۔۔۔۔۔

وہ چاہتی تھی کہ حیدر بھی نماز پڑھ لے وہ اپنے شوہر کی امامت میں نماز پڑھنا چاہتی تھی۔۔۔۔لیکن شاید اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہو سکتی تھی۔۔۔۔۔

دس منٹ بعد جب وہ وضو کر کے باہر آئی تو اس کے سوچ کے بلکل برعکس حیدر بیڈ پر بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا۔۔۔۔

اس کے واش روم سے نکلنے کے بعد وہ اندر چلا گیا ہیر نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اس کی پشت کو دیکھا۔۔۔۔۔

اس نے کبرڈ سے دو جائے نماز نکالے۔۔۔۔اپنا کچھ پیچھے بچھا کر حیدر کا آگے بچھا دیا۔۔۔۔۔اور پھر وہ وہیں زمین پر بیٹھ کر حیدر کا انتظار کرنے لگی۔۔۔۔۔

دل میں ایک امید کی کرن جاگی تھی۔۔۔۔۔یہ اس کی سب سے بڑی خواہش تھی۔۔۔۔۔کیا وہ پوری کرے گا؟۔۔۔۔۔

وہ مختلف سوچوں کا شکار تھی۔۔۔۔جب دروازہ کھلا اور وہ باہر نکلا۔۔۔۔ ہیر نے دھڑکتے دل کے ساتھ چہرہ اٹھا کر دیکھا آنکھوں میں نمی اکٹھی ہو گئی وہ سر پر ٹوپی پہنے۔۔۔۔وضو کیے آگیا تھا۔۔۔۔

ہاں وہ واحد شخص تھا جو اس کے دل میں جھانک سکتا تھا۔۔۔۔

ہیر کے اندر جیسے کسی نے سالوں بعد سکون اتارا۔۔۔۔وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔۔وہ آیا اور آگے والے جائے نماز پر کھڑا ہو گیا۔۔۔۔

ہیر اس کے پیچھے کھڑی ہوئی اور اس کی ہمراہی میں نماز ادا کرنی شروع کی۔۔۔۔ساری نماز میں اس کی آنکھیں بار بار نم ہوتیں رہیں۔۔۔ مگر اب یہ آنسو سکون اور تشکر کے تھے۔۔۔۔۔

نماز ادا کرنے کے بعد ارمان نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔۔۔۔ماہی بھی دعا مانگ رہی تھی۔۔۔۔دعا مانگنے کے بعد وہ کچھ پڑھ رہا تھا۔۔۔۔ پھر چہرہ ہیر کی طرف موڑ کر اس کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں لیا اب وہ آنکھیں بند کیے اس کے چہرے پر پھونک مار رہا تھا ہیر کو اندر تک سکون اترتا محسوس ہوا۔۔۔۔۔

اس کے بعد وہ جائے نماز اکھٹی کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔۔۔

پھر وہ ڈریسنگ روم میں چلا گیا۔۔۔

ہیر نے جائے نماز رکھی اور قران پاک نکال کر صوفے پر بیٹھ گئی۔۔۔

پانچ منٹ بعد وہ ٹریکنگ سوٹ میں ڈریسنگ روم سے باہر نکلا۔۔۔۔ یقیناوہ واک کے لیے جا رہا تھا۔۔۔۔

ہیر نے ایک نظر اسے دیکھا پھر دوبارہ قرآن پاک کی تلاوت کی طرف متوجہ ہو گئی۔۔۔۔

وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔۔۔۔

آدھے گھنٹے تک ماہی نے قرآن پاک کی تلاوت کی پھر قرآن پاک کو بند کیا عقیدت سے آنکھوں سے لگایا پھر اسے احتیاط سے کبرڈ کے اندر رکھا۔۔۔۔۔

پھر وہ کمرے سے نکل کر کچن میں آگئی اور ناشتہ بنانے کی تیاری شروع کی۔۔۔۔۔

تقریبا45منٹ تک وہ سارا ناشتہ بنا چکی تھی۔۔۔۔

وہ ناشتہ ٹیبل پر لگا رہی تھی جب مین ڈور کلک ہوا اور ارمان اندر داخل ہوا۔۔۔۔

اس پر ایک بھی نظر ڈالے بغیر وہ سیدھا کمرے میں چلا گیا ہے۔۔۔

ماہی کے دل کو تکلیف ہوئی۔۔۔اس کا موڈ کل رات سے خراب تھا۔۔۔وہ کہاں حیدر کی ناراضگی کی عادی تھی۔۔۔۔حیدر تو کبھی زندگی میں اس سے ناراض نہیں ہوا تھا جب وہ چھوٹی تھی تب بھی کبھی نہیں ہوا۔۔۔۔تو اب اسے یہ چند گھنٹوں کی بے رخی مار رہی تھی۔۔۔

وہ گرنے کے سے انداز میں وہی کرسی پر بیٹھ گئی۔۔۔۔15،20 منٹ بعد وہ فریش سا کمرے سے باہر نکلا۔۔۔۔بلیک جینز پر وائٹ شرٹ پہنے۔۔۔۔بازوؤں کو کہنی سے تھوار نیچے تک فولڈ کیے۔۔۔۔۔ وہ آیا کرسی کھینچی اور بیٹھ گیا۔۔۔۔۔

ماہی نے اپنا موڈ بالکل نارمل کیا۔۔۔۔۔اگر وہ دوبارہ آنکھوں میں آنسو لاتی تو ارمان دوبارہ اس سے ناراض ہو جاتا۔۔۔۔۔

ارمان نے خاموشی سے ناشتہ شروع کر دیا۔۔۔۔اس کے ناشتہ شروع کرنے کے بعد ماہی نے ناشتہ شروع کیا۔۔۔۔۔

ہر روز وہ کھانے کے ٹائم ہمیشہ اسے دیکھ کر کھانا کھاتا تھا مگر آج اس نے ایک نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔۔۔۔۔

ماہی نے چہرہ نیچے کیے چند نوالے زہر مار کر کھائے۔۔۔۔پھر اس کی ہمت ختم ہو گئی۔۔۔۔۔وہ پلیٹ پڑے کر کے اٹھ گئی۔۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ ڈائننگ ٹیبل سے دور جاتی۔۔۔۔۔

اس کی کلائی ارمان کے ہاتھ کی گرفت میں تھی۔۔۔۔۔"سکون سے بیٹھ کر ناشتہ پورا کرو"۔۔۔۔لہجہ اب بھی اجنبی تھا۔۔۔۔ماہی کے گلے میں آنسوؤں کا گولہ اٹکا۔۔۔۔۔

وہ پوچھنا چاہتی تھی کہ وہ ایسا سلوک کیوں کر رہا ہے۔۔۔۔۔مگر چاہ کر بھی الفاظ نکال نہ پائی۔۔۔۔"بس میں کھا چکی"۔۔۔۔۔اس نے بہت مشکل سے یہ الفاظ ادا کیے۔۔۔۔"میں نے کہا سکون سے بیٹھ کر ناشتہ کرو"۔۔۔۔اب لہجہ پہلے سے زیادہ اجنبی اور سرد تھا۔۔۔۔

وہ مرتی کیا نہ کرتی آنسوؤں کا گولا اپنے گلے کے اندر ہی اتارتی ہوئی دوبارہ چیئر پر بیٹھ گئی۔۔۔۔وہ جانتی جب تک ناشتہ پورا نہیں کرے گی ارمان اسے اٹھنے نہیں دے گا۔۔۔۔

اس نے بہت مشکل سے ناشتہ مکمل کیا۔۔۔۔
پھر سارے برتن سمیٹتی ہوئی اٹھی اور کمرے میں چلی گئی۔۔۔۔
پیچھے ارمان کسی ہارے ہوئے شخص کی طرح بیٹھا رہ گیا۔۔۔۔

کل رات وہ اسے تکلیف دے چکا تھا۔۔۔۔اس لیے اسے دیکھنے سے گریز کر رہا تھا۔۔۔وہ جانتا تھا اگر اب اس نے ہیر کے چہرے کو دیکھا۔۔۔۔تو وہ ساری حدیں توڑ دے گا۔۔۔۔

بیس منٹ بعد وہ کمرے سے تیار ہوئی باہر نکلی۔۔۔۔۔

مہرون رنگ کی ریشمی فراک میں۔۔۔۔ہم رنگ حجاب اور ہم رنگ کیپری پہنے کندھوں پر بلیک شال لیے۔۔۔۔ایک ہاتھ میں بیگ پکڑے دوسرے ہاتھ میں شال کا کنارہ پکڑے وہ لاؤنج میں آئی۔۔۔۔

ارمان کمرے سے اپنا موبائل اور چابیاں اٹھاتا ہوا باہر نکلا۔۔۔۔۔ہمیشہ کی طرح ہیر کا ہاتھ پکڑا۔۔۔۔اور دروازہ لاک کرتا ہوا لفٹ کے ذریعے پارکنگ میں آیا۔۔۔۔۔

ہیر نے آج خود ہی آگے بڑھ کر گاڑی کا دروازہ کھولا اور بیٹھ گئی۔۔۔۔آج وہ گاڑی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کیے نہیں

بیٹھی تھی بلکہ وہ ویران آنکھوں سے باہر کے مناظر دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔

جیسے ہی گاڑی یونیورسٹی کی حدود میں داخل ہوئی۔۔۔۔ارمان کا موبائل بج اٹھا۔۔۔۔۔وہ کسی سے بات کرنے لگا۔۔۔۔۔"نہیں تم لوگ سنبھالو میں 20 منٹ میں آرہا ہوں"۔۔۔۔اس نے فون رکھ کر اپنی گاڑی کا ڈیش بورڈ کھولا۔۔۔۔۔اس میں ارمان کی گن پڑی تھی۔۔۔۔

گن دیکھ کر ماہی اندر تک کانپ گئی۔۔۔۔۔مطلب وہ پھر کہیں جا رہا تھا۔۔۔۔۔۔اس نے گاڑی دوبارہ ریورس کی۔۔۔۔۔اور گاڑی روک دی۔۔۔۔ہیر نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا اور گاڑی سے اتر گئی۔۔۔۔اس کے اترنے کے بعد۔۔۔۔

وہ گاڑی 140 کی سپیڈ سے بھگاتا ہوا یونیورسٹی سے باہر لے گیا۔۔۔۔ماہی کی آنکھوں نے گاڑی کا تب تک پیچھا کیا جب تک وہ آنکھوں سے اوجھل نہیں ہو گئی۔۔

ضرور کوئی ایمرجنسی تھی۔۔۔۔

ماہی کا دل پھیل کر سکڑا۔۔۔۔۔

وہ اندر تک گھبرا گئی۔۔۔۔

اور اس کی حفاظت کی دعائیں کرتی ہوئی اپنے ڈیپارٹمنٹ کی جانب چل پڑی۔۔۔۔۔

وہ اپنی ساری کلاسز لے کر 12 بجے کے قریب گراؤنڈ میں بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔۔دماغ میں ساری سوچیں حیدر کے رویے کی طرف اٹھ رہی تھیں۔۔۔کل رات کا وہ جنونی انداز یاد آتا وہ اندر تک کانپ جاتی۔۔۔کیا اس نے حیدر کو تکلیف دی ہے۔۔۔۔۔مگر اس نے حیدر کو خود سے دور کرنے کی کوشش بھی نہیں کی۔۔۔پھر وہ اس طرح بیہیو کیوں کر رہا ہے۔۔۔۔۔

وہ بار بار موبائل پر حیدر کا نمبر نکالتی مگر کال کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی پھر موبائل بند کر دیتی۔۔۔۔۔

پچھلے آدھے گھنٹے سے وہ یہاں بیٹھی یہی کام کر رہی تھی۔۔۔اچانک اسے محسوس ہوا وہ کسی کی نظروں کے حصار میں ہے۔۔۔۔

اس کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ آئی۔۔۔۔۔

اس نے اپنے دائیں، بائیں دیکھا۔۔۔۔اور اگلے ہی پل اس کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔۔۔۔۔ گروانڈ میں بہت سارے سٹوڈنٹس تھے مگر وہ کہیں نہیں تھا۔۔۔۔۔ مگر پھر بھی وہ کسی کی نظروں کے حصار میں تھی۔۔۔۔

اسے خوف آیا۔۔۔آج تو آرزو بھی یونیورسٹی نہیں آئی تھی۔۔۔۔وہ اکیلی تھی اور اب اسے ڈر لگ رہا تھا۔۔۔۔۔

وہ فورا اپنا بیگ کنڈے پہ ڈالتی ہوئی اٹھی اور موبائل پر ارمان کا نمبر ڈائل کرنے لگی۔۔۔۔ بیل جا رہی تھی مگر وہ فون نہیں اٹھا رہا تھا۔۔۔۔۔وہ چلتی ہوئی پارکنگ ایریا کی طرف آئی۔۔۔۔۔ مگر دور دور تک کہیں اس کی گاڑی نہیں تھی۔۔۔۔ مطلب وہ واپس نہیں آیا تھا۔۔۔۔۔ماہی کے ڈر میں اضافہ ہونے لگا۔۔۔۔۔

وہ واپس مڑی مگر اس سے پہلے اس کے سامنے 3 ہٹے کٹے مرد نا جانے کہاں سے آ گئے۔۔۔۔

انہوں نے ایک جیسے کپڑے پہنے تھے۔۔۔۔ماہی کانپ اٹھی۔۔۔۔

اس نے بھاگنے کی کوشش کی مگر پیچھے ایک گاڑی آ کر رکی۔۔۔۔اس میں سے بھی دو لوگ نکلے۔۔۔۔۔وہ ماہی کی طرف بڑھ رہے تھے اور ماہی کو اپنے فرار کے سارے راستے بند ہوتے نظر آ رہے تھے۔۔۔۔۔

اچانک ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر اس کے چہرے پر کچھ اسپرے کیا اس کے بعد اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا

۔۔۔۔۔

اسے ساری دنیا اپنی آنکھوں کے سامنے گھومتی ہوئی محسوس ہوئی اور وہ کچھ ہی منٹوں میں زمین بوس ہوئی۔۔۔۔اسے اپنے ہاتھ سے کچھ گرتا ہوا محسوس ہوا۔۔۔۔شاید اس کا موبائل تھا یا شاید بیگ۔۔۔۔اس کا دماغ اندھیروں میں جا رہا تھا اس لیے وہ کچھ سمجھ نہ سکی۔۔۔۔۔

اس نے محسوس کیا تین چار ہاتھ اسے زبردستی پکڑ کر گاڑی میں ڈال رہے تھے۔۔۔پھر گاڑی چلنے کی آواز وہ محسوس کر رہی تھی۔۔۔اس نے اپنے ذہن کی سکرین پر آخری چہرہ حیدر کا دیکھا اس کے بعد وہ حوش وحواس سے بیگانا ہو گئی۔۔۔۔

اس کی آنکھوں پر بہت بوجھ تھا۔۔۔۔اس نے اپنی پلکوں کو ہلانے کی کوشش کی۔۔۔۔مگر ہلا نہ پائی۔۔۔۔۔۔۔5 منٹ کی محنت کے بعد اس کی آنکھیں کھل گئیں۔۔۔۔

اس کی آنکھوں کو روشنی چبھ رہی تھی۔۔۔۔وہ بار بار اپنی آنکھیں جھپک رہی تھی۔۔۔

کافی دیر کے بعد روشنی آنکھوں کو نارمل لگی۔۔۔۔تو اس نے اپنے آس پاس دیکھا۔۔۔۔وہ کمرہ عجیب سا تھا۔۔۔اس کی دیواریں لوہے کی تھیں جیسے زگ زیگ بنا ہو۔۔۔کیا وہ کنٹینر یارڈ میں تھی؟۔۔۔۔۔

اس نے بے اختیار آگے پیچھے دیکھا سارا کمرہ خالی تھا کوئی کمرے میں نہیں تھا۔۔۔۔پھر اس نے خود کو ہلانے کی کوشش کی تو اسے محسوس ہوا وہ کرسی پر بندی ہوئی تھی۔۔۔۔اس نے بولنے کی کوشش کی تو اسے پتہ چلا اس کے منہ پر ٹیپ لگی تھی۔۔۔۔

ماہی کا دماغ اس وقت لاتعداد سوچوں کا شکار تھا وہ کہاں تھی؟۔۔۔اسے کون یہاں لایا آخر ان کا مقصد کیا تھا۔۔۔اس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔۔۔۔

وہ تو پارکنگ میں حیدر کو دیکھنے گئی تھی یہ کہاں پھنس گئی۔۔۔"اے اللہ میری حفاظت کرنا۔۔۔پتہ نہیں میں اس وقت کہاں آ گئی ہوں ۔۔۔میں نہیں جانتی یہ لوگ کون ہیں جو مجھے یہاں لائے۔۔۔اے

اللہ تو مجھے حفاظت سے میرے شوہر تک پہنچا دینا"۔۔۔۔۔وہ دل ہی دل میں اپنے لیے دعا کر رہی تھی۔۔۔۔

اسی وقت شہر کے پولیس اسٹیشن میں جھانک کر دیکھیں تو اپنے کیبن میں حیدر دل پر ہاتھ رکھے لمبے لمبے سانس لے کر خود کو کمپوز کر رہا تھا

۔۔۔۔۔

سارے پولیس اسٹیشن میں ادھم مچی تھی۔۔۔۔۔۔سب کسی ضروری کیس پر کام کر رہے تھے۔۔۔۔اتنے میں ایک کانسٹیبل اندر داخل ہوا۔۔۔۔۔"سر آپ کے لیے کوئی ضروری فون آیا

ہے"۔۔۔۔۔حیدر نے اثبات میں سر ہلایا اور اس کے پیچھے کیبن سے باہر نکلا۔۔۔۔۔

اس نے باہر آکر فون کان سے لگایا۔۔۔۔تو فون سے اکرام ملک کی چنگارتی ہوئی آواز آئی۔۔۔۔۔"ہائے اے ایس پی کیسے ہو؟"۔۔۔۔ارمان نے ناگواری سے اس کی آواز سنی۔۔۔۔۔"کس لیے فون کیا ہے وہ بتاؤ"۔۔۔۔۔

اس کے لہجے میں کچھ خوشی شامل تھی۔۔۔۔"ارے اتنی بھی جلدی کیا ہے اے ایس پی۔۔۔۔۔میں نے تم سے کہا تھا ناہر انسان کی ایک کمزوری ہوتی ہے۔۔۔۔۔تم اپنی کمزوری کو چھپا کر رکھنا۔۔۔۔مگر تم

نے اپنی کمزوری کو ایسے ہی کھلے عام چھوڑ دیا ویسے تمہاری کمزوری تو خوبصورت بھی بہت ہے"۔۔۔۔۔۔

ارمان کا دماغ بھک سے اڑا۔۔۔۔"کیا بکواس کر رہے ہو سیدھے طریقے سے بولو"۔۔۔۔ارمان کی دھاڑ سن کر سارے اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔۔۔۔۔

اکرام ملک قہقہا لگا کر ہنس پڑا۔۔۔۔"ارے بہت جلدی غصہ آگیا۔۔۔۔تم نے میرا سارا بزنس تباہ کر دیا۔۔۔۔اب مجھے اپنا انتقام تو لینا ہی تھا۔۔۔اور انتقام لینے کے لیے انسان کی کمزوری پر وار کیا جاتا ہے۔۔۔۔اس لیے تمہاری ساری طاقت اور کمزوری اس وقت میرے قبضے میں ہے۔۔۔۔تمہارے پاس صرف دو گھنٹے ہیں اسے بچا

سکتے ہو تو بچالو۔۔۔۔ورنہ تم تو جانتے ہو میرا دل کتنی جلدی پھسلتا ہے"۔۔۔۔۔

ماہی کو محسوس ہوا جیسے کسی کے قدموں کی آواز ابھر رہی ہو۔۔۔۔پھر اس نے دروازہ کھلتے ہوئے محسوس کیا۔۔۔۔اب کوئی اس کی طرف آ رہا تھا۔۔۔۔وہ تین سے چار لوگ تھے۔۔۔۔ماہی کھلی آنکھوں سے ان کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔وہ بالکل اسی طرح کے کپڑوں میں تھے جیسے اس نے یونیورسٹی کی پارکنگ ایریا میں دیکھے تھے۔۔۔۔۔

ان میں سے ایک آگے آیا اور ماہی کے ہونٹوں سے ٹیپ کھینچ کر نکال دی۔۔۔۔درد کی ایک تیز لہر ماہی کے جسم میں دوری۔۔۔۔۔"کون ہو تم لوگ اور مجھے کیوں لائے ہو یہاں"۔۔۔۔۔ماہی نے اپنے سارے

جسم کی طاقت کو اکٹھا کر کے سوال پوچھا۔۔۔۔اس آدمی نے ماہی کے منہ کو دبوچا۔۔۔۔"آہ چھوڑو ظالم انسان اپنے گندے ہاتھ دور رکھو مجھ سے۔۔۔۔۔اگر تم نے مجھے ہاتھ لگایا تو میرا شوہر تم لوگوں کے ہاتھ کاٹ دے گا"۔۔۔۔۔ماہی نے چیخ کر کہا۔۔۔۔

اس شخص نے ایک زوردار تھپڑ ماہی کے منہ پر دے مارا۔۔۔۔ماہی کو اپنا جبڑا ہلتا ہوا محسوس ہوا۔۔۔۔۔پھر اس نے دوبارہ ٹیپ ماہی کے منہ پر لگا دی اور پیچھے ہو کر کھڑا ہو گیا۔۔۔۔

موبائل فون کی دوسری طرف ارمان نے ماہی کی صاف آواز سنی۔۔۔۔اسے لگا جیسے کسی نے سارے پولیس اسٹیشن کی عمارت اس

کے سر پر دے ماری ہو۔اسے اپنی سانسیں اٹکتی ہوئی محسوس ہوئیں۔۔۔۔

اب اکرام ملک قہقہ لگا کر ہنس رہا تھا۔۔۔۔"کیسا لگا پھر ٹریلر پہچان تو گئے ہو گے۔۔۔۔ویسے تمہاری بیوی بہت ہی خوبصورت قیامت ہے"۔۔۔۔۔۔

ارمان کی آنکھیں دہشت سے لال ہو گئی۔۔۔۔"اکرام ملک اگر تم نے اپنے ناپاک ہاتھوں سے میری بیوی کو ہاتھ لگانے کی کوشش کی تو یاد رکھنا میں تمہارے حلق سے جان کھینچ کر نکالوں گا۔۔۔۔۔اگر میری بیوی کو ایک خراش بھی آئی تو میں تمہیں تڑپا تڑپا کر ماروں گا"۔۔۔۔۔

ارمان اتنے اونچی آواز میں چیخا کے سارے پولیس والے اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔۔۔۔۔

اکرام ملک ہنس پڑا۔۔۔"دیکھوا ے ایس پی اس وقت تم مجھے دھکی دینے کی حالت میں نہیں ہوں۔۔۔صرف دو گھنٹے اس کے بعد میں کیا کروں گا تم خود سمجھدار ہو۔ویسے تم یہ سوچ رہے ہو گے کہ مجھے تمہاری بیوی کے بارے میں کیسے پتہ چلا تو اپنے لوگوں میں ڈھونڈو تمہیں غدار مل جائے گا"۔۔۔ارمان چیختا چلاتا رہ گیا مگر وہ فون کاٹ چکا تھا۔۔۔

وہ بے اختیار اپنے کیبن کی طرف بھاگا۔۔۔اس نے اپنا موبائل پکڑ کر دیکھا ہیر کی کتنی ساری کالز آئی تھیں۔۔۔اسے اپنا دل مٹھی میں جکڑتا محسوس ہوا۔۔۔

وہ واپس باہر گیا۔۔۔۔سارے پولیس اسٹیشن میں سانپ سونگ چکا تھا۔۔۔۔۔"کون ہے غدار کس نے غداری کی ہے میرے ساتھ۔اگر اس شخص نے میری بیوی کو ایک خراش بھی پہنچائی تو میں تم سب کی جان لے لوں گا۔"۔۔۔وہ اتنی اونچی اواز میں گرجا کہ ان سب نے اپنی سانسوں کی آواز بھی روک دی۔۔۔۔۔

اس کا غصہ کسی صورت کم نہیں ہو رہا تھا۔۔۔۔۔۔"سر ہم ایسا کیوں کریں گے ہم آپ کے وفادار ہیں"۔۔۔۔۔۔انسپیکٹر سعد آگے بڑھا۔۔۔۔۔ارمان نے پیپر ویٹ پکڑا اور پوری قوت سے سامنے شیشے کی ونڈو میں دے ماڑا۔چھناکے کی آواز آئی اور ساری ونڈو کرچی کرچی ہو گئی۔۔۔

ارمان کو اس طرح جلالی موڈ میں دیکھ کر وہ سب اندر تک کانپ گئے وہ بہت ہی زیادہ غصے میں تھا۔۔۔"شٹ اپ جسٹ شٹ اپ۔۔۔۔۔۔تم لوگوں میں سے ہی کوئی غدار ہے۔۔۔۔۔میری بیوی دو ہفتے پہلے اس پولیس اسٹیشن میں آئی تھی۔۔۔اسی دن کسی نے اس کی شکل دیکھی ہو گی اور مجھ سے غداری کی ہے۔۔۔۔شام سے پہلے مجھے غدار ہر حالت میں چاہیے"۔۔۔۔۔۔

اتنا کہتے ساتھ ارمان اپنا موبائل اور گاڑی کی چابی پکڑتا ہوا پولیس اسٹیشن سے باہر نکل گیا۔۔۔۔۔

وہ بے مقصد گاڑی سڑک پر دوڑا رہا تھا۔۔۔اسے افسوس ہو رہا تھا وہ کیوں اپنی بیوی کو اکیلا چھوڑ کر آ گیا۔۔۔۔اس کے دل میں درد اسی لیے اٹھ رہی تھی۔۔۔۔

وہ کہاں ڈھونڈے گا اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔۔۔۔۔ہیر کی آواز بار بار کانوں میں پڑ رہی تھی۔۔۔۔۔"اگر تم نے مجھے ہاتھ لگایا تو میرا شوہر تم لوگوں کے ہاتھ کاٹ دے گا"۔۔۔۔۔

کتنا مان تھا اس کے لہجے میں۔۔۔۔

اس نے فوراً ہیر کا موبائل ٹریس کروایا تو پتہ چلا وہ تو یونیورسٹی کی پارکنگ ایریا میں تھا۔۔۔۔۔

اس نے موبائل پر کال ملائی تو پتہ چلا وہ کس لڑکی نے اٹھایا تھا ہیر کا موبائل اور بیگ اسے یونیورسٹی کے پارکنگ میں ملا تھا۔۔۔ارمان نے

اسے موبائل اور بیگ اتچ آر میں جمع کروانے کا بول دیا وہ خود ہی وہاں سے لے گا۔۔۔۔۔وہ لوگ ہیر کو اغواہ کر چکے تھے اور اس کا دماغ کچھ بھی سوچنے سمجھنے کی حالت میں نہیں تھا۔۔۔۔۔

وہ واپس پولیس اسٹیشن میں آگیا۔۔۔۔

اب وہ اپنی ٹیم کو حکم دے رہا تھا کہ اکرام ملک کے سارے اڈوں کو چھان مارو۔۔۔۔۔

اس کو ایک پل بھی سکون نہیں مل رہا تھا۔۔۔۔

کچھ دیر مزید گزری جب دو لوگ آگے بڑھے۔۔۔اب وہ ماہی کے ہاتھ کھول رہے تھے۔۔۔۔پھر ان دونوں نے ماہی کو بازوں سے دبوچا۔۔۔۔ماہی نے بہت کوشش کی ان دونوں کو خود سے دور کرنے کی۔۔۔مگر ان کی پکڑ بہت زیادہ سخت تھی۔۔۔اب اسے اس کمرے سے نکال کر باہر لے کر جا رہے تھے۔۔۔مگر اس کی آنکھوں میں پٹی باندھتی گئی تھی اسے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔۔۔

دس منٹ کے بعد اس کی آنکھوں سے پٹی ہٹا دی گئی۔۔۔۔

اس نے دیکھا یہ ایک بہت ہی زیادہ بڑا اور لگژری بیڈ روم تھا۔۔۔اس کے ہاتھ اور منہ ابھی تک بندھے ہوئے تھے۔۔۔۔

اس کی نظر سارے کمرے میں گھومی۔۔۔۔

پھر اس نے کمرے کے ایک کونے میں صوفے پر کسی شخص کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔۔۔۔

وہ کوئی 50،55 سالہ آدمی تھا۔۔۔۔

شکل سے تو کافی ہینڈسم اور ینگ لگتا تھا مگر اس کی آنکھوں میں خباثت تھی۔۔۔۔۔

ماہی کو بے اختیار خوف آیا۔۔۔۔۔بند کمرہ ایک انجان شخص۔۔۔۔اس کا دماغ جو سوچ رہا تھا وہ سوچنا نہیں چاہتی تھی۔۔۔۔۔اسے اپنے جسم سے روح فنا ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔۔اس نے بے اختیار چہرہ موڑ کر دروازے کی طرف دیکھا مگر دروازہ لاک تھا۔۔۔۔

اس کا دل خوف سے کپکپا اٹھا۔۔۔۔اب وہ شخص ماہی کی طرف قدم اٹھا رہا تھا۔۔۔۔اور ماہی کو شیطان اپنی طرف آتا ہوا واضح محسوس ہو رہا تھا۔۔۔۔

ماہی قدم پیچھے لے رہی تھی۔۔۔۔اور وہ اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔۔۔ماہی کی کمر دیوار سے جا لگی۔۔۔۔اس کے دونوں ہاتھ پیچھے کمر پر بندھے ہوئے تھے۔۔۔۔وہ خود کو ہلا بھی نہیں پا رہی تھی سوائے چلنے کے۔۔۔۔

اس نے آگے بڑھ کر ماہی کے منہ سے ٹیپ کھینچ کر اتاری۔۔۔۔کہ ماہی کے ہونٹ درد سے بھر گئے۔۔۔۔اس کی آنکھوں میں واضح شیطانیت

ناچ رہی تھی۔۔۔۔"کون ہو تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو دور رہو مجھ سے۔۔۔۔۔۔ہاتھ مت لگانا مجھے"۔۔۔۔۔۔

اس کی اتنی خوبصورت اور میٹھی آواز سن کر اکرام ملک نے اپنی آنکھیں بند کر کے آواز کو محسوس کیا۔۔۔۔"تم تو بہت ہی خوبصورت قیامت ہو"۔۔۔۔۔وہ ماہی کو دیکھ کر خباثت سے مسکرایا۔۔۔۔۔ماہی کو اپنی جان فنا ہوتی محسوس ہوئی۔۔۔۔۔

وہ اندر تک لرز گئی تھی۔۔۔۔"میرا نام اکرام ملک ہے اور میں اس شہر کا سب سے بڑا بزنس ٹائیکون ہوں"۔۔وہ ماہی کو دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا پھر واپس صوفے تک گیا اب وہ ٹیبل سے کوئی انجیکشن اور سرنج اٹھا رہا

تھا۔۔۔اور ماہی کے دماغ میں بے اختیار شیز آئی یعنی یہ شیز اکا باپ تھا۔۔۔

اب وہ سرنج میں انجیکشن بھرتے ہوئے واپس ماہی کی طرف آیا اور ساتھ ساتھ بول رہا تھا" تمہارے شوہر سے کچھ حساب برابر کرنے تھے۔۔۔۔اس لیے تمہیں یہاں لایا گیا ہے۔۔۔۔۔میں تو سکون سے اس شہر میں اپنے بزنس کو پھیلا رہا تھا مگر اس اے ایس پی کو تکلیف ہوئی۔۔۔اس نے میرے سارے کام میں ٹانگ اڑا کر میرے کام کو تباہ کر دیا۔۔۔۔۔اس لیے اب اسے تباہ کرنا بھی تو ضروری ہے۔۔۔۔اکرام ملک اپنا انتقام نہیں بھولتا۔۔۔۔اور تم ہو میرا انتقام۔۔۔۔تمہارے ساتھ میں وہ سب کروں گا کہ میرا انتقام اے ایس پی کے ساتھ پورا ہو جائے گا۔۔۔۔۔ہر شخص کی ایک کمزوری

ہوتی ہے تمہارے شوہر کی کمزوری تم ہو۔۔۔۔بس میں آج اسی کمزوری پر ایسا وار کروں گا کہ وہ ساری زندگی دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہو سکے گا"۔۔۔

یہ سن کر ماہی اندر تک لرز گئی۔۔۔۔

اب وہ انجیکشن لیے ماہی کے قریب آ رہا تھا۔۔۔اور ماہی کو اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔۔۔۔۔۔

خوف

وہ انجیکشن لیے ماہی کی طرف بڑھ رہا تھا اور ماہی کو خوف محسوس ہو رہا تھا۔۔۔۔"فکر مت کرو اس انجیکشن سے تمہیں بہت سکون ملے گا"۔۔۔۔۔

وہ دانت نکالتا ہوا ماہی کے قریب آیا اور ایک جھٹکے سے ماہی کے بازو کو کھینچ کر اس میں انجیکشن گھسا دیا۔۔۔۔۔ماہی کی چیخ پورے کمرے میں گونجی۔۔۔۔۔

انجیکشن لگا کر وہ واپس ٹیبل تک آیا اور سرنج کو اس ٹرے میں پھینک دیا۔۔۔۔

ماہی کو اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا۔۔۔۔

اسے لگ رہا تھا جیسے جسم سے کوئی اس کی ساری طاقت نچوڑ رہا ہو

اس کا دل گھبرانا شروع ہو گیا اسے سانس لینے میں تکلیف ہونے لگی۔۔۔۔

وہ واپس ماہی کی طرف آیا۔۔۔

اب کی بار ماہی اپنا قدم تک نہ ہلا سکی۔۔۔۔

اس نے کھینچ کر ماہی کی شال نیچے پھینک دی۔۔۔۔

اب اس کی نظریں ماہی کے جسم کے آر پار ہو رہی تھیں۔۔۔اور ماہی کو اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔۔

اس نے اپنا ہاتھ ماہی کے چہرے پر رکھا۔۔۔اور ماہی وہ لگا جیسے کسی نے اسے آگ سے جھلسا دیا ہو۔۔۔اسے بے اختیار حیدر کا لمس یاد آیا

جب وہ پیار اور محبت سے اس کی گال پر ہاتھ رکھتا تھا۔۔۔وہ لمس کتنا پر سکون تھا۔۔۔۔اور اس شخص کا لمس بہت ہی گندھا اور غلیظ تھا۔۔۔۔

ماہی کو لگا جیسے کسی نے اس کے گال کو آگ لگا دی ہو۔۔۔۔۔اسے بے اختیار اپنے چہرے سے نفرت ہوئی۔۔۔۔وہ کچھ بولنا چاہتی تھی چیخنا اور چلانا چاہتی تھی۔۔۔۔ مگر جسم حرکت نہیں کر پایا۔۔۔۔اس کی آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو گئے۔۔۔۔

اب اس شخص نے ماہی کا حجاب کھولا اور اس کا دوپٹہ بھی دور اچھال دیا ۔۔۔۔

ماہی کو لگا وہ بھرے بازار میں برہنہ ہو گئی ہو۔۔۔۔

اس کی شفاف سفید دودھیا گردن دیکھ کر اس شیطان کے منہ سے رال ٹپکی۔۔۔۔

اس نے ماہی کے بالوں کو گدی سے پکڑا۔۔۔اور اس کی گردن پر اپنے دانت زور سے گاڑ دیے۔۔۔۔۔

اب کی بار ماہی اپنی پوری قوت سے چلائی۔ مگر آواز بہت کم نکلی۔۔۔وہ اتنی بے بس تھی کہ خود کو ہلا نہیں پا رہی تھی۔۔۔۔

اس نے ماہی کا چہرہ موڑ کر اسے دیوار کے ساتھ لگایا۔۔۔اور اس کے دونوں ہاتھ کھول دیے۔۔۔۔اس کے بعد اس نے ماہی کے دائیں بازو کو زور سے اپنی گرفت میں لیا۔۔۔۔کہ ماہی پھڑ پھڑا بھی نہ

سکی۔۔۔۔وہ جیسے بدمزہ ہوا۔۔۔۔پھر ماہی کے بازو میں اپنے ناخن گاڑے اور ایک ہی جھٹکے میں اس کے بازو کو پورا کھینچ دیا۔۔۔۔

ماہی کا آدھا بازو پھٹ گیا اور اس کی سفید دودھیا کلائی اور بازو اس شخص کے سامنے تھی۔۔۔۔

ماہی نے اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کی۔۔۔۔اس کو غصہ آیا اور اس نے ماہی کے چہرے کو تھپڑوں سے لال کر دیا۔۔۔۔ماہی کے دونوں گالوں پر انگلیوں کے نشان چھپ گئے۔ہونٹ کا کنارہ پھٹ گیا اور ہونٹ سے خون نکلنا شروع ہو گیا۔۔۔۔۔

وہ اسے گھسیٹتا ہوا بیڈ تک لایا اور ماہی کو بیڈ پر دھکا دے دیا۔۔۔۔

ارمان کو کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اپنی ہیر کو کیسے ڈھونڈے۔۔۔۔اس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔۔۔۔دماغ میں بس اس کی باتیں اس کے قہقے سب گونج رہے تھے۔۔۔۔

وہ تو ارمان حیدر کی ملکیت تھی کوئی دوسرا شخص اسے کیسے آنکھ اٹھا کر دیکھ سکتا ہے۔۔۔۔۔ملکیت۔۔۔۔اچانک اسے کچھ یاد آیا۔۔۔۔۔اس نے ماہی کو انگوٹھی پہنائی تھی اور ساتھ ایک پینڈنٹ بھی۔۔۔۔ہاں وہ کیوں بھول گیا اتنی اہم چیز۔۔۔۔۔

اس نے فورا اپنا موبائل نکالا اب وہ ہیر کی لوکیشن ٹریس کر رہا تھا۔۔۔۔جو کنٹینر یارڈ شو ہو رہی تھی۔۔۔۔اور وہ کنٹینر یارڈ اکرام ملک کی پراپرٹی میں شامل تھی۔۔۔۔

وہ اپنی ٹیم کو لیے فورا کنٹینر یارڈ کی طرف بڑھا۔۔۔۔۔

وہ لوگ 15 منٹ میں وہاں پہنچ چکے تھے ارمان نے انہیں کسی بھی قسم کا شور کرنے سے منع کر دیا۔۔۔۔آدھے گھنٹے تک ان لوگوں نے اکرام ملک کے سارے گارڈ ڈھیر کر ڈالے تھے۔۔۔۔۔

حیدر ہر طرف اپنی ہیر کو ڈھونڈ رہا تھا۔۔۔۔وہ جگہ باہر سے تو کنٹینر یارڈ دکھتی تھی۔۔۔۔۔

مگر اندر سے ایک شاندار محل تھا۔۔۔۔

وہ سارے کمرے چیک کر چکا تھا۔اسے ایک کمرے میں خالی کرسی اور رسی ملی مگر وہاں ہیر نہیں تھی۔۔۔

اس کا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔۔۔۔

اگر اکرام ملک نے اس کی ہیر کو خراش بھی پہنچائی تو حیدر اسے زمین میں زندہ گھاڑ دے گا۔۔۔۔۔

اس نے ماہی کو بیڈ پر دھکا دیا۔۔۔۔۔

اس سے پہلے وہ ماہی کے قریب ہوتا یا اس پر جھکتا۔۔۔۔دروازہ ایک دھاڑ کے ساتھ کھلا۔۔۔۔اور ارمان اندھا دھند اندر داخل ہوا۔۔۔۔۔

ماہی کے جسم میں انجیکٹ ہوا وہ انجکشن اپنا اثر دکھا رہا تھا۔۔۔۔ پہلے اس نے ماہی کی ساری طاقت چھین لی۔۔۔۔

اب وہ اسے تکلیف دے رہا تھا۔۔۔۔ماہی بن پانی مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھی۔۔۔۔۔

ارمان بھاگتا ہوا بیڈ تک آیا اور اکرام ملک کو بالوں سے پکڑ کر سیدھا دیوار میں دے مارا۔۔۔۔اس نے اتنی زور سے اسے دیوار میں مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا۔۔۔۔ارمان پاگلوں کی طرح اسے بار بار دیوار میں مار رہا تھا جیسے اس کے دماغ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔۔۔۔۔

ماہی کا دماغ اب گھوم رہا تھا۔۔۔۔

اچانک اسے ہر چیز اسے خوف آنا شروع ہو گیا۔۔۔۔

اس کے سامنے ایک شخص دوسرے کو وحشیوں کی طرح مار رہا تھا۔۔

وہ اندر تک کانپ گئی۔۔۔۔

وہ اتنی اونچی آواز میں چیخی کے چیخ باہر پولیس والوں نے بھی سنی۔۔۔۔

ارمان ماہی کی آواز پر اس شخص کو چھوڑ کر ماہی کی طرف بڑھا۔۔۔۔۔

وہ ہیر کے قریب آرہا تھا۔۔۔۔اور وہ نفی میں سر ہلاتی ہوئی بیڈ کے پاس زمین پر بیٹھ گئی۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ اس کے مزید نزدیک جاتا۔۔۔۔۔

ہیر کی کانپتی ہوئی آواز آئی۔۔۔۔"دو۔۔دور۔۔۔رہو۔۔۔

مجھ۔۔۔۔سے"۔۔۔۔۔۔

اور ارمان حیدر کا وجود پاش پاش ہو گیا۔۔۔"ہیر"۔۔۔۔۔

وہ مسلسل نفی میں سر ہلا رہی تھی۔۔۔"میں نے کہا دور رہو مجھ سے دور رہو۔۔ہاتھ مت لگانا حیدر چھوڑے گیں نہیں کسی کو۔۔۔۔میرے حیدر سب سے بدلہ لے گیں"۔۔۔۔یہ کہتے ساتھ وہ اپنا چہرہ دونوں بازوں میں چھپائے پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔۔۔۔۔

اسے کچھ ہوش نہیں تھی کیونکہ اس کے دماغ میں اس زہر نے اپنا اثر کرنا شروع کر دیا تھا۔۔۔۔۔

اس کے یہ الفاظ ارمان پر بجلی بن کر گر رہے تھے۔۔۔۔"ہیر میری جان یہ کیا کہہ رہی ہو میں ہی تمہارا حیدر ہوں دیکھو مجھے پہچانو"۔۔۔۔

وہ اسے اپنے نزدیک بھی نہیں آنے دے رہی تھی اس لیے حیدر اس سے کچھ فاصلے پر ہی زمین پر بیٹھ گیا۔۔۔"نہیں۔۔۔۔میں صرف اپنے حیدر کی ہیر ہوں۔۔۔۔ہیر مت بولو مجھے۔۔۔۔تم سب برے ہو۔۔۔۔مجھے تکلیف دیتے ہو۔۔۔نہیں ہو میرے حیدر"۔۔۔۔۔

حیدر کو لگا وہ مزید تکلیف برداشت نہیں کر پائے گا۔۔۔۔وہ اپنے حیدر کو پہچان نہیں پا رہی تھی۔۔۔۔وہ ہوش میں نہیں تھی۔۔۔۔اسے کیا ہوا تھا وہ کچھ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔۔۔۔۔۔

اس کے چہرے پر واضح تھپڑوں کے نشان تھے۔۔۔۔اور اس کے گلے میں۔۔۔۔۔حیدر کی آنکھیں دہشت سے لال انگارہ ہو گئیں۔۔۔۔

اس شخص نے اس کی بیوی کو اتنی تکلیف دی وہ چھوڑے گا نہیں۔۔۔۔ وہ اکرام ملک تو بے ہوش ہو کر زمین پر گر چکا تھا۔۔۔۔ہیر کا ایک بازو بھی پھٹا تھا۔۔۔۔

ارمان نے بے اختیار سارے کمرے میں نظر دوڑائی۔۔۔۔۔کچھ ہی فاصلے پر ہیر کا دوپٹہ پڑا تھا۔۔۔۔حیدر نے وہ اٹھایا۔۔۔۔"اچھا چلو یہ سر پر لے لو"۔۔۔۔اب وہ دوپٹہ ہیر کی طرف بڑھا رہا تھا۔۔۔۔۔

ہیر اسے اجنبی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی جو حیدر کا دل چھلنی چھلنی کر رہی تھیں۔۔۔۔کچھ دیر وہ اسے ایسے ہی دیکھتی رہی پھر کسی بچے کی طرح وہ دوپٹہ جھپٹا اور اچھے سے اپنے اوپر لے لیا۔۔۔۔۔۔

حیدر نے اس کی شال اٹھائی۔۔۔۔۔اب وہ شال بھی ہیر کی طرف پڑھا رہا تھا۔۔۔۔۔

ہیر نے خالی ذہن کے ساتھ وہ شال پکڑی اور دوپٹے کے اوپر ہی اپنے کندھوں پر اوڑھ لی۔۔۔۔حیدر نے ایک گہرا سانس لیا کم سے کم اس کے گلے اور بازو کا زخم کوئی اور نہیں دیکھ پائے گا۔۔۔۔

اتنے میں کمرے میں انسپیکٹر مرحا اور سب انسپیکٹر مریم داخل ہوئیں۔۔۔۔وہ سارے کمرے کا جائزہ لے رہی تھیں۔۔۔۔۔

حیدر کو سمجھ نہ آیا وہ اسے کیسے یاد کروائے۔۔۔۔"پرنسس تمہیں یہ آنکھیں یاد ہیں۔۔۔ تمہیں یاد ہے تم کہا کرتی تھی تمہیں یہ دنیا کی سب سے خوبصورت آنکھیں لگتی ہیں اور یہ تمہاری آنکھیں ہیں؟"۔۔۔۔

حیدر نے اپنی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا۔۔۔۔ مگر وہ ابھی بھی خالی خالی نگاہوں کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔"ہیر مت کرو میرا دل درد سے پھٹ رہا ہے۔۔۔۔ تم کیوں اپنے حیدر کو تکلیف دے رہی ہو"۔۔۔۔اب کی بار وہ کچھ بے بسی سے بولا۔۔۔۔۔

اتنے میں مریم کی نظر ٹرے میں موجود انجیکشن اور سرنج پر گئی۔۔۔۔"سر یہ دیکھیں لگتا ہے انہیں کسی قسم کا کوئی ڈرگ دیا گیا ہے"۔۔۔۔۔یہ بات سن کر ارمان ایک جھٹکے سے پیچھے مڑا۔۔۔۔

مریم کے ہاتھ میں وہ انجیکشن اور سرنج تھی۔۔۔۔۔ارمان خوفزدہ ہوا اور ماہی کی طرف بڑھا۔۔۔۔مگر وہ ایک بار پھر ڈر گئی۔۔۔۔۔"میں نے کہا نا دور رہو مجھ سے ہاتھ مت لگانا ورنہ حیدر چھوڑیں گے نہیں"۔۔۔۔۔

حیدر کو اپنا دل پھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔"سر میں بات کروں"۔۔۔۔اتنے میں مریم آگے آئی۔۔۔۔ارمان نے ایک نظر مریم کو دیکھا اور ایک نظر ہیر کو اور پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔۔۔۔

مریم آئی اور ماہی کے بالکل قریب بیٹھ گئی۔۔۔۔"ہیلو میرا نام مریم ہے۔۔۔کیسی ہیں ہیر؟"اس نے اپنا ہاتھ ہیر کے سامنے پھیلایا۔۔۔۔"خبردار مجھے ہیر کہا تو ہیر مجھے صرف میرے حیدر کہتے ہیں"۔۔۔۔

مریم مسکرائی۔۔۔اور مرحا ارمان کی آنکھوں میں اس تکلیف کو دیکھ رہی تھی۔جو سامنے بیٹھی لڑکی کو دیکھ اسے ہو رہی تھی۔۔۔۔۔

اس کا دل ایک بار پھر ٹوٹا۔۔۔۔"اچھا تو پھر باقی سب کیا کہتے ہیں؟"۔۔۔۔"ماہی"۔۔۔۔مریم ہنوز مسکرا رہی تھی۔۔۔۔"اچھا ماہی ہاتھ تو ملاؤ"۔۔۔۔ماہی نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا۔۔۔۔اس نے غور سے دیکھا ماہی کے ناخن جامنی ہو گئے تھے۔۔۔۔۔مریم نے

ارمان کواشارہ کیا۔۔۔اور ارمان کادل اب کی بار خوف سے

دھڑکا۔۔۔۔"اچھاماہی یہ جو سامنے بیٹھے ہیں یہ ارمان حیدر ہیں آپ

کے شوہر۔۔۔یہی حیدر ہیں"۔۔۔۔

ماہی نے نفی میں سر ہلایا۔۔۔"نہیں ہیں یہ میرے حیدر"۔۔۔ماہی اپنی پوری قوت سے چلااٹھی۔۔۔۔"یہ مجھے غصے سے ناشتہ کرواتے ہیں۔اور ڈانٹتے بھی ہیں۔۔۔یونیورسٹی میں بھی اکیلا چھوڑ کر چلے گئے۔۔۔میں بہت ڈر گئی تھی میں نے ان کو اتنا ڈھونڈا اور پکارا مگر یہ نہیں آئے۔۔۔۔مجھ سے ٹھیک سے بات بھی نہیں کی"۔۔۔ماہی روتی ہوئی ہچکیوں کے درمیان بول رہی تھی۔۔۔

اور ارمان کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔۔۔۔وہ اس وقت کتنی تکلیف میں تھی۔۔۔۔یہ دیکھ ارمان کا دل پھٹ رہا تھا۔۔۔۔

اس کا رویہ ماہی کے دماغ پر بہت گہرا اثر چھوڑ گیا تھا۔۔۔۔"وہ لوگ مجھے صرف ان کی وجہ سے یہاں لے کر آئے۔۔۔۔کیوں کہ میں اے ایس پی کی بیوی ہوں۔۔۔۔اس شخص نے اپنے گندے ہاتھوں سے مجھے چھوا صرف ان کی وجہ سے۔۔۔۔اور یہ مجھے ان لوگوں کی خوراک بننے کے لیے چھوڑ گئے۔۔۔اب کیوں آئے ہیں یہ یہاں میرا تماشہ دیکھنے۔۔۔۔مر گئی ان کی ہیر نہیں ہیں یہ میرے حیدر۔ہو گئے سارے انتقام پورے"۔۔۔

ہیر مسلسل ہچکیوں کے ساتھ روتے ہوئے بول رہی تھی۔۔۔۔

اور پھر دوبارہ دونوں ہاتھ چہرے پر رکھے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع ہو گئی۔۔۔اس سے زیادہ حیدر برداشت نہیں کر سکتا تھا۔۔۔

وہ فوراً ہیر کے پاس ہوا اور اسے کھینچ کر اپنے سینے میں بھینچ لیا۔۔۔۔۔ وہ اپنے نازک ہاتھوں سے اس کے سینے سے لگی روتی ہوئی اسے مکے مار رہی تھی۔اس سے دور ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔۔۔ مگر حیدر نے اسے ایک انچ نا ہلنے دیا۔۔۔۔۔"میں جانتا ہوں میں بہت برا ہوں ۔۔۔۔ہر بار تمہیں اکیلا چھوڑ دیتا ہوں۔۔۔۔مجھے معاف کر دو آئندہ ایسی غلطی نہیں ہو گی۔۔۔۔اپنے حیدر کو معاف کر دو پلیز"۔۔۔۔۔۔

وہ بہت پیار اور نرمی سے بول رہا تھا۔۔۔۔ہیر مسلسل نفی میں سر ہلا رہی تھی اور ساتھ ساتھ اس کے سینے پر مکے مار رہی تھی۔۔۔۔

آخر جب ہاتھ تھک گئے تو اس کے سینے سے لپٹی مزید اونچی آواز میں رونے لگی۔اور اس کی شرٹ کو مظبوطی سے پکڑ لیا۔۔۔۔

حیدر نے اسے مظبوطی سے اپنے حصار میں لیا ہوا تھا۔اس کی آنکھوں سے بے آواز آنسو ماہی کے سر میں گر کر جذب ہو رہے تھے۔۔۔

اور مرحا پتھر ہوتی آنکھوں سے یہ دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔وہ شخص رو رہا تھا اور معافی مانگ رہا تھا۔۔۔۔مرحا کو یقین نہ آیا۔۔۔۔وہ کہتے ہیں نا کہ ایک مرد صرف اپنی پسندیدہ عورت کے سامنے ہی جھکتا ہے۔۔۔۔اور ارمان حیدر اپنی پسندیدہ عورت کے سامنے جھکا اس سے معافی مانگ رہا تھا۔۔۔

مرحا کے اندر ایک بار پھر سب کچھ ٹوٹ پھوٹ گیا۔۔۔

ہیرا بھی تک اس کے سینے سے لگی رو رہی تھی۔حیدر کی شرٹ سینے سے اس کے آنسوؤں کی وجہ سے بھیگ رہی تھی۔۔۔۔

اور مریم افسوس سے دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔

اچانک ہیر کے رونے میں کمی آئی اور پھر اس کا لرزتا جسم ساکت ہو گیا۔۔۔اس کے دونوں ہاتھ جن سے اس نے ارمان کی شرٹ کو پکڑا تھا۔۔۔وہ دونوں لڑکھڑاتے ہوئے پہلو میں آ گرے۔۔۔۔

ارمان نے خاموشی محسوس کر کے اس کا چہرہ اپنے سینے سے نکال کر سامنے کیا تو اس کی آنکھیں بند تھیں۔۔۔۔"ہیر میری جان آنکھیں کھولو۔۔۔۔۔ہیر کیا ہوا ہے"۔۔۔

حیدر دیوانوں کی طرح اس پر جھکا اس کا گال تھپتھپا رہا تھا۔۔۔"سر مجھے لگتا ہے یہ سارا ڈر گز کا اثر ہے ہمیں انہیں ہاسپٹل لے کر چلنا چاہیے"۔۔۔۔

مریم نے کہا تو حیدر نے فورا اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اسے اپنی باہوں میں بھرا اور کمرے سے باہر کی طرف بڑھا۔۔۔۔"سعد کو بولو اس شخص کو ٹھکانے لگائے"۔۔۔ارمان کی بات پر مریم نے سر ہلایا۔۔۔

ارمان کے کمرے سے نکلنے کے بعد سعد کمرے میں داخل ہوا اس کے ساتھ کانسٹیبل بھی تھے۔۔۔اب وہ اکرام ملک کو لے کر جا رہے

تھے۔۔۔اس کو کیا سزا دینی ہے یہ تو ارمان نے طے کرنا تھا۔۔۔انہیں بس اس شخص کو یہاں سے غائب کرنا تھا۔۔۔۔

وہ ہیر کو ہاسپٹل لے کر آیا تھا اب لیڈی ڈاکٹر اس کا چیک اپ کر رہی تھی۔۔۔۔اور وہ کمرے کے باہر کھڑا ونڈو سے اندر دیکھ رہا تھا۔۔۔

اندر وہ بے ہوش پڑی مشینوں میں جکڑی ہوئی تھی۔۔۔اس کے ایک ہاتھ میں ڈرپ لگا دی گئی تھی۔۔۔۔ڈاکٹرز اور نرسز پاس کھڑی چیک اپ کر رہی تھیں۔۔۔اور وہ باہر اضطرابی کیفیت میں پریشان کھڑا تھا۔۔۔۔

اسے چار گھنٹے ہو گئے تھا ایک ہی جگہ سٹک کھڑے مگر اس کی نظریں ہیر سے ایک پل کے لیے بھی ہٹنے سے انکاری تھیں۔۔۔

اس نے کافی دیر کے بعد ڈاکٹر کو کمرے سے نکلتے ہوئے دیکھا۔۔۔۔اس کی نظریں دروازے کی طرف اٹھیں۔۔۔۔۔ اب ڈاکٹر اس کی طرف آ رہی تھی۔۔۔۔۔"ڈاکٹر وہ ٹھیک تو ہے نا؟"۔۔۔۔۔۔اس کی آواز میں بہت زیادہ خوف تھا۔۔۔۔۔۔

ڈاکٹر اسے اپنے کیبن میں آنے کا کہتی ہوئی چلی گئی۔۔۔۔۔ارمان نے بہت مشکل سے اپنے قدموں کو حرکت دی اور ڈاکٹر کے کیبن کے میں گیا۔۔۔

ڈاکٹر اسے بیٹھنے کا اشارہ کر رہی تھی اور وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔۔۔۔

ڈاکٹر کے تاثرات کافی سنجیدہ تھے۔۔۔۔"انہیں فیزیلکلی زیادہ چوٹ نہیں آئی مگر مینٹلی ان کی حالت بہت خراب ہے۔۔۔۔۔

ہم نے ان کا بلڈ ٹیسٹ کیا ہے۔۔۔۔ تین سے چار ہائے ڈوز ڈرگز کو مکس کر کے ایک خطرناک ڈرگ بنا کر ان کی باڈی میں انجیکٹ کی گئی ہے۔۔۔۔ جس سے ان کی مینٹلی حالت بہت خراب ہو گئی ہے"۔۔۔۔

ارمان کو آسمان اپنے سر پر پھٹتا ہوا محسوس ہوا۔۔۔اسے سانس لینے میں تکلیف ہونے لگی اس کا دم گھٹنے لگا۔۔۔۔۔وہ خوفناک نگاہوں سے اب ڈاکٹر کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔۔۔"ہوش میں آنے کے بعد ہو سکتا ہے

وہ خوفزدہ رہیں۔۔۔۔چیخ چلا بھی سکتی ہیں۔۔۔۔اور اپنے قریبی لوگوں کو پہچاننے سے انکار بھی کر سکتی ہیں۔۔۔۔۔اس ڈرگ نے ان کے مائنڈ کے سارے خوف 10 گنا بڑھا دیے ہیں۔۔۔۔۔ بچپن سے لے کر اب تک ان کے مائنڈ میں جتنے بھی خوف تھے وہ سارے اب ان کے سامنے آئیں گے۔۔۔۔۔ان کو ٹھیک ہونے میں سات دن بھی لگ سکتے ہیں اور دو مہینے بھی۔۔۔۔۔۔یہ ان کی مینٹلی حالت پر بیس کرتا ہے وہ کتنی جلدی ریکور کرتی ہیں۔۔۔۔ان کا مائنڈ اس وقت بہت بڑے ٹروما کا شکار ہے۔۔۔۔۔ان کی بہت کیئر کرنی پڑے گی ان کو اس ٹروما سے واپس نارمل لائف میں لانے کے لیے۔۔۔۔وہ ایگزیکٹلی بالکل ٹھیک کب تک ہوں گی یہ نہیں بتایا جا سکتا"۔۔۔۔۔۔

ارمان کا جسم ساکت ہو گیا تھا۔۔۔۔اسے لگا وہ ہل نہیں پائے گا۔۔۔۔۔اس کا دل کرچی کرچی ہو گیا تھا۔۔۔۔وہ اتنی تکلیف میں تھی۔۔۔۔۔صرف ارمان کی وجہ سے۔۔۔۔۔اس کی وجہ سے آج ہیر سزا کاٹ رہی تھی۔۔۔۔۔اس کی آنکھیں لال ہو گئیں۔۔۔۔۔وہ اپنی آنکھوں کو ضبط کیے ان کی نمی کو قابو پانے کی کوشش میں تھا۔۔۔۔۔

وہ شکستہ قدموں کے ساتھ ڈاکٹر کے کیبن سے نکل آیا۔۔۔۔

وہ جیسے ہی ماہی کے کمرے کے پاس آیا اسے اندر سے ہیر کے چیخنے کی آوازیں آ رہی تھیں وہ فوراً اندر بھاگا۔۔۔۔۔۔

کمرے میں ہیر چیخ رہی تھی اور دو نرسیں اسے قابو کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔۔۔۔۔"چھوڑو مجھے۔۔۔۔۔چھوڑو"۔۔۔۔۔

وہ چیخ کر ان سے اپنا آپ چھڑوا رہی تھی۔۔۔۔۔ارمان فورا آگے بڑھا۔۔۔۔۔"دور رہو اس سے"۔۔۔۔۔وہ داڑھا۔۔۔۔دونوں پیچھے ہٹ گئیں۔۔۔۔۔ارمان نے آگے بڑھ کر اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔۔۔۔۔وہ اس کے ساتھ لگی دونوں نرسوں کو خوف سے دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔

ارمان لال انگارہ آنکھیں لیے ان دونوں نرسوں کو اب گھور رہا تھا۔۔۔۔"سرنج زبردستی کینولا اپنے ہاتھ سے نکالنے کی کوشش کر رہی

تھیں۔۔۔۔ان کو انجیکشن لگانا ہے مگر یہ اپنے قریب نہیں آنے دے رہی"۔۔۔۔ان میں سے ایک نرس ڈرتے ہوئے بولی۔۔۔۔

ارمان نے فوراً ماہی کا ہاتھ دیکھا جس میں لگے کینولا میں خون جمع ہو رہا تھا۔۔۔۔"ہیر یہ کیا کیا ہے؟"۔۔۔۔وہ اب پیار سے پوچھ رہا تھا۔۔۔۔"مجھے درد ہو رہی ہے"۔۔۔۔وہ خوفزدہ آواز میں بولی۔۔۔۔

ارمان کے اندر سب کچھ ٹوٹ پھوٹ گیا۔۔۔۔"سر انجیکشن لگانا ضروری ہے اس سے یہ کچھ دیر سو جائیں گی اور ان کے دماغ کو سکون ملے گا"۔۔۔۔

نرس بے بسی سے ارمان سے کہہ رہی تھی اور ماہی نفی میں سر ہلا رہی تھی۔۔۔۔"نہیں مجھے نہیں لگوانا۔۔۔۔مجھے نہیں رہنا یہاں سے جانا ہے"۔۔۔۔۔

ارمان ہیر کی طرف متوجہ ہوا۔۔۔۔"دیکھو پرنسس یہ ضروری ہے۔۔۔۔تم آنکھیں بند کر کے مجھے زور سے پکڑ لو بالکل درد نہیں ہو گا۔۔۔۔مجھ پر بھروسہ رکھو"۔۔۔۔۔وہ آنکھوں میں ایک امید لیے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔۔

ماہی نے اپنی ویران آنکھوں سے ایک نظر اسے دیکھا۔۔۔۔یہ ایک نظر بہت اجنبی تھی جس نے اندر تک ارمان کو گھائل کر دیا۔۔۔۔اس نے ارمان کے بازو کو زور سے پکڑ لیا اور اس کے ساتھ چپک گئی۔۔۔۔۔

ارمان نے نرس کو اشارہ کیا اس نے فوراً آگے بڑھ کر کینولا میں انجیکشن انجیکٹ کر دیا۔۔۔۔۔۔۔

ماہی نے تکلیف سے اپنی آنکھیں زور سے میچیں۔۔۔۔

ارمان نے اسے اپنے ساتھ ایسے ہی لگائے رکھا۔۔۔۔دونوں نرس کمرے سے باہر نکل گئیں۔۔۔

ارمان نے اسے بہت آرام سے بیڈ پر سیدھا کر کے لٹا دیا۔۔۔

اس نے ابھی تک ارمان کے بازو کو زور سے پکڑا ہوا تھا۔۔۔۔

مگر اس کا دماغ غنودگی میں جا رہا تھا۔۔۔۔

وہ وہیں بیڈ پر ہی اس کے پاس بیٹھ گیا اور اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔۔۔۔پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ بے ہوش ہو گئی۔۔۔۔۔

ارمان کی آنکھیں تکلیف سے لال ہو رہی تھیں۔۔۔۔۔ایک آنسو اس کی آنکھ سے نکلا اور اس کی بیرڈ میں جذب ہو گیا۔۔۔۔۔

ZNZ Zubi Novels Zone

وہ ساری رات اس کے پاس بیٹھا رہا۔۔۔۔اور وہ ساری رات دوائیوں کے زیر اثر بے ہوش رہی۔۔۔۔

اگلا دن شروع ہو گیا تھا۔۔۔۔

ارمان ایک منٹ کے لیے بھی سو نا سکا۔۔۔اس کی آنکھیں لال انگارہ ہو رہیں تھیں۔۔۔۔۔

وہ وہیں اس کے بیڈ کے پاس بیٹھا تھا۔۔۔۔۔

نظریں اس کے چہرے پر جمائے۔۔۔۔۔کانوں میں اس کی ہنسی گونج رہی تھی۔۔۔۔

اس کی آوازیں کانوں میں سنائی دے رہیں تھیں۔۔۔۔"حیدر" ۔۔۔۔۔"ا میجنیشن میں بھی شکوے دیکھے"۔۔۔۔"حیدر یہ کھولیں نا"۔۔۔۔"حیدر بس کریں نا جلن ہو رہی ہے"۔۔۔۔"بہت برے ہیں آپ"۔۔۔۔"میں ڈر گئی تھی حیدر"۔۔۔۔"آپ صرف میری ملکیت ہیں"۔۔۔۔"اپنا آرڈ ڈکریں"۔۔۔"میں کون سا چھوٹی بچی ہوں"۔۔۔۔۔

ہر طرف بس اس کی خوبصورت آوازیں گونج رہیں تھیں۔۔۔۔ مگر سامنے سوئی لڑکی کہیں سے اس کی ہیر نہیں لگتی تھی۔۔۔۔اس کی ہنسی کہیں غائب ہو گئی تھی۔۔۔۔

اس کی یہ آنکھیں جو ہر وقت حیدر کو دیکھ کر چمکتی تھیں اب ان میں شناسائی کی کوئی رمک نہیں بچی تھی۔۔۔۔۔اس کے چہرے پر زردیاں گھل گئی تھیں۔۔۔۔۔

مگر وہ اسے واپس زندگی کی طرف لائے گا۔۔۔وہ اسے ریکور اور ہیل کروائے گا۔۔۔۔۔وہ اس کی طاقت بنے گا۔۔۔۔۔وہ اس کا بہت زیادہ خیال رکھے گا۔۔۔۔۔

ارمان دل ہی دل میں خود سے عہد کر رہا تھا۔۔۔۔۔۔

تھوڑی دیر کے بعد ہیر کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی۔۔۔۔

وہ اپنے ہاتھ ہلا رہی تھی۔۔۔۔

وہ نیند میں عجیب کیفیت کا شکار تھی۔۔۔۔۔"بابا کہاں ہیں آپ؟

۔۔۔۔بابا واپس آجائیں۔۔۔۔مجھے چھوڑ کر مت جائیں"۔۔۔۔

وہ نیند میں مسلسل یہ سب بڑبڑا رہی تھی۔۔۔۔"ہیر آنکھیں کھولو

۔۔۔۔ہوش میں آؤ"۔۔۔۔

حیدر اس کے چہرے پر جھکا اس کا گال تھپتھپا رہا تھا۔۔۔وہ مسلسل نفی میں سر ہلا رہی تھی۔۔۔حیدر نے اسے پکڑ کر جھنجوڑا تو وہ فورا آنکھیں کھول گئی۔۔۔۔اس کی آنکھیں سیدھا ہیزل گرین انکھوں سے ٹکرائیں۔۔۔۔

وہ ویران آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔۔۔۔اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔۔۔۔۔"بابا چلے گئے مجھے چھوڑ کر"۔۔۔۔۔

یہ کہتے ہوئے وہ رونے لگی۔۔۔۔"ہیر دیکھو میں ہوں نا یہاں۔۔۔۔ تمھارا حیدر ہے نا"۔۔۔۔۔وہ خوفزدہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔۔ارمان نے اسے پکڑ کر اپنے حصار میں لیا اور اس کو نرمی سے اپنے سینے کے ساتھ لگا لیا۔۔۔۔۔

اس نے کسی قسم کی کوئی حرکت نا کی۔۔۔۔۔کافی دیر بعد وہ بولی ۔۔۔۔"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔۔۔یہاں نہیں رہنا یہاں سے جانا

ہے"۔۔۔اب کی بار لہجے میں بے بسی تھی۔۔۔۔۔"ٹھیک ہے ہم گھر چلتے ہیں"۔۔۔۔"گھر؟"۔۔۔۔

وہ پیچھے ہو کر اب حیرانی سے پوچھ رہی تھی۔۔۔۔۔"ہاں گھر ہمارا گھر۔۔۔۔۔ہم اپنے گھر جائیں گے"۔۔۔۔۔

ارمان نے دیکھا اس کی آنکھوں میں کسی قسم کی کوئی شناسائی کی رمک نہیں تھی۔۔۔۔۔مگر یہ بات سن کر اس کی لہجے میں ہلکی سی خوشی آئی۔۔۔۔"کیا میں اپنے حیدر کے پاس جاؤں گی۔۔۔۔وہاں حیدر ہونگے نا"۔۔۔۔

یہ سن کر حیدر کا دل لاکھوں ٹکروں میں ٹوٹ گیا۔۔۔۔۔۔وہ کہنا چاہتا تھا میں ہی تمہارا حیدر ہوں مگر اس کی حالت کے پیش نظر اپنا سر ہاں میں ہلا دیا۔۔۔۔۔

اس نے دیکھا جیسے وہ پر سکون ہو گئی ہو۔۔۔۔

پھر وہ اسے ڈسچارج کروا کر گھر لے آیا۔۔۔۔۔۔ڈاکٹر نے تو کہا اسے سکون آور انجیکشنز دینے چاہیے مگر حیدر نے منع کر دیا اس طرح تو وہ کبھی اپنے ڈر سے لڑ نہیں سکے گی۔۔۔۔۔

وہ اس کے ساتھ واپس اپارٹمینٹ میں آ گئی تھی۔۔۔۔۔۔

صبح سے شام ہو گئی تھی وہ کمرے میں بند بیٹھی تھی نہ اس نے کچھ کھایا تھا نہ ارمان سے کوئی بات کر رہی تھی۔۔۔۔۔وہ جب اپارٹمینٹ میں آئی تو اس نے دیکھا سارا اپارٹمینٹ خالی تھا۔۔۔۔وہ ارمان سے ناراض ہو کر بیٹھ گئی تھی کہ اس نے جھوٹ کیوں بولا یہاں حیدر ہو گا یہاں تو حیدر ہے ہی نہیں۔۔۔۔۔

ارمان کچن میں اس کے لیے سینڈوچ بنا رہا تھا کہ شاید وہ یہی کھا لے۔۔۔۔۔

وہ کمرے میں آیا تو وہ اپنے باپ کی تصویر سینے سے لگائے خالی خالی نگاہوں سے چھت کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔اس وقت پیچ کلر کی شرٹ پہنے ساتھ وائٹ کلر کے ڈوپٹے اور ٹراؤزر میں تھی۔۔۔۔

ارمان اس کے پاس بیٹھا۔۔۔"پرنسس دیکھو میں نے تمھارے فیورٹ سینڈوچ بنانے ہیں چلو شاباش کھالو پھر میڈیسن بھی کھانی ہے"۔۔۔۔

مگر اس کے جسم میں کوئی حرکت نہ ہوئی اس نے ارمان کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کیا اور بس تصویر کو سینے سے لگائے بیٹھی تھی۔۔۔ سلیمان کی یہ تصویر پچھلے مہینے ہی ارمان فوٹو فریم کروا کر لایا تھا جو ماہی کے موبائل میں تھی۔۔۔۔۔

ارمان کے دل میں نئے سرے سے درد کی لہر

اٹھی۔۔۔۔"ہیر"۔۔۔۔اب ارمان نے اس کا گھٹنا ہلایا۔۔۔۔اس

کی نظروں کا ارتکاز ٹوٹا۔۔۔اس نے ارمان کی طرف دیکھا اور پھر ایک نظر پلیٹ کی طرف۔۔۔۔۔۔

اس کا دماغ خالی تھا۔۔۔نہ وہ کچھ سوچ پا رہی تھی نہ ہی کچھ سمجھ پا رہی تھی اسے کچھ یاد بھی نہیں آ رہا تھا سامنے بیٹھا شخص کون تھا وہ یہ بھی سمجھنے سے قاصر تھی۔

مگر وہ جو کوئی بھی تھا اس کے ساتھ وہ محفوظ محسوس کر رہی تھی۔۔۔۔اس کی آنکھیں بہت خوبصورت تھی اس سے زیادہ ماہی کا دماغ کچھ بھی پروسیس نہیں کر پا رہا تھا۔۔۔۔

ارمان نے پلیٹ اس کے سامنے رکھی۔۔۔اس نے بنا کسی بحث کے کھانا شروع کر دیا۔۔۔۔

ارمان نے بے اختیار سکون کا سانس لیا۔۔۔۔۔

تھوڑا سا کھانے کے بعد پلیٹ پڑے کر دی۔۔۔۔حیدر نے اسے پانی کا گلاس اور میڈیسن پکڑائی۔۔۔اس کا ذہن اتنا خالی تھا کہ اس نے بغیر کسی بحث کے کسی روبوٹ کی طرح وہ پکڑی اور کھا گئی۔۔۔۔

اتنے میں مین مین ڈور کی گھنٹی بجی ارمان برتن اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔۔۔۔

برتن کچن میں رکھ کر اس نے مین گیٹ کھولا تو سامنے مریم اور مرحا کھڑی تھیں۔۔۔۔انہیں دیکھ ارمان تھوڑا حیران ہوا وہ اس کے گھر

میں کیا کر رہی تھیں۔۔۔۔وہ دونوں فارمل ڈریسز میں تھیں نہ کہ یونیفارم میں۔۔۔۔"سوری سر اگر آپ کو ہمارا یہاں آنا برا لگا ہو ہم میم کی طبیعت دریافت کرنے آئے تھے"۔مریم رسمی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔۔۔۔

ارمان نے بنا کچھ کہے سر ہلاتے ہوئے انہیں اندر آنے کا راستہ دیا۔۔۔۔وہ دونوں اندر داخل ہو گئیں تو ارمان نے دروازہ بند کر دیا۔۔۔۔

مر حا تو سارے اپارٹمینٹ کا جائزہ لے رہی تھی مریم نے سوالیہ نظروں سے ارمان کی طرف دیکھا تو وہ انہیں اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا ہوا کمرے میں آ گیا۔۔۔۔

وہ دونوں آگے پیچھے ارمان کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئیں۔۔۔۔ماہی ویسے ہی بیڈ سے ٹیک لگائے تصویر کو سینے سے لگائے اب بھی چھت پر کچھ ڈھونڈ رہی تھی۔۔۔۔۔

مریم بیڈ پر آکر اس کے پاس بیٹھ گئی۔۔۔۔۔ارمان صوفے پر جا کر بیٹھ گیا۔۔۔۔اور مرحا بھی مریم کے ساتھ بیڈ پر ٹک گئی۔۔۔۔

مرحا غور سے ارمان کی حالت دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔بلو جینز کے اوپر گرے شرٹ جس کے دونوں بازو کوہنیوں تک فولڈ کیے تھے

سر پر پٹی بندی ہوئی تھی۔۔۔آنکھیں لال تھیں چہرے پر تکلیف کے ساتھ دکھ بھی گھل گیا تھا۔۔۔۔

وہ گردن کی سیدھ میں بیڈ پر بیٹھی اپنی بیوی کو دیکھ رہا تھا۔۔۔۔مرحا کے دل میں بے ساختہ یہ بات آئی کہ کیا اس شخص کو اس لڑکی کے علاوہ اور کوئی نظر نہیں آتا؟۔۔۔۔

کمرے کی خاموشی کو مریم کی آواز نے توڑا۔۔۔۔"ہائے ماہی کیسی ہو؟"۔۔۔۔مگر ماہی ویسے ہی بیٹھی رہی۔۔۔۔"اب طبیعت کیسی ہے؟"۔۔۔۔اب کی بار ماہی نے اس کی طرف دیکھا اور ہاں میں سر ہلا دیا۔۔۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ کوئی اور بات کرتی اس کا موبائل بج اٹھا وہ ایکسکیوز کرتی کمرے سے باہر چلی گئی۔۔۔۔۔

مرحا ماہی کے کچھ نزدیک ہو کر بیٹھی۔۔۔۔

اس کی نظر سب سے پہلے ماہی کی جھولی میں کسی کی تصویر پر گئی۔۔۔۔

وہ بہت ہی ہینڈسم اور ڈیشنگ نوجوان تھا۔۔۔۔اس کی آنکھیں بالکل ماہی کی انکھوں جیسی تھیں۔۔۔۔۔"یہ کون ہے؟"۔۔۔۔۔

مرحا کے سوال پر ماہی کچھ نہیں بولی بس سرد نظروں سے اسے گھور رہی تھی۔۔۔۔"اس کے بابا کی فوٹو ہے اور میرے چاچو ہیں"۔۔۔۔۔

جواب ارمان کی طرف سے آیا۔۔۔۔

وہ حیرانی سے ارمان کی طرف مڑی۔۔۔۔۔"اس فوٹو میں تو کافی ینگ ہے اس وقت وہ کہاں ہیں؟"۔۔۔۔۔

وہ ارمان سے سوال پوچھ رہی تھی۔۔۔۔۔"15 سال پہلے ان کی ڈیتھ ہو گئی تھی"۔۔۔۔۔ارمان کا جواب سن کر مرحا کو تکلیف ہوئی۔۔۔۔"آئی ایم ریلی سوری مجھے پتہ نہیں تھا"۔۔۔۔۔

وہ کچھ نہیں بولا۔۔۔۔۔ارمان نے ایک بار بھی اسے نہیں دیکھا وہ صرف ماہی کو دیکھ رہا تھا۔۔۔مرحا کے اندر نئے سرے سے کچھ گھائل ہوا۔۔۔۔

کمرے میں عجیب سی خاموشی چھا گئی۔۔۔۔۔

مرحا کی نظر اب کمرے کے چاروں طرف گھوم رہی تھی۔۔۔۔

اچانک اس نے بائیں دیوار کی طرف دیکھا تو حیران رہ گئی۔۔۔۔۔

وہ ساری دیوار فوٹو فریمز اور تصویروں سے بھری پڑی تھی۔۔۔۔

وہ سحر زدہ چلتی ہوئی اس دیوار تک گئی۔۔۔۔۔۔

ایک سائیڈ پر چھوٹی بچی کی تصویریں لگی ہوئی تھیں اس کی آنکھیں ہلکی براؤن تھیں۔۔۔ مرحا ایک سیکنڈ سے پہلے پہچان گئی کہ یہ تصویریں بیڈ پر بیٹھی ہوئی اس لڑکی کی ہیں۔۔۔۔۔۔

ان سب کے درمیان سب سے زیادہ پیارے فریم میں تصویر لگی تھی۔۔۔۔

جس میں ایک پانچ چھ سالہ بچی سر پر لال دوپٹہ لیے بیٹھی تھی۔۔۔۔اور اس کے پاس ایک 1312 سالہ ہیزل گرین آنکھوں والا بچہ بیٹھا تھا۔۔۔۔۔

اس فوٹو فریم کے کونے میں لکھا ہوا تھا اچ لوز اچ۔۔۔۔۔

وہ اس تصویر کو دیکھ کر مبہوت رہ گئی۔۔۔۔۔وہ بہت ہی زیادہ خوبصورت تصویر تھی۔۔۔۔۔"یہ بہت خوبصورت ہے یہ کس کی تصویر ہے؟"۔۔۔۔۔۔مرحا چاہ کر بھی یہ سوال پوچھنے سے خود کو روک نہ پائی۔۔۔۔۔"یہ ہمارے نکاح کی تصویر ہے"۔۔۔۔۔

ارمان کا جواب سن کر مرحا کو اپنا سانس سینے میں اٹکتا ہوا محسوس ہوا۔۔۔۔۔یہ کیسا عجیب انکشاف تھا۔۔۔۔۔وہ سالوں سے کسی اور کا شوہر تھا۔۔۔۔۔جس شخص کو اس نے دل دیا تھا وہ پہلے سے ہی کسی اور کا ہو چکا تھا۔۔۔۔۔

اسے اب اپنا سانس لینا مشکل لگ رہا تھا۔۔۔۔پھر اس کی نظر دیوار کے دوسرے حصے پر پڑی۔۔۔۔وہاں ماہی کی بہت ساری تصویریں لگی ہوئی تھیں اور سب کے درمیان میں ایک بہت بڑی تصویر جس میں وہ دونوں بلیو ڈریس میں ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔۔۔۔یہ تصویریں بہت خوبصورت تھیں۔۔۔۔۔

اسے ارمان کی بیوی کی قسمت پر رشک آیا۔۔۔۔

وہ سچ میں بہت خوش نصیب تھی۔۔۔۔

اتنے میں مریم اندر داخل ہوئی۔۔۔"ہمیں چلنا چاہیے سعد سر کا آرڈر آیا جانا ہے"۔۔۔۔۔

وہ دونوں الوداع کلمات ادا کرتی ہوئی نکل گئیں۔۔۔۔۔

ارمان ان دونوں کو دروازے تک چھوڑ کر کمرے میں واپس آیا تو سامنے کا منظر دیکھ وہ ساکت رہ گیا۔۔۔۔۔ہیر اپنے دونوں ہاتھوں سے مرحا کے لائے پھولوں کے بکے کو توڑ مڑور رہی تھی۔۔۔۔اور اس کی آنکھوں میں غصہ اور وحشت تھی۔۔۔۔۔

وہ اپنی ساری وحشت ان پھولوں پر نکال رہی تھی۔۔۔۔پھر اسے اپنے پاؤں تلے زور زور سے مسلنے لگی۔۔۔۔۔

ارمان کو لگا وہ ہل نہیں پائے گا۔۔۔۔۔۔۔

زخم

مرحا کے جانے کے بعد ماہی کو بہت غصہ آیا۔۔۔وہ بیڈ سے اٹھی اور مرحا کے لائے ہوئے پھول جو بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر پڑے تھے انہیں اٹھایا اور اپنا سارا غصہ ان پر نکال دیا۔۔۔اسے سکون نا ملا پھر انہیں اپنے پیروں تلے روند دیا۔۔۔اس کا غصہ پھر بھی کم نہیں ہو رہا تھا۔۔۔۔

وہ نفرت سے ان پھولوں کو دیکھ رہی تھی۔۔۔جو تباہ ہو چکے تھے۔۔۔

ارمان جو دروازے میں ساکت کھڑا تھا اس کے جسم میں حرکت ہوئی وہ فوراً ماہی کی طرف بڑھا۔۔۔مگر وہ اس سے پہلے ہی ڈریسنگ ٹیبل کی

طرف بڑھ گئی تھی۔۔۔۔اس نے ٹیشو باکس سے کچھ ٹیشو نکالے اور دیوار کی طرف گئی۔۔۔۔

اس نے اپنی اور ارمان کے نکاح کی تصویر کو رگڑ رگڑ کر صاف کرنا شروع کر دیا۔۔۔۔اس کے ہاتھوں میں بے تابی تھی۔۔۔۔آنکھوں میں غصہ، وحشت اور جنون تھا۔۔۔۔

ارمان کو اب تک یقین نا آیا کہ پھولوں کے ساتھ اس نے یہ سلوک کیا۔۔۔۔۔وہ تو بہت ہی زیادہ پر امن اور پھولوں سے محبت کرنے والی انسان ہے۔۔۔۔

ایک بار یونیورسٹی سے واپسی پر سگنل پر جب گاڑی رکی تو ایک بچہ
پھولوں کے گجرے بیچ رہا تھا ارمان نے اسے گجرے لے
دیے۔۔۔۔۔اسے بہت خوشی ہوئی پھر چار دن تک وہ گجرے کمرے
کی ڈریسنگ پر پڑے رہے۔۔۔۔جب ارمان نے اسے پھینکنے کو بولا تو اس
نے کہا کہ پھول پھینکنے سے دل دکھتا ہے۔۔۔۔۔

اور آج وہ خود پھولوں کو اپنے پاؤں کے نیچے مسل رہی
تھی۔۔۔۔۔بہت دیر بعد ارمان نے جسم کو حرکت دی اور فوراً ماہی کی
طرف بھاگا۔۔۔۔۔۔وہ تصویر کو رگڑ رگڑ کر صاف کر رہی تھی جیسے
اس پر کوئی گندگی لگ گئی ہو۔۔۔۔۔

اس نے ماہی کو دونوں کندھوں سے پکڑ کر پیچھے کیا۔۔۔"بس کرو ہیر کیا کر رہی ہو"۔۔۔وہ اس کی گرفت میں مچلنے لگی۔۔۔"چھوڑو مجھے ۔۔۔مجھے وہ صاف کرنی ہے۔۔۔اس نے میرے حیدر کی تصویر کو اپنے گندے ہاتھ لگائیں ہیں وہ گندی ہو گئی ہے۔۔۔وہ میرے حیدر کو ایسے نہیں دیکھ سکتی۔۔۔۔وہ صرف میرا حق ہے۔۔۔وہ بہت بری ہے نفرت ہے مجھے اس سے۔۔۔کوئی بھی میرے حیدر کو مجھ سے چھین نہیں سکتا"۔۔۔۔۔

ارمان کو لگا اس کے آس پاس دھماکے ہو رہے ہیں۔۔۔۔۔وہ سٹل رہ گیا۔۔۔اسے لگا وہ ہل نہیں پائے گا۔۔۔۔اسے مرحا کی وہ نظریں یاد آئیں۔۔۔اس کے سامنے ماضی چلنے لگا۔۔۔۔اس کے سامنے بار بار مرحا کی آنکھیں آ رہیں تھیں۔۔۔وہ الگ نظروں سے ارمان کو دیکھتی

تھی۔۔۔۔اور ارمان نے کبھی محسوس تک نا کیا اور اس کی ہیر 2 ملاقاتوں میں ہی اس لڑکی کی آنکھوں کو پڑھ گئی۔۔۔۔۔

اس نے بے اختیار ہیر کو اپنے سینے سے لگا لیا۔۔۔اور وہ ساکت رہ گئی۔۔۔اس کی ساری آواز اور مزمت دم توڑ گئی۔۔۔۔۔۔

کچھ دیر کے بعد ماہی نے اپنے جسم کو حرکت دی۔۔۔اس نے پوری طاقت سے ارمان کو دھکا دیا وہ لڑکھڑایا۔۔۔ماہی آنکھوں میں غصے کی آگ لیے اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔۔

ارمان نے اس کی آنکھوں میں اپنے لیے نفرت دیکھی۔۔۔۔اس کا دل رک گیا۔۔۔اسے لگا وہ ان آنکھوں میں اس سے زیادہ نہیں دیکھ

پائے گا۔۔۔وہ قدم پیچھے لے گیا۔۔۔"خبر دار اگر آج کے بعد مجھے ہاتھ لگایا تو میں اپنے آپ کو ختم کر لوں گی"۔۔۔۔۔

ارمان کو لگا وہ مزید اپنے پیروں پر کھڑا نہیں رہ پائے گا۔۔۔یہ اس کی ہیر نہیں تھی۔۔۔اس نے سہارے کے لیے دیوار پر ہاتھ رکھا۔۔۔ اسے سانس لینے میں تکلیف ہونے لگی۔۔۔ماہی کے لہجے میں ایسی کاٹ تھی کہ ارمان کے دل کی دھڑکن چلنے سے انکاری ہو گئی۔۔۔۔۔۔

اس کے کالے بال اس وقت کمر پر بکھرے ہوئے تھے۔۔۔وہ ہوش میں نہیں تھی۔۔۔اسے بال سنبھالنے کا ہوش بھی نہیں تھا۔۔۔2 مہینوں میں ایک دن بھی اس نے اپنے بال اس طرح کھلے نہیں

چھوڑے تھے وہ انہیں سنوار کر رکھتی تھی۔۔۔۔اب تو وہ خود ہی بکھر گئی تھی۔۔۔۔

وہ واپس بیڈ پر گئی اور بلینکٹ سر تک تانے لیٹ گئی۔۔۔۔۔

ارمان شکستہ قدموں سے اٹھا اور کمرے سے نکل گیا۔۔۔۔

اسے سانس نہیں آ رہی تھی۔۔وہ اپارٹمنیٹ لاک کرتا ہوا باہر آ گیا۔۔

وہ گاڑی میں بیٹھ کر بلڈنگ سے نکلا اور اب وہ تھانے جا رہا تھا۔۔۔۔

مغرب ڈھل چکی تھی۔۔۔۔اب رات شروع ہو رہی تھی جب وہ پولیس اسٹیشن میں آیا۔۔۔۔

جیسے ہی وہ پولیس اسٹیشن میں داخل ہوا سب نے اسے دیکھا اس کی حالت ٹھیک نہیں تھی۔۔۔۔

اس نے کسی پر ایک نظر بھی نہیں ڈالی اور اپنے کیبن میں چلا گیا۔۔۔۔وہ اضطرابی کیفیت میں چکر کاٹتے لگا اس کے دل میں درد اٹھ رہی تھی۔۔۔آنکھیں وحشت زدہ ہو گئیں۔۔۔

اس نے جگ سے پانی گلاس میں انڈھیلا اور ایک ہی سانس میں سارا گھٹاگٹ پی گیا۔۔۔اسے سکون نا آیا اس نے ایک کے بعد دوسرا، تیسرا اور پھر چوتھا پیا۔

اس نے 36 گھنٹے پہلے کھانا کھایا تھا وہ بھی ہیر کے ساتھ بیٹھ کر اسے یونیورسٹی چھوڑنے سے پہلے۔۔۔۔اس کے بعد اس نے اب آکر یہ پانی پیا تھا۔۔۔۔

وہ بار بار اپنا دل مسل رہا تھا۔۔۔۔مرحا اس کے کیبن کے دروازے میں کھڑی پھٹتے دل کے ساتھ ارمان کی یہ حالت دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔

اس نے آگے بڑھنے کی کوشش کی اس سے پہلے ہی ارمان نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔۔۔

"Don't.... Get out from here ... I don't want to see your bloody face.... Just leave me alone...."

ارمان اتنی اونچے لہجے میں چیخا کے اس کی آواز پولیس اسٹیشن کے در و دیوار ہلا گئی۔۔۔۔۔

مرحا کی ہمت نہ ہو سکی کہ وہ اب آگے بڑھتی۔۔۔۔۔۔

وہ اپنے ٹوٹے دل کی کرچیوں کو سمیٹتی ہوئی مڑ گئی۔۔۔۔۔

ارمان کے دل ودماغ میں صرف ہیر چل رہی تھی۔۔۔۔وہ ماضی میں پہنچ گیا ایک منظر دماغ میں گھوما۔۔۔۔"تمہیں ابھی تک یاد ہے کہ میں تمھاری پلیٹ سے کھاتا تھا؟"۔۔۔۔

جواب میں وہ بولی تو لہجہ سرئیس تھا۔۔۔"14 سالوں میں ایک پل بھی ایسا نہیں گزرا جب میں ایک پل کے لیے بھی آپ کو یا آپ سے جڑی کسی بھی یاد کو بھولی ہوں۔۔۔مجھے ایک ایک بات اور ایک ایک چیز یاد ہے"۔۔۔۔۔

اور وہ اپنے حیدر کو بھولی تو آج بھی نہیں تھی بس اسے پہچاننے سے انکار کر رہی تھی۔۔۔ارمان کے دل میں جو زخم آج لگے تھے شاید اب کبھی بھر نا پاتے۔۔۔۔

ان زخموں نے اس کی روح کو اس کے جسم سے جدا کر دیا تھا۔۔۔وہ ساری زندگی کبھی اتنی تکلیف میں نہیں رہا جتنی تکلیف میں آج تھا۔۔۔۔

وہ کیبن سے باہر نکلا اب آنکھوں میں آگ تھی۔۔۔وہ سیدھا اس کمرے میں آیا جس میں اکرام ملک تھا۔۔۔
سامنے کرسی پر اس کا زخمی وجود پڑا تھا۔۔۔۔

اسے دیکھ ارمان کو اپنی ہیر کی ایک ایک تکلیف یاد آئی۔۔۔۔آنکھوں میں زخم بھر گئے۔۔۔۔

اس نے پانی کا جگ پکڑا اور سارا کا سارا اس کے منہ پر پھینک دیا۔۔۔وہ ہڑبڑا کر ہوش میں آیا۔۔۔۔

اس نے جیسے ہی آنکھیں کھولی اپنے سامنے ارمان کو بیٹھے دیکھ حیران رہ گیا۔۔۔۔"ارمان بیٹا تم"۔۔۔۔۔ارمان کی آنکھوں میں آگ لگی تھی۔۔۔۔"آہاں۔۔۔اے ایس پی ارمان حیدر"۔۔۔۔۔

اس نے اکرام ملک کی سماعتوں میں زندگی کا سب سے بڑا دھماکہ کیا۔۔۔۔اکرام ملک کو لگا وہ سانس نہیں لے پائے گا۔۔۔۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ ارمان اے ایس پی ہو گا۔۔۔۔

اس کی بیٹی اس شخص کے پیچھے پاگل تھی اور وہ یہ اچھے سے جانتا تھا۔۔۔۔"میں نے کہا تھا میری بیوی کو ہاتھ لگانے کی کوشش مت کرنا۔۔۔۔مگر تم نے میری بات نہیں مانی۔۔۔تم نے میرے قہر کو

دعوت دی ہے۔۔۔۔آج تمہیں دنیا کی کوئی طاقت مجھ سے بچا نہیں پائے گی"۔۔۔۔۔

ارمان نے ٹیبل سے ایک خنجر پکڑا۔۔۔"تم نے کہا تھا وہ میری کمزوری ہے۔۔۔۔۔ہاں بالکل سچ کہا تھا وہ واقعی میری کمزوری ہے۔۔۔۔۔تم نے میری کمزوری کو تکلیف دے کر زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی ہے۔۔۔۔میں نے اسے پھولوں کی طرح سنبھال کر رکھا تھا۔۔۔۔اور تم نے اسے پتیوں کی طرح بکھیر دیا۔۔۔۔۔تمہاری لاش اس شہر کے کتوں کو بھی نہیں ملے گی۔۔۔۔۔تمہیں قبر بھی نصیب نہیں ہو گی۔۔۔۔تمہیں اپنے جس بزنس پر گھمنڈ تھا وہ بزنس تمہاری جان نہیں بچا پائے گا"۔۔۔۔۔

ارمان اس خنجر کو گھما رہا تھا۔۔۔پھر اس نے وہ خنجر ایک منٹ کے اندر اس کے ہاتھ میں دس سے بیس بار گھونپا۔۔۔۔اس کے ہاتھ میں اتنے سوراخ ہو گئے کے گننا مشکل ہو گیا۔۔۔۔

پھر اس نے دوسرے ہاتھ کے ساتھ بھی وہی عمل کیا۔۔۔اس کی چیخیں اتنی بھیانک تھیں کہ سارا اسٹاف دھل اٹھا۔۔۔۔۔

وہ آدھ مرا ہو گیا۔۔۔"تکلیف ہو رہی ہے نا میں بھی کل سے اسی تکلیف میں ہوں۔۔۔جتنے زخم تمہارے دونوں ہاتھوں پر ہیں اس سے دس گنا زیادہ میرے دل پر لگے ہیں۔۔۔۔میں نے منع کیا تھا۔۔۔۔کیا تھا یا نہیں کیا تھا؟۔۔۔۔۔مگر تم باز نہیں آئے۔۔۔۔۔تمہیں اس پر زرا رحم نہیں آیا۔۔۔۔اس کا ان سب میں کوئی عمل دخل نہیں تھا۔۔۔تو بالکل اسی طرح مجھے بھی اب تم پر

کوئی رحم نہیں آئے گا۔۔۔۔۔۔تمہیں ہر اس زخم کے بدلے زخم ملے گا جو تم نے مجھے اور میری بیوی کو دیا۔۔۔۔۔۔مرچ پاؤڈر لاؤ"

۔۔۔۔۔۔

ارمان حلق کے بل چلایا۔۔۔۔۔۔

فورا کانسٹیبل بھاگتا ہوا گیا اور 2 منٹ کے بعد مرچ پاؤڈر اس کے ہاتھ میں رکھ دیا گیا تھا۔۔۔۔۔۔"سب انسپیکٹر مریم کو بلاؤ"۔۔۔۔۔۔۔ارمان نے کانسٹیبل کو حکم دیا وہ سر ہلاتا ہوا چلا گیا۔۔۔۔۔۔

ارمان نے وہ مرچ پاؤڈر اس کے دونوں ہاتھوں کے زخموں پر بھر بھر کر چھڑک دیا۔۔۔۔۔۔اس کی دردناک چیخیں سن سب اندر تک کانپ

رہے تھے۔۔۔۔۔مگر ان سب کو یہاں بیٹھ کر کام کرنا تھا اس لیے اب کی بار اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے وہ اتنا شور برداشت نہیں کر سکتے تھے۔۔۔۔۔

پانچ منٹ کے اندر مریم حاضر تھی۔۔۔۔۔"انجیکشن تیار کر کے لاؤ"۔۔۔۔۔وہ سر ہلاتی ہوئی گئی اور اگلے پانچ منٹ سے پہلے اس کے ہاتھ میں انجیکشن تھا۔۔۔۔۔

ارمان نے وہ انجیکشن اپنے ہاتھ میں پکڑا اور اکرام ملک کے بازو میں گھسا دیا۔۔۔۔۔"یہ اس انجیکشن سے پانچ گنا زیادہ ہائے ڈوز ہے جو تم نے میری بیوی کو دیا تھا۔۔۔۔۔فکر مت کرو اس سے تمہارا دماغ اندر تک پر سکون رہے گا۔۔۔۔۔تم چیخ چلا نہیں سکو گے۔۔۔۔۔تم ہل بھی

نہیں سکو گے۔۔۔۔تم ایک ایک پل موت کو قریب سے دیکھو گے تڑپو گے مگر تمہیں موت نہیں ملے گی"۔۔۔۔۔

ارمان نے ایک ایک لفظ سرد لہجے میں کہا پھر اس کمرے سے نکلا۔۔۔۔۔وہ جیسے ہی پولیس اسٹیشن کے اندرونی حصے میں آیا۔۔۔۔وہاں موت جیسا سناٹا چھا گیا۔۔۔وہ کیبن میں گیا اپنی چابیاں اٹھائیں۔۔۔۔اور دو منٹ کے بعد باہر نکل گیا۔۔۔۔۔اسے واپس گھر جانا تھا ہیرا اکیلی تھی۔۔۔۔وہ ٹھیک نہیں تھی۔۔۔وہ اسے اکیلا چھوڑ نہیں سکتا تھا۔۔۔۔

مرحا کو زندگی میں آج پہلی بار اس شخص سے خوف آیا تھا۔۔۔۔

دو گھنٹے بعد وہ واپس گھر آیا۔۔۔۔

کمرے میں آنے کے بعد اس نے دیکھا وہ ابھی تک ویسے ہی سر تک کمبل تانے لیتی ہوئی تھی شاید سو گئی تھی۔وہ جب بھی غصے یا پریشانی میں ہوتی ہمیشہ ایسے ہی کمبل سر تک تانے سو جاتی۔جیسے ساری دنیا سے چھپ جانا چاہتی ہو۔۔

ارمان نے ایک نظر اپنے حلیے کو دیکھا اکثر جب وہ رات کو گھر آتا تھا تو کسی نہ کسی مجرم کو مارنے کی وجہ سے اس کے اپنے کپڑوں پر بھی خون کے چھینٹے پڑ جاتے تھے۔۔۔

پہلے تو وہ اپنے خون آلودہ کپڑے خود ہی دھولیتا تھا۔۔۔مگر اب اگر کبھی وہ بھول جاتا تو یاد آنے پر دیکھتا تو اس کے کپڑے غائب ہوتے اور اس کی بیوی انہیں دھو چکی ہوتی۔۔ہیر نے کبھی غصہ نہیں کیا نہ ہی کبھی خون آلودہ کپڑے دھونے سے منہ موڑا۔۔وہ پچھلے دو مہینوں سے ارمان کا ہر کام کر رہی تھی۔۔۔۔اور کام کرتے ہوئے اس کے چہرے پر ہمیشہ سکون ہوتا تھا۔۔۔۔وہ خود سارے کام کر کے مطمئن ہوتی تھی۔۔۔۔

وہ ہمیشہ شاور لینے کے بعد ہیر کو ہاتھ لگاتا تھا۔۔۔کیونکہ یہ خون غلیظ لوگوں کا ہوتا تھا اس لیے ارمان کو لگتا تھا جب تک وہ خون اس کے جسم اور کپڑوں پر لگا ہے وہ خود بھی غلیظ ہو گیا ہے۔۔۔۔

اب بھی اس کے کپڑوں پر کچھ چھینٹے پڑے ہوئے تھے وہ سیدھا واش روم میں گھس گیا۔۔۔۔۔

شاور لینے کے بعد وہ بلیک شرٹ اور گرے پینٹ میں باہر نکلا۔۔۔۔

وہ سیدھا ہیر کی سائیڈ آیا۔۔۔۔آرام سے اس کے چہرے سے کمبل ہٹایا۔۔۔بالوں کی کچھ لٹیں اس کے چہرے کو چھپائے ہوئے تھیں

۔۔۔۔۔

ارمان اس کے پاس بیٹھ گیا اور نرمی سے اس کے چہرے سے بال پیچھے کیے تو اس نے دیکھا اس کا سفید دودھیا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔۔۔۔

آنکھوں پر آنسوؤں کے مٹے مٹے نشان تھے جنہیں دیکھ ارمان نے ضبط سے اپنی مٹھیاں بھینچیں مطلب وہ روتے ہوئے سوئی تھی۔۔۔۔

ارمان نے آگے بڑھ کر اس کی پیشانی پر اپنے سلگتے لب رکھے۔۔۔۔اس کا دل جو پچھلے 36 گھنٹوں سے جل رہا تھا اسے ایک پل میں قرار آ گیا۔۔۔ہاں وہ اس کے زخموں پر مرہم کا کام کرتی تھی۔۔۔۔۔

اسے ایک نظر دیکھنے کے بعد ارمان کمرے سے نکل آیا اس کا رخ کچن کی جانب تھا۔۔۔

اس نے فریج کھولی تو سامنے پلیٹ میں وہی سینڈوچ پڑے تھے جو شام کو ہیر نے تھوڑے سے کھائے تھے۔۔۔۔۔

ارمان کے ہونٹوں پر ایک زخمی مسکراہٹ آئی۔۔۔اس نے وہ پلیٹ نکالی۔۔۔اوون میں گرم کرنے کے بعد وہ وہی سینڈوچ کھا رہا تھا جو

ہیر نے چھوڑے تھے ہاں اس کے لیے یہ سب سے بہترین کھانا تھا کیونکہ یہ اس کی بیوی کا چھوڑا ہوا تھا۔۔۔۔۔

کھانے کے ساتھ اس کی آنکھوں میں نمی امڈ رہی تھی اس کی آنکھوں کے سامنے بار بار ہیر کی وہ اجنبی آنکھیں آ رہی تھیں۔۔۔۔

کوئی نیزہ تھا جو اس وقت ارمان کے دل میں پیوست ہوا تھا جب ہیر نے پہلی بار اسے نفرت سے دیکھا۔۔۔۔اس کے ہاتھ رک گئے۔۔۔ اس سے زیادہ وہ کھا نہیں سکتا تھا۔۔۔۔اسے اپنا دل زخمی محسوس ہو رہا تھا۔۔۔۔اور زخم ایسے تھے کہ ان کی دوا آنکھوں کے سامنے تھی مگر وہ چاہ کر بھی دوا تک پہنچ نہیں سکتا تھا۔۔۔۔

وہ برتن سمیٹتا ہوا اٹھا اور واپس کمرے میں آ گیا۔۔۔۔۔

بیڈ پر اپنی سائیڈ پر آ کر لیٹا۔۔۔۔اسے تو تب تک نیند بھی نہیں آنی تھی جب تک ہیر کا سر اس کے کندھے یا سینے پر نہ ہوتا۔۔۔۔اسے کہاں عادت رہی تھی اب اس کے بنا سونے کی۔۔۔۔اس نے ہیر کو اپنے قریب کرنے کا سوچا مگر پھر کچھ گھنٹوں پہلے اس کا لہجہ اور وہ الفاظ یاد آئے۔۔۔۔۔

نہیں اس کی ہیر نے اسے کوئی تکلیف نہیں تھی اس میں اس کا قصور نہیں تھا وہ تو سارا اس ڈر گزکا قصور تھا جو اس کے دماغ میں حاوی ہو گئی تھی۔۔بس کچھ دنوں کی بات ہے وہ بالکل ٹھیک ہو جائے

گی۔۔۔اس لیے کچھ دنوں تک اسے ہیر کے رویے کو دل پر نہیں لینا۔۔۔۔۔

اتنا سوچتے ہوئے ارمان ماہی کے قریب ہوا اس کا سر اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھا۔۔۔دل میں سکون اترا۔۔۔۔وہ اس کے لمس سے کسمسائی اور اس سے لپٹ گئی۔۔۔ہیر کی اس حرکت پر ارمان کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ آئی۔۔۔

ارمان نے اس کے سر پر اپنے لب رکھے۔۔۔اور آنکھیں موند گیا۔۔۔وہ 48 گھنٹوں سے سویا نہیں تھا اس لیے اسے نیند کی بہت ضرورت تھی کیونکہ اس کا سر شدید درد کا شکار تھا۔۔۔کچھ ہی دیر میں وہ نیند کی وادیوں میں اتر گیا۔۔۔

آدھی رات کا وقت تھا۔۔وہ جو گہری نیند میں تھا۔۔۔اسے اچانک سینے کے مقام سے اپنی شرٹ سخت گرفت میں محسوس ہوئی۔۔۔۔اس کے سینے پر دباؤ بڑھ رہا تھا۔۔۔۔۔پھر اسے اپنے سینے پر نازک ہاتھوں کا لمس محسوس ہوا۔۔۔۔اس نے اپنی آنکھیں کھول کر دماغ کو بیدار کرنا چاہا۔۔۔۔۔

دماغ بیدار ہونے کے بعد اس کے کانوں میں ہلکی ہلکی آواز پڑنے لگی۔۔۔۔"نہیں دور رہو۔۔۔مجھ سے۔۔۔میرے قریب مت

آنا۔۔۔بچاؤ کوئی ہے۔۔۔۔حیدر۔۔۔۔بچائیں۔۔۔۔۔نہیں دور رہو۔۔۔۔حیدر"۔۔۔۔۔۔

ہیر اس کے سینے سے شرٹ کو سختی سے پکڑے نیند میں اضطرابی کیفیت میں آہستہ آواز میں چیخ رہی تھی۔آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔۔۔اس کا سارا چہرہ پسینے سے تر تھا۔۔۔۔حیدر کا حصار بے اختیار اس کے گرد مظبوط ہوا۔۔۔۔"نہیں میرے حیدر ایسے نہیں ہیں۔۔۔وہ مجھے تکلیف نہیں دے سکتے۔۔۔جھوٹ بول رہے ہو تم۔۔۔۔جھوٹ۔۔۔۔۔۔دور رہو"۔۔۔

وہ اب بھی چیخ رہی تھی۔۔۔آہستہ آہستہ اس کی آواز اونچی ہو رہی تھی۔۔۔حیدر اسے بیڈ پر منتقل کرتا ہوا اٹھ کر تھوڑا سا اوپر ہوا۔۔۔

"ہیر آنکھیں کھولو کچھ بھی نہیں ہوا۔۔۔کوئی بھی نہیں ہے۔۔۔۔ کوئی تمہیں تکلیف نہیں دے رہا۔۔۔دیکھو تمھارا حیدر تمھارے پاس ہے"۔۔۔۔

ارمان اس کے چہرے پر جھکا اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔۔۔وہ یقینا بہت خوفناک خواب دیکھ رہی تھی اس لیے اسے آرام سے اس خواب سے باہر نکالنے کی ضرورت تھی۔۔۔۔

وہ مسلسل نفی میں سر ہلا رہی تھی۔۔۔حیدر نے اب اسے جنجھوڑا تو اس نے فوراً اپنی آنکھیں کھول دیں۔۔۔۔آنکھوں مین خوف تھا۔۔۔حیدر اس کے چہرے پر جھکا نرم اور فکر مند نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔

وہ روتی ہوئی اٹھی اور حیدر کے سینے سے لگ گئی۔۔۔۔حیدر نے اسے حصار میں لے کر اسے تحفظ کا احساس دلایا۔۔۔۔"وہ مجھے زبردستی ۔۔۔۔ہاتھ لگا رہے تھے۔۔۔۔

اس نے گندے ہاتھ لگائے۔۔۔۔

اس نے مجھے تھپر مارا۔۔۔۔پلیز مجھے بچائیں مجھے ڈر لگ رہا ہے"۔۔۔۔وہ روتے ہوئے ہچکیوں کے درمیان بامشکل بول رہی تھی۔۔۔۔

حیدر اس کی پیٹھ سہلا رہا تھا اس کی آنکھیں ضبط اور غصے سے لال ہو گئی۔۔۔۔"ریلیکس کوئی نہیں ہے یہاں میرے ہوتے تمہیں اب کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔۔۔۔میں ہوں۔۔۔پریشان نہیں ہو"۔۔۔۔

وہ اسی طرح اس سے لپٹی روئے جا رہی تھی۔۔۔۔اور یہ تکلیف ارمان کے برداشت سے باہر تھی۔۔۔۔۔ارمان نے اس سے دور ہو کر پانی کا گلاس پکڑنا چاہا وہ مزید خوفزدہ ہو گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔"نہیں۔۔۔۔۔۔نہیں۔۔۔۔۔پلیز مت چھوڑو"۔۔۔۔۔

ارمان واپس پیچھے ہو گیا۔۔۔۔"ریلکس میری جان میں تمھارے لیے پانی پکڑ رہا تھا۔۔۔۔۔ کہیں نہیں جا رہا"۔۔۔۔۔۔ماہی نے ارمان کی شرٹ کو مزید مضبوطی سے پکڑ لیا۔۔۔۔"نہیں چاہیے"۔۔۔۔وہ مسلسل نفی میں سر ہلا رہی تھی۔۔۔۔۔

ارمان نے گہری سانس لی اور اسے اپنے حصار میں لیتا ہوا لیٹ گیا۔۔۔اب وہ اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔۔۔۔آہستہ آہستہ ماہی کے رونے میں کمی آنے لگی۔۔۔۔۔

وہ اس کے ساتھ زور سے چپکی ہوئی تھی۔۔۔۔جیسے خوف دماغ پر حاوی ہو۔۔۔۔اس نے ارمان کی شرٹ کو ابھی تک سینے سے اپنی مٹھی میں زور سے پکڑ رکھا تھا۔۔۔۔

کچھ دیر تک وہ سو گئی۔۔۔۔اس کی مدھم سانسیں بتا رہی تھیں کہ وہ سو چکی ہے۔۔۔۔۔ارمان کے دل و دماغ میں اس وقت شدید درد ہو رہی تھی۔۔۔۔۔وہ نہیں جانتا تھا کہ جو زخم اس کی وجہ سے اس کی بیوی کو لگے ہیں انہیں ہیل ہونے میں کتنا عرصہ لگے گا۔۔۔۔۔

اس نے آنکھیں بند کر کے اپنی آنکھوں کی جلن کو کم کرنے کی کوشش کی۔۔۔۔وہ نازک وجود جو اس کے سینے سے لگی تھی اس کی وجہ سے اسے نیند آنی شروع ہو گئی اور تھوڑی دیر میں وہ سو گیا۔۔۔۔۔

ایک نئی صبح کا آغاز ہو چکا تھا۔۔۔۔۔10 بجے کا وقت تھا وہ کچن میں ناشتہ بنا رہا تھا اور ماہی اندر کمرے میں سو رہی تھی۔۔۔۔وہ اسے اس حالت میں چھوڑ کر یونیورسٹی جانے سے رہا۔۔

ایک ہفتہ ہو چکا تھا ماہی کی حالت ویسی ہی تھی۔۔۔وہ اکثر دن میں خاموش رہتی زیادہ بات نہ کرتی۔۔ مگر روز راتوں کو چیختی ہوئی اٹھ

جاتی۔۔اسے خوف آتا تھا۔۔پھر ارمان اسے بہت مشکل سے ہینڈل کرتا اور اس کا خوف کم کرنے کی کوشش کرتا۔اس کا بیہیویئر اب بھی ویسا ہی تھا۔ کبھی کبھی بہت انجان نظروں سے دیکھتی کبھی نفرت سے اور کبھی بے تاثر نگاہوں سے۔۔

اس نے اس ہفتے میں ایک بار بھی ارمان کو حیدر نہیں پکارا تھا۔ جس کی وجہ سے حیدر کو سب سے زیادہ تکلیف تھی۔۔بلکہ وہ تو اسے کسی بھی نام سے نہیں پکار رہی تھی ارمان بھی نہیں۔۔۔۔

ارمان نہیں جانتا تھا اس کے دماغ میں کچھ پہچان واپس آئی یا نہیں۔۔۔۔مگر وہ اس کے ٹھیک ہونے کا شدت سے کا انتظار کر رہا تھا۔۔

اس نے اس ایک ہفتے میں ماہی کا کسی بچے کی طرح خیال رکھا تھا۔۔۔۔خود اس کے بال اپنے ہاتھوں سے سنوارتا۔۔۔۔اسے جو کپڑے نکال کر دیتا وہ پہن لیتی آج کل اس کا دماغ بالکل کام نہیں کر رہا تھا۔۔۔۔

اس ڈرگ نے اس کے دماغ کو مفلوج کر دیا تھا۔ تین دن پہلے اچانک آرزو گھر میں آگئی۔۔۔۔جسے دیکھ کر ارمان بہت پریشان ہوا وہ نہیں چاہتا تھا ماہی کی حالت اس کے علاوہ کوئی اور دیکھے۔۔۔اس کے سامنے تین دن پہلے کا منظر کسی فلم کی جہاں چلنے لگا۔۔۔

تین دن پہلے۔۔۔۔

وہ کب سے دروازے پر بیل دے رہی تھی مگر لگتا تھا اندر والے بہرے ہو کر بیٹھے تھے کوئی دروازہ ہی نہیں کھول رہا تھا۔۔۔۔"کیا مصیبت ہے یار کھول بھی دو"۔۔۔۔۔

کچھ دیر بعد دروازہ کھلا اور ارمان دروازے میں نمودار ہوا۔۔۔۔اسے دیکھ کر وہ ایسے پتھر بن گیا جیسے کوئی بھوت دیکھ لیا ہو۔۔۔۔۔"کیا بھائی اتنی دیر لگاتے ہیں دروازہ کھولنے میں"۔۔۔۔۔ارمان اپنی جگہ سے ہلا ہی نہیں۔۔۔۔۔

آرزو نے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ ہلایا۔۔۔۔"کیا ہوا کوئی بھوت دیکھ لیا کیا"۔۔۔۔۔وہ اپنی سوچوں سے باہر نکلا اور نفی میں سر

ہلاتا ہوا ایک سائیڈ پر ہو گیا وہ اندر داخل ہوئی اس کے ہاتھ میں ماہی کا بیگ تھا۔۔۔۔۔

وہ آئی اور آ کر لاؤنج کے صوفے پر بیٹھ گئی۔۔۔۔"یہ آخر چل کیا رہا ہے چار دن ہو گئے ہیں نہ ہی ماہی یونیورسٹی اور نہ ہی آپ"۔۔۔۔یہ بیگ اسے ایچ ارڈیپارٹمنٹ میں پڑا ملا تھا وہ اپنے کسی کام سے گئی تھی تو پھر وہاں سے ریسیو کر لیا۔۔۔۔۔

ارمان بھی صوفے پر بیٹھ گیا۔۔۔۔آرزو نے نوٹ کیا وہ کچھ پریشان لگ رہا تھا۔ سر پر بھی بینڈج ہوئی تھی شاید کوئی چوٹ لگی تھی۔۔۔۔"کیا بات ہے سب ٹھیک تو ہے نا اور یہ ماہی کہاں ہے"۔۔۔۔۔

وہ آس پاس نظر دوڑا رہی تھی۔۔۔۔"وہ روم میں ہے"۔۔۔۔۔ارمان کی بات سن کر وہ اٹھی۔۔۔"اچھا میں اس سے مل کر آتی ہوں"۔۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ اپنے قدم دروازے کی طرف بڑھاتی۔۔

ارمان کی آواز نے اس کی قدم جکڑ دیے۔۔۔۔"رک جاؤ یہاں بیٹھو میری بات سنو"۔۔۔۔

ارمان بہت زیادہ سنجیدہ تھا وہ خاموشی سے بیٹھ گئی پھر ارمان نے اسی ساری بات الف سے لے کر یے تک بتادی۔۔۔۔۔

کچھ پل تو وہ شاک کی کیفیت میں رہی۔۔۔۔پھر بہت دیر بعد وہ کچھ بولنے کے قابل ہوئی۔۔۔"مطلب آپ کہہ رہے ہیں وہ آپ کو پہچان نہیں رہی"۔۔۔۔اس کی حیرانی میں ڈوبی آواز پر ارمان نے اپنی اس اوور ایکٹر بہن کو دیکھا۔۔۔۔"تو میں تمہارے ساتھ پچھلے ایک گھنٹے سے کیا دماغ کھپا رہا ہوں کالی بلی"۔۔۔۔

وہ ہمیشہ کی طرح کالی بلی پر چڑھ ہی گئی۔۔۔"کتنی بار کہا ہے مجھے کالی بلی نہ کہا کریں"۔۔۔۔وہ منہ بسورتی ہوئی بولی۔۔۔۔"ہاں اور جیسے تمہیں تو پتہ ہی نہیں کہ تمہارا بھائی اس شہر کا اے ایس پی ہے"۔۔۔اس بات پر وہ کھسیانی سی ہسی ہنسی۔۔۔۔"ہاں یہ تو خیر راز تھا ناہم دونوں بہن بھائیوں کے درمیان"۔۔۔۔

اس کے بعد وہ اٹھی۔۔۔۔۔"آپ فکر مت کریں میں اسے اچھے طریقے سے ٹریٹ کروں گی"۔۔۔۔۔یہ کہتے ساتھ وہ کمرے کی طرف چلی گئی۔۔۔۔۔

وہ کمرے میں داخل ہوئی تو ماہی بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی آنکھیں کسی غیر مرائی نقطے پر مرکوز تھی۔۔۔۔۔"ہیلو ماہی کیسی ہو"۔۔۔۔۔اس کی آواز سن کر ماہی نے اس کی طرف دیکھا مگر آنکھوں میں ابھی بھی اجنبیت تھی۔۔۔۔۔

آرزو کے دل کو کچھ ہوا۔۔۔۔"اور یہ تم نے اپنا کیا حال بنا رکھا ہے دیکھو تمہارے سارے بال بھی بے رنگ ہو گئے ہیں چلو اٹھو شاور لو

اچھے سے کپڑے پہن لو پھر میں تمہارے بالوں پر اچھے سے تیل کی مالش کرتی ہوں"۔۔۔۔۔۔

وہ حیران ہوئی یہ لڑکی کون تھی اور اس طرح بات کر رہی تھی جیسے دو وہ دونوں بہت کلوز ہوں۔۔۔۔۔"ارے اٹھو ایسے کیا دیکھ رہی ہو"۔۔۔۔۔

آرزو نے اسے سمجھنے کا موقع دیے بغیر اٹھایا اور ایک اچھا سا ڈریس نکال کر اسے دیا۔۔۔۔۔

وہ آدھے گھنٹے بعد شاور لے کر نکلی۔۔۔۔۔۔

وہ اسے لے کر لاؤنج میں آگئی۔۔۔۔۔

اب وہ آرزو کے سامنے بیٹھی تھی اور آرزو صوفے کے پاس کھڑی اس کے سر پر اچھے سے پروٹینز آئل کے ساتھ مالش کر رہی تھی۔۔۔۔۔

ماہی کو اپنے دماغ میں سکون اترتا ہوا محسوس ہو رہا تھا ارمان جو کچن میں کھڑا ماہی کے لیے کھانا بنا رہا تھا وہ یہ سب دیکھ کر مسکرا دیا۔۔۔۔۔

پھر آرزو اس کے ساتھ سارا دن رہی اور پتہ نہیں اس کے ساتھ کون کون سی باتیں کرتی رہی جس سے ماہی کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔۔۔۔۔۔

اسے ماہی کی حالت میں کافی چینج لگ رہا تھا۔۔۔۔۔اور یہ چینج پوزیٹو تھا۔۔۔۔۔سب سے بڑا چینج اس نے یہ دیکھا کہ جب آرزو اسے بھائی کہہ کر بلا رہی تھی تو ماہی کے چہرے پر بہت سکون تھا۔۔۔۔۔۔

پھر شام کو وہ واپس چلی گئی۔۔۔۔

ارمان نے اس ایک ہفتے میں اکرام ملک کو اتنی سزا دی تھی کہ اس کے جسم کے انگ انگ پر زخم لگ چکے تھے۔۔۔۔۔۔وہ روز رات کو دو گھنٹے کے لیے پولیس اسٹیشن جاتا اور اپنا سارا غصہ اور تکلیف اس پر نکالتا

اکرام ملک کا جسم لہولہان ہو چکا تھا۔۔۔۔۔وہ تڑپ تڑپ کر اس سے اپنی موت مانگتا مگر ارمان نے ایک ہی بات کہی کہ جس دن اس کی

تکلیف ختم ہو جائے گی اس دن وہ اکرام ملک کی تکلیف بھی ختم کر دے گا۔۔۔۔۔۔

اس ایک ہفتے میں سارے پولیس والوں نے اس کا شیطانی روپ دیکھ لیا تھا۔۔۔۔۔سب اس سے دور دور رہتے۔۔۔۔۔کوئی اس سے بات کرتے ہوئے بھی سو بار سوچتا۔۔۔۔۔سب جان گئے تھے کہ جب تک اس کی بیوی بالکل ٹھیک نہیں ہو گی وہ بھی ٹھیک نہیں ہو گا۔۔۔۔

وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر چیخنا چلانا شروع ہو گیا تھا۔۔۔۔۔

وہ ان پر اپنا غصہ نکالتا تھا۔۔۔۔

اور مرحا کو تو خاطب کرنا ہی چھوڑ چکا تھا۔۔۔۔وہ اسے اس طرح اگنور کرتا جیسے وہ دنیا میں ہو ہی نہ۔۔۔۔۔مرحا نہیں جانتی تھی کہ ارمان کے اس سلوک کی وجہ کیا تھی۔۔

ناشتہ بنانے کے بعد وہ واپس کمرے میں آیا۔۔۔۔

وہ بائیں طرف کروٹ لیے سو رہی تھی۔۔۔۔وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ جب اٹھے گی اسے پہچانے گی یا نہیں۔۔۔۔۔یا شاید کل رات کی طرح دوبارہ غصہ کرے۔۔۔۔ہو سکتا ہے اسے خود سے دور کرے یا ہاتھ لگانے سے منع کرے۔۔۔۔

مگر وہ اس کے دماغ کی جنگ تھی جس میں سے اسے ہیر کو فتح یاب کر کے واپس زندگی طرف لانا تھا۔۔۔۔۔

وہ بیڈ پر اس کے پاس بیٹھ گیا۔۔۔۔۔

نرمی سے اس کے چہرے سے بال پیچھے کیے۔۔۔۔۔

وہ غور سے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔۔۔پہلے اسے صرف ہیر سے عشق تھا۔۔۔۔۔ مگر اب یہ چہرہ اس کے جینے کی وجہ بن گیا تھا۔۔۔۔اسے لگتا تھا اگر وہ ایک پل کے لیے بھی اب اس چہرے کو نہیں دیکھے گا تو شاید اگلی سانس نہیں لے پائے گا۔۔۔۔۔

وہ نرمی سے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔۔۔۔اس کے لمس سے وہ کسمسائی۔۔۔۔حیدر کی نظر بے ساختہ اس کی گردن کی طرف

اٹھی۔۔۔۔جہاں سفید دودھیا گلے میں بائیں طرف سرخ دانت گاڑنے کا ہلکا سا نشان اب بھی موجود تھا۔۔۔۔۔

اسے لگا جیسے کسی نے اس کے جسم میں آگ کا الاؤ جلا دیا ہو۔۔۔۔۔اسے تکلیف ہونے لگی۔۔۔۔سانس۔۔۔۔سانس نہیں آ رہی تھی اس کا دم گھٹنے لگا۔۔۔۔۔

وہ کبھی اتنا بے بس نہیں ہوا تھا جتنا یہ ایک ہفتے میں ہو گیا تھا۔۔۔۔۔

وہ کیسا شوہر تھا کہ جس کے ہوتے ہوئے اس کی بیوی کو کسی نے تکلیف دی۔۔۔۔۔ان سب میں ساری غلطی اس کی اپنی تھی وہ اپنی بیوی کی حفاظت ٹھیک سے کر ہی نہیں پایا۔۔۔۔۔

ارمان کا ہاتھ بے ساختہ گلے کے اس مقام پر گیا مگر اس سے پہلے ارمان کی انگلی اس کے گلے کو چھوتی اس کا ہاتھ ماہی کے ہاتھ میں آگیا۔۔۔۔۔ارمان نے چہرہ اٹھا کر اس کے چہرے کی طرف دیکھا تو وہ بے تاثر نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔وہ بیدار ہو چکی تھی۔۔۔۔

ارمان نے ہاتھ پیچھے کرنا چاہا تو اس نے ہاتھ نہ چھوڑا۔۔۔۔۔وہ غور سے ارمان کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔۔

ارمان نے دیکھا اس کی بے تاثر آنکھوں میں آہستہ آہستہ جذبات ابھر رہے تھے۔۔۔۔اس کی آنکھوں میں غصہ، تکلیف، غم، زخم اور شکوے تھے۔۔۔۔

وہ ارمان کا ہاتھ جھٹکتی ہوئی اٹھ کر بیٹھ گئی۔۔۔۔ارمان نے دیکھا جیسے اس کے لہجے میں ناراضگی تھی۔۔۔۔کیا اسے سب یاد آگیا تھا۔۔۔۔کیا وہ ٹھیک ہو گئی تھی؟۔۔۔۔

ارمان بے چین ہو گیا۔۔۔۔"ہیر"۔۔۔۔۔

وہ چہرہ نیچے جھکائے بیٹھی تھی۔۔۔۔۔۔۔

ارمان نے پکارا مگر دوسری طرف سے جواب ندارد۔۔۔۔۔

اس نے دوبارہ پکارنے کے لیے لب کھولے مگر اس سے پہلے ہی اس نے اپنا چہرہ اٹھا کر حیدر کی طرف دیکھا اس کا سارا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا

حیدر تڑپ اٹھا۔۔۔۔۔۔

وہ ناراضگی سے منہ موڑ کر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔ارمان کو یقین نہ آیا کہ وہ اس سے ناراض ہو رہی تھی۔۔۔۔۔مطلب اسے کچھ نہ کچھ تو یاد آ گیا تھا۔۔۔۔۔"ہیر"۔۔۔۔۔۔

اس نے دوبارہ پکارا۔۔۔۔۔۔"کیا ہیر ہیر لگا رکھی ہے۔۔۔۔۔نہیں کرنی مجھے آپ سے بات"۔۔۔۔۔وہ پھٹ پڑی جیسے غصے سے بھری بیٹھی تھی۔۔۔۔۔"اور کیوں نہیں کرنی بات وجہ بھی تو پتہ چلے"۔۔۔۔۔۔اسے غصے سے اس طرح پھٹتا دیکھ کر پہلے تو وہ حیران ہوا مگر پھر ارمان کے سینے میں ٹھنڈک پڑی۔۔۔۔

وہ چہرہ جھکائے بیگے لہجے کے ساتھ بولی۔۔۔۔۔"کیونکہ میں آپ کو تکلیف دیتی ہوں اس لیے نہیں کرنی بات"۔۔۔۔۔۔

ارمان کو سمجھ نہ آئی کہ وہ ایسے کیوں کہہ رہی ہے۔۔۔۔"ارے کس نے کہا تم مجھے تکلیف دیتی ہو ایسی تو کوئی بات نہیں۔۔۔۔ہیر اپنے حیدر کو کبھی تکلیف نہیں دے سکتی"۔۔۔۔ارمان اب بھی نرمی اور پیار سے ہی بول رہا تھا۔۔۔۔۔

اب ماہی نے چہرہ اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا اور بھیگے لہجے میں بولی۔۔۔۔۔"مگر میں نے آپ کو دی ہے۔۔۔۔۔۔میں بہت بری ہوں میں نے آپ کو دھکا دیا اور خود سے دور کیا تھا"۔۔۔

اور یہ وہ وقت تھا جب ایک بار پھر ارمان حیدر ساکت اور جامد ہو گیا۔۔۔۔۔اسے ہیر سے اس جواب کی توقع نہیں تھی۔۔۔۔۔۔اسے لگا شاید وہ ہل نہ پائے۔۔۔۔۔

جنون

وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے اور ارمان ساکت ہو گیا تھا۔۔۔۔

وہ اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپائے پھوٹ پھوٹ کر رو
پڑی۔۔۔کافی دیر بعد حیدر کی ساکت جسم میں حرکت ہوئی۔۔۔۔۔

اس نے آگے بڑھ کر ہیر کو اپنے سینے میں بھینچ لیا۔۔۔۔"شش کچھ نہیں ہوا خاموش ہو جاؤ"۔۔۔۔ارمان کے نرمی سے کہنے پر اس نے خود پر کنٹرول کیا۔۔۔۔"ایم۔سوری۔۔۔پلیز مجھے معاف کر دیں میں بہت بری ہوں۔۔۔۔مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی مجھے کیا ہوا تھا۔۔۔۔

مجھے کچھ بھی ٹھیک سے یاد نہیں آ رہا۔۔۔۔یونیورسٹی میں۔۔۔۔پارکنگ۔۔۔۔وہاں۔۔۔میں آپ کو دیکھنے گئی تھی۔۔۔۔اس کے بعد کچھ بھی یاد نہیں۔۔۔۔سب دھندلا ہے۔۔۔کچھ کچھ ہلکا ہلکا یاد آ رہا بس"۔۔۔۔۔

ارمان کو لگا جیسے وہ سالوں کا آگ میں تپتا وجود ٹھنڈک میں اتر گیا ہو۔۔۔۔اس نے ایک ہفتہ جو اذیت برداشت کی آخر اس کا پھل مل گیا تھا۔۔۔۔اسے واپس سے سب یاد آ رہا تھا۔۔۔۔۔

وہ خاموش بیٹھا تھا۔۔۔ماہی نے اس کی خاموشی محسوس کی تو اپنا چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا "حیدر"۔۔۔۔

ارمان کو لگا جیسے کانوں میں سکون اتر گیا ہو۔۔۔"آپ مجھ سے ناراض تو نہیں ہیں نا۔۔۔میں سچ کہہ رہی ہوں میں نے کچھ بھی جان بوجھ کر نہیں کیا۔۔۔مجھے نہیں پتہ کہ میں نے ایسا کیوں کیا"۔۔۔۔۔

وہ کچھ نہیں بولا۔۔۔بس اسے اور مضبوطی سے اپنے حصار میں جکڑ لیا۔۔۔۔وہ بے چینی سے اس کے بولنے کی منتظر تھی۔۔۔۔وہ سو رہی تھی جب اس نے خواب میں خود کو حیدر پر غصہ کرتے دیکھا۔۔۔۔پھر اسے آہستہ آہستہ کچھ چیزیں یاد آنے لگیں۔۔۔۔

وہ کچھ بول نہیں رہا تھا اور اس کی یہ خاموشی ماہی کو بے چین کر رہی تھی۔۔۔۔"حیدر۔۔۔۔آپ۔۔۔"۔۔۔۔وہ اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی کاٹ گیا۔۔۔۔۔"پلیز دوبارہ میرا نام لو"۔۔۔۔ وہ التجا کر رہا تھا۔۔۔"حیدر"۔۔۔۔ماہی کچھ حیران ہوئی۔۔"بار بار بولو"۔۔۔۔اب اس نے حکم دیا۔۔۔۔"حیدر"۔۔۔۔۔

وہ بار بار اس کا نام لینے لگی۔۔۔۔حیدر کا حصار اور تنگ ہونے لگا۔۔۔۔

اس نے بہت زیادہ زور سے ماہی کو گلے لگایا ہوا تھا۔۔۔۔کہ اب ماہی کو سانس لینے میں مشکل ہونے لگی۔۔۔۔۔مگر وہ ایک انچ بھی ہل نہ پائی۔۔۔۔"حیدر مجھے سانس نہیں آ رہی"۔۔۔۔وہ بہت مشکل سے بولی۔۔۔۔۔

وہ جو پر سکون ہو کر اسے محسوس کر رہا تھا۔۔۔۔ہوش میں آکر تھوڑا سا پیچھے ہوا۔۔۔ماہی نے کھل کر سانس لی۔۔۔۔اس نے ماہی کا چہرہ پیچھے کیا اور اب وہ آنکھوں میں جنون لیے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔

مگر وہ اس سے بے خبر چہرہ جھکائے اپنا سانس ٹھیک کر رہی تھی۔۔۔۔ حیدر نے اس کی پیشانی پر اپنے سلگتے لب رکھ دیے۔۔۔۔ماہی نے آنکھیں بند کر کے اس لمس کو اپنے اندر اترتا محسوس کیا۔۔۔۔

وہ اس کی ادا پر مسکرایا۔۔۔پھر اس کی دونوں آنکھوں پر لمس چھوڑا اس کے بعد اس کے دونوں گالوں پر۔۔۔۔"تم نے مجھے واقعی ہرٹ کیا۔۔۔مگر میں تمہیں کوئی سزا نہیں دے سکتا۔۔۔لیکن میں اپنی تکلیف کا مرہم چاہتا ہوں۔۔۔آج میں ہم دونوں کی ہر تکلیف پر

مرہم رکھ دوں گا"۔۔۔۔۔یہ کہتے ہوئے ارمان اسے سوچنے سمجھنے کا موقع دیے بنا اس کے ہونٹوں پر جھک گیا۔۔۔۔

ماہی کو اپنے جسم میں سپارک ہوتا محسوس ہوا۔۔۔۔اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں میں ارمان کی شرٹ کو مظبوطی سے جکڑا۔۔۔۔۔

ارمان کا جنون اس کے لبوں پر آہستہ آہستہ بڑھتا جا رہا تھا۔۔۔

اور اس کی سانسیں سینے میں ہی اٹک رہیں تھیں۔۔۔۔اس کی حالت دیکھ ارمان نے اسے اپنی سانسیں دیں۔۔۔۔اس کی حالت غیر ہونے لگی۔۔۔۔اس نے زور سے آنکھیں میچ لیں۔۔۔۔ارمان آج اسے اپنے جنون کی آگ سے تڑپنے پر مجبور کر گیا۔۔۔۔

وہ اسے روک نہیں سکتی تھی۔۔۔۔اس نے کبھی کوشش بھی نہیں کی تھی۔۔۔۔۔بس وہ اس کا جنون برداشت نہیں کر سکتی تھی۔۔۔۔

اس کی ہتھیلیاں پسینے سے بھگ گئیں۔۔۔۔

ارمان اس کی حالت پر ترس کھاتا ہوا کچھ دیر بعد اسے آزادی دیتا پیچھے ہوا۔۔۔۔۔اس کا چہرا لال انار ہو گیا تھا۔۔۔۔گالوں سے تپش نکلنے لگی۔۔۔۔وہ ویسے ہی اس کو مظبوطی سے پکڑے اپنا سانس درست کرنے لگی۔۔۔۔

ارمان نے اس کی ناک سے اپنی ناک مس کی۔۔پھر اس کی ناک پر بوسہ دیا۔۔۔۔اس کی چمکتی ٹھوڑی پر لب رکھے۔۔۔۔۔۔

ارمان کا ایک ہاتھ ہیر کے بالوں کی جڑوں کو سہلا رہا تھا۔۔۔تو دوسرا ہاتھ اس کی کمر کے گرد حصار بنائے ہوئے تھا۔۔۔۔

اس کی نظر ہیر کی گردن پر گئی۔۔۔وہ اس کے گلے پر موجود اس نشان پر جھکا۔۔۔اور نرمی سے اس پر اپنے لبوں سے مرہم رکھا۔۔۔۔۔

ہیر نے زور سے آنکھیں میچ لیں۔۔۔وہ جانتی تھی اب ارمان تب تک نہیں رکے گا جب تک وہ خود نا چاہے۔۔۔۔اس لیے اس نے مظبوطی سے ارمان کی شرٹ کو ایک ہاتھ سے کمر سے مٹھی میں بھینچا۔۔۔۔

دوسرے ہاتھ میں ارمان کی کالر تھی۔۔۔۔

وہ ہوش کھو رہا تھا۔۔۔اس کا گلا اور گردن جگہ جگہ سے جلنے لگی۔۔۔۔

ہیر بے بس ہو گئی۔۔۔۔وہ آنکھیں میچ کر اس کے جنون کو محسوس کرنے لگی۔۔۔۔اچانک حیدر نے اس کی بیوٹی بون پر دانتوں سے دباؤ ڈالا۔۔۔۔

ہیر کے منہ سے ضبط کے باوجود سسکی نکلی۔۔۔جو ارمان کے لیے جلتی پر تیل کا کام کر گئی۔۔۔وہ ویسے ہی اس کی گردن پر جھکا۔۔۔اسے بیڈ پر گرا گیا۔۔۔اور اب اپنے جنون کی آگ کو اس میں منتقل کرنے لگا۔۔۔اس نے ہیر کا رخ موڑ کر اسے بیڈ پر گرایا اور اب اس کی پشت ارمان کی طرف تھی۔۔۔ارمان نے اس کی گردن سے بال ہٹائے۔۔۔اور اس کی گردن پر جا بجا لمس چھوڑنے لگا۔۔۔ہیر نے بیڈ شیٹ کو اپنی مٹھی میں بھینچا۔۔۔

جب اسے اپنے سارے زخم بھرتے محسوس ہوئے۔۔۔۔تو خود پر کنٹرول پاتے تھوڑا اوپر ہوا اور ہیر کے بالوں پر لب رکھے۔۔۔ہیر تو صرف کچھ ہی دیر میں ہلکان ہو گئی۔۔۔اس نے ہیر کا رخ اپنی طرف موڑا۔۔۔اور اب اس کے ساتھ ہی بیڈ پر گر گیا۔۔۔

ہیر اس کے سینے سے لگ گئی۔۔۔۔۔

وہ لمبے لمبے سانس لے کر خود کو پر سکون کر رہی تھی۔۔۔۔۔

اسے اپنے جسم سے طاقت نکلتی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔۔۔ارمان نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے اوپر گرایا اب وہ مکمل ارمان کے اوپر تھی۔۔۔۔اور ارمان کا حصار اس کی کمر پر مظبوط ہوتا جا رہا تھا۔۔۔۔ اس کی نظریں صرف ہیر کے لال ہونٹوں پر تھیں۔۔۔۔وہ ایک بار پھر اس کے ہونٹوں پر جھک گیا۔۔۔۔ہیر نے دونوں ہاتھوں سے اس کے کالر کو مٹھی میں دبوچا۔۔۔۔

ارمان نے اس کے لبوں کو اپنے لبوں کی قید میں لیا۔۔۔۔وہ اس کے ہونٹوں سے اس کی سانسیں کھینچ کر انہیں پینے لگا۔۔۔۔اس کے اندر

باہر آگ لگی تھی۔۔۔۔اس کا جنون اور دیوانگی پل پل بڑھتی جا رہی تھی۔۔۔۔وہ خود پر سارے ضبط کھونے لگا۔۔۔۔

ہیر کی حالت پر رحم کھا کر اس کے لبوں کو آزادی دیتے اس کے ہونٹ ہیر کے گلے اور گردن کی طرف سفر کرنے لگے۔۔۔۔

ہیر کا گلا اور گردن اس کے لمس سے پور پور بھیگ گیا۔۔۔اس کی بیرڈ کی جلن ہیر کو اپنی گردن پر محسوس ہو رہی تھی۔۔۔۔

وہ آنکھیں بند کر گئی۔۔۔۔وہ اندر تک کانپ گئی تھی۔۔۔۔مگر حیدر کا لمس اسے تکلیف نہیں دے رہا تھا۔۔۔بس وہ ڈر رہی تھی۔۔۔۔۔

کمرے میں معنی خیزی خاموشی تھی۔بس ہیر کی اتھل پتھل ہوتی سانسوں کی آواز تھی۔۔۔دو وجود تھے۔۔۔ محرم ہونے کی ملکیت اور حق ہر چیز پر غالب آنے لگا۔۔۔۔ہیر کی آنکھیں بند ہو رہیں تھیں ۔۔۔۔اسے اپنا دماغ غنودگی میں جاتا محسوس ہونے لگا۔۔۔۔اس کی آنکھیں مزید کھلنے سے انکاری ہو گئی۔۔۔۔

کمرے کی خاموشی کو موبائل کی چنگارتی آواز نے توڑا۔۔۔۔ موبائل فون مسلسل بج رہا تھا۔۔۔۔۔

ارمان خود پر کنٹرول کرتا ہوش میں آیا۔۔۔۔اور ہاتھ بڑھا کر اپنا موبائل اٹھایا۔۔۔جو پاس ہی تکیے کے نیچے پڑا تھا۔۔۔۔۔

اسے محسوس ہوا ہیر کی آنکھیں بند تھیں۔۔۔۔وہ سو گئی تھی۔۔۔۔وہ مسکرایا۔۔۔۔ایک ہفتے بعد وہ پر سکون ہو کر اس کی باہوں میں ہی سو

گئی۔۔۔۔صرف اتنی سی قربت پر اسے نیند آگئی۔۔۔۔اور اس لڑکی نے ارمان کے ساتھ ابھی ساری زندگی گزارنی ہے۔۔۔۔

وہ جو میڈیسن لے رہی تھی۔۔۔۔شاید اس کی وجہ سے اس پر بہت جلدی غنودگی طاری ہو جاتی تھی۔۔۔۔اس کا موبائل تو بج بج کر ویسے ہی بند ہو گیا۔۔۔۔۔

آج آٹھ دن بعد ارمان کی جسم اور روح میں سکون اتر گیا تھا۔۔۔۔۔

اس کے ہر زخم اور تکلیف کا خاتمہ ہو گیا تھا۔۔۔۔

ہیر آہستہ آہستہ ٹھیک ہو رہی تھی۔۔۔۔۔اور وہ بہت جلد بلکل ٹھیک ہو جائے گی۔۔۔۔

وہ ہیر کو ویسے ہی اپنے اوپر گرائے ہوئے تھا۔۔۔اس نے دوسرے ہاتھ سے بلینکٹ پکڑی اور دونوں پر اچھے سے کور کر دی۔۔۔۔

اس وقت نا تو وہ ہیر کی اتنی پر سکون نیند خراب کرنا چاہتا تھا۔۔۔اور نہ ہی اسے خود سے ایک انچ بھی دور۔۔۔۔وہ خود اتنے دنوں سے ٹھیک سے سویا نا تھا۔۔۔اس نے ایک ہاتھ سے ہیر کے گرد حصار مضبوط کیا اور دوسرا ہاتھ اس کے بالوں پر رکھا۔۔۔اور خود بھی آنکھیں بند کر گیا۔۔۔۔

شام چار بجے کا وقت تھا۔۔۔جب اس کی آنکھیں کھلیں۔۔۔۔

اس نے اپنے ہاتھوں کو حرکت دینے کی کوشش کی تو اسے محسوس ہوا اس کے ہاتھوں میں ابھی تک ارمان کی شرٹ کی کالر تھی۔۔۔۔

اس کا ذہن آہستہ آہستہ بیدار ہونے لگا۔۔۔۔اس نے اپنا سر اٹھانے کی کوشش کی تو اسے پتہ چلا اس کے سر پر ارمان کا ہاتھ تھا۔۔۔۔وہ اپنا سارا وزن اس کے اوپر ڈال کر سو رہی تھی۔۔۔۔

یہ دیکھ ہیر کا چہرہ خفت سے سرخ ہوا۔۔۔اسے خود پر غصہ آیا۔۔۔۔اس نے اوپر ہونے کی کوشش کی تو اسے محسوس ہوا ارمان نے اسے مظبوطی سے اپنے حصار میں لے رکھا ہے۔۔۔۔اس نے اپنا چہرہ اٹھا کر ارمان کی طرف دیکھا۔۔۔۔دماغ میں پچھلے آٹھ دن کی دھندلی یادیں تھیں

۔۔۔۔۔

یہ وہ شخص تھا جس کی خاطر وہ جان بھی قربان کر سکتی تھی۔۔۔۔ہاں اسے ارمان حیدر سے دیوانوں کی آخری حد تک عشق تھا۔۔۔۔

وہ یک ٹک اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔وہ اس چہرے کو گھنٹوں پلک جھپکے بنا ہی دیکھ سکتی تھی۔۔۔"گڈ آفٹر نون مائے بیوٹیفل وائف"۔۔۔ارمان بند آنکھوں سے ہی بولا۔۔۔۔وہ حیران نہیں ہوئی کے وہ جاگ رہا تھا۔یقیناجب وہ اٹھ کر ہل رہی تھی تبھی وہ جاگ گیا تھا۔۔وہ مسکرائی۔۔۔۔ارمان نے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔۔۔۔آنکھیں ابھی بھی بند تھیں۔۔۔۔

ہیر نے اٹھنے کی کوشش کی ارمان نے اسے ویسے ہی مظبوطی سے پکڑے رکھا تھا۔۔۔وہ اٹھ نا پائی اور دوبارہ اس کے سینے سے آ ٹکرائی۔۔۔۔۔

"اتنی بھی جلدی کیا ہے بھاگنے کی میں کون سا کھا جاؤں گا"۔۔۔۔۔

اب ارمان کھلی آنکھوں میں کچی نیند کے گلابی ڈورے لیے اسے محبت سے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔۔۔۔۔

یہ سن کر اس کا چہرہ لمحے کے ہزارویں حصے میں لال قندھاری ہو گیا۔۔۔۔"سوری مجھے پتہ نہیں چلا میں کب سو گئی۔۔۔اور آپ نے مجھے بیڈ پر نہیں لٹایا اس طرح تو آپ کی باڈی میں میرے ویٹ کی وجہ سے درد شروع ہو گیا ہو گا"۔۔۔۔۔۔

ارمان اس کی اتنی کیئر پر مسکرایا۔۔۔"تم کچھ کھاتی پیتی تو ہو نہیں اتنی ہلکی ہو کہ مشکل سے محسوس ہوتی ہو اور وزن تمھارا ہے ہی کتنا۔۔۔۔ اگر میں تمہارا وزن نہ اٹھا سکوں تو پھر لعنت ہے میرے مرد ہونے پر"

۔۔۔۔۔

یہ بات سن کر وہ زندگی سے بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ مسکرائی۔۔۔۔۔اچانک اس کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہوئی اور دکھ نمودار ہوا۔۔۔۔"حیدر آپ مجھ سے ناراض تو نہیں ہیں نا ۔۔۔۔آپ نے مجھے معاف کر دیا نا"۔۔۔۔۔

اب وہ دل کھول کر مسکرایا کہ اس کا ڈمپل واضح ہوا۔۔۔"میری جان۔۔۔میری پرنسس میں تم سے بلکل ناراض نہیں ہوں اس

بات کا عملی ثبوت میں کچھ گھنٹے پہلے دے چکا ہوں اگر چاہو تو شیشے میں میرے دیے جنون کے یہ رنگ دیکھ لو"۔۔۔ارمان کی انگلی اس کی گردن پر موجود سرخ نشانوں پر ٹریس ہو رہی تھی۔اس کا اشارہ ہیر کے گلے اور گردن کی طرف تھا۔۔۔۔

ماہی کا چہرہ لال ٹماٹر ہو گیا۔۔۔ارمان اس منظر کو دیکھ محظوظ ہوا۔۔۔۔ وہ بہت خوبصورت منظر تھا۔۔۔۔۔"لیکن۔۔۔۔اگر تمہیں میری ناراضگی پر ابھی بھی شک ہے تو میں دوبارہ ثبوت دے سکتا ہوں"۔۔۔۔

اس کی آنکھوں میں واضح شرارت تھی مگر ماہی کا رنگ لمحے کے ہزارویں حصے میں بدلا۔۔۔وہ ارمان کی شرارت سمجھ نا سکی۔۔۔۔وہ اچانک ہی ڈر گئی۔۔۔ارمان کو افسوس ہوا۔۔۔۔

ارمان نے اس کے سر پر لب رکھے۔۔۔"ریلکس میں صرف مذاق کر رہا تھا۔۔۔ڈرنے کی ضرورت نہیں۔میں اپنی حد کو کراس نہیں کر رہا۔جب تک تم ناچاہو تب تک کروں گا بھی نہیں۔۔مگر جب صحیح وقت آئے گا۔۔۔پھر میں خود کو روک نہیں پاؤں گا۔۔۔بھولنا مت میں نے تمہیں پانے کے لیے 14 سال انتظار کیا۔۔۔مزید کچھ سال کر سکتا ہوں۔۔۔مگر جیسے جیسے وقت بڑھتا جائے گا میرا جنون اور دیوانگی کی حدیں بڑھتی جائیں گیں۔۔۔لیکن میں تم سے دور نہیں

رہ سکتا اس لیے میں جتنا چاہوں تمہیں محسوس کرنے کا حق رکھتا ہوں"۔۔۔۔۔

وہ نرم لہجے میں کہہ رہا تھا۔۔۔وہ کیا کہنے کی کوشش کر رہا تھا ماہی اس کا ایک ایک لفظ اچھے سے سمجھ گئی تھی۔۔۔پہلے تو وہ حیران ہوئی مگر پھر دل میں سکون اترا کہ یہ شخص اسے اتنے اچھے طریقے سے جانتا ہے۔۔۔۔

ہاں یہ وہ واحد شخص تھا جو اس کے دل کے اندر جھانک سکتا تھا۔۔۔۔

وہ جانتا تھا وہ کب کیا محسوس کرتی ہے۔۔۔۔۔

ماہی کو بے ساختہ اپنی قسمت پر رشک اور پیار آیا جو اس کی قسمت میں اتنا اچھا اور سمجھدار شوہر لکھا تھا۔۔۔"میں چاہتا ہوں تم سکون سے

پڑھو۔۔۔میں تمھیں تکلیف نہیں دینا چاہتا۔۔۔لیکن مجھے جب جب سکون چاہیے ہو گا میں وہ تمھارے علاوہ کہیں اور نہیں ڈھونڈوں گا۔مجھے اپنا سکون تمھارے وجود میں ہی ملے گا۔۔۔کیونکہ خدا نے میرا سکون تم میں رکھا ہے۔۔۔ابھی تم نے اپنے حیدر کے عشق اور جنون کی دیوانگی کی صرف ایک حد دیکھی ہے۔۔میں تمہارے عشق کے سفر میں اس سے زیادہ حدیں پار کر چکا ہوں۔۔۔۔تم میری وہ دیوانگی ہو جسے موت کے علاوہ کوئی بھی چاہ کر مجھ سے جدا نہیں کر سکتا تم یا خود میں بھی نہیں"۔۔۔۔۔۔

پہلی بات حیدر نے نرمی سے کہی مگر آخری باتیں اس نے آنکھوں میں جنون کی آگ لیے کہی۔۔۔۔۔۔ہیر نے پیار سے اپنا سر اس کے سینے سے لگا لیا۔۔۔"آپ بیسٹ ہیں۔۔۔آپ دنیا کے سب سے اچھے

اور بہترین شوہر ہیں۔۔۔اور آپ ماہیر ارمان حیدر کا عشق ہیں"

۔۔۔۔۔

وہ دل کی گہرائیوں سے بولی۔۔۔ارمان کو اتنے خوبصورت اظہار نے اندر تک سرشار کر دیا۔۔۔اس نے اپنا چہرہ اٹھایا۔۔۔اور ارمان کے ماتھے پر اپنا نرم لمس چھوڑا۔۔۔۔کچھ پل تو حیدر ساکت رہ گیا۔۔۔۔

اسے شاید ہیر سے یہ امید نہیں تھی۔۔۔۔۔

پھر وہ کھل کر مسکرایا اور اس کا ڈمپل آب و تاب کے ساتھ چمکا۔۔۔۔

ہیر اٹھی اس کا حصار کمزور ہوا تو وہ ہنستی ہوئی واشروم میں چلی گئی۔۔۔۔۔

مگر جاتے جاتے حیدر کو مطمئن کر گئی۔۔۔۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں فریش بیٹھے ڈائننگ ٹیبل پر کھانا کھا رہے تھے۔۔۔۔۔"مجھے سمجھ نہیں آ رہی یہ بریک فاسٹ ہے لنچ ہے یا ڈنر ہے"۔۔۔۔

نظر اس کی لاؤنج میں موجود وال کلاک کی طرف تھی جہاں پانچ بجنے والے تھے۔۔۔۔۔

حیدر نے مسکراتے ہوئے اس کی بات سنی۔۔۔۔۔"بریک فاسٹ تو میں کمرے میں کر چکا۔۔۔۔تو اس وقت میں لنچ کر رہا ہوں اور ڈنر تمہارے ساتھ کمرے میں کرنے کی سوچ رکھتا ہوں"۔۔۔۔۔

اس کی آنکھوں میں شرارت تھی اس کا اشارہ کچھ گھنٹے پہلے کمرے میں ہونے والے سین کی طرف تھا۔۔۔ماہی کا چہرہ لمحے کے ہزارویں حصے میں لال انار ہو گیا۔۔۔۔۔۔۔

وہ مزید ایک لفظ نہ بول پائی ارمان اس کی بولتی بند کر چکا تھا اب وہ سکون سے نظر جھکائے کھانا کھا رہی تھی۔۔۔اور ارمان کی نظریں بھٹک بھٹک کر اس کے چہرے کی طرف اٹھ رہی تھیں۔۔۔۔

کھانا کھانے کے بعد۔۔۔وہ پاپ کارن لیے لاؤنج کی ایل ای ڈی کے سامنے کوئی مووی لگا کر بیٹھ گئی اور اب وہ بہت مزے سے اس مووی کو انجوائے کر رہی تھی۔۔۔۔۔

حیدر اسے پر سکون اور بالکل ٹھیک دیکھ کر خوش ہوا۔۔۔۔۔وہ بالکل پہلے والی ہیر لگ رہی تھی۔۔۔۔۔ان دنوں میں کیا ہوا اسے کچھ یاد نہیں تھا نہ ہی ارمان اسے یاد کروانے کا ارادہ رکھتا تھا۔۔۔۔۔

وہ کمرے سے اپنا موبائل گاڑی کی چابی اور والٹ اٹھاتا ہوا باہر نکل آیا۔۔۔۔۔"ہیر کیا کر رہی ہو"۔۔۔۔۔یہ سن کر ہیر نے خفگی سے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔۔۔۔وہ اچھے سے دیکھ سکتا تھا کی وہ موووی دیکھ رہی ہے پھر بھی اس سے پوچھ رہا تھا۔

وہ ہیر کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اس طرح کے ایل ای ڈی ساری ارمان کے پیچھے چھپ گئی۔۔۔۔"حیدر کیا کر رہے ہیں سکون سے دیکھنے دیں"۔۔۔۔۔وہ خفگی سے منہ پھلا کر بولی۔۔۔۔۔

ارمان کو لگ رہا تھا جیسے اس کے گھر میں بہاریں لوٹ آئی ہوں۔۔۔۔۔"کیا کرتی ہو ڈیئر وائف تمہارا شوہر یہاں کھڑا ہے تم اسے چھوڑ کے موووی دیکھ رہی ہو"۔۔۔۔۔

وہ اسے چھیڑنے کی کوشش کر رہا تھا...."ہاں آپ کو دیکھنے کے لیے ساری زندگی پڑی ہے ابھی تو موووی دیکھنے دیں ورنہ میرا سارا سین مس ہو جائے گا"۔۔

وہ کوئی کڈز بیسڈ موووی دیکھ رہی تھی جو سسپنس پر مبنی تھی۔۔۔ارمان اس بات پر حیران رہ گیا۔۔۔۔"میری اتنی بے عزتی وہ بھی منہ پر۔۔۔۔ تمہیں مجھ سے زیادہ اس موووی کی پڑی ہے... سیریسلی ہیر تم اپنے حیدر کو چھوڑ کر اس موووی کو دیکھ رہی ہو"۔۔۔۔۔اسے جیسے یقین نہیں آ رہا تھا وہ بے یقینی کی کیفیت میں بولا۔۔۔۔۔۔

ماہی نے چہرہ نیچے جھکا کر اپنی ہنسی کو روکا اور اثبات میں سر ہلا دیا۔۔۔۔۔۔ارمان کا دماغ بھک سے اڑا۔۔۔۔اس کا مذاق اس پر بھاری پڑ گیا تھا۔۔۔۔۔۔

وہ ایک ہی جست میں اس تک پہنچا اور ہیر کو قابو کر لیا۔۔۔وہ صوفے پر گری تھی۔۔۔اور ارمان کے مکمل قبضے میں تھی۔۔۔۔۔۔ہیر تو اس حملے پر اپنا بچاؤ بھی نہ کر سکی۔۔۔۔"حیدر کیا کر رہیں ہیں۔۔۔۔۔ میری مووی"۔۔۔۔ماہی نے احتجاج کرنے کی کوشش کی۔۔۔

مگر ارمان نے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموش کروا دیا۔۔۔"شش۔۔صرف مجھ پر فوکس کرو۔۔۔ہماری مووی

پر۔۔۔۔میں بلکل برداشت نہیں کروں گا کہ تم میرے ہوتے ہوئے کہیں اور دماغ رکھو"۔۔۔وہ آنکھوں میں جنون کی آگ لیے بولا۔۔۔

ماہی ایک بار پھر اس کی قید میں آچکی تھی۔اور نشانہ اس کی گردن تھی۔۔کچھ پل بعد اسے اپنی گردن پر تکلیف محسوس ہوئی۔۔"آہ" ۔۔۔۔اس کے ہونٹوں سے سسکی نکلی۔اس سے پہلے وہ دوبارہ سسکتی ارمان اس کی آواز کو اپنے ہونٹوں میں دبا گیا۔۔۔۔

ماہی نے اس کی شرٹ پر دباؤ بڑھایا۔۔۔اور ایک ہاتھ سے ارمان کے سر کے بالوں کو پیچھے سے مٹھی میں جکڑا۔۔۔۔۔

ارمان ہیر کی اس ادا پر دیوانوں کی طرح فدا ہوا۔۔۔۔اچانک اس نے ہیر کے لبوں پر دباؤ بڑھا ڈالا۔۔۔اس نے سانس لینے کی کوشش کی مگر لے نا پائی۔۔۔۔اب کی بار ارمان نے اسے اپنی سانسیں بھی نہیں دیں۔۔۔۔اسے اپنی سانسیں رکتی ہوئیں محسوس ہوئیں۔۔۔۔اس نے اچانک اپنی مٹھیاں تکلیف سے میچیں۔۔۔۔

ارمان شاید اب رحم کے موڈ میں نہیں تھا۔۔۔۔اس سے زیادہ ہیر اپنی سانسوں کی روانی کو روک نہیں سکتی تھی۔۔۔۔اس نے ارمان کی سانسوں کو کھینچا اور خود میں منتقل کیا۔۔۔۔اور ارمان اس کی اسی حرکت کا انتظار کر رہا تھا۔۔۔۔وہ اندر تک سرشار ہو گیا۔۔۔۔

ہیر مسلسل اس کے ہونٹوں سے سانسیں کھینچ رہی تھی۔۔۔۔اور وہ اسے اور شدت سے سک کرنے لگا۔۔۔اس نے ارمان کی گردن پر اپنے ہاتھ کے ناخن گاڑے۔۔۔۔

مگر کچھ دیر بعد اچانک وہ بے بس ہو گئی۔۔۔۔اسے ڈر اور گھبراہٹ ہونے لگی۔۔۔۔۔اس نے ارمان کی شرٹ کو مٹھی میں پکڑا۔۔اس کی سانس رک گئی۔۔ارمان نے محسوس کیا وہ سانس نہیں لے پا رہی اور سٹک ہو گئی ہے۔۔۔۔۔

ارمان نے اس کے ہونٹوں کو آزاد کیا۔۔۔۔ہیر کی حالت غیر ہو گئی۔۔۔۔ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کے چہرے سے سارا خون نچر گیا ہو ۔۔۔۔۔وہ ڈھیلی ہو گئی۔۔۔۔"ہیر کیا ہوا۔۔۔۔ہیر"۔۔۔۔۔حیدر نے اس کا گال تھپتھپایا۔۔۔وہ آنکھیں بند کر رہی تھی۔۔۔۔

جسم میں ڈر گزکا اب بھی اثر تھا جو اس کے ہلکے سے خوف کو بھی بڑھا دیتا تھا۔۔۔اس لیے ماہی کی حالت خراب ہو گئی۔۔۔۔

ارمان گھبر گیا۔۔۔۔"تم ٹھیک ہو نا"۔۔۔۔اس نے اپنی آنکھیں کھولیں اور اثبات میں سر ہلایا۔۔۔۔۔

وہ فوراً ارمان کے سینے سے لگ گئی۔۔۔۔اور خود کو ریلکس کرنے کی کوشش کی۔۔۔۔۔

ارمان اندر تک ڈر گیا۔۔۔کیا وہ نہیں جانتا تھا کہ ہیر کی حالت کیسی ہو جاتی ہے۔۔۔۔وہ کہاں اس کی قربت برداشت کر پاتی تھی۔۔۔۔۔

وہ اس کی پیٹھ سہلانے لگا۔۔۔دس منٹ بعد وہ نارمل ہوئی۔۔۔۔اس نے اپنا سر اس کے سینے سے نکال کر اس کی طرف دیکھا آنکھوں میں غصہ اور خفگی تھی۔۔۔۔"ہو گیا؟۔۔۔۔آپ کو مل گیا سکون۔۔۔۔میری ساری موڈی مس ہو گئی"۔۔۔۔ارمان اب کی بار مسکرا بھی نا سکا۔۔۔۔۔

اس کے سامنے تو بار بار اس کا وہ سفید پڑتا چہرا آ رہا تھا۔۔۔۔"یہ پکڑیں اور مجھے سٹارٹ سے لگا کر دیں"۔۔۔وہ ریموٹ اس کی طرف بڑھا رہی تھی۔۔۔ارمان نے وہ پکڑا اور موڈی لگا دی۔۔۔۔۔

وہ واپس اپنے پاپ کارن کا باؤل پکڑتی ہوئی بیٹھ گئی۔۔۔۔۔"میری موڈی پوری ہونے سے پہلے میرے پاس مت آیئے گا"۔۔۔۔وہ جیسے

وارن کر رہی تھی۔۔۔۔حیدر اس کے ساتھ جڑ کر بیٹھ گیا۔۔۔۔

"مطلب اس کے بعد آسکتا ہوں؟"۔۔۔۔

ہیر نے شعلہ باز آنکھیں لیے اسے گھورا اور دانت پیس کر چیخی۔۔۔۔"حیدر مجھے نا آپ کا چہرا بہت عزیز ہے اسے لے کر چلیے جائیں یہاں سے ورنہ میرے ہاتھوں یہ بگڑ جائے گا"۔۔۔۔۔

حیدر نے شکر کا سانس لیا۔۔۔۔"مطلب تم بلکل ٹھیک ہو میں خوا مخواہ پریشان ہو رہا ہوں"۔۔۔۔اب کی بار وہ تپا دینے والی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔۔۔۔مگر اندر سے دل ابھی تک ڈرا ہوا تھا۔۔۔۔۔

ہیر نے کوئی جواب نا دیا۔۔۔۔۔

وہ پوری موومی میں گم ہو گئی تھی۔۔۔۔ارمان اس کی پیشانی پر اپنے لب رکھتا ہوا اٹھ گیا۔۔۔"میں پولیس اسٹیشن جا رہا ہوں۔۔۔۔کچھ دیر تک آجاؤں گا اپنا خیال رکھنا"۔۔۔۔۔

اس نے موومی کی طرف دیکھتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا۔۔۔وہ کافی ایکسائٹیڈ لگ رہی تھی۔۔۔۔۔

ارمان نے سکرین کی طرف دیکھا جہاں 4 بچے جنگل میں بھاگ رہے تھے۔۔۔۔۔حیدر مسکراتا ہوا اٹھا اور مین ڈور کی طرف بڑھ گیا۔۔۔۔

پیچھے ہیر نے آنکھیں بند کر کے کچھ پڑھا۔۔۔اور اس کی پشت پر دم کیا۔۔۔۔پھر دوبارہ مسکراتی ہوئی موومی میں مگن ہو گئی۔۔۔۔۔

وہ 6 بجے کے بعد پولیس اسٹیشن میں پہنچا۔۔۔آج اس کا موڈ بہت اچھا تھا۔۔۔وہ کچھ گنگنا رہا تھا۔۔۔۔جیسے ہی وہ اندر داخل ہوا وہاں موت جیسا سناٹا چھا گیا۔۔۔اسے حیرانی ہوئی۔۔۔۔"یہاں اتنی خاموشی کیوں ہے؟۔۔کیا کچھ ہوا ہے؟"۔۔۔اس نے اونچی آواز میں سوال کیا۔۔۔۔

سارے حیران ہو گئے۔۔۔اس کا موڈ خوشگوار تھا۔۔۔۔سعد آگے بڑھا۔۔"نہیں سر یہ تو روز ایسے ہی کام کرتے ہیں"۔۔۔۔ارمان حیران ہوا۔۔۔۔"تم لوگ تو ایسے کام کر رہے ہو جیسے سب انسان نہیں کوئی روبوٹ ہو۔۔۔انسانوں کی طرح کام کروا تنی خاموشی میں

کام کروگے توسب کے دماغ خراب ہو جائیں گے "۔۔۔۔۔یہ کہہ کر وہ سر جھٹکتا ہوا کیبن میں داخل ہو گیا۔۔۔۔۔

پیچھے سب ابھی تک حیرانی کی دنیا میں غوطہ زن تھے یہ بات اے ایس پی ارمان حیدر خود کہہ کر گیا ہے۔۔۔۔۔نبیلہ کے پیٹ میں کھجلی ہوئی۔۔۔۔"لگتا ہے سر کو کچھ ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ضرور انہوں نے اپنی بیوی کا غم دماغ پر لے لیا ہے "۔۔۔۔۔

اس بات پر مرحا کو غصہ آگیا۔۔۔۔"آپ اپنے کام پر دھیان دیں نا"۔۔۔۔۔

دوسری طرف سدرہ سیدھی ہوئی۔۔"ارے غم کیسا تم نے دیکھا نہیں آج وہ بہت خوش نظر آرہیں ہیں مطلب صاف ہے ان کی بیوی کی

طبیعت ٹھیک ہو چکی ہے۔۔۔۔انسان پر اس کے اپنوں کا رویہ سب سے زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔۔۔۔ پچھلے آٹھ دن سے وہ جب جب پولیس اسٹیشن آتے تھے تب تب ان کا غصہ یہاں نکلتا تھا۔۔۔۔ مطلب صاف تھا ان کی بیوی تکلیف میں تھی اور وہ تکلیف یہاں آکر نکالتے تھے۔۔۔۔آج وہ خوش ہیں مطلب ان کی بیوی ٹھیک ہے وہ گھر سے اچھے موڈ میں آئے ہیں"۔۔۔۔۔

اور مرحا کو لگا جیسے کسی نے اس کا دل بہت زور سے مٹھی میں دبوچا کہ سانس آنا رک گیا ہو۔۔۔

کچھ دیر بعد سب نے ارمان کو کیبن سے نکلتے ہوئے دیکھا۔۔۔۔اس کے چہرے پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں چمک تھی۔۔۔۔۔

وہ کانسٹیبل علی کے پاس آیا اپنا والٹ نکالا اس میں سے کچھ ہزار ٹیبل پر رکھے۔۔۔۔"ایک کام کرو سارے سٹاف کے لیے ان کی پسند کا ڈنر منگوالو میری طرف سے آج سب کے لیے ٹریٹ ہے"۔۔۔

سارے جہاں کھڑے تھے وہ سب وہیں کے وہیں سٹل ہو گئے۔۔۔۔

آج ارمان حیدر ایک کے بعد ایک ان کے سر پر بمب پھوڑ رہا تھا۔۔۔۔"لیکن سر یہ تو ورک آرز ہیں"۔۔۔۔

علی کو سمجھ نا آیا وہ کیا کہے۔۔۔۔

ارمان بدمزہ ہوا۔۔۔"کوئی بات نہیں میں خود تم لوگوں کو ایک گھنٹے کی بریک دیتا ہوں۔۔۔۔تم لوگ بھی انسان ہو کیا 24 گھنٹے مشینوں

کی طرح کام کرتے رہتے ہو تھوڑا ریسٹ کرو۔۔۔۔اب جاؤ شاباش جو کہا ہے اس پر عمل کرو"۔۔۔۔

وہ مرتا کیا نہ کرتا سر ہلا دیا۔۔۔۔۔

ارمان اب انسپیکٹر سعد کی طرف آیا۔۔۔۔۔"یہ پولیس اسٹیشن میں بہت زیادہ گندگی نہیں ہو رہی۔۔۔۔اگر میں دھیان نہ دوں تو تم لوگ بھی صاف نہیں کرتے"۔۔۔۔اتنا کہتے ساتھ ارمان نے اپنی گن نکالی پھر وہ اپنی گن کو لوڈ کرنے لگا۔۔۔۔۔"سارے کام مجھے ہی کرنے پڑتے ہیں۔۔۔۔بس تم لوگ ان فائلز میں سر کھپاتے رہنا"۔۔۔۔۔۔

سعد تو اس الزام پر حقا بقارہ گیا۔۔۔۔ارمان مسکراتا ہوا اس کمرے کی جانب بڑھا جس میں اکرام ملک قید تھا۔۔۔۔۔

ارمان نے کرسی کھینچی اور بیٹھ گیا۔۔۔۔۔"ہائے کیسے ہوا کرام ملک"۔۔۔۔۔اس نے اپنی زخمی آنکھیں کھولیں۔۔۔۔ارمان کے ہونٹوں پر آج مسکراہٹ تھی۔۔۔۔۔۔"چچ چچ بہت افسوس ہوا تمھاری حالت پر۔۔۔۔ویسے تمھارے بزنس نے تمھیں بچایا نہیں ان آٹھ دنوں میں بہت ہی کوئی بے وفا نکلا"۔۔۔۔۔یہ کہتے ساتھ وہ قہقالگا کر ہنس پڑا.....ارمان کا قہقا اتنا اونچا تھا کہ باہر سب نے سنا۔۔۔۔۔

نبیلہ سدرہ کے کچھ قریب ہوئی۔۔۔۔"میں نے کہا تھا نا سر کے دماغ کو کچھ ہو گیا ہے دیکھو اب بھی میری بات پر یقین نہیں"۔۔۔۔سدرہ نے نفی میں سر ہلایا اس کا کچھ نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔

اکرام ملک حیران پریشان اسے ہنستے ہوئے دیکھ رہا تھا۔۔۔"ویسے آج میں ہر قسم کی تکلیف سے آزاد ہو گیا ہوں تو اپنے وعدے کے مطابق میں تمھیں بھی تمھاری تکلیفوں سے آزادی دینے آیا ہوں۔۔۔۔۔مگر اس سے پہلے تمھیں ایک راز کی بات بتاؤں۔۔۔۔۔سنا ہے تمھاری بیٹی پر کسی نے اس کے گھر میں گھس کر گولی چلائی تھی"۔۔۔۔۔

اس بات پر اکرام ملک کا رنگ سفید ہو گیا۔۔۔"وہ کوئی اور نہیں میں تھا۔۔۔۔تمھاری بیٹی نے بھی وہی غلطی کی تھی جو تم نے کی۔۔۔۔میری بیوی کو تکلیف دینے کی کوشش کی تھی۔۔۔پھر اسے سبق تو ملنا تھا نا۔۔۔چلو خوش ہو جاؤ تم اس راز کو جان کر مرے"۔۔۔۔۔

ارمان نے گن اس کے سینے پر رکھی۔۔۔۔۔ مگر وہ جیسے بدمزہ ہوا۔۔۔۔ پھر سر پر رکھ دی۔۔۔۔۔ "بولو کہاں سوراخ کروں۔۔۔۔۔ تمھارے اس گندے دماغ میں۔۔۔۔ یا اس دل میں "۔۔۔۔

اکرام ملک کے رونگٹے کھڑے ہو چکے تھے۔۔۔۔۔ وہ جانتا تھا اب موت بہت نزدیک ہے۔۔۔۔۔ ارمان کچھ کنفیوز سا تھا۔۔۔۔۔ پھر اس کی ہونٹوں پر اچانک ایک پراسرار مسکراہٹ آئی۔۔۔۔۔

اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے سارے پولیس اسٹیشن میں دو گولیوں کی آواز گونجی۔۔۔۔۔

ارمان نے اس کے دل اور دماغ دونوں میں چھید کر دیا تھا۔۔۔۔

"And Now every thing is well :-)"

وہ مسکراہٹ کے ساتھ زیر لب بڑبڑاتا ہوا کمرے سے باہر نکل آیا۔۔۔۔

اس نے ایک نظر ان سب کے چہروں پر دیکھا جو سفید پڑ چکے تھے۔۔۔۔۔"اس گندگی کے ڈھیر کو یہاں سے باہر نکال دو۔۔۔۔۔اور ہاں خیال رکھنا جنگل میں اس گندگی کو آگ لگا کر آنا"۔۔۔۔

وہ دو کانسٹیبلز کو دیکھتا ہوا کہہ رہا تھا۔۔۔۔ان میں سے ایک منمنایا۔۔۔۔۔"لیکن سر ہمارا ڈنر"۔۔۔۔۔ارمان کے چہرے پر بیزاریت چھا گئی۔۔۔۔۔"اتنی گندگی پڑی ہے اور تم لوگ اتنی گندگی

میں بیٹھ کے کیسے کھانا کھاؤ گے پہلے اسے صاف کرو پھر سکون سے کھانا"۔۔۔۔۔وہ حکم سناتا ہوا اپنے کیبن کی طرف چل پڑا۔۔۔۔۔۔

وہ اکرام ملک سے سارا سچ اگلوا چکا تھا کہ اسے کس طرح ماہی کے بارے میں پتہ چلا۔۔۔۔۔جس دن وہ پولیس اسٹیشن میں آئی تھی اس دن اکرام ملک کا آدمی بھی اپنے گینگ کے کسی فرد کو جیل سے نکلوانے آیا تھا۔۔۔۔۔

اس دن اس نے ہیر کو دیکھا تھا اس کے بعد اس نے اسے یونیورسٹی میں دیکھا۔۔۔۔بس پھر کیا ان لوگوں نے ہیر کو ٹارگٹ کیا۔۔۔۔۔اور اکرام ملک نے جان بوجھ کر ارمان کو یہ کہہ دیا کہ اس کے آس پاس کوئی غدار ہے۔۔۔۔وہ بس چاہتا تھا ارمان کا دماغ آس پاس اٹکا رہے۔۔۔۔

وہ جو سکون سے مووی دیکھ رہی تھی اچانک موبائل کی چنگارتی آواز سے بدمزہ ہوئی۔ مووی کو روک کر وہ موبائل کی طرف متوجہ ہوئی۔۔۔

اس نے موبائل اٹھا کر دیکھا تو ارمان کی کال آ رہی تھی۔۔۔۔۔

ہونٹوں پر ایک خوبصورت مسکراہٹ آئی اس نے کال ریسیو کی اور موبائل کانوں سے لگا لیا

دوسری طرف ارمان اپنے کیبن میں موبائل کان سے لگائے کھڑا تھا۔۔۔۔"ہیلو بیوٹیفل گرل"۔۔۔۔۔وہ مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔۔۔۔۔

اس کی اتنی خوبصورت سرشار آواز پر مرحانے گردن موڑ کر کیبن کی طرف دیکھا اس کا ڈیسک ارمان کے کیبن کے بالکل نزدیک پڑا ہوتا تھا اس لیے وہ ساری آوازیں سن سکتی تھی۔۔۔۔۔

اس نے دیکھا ارمان چہرہ کھڑکی کی طرف کیے مسکراتے ہوئے فون پر بات کر رہا تھا۔۔۔۔وہ اس کی آواز صاف سن رہی تھی۔۔۔۔

یہ دیکھ کر۔۔۔۔آنسوؤں کا کوئی گولا تھا جو مرحا رفیق کے گلے میں اٹک گیا۔۔۔۔

دوسری طرف ماہی کو سکون محسوس ہوا۔۔۔۔آنکھوں میں اچانک شرارت چمکی۔۔۔۔"جی کون؟"۔۔۔۔ارمان اس کی شرارت سمجھتے ہوئے جیسے محظوظ ہوا تھا۔۔۔۔"آپ کا ہینڈسم،ڈیشنگ،سمارٹ اور اس شہر کا دھبنگ اے ایس پی شوہر.....اور آپ میری بیگم صاحبہ"

۔۔۔۔۔۔

زندگی

وہ پولیس اسٹیشن میں اپنے کیبن میں ونڈو کے پاس کھڑا آسمان پر اترتی ہوئی رات کو دیکھ رہا تھا۔۔۔آنکھوں میں چمک تھی، ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔۔۔اس کا ڈمپل پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہا تھا اور ایک ہاتھ سے موبائل کان کے ساتھ لگا رکھا تھا۔۔۔۔۔

دوسری طرف اس کے اتنے خوبصورت جواب پر ماہی مسکرائی۔۔۔۔"کیا آپ کو پولیس اسٹیشن میں کوئی کام نہیں ہوتا اے ایس پی صاحب؟۔۔جو آپ کسی لڑکی کو یوں فون کر کے پریشان کر

رہے ہیں۔۔۔۔میں شادی شدہ لڑکی ہوں اپنے شوہر سے آپ کی شکایت کروں گی"۔۔۔

ارمان کی آنکھیں مسکرائیں۔۔۔۔

اس بات پر ارمان کا اسے داد دینے کو دل چاہا۔۔۔۔"اچھا ایسی بات ہے تو مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے۔۔۔۔اپنی بیوی کے علاوہ کسی دوسری لڑکی سے بات کرنے کا۔۔۔۔میں بھی شادی شدہ ہوں"۔۔۔۔

ماہی کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔۔۔۔"اچھا اگر ایسی بات ہے تو اپنی بیوی سے ہی بات کریں۔۔۔۔مجھے کیوں کال کی ہے۔۔۔۔مجھے بھی کوئی شوق نہیں اپنے شوہر کے علاوہ کسی سے بات کرنے کا۔۔۔

ہونہہ"۔۔۔۔

ارمان نے بہت مشکل سے اپنی ہنسی ضبط کی۔۔۔"وہ جیسا بھی ہوا ے ایس پی ارمان سے زیادہ ہینڈسم نہیں ہو سکتا"۔۔۔۔۔

وہ دونوں ایک دوسرے کو زچ کر رہے تھے۔۔۔"آپ آئے بڑے کوئی توپ میرے حیدر سے زیادہ بیسٹ پرسن اس دنیا میں کوئی نہیں ۔۔۔۔ان کے سامنے سوا ے ایس پی ارمان بھی زیرو ہیں"۔۔۔۔"ارے آپ تو غصہ ہی کر گئیں۔میری بیوی بھی دنیا کی سب سے حسین اور بہترین بیوی ہے"۔۔۔وہ اسے تپا رہا تھا۔۔۔

"ہاں تو جب آپ میرے حیدر کے بارے میں اس طرح بات کریں گیں تو مجھے غصہ ہی آئے گا۔اور جائیں اپنی اس حسینہ بیوی سے بات کریں مجھے کیوں کال کی ہے"۔۔۔

ارمان اس کے غصے میں کیوٹ فیس کو ایمیجن کر سکتا تھا۔۔۔وہ اب اپنی ہنسی روک نہیں پایا اور کیبن سے باہر تک اس کی ہنسی کی آواز گئی۔۔۔۔۔"اتنا غصہ جان حیدر۔میں تو اپنی بیوی سے ہی بات کر رہا ہوں۔۔تم سے زیادہ مجھے اس دنیا میں کوئی بھی عزیز نہیں"۔۔۔۔۔

دوسری طرف ماہی بلش ہوئی۔۔۔۔"آپ نے کیا آج قسم کھا رکھی ہے حیدر کے مجھے مووی دیکھنے نہیں دیں گیں"۔۔۔۔وہ زچ ہو چکی تھی ۔۔۔۔"کیا مطلب تم اب تک مووی دیکھ رہی ہو؟"۔۔۔۔"دیکھ رہی تھی آپ نے پوری ہی کہاں ہونے دی"۔۔۔۔

وہ شکوہ کرتی بولی۔۔۔۔"ہیر 2 گھنٹے سے تمھاری یہ مووی ختم نہیں ہوئی"۔۔۔وہ سریس ہوا۔۔۔۔"دو گھنٹے نہیں ایک گھنٹہ 45 منٹ اور ابھی میری مووی آدھے گھنٹے کی رہتی ہے"۔۔۔۔۔یہ سن ارمان کا

دماغ بھک سے اڑا۔۔۔"کیا۔۔۔ہیر تم"۔۔۔۔وہ اس کی بات کاٹتی ہوئی بولی۔۔۔"حیدر۔۔۔۔۔یہ آپ کا پولیس اسٹیشن نہیں ہمارا گھر ہے اور ناہی میں کوئی مجرم ہوں۔۔۔۔میں آپ کی بیوی ہوں اس لیے میرے ساتھ پولیس والوں کی طرح بات نا کیا کریں"۔۔۔۔

حیدر نے مسکراتے ہوئے رخ موڑا۔۔۔نظر سیدھا کیبن کے باہر بیٹھی مرحا پر گئی۔۔۔۔جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔۔دونوں کی نظریں ملیں ارمان کی آنکھیں لمحے کے ہزارویں حصے میں سرد ہو گئیں۔۔۔۔ مسکراہٹ ختم ہوئی۔۔۔وہ ویران آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔۔

کچھ پل بعد وہ سر جھٹک کر دوبارہ مسکراتا ہوا موبائل فون کی طرف متوجہ ہو گیا۔۔۔"میری کیا مجال جو میں اپنی ہیر پر غصہ کروں۔۔۔۔ میں تو بس ایک بات کہہ رہا تھا۔۔۔میری بیوی کو تو غصہ ہی آ گیا"۔۔۔۔

پہلے تو اسے غصہ نہیں آیا تھا مگر اب ضرور آ گیا تھا۔۔۔۔۔"حیدر آج کی رات آپ وہیں رہیے گا گھر آنے کی ضرورت نہیں ہے"۔۔۔۔۔یہ سن کر ارمان کا منہ کھل گیا۔۔۔"کیا تم مجھے انڈائریکٹلی گھر سے نکل جانے کو کہہ رہی ہو۔۔۔تم مجھے اپنے حیدر کو گھر سے نکال رہی ہو"۔۔۔وہ پروسیس نہیں کر پایا۔۔ماہی مسکرائی۔۔۔"گڈ سمجھدار ہیں اے ایس پی صاحب"۔۔۔۔

ارمان دوبارہ مسکرایا۔۔۔"نہیں ڈیئر پرنسس مجھے تمھارے بنا نیند نہیں آتی اس لیے یہ بات بھول جاؤ کہ میں گھرنا آؤں"۔۔۔۔۔"میں دوڑ لاک رکھوں گی آپ کو اندر گھسنے ہی نہیں دوں گی"۔۔۔ارمان قہقہ لگا کر ہنس پڑا۔۔۔"سریسلی۔۔۔۔تمھیں لگتا ہے کہ تم مجھے روک سکتی ہو۔۔مجھے کوئی لاک روک نہیں سکتا ۔۔۔۔میں ہر لاک کھول کر آجاؤں گا"۔۔۔۔

وہ زچ ہو رہی تھی۔۔۔"حیدر"۔۔۔۔"نہیں جان حیدر میری بات سنو میں ڈنر تمھارے ساتھ کروں گا جیسا کہ میں نے لنچ ٹائم ڈائننگ ٹیبل پر بتایا تھا۔۔۔تم تیار رہنا"۔۔۔اب کی بار حیدر کچھ رازدانہ انداز میں بولا۔۔۔۔

اور ماہی ایک منٹ میں سمجھ گئی اس کی معنی خیزی بات میں پوشیدہ مطلب۔۔۔۔اس کا چہرہ گلابی ہو گیا۔۔۔۔"اوکے اب میں جانتا ہوں کہ تم کچھ بولو گی نہیں جلدی ملتے ہیں ڈنر پر۔۔۔۔خدا حافظ مائی ڈیئر وائف"۔۔۔۔اس نے مسکراتے ہوئے کال کاٹ دی اور دوسری طرف ماہی اس کی باتوں میں الجھ کر رہ گئی۔۔۔۔

ارمان کا رویہ دیکھ مرحا اندر تک ٹوٹ پھوٹ گئی۔۔۔وہ اس کے لیے اب مہربان نہیں رہا تھا۔۔۔یہ وہ شخص تھا جسے مرحا رفیق نے ناچاہتے ہوئے بھی اپنا دل دے دیا تھا۔۔وہ اسے اس زندگی میں تو حاصل کرنے سے رہی۔۔۔۔

ہاں وہ سمجھ گئی تھی اس کی یک طرفہ محبت کا کوئی اختتام نہیں۔۔۔۔وہ تو شروع سے لاحاصل تھی۔۔۔انسان بہت ساری چیزوں سے محبت کرتا ہے مگر اسے حاصل نہیں کر پاتا اس کے پاس صرف دور سے دیکھنے کا ہی اختیار ہوتا ہے۔۔۔وہ تو اپنی محبت کا اقرار بھی نہیں کر سکتی تھی۔۔۔۔

قسمت میں کچھ محبتیں ادھوری ہی لکھی ہوتیں ہیں۔۔۔۔مگر وہ اس دل کو کیسے سمجھاتی جسے صرف وہ چاہیے تھا۔۔۔وہ جانتی تھی کہ سیراب کے پیچھے بھاگنے سے اسے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔۔اس کے ہاتھ خالی رہ گئے۔۔۔وہ قسمت کو بدل نہیں سکتی تھی۔۔۔۔۔۔

دل میں جو ایک بار آ کر بس جائیں پھر ان کو نوچ کر بھی نکال پھینکو وہ کہاں نکلتے ہیں۔۔۔وہ تکلیف زدہ آنکھیں لیے ارمان کی پشت کو دیکھ رہی تھی جواب کوئی ضروری فائل سٹڈی کر رہا تھا۔۔۔۔

اور سعد زخمی دل لیے مرحا جو دیکھ رہا تھا۔۔۔۔

اور مریم ایک نظر سعد کو دوسری اس کی نظروں کے تعاقب میں مرحا کو۔۔۔۔

یہ ان سب کی قسمت تھی کوئی نہیں جانتا تھا کہ زندگی نے کس کے ساتھ گزرنا تھا۔۔۔۔اور قسمت کسے زندگی کے ساتھ باندھتی ہے۔۔۔۔

وہ گیارہ بجے کے قریب گھر آیا تھا۔۔۔۔۔

اس کی ٹیم نے اسے ڈنر کرنے کو کہا مگر وہ ان سب کو منع کر گیا۔۔۔

اسے تو ڈنر اپنی ہیر کے ساتھ کرنا تھا۔۔۔۔

وہ لاؤنج سے ہوتا ہوا کچن کے پاس آیا اس کی نظر ٹیبل کی طرف گئی۔۔۔۔وہ کھانا ٹیبل پر لگائے۔۔۔۔پاس ہی کرسی پر سر رکھے۔۔۔ سو گئی تھی۔۔۔حیدر کو دکھ ہوا۔۔۔۔کہ وہ اس کی وجہ سے اس طرح بے سکون اور بھوکی ہی سو گئی۔۔۔۔۔

دل میں خوشی بھی ہوئی کہ وہ اس کا انتظار کرتی ہوئی سوئی۔۔۔۔

بلیک کلر کے نائٹ ڈریس میں بالوں کی چٹیا بنائے۔۔۔۔خوبصورت چہرہ لیے وہ ٹیبل پر سر رکھے سو رہی تھی۔۔۔۔ارمان اس کے پاس دوسری کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔۔۔۔۔

وہ غور سے ماہی کے چہرے کو دیکھ رہا تھا وہ بہت خوبصورت تھی شاید ہی دنیا میں اس سے زیادہ خوبصورت چہرہ ارمان نے اگر کوئی دیکھا تو وہ اقصی سلیمان کا تھا۔۔۔ان دونوں کے علاوہ ارمان کو کوئی چہرہ اتنا پر نور اور حسین کبھی لگا ہی نہیں۔۔۔۔۔

کافی دیر بعد ارمان نے اس کا کندھا ہلا کر اسے اٹھایا۔۔۔"ہیر اٹھو کھانا کھالو"۔۔۔وہ اس کے کندھا ہلانے پر اٹھی۔۔۔سر اٹھا کر حیدر کو دیکھا آنکھوں میں کچی نیند کی وجہ سے گلابی پن تھا۔۔۔۔

وہ ارمان کی طرف جھکی اور دونوں باہیں پھیلا کر اس کے گرد اپنا نازک سا حصار بناتی ہوئی اس کے سینے سے لگ گئی۔۔۔"مجھے سونا ہے"۔۔۔وہ آہستہ آواز میں بڑبڑاتی ہوئی پھر نیند کی وادیوں میں اتر گئی

۔۔۔۔۔

ارمان اس کی معصومیت پر مسکرایا۔۔۔ارمان نے اسے دوبارہ ہلایا۔۔۔"ہیر کھانا کھالو۔۔۔۔پر نسس پھر سو جانا"۔۔۔اس نے بہت مشکل سے اپنی آنکھیں کھولیں۔۔۔۔"آپ آگئے!"۔۔۔ارمان نے سر اثبات میں سر ہلایا۔۔۔

وہ ابھی بھی نیند میں تھی۔۔۔۔"ہاں ٹھیک ہے آپ کھانا کھالیں مجھے نیند آرہی مجھے سونا ہے"۔۔۔۔وہ پھر سے بولتی ہوئی اس کے سینے پر سر رکھ گئی۔۔۔۔

ارمان کا ڈمپل نمودار ہوا۔۔۔۔

مطلب صاف تھا اسے بس سونا ہے۔۔۔۔ارمان نفی میں سر ہلاتا ہوا اٹھا۔۔۔۔اس کے نازک وجود کو اپنی باہوں میں بھرا اور اسے روم میں لا کر بیڈ پر لٹایا۔۔۔۔۔۔

پھر واپس ڈائنگ ٹیبل تک آیا اور سارا کھانا اور برتن اٹھا کر سمیٹے۔۔۔۔اس کے بنا ارمان کھانا کھالے یہ ناممکن تھا۔۔۔۔پھر واپس کمرے میں چلا گیا۔۔۔۔۔

مسکراتے ہوئے اسے اپنے حصار میں لے کر وہ خود بھی سو گیا۔۔۔۔

سب کچھ ٹھیک ہونے لگا تھا۔۔۔۔زندگی اپنی نارمل روٹین میں آگئی تھی۔۔۔۔اکرام ملک کی موت نے شہر میں کافی تہلکہ مچادیا تھا۔۔۔۔

اس کی لاش بہت بری حالت میں جنگل سے ملی وہ جلی ہوئی تھی۔۔۔۔ فورینسک والوں نے تحقیق کے بعد بتایا کہ وہ اکرام ملک کی لاش تھی۔۔۔۔

دو دن میں سارے شہر میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی تھی۔۔۔۔اور شیز املک کا سارا غرور،اکڑ، تکبر سب کچھ ملیامیٹ ہو گیا۔۔۔۔۔ گورنمنٹ نے اس کے باپ کے سارے بزنس اور بلڈنگز کو اپنی حراست میں لے لیا۔۔

صرف شیز اکا اپنا اپارٹمنٹ بچا کیونکہ وہ اس کے نام تھا اس کے باپ کے نام نہیں۔۔۔۔وہ دو دنوں میں ہی اپنا سب کچھ ہار گئی اس کا باپ اس کی سب سے بڑی طاقت تھا اور اب وہی نہیں رہا تھا۔۔۔۔

وہ دو دن سے مسلسل پولیس اسٹیشن کے چکر لگا رہی تھی اسے ہر حال میں اپنے باپ کا قاتل چاہیے تھا۔۔۔۔

پولیس والوں نے اسے بہت تسلی دی کہ وہ ڈھونڈیں گے۔۔۔۔۔ مگر وہ سب جانتے تھے کہ قاتل کون ہے۔۔۔۔

آدھی رات کا وقت تھا جب اس کی آنکھ کھلی اس نے ارد گرد دیکھا حیدر کمرے میں نہیں تھا اس کی نظر دروازے کی طرف اٹھی تو دروازہ ہلکا سا کھلا تھا مطلب وہ گھر کے اندر ہی تھا۔۔۔۔

اسے باہر سے کچھ آوازیں آ رہی تھیں جیسے ٹی وی چل رہا ہو وہ اٹھی اور کمرے سے باہر نکلی۔۔۔۔۔

باہر لاؤنج میں صوفے پر حیدر بیٹھا سامنے اپنا لیپ ٹاپ کھولے اس میں کوئی نیوز سن رہا تھا۔۔۔۔"جی تو ناظرین آپ کو بتاتے چلیں اکرام

ملک کو بہت بے دردی سے ٹارچر کرنے کے بعد ان کے سر اور سینے کے مقام پر دو گولیاں ماری گئیں پھر ان کی لاش کو جنگل میں پھینک کر آگ لگادی گئی۔۔۔۔

ہر طرف یہ خبر پھیل رہی ہے کہ آخر اکرام ملک کو اتنی بے دردی سے کس نے قتل کیا۔آخر کس کی اکرام ملک کے ساتھ اتنی گہری دشمنی تھی؟۔۔۔۔کہا جارہا ہے کے شہر کے اے ایس پی صاحب خود اس کیس کو لیڈ کریں گے وہ خود ڈھونڈ دیں گے قاتل کون ہے۔۔۔۔۔مزید اپڈیٹس کے لیے ہمارے ساتھ جڑے رہیں"۔۔۔۔

ماہی خوفزدہ نظروں کے ساتھ سکرین کو دیکھ رہی جہاں اس شخص کی تصویریں چلائی جارہی تھیں۔۔۔۔۔ارمان نے اس کی موجودگی

محسوس کر کے چہرہ موڑ کر دیکھا تو وہ یک ٹک سکرین کو دیکھ رہی تھی ارمان نے وہ نیوز فورا بند کر دی۔۔۔۔۔

وہ سر جھٹکتی ہوئی آگے آئی اور ارمان کے پاس بیٹھ گئی۔۔۔۔۔"تو آپ نے اسے سزا دے دی"۔۔۔۔وہ بے تاثر لہجے کے ساتھ بولی۔۔۔۔۔

ارمان حیران ہوا۔ مطلب وہ جان گئی تھی یہ سب ارمان نے کیا ہے۔۔۔۔۔" بالکل میری بیوی نے ان سے کہا تھا کہ مجھے ہاتھ مت لگانا ورنہ میرا شوہر تم لوگوں کے ہاتھ کاٹ دے گا اب مجھے اپنی بیوی کی باتوں کا مان تو رکھنا ہی تھا"۔۔۔۔۔وہ مضبوط لہجے کے ساتھ بولا۔۔۔۔

ماہی نے اپنا چہرہ موڑ کر ارمان کی طرف دیکھا آنکھوں میں ابھی بھی ہلکا سا خوف تھا۔۔۔۔۔

اور ارمان کی آنکھوں سے آگ نکل رہی تھی۔۔۔۔۔

وہ غور سے ماہی کو دیکھنے لگا کیا وہ اسے جج کرے گی یا برا بھلا کہے گی۔۔۔۔"تمہیں لگتا ہے میں نے کچھ غلط کیا ہے!"۔۔۔۔

وہ حیران ہوئی اسے ارمان سے اس سوال کی توقع نہیں تھی۔۔۔۔۔"میں نے ایسا تو کچھ نہیں کہا"۔۔۔۔۔وہ چہرہ جھکا کر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔"مگر تمہاری آنکھیں تو کچھ اور ہی کہہ رہی ہیں"۔۔۔۔۔

اس نے چہرہ اٹھایا دوبارہ دونوں کی نظریں ملیں۔۔۔"کیا کہہ رہی ہیں میری آنکھیں"۔۔۔۔"ان میں مجھے اپنے لیے خوف نظر آرہا

ہے"۔۔۔۔وہ نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرائی۔۔۔۔"مجھے اپنے شوہر سے کبھی خوف محسوس نہیں ہوا یہ خوف تو چند گھنٹوں کی اس قید کا ہے جو میرے دماغ میں خوف بٹھا گئی ہے"۔۔۔

ارمان نے اسے اپنے حصار میں لیا اور اس کا سر اپنے سینے پر رکھا۔۔"دنیا میں کوئی بھی شخص یہ حق نہیں رکھتا کہ وہ میری ہیر کو کوئی تکلیف دے۔۔۔ارمان حیدر خود بھی نہیں۔۔۔اگر کوئی تمہیں تکلیف دیے گا تو اس کا میں حال اس سے بھی برا کروں گا اس شخص نے جتنی اذیت ہم دونوں کو دی اس کے بدلے میں اس کی سزا بہت کم تھی۔۔۔۔میں آٹھ دن تکلیف کی آگ میں جلا۔۔۔اس لیے میں نے اسے بھی جلا ڈالا"۔۔۔۔۔

ہیر کو آہستہ آہستہ سب کچھ یاد آگیا تھا۔۔۔۔وہ خاموش رہی کچھ نہیں بولی اور اپنے نازک ہاتھوں سے اس کا بنایا حصار مزید مظبوط کیا اور آنکھیں بند کر گئی۔۔۔

اس نے جیسے ہی آنکھیں بند کی دماغ کے پردوں پر بارہ دن پہلے اس بند کمرے کا منظر گھوما۔۔۔۔۔"دور رہو مجھ سے خبر دار مجھے ہاتھ لگایا تو میرا شوہر تمہیں جان سے مار دے گا"۔۔۔۔۔۔یہ سن کر اکرام ملک قہقہا لگا کر ہنسا۔۔۔"لگتا ہے تمہیں اپنے شوہر پر کچھ زیادہ ہی اندھا یقین ہے۔۔۔یہ جو مرد ہوتے ہیں نا یہ کبھی ایک عورت کے نہیں ہوتے۔۔۔۔جیسے ہی کوئی دوسری دل لگی کے لیے ملتی ہے وہ پہلی کو بھول کر دوسری کی طرف لپکتے ہیں۔۔۔۔پھر کوئی تیسری مل جاتی ہے اور دوسری کو چھوڑ کر تیسری کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔۔۔یہ

مرد کی خصلت ہے وہ کبھی وفادار نہیں ہوتا۔۔۔۔میں خود اپنی بیوی کا وفادار نہیں ہوں تمہارا شوہر بھی تمہارا نہیں ہو گا۔۔۔۔

دیکھنا جیسے ہی آج کے بعد تم اس کمرے سے نکلو گی تم اپنا سب کچھ لٹا چکی ہو گی۔۔۔۔پھر وہ شخص تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا۔۔۔۔۔اس کے لیے تم صرف ایک غلاظت کا ڈھیر رہ جاؤ گی وہ تمہیں خود سے الگ کر دے گا۔۔۔۔۔وہ تمہیں چھوڑ کر ایک پاکیزہ لڑکی کی طرف رخ موڑ لے گا"۔۔۔۔۔۔۔۔

یہ سن کر ماہی کے دل میں درد کی لہر اٹھی۔۔۔۔۔"نہیں تم جھوٹ بول رہے ہو میرے حیدر ایسا کچھ نہیں کریں گے۔۔۔۔۔وہ ایسے نہیں ہیں وہ مجھے تکلیف نہیں دیں گے۔۔۔۔۔وہ یہاں آئیں گیں اور مجھے تمہارے اس چنگل سے بچا کر نکالیں گے دیکھنا تم۔۔۔۔۔تمہاری

موت میرے شوہر کے ہاتھوں لکھی ہے۔۔۔۔۔وہ تمہیں اپنے ہاتھوں سے مارے گا۔۔۔۔۔اس دن تمہیں پتہ چلے گا کہ وہ میرا کتنا وفادار ہے"۔۔۔۔۔

اس سے زیادہ اکرام ملک سے سننا برداشت نہیں ہوا اس نے ماہی کے چہرے پر زناٹے دار تھپڑ دے مارا پھر ایک پر بس نہیں ہوا وہ اس کے دونوں گالوں پر تھپڑ مارتا گیا جب تک اپنا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا۔۔۔۔۔

یہ سب یاد کر کے ماہی کی آنکھوں سے کب آنسو بہہ نکلے اسے پتہ نہ چلا۔۔۔۔۔ہاں وہ صحیح تھی اس کا شوہر وفادار تھا۔۔۔۔اکرام ملک کو ارمان حیدر نے خود اپنے ہاتھوں سے مارا تھا۔۔۔۔۔

وہ جو اپنے خیالوں میں گم تھی حیدر کے لمس سے ہوش میں واپس آئی۔۔۔۔حیدر نے اس کے سر پر اپنے لب رکھے۔۔۔۔اس نے چہرہ اٹھا کر حیدر کی طرف دیکھا۔۔۔"میں نے اسے کہا تھا میرا شوہر خود اپنے ہاتھوں سے تمھاری جان لے گا اور اس دن تمھیں پتہ چلے گا کہ میرا شوہر میرا وفادار ہے۔۔۔آپ نے آج میرا مان رکھ لیا۔۔۔آپ نے آج مجھے سرخرو کر دیا"۔۔۔اور ارمان حیدر ساکت رہ گیا۔۔۔۔

وہ ارمان کو ساکت چھوڑ کر دوبارہ اس کے سینے سے لگ گئی۔۔۔۔۔ارمان کو کافی پل لگے یہ بات پر وسیس کرنے میں۔۔۔۔۔

پھر اسے سینے میں ٹھنڈک اترتی محسوس ہوئی۔۔۔۔اسے واقعی ہیر سے یہ امید نہیں تھی آج اس نے ثابت کر دیا کہ وہ اے ایس پی ارمان حیدر کی بیوی ہے۔۔۔۔۔۔

ارمان کا ڈمپل نمایاں ہوا۔۔۔۔"واہ بیگم آج تو تم نے میرا دل جیت لیا۔۔۔مجھے تو لگا تھا جب تمہیں یہ پتہ چلے گا کہ میں نے اسے مارا ہے تم مجھے ایک قاتل کی نظر سے دیکھو گی اور شاید مجھ سے نفرت بھی کرنی شروع کر دو۔۔۔ مگر آج تم نے ثابت کر دیا تم ارمان حیدر خان کی بیوی ہو اس اے ایس پی کی جو انصاف کی خاطر سامنے والے کی جان لینے سے پہلے ایک منٹ بھی نہیں سوچتا"۔۔۔۔۔۔

یہ سن کر ہیر کھل کھلا کر ہنس دی۔۔۔۔"اب تمہیں اس کا انعام تو ملنا چاہیے"۔۔۔وہ کچھ الجھی پھر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔۔۔"انعام؟"

۔۔۔۔۔"ہاں نا انعام مگر میرے پاس آؤ تم تو دور جا کر بیٹھ گئی"۔۔۔۔۔ارمان نے یہ کہہ کر اسے اپنی طرف کھینچا۔۔۔۔۔

وہ جو الجھی ہوئی تھی۔۔۔۔اس کی بات کا مطلب فورا سمجھ گئی۔۔۔۔۔"نہیں مجھے نہیں چاہیے کوئی انعام آپ دور رہیں"۔۔۔۔۔۔اس نے اپنا چہرہ فوراً پیچھے کیا۔۔۔۔۔"مگر میں تو دینا چاہتا ہوں"۔۔۔۔وہ آنکھوں میں شرارت لیے بولا۔۔۔۔۔"نہیں چاہیے نا اور دور رہ کر بات کریں قریب کیوں آ رہیں ہیں"۔۔۔۔۔

ارمان اپنا حصار مظبوط کر رہا تھا۔۔۔۔"میں کہاں قریب آیا تھا اب تم خود ہی آدھی رات کو بلیک بیوٹی بن کر نائٹ ڈریس میں میرے پاس آ کر بیٹھ گئی۔۔۔۔اب میں بندہ بشر ہوں میرے بھی جذبات

ہیں۔۔۔۔میں بہک بھی سکتا ہوں۔۔۔۔ تمھارا قصور ہے سارا اب میرے سوئے جذبات بیدار ہو گئے ہیں۔ویسے بھی لگتا ہے تم نیند پوری کر ہی چکی ہو"۔۔۔۔۔

اور اس الزام پر تو ماہی کا منہ کھل گیا۔۔۔۔۔"آپ مجھ پر الزام لگا رہیں ہیں۔۔۔۔ہاں ساری غلطی میری ہے مجھے آپ کے پاس آکر بیٹھنا ہی نہیں چاہیے تھا"۔۔۔۔وہ اس کے سینے پر مکے مارتی ہوئی بولی۔۔۔۔۔ "چھوڑیں مجھے کمرے میں جانا ہے"۔۔۔۔۔۔

وہ اس کے حصار سے خود کو آزاد کروانے لگی۔۔۔۔"سوری میری جان اب چھوڑ نہیں سکتا"۔۔۔وہ آنکھوں میں عشق کا خمار لیے

بولا۔۔۔۔"حیدر۔۔۔۔۔مجھے کمرے میں جانا ہے۔۔۔۔سونا ہے"۔۔۔۔۔

مگر حیدر اب کہاں اس کی کوئی بات سننے کے موڈ میں تھا۔۔۔۔وہ تو اس کی گردن پر جھک گیا تھا۔۔۔۔"آپ بہت برے ہیں"۔۔۔۔وہ بس بڑبڑا سکی۔۔۔۔مگر ارمان نے یہ سن کر اپنا چہرہ اوپر اٹھایا۔۔۔۔اب آنکھوں میں غصہ تھا۔۔۔۔وہ فوراً ماہی سے دور ہو گیا۔۔۔۔۔اور اب اپنا لیپ ٹاپ بند کرنے لگا۔۔۔۔۔

اسے ماہی کا ایسا کہنا یقیناً برا لگا تھا اور ماہی فوراً پریشان ہو گئی۔۔۔ماہی کی جان پر بن آئی وہ ناراض ہو گیا تھا۔۔۔۔اب وہ کیا کرے گی۔۔۔۔۔۔۔ کچھ دیر وہ اسے بے بسی سے دیکھتی رہی پھر خاموشی سے اٹھی اور کچن کی

طرف چلی گئی۔۔۔۔۔کچھ ہی دیر گزری تھی۔۔۔۔۔جب اس کی چیخ نے اپارٹمینٹ کے در و دیوار ہلا دیے۔۔۔۔ارمان فوراً کچن کی طرف بھاگا۔۔۔۔۔۔

وہ شیلف کے ساتھ سکڑی سمٹی کھڑی خوفزدہ نگاہوں سے آس پاس دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔۔"ہیر کیا ہوا میری جان تم ٹھیک تو ہو نا"۔۔۔۔۔ارمان نے فوراً اسے بازوؤں کے حصار میں لیا۔۔۔۔۔۔وہ اس سے لپٹ گئی۔۔۔۔۔"حیدر یہاں کاکروچ ہے"۔۔۔۔۔۔اور ارمان کا دماغ یہ سن کر بھک سے اڑا۔۔۔۔"کیا تم صرف اس لیے چیخی"۔۔۔۔

ماہی نے معصومیت سے سر ہلا دیا۔۔۔۔ارمان نے فوراً اسے چھوڑا۔۔۔۔"بچی ہو کیا؟"۔۔۔۔۔۔اس کے لہجے میں دھیمہ سا غصہ تھا۔۔۔۔ہیر نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھا۔۔۔"آپ نے ہی تو کہا تھا آپ کے لیے بچی ہوں۔۔۔۔اور ویسے بھی مجھے کاکروچ سے ڈر لگتا ہے تائی مجھ سے زبردستی کچن میں تب کام کرواتی تھیں جب وہاں کاکروچ ہوتے تھے آپ کو کیا پتہ میں کتنا ڈر جاتی تھی"۔۔۔۔۔۔وہ یہ کہتے ہوئے دونوں ہاتھ چہرے پر رکھے پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔۔۔۔۔

اور ارمان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا وہ کیوں بھول جاتا تھا کہ ماضی کی یادیں اس کے لیے ٹروما ہیں۔۔۔وہ جب جب یاد کرتی ہے اسے تب تب تکلیف ملتی ہے۔۔۔ارمان دوبارہ آگے بڑھا اور اسے اپنے حصار میں

لیا۔۔۔"سوری میری جان میں غصہ کر گیا مجھے نہیں کرنا چاہیے ایم سوری"۔۔۔۔۔

وہ اب بھی رو رہی تھی مگر اب اس کے حصار میں آنے کے بعد بھی اس کی قریب نہ ہوئی۔۔۔۔۔جو کہ ناراضگی کا واضح اظہار تھا۔۔۔۔۔"کچن میں کیا کرنے آئی تھی؟۔۔۔۔۔دوسری طرف خاموشی۔۔۔۔۔"ہیر ایک منٹ سے پہلے اپنا یہ رونا بند کرو اور میں نے کچھ پوچھا ہے"۔۔۔

اب وہ غصے سے بولا۔۔۔۔تو ماہی نے فوراً رونا بند کر دیا مگر بولی پھر بھی کچھ نہیں۔۔۔۔۔۔ارمان نے سامنے دیکھا تو شیلف پر پانی کی بوتل پڑی تھی مطلب وہ پانی پینے آئی تھی۔۔۔۔

ارمان اسے چھوڑ کر شیلف کی طرف آیا گلاس میں پانی ڈال کر اس کی طرف بڑھایا۔۔۔۔۔ مگر وہ بنا اس کی طرف دیکھے کچن سے نکل گئی۔۔۔۔۔اس کی تو پیاس ہی مر گئی تھی۔۔۔۔۔ پیچھے ارمان افسوس سے نفی میں سر ہلا کر رہ گیا۔۔۔۔۔۔

ماہی کمرے میں آئی اب چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔۔۔۔۔ مطلب اس کی ناراضگی صرف عارضی تھی۔۔۔۔۔وہ کیسے اس کی چیخ پر بھاگتا ہوا کچن میں آیا تھا یہ سب سوچتے ہوئے وہ آنکھیں بند کر کے لیٹ گئی۔۔۔۔۔

دو منٹ بعد ارمان اس کے سر پر کھڑا تھا۔۔۔۔"اٹھو پانی پیو"۔۔۔۔۔۔لہجہ نارمل تھا۔۔۔۔وہ کچھ نہیں بولی نہ ہی آنکھیں کھولی۔۔۔۔"ہیر اٹھ کر پانی پیو"۔۔۔۔۔۔اب اس نے کچھ پیار سے کہا۔۔۔۔۔"نہیں پینا مجھے پانی مر گئی میری پیاس"۔۔۔۔۔وہ غصے سے بولتی ہوئی رخ موڑ کر لیٹ گئی۔۔۔۔۔

وہ غصہ کرتی ہوئی کتنی کیوٹ لگتی تھی۔۔۔۔"اچھا سوری کہہ تو رہا ہوں چلو شاباش اٹھو پانی پیو"۔۔۔

وہ نہیں چاہتی تھی کہ ارمان دوبارہ ناراض ہو جائے اس لیے اٹھی اس کے ہاتھ سے پانی کا گلاس پکڑا اور ایک ہی سانس میں سارا گھٹا گٹ پی

گئی۔۔۔۔ارمان نے گلاس پکڑ کر سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔۔۔۔۔اور دوسری سائیڈ آکر لیٹ گیا۔۔۔۔۔

ماہی نے اپنا چہرہ موڑ کر دائیں طرف کروٹ لے لی۔۔۔۔۔اسے ناراضگی کا اظہار بھی تو کرنا تھا۔۔۔۔

ارمان کی ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔۔۔۔۔اس نے ہیر کو کھینچا اور ایک جھٹکے میں اپنے سینے سے لگا لیا۔۔۔۔۔

اس نے ارمان کے حصار سے نکلنے کی کوشش کی۔۔۔۔۔مگر ارمان کی پکڑ مظبوط تھی۔۔۔۔۔"ناراض جیسے مرضی ہو۔۔۔مگر مجھ سے دور رہ کر نہیں میرے پاس رہ کر۔۔۔۔۔اور آئیندہ مجھ سے دور جانے کی کوشش مت کرنا۔۔۔۔سونا تو تمھیں روز کی طرح آج بھی میری

باہوں میں ہے میری جان۔۔۔اس لیے سو جاؤ۔۔۔یہ ناہو میرا ارادہ بدل جائے"۔۔۔۔۔

ماہی یہ سن اندر تک کانپ گئی۔۔۔اس نے اپنی سانسوں کو بھی روک لیا۔۔۔وہ بے حس و حرکت ہو گئی۔۔۔ارمان نے محسوس کیا وہ سانس نہیں لے رہی وہ فوراً سیدھا ہوا۔۔۔۔"ہیر کیا ہوا ہے سانس لو۔۔۔۔کیا کر رہی ہو سانس لو"۔۔۔۔

اس نے سانس لینے کی کوشش کی مگر لے نا پائی۔۔۔۔کیونکہ اس ڈرگ کا اثر اب تک جسم میں تھا۔۔۔۔ارمان نے اسے اٹھا کر بٹھایا۔۔۔۔وہ اس کا چہرہ تھپتھپا رہا تھا۔۔۔۔

اس نے بہت مشکل سے سانس لی۔۔۔۔اس کی حالت خراب ہو گئی۔۔۔۔۔۔اسے سانس صحیح سے نہیں آ رہی تھی۔۔۔۔۔اور اسے اس طرح دیکھ ارمان کی سانسیں سینے میں اٹک رہیں تھیں۔۔۔۔۔اس کا چہرہ سفید پڑنے لگا۔۔۔۔"حیدر۔۔۔۔سانس۔۔۔۔نہیں۔۔۔آ رہی"۔۔۔۔

وہ بہت مشکل سے بولی اسے اپنی سانسیں اکھڑتی ہوئی محسوس ہوئیں۔۔۔۔۔۔اس نے اپنی مٹھیاں تکلیف سے میچیں۔۔۔۔۔۔اس سے زیادہ برداشت ارمان میں نہیں تھی وہ اس کے ہونٹوں پر جھکا اور اسے اپنی سانسیں دینے لگا۔۔۔۔۔

کچھ پلوں بعد وہ لمبے لمبے سانس لے کر خود کو پر سکون کرنے لگی۔۔۔۔

حیدر نے اسے اپنے حصار میں لیا۔۔۔"اس نے کہا تھا۔۔۔وہ انجیکشن۔۔۔میری سانس۔۔روک۔۔دے۔۔۔گا"۔۔وہ بہت مشکل سے بولی تکلیف اس کے چہرے سے عیاں تھی۔

ارمان اندر تک تڑپ اٹھا۔۔۔اس لیے 4 دن پہلے اس کی حالت خراب ہوئی تھی۔۔۔۔

وہ اس کی پیٹھ سہلا کر اسے ریلیکس کر رہا تھا۔۔۔وہ کیسے بھول گیا ڈاکٹر کی بات ابھی وہ مکمل ٹھیک نہیں ہوئی اس ڈرگ کا اثر اب بھی اس کے جسم میں تھا۔۔۔۔۔۔

کچھ دیر بعد اس نے آرام سے ماہی کو بیڈ پر لٹایا اسے اپنے نازک حصار میں لیا۔۔۔۔اب پکڑ مضبوط نہیں رکھی۔۔۔۔پھر اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔۔۔۔کچھ دیر تک وہ سو گئی۔۔۔۔۔

اس کے سونے کے بعد بھی ارمان کا دھیان اس کی صحت میں ہی اٹکا تھا

۔۔۔۔۔۔

دن اپنی رفتار کے ساتھ گزر رہے تھے۔۔۔۔ماہی کی طبیعت بھی بہتر ہونے لگی۔۔۔۔۔

وہ باقاعدگی سے یونیورسٹی جا رہی تھی۔۔۔مارچ کا مہینہ شروع ہو چکا تھا۔۔۔اس کے پیپرز بھی قریب آ رہے تھے۔۔۔۔

ارمان خود اس کی پڑھائی میں مدد کر رہا تھا۔۔۔ گزرے دنوں میں ہونے والے حادثات سے اس کی پڑھائی کا کافی نقصان ہو گیا تھا۔۔۔۔

اس کے پیپرز میں صرف دس دن رہ گئے تھے اس لیے آج کل اس کا دھیان صرف اپنی کتابوں میں تھا۔۔۔۔

وہ اس وقت اپنی کلاس میں بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔۔ جب اچانک شور اٹھا کہ کوئی نیا پروفیسر آ رہا ہے۔۔۔۔ وہ اس شور سے ڈسٹرب ہو گئی۔۔۔ کلاس میں ہر طرف چہ مگوئیاں شروع ہو گئیں۔۔۔۔۔

کوئی کہہ رہا تھا۔۔۔وہ یونیورسٹی کا ہیرو ہے۔۔۔کہیں سے آواز آئی وہ بہت ہینڈسم اور ینگ ہے۔۔۔

اب ماہی بیزار ہونے لگی۔۔۔۔۔

وہ زیر لب بڑبڑاتی ہوئی اپنی کتابوں کی طرف متوجہ ہو گئی۔۔۔۔۔۔

تھوری دیر تک ہر قسم کا شور ختم ہو گیا۔۔۔۔۔ساری لڑکیاں اس طرح سیدھی ہو کر بیٹھ گئی جیسے کوئی پرائم منسٹر آرہا ہو۔۔۔۔۔

ماہی کے منہ کے زاویے بگڑ رہے تھے۔۔۔اسے ان لڑکیوں کی تھرڈ کلاس سوچ پر افسوس ہوا۔۔۔۔"تھرڈ کلاس امپریشن ہونہہ"۔۔۔۔۔اس نے سر جھٹکا۔۔۔۔۔

اچانک ڈیپارٹمنٹ ہیڈ کے ساتھ ایک شخص اندر داخل ہوا اور اس شخص کو دیکھ کر ماہی حیران اور ساکت ہو گئی۔۔۔۔۔۔اسے امید نہیں تھی نیا پروفیسر یہ شخص ہو گا۔۔۔۔۔۔اب ہیڈ ساری کلاس کو بتا رہے تھے کہ ان کے ٹیچر کچھ دنوں تک چھٹیوں پر ہیں اس لیے انہیں یہ نیا پروفیسر عارضی طور پر پڑھائے گا۔۔۔۔۔

اس نے ایک ساری کلاس کی طرف دیکھا جہاں ہر لڑکی آنکھوں میں چمک لیے سامنے موجود شخص کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔۔غصے کی ایک تیز لہر ماہی کے جسم میں دوڑی۔۔۔۔۔وہ جیلس ہو رہی تھی۔۔۔۔۔۔ہر لڑکی سامنے موجود اس کے شوہر ارمان حیدر کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔ماہی کا دل چاہا ان سب کی آنکھیں پھوڑ دے۔۔۔اسے امید نہیں تھی حیدر ان کی کلاس لے گا۔۔۔۔۔

ہیڈ تو چلے گئے پیچھے ارمان ساڑی کلاس کو دیکھ رہا تھا۔۔۔۔۔اس کی نظر ماہی پر پڑی دونوں کی نظریں ملیں ماہی اسے غصے سے گھور رہی تھی۔۔۔۔۔اس نے آئی برو اچکائی جیسے پوچھ رہا ہو اب آپ کو کیا ہوا بیگم۔۔۔۔۔اس نے غصے سے رخ موڑ لیا۔۔۔۔ارمان تو اس کے رخ مورنے سے حیران رہ گیا۔۔۔

کچھ دیر بعد وہ ساری کلاس کا انٹروڈکشن لے رہا تھا۔۔۔۔۔جب ماہی کی باری آئی تو وہ فل کانفیڈنس کے ساتھ کھڑی ہوئی۔۔۔۔۔۔۔"میرا نام ماہیر حیدر خان ہے"۔۔۔۔۔ارمان کی ہونٹوں پر مسکراہٹ مچلی جسے وہ کسی بھی سٹوڈنٹ کی نظر پڑنے سے پہلے چھپا گیا ہے مگر ماہی صاف دیکھ چکی تھی۔۔۔۔۔اس نے سر کے

اشارے سے بیٹھنے کا کہا تو ماہی بیٹھ گئی۔۔۔۔۔اب وہ ساری کلاس کو بیسک انگلش پڑھا رہا تھا۔۔۔۔۔

وہ صاف دیکھ سکتی تھی کلاس میں لڑکیاں بہانے بہانے سے ارمان سے فری ہونے کی کوشش کر رہی تھیں۔۔۔۔ماہی بہت مشکل سے اپنے غصے کو ضبط کیے بیٹھی تھی۔۔۔۔

کلاس ختم ہو گئی۔۔۔ارمان سب پر رسمی مسکراہٹ ڈالتا ہوا کلاس سے نکل گیا۔۔۔۔۔پیچھے لڑکیوں کے چہروں پر مایوسی چھا گئی۔۔۔۔اب ہر لڑکی ارمان کی تعریف کر رہی تھی۔۔۔۔

اور وہ غصے سے اپنی مٹھیاں بھینچ رہی تھی۔۔۔۔۔"ہائے یار وہ کتنے خوبصورت ہیں"۔۔۔۔۔۔"بہت ہینڈسم ہیں"۔۔۔۔۔۔۔"وہ تو اسی یونیورسٹی کے ایم فیل سٹوڈنٹ بھی ہیں"۔۔۔۔۔

ہر طرف سے لڑکیوں کی آوازیں ماہی کے کانوں میں پڑ رہی تھی وہ ساری بیٹھ کر ارمان پر کمپلیمنٹس دے رہی تھیں۔۔۔۔۔"یار وہ کتنے گڈ لوکنگ ہیں"۔۔۔۔۔"ان کی مسکراہٹ سب سے زیادہ پیاری تھی"۔۔۔۔۔۔۔"ہائے میرا تو دل آگیا تم دیکھنا میں بہت جلد ان سے دوستی کروں گی"۔۔۔۔۔

اس سے زیادہ ماہی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔۔۔۔۔وہ اپنی کتابیں سمیٹتی ہوئی اٹھی۔۔۔انہیں بیگ میں ڈالا اور کلاس سے باہر نکل گئی

مگر کلاس سے باہر نکلنے تک آخری دو جملے جو اس کے کانوں میں پڑے ان جملوں نے ماہی کے غصے کو دگنا بڑھا دیا۔۔۔۔۔۔"نہیں ان کی آنکھیں سب سے زیادہ پیاری ہیں"۔۔۔۔"وہ کتنے ہاٹ ہیں۔۔۔۔سکس پیکس۔۔۔۔ضرور جم کرتے ہونگے"۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ غصے سے کلاس سے نکلی اب اس کی نگاہیں سارے ڈیپارٹمنٹ میں ارمان کو ڈھونڈ رہی تھیں۔۔۔۔۔۔اسے امید تھی وہ ان کے ڈیپارٹمنٹ میں نہیں ہو گا اس لیے اپنے ڈیپارٹمنٹ سے باہر نکل آئی۔۔۔۔۔۔اسے دور سے وہ نظر آیا لڑکوں کے گروپ میں کھڑا تھا۔۔۔۔۔۔وہ بہت غصے میں تھی اس لیے اپنے قدم اس گروپ کی طرف بڑھائے۔۔۔۔۔۔۔

مگر جیسے ہی وہ پاس پہنچی کچھ فاصلے پر اس نے اپنے قدم روک دیے۔۔۔۔۔۔وہ لڑکے شاید ارمان سے کوئی ضروری بات کر رہے تھے اس لیے وہ ان کی طرف متوجہ تھا۔۔۔۔۔۔

ماہی غصے سے کچھ فاصلے پر ہی چکر کاٹنے لگی۔۔۔۔۔۔کسی احساس کے تحت ارمان نے گردن موڑ کر دیکھا تو وہ اسے خود کی طرف متوجہ نظر آئی۔۔۔۔۔۔دو منٹ کے بعد وہ لڑکوں کو فارغ کر کے اس کی طرف آیا۔۔۔۔۔۔

چہرہ ہمیشہ کی طرح تر و تازہ اور اس پر مسکراہٹ تھی اور آنکھوں میں مخصوص چمک جو صرف اپنی بیوی کو دیکھ کر آتی تھی۔۔۔۔۔۔مگر بیوی

کی شکل دیکھ کر وہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ سامنے معاملات گمبھیر صورتحال اختیار کر چکے ہیں۔۔۔۔۔

ماہی نے ایک نظر سارے گراؤنڈ کی طرف دیکھا جہاں سٹوڈنٹس کا جم غفیر تھا۔۔۔۔وہ آگے بڑھی ارمان کا ہاتھ پکڑا اور اسی لیے یونیورسٹی کے قدر سنسان گوشے میں آگئی۔۔۔۔ارمان تو اس طرح یونیورسٹی میں اس کا ہاتھ پکڑنے پر ابھی تک حیرت کا شکار تھا۔۔۔۔۔۔

وہ مٹھیاں زور سے بھینچ کر یقیناً اپنے غصے قابو کر رہی تھی۔۔۔۔ارمان صاف دیکھ سکتا تھا وہ بہت غصے میں ہے مگر وہ غصے میں کیوں ہے یہ اسے سمجھ نہ آئی۔۔۔"ہیر"۔۔۔۔۔وہ بہت محبت سے بولا۔۔۔۔۔۔

وہ جو غصے میں چکر کاٹ رہی تھی اس کی آواز سن کر ارمان کے پاس آئی اور اپنے نازک ہاتھوں سے اس کی شرٹ کو گریبان سے پکڑا۔۔۔

"How could you do this Mr Arman?"

وہ غصے سے چیخی اور ارمان ساکت رہ گیا۔۔۔۔۔

واپسی

وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے۔۔۔۔۔ماہی کی آنکھوں میں آگ لگی تھی۔۔۔۔اس کا گریبان ماہی کی گرفت میں تھا۔۔۔۔۔اور ارمان حیران پریشان کھڑا تھا۔۔۔۔۔۔

وہ اس سے دوبارہ سوال پوچھ رہی تھی۔۔۔۔۔

"How could you do this Mr Arman?"

اس نے غصے سے ارمان کو جنجھورا۔۔۔۔۔اسے بلکل غصہ نہیں آیا نا برا لگا کہ اس کی بیوی اسے گریبان سے پکڑے کھڑی ہے۔۔۔۔۔

بس وہ اس کے رویے پر حیران ہو رہا تھا۔۔۔۔۔"ہیر ہوا کیا میری جان یہ تو بتاؤ۔۔۔۔میری غلطی کیا ہے؟"۔۔۔۔۔کافی دیر بعد وہ کچھ بولنے کی قابل ہوا۔۔۔

اس کی معصومیت پر ماہی کو اور غصہ آیا۔۔۔"آپ کو واقعی نہیں پتا آپ نے کیا کیا ہے؟"۔۔۔۔ارمان نے نفی میں سر ہلایا۔۔۔۔۔وہ دوبارہ اس کے قریب ہوئی ابھی تک کالر سے پکڑے ہوئے تھی۔۔۔۔۔"کیا ضرورت تھی آپ کو پروفیسر بننے کی"۔۔۔۔۔

وہ سمجھ نا سکا کہ اس میں غصہ کرنے والی کونسی بات ہے۔۔۔۔۔۔

"پرنسپل نے کہا تھا کہ کچھ دنوں کے لیے میں پڑھاؤں۔۔۔۔۔اس لیے ان کی درخواست تھی میں منع نہیں کر پایا۔۔۔۔۔مگر اس میں اتنا ہائپر ہونے والی کونسی بات ہے؟"۔۔۔۔۔۔

ماہی کے غصے میں کسی صورت کمی نہیں آ رہی تھی۔۔۔۔"آپ ان کو منع کر دیں آپ کل سے نہیں پڑھائیں گے"۔۔۔۔۔۔

ارمان تو اس بات پر بھونچا کر رہ گیا۔۔۔۔۔"اچھا مگر کیوں کوئی وجہ بھی تو پتہ چلے"۔۔۔۔۔"کیا یہ وجہ کم ہے کہ میں ماہیر حیدر آپ کی بیوی آپ کو منع کر رہی ہے!"۔۔۔۔۔وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے مان سے بولی۔۔۔۔۔

ارمان مسکرایا۔۔۔"یہ سب سے بڑی وجہ ہے۔۔۔۔۔مگر میں اس کا پس منظر جاننا چاہتا ہوں"۔۔۔۔۔ماہی کی ہاتھوں کی گرفت کچھ ڈھیلی ہوئی۔۔۔۔

آنکھوں میں کرب ابھرا۔۔۔۔"آپ کیا چھوٹے بچے ہیں؟ نظر نہیں آتا! کیسے ساری لڑکیاں آپ کو تاڑ رہیں تھیں۔۔۔۔اور آپ کے کلاس سے نکلنے کے بعد چیپ کمپلیمنٹس بھی کر رہی تھیں۔۔۔۔

بس نہیں کر سکتی میں برداشت "۔۔۔۔۔

ارمان سارا مسئلہ اب سمجھا تھا۔۔۔۔اس کی پرنسس جیلس ہو رہی تھی۔۔۔۔اسے خوشی ہوئی۔۔۔۔اچھا اور کیا تھے وہ کمپلیمنٹس؟؟

ماہی نے وہ سارے جملے ارمان کو سنا دیے۔۔۔۔۔"ارے واہ مطلب لڑکیاں میری تعریف بھی کرتیں ہیں۔۔۔۔۔یہ تو اچھی بات ہے"

۔۔۔۔۔وہ حیران رہ گئی وہ تکلیف میں تھی اور ارمان خوش ہو رہا تھا۔۔۔

وہ اسے غصے سے گھور کر بولی "یہ تعریف نہیں چیپنیس ہے۔۔۔۔کسی کو حق نہیں وہ میرے شوہر کو ان نظروں سے دیکھے وہ صرف میرا حق ہے"۔۔۔۔۔ارمان نے بہت مشکل سے اپنی ہنسی روکی۔۔۔۔۔

اس کے غصے کی وجہ سامنے آرہی تھی۔۔۔۔۔"اچھا مگر میری بیوی تو مجھے ویسی نظروں سے دیکھتی ہی نہیں ہے نا کبھی میری کوئی تعریف کرتی ہے۔۔۔۔۔اگر وہ مفت میں میری تعریف کر رہی ہیں تو کرنے دو مجھے تو کوئی مسئلہ نہیں ہے تم بھی چل کرو"۔۔۔۔۔۔

ارمان اسے تنگ کر رہا تھا آنکھوں میں شرارت تھی اور ماہی کی آنکھیں بہنے کے لیے بے تاب اس بات پر اس کا منہ پورا کھل گیا۔۔۔۔۔وہ کچھ

کہنا چاہتی تھی مگر پھر اس کا گریبان ایک جھٹکے سے چھوڑا اور گراؤنڈ سے باہر کی جانب چل دی۔۔۔۔۔۔

ارمان اس کے پیچھے لپکا۔۔۔"ارے پرنسس سنو تو کیا ہوا میری جان"۔۔۔۔۔۔وہ کچھ نہیں بولی بس اپنی آنکھوں کی نمی کو قابو کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔۔۔نہ اس نے اپنے قدم روکے۔۔۔۔ آخر ارمان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روک ہی دیا۔۔۔۔۔اس نے شکوہ کناں آنکھوں سے ارمان کی طرف دیکھا۔۔۔۔"تم سب کو بتا دینا کہ تم میری بیوی ہو اور میں الریڈی بکڈ ہوں کوئی میری طرف نہ دیکھے میں صرف اپنی بیوی کا ہوں"۔۔۔وہ محبت سے چور لہجے میں بولا۔۔۔

اب کی بار ماہی چاہ کر بھی اپنی نمی کو قابو نہ کر پائی اور آنکھوں سے آنسو لڑکھڑاتا ہوا گال پر بہہ گیا ارمان نے اپنی انگلی کی پور سے وہ آنسو چن لیا۔۔۔۔"کتنی بار منع کیا ہے رویا مت کرو۔۔۔۔چلو شاباش موڈ ٹھیک کرو تمہیں تو خوش ہونا چاہیے تمہارا شوہر پروفیسر بن گیا ہے"۔۔۔"مجھے نہیں چاہیے ایسی خوشی جس میں لڑکیاں میرے شوہر کو تاڑیں"۔۔۔۔۔وہ بھگے لہجے میں بولی۔۔۔۔۔

ارمان نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ کی مظبوط گرفت میں لیا۔۔۔۔"میری جان میں صرف تمھارا ہوں اور دنیا کی کوئی طاقت مجھے تم سے جدا نہیں کر سکتی۔تم ارمان حیدر خان کا عشق ہو۔۔۔۔یہ معمولی سی لڑکیاں کیا چیز ہیں۔۔۔۔چلو شاباش اپنا موڈ ٹھیک کرو۔۔میری بیگم صاحبہ"۔۔۔۔۔

اور ہمیشہ کی طرح لفظ بیگم صاحبہ پر ماہی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔۔۔۔۔۔

وہ دونوں مسکراتے ہوئے اب یونیورسٹی کی روش پر چلتے دور جا رہے تھے۔۔۔۔اس شخص نے اپنی بیوی کا ہاتھ مظبوطی سے تھام رکھا تھا

۔۔۔۔۔۔

ایک ہفتہ ہو گیا تھا ارمان کو ان کی کلاسز لیتے ہوئے۔۔۔۔۔اس دن کے بعد ارمان کا رویہ سرد ہو گیا تھا۔۔۔۔۔اب وہ کسی بھی لڑکی کو فری ہونے کا موقع نا دیتا جس کی وجہ سے ماہی کچھ پر سکون ہو گئی

تھی۔۔۔مگر لڑکیوں کے کمپلیمنٹس ابھی تک جاری تھے۔۔۔۔۔۔۔

آج ارمان ماہی کو یونیورسٹی ڈراپ کر کے ضروری کام سے گیا تھا۔۔۔۔اس وقت وہ کلاس میں بیٹھی تھی۔۔۔۔یہ ارمان کے لیکچر کا ٹائم تھا۔۔۔۔۔مگر آج وہ اب تک آیا نہیں تھا۔۔۔۔

ماہی جانتی تھی شاید وہ آج نہ آئے وہ تو اپنے کسی ضروری کام سے چلا گیا تھا۔۔۔۔لڑکیاں بن ٹھن کر بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھیں۔۔۔۔آج ماہی کو ان کی حالت پر مزہ آ رہا تھا۔۔۔۔

وہ جو اپنی کتابیں کھولیں بیٹھی تھی اس کے کانوں میں کلاس کی لڑکیوں کی آوازیں پڑیں۔۔۔۔۔"یار کیا وجہ ہو گی آج ارمان سر نہیں آئے"۔۔۔۔۔پھر دوسری آواز آئی۔۔۔۔"ہمارے پاس تو ان کا نمبر بھی نہیں ہے بندہ کال کر کے ہی پوچھ لیتا ہے""انہوں نے چھٹی کیوں کی؟"۔۔۔۔۔"ویسے کیا کوئی لڑکی کا سین بھی ہے"۔۔۔۔۔"ارے کہاں سنا ہے شیز املک اس یونیورسٹی کی سب سے امیر لڑکی کو ان پر کرش ہے وہ کسی لڑکی کو ارمان کی طرف دیکھنے نہیں دیتی"۔۔۔۔۔"ہاں دیکھی ہے میں نے شکل تو اس کی کوئی خاص نہیں ہے۔۔۔مجھے نہیں لگتا ارمان اس میں ذرا بھی انٹرسٹڈ ہے"۔۔۔۔

ان کی بکواس پھر شروع ہو گئی اور ماہی کے برداشت کی حد ختم۔۔۔۔آج تو اس کے برداشت کی ساری حدیں ختم ہو گئی تھیں وہ

ایک جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔۔۔۔۔"تم لوگوں کو شرم نہیں آتی اپنے پروفیسر کے بارے میں کس طرح کی باتیں کر رہے ہو۔۔۔۔۔ان کی پیٹھ پیچھے ان کا نام لے کر ان کو بلاتے ہو"۔۔۔۔۔وہ غصے سے پھٹ پڑی۔۔۔۔

ساری کلاس حیرانی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔ان میں سے ایک مغرور لڑکی ماہی کی طرف متوجہ ہوئی.... "تمہیں بہت تکلیف ہو رہی ہے ہم جیسے مرضی ان کا نام پکاریں"۔۔۔۔۔

ماہی کے تو سر پر لگی تلووں پر بجھی۔۔۔۔۔۔"تم لوگوں کو شرم آنی چاہیے وہ میریڈ ہیں اور کسی کی ہسبینڈ ہیں۔۔۔۔۔کسی کے شوہر کو تاڑنا بہت غلط بات ہے"۔۔۔۔۔۔اور کلاس میں موجود ساری لڑکیوں کو لگا

جیسے کوئی ان کے سر پر بم پھوڑ رہا ہو۔۔۔۔ماہی نے سب کے سفید پڑھتے چہروں کو دیکھا جیسے سینے میں ٹھنڈک پڑی ہو۔۔۔۔۔

بہت دیر کے بعد وہ کچھ بولنے کے قابل ہوئیں۔۔۔۔۔"ایسا کیسے ہو سکتا ہے وہ تو کسی لڑکی میں انٹرسٹ ہی نہیں لیتا"۔۔۔۔۔۔دوسری بولی۔۔۔۔"کون ہے وہ ڈائن میں اس کا خون پی جاؤں گی جس نے ارمان کو مجھ سے چھینا ہے"۔۔۔۔

ماہی نے اس لڑکی کو غصے سے گھور کر دیکھا۔۔۔۔۔۔ماہی کی آنکھوں میں عجیب وحشت آگئی۔۔۔۔۔اس نے ماہی کی آنکھوں میں غصہ دیکھ کر کہا۔۔۔۔"تمہیں نہیں کہہ رہی میں ان کی اس ڈائن بیوی کو کہہ رہی

ہوں۔۔۔۔۔تم کیوں مجھے غصے سے گھور رہی ہو"۔۔۔۔۔ماہی کے چہرے پر تمسخر مسکراہٹ آئی۔۔۔۔۔۔

ماہی نے اپنے سینے پر انگلی رکھی۔۔۔۔"مسز ارمان"۔۔۔۔۔اور ان لڑکیوں کو لگا جیسے ساری کلاس کی چھت کی عمارت ان کے سر پر گر گئی ہو۔۔۔۔۔وہ لڑکی فوراً سیدھی ہو کر بیٹھی۔۔۔۔"کیا۔۔۔تم!!"۔۔۔۔۔ماہی کھل کر مسکرائی۔۔۔۔"تم جس ڈائن کی بات کر رہی تھی خوش قسمتی سے وہ میں ہی ہوں۔۔۔۔مسز ماہیر ارمان حیدر"۔۔۔۔

ماہی اونچی آواز اور مضبوط لہجے میں بولی۔۔۔۔"خبردار اگر آج کے بعد تم لوگوں نے میرے شوہر کے بارے میں کوئی بھی چیپ کمپلیمنٹ

دیا۔۔۔۔میں ایک ہفتے سے تم لوگوں کی بکواس برداشت کر رہی ہوں مزید برداشت نہیں کروں گی"۔۔۔۔۔۔

ارمان جو کلاس میں داخل ہو رہا تھا ماہی کی اونچی آواز میں آخری ساری باتیں سن کر اس کے ہونٹوں پر اتنی خوبصورت مسکراہٹ آئی کہ اس کا ڈمپل پوری آب وتاب کے ساتھ چمکا۔۔۔۔۔

کلاس کی سب سے مغرور لڑکی بولی۔۔۔۔"اوہ ریلی تمہیں لگتا ہے ہم تمہاری اس بکواس پر یقین کر لیں گے۔۔۔۔۔اتنا بڑا جھوٹ بولتے ہوئے تمہیں شرم آنی چاہیے"۔۔۔۔۔اس نے ارمان کو نہیں دیکھا تھا اس کی پشت دروازے کی طرف تھی۔۔۔۔۔

ماہی کی نظر اچانک ارمان کی طرف اٹھی۔آنکھوں میں چمک اور ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی۔۔۔۔"تو تمہیں میری بات پر یقین نہیں۔۔۔۔۔اوکے ان سے کنفرم کر سکتی ہو"۔ماہی نے سامنے ڈائز کی طرف اشارہ کیا۔۔۔۔وہ لڑکی جھٹکے سے پیچھے مڑی ارمان ان دونوں کی باتوں کی طرف ہی متوجہ تھا۔۔۔۔۔

ارمان کی سرد نظریں اس لڑکی کی طرف ہی تھیں۔۔۔۔"زرا بتانا پسند کریں گیں مس کے کلاس میں ایسی کون سی ڈسکشن چل رہی ہے جو آپ کو اتنا بھی پتہ نہیں چلا کہ ٹیچر کلاس میں آچکا ہے"۔۔۔۔۔ارمان نے سرد لہجے میں سوال کیا۔۔۔۔ساری کلاس میں پن ڈراپ سائلینس چھا گئی۔۔۔

اچانک اس لڑکی کی آنکھوں میں شیطانی چمک ابھری۔۔۔۔"سر کلاس میں لڑکیاں آپ کے بارے میں بکواس باتیں کر رہیں ہیں۔۔۔آپ کو ان کی خبر لینی چاہیے"۔۔۔۔

ارمان نے جیسے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔۔۔"اچھا ذرا بتائیں میرے بارے میں وہ کس قسم کی بکواس باتیں کرتی ہیں ذرا مجھے بھی تو پتہ چلے"۔۔۔۔اور لڑکی فورا کھڑی ہو گئی۔۔۔۔ہاتھ سے ماہی کی طرف اشارہ کیا۔۔۔"سر بے شرمی کی بھی حد ہوتی ہے دیکھیں یہ لڑکی ساری کلاس کے سامنے خود کو آپ کی بیوی کہہ رہی ہے پوچھیں ان سے یہ اتنا بڑا جھوٹ کس بنیاد پر بول رہی ہے"۔۔۔۔

ارمان کی نظر ماہی کی طرف اٹھی۔۔۔۔۔"جی مس کیا آپ نے ایسا بولا ہے؟"۔۔۔۔۔۔ماہی کھڑی ہو گئی۔۔۔۔۔۔اور اپنا سر اثبات میں ہلا دیا۔۔۔۔۔"دیکھا سر یہ خود مان رہی ہیں انہوں نے ایسا بولا ہے"۔۔۔۔۔۔وہ لڑکی فورا متوجہ کرتی بولی۔۔۔۔۔ارمان کو اس کا ٹوکنا سخت ناگوار گزرا۔۔۔۔۔"میں بات کر رہا ہوں نا۔۔۔۔۔تو آپ درمیان میں اپنا منہ بند رکھیں"۔۔۔۔۔

وہ لڑکی خود پر ضبط کرتی ہوئی خاموش ہو گئی۔۔۔۔۔۔ارمان اب ماہی سے سوال پوچھا۔۔۔۔۔"کیا ہوا تھا یہاں ذرا آپ بتائیں گی"۔۔۔۔۔۔

ماہی نے سر ہلایا اور بولی۔۔۔۔"میں پچھلے ایک ہفتے سے ان سب کی بکواس باتیں برداشت کر رہی ہوں۔۔۔۔یہ آپ کے کلاس سے نکلنے کے بعد آپ پر چیپ کمپلیمنٹس پاس کرتی ہیں۔۔۔برداشت کی ایک حد ہوتی ہے اور کوئی بھی بیوی اپنے شوہر کے لیے ایسے چیپ کمپلیمنٹس برداشت نہیں کر سکتی۔۔۔۔مجھ سے مزید برداشت نہیں ہوا تو میں نے ان کو سچ بتا دیا کہ میں آپ کی بیوی ہوں۔۔۔۔ان کو یقین نہیں آیا یہ میری باتوں کو بکواس سمجھ رہی ہیں اس لیے میں نے ان سے کہہ دیا آپ سے کنفرم کر لیں"۔۔۔۔۔

ساری بات سن کر ارمان کے ہونٹوں پر خوبصورت مسکراہٹ آئی۔۔۔۔۔ساری کلاس حیران ہو رہی تھی۔۔۔۔۔"اچھا بیٹھ

جائیں"۔۔۔۔۔ماہی پر سکون انداز میں بیٹھ گئی۔۔۔۔۔جس لڑکی نے ماہی کی شکایت کی تھی اس کا تو خون ہی کھول اٹھا۔۔۔۔۔۔

اب ارمان دوبارہ اس لڑکی کی طرف متوجہ ہوا۔۔۔۔۔"آپ لوگوں کو شرم آنی چاہیے آپ یہاں پڑھنے آتی ہیں یا پروفیسرز تاڑنے۔۔۔۔۔یہ تعلیمی ادارہ ہے کوئی فحاشیوں کا اڈہ نہیں۔۔۔۔۔۔آپ لوگوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا پروفیسرز کے پرسنلز تک پہنچیں۔۔۔۔۔اور آپ کو جو بکواس لگ رہی ہے اس کی میں تصدیق کر دیتا ہوں"۔۔۔۔ارمان نے ہاتھ سے ماہی کی طرف اشارہ

کیا۔۔۔۔۔۔

"She is my wife.

Mrs Maheer Arman Haider."

ارمان نے پہلی بات نہایت سرد لہجے میں کہی۔مگر آخری بات پر سکون لہجے میں کہی۔۔ساری لڑکیوں کو ارمان کے اس سرد لہجے سے خوف محسوس ہوا۔۔۔۔۔

ماہی اندر تک پر سکون اور خوش ہو گئی۔۔۔۔۔"آج کے بعد میں کلاس میں اس قسم کی فضول بکواس نہ سنوں۔۔۔۔۔اور آپ لوگ یہاں پڑھنے آتی ہیں بس پڑھائی پر فوکس کریں۔۔۔۔۔اب مہربانی فرما کر بیٹھ جائیں کلاس کا کافی ٹائم آپ ضائع کر چکی ہیں"۔۔۔۔۔ارمان نے اس لڑکی پر طنز کیا۔۔۔۔۔

اس نے شعلہ باز آنکھوں سے ماہی کی طرف دیکھا۔۔۔۔ماہی نے اسے مسکراہٹ پاس کی۔۔۔۔وہ لڑکی اندر تک جل گئی ۔۔۔۔۔"آئی بڑی میرے شوہر سے دوستی کرنے والی ہونہہ"۔۔۔۔۔۔

ارمان اب کلاس کو پڑھا رہا تھا اور ماہی اندر تک پر سکون تھی وہ یہی سوچ رہی تھی کہ کچھ مرد یونیورسٹیز میں اپنی بیویوں سے ڈس اون ہو جاتے ہیں۔۔۔۔۔

اکثر ایسے واقعات ہوتے ہیں۔۔۔۔کہ گھر سے تو دونوں ساتھ آتے ہیں مگر یونیورسٹی کی حد میں داخل ہوتے ہی شوہر کہہ دیتا ہے کسی کو پتہ

نہیں چلنا چاہیے تم میری بیوی ہو۔۔۔۔۔جیسے وہ لڑکی اس کی عزت نہ ہوئی کوئی کلنک ہو گئی۔۔۔۔۔۔

بہت کم شوہر ایسے ہوتے ہیں جو ساری یونیورسٹی اور کلاس کے سامنے اپنی بیوی کو اپنا نام دیتے ہیں اور ان کی پہچان اپنی پہچان پر کرواتے ہیں۔۔۔۔۔۔یہی تو اصلی مرد کی نشانی ہوتی ہے۔۔۔۔۔ہاں وہ اندر تک پر سکون تھی اس کا شوہر ایک بہترین مرد تھا۔۔۔۔۔

ماہی کے پیپر شروع ہو چکے تھے۔۔۔۔ارمان خود اس کی ساری تیاری کروا رہا تھا۔۔۔۔اسے گھر کے کام بھی زیادہ نہیں دے رہا تھا۔۔۔۔ اس کا فل فوکس پڑھائی پر تھا۔۔۔۔۔

وہ ہر وقت کتابوں میں سر دیتی ہوئی نظر آتی۔۔۔۔۔اور پھر ایک ہفتے کے بعد ماہی کے سارے پیپر ختم ہو گئے وہ ریلیکس اور پر سکون ہو گئی۔۔۔۔۔۔اس نے اپنی نیند جم کر پوری کی۔۔۔۔۔ پیپرز کی وجہ سے وہ ایک ہفتے تک صحیح سے سو بھی نہیں پائی تھی۔۔۔۔۔۔اب اسے کچھ ہفتوں کی سمسٹر بریک تھی۔۔۔۔۔

آج وہ دونوں راحیلہ جمال کے گھر آئے ہوئے تھے۔۔۔۔۔اور ارمان ان کو ساری بات بتا چکا تھا کہ وہ دونوں لاہور جا رہے ہیں۔۔۔۔۔۔اماں کچھ پریشان لگ رہی تھی ان کے چہرے سے بھی اضطراب جھلک رہا تھا۔۔۔۔۔۔

اور آرزو کافی ایکسائٹڈ ہو گئی۔۔۔۔۔۔"کیا مطلب آپ لوگ میرے ننھیال جا رہے ہیں۔۔۔۔مجھے بھی لے کر چلیں بھائی میں نے بھی اپنے ننھیال دیکھنا ہے۔۔۔۔میں بچپن سے آج تک نہیں گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ ایکسائٹڈ ہوتی ہوئی ارمان کے ساتھ جڑ کر بیٹھ گئی اور اب اسے مکھن لگانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔۔۔

اماں اچانک خوفزدہ ہو گئی۔۔۔۔"تم کہیں نہیں جا رہی آرزو سکون سے یہیں بیٹھی رہو"۔۔۔۔۔۔اماں نے کچھ غصے سے کہا۔۔۔۔۔"ممی کیا یار وہ دونوں جا رہے ہیں میں بھی ان کے ساتھ جاؤں گی ویسے بھی میں سمسٹر بریک میں فری ہوں گھر میں بور ہو جاؤں گی۔۔۔میں بھائی اور ماہی دونوں کے ساتھ جا رہی ہوں میں کون سا اکیلی ہوں گی۔۔۔۔۔پلیز مجھے جانے دو نا مجھے بھی اپنے ننھیال کی حویلی دیکھنی ہے۔۔۔۔۔یار میرا بھی حق ہے وہاں جانے کا۔۔۔۔پلیز بھائی مجھے لے کر چلیں نا"۔۔۔۔۔۔

ارمان اس کی ایکٹنگ پر مسکرا اٹھا۔۔۔۔۔ماہی بھی مسکرا رہی تھی۔۔۔۔۔"فکر مت کریں پھپھو آپی ہمارے ساتھ ہی جائیں گی ہم

انہیں بھی لے کر چلتے ہیں"۔۔۔۔۔اس نے پہلی بات پھپھو اور دوسری بات ارمان کو دیکھ کر کہی۔۔۔۔

ماہی اس کے مثبت جواب کی منتظر تھی۔۔۔۔۔۔ارمان نے اس کی آنکھوں میں امید دیکھی۔۔۔۔۔۔"ٹھیک ہے کالی بلی تم بھی ساتھ چل سکتی ہو۔۔۔اب میری بیوی نے مجھے اتنے مان سے کہا ہے تو میں تمہیں بھی لے جاؤں گا"۔۔۔۔۔۔وہ خوش ہو گئی "یاہو و تم بہت اچھی ہو ماہی"۔۔۔۔۔۔آج اس نے کالی بلی کہنے پر غصہ بھی نہیں کیا۔۔۔۔۔۔

ماہی مسکرا رہی تھی۔۔۔۔"مگر ارمان"۔۔۔۔پھوپھو کی لہجے میں خوف تھا۔۔۔۔"اماں کیوں پریشان ہو رہی ہیں وہ اپنے بھائی کے ساتھ جا

رہی ہے۔۔۔فکر مت کریں میرے ہوتے ہوئے کوئی اسے آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہیں کرے گا۔۔۔آپ مجھ پر بھروسہ رکھیں"۔۔۔۔۔

اور اس بات پر اماں کا سارا خوف ختم ہو گیا۔۔۔۔ان کے تنے اعصاب ڈھیلے ہو گئے اور وہ پر سکون ہو گئیں۔۔۔۔۔۔

ان کی ٹکٹس کنفرم ہو گئیں تھیں۔۔۔4 دن بعد وہ تینوں جا رہے تھے۔۔۔ماہی اپنی اور ارمان کی ساری پیکنگ کر چکی تھی۔۔۔۔۔مگر اندر سے وہ خوفزدہ تھی۔۔۔ارمان اس کی حالت اچھے سے سمجھ رہا تھا۔۔۔۔

اس وقت بھی وہ ڈریسنگ ٹیبل پر بیٹھی بال کنگھی کر رہی تھی۔۔۔۔ مگر دھیان ماضی کی ان تکلیف دہ یادوں کی طرف تھا۔۔۔۔۔

ارمان اسے کھویا ہوا دیکھ کر اس کے سامنے ڈریسنگ ٹیبل پر آ کر بیٹھا۔۔۔۔ "ہیر"۔۔۔۔اس کی خوبصورت آواز پر وہ اپنے خیالوں سے چونک کر باہر آئی۔۔۔۔۔

وہ اپنے شوہر کی طرف دیکھ رہی تھی آنکھوں میں خوف تھا۔۔۔۔ "میری جان کیوں پریشان ہو رہی ہو۔۔۔۔میں تمھارے ساتھ ہوں نا۔۔۔۔اگر تم نہیں چاہتی تو ہم حویلی نہیں جاتے"۔۔۔۔

ماہی نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔۔۔"نہیں حیدر ہم ضرور جائیں گیں۔۔۔۔۔میں ان سب کو زبان دے کر آئی تھی کہ میں اپنے شوہر کے ساتھ واپس ضرور آؤں گی۔۔۔آپ میری طاقت ہیں آپ کے ہوتی ہوئے مجھے ان سے کوئی خوف نہیں"۔۔۔۔۔

ارمان اچھے سے جانتا تھا کہ وہ اندر سے خوفزدہ ہے۔۔۔ماضی کہ زخموں نے اسے اندر سے بہت نقصان پہنچایا ہے اور وہ اچھے سے جانتا تھا کہ اس کو ان تکلیف دہ یادوں سے نکلنے میں وقت لگے گا۔۔انسان کو اپنی تکلیفوں سے نکلنے اور انہیں ہیل ہونے میں وقت لگتا ہے۔۔

ارمان نے پیار سے اس کا سر اپنے سینے پر رکھا۔۔۔"پہلے کی بات اور تھی مگر اب تمھیں ان میں سے کسی سے بھی ڈرنے کی ضرورت نہیں

اب وہ سب اپنے کیے کا بدلہ چکائیں گیں۔۔۔۔۔میری بیوی کو جو تکلیف ان کی وجہ سے ملی۔۔۔۔جب تک میں نے ان کو بھی وہ تکلیف نہ دی تب تک سکون سے میں بھی نہیں بیٹھوں گا"۔۔۔۔۔۔۔

وہ جنونی انداز میں آنکھوں میں چنگاریاں لیے بولا۔ماہی نے اپنے نازک ہاتھوں سے اس کے گرد حصار باندھا۔۔ماہی اس کے جنون پر مسکرا اٹھی۔۔۔۔۔وہ زندگی میں تھا تو کتنا سکون تھا۔۔۔۔ماہی کو کوئی پریشانی نہیں ہوتی تھی۔۔۔۔۔وہ ماہیر خان کا کمفرٹ زون تھا۔۔۔۔۔

اور پھر وہ دن آ ہی گیا۔۔۔آج 6 ماہ بعد وہ واپس حویلی جا رہی تھی۔۔۔۔
مگر آج اس کے ساتھ اس کا شوہر اس کی سب سے بڑی طاقت اور سب
سے بڑا سہارا ساتھ تھا۔۔۔۔وہ اس وقت ائیر پورٹ میں موجود
تھے۔۔۔۔اور پھر ماہی ارمان کا ہاتھ مظبوطی سے پکڑتی ہوئی اس کے
سنگ چلتی پلین میں آ کر بیٹھ گئی۔۔۔۔

وہ خوفزدہ تھی وہ کبھی پلین میں بیٹھی نہیں تھی۔۔۔۔ارمان اچھے سے
جانتا تھا اس لیے اس کا ہاتھ مظبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔۔۔۔۔۔

ارمان نے اسے ونڈو سیٹ پر بٹھایا خود دوسری سیٹ پر ہو
گیا۔۔۔۔آرزوان سے کچھ فاصلے پر ایک لڑکی کے ساتھ بیٹھی موبائل

کی سکرین اسکرول کر رہی تھی۔۔۔۔وہ پر سکون تھی وہ پہلے بھی پلین میں سفر کرتی رہتی تھی۔۔۔۔

مگر ماہی اندر سے خوفزدہ تھی اسے پلین کے سفر کا کوئی آئیڈیا نہیں تھا۔۔۔۔جیسے ہی پلین نے اڑان بڑھی۔۔۔۔ماہی خوف سے کپکپا اٹھی۔۔۔۔اس نے ایک جھٹکے سے ارمان کی شرٹ کو سینے کے مقام سے مٹھی میں دبوچا اور اس کے سینے سے لگ گئی۔۔۔۔

دوسرے ہاتھ سے اس نے ارمان کے بازو کو کس کر پکڑ لیا۔۔۔۔ارمان نے اس کے گرد حصار بنا کر اسے تحفظ کا احساس دلایا۔۔۔۔وہ اپنے ڈر پر قابو پانے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔۔۔۔۔

ارمان نے نامحسوس انداز میں حصار مظبوط کیااور اس کی پیٹھ سہلانے لگا۔۔۔۔وہ آہستہ آہستہ کچھ پر سکون ہوئی۔۔۔۔مگر ارمان سے چپکی رہی۔۔۔ایک انچ بھی دور نا ہوئی اور اس طرح ان کا سفر ختم ہوا۔۔۔کچھ گھنٹوں بعد جہاز لاہور ائیر پورٹ پر لینڈ کر چکا تھا۔۔۔۔

ایک گھنٹے کے بعد وہ ایئرپورٹ سے نکلے۔۔۔۔ارمان نے کیب بک کروائی تھی اب وہ سارا سامان گاڑی میں رکھوا رہا تھا۔۔۔۔ماہی اس کے پاس ہی کھڑی تھی اور آرزو گھوم پھر کر لاہور کے ایئرپورٹ کو باہر سے دیکھ رہی تھی۔۔۔۔وہ پہلی بار لاہور آئی تھی اس لیے کچھ ایکسائٹڈ تھی۔۔۔۔

ماہی نے ایک نظر اپنے شوہر کو دیکھا۔وہ اس وقت ڈارک بلو کلر کی جینز کے ساتھ بلیک کلر کی شرٹ میں تھا جس کے بازو کہنیوں سے تھوڑا نیچے تک فولڈ تھے۔۔۔چہرے پر بھرپور وجاہت تھی۔ہلکی بیئرڈ خوبصورت ہیزل گرین رنگ آنکھیں۔سر پر بال پف کی صورت سیٹ تھے پاؤں میں جوگرز مکیت تھے۔۔۔۔۔اسے دیکھ ماہی کے سینے میں ٹھنڈک اتری وہ مسکرائی۔۔۔۔۔

ارمان سارا سامان رکھوا کر ماہی کے پاس آیا۔۔۔"حیدر ہمیں انوشہ آپی کو بتا دینا چاہیے تھا ہم آرہے ہیں"۔۔۔۔ارمان نے ایک نظر اسے سر تا پیر دیکھا وہ اس وقت بہت خوبصورت زرد رنگ کی فراک کے ساتھ وائٹ رنگ کے کیپری اور وائٹ حجاب میں

تھی۔۔۔۔۔کندھوں پر اچھے سے مہرون چادر اوڑھ رکھی تھی۔۔۔۔۔۔

پاؤں میں بہت خوبصورت وائٹ کلر کے شوز تھے۔۔۔۔۔چہرہ سفید دودھیا پر نور تھا۔۔۔۔

ارمان مسکرایا۔۔۔۔۔وہ سادگی میں بہت ہی زیادہ حسین لگتی تھی۔۔۔۔۔"نہیں میری جان ہم اسے نہیں بتائیں گے۔۔۔۔۔پہلی بات تو یہ کہ اسے سرپرائز دیں گے۔۔۔۔۔دوسری بات اگر ہم نے اسے بتا دیا تو وہ ساری حویلی میں اعلان کر دے گی اپنی خوشی چھپا نہیں پائے گی۔۔۔۔۔اور پھر سب جان جائیں گے کہ وہ پچھلے چھ ماہ سے ہمارے ساتھ رابطے میں تھی اور اس رات حویلی سے تمہیں نکلوانے

والی بھی وہ ہی تھی۔۔۔۔۔جب تک ہم یہاں رہیں گے میں نہیں چاہتا کہ اس پر کوئی مصیبت آئے اس لیے ہم نہیں بتائیں گے "۔۔۔۔۔

اور ماہی اس کی بات بہت اچھے سے سمجھ گئی اس لیے سر ہلا دیا۔۔۔۔۔اب ارمان آرزو کو آوازیں دے رہا تھا۔۔۔۔جو بلیک کلر کی پینٹ کے اوپر پرپل کلر کی سٹائلش شرٹ اور ساتھ پرنٹڈ دوپٹے کو سکارف کی صورت گلے میں لپیٹا تھا۔۔۔۔۔

اس کے کندھے پر اس کا بیگ تھا ایک ہاتھ میں موبائل تھا پاؤں میں جوگرز تھے۔۔۔۔۔وہ آئی اور ماہی کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی ارمان آگے بیٹھا اور گاڑی ایئرپورٹ کی حدود سے نکلتی ہوئی گاؤں کی طرف بڑھ گئی۔۔۔۔۔۔

اگر ہم واپس حویلی کی طرف آئیں۔۔۔۔تو یہ دوپہر کا وقت تھا دیکھتے ہی دیکھتے حویلی کے اوپر گہرے کالے بادل چھا گئے ہوائیں چلنے لگیں۔۔۔۔موسم کافی خراب ہو گیا ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی طوفان آرہا ہے۔۔۔۔۔ایک طوفان ہی تو تھا جو حویلی والوں کی زندگیوں میں آنے والا تھا۔۔۔۔۔۔

اس وقت انوشہ ٹیرس پر بیٹھی ہمیشہ کی طرح ماہی کو یاد کر رہی تھی پہلے تو اس کے ساتھ ماہی ہوتی تھی جس سے وہ ساری باتیں کر لیتی تھی۔۔۔۔ماہی کے جانے کے بعد وہ کچھ زیادہ ہی اکیلی ہو گئی تھی۔۔۔

وہ اپنے دل کی باتیں کبھی بھی کسی سے شیئر نہیں کرتی تھی سوائے ماہی سے۔۔۔۔وہ اس کی رازدار تھی مگر اب تو وہ اکیلی رہ گئی تھی۔۔۔۔۔

اس کی آنکھوں کے سامنے دو ہفتے پہلے کا منظر چلا۔۔۔۔جب دوپہر کے ٹائم وہ لاؤنج میں آئی سارے بڑے لاؤنج میں بیٹھے تھے۔۔۔۔۔۔

کلثوم بیگم نے انوشہ کو آواز دے کر روکا وہ جو کچن کی طرف جا رہی تھی رک گئی۔۔۔۔۔"انوشہ میری بچی بیٹھ جاؤ مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے"۔۔۔وہ رکی واپس مڑی مگر بیٹھی نہیں۔۔۔۔۔"جلدی کہیں میرے پاس زیادہ ٹائم نہیں ہے"۔۔۔۔۔۔"بیٹا پہلے بیٹھ جاؤ پھر بات کرتے ہیں"۔۔۔۔۔

وہ مزید بحث ترک کرتی ہوئی لاونج کے صوفے پر آکر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔"دیکھو بیٹا میں چاہتی ہوں اب تم شادی کر لو"۔۔۔۔۔یہ سن کر تو انوشہ کا دماغ گھوما۔۔۔۔"کیا مطلب شادی کرلوں مجھے ابھی کوئی شادی نہیں کرنی"۔۔۔۔۔

وہ کچھ غصے سے بولی۔۔۔۔"میں جانتی ہوں بیٹا یہ حویلی تمھارا گھر ہے تم یہاں ساری زندگی پلی بڑی ہو اور ایک لڑکی کے لیے اپنا گھر چھوڑ کر جانا آسان نہیں۔۔۔۔اس لیے تمہارے لیے اچھی بات یہ ہے کہ تم اس گھر میں ہی رہو گی تمہیں شادی کے بعد کہیں جانا ہی نہیں پڑے گا"۔۔۔۔انوشہ نے کلثوم بیگم کی طرف اس طرح دیکھا جیسے ان کا دماغ خراب ہو گیا ہو۔۔۔۔

وہ اس کی نظروں کا مفہوم سمجھتے ہوئے وضاحت کرتی ہوئی بولیں۔۔۔۔۔۔"بیٹا ہمارے گھر کا بچہ ہے ولید۔۔۔میں اور تمہارے ڈیڈ چاہتے ہیں تمہاری شادی ولید سے ہو جائے ویسے بھی تمہاری چچی اور چچا کا بھی یہی فیصلہ ہے"۔۔۔۔۔۔انوشہ کا دماغ بھک سے اڑا۔۔۔۔۔۔۔"کیا!!!"۔۔۔۔

وہ فورا اٹھی اور چیخ پڑی۔۔۔۔"آپ لوگوں کا دماغ خراب ہو گیا ہے وہ میرے بھائیوں کی طرح ہے۔۔۔۔۔میں نے انہیں ہمیشہ بھائی سمجھا ہے اور جہاں تک رہی بات شادی کی تو مجھے ابھی شادی کرنے میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے"۔۔۔۔۔۔"لیکن بیٹا..."۔۔۔۔۔۔"میں کہہ چکی ہوں بس کہ میں شادی نہیں کروں گی۔۔۔۔اور اگر آپ لوگوں

نے مجھے مجبور کیا تھا میں حویلی سے چلی جاؤں گی مگر یہاں نہیں رہوں گی"۔۔۔۔۔۔

کلثوم تائی تو پریشان ہی ہو گئیں۔۔۔۔اب کی بار سعدیہ بیگم بولیں ۔۔۔۔"بیٹا اس میں ہرج ہی کیا ہے۔گھر کا بچہ ہے اور ویسے بھی شادی کے بعد نظر بدل جاتی ہے۔ہم لوگ بھی پہلے اپنے کزنز کو بھائی کی نظر سے دیکھتے تھے لیکن دیکھو ہم بھی ان کی بیویاں بنی گئی ہیں"۔۔۔۔۔۔انوشہ کو ان کا درمیان میں بولنا سخت ناگوار گزرا۔۔۔۔"فار گوڈ سیک تائی وہ آپ کا زمانہ تھا ہمارا نہیں۔۔۔۔اور میں کہہ چکی ہوں میں شادی نہیں کروں گی"۔۔۔۔۔۔

وہ غصے سے گرجی۔۔۔۔"لیکن بیٹا میرے ولید میں آخر برائی ہی کیا ہے"۔۔۔۔۔۔اس سے پہلے انوشہ کچھ بولتی ولید سیڑھیوں سے اترتا ہوا ساری بات سن چکا تھا۔۔۔۔۔۔"اماں آپ کا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا کیسی باتیں کر رہی ہیں وہ میری بہن ہے۔۔۔۔۔آپ ہم دونوں کے مقدس رشتے کو پامال کر رہی ہیں۔۔۔۔۔

خبردار اگر آج کے بعد آپ نے اس حویلی میں دوبارہ انوشہ سے اس طرح بات کی۔۔۔اس کا اور میرا صرف ایک رشتہ ہے وہ بہن بھائی کا ہے۔۔۔۔۔میں نے اسے کبھی ان نظروں سے نہیں دیکھا جیسے آپ کا بڑا بیٹا اس حویلی کی بیٹیوں کو دیکھتا ہے"۔۔۔۔۔

ولید کے لہجے میں کاٹ تھی۔۔۔۔۔وہ اتنی اونچی آواز میں گرجا کہ دونوں تائیاں حیران رہ گئیں۔۔۔۔

اس دن کے بعد دوبارہ اس موضوع پر حویلی میں کوئی بات نہیں ہوئی۔۔۔۔۔"انوشہ بی بی"۔۔۔۔۔وہ جو اپنے خیالوں میں گم تھی نوکرانی کی آواز سے خیالوں کی دنیا سے باہر ائی۔۔۔۔۔"ہاں بولو"۔۔۔۔۔۔"بی بی آپ کے کوئی مہمان آئے ہیں"۔۔۔۔۔

انوشہ حیران ہوئی اس کے کون سے مہمان آئے ہیں۔۔۔۔۔"کون ہے؟"۔۔۔۔"وہ گارڈ بتا رہے ہیں کہ دو عورتیں اور ایک مرد ہیں بس وہ یہ کہہ رہے ہیں آپ سے ملنا ہے"۔۔۔۔۔۔انوشہ اٹھی ٹیرس کے منڈیر سے نیچے گیٹ کی طرف جھانکا۔۔۔۔۔اس نے دیکھنے کی کوشش کی تو سامنے گیٹ کے اندر کی طرف ایک فاصلے پر اسے زرد کپڑوں میں حجاب میں لڑکی نظر آئی۔۔۔۔۔اس کے ساتھ ایک آدمی

اور ایک لڑکی کھڑے تھے۔۔۔۔۔اس نے غور سے دیکھا اور وہ ساکت رہ گئی وہ ماہی تھی۔۔۔۔۔ہاں وہ ماہی کو ہر حال میں پہچان سکتی تھی۔۔۔۔۔

اسے اپنی انکھوں پر یقین نہیں آیا۔۔۔۔۔۔اس کا مطلب اس کا بھائی آگیا تھا۔۔۔۔۔۔"جلدی جاؤ اور ان کو باعزت طریقے سے لاؤنج میں بٹھاؤ۔۔۔۔۔۔جلدی جاؤ"۔۔۔۔۔۔وہ چیخی۔۔۔نوکرانی ہڑبڑا کر بھاگی۔۔۔۔۔۔

انوشہ فورا اپنے کمرے کی طرف گئی۔۔۔۔۔۔اس نے ایک نظر اپنے حلیے کو دیکھا۔۔۔پیرٹ کلر کی شرٹ ساتھ وائٹ ٹراؤزر اور وائٹ دوپٹہ گلے میں جھول رہا تھا۔۔

پیروں میں سادہ سی چپل تھی اور اس کے بال ڈھیلی سی چٹیا میں بندھے تھے جن کی کچھ آوارہ لٹیں چہرے کے ارد گرد تھیں۔۔۔۔۔اس سے صبر نہیں ہوا اور فورا سیڑھیوں کی طرف بھاگی۔۔۔۔۔۔

گاڑی حویلی کے شاندار دروازے کے باہر آکر رک چکی تھی۔۔۔۔۔۔وہ تینوں اترے اور ماہی کا دل خوف سے کپکپا رہا تھا۔۔۔۔۔ارمان نے سارا سامان گاڑی سے نکالا اور ماہی آرزو کا ہاتھ پکڑتی ہوئی ارمان کے پیچھے حویلی کے گیٹ تک آئی۔۔۔۔۔۔

اب ارمان گارڈ سے کوئی بات کر رہا تھا۔۔۔۔۔گارڈ نے انہیں حویلی کے اندر گیٹ کے پاس کھڑے ہونے کا بولا۔۔۔

دس منٹ کے انتظار کے بعد ملازمہ بھاگتی ہوئی آئی اور اب انہیں وی آئی پی پروٹوکول کے ساتھ حویلی اندر لے کر جا رہے تھے۔۔۔۔۔

جیسے جیسے ماہی قدم بڑھا رہی تھی ویسے ویسے اس کا ننھا سا دل ماضی کی یادوں اور ان زخموں کی تکلیف سے بھر رہا تھا۔۔۔۔

وہ تینوں جیسے ہی لاؤنج میں داخل ہوئے ارمان کی نظر سب سے پہلے سیڑھیوں کی طرف اٹھی۔۔۔۔جہاں سے ایک نوجوان لڑکی قدم قدم چلتی سیڑھیوں سے اتر رہی تھی۔۔۔۔ارمان نے اس کی آنکھوں کو

دیکھا وہ ہیزل گرین آنکھیں تھیں اور وہ پہچان گیا یہی اس کی گڑیا تھی۔۔۔۔۔

وہ جیسے ہی سیڑھیوں کی طرف آئی اسے اپنے پاؤں حرکت کرنے سے انکاری ہوتے محسوس ہوئے۔۔۔اس نے بہت مشکل سے اپنے پاؤں حرکت دی ابھی وہ آدھی سیڑھیاں ہی اتری تھی۔۔۔۔

جب اس نے لاؤنج کے دروازے سے ان تینوں کو اندر داخل ہوتے دیکھا۔۔۔اس کی نظر صرف اس شخص کی طرف اٹھ رہی تھی جو اس

کا بھائی تھا۔۔۔۔۔اس کا چہرہ بالکل اپنے باپ اور دادا جیسا تھا وہ بہت خوبصورت تھا۔۔۔۔۔

انوشہ کو اپنے دل کی دھڑکن سست محسوس ہو رہی تھی۔۔۔۔۔۔کتنے سالوں اس نے اس پل کے لیے انتظار کیا تھا۔۔۔۔اسے ایک ایک قدم اپنے دل پر پڑتا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔۔۔

وہ وہیں آدھے لاؤنج میں آکر ہی رک گیا۔۔۔۔۔آرزو تو حیرانگی سے ساری حویلی کی اس شاندار عمارت اور اس خوبصورت لاؤنج کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔وہ کافی خوبصورت حویلی تھی جیسے صدیوں سے اس جگہ کھڑی ہو۔۔۔۔۔

انوشہ کی آنکھیں دھندلی ہو رہی تھیں۔۔۔۔۔آخر 14 سالوں کا فاصلہ ختم ہو گیا۔۔۔۔۔وہ اپنے بھائی کے روبرو آکر کھڑی ہو گئی۔۔۔۔۔ماہی نم انکھوں سے ان دونوں بہن بھائیوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔آج اس نے اپنا ایک اور وعدہ پورا کر دیا تھا۔۔۔۔۔

انوشہ نے ہاتھ بڑھا کر اس کے کندھے کو چھوا پھر اس کے چہرے کو۔۔۔۔۔جیسے وہ یقین کر رہی ہو کہ اس کی آنکھوں کے سامنے اس کا بھائی واقعی کھڑا تھا۔۔۔۔۔ہاں اسے یقین آگیا یہ کوئی خواب نہیں تھا وہ واقعی آگیا تھا۔۔۔۔۔

وہ ایک جھٹکے سے آگے بڑھی اور اس کے سینے سے لپٹ گئی۔۔۔14 سالوں کا غبار، تکلیف، دکھ، درد اور غم آہستہ آہستہ سب کچھ نکلنے لگا پہلے

وہ بے آواز رو رہی تھی۔۔۔پھر وہ با آواز رونے لگی پھر اس کی آواز اونچی ہو گئی۔۔۔۔اب وہ ہچکیوں کے ساتھ رو رہی تھی۔۔۔۔۔

اس کی آواز اتنی اونچی تھی کہ سارے حویلی والے لاؤنج میں جمع ہو گئے۔۔۔۔۔

آرزو ابھی تک یہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی یہ ہو کیا رہا ہے اور یہ لڑکی کون ہے جو ارمان سے اس طرح آکر لپٹ گئی۔۔۔

انوشہ کے رونے میں اور تیزی آگئی۔۔۔۔ابرار حاکم سے لے کر زینب تک سارے حویلی کے لاؤنج میں آگئے۔۔۔۔۔

اپنی آنکھوں کے سامنے ان سب کو دیکھ ماہی اندر تک کانپ گئی وہ فورا ارمان کی طرف بڑھی اور اس کا بازو مضبوطی سے پکڑ لیا۔۔۔۔۔

حویلی

ZNZ Zubi Novels Zone

سارے حویلی والے لاؤنج میں جمع ہو چکے تھے۔۔۔سارے حیران کھڑے تھے اور ماہی کو دیکھ سب کو اپنے سروں پر حویلی کی عمارت گرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔۔

سب کی نظریں ماہی سے ہوتی ہوئی اس شخصی طرف گئیں جس کے سینے سے انوشہ لپٹی بڑی طرح رو رہی تھی۔۔۔۔۔ارمان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ گئیں۔اس نے انوشہ کے گرد اپنے ہاتھوں سے حصار باندھا۔۔۔۔۔وہ اپنی بہن کو چھوڑ کر اس حویلی سے گیا تھا جو اس کے لیے بہت مشکل تھا۔۔۔۔۔

وہ سارے اس طرح ان تینوں کو گھور رہے تھے جیسے وہ کوئی الگ دنیا سے آئے ہوں۔۔۔۔۔۔۔آرزو ماہی کے کان کے کچھ قریب ہوئی۔۔۔۔۔۔"ماہی یہ لڑکی کون ہے جو تمہارے شوہر سے اس طرح چپکی ہوئی ہے"۔۔۔۔۔۔وہ رازدانہ انداز میں بولی۔۔۔۔۔

ماہی کا ہاتھ ابھی تک ارمان کے بازو پر تھا۔۔۔۔"آپی یہ انوشہ آپی ہیں۔حیدر کی بہن"۔۔۔۔۔یہ سن کر آرزو حیران رہ گئی۔۔۔۔۔"کیا!!"۔۔۔۔۔وہ اتنی اونچی آواز میں چیخی کے سارے اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔سارے حیران ہو رہے تھے یہ نئی لڑکی کون ہے؟۔۔۔۔

وہ دوبارہ ماہی کے کان کے پاس جھکی۔۔۔"کیا بھائی کی کوئی بہن بھی ہے۔۔۔۔۔میں سمجھی تھی میں اکلوتی پیس ہوں"۔۔۔اس کے لہجے میں دکھ گھل گیا۔۔۔۔۔

ماہی سارے غم بھول کر اس کی اوور ایکٹنگ پر مسکرائی۔۔۔۔"ہاں آپی اور سنبھل کے رہیے گا یہ حیدر کی اصل بہن ہے اس کا رتبہ آپ

سے زیادہ ہے"۔۔۔۔۔ماہی کی بات سن کر وہ بیزاریت سے بولی۔۔۔"تو تم کہنا چاہتی ہو میں ان کی نقلی بہن ہوں۔۔۔۔۔اور دیکھ لو تم واپس حویلی آکر اپنی پارٹی چینج کر رہی ہو"۔۔۔۔۔وہ واقعی ایکٹر تھی۔۔۔۔۔ماہی اس کی باتوں پر اتنے سیریس موقع پر بھی مسکرا اٹھی۔۔۔۔۔"نہیں نہیں ایسی بات نہیں ہے"۔۔۔۔۔۔

اچانک آرزو کی نظر ان سب کے چہروں پر پڑی۔۔۔۔۔"ماہی یہ سب ہمیں ایسا کیوں گھور رہے ہیں؟"۔۔۔۔۔

آرزو کی بات سن کر ماہی کی نظر بے ساختہ سارے لاؤنج میں گھومی۔۔۔اس وقت لاؤنج میں دونوں تایا، تائیاں، رمشہ اور زینب کھڑے تھے۔۔سارے ان کو ہی دیکھ رہے تھے۔ماہی کی پکڑ ارمان کے بازو پر کچھ سخت ہوئی۔ارمان صاف محسوس کر سکتا تھا۔۔۔

انوشہ کی آواز اب کچھ آہستہ ہو رہی تھی۔۔۔۔۔ارمان نے اسے کندھوں سے پکڑ کر اپنے سامنے کیا۔۔۔۔۔دونوں بہن بھائی ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔۔۔۔ارمان نے اس کے آنسو صاف کیے۔۔۔۔۔"بس گڑیا میں آگیا ہوں نا آج کے بعد میری بہن بالکل نہیں روئے گی"۔۔۔۔۔

سالوں بعد اس کا بھائی اس کے سامنے کھڑا اسے گڑیا کہہ رہا تھا انوشہ کے سینے میں ٹھنڈک پڑ گئی۔۔۔۔۔

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔۔۔۔۔

اور لاؤنج میں موجود حویلی کے ہر فرد کو لگا کہ وہ پتھر ہو گیا ہے۔۔۔۔ابرار حاکم کو لگا وہ اب ہل نہیں پائیں گے۔۔۔۔۔ان کے بھائی کا بیٹا ان کا بھتیجہ واپس آ گیا تھا۔۔۔۔۔۔

کس قدر غرور اور تکبر سے انہوں نے کہا تھا وہ مر چکا ہے۔۔۔۔۔۔وہ زندہ صحیح سلامت ان سب کے سامنے کھڑا تھا۔۔۔۔۔اس کے چہرے میں صاف حماد احمد کی جھلک تھی۔۔۔۔۔اس میں حاکم خان کی وجاہت تھی۔۔۔۔

اس کی آنکھیں اپنے باپ حماد خان جیسی تھی اس لیے انہیں پہچاننے میں ایک پل نہ لگا کہ وہ ارمان تھا۔۔۔۔۔

بہت دیر کے بعد انوشہ نے اپنی کیفیت پر قابو پایا۔۔۔۔اب وہ ارمان کے پیچھے کھڑی ماہی کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔وہ ارمان کو چھوڑ ماہی کی طرف بڑھی۔۔۔۔۔۔

ارمان ایک سائیڈ پر ہو گیا وہ دونوں چھ مہینوں بعد آمنے سامنے تھیں۔۔۔۔۔دونوں کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھی۔۔۔۔۔انوشہ نے آگے بڑھ کر ماہی کو گلے لگا لیا۔۔۔۔۔

ہاں یہ اس کی واحد اپنی تھی جس نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا تھا۔۔۔۔۔آج انوشہ کو اپنا آپ مکمل محسوس ہو رہا تھا۔۔۔۔۔۔

کچھ دیر بعد وہ اس سے الگ ہوئی۔۔۔۔۔"کیسی ہو ماہی؟"۔۔۔۔۔اس کا لہجہ اب تک بھیگا تھا۔۔۔۔"میں ٹھیک ہوں آپی آپ کیسی ہیں"۔۔۔۔۔"آج صرف تمہاری وجہ سے میں بالکل ٹھیک ہو گئی ہوں۔۔۔۔تم نے آج اپنا وعدہ پورا کر دیا۔۔۔۔۔تم میرے بھائی کو میرے پاس لے آئی۔۔۔۔۔میں ساری زندگی تمہاری شکر گزار رہوں گی"۔۔۔۔۔یہ کہتے ہوئے دوبارہ اس کے گلے لگ گئی۔۔۔۔۔

اچانک اس کی نظر آرزو کی طرف اٹھی۔۔۔۔۔وہ ماہی سے الگ ہوئی اور اب سوالیہ نظروں سے ماہی کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔"ماہی یہ کون ہے"۔۔۔۔۔۔ماہی نے گردن موڑ کر آرزو کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔"آپی یہ ہماری کزن ہیں راحیلہ پھپھو کی بیٹی آرزو

جمال"۔۔۔۔۔ماہی نے حویلی والوں کے سروں پر ایک اور بم پھوڑا۔۔۔۔۔

آرزو اتنے اچھے انٹروڈکشن پر مسکرا پڑی۔۔۔۔۔انوشہ حیران کھڑی تھی۔۔۔۔۔آرزو خود ہی آگے بڑھی اور اس کے گلے لگ گئی۔۔۔۔۔"پہلے مجھے صرف یہ غم تھا میں اکیلی ہوں پھر ماہی آگئی ہم دو بہنیں ہو گئی اب آپ سے ملنے کے بعد ہم تین بہنیں ہو گئی ہیں"۔۔۔۔۔ماہی مسکرا رہی تھی اور انوشہ حیران ہو رہی تھی کہ یہ لڑکی کتنی جلدی فری ہوتی ہے۔۔۔۔۔

ارمان نے اس کی باتوں پر اپنی ہنسی بہت مشکل سے روکی۔۔۔۔۔"چلو بس کرو کالی بلی میری بہن سے دور ہٹو"۔۔۔۔۔ارمان کی بات پر اس

کا پورا منہ کھل گیا۔۔۔۔"کیا بھائی یہ آپ کی بہن ہیں تو پھر میں کون ہوں۔۔14 سال بعد اپنی بہن کے ملتے آپ مجھے پرایا کر رہے ہیں۔۔۔۔اور کچھ تو شرم کریں آپ مجھے سب کے سامنے کالی بلی کہہ رہے ہیں۔۔۔۔میں بھی آپ کی بہن ہوں"۔۔۔وہ منہ پھلا کر رخ موڑ گئی۔۔۔۔

ماہی نے ارمان کو غصے سے گھورا۔۔۔"اچھا چلو ایکٹنگ بند کرو مجھے تمہاری اوور ایکٹنگ زہر لگتی ہے"۔۔۔۔

انوشہ ان دونوں کو اس طرح لڑتے دیکھ اپنا قہقارو ک نہ پائی اور کھل کھلا کر ہنسی۔۔۔۔"اقصی۔۔۔اقصی"۔۔۔۔۔

اب انوشہ اقصی کو آوازیں دے رہی تھی۔۔۔۔۔وہ جو کچن میں تھی فورا بھاگتی ہوئی لاؤنج میں آئی اپنی آنکھوں کے سامنے ماہی کو دیکھ وہ ساکت رہ گئی۔۔۔۔۔"جلدی سے اچھا سا لنچ تیار کرواؤ میرے بھائی بھابھی آئے ہیں"۔۔۔۔۔۔

وہ بیچاری تو ساکت رہ گئی۔۔۔۔۔"جاؤ کھڑی شکل کے دیکھ رہی ہو"۔انوشہ نے اسے آنکھوں سے اشارہ کیا کہ ابھی نہیں بعد میں وہ اشارہ سمجھتی ہوئی فورا سر ہلا کر کچن کی طرف مڑی۔۔۔۔۔"اور ایک عدد بہن بھی"۔۔۔۔۔آرزو نے لقمہ دیا۔۔۔۔انوشہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔۔۔۔اور وہ دونوں مسکرا رہے تھے۔۔۔۔

اب انوشہ کسی دوسری ملازمہ کو آوازیں دے رہی تھی۔۔۔۔۔"سارا سامان جلدی سے میرے روم میں پہنچا دو"۔۔۔۔انوشہ نے ان کے بیگز کی طرف اشارہ کیا۔۔۔۔وہ سر ہلاتی ہوئی حکم پر عمل کرنے لگی۔۔۔۔

ارمان نے ان تینوں کے علاوہ لاؤنج میں کسی فرد کو دیکھنا گوارا نہ کیا۔۔۔۔وہ صرف اپنی دونوں بہنوں یا بیوی کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔۔آخر کار ابرار حاکم کے ساکت جسم میں حرکت ہوئی۔۔۔۔وہ آگے بڑھے اور بولے۔۔۔"ارمان بیٹا"۔۔۔۔اس سے پہلے وہ مزید کچھ بولتے یا اپنا قدم آگے بڑھاتے

ارمان نے ان کی طرف سرد نظروں سے دیکھا اور ہاتھ کے اشارے سے ان کی بات اور قدم دونوں روک دیے۔۔۔۔۔۔"بیٹا مت کہیں مجھے۔۔۔۔۔میں آپ کا بیٹا نہیں ہوں۔۔۔۔میں وہ ہی ارمان حیدر ہوں جس کے بارے میں آپ نے کہا تھا وہ مر گیا۔۔۔۔۔ہاں تو میں آپ سب کے لیے واقعی مر چکا ہوں۔۔۔۔۔میں اس حویلی میں صرف اپنی بیوی کا وعدہ پورا کرنے واپس آیا ہوں۔یا صرف اپنی بہن کے لیے۔۔۔۔فکر مت کریں ابھی میں اس حویلی میں ہی ہوں۔۔۔۔۔میری بیوی کے ساتھ آپ لوگوں نے جو سلوک کیا ایک ایک عمل کا حساب ہو گا۔۔۔۔۔۔اتنی جلدی بھی کیا ہے"۔۔۔۔

وہ اتنے سرد لہجے میں ایک ایک لفظ چبا کر بولا۔۔۔کہ ابرار،ابراج حاکم اور دونوں تائیوں کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑی۔۔۔۔۔

فواد خان شاید اس وقت حویلی میں نہیں تھا اس لیے وہ یہاں موجود نہیں تھا۔۔۔۔۔رمشہ اور زینب تو بس ارمان خان کے حسن میں کہیں کھو ہی گئی تھیں۔۔۔۔۔۔

رمشہ نے اتنا حسین اور وجیہہ مرد اپنی زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا۔۔۔۔۔۔وہ فواد اور ولید سے بھی زیادہ خوبصورت تھا۔۔۔۔۔۔اسے ماہی کے نصیب سے حسد ہوا۔۔۔۔۔۔

انوشہ نے دیکھا لاؤنج کی صورتحال کچھ گمبھیر ہو گئی تھی۔۔۔۔۔"بھائی آپ ایسا کریں میرے ساتھ میرے روم میں چلیں۔۔۔آپ سب وہاں فریش ہو جائیں پھر لنچ کرنے کے بعد آپ کے لیے کمرے کا انتظام کرواتی ہوں"۔۔۔۔۔

ارمان نے انوشہ کی بات پر سر ہلایا۔۔۔۔ماہی کا ہاتھ پکڑا۔۔۔۔"چلو ہیر"۔۔۔۔اور اسے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا ابھی وہ آدھی سیڑھیاں ہی طے کر پایا تھا جب کچھ یاد آنے پر رکا اور واپس مڑا۔۔۔۔"گڑیا دس منٹ تک سلیمان چاچو کہ کمرے کی چابیاں میرے پاس ہونی چاہیے۔۔۔۔لے کر آؤ"۔۔۔۔

ارمان اتنی اونچی آواز میں بولا کہ لاونج میں ہر فرد باآسانی سن سکے۔۔۔۔آرزو بھی ان کے پیچھے ہی سیڑھیاں چڑھ گئی۔۔۔انوشہ نے اثبات میں سر ہلایا اور فورا کلثوم تائی کے کمرے کی طرف گئی۔۔اس نے پوچھنا یا مانگنا گوارا نہیں کیا۔۔۔۔

وہ خود ہی چابیاں لینے چلی گئی وہ جانتی تھی چابیاں کہاں پڑی ہیں اسے مانگنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔۔۔۔۔

وہ تینوں سیڑھیاں پار کر گئے۔۔۔۔۔

پانچ منٹ کے بعد چابیاں پکڑے انوشہ سیڑھیوں کی طرف بھاگی وہ بہت خوش دکھائی دے رہی تھی اور ہوتی بھی کیوں نہ سالوں بعد اس کا بھائی واپس آگیا تھا۔۔۔۔۔

پیچھے لاؤنج میں ہر فرد جہاں کھڑا تھا وہیں کھڑا رہ گیا۔۔۔۔آج ان سب کو اپنی زندگی کا سب سے بڑا دھماکہ ملا تھا سب کے دماغ پروسیس کرنے کی کوشش کر رہے تھے

وہ سب اس وقت انوشہ کے کمرے میں موجود تھے۔۔۔۔۔ارمان کمرے میں چکر کاٹ رہا تھا۔۔۔۔ماہی بیڈ پر بیٹھی تھی۔۔۔۔۔آرزو واش روم میں تھی۔۔۔۔۔اتنے میں کمرے کا دروازہ کھلا اور انوشہ اندر داخل ہوئی۔۔۔۔۔

وہ آگے بڑھی اور سلیمان کے کمرے کی چابی ارمان کے سامنے کر دی۔۔۔۔چابی کو دیکھ ارمان کی آنکھیں چمکیں اور ماہی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔۔۔۔وہ آگے بڑھا اور اپنی بہن کے سر پر بوسہ دیا۔۔۔"واؤ گڑیا تم نے تو آج دل جیت لیا"۔۔۔۔

ارمان نے وہ چابی اس کے ہاتھ سے پکڑی اور اب وہ بیڈ پر بیٹھی ماہی کی طرف آیا۔۔۔۔اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھا۔۔۔۔۔وہ ڈبڈبائی آنکھوں سے اپنے شوہر کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔۔

ارمان نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اس کی ہتھیلی پر چابی رکھ دی۔۔۔۔۔۔"یہ تمہاری امانت ہے"۔۔۔۔۔۔ماہی نے ایک نظر چابی کو دیکھا دوسری نظر اپنے شوہر کے چہرے کو۔۔۔۔۔آنکھ سے آنسو بہتا ہوا گال پر پھسل گیا۔۔۔۔۔

وہ جو سالوں سے اس چابی کو حاصل کرنے کی خواہش مند تھی۔۔۔۔۔مگر کبھی اپنی خواہش کو زبان پر نہ لا سکی۔۔۔۔۔آج اس کا

شوہر اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھا اس کی خواہش پوری کر رہا تھا۔۔۔۔۔۔

اس کی آنکھوں سے جو آنسو بہہ رہے تھے وہ تو شکر کے تھے۔۔۔۔۔ارمان نے اپنے انگلیوں کی پوروں سے اس کے آنسو صاف کیے۔۔۔۔۔"تمھاری امانت تمھارا انتظار کر رہی ہے۔۔۔۔چلو اٹھو میری جان"۔۔۔۔۔

ارمان کھڑا ہوا اس کے سامنے اپنا ہاتھ پھیلایا اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ ارمان کی ہتھیلی پر اپنا ہاتھ رکھا ارمان نے گرفت مضبوط کی اور وہ اس کے ساتھ کمرے سے نکل گئی۔۔۔۔۔

انوشہ ان دونوں کو ساتھ دیکھ مسکرادی وہ بہت زیادہ خوش تھی۔۔۔۔۔وہ دل سے ان دونوں کی خوشیوں کی دعا کرتی ہوئی کمرے سے نکلی اور نیچے کچن کی جانب چل پڑی۔۔۔۔۔

وہ ارمان کے ساتھ انوشہ کے کمرے سے نکلی اور اب اپنے باپ کے کمرے کی طرف جارہی تھی۔۔۔۔۔اس نے کانپتے ہاتھوں سے کی ہول میں چابی ڈالی۔۔۔۔۔چابی کو گھمایا ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر دباؤ ڈالا کلک کی آواز آئی۔۔۔۔۔اس نے دروازہ کھولا دروازہ چرڑ کی آواز کے ساتھ کھلتا گیا۔۔۔۔۔

اس نے ارمان کے ہاتھ پر گرفت مضبوط کی اور اس کے ساتھ کمرے میں داخل ہو گئی۔۔۔۔۔اس بند کمرے کے در و دیوار میں آج بھی اس کے باپ کی خوشبو تھی۔۔۔۔۔ہوا کا جھونکا آیا اور اس کے جسم میں سکون اترا۔۔۔۔۔وہ آج بھی اس خوشبو کو محسوس کر سکتی تھی جو 15 سال پہلے اس کا باپ استعمال کرتا تھا۔۔۔۔۔

اس نے آہستگی سے ارمان کا ہاتھ چھوڑا اور اب وہ کمرے کی ایک ایک چیز کو اپنے ہاتھوں سے چھو کر محسوس کر رہی تھی۔۔۔۔۔وہ یقین کرنا چاہ رہی تھی وہ حویلی میں اپنے باپ کے کمرے میں کھل کر سانس لے رہی ہے۔۔۔۔۔

کمرہ بالکل صاف ستھرا تھا۔۔۔ارمان نے آگے بڑھ کر کھڑیوں سے پردے پیچھے کیے سارا کمرروشن ہو گیا۔۔۔۔ماہی اپنے باپ کی تصویر کے سامنے آگئی۔۔۔۔جو ایک دیوار پر فریم میں لگی تھی۔۔۔۔اس نے بہت محبت سے اس تصویر پر ہاتھ پھیرا۔۔۔۔۔

ارمان نے گہری سانس بھری اور ماہی کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔۔۔۔ماہی نے بہت کوشش کی کہ وہ روئے نہ اور اپنی آنکھوں کی نمی پر قابو رکھے۔۔۔۔۔ مگر ضبط کے باوجود بھی آنسو بہنے لگے۔۔۔۔

ارمان نے اس کی کمر کے گرد بازو لپیٹ کر اسے اپنے ساتھ لگایا اور اسے اپنے ہونے کا احساس دلایا۔۔۔وہ اس کے سینے سے لگ گئی۔۔۔۔۔

ارمان نے اس کے گرد حصار مظبوط کیا۔۔۔۔اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے ارمان کی کمر کے گرد حصار باندھا۔۔۔۔ارمان نے اس کے سر پر اپنے لب رکھے۔۔۔۔۔

اس کے احساسات عجیب ہو رہے تھے۔۔۔۔۔ارمان اس کی حالت سمجھ رہا تھا۔۔۔۔۔وہ جانتا تھا اس نے زندگی میں سب سے زیادہ پیار اپنے باپ سے کیا ہے۔۔۔۔۔اتنا پیار اس نے ارمان سے نہیں کیا جتنا وہ اپنے باپ سے کرتی ہے۔۔۔۔۔

ہر بیٹی کے لیے سب سے خاص اور سب سے اہم مرد ہمیشہ اس کا باپ ہوتا ہے شوہر تو کہیں بعد میں آتا ہے۔۔۔۔۔"بہت شکریہ آج آپ

نے میری سالوں کی خواہش پوری کر دی۔۔۔۔۔آپ بہت اچھے ہیں"۔۔۔۔۔وہ بھیگے لہجے میں بولی۔۔۔

ارمان مسکرایا۔۔۔۔۔"اچھا مگر کچھ دن پہلے تو کوئی کہہ رہا تھا میں بہت برا ہوں۔۔ بیگم تم تو اپنے بیان پل پل بدلتی ہو"۔۔۔۔۔ارمان نے اس کی پرانی بات یاد دلائی مقصد اس کا دھیان بٹانا تھا۔۔۔۔وہ کھل کھلا کر ہنس پڑی۔۔۔۔۔

اسے ہنستا دیکھ ارمان کو بھی سکون ملا۔۔۔۔۔اتنے میں دروازہ ناک ہوا وہ تھوڑا سا ارمان سے دور ہوئی مگر ارمان نے اسے زیادہ دور نہ ہونے دیا وہ اس کے حصار میں ہی کھڑی تھی۔۔۔۔۔

کمرے میں انوشہ اور آرزو داخل ہوئیں۔۔۔۔۔"بھائی آجائیں لنچ کر لیں"۔۔۔۔۔ارمان نے سر ہلایا۔۔۔۔۔"میرا اور ہیر کا سامان اس روم میں شفٹ کروادو۔جب تک ہم حویلی میں رکے ہیں ہم دونوں اسی کمرے میں رہیں گے"۔۔۔۔ماہی حیرت سے ارمان کو دیکھ رہی تھی۔

وہ اس کے دل کے اندر کس قدر گہرائی تک جھانک سکتا تھا۔وہ اچھے سے جانتا تھا اس کی بیوی کیا چاہتی ہے اور اس کی کیا خواہشات ہیں۔ماہی کو اپنے شوہر پر ڈھیروں پیار آیا۔۔۔۔۔

انوشہ نے سر ہلایا۔۔۔۔۔"اور میں کہاں رہوں گی؟"۔۔۔۔۔۔وہ منہ پھلا کر بولی۔۔۔۔اوور ایکٹر ہے نا۔۔۔۔۔"تم گڑیا کے ساتھ اس کا

روم شیئر کرو گی میں تمہیں اس حویلی میں رات کے وقت ایک سیکنڈ کے لیے بھی اکیلا نہیں چھوڑ سکتا"۔۔۔۔۔ارمان کا لہجہ سیریس تھا اور وہ کیوں تھا وہاں موجود تینوں لڑکیاں جانتی تھیں۔۔۔۔اس کی دونوں بہنوں نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔۔۔۔

ارمان ماہی کو چھوڑ انوشہ کی طرف آیا۔۔۔۔"میں نے تمہیں جو کام کہا تھا تم نے وہ سب کیا"۔۔۔۔وہ انوشہ سے کچھ پوچھ رہا تھا۔۔۔۔"سب کچھ ریڈی ہے"۔۔۔۔ارمان نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔۔۔۔"ٹھیک ہے آگے کیا کرنا ہے میں صحیح وقت پر بتاؤں گا۔۔۔۔چلو..."۔۔۔۔

پھر وہ ان تینوں عورتوں کا مضبوط محافظ بنا ان کے ساتھ کمرے سے نکلا۔۔۔۔۔ارمان نے کمرہ لاک کیا اور چابی اپنی جیب میں ڈالی۔۔۔۔۔پھر وہ سیڑھیوں سے اترتے ہوئے ڈائننگ ٹیبل کی طرف آ گئے۔۔۔۔۔ماہی کو کچن میں اقصی کی پشت دکھائی دی وہ کچن کی طرف چل پڑی۔۔۔۔۔۔

وہ جو اپنے دھیان کام کر رہی تھی ماہی کی آواز نے اسے ساکت کر دیا۔۔۔۔۔"اقصی"۔۔۔۔۔

اور اقصی کے ہاتھ رک گئے۔۔۔۔۔۔اسے اپنی آنکھوں میں نمی اترتی محسوس ہوئی۔۔۔۔ماہی اس کے لیے بالکل چھوٹی بہنوں کی طرح تھی۔۔۔۔۔

وہ مڑی دونوں کی نظریں ملیں ماہی کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔۔۔۔۔ماہی نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگالیا۔۔۔۔۔اقصی کو چھ مہینے بعد اپنے جسم میں سکون محسوس ہوا۔۔۔۔۔۔ تھوڑی دیر بعد وہ پیچھے ہوئی "کیسی ہیں آپ؟"۔۔۔۔۔ماہی نم مسکراتی آنکھوں سے اس سے پوچھ رہی تھی۔۔۔۔۔۔"میں بالکل ٹھیک ہوں آپ کیسی ہیں؟"۔۔۔۔۔

ماہی کے چہرے پر کچھ روشنی تھی۔۔۔ایک الگ سی روشنی جیسے نور ہو۔۔۔۔"میں بھی بلکل ٹھیک ہوں"۔۔۔۔۔اقصی مسکرائی ۔۔۔۔"تو آپ نے اپنی منزل پا ہی لی"۔۔۔۔۔اس بات پر ماہی نے چہرہ موڑ کر ڈائنگ ٹیبل کی طرف دیکھا جہاں ارمان اور آرزو کوئی بحث

کر رہے تھے اور انوشہ ان دونوں کو لڑتا دیکھ کھل کر ہنس رہی تھی۔۔۔۔

ماہی نے انوشہ کو آج سے پہلے اتنا خوش نہیں دیکھا تھا۔۔۔۔اس نے چہرہ واپس اقصی کی طرف موڑا۔۔۔"منزل نہیں ہمسفر۔۔۔۔۔میں نے اپنے ہمسفر کو پالیا"۔۔۔۔۔

اقصی نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔۔۔۔"وہ بہت مشکل وقت تھا۔۔۔۔ایک وقت ایسا بھی آیا تھا جب مجھے لگا تھا میں اپنا سب کچھ ہار گئی ہوں۔۔۔مگر قسمت نے مجھے میرا ہمسفر دے دیا"۔۔۔۔۔وہ نم آنکھوں سے مسکرا رہی تھی۔۔۔۔۔

سفید حجاب کے ہالے میں اس کا سفید چہرہ خوبصورت لگ رہا تھا۔۔۔۔ماہی کے نتھوں سے ارمان کے پرفیوم کی خوشبو ٹکرائی۔۔۔۔وہ اس کی موجودگی کو محسوس کر سکتی تھی۔۔۔ماہی نے چہرہ موڑ کر پیچھے دیکھا تو وہ کچن کے دروازے میں ایک پاؤں دیوار پر رکھے دونوں ہاتھ باندھے ٹیک لگائے کھڑا اسے نرم نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔۔۔

دونوں کی نظریں ملیں اور وہ نم آنکھوں سے مسکرا دی۔۔۔۔۔ارمان چند قدم آگے آیا۔۔۔۔"اقصی یہ میرے شوہر ہیں ارمان حیدر اور حیدر یہ اقصی ہیں بالکل میری بڑی بہنوں جیسی اپنی"۔۔۔۔

ارمان مسکرایا۔۔۔۔"شکریہ سسٹر"۔۔۔۔۔وہ سمجھ نہ سکی کہ ارمان اسے شکریہ کیوں کہہ رہا ہے۔۔۔۔۔

اقصی کی آنکھوں کی حیرت دیکھ ماہی نے وضاحت کی۔۔۔"میں آپ پر حملہ کر کے یہاں سے بھاگی تھی نہ وہ اس بات کا شکریہ ادا کر رہے ہیں"۔۔۔اور یہ بات سن اقصی نم آنکھوں سے ہنس دی۔۔۔۔۔وہ سمجھ گئی ارمان اسے ماہی کی مدد کرنے کے لیے شکریہ کہہ رہا تھا۔۔۔۔

ارمان ماہی کی طرف متوجہ ہوا۔۔۔۔پھر بنا کچھ کہے اس نے اپنا ہاتھ پھیلایا ماہی نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔۔۔۔۔وہ اس کے ساتھ ڈائنگ ٹیبل کی طرف بڑھا۔۔۔"پتہ نہیں یہ عورتیں اتنی ایموشنل کیوں ہوتیں ہیں"۔۔۔وہ بڑبڑا رہا تھا۔۔۔۔

مگر آواز اتنی تھی کہ ماہی آرام سے سن سکی۔۔۔۔"ہاں آپ کو کیسے پتا ہو گا آپ کونسا عورت ہیں"۔۔۔۔فوراً ماہی کی طرف سے جواب آیا ۔۔۔۔"ایک منٹ یہ آپ نے عورت کسے کہا؟"۔۔۔۔

وہ رک کر اپنا رخ ارمان کی طرف موڑ کر پوچھ رہی تھی۔۔۔"میری جان تمہیں تو بلکل بھی نہیں کہا تم تو پرنسس ہو بھلا پرنسس کو عورت کہہ کر اس کی توہین کی جا سکتی ہے"۔۔۔۔اور وہ بے اختیار ہنس دی۔۔۔

وہ ارمان کے بائیں طرف کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔۔۔ان کے بلکل سامنے انوشہ اور آرزو بیٹھی ہوئیں تھیں۔۔۔۔۔۔آج پہلی بار حویلی

کے اس ڈائنگ ٹیبل پر اپنے شوہر کے پہلو میں بیٹھی وہ کھانا کھا رہی تھی۔۔۔۔ان چاروں کے علاوہ اس وقت ڈائننگ ٹیبل پر کوئی نہیں تھا۔۔۔۔۔۔

کچھ دیر تک وہ سب کھانا کھا چکے تھے۔۔۔۔ماہی اٹھی اور کچن کی جانب چلی گئی۔۔اور وہ سب اوپر چلے گئے۔۔۔10 منٹ بعد وہ چائے کا کپ لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہی تھی۔۔۔۔مگر اچانک تیسری منزل کی پہلی سیڑھی سے فواد خان اترتا ہوا نظر آیا۔۔۔۔

جیسے ہی ماہی کی نظر اس پر پڑی۔۔۔۔۔خوف اور ڈر کی ایک لہر اس کے جسم میں دوڑی۔۔۔۔۔آنکھوں کے سامنے وہ رات چلنے لگی جب اس

حویلی میں اس پر بہتان لگایا گیا تھا۔فواد خان کی نظر بھی اس پر پڑ چکی تھی۔۔اس کا حلیہ ملگجہ سا تھا جیسے ابھی سو کر آیا ہو۔۔۔

وہ حیران آنکھوں سے ماہی کے یہاں حویلی میں ہونے کا یقین کر رہا تھا۔اسے یہ سب خواب لگ رہا تھا۔۔اس کی آنکھوں میں آج بھی وہی حوس تھی جو چھ ماہ پہلے ماہی کے لیے تھی۔۔اچانک ماہی کے ہاتھوں میں کپکپاہٹ آگئی۔۔۔

کپکپاہٹ کی وجہ سے اس کے ہاتھ سے ٹرے ہلی کپ سے چائے کے کچھ چھینٹے اچھل کر ماہی کے ہاتھ پر گر گئے۔۔۔۔۔اس کے منہ سے بے ساختہ کراہ نکلی۔۔۔۔۔۔اور اس سے فواد خان کو یقین ہو گیا وہ واقعی حویلی میں موجود ہے۔۔۔۔۔۔

فواد خان نے اس کی طرف قدم لینے شروع کر دیے اور ماہی اندر تک کانپ گئی۔۔۔۔اس میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ وہ اپنے قدم پیچھے ہی لیتی۔۔۔۔۔

فواد خان کا دوسرا قدم اٹھتا اس سے پہلے ارمان ماہی کی مضبوط ڈھال بنا اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو چکا تھا۔۔۔۔اور ماہی نے سکون کا سانس لیا۔۔۔۔۔وہ تو بھول ہی گئی تھی اب وہ اس حویلی اکیلی نہیں ہے۔۔۔۔۔

ارمان کی سرد شعلہ بار نظریں فواد خان کے اندر تک اتر رہیں تھیں۔۔۔۔وہ واپس مڑا اور ماہی کی طرف متوجہ ہوا۔۔۔۔جو اپنا

ہاتھ رگڑ رہی تھی۔۔۔۔"ہیر یہ کیا ہوا ہے ادھر دکھاؤ"۔۔۔۔اس نے فوراً ماہی کا ہاتھ پکڑ کر اس کا معائنہ کیا۔۔۔۔

جو گرم چائے گرنے کی وجہ سے ہلکا سرخ ہو گیا تھا۔۔۔۔"یہ کیسے ہوا؟"۔۔۔۔۔وہ فکر مند ہوا۔۔۔"وہ میں آپ کے لیے چائے لینے گئی تھی بس وہ کچھ چھینٹے پر گئے"۔۔۔۔وہ وضاحت کرتی بولی ٹرے پاس فلاور ٹیبل کے سٹینڈ پر رکھ چکی تھی۔۔۔۔

ارمان نے ایک نظر چائے کو دیکھا۔۔۔"کیا ضرورت تھی۔۔۔دیکھو ہاتھ جل گیا نا۔۔۔۔اچھا جاؤ اسے کمرے میں لے جاؤ میں وہیں آ کر پیتا ہوں"۔۔۔ماہی نے سر ہلایا اور ٹرے پکڑتی ہوئی کمرے کی جانب چل دی۔۔۔۔۔

فواد خان ابھی تک ساکت یہ سب سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔ ارمان تب تک اس کی پشت کو دیکھتا رہا جب تک وہ کمرے کے اندر غائب نہیں ہو گئی۔۔۔۔۔اس کے کمرے کے اندر داخل ہونے کے بعد ارمان واپس فواد کی طرف مڑا۔۔۔۔۔۔

آنکھوں میں پھر سے سرد مہری ابھر آئی۔۔۔۔۔۔اگلے ہی پل فواد خان کا گریبان ارمان کے ہاتھ میں تھا۔۔۔۔۔۔"کیسے ہو ڈیئر کزن پہچان تو گئے ہو گے۔۔۔۔اس لیے جان پہچان پر وقت برباد کرنے سے سیدھا میں مدعے کی بات پر آتا ہوں۔۔۔۔14 سال پہلے میں نے تمہیں خبردار کیا تھا کہ میری بیوی کی طرف دوبارہ آنکھ اٹھا کر مت دیکھنا مگر شاید تمہیں میری بات سمجھ نہیں آئی تھی۔۔۔۔تمہاری ہمت کیسی

ہوئی میری بیوی کو آنکھ اٹھا کر دیکھنے اور اسے ہاتھ لگانے کی۔۔۔۔۔۔ تمہیں اسے ہاتھ لگانے سے پہلے اپنے انجام اور میرے قہر سے ڈرنا چاہیے تھا۔۔۔۔۔ تم سب لوگوں کو کیا لگا تھا کہ ارمان حیدر مر گیا۔۔۔۔۔ یا وہ اس حویلی میں کبھی واپس نہیں آئے گا۔۔۔۔۔ اگر میں 13 سال کی عمر میں تمہارا سر پھوڑ سکتا ہوں تو سوچو 14 سال بعد میں تمہارا کیا حال کر سکتا ہوں"۔۔۔۔۔۔

ارمان اتنی اونچی آواز میں دھاڑا کہ اپنے کمرے میں بیٹھی انوشہ اور آرزو کو ان کی آواز صاف سنائی دی۔۔۔۔۔۔ اتنا کہنے کے بعد ارمان نے ایک مکا فواد خان کے منہ پر جھڑ دیا۔۔۔۔۔ وہ دونوں فورا بھاگتی ہوئی باہر آئیں۔۔۔۔۔۔ وہ جتنے غصے میں تھا کہ پہ در پہ فواد خان کے منہ پر مکے مار رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔

آرزو پریشان ہو گئی۔۔۔۔۔"بھائی"۔۔۔۔اس سے پہلے وہ دوسرا لفظ بولتی ارمان کا ہاتھ رکا۔۔۔۔۔"کمرے میں جاؤ دونوں"۔۔۔۔۔۔وہ وہیں خوفزدہ کھڑی ارمان کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔۔"آرزو میں کہہ رہا ہوں کمرے میں جاؤ دونوں"۔۔۔۔۔۔اب کی بار وہ اونچے لہجے میں گرجا انوشہ نے آرزو کا ہاتھ پکڑا اور اسے کمرے میں لے گئی۔۔۔۔۔۔

اس کی داڑھ نیچے لاونج میں سب نے سنی۔۔۔۔۔سعدیہ تائی اور کلثوم تائی دونوں بھاگتی ہوئی اوپر آئیں۔۔۔۔۔۔اور اپنے بیٹے کا یہ حال دیکھ سعدیہ بیگم کا کلیجہ منہ کو آگیا۔۔۔۔۔

وہ آگے بڑھیں اور فوراً ارمان کو فواد سے دور کیا۔۔۔۔"کیا کر رہے ہو دور رہو میرے بیٹے سے۔۔۔۔۔پاگل ہو گئے ہو کیا"۔۔۔۔۔

ارمان فوراً دور ہو گیا کیونکہ وہ عورت تھی اور اپنے بیٹے کے بالکل سامنے آکر کھڑی ہو گئیں تھی۔۔۔۔۔اس لیے ارمان نے اپنی مٹھیاں ضبط سے بھینچی۔۔۔۔۔"ہاں ہو گیا ہوں پاگل آپ کے بیٹے کی ہمت کیسے ہوئی میری بیوی کو ہاتھ لگانے کی۔۔۔۔۔۔جب تک اپنی بیوی کی ایک ایک تکلیف کا بدلہ نہ لیا تب تک میں سکون کا سانس نہیں لوں گا۔۔۔۔۔اسے بچا کر رکھیے گا ایسا نہ ہو یہ میرے ہاتھوں سے مر جائے"۔۔۔۔

ارمان نے اتنے سرد لہجے میں کہا کہ دونوں تائیوں کی ریڑھ کی ہڈی میں سن سناہٹ دوڑ گئی۔۔۔۔اس کی آنکھیں بتا رہی تھیں وہ سب کچھ تہس نہس کر دے گا۔۔۔وہ انگلی اٹھاتا ان سب کو وارن کرتا ہوا کمرے کی طرف چلا گیا۔۔۔

وہ دونوں اس وقت کمرے میں بیٹھی تھیں انوشہ آرزو کو سمجھا رہی تھی۔۔۔۔۔۔"پریشان مت ہو ان کا غصہ بلکل جائز تھا۔۔۔۔ماہی کے معاملے میں وہ بہت زیادہ جنونی ہیں۔۔۔۔یہ بات تو خود میں نے بچپن سے دیکھی ہے"۔۔۔۔آرزو جیسے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔۔۔۔اسے یونیورسٹی کا وہ دن یاد آیا جب ارمان نے اس لڑکے کو

مار مار کر آدھ مرا کر دیا تھا جس نے ماہی سے بد تمیزی کرنے کی کوشش کی تھی۔۔۔۔۔۔

وہ کمرے میں واپس آیا تو ماہی کھڑکی کے پاس کھڑی تھی۔۔۔۔۔۔

ارمان کے غصے سے چیخنے کی آواز کمرے تک آ رہی تھی اس نے ساری آوازیں صاف سنی مگر کمرے سے باہر نہیں نکلی وہ جانتی تھی اس وقت ارمان بہت غصے میں ہے اس لیے سکون سے کمرے کے اندر ہی رہی۔۔۔۔وہ جانتی تھی فواد خان کو اس کے کیے کی سزا اس کا شوہر ضرور دے گا۔۔۔۔۔

ارمان کی آنکھیں جو کمرے سے باہر وحشت سے لال ہو گئی تھی۔۔۔۔اس کی پشت کو دیکھ کر ان میں محبت اور پر سکونی آگئی۔۔۔۔۔

وہ اس کے پاس آیا اسے پیچھے سے اپنے حصار میں لیا۔۔۔۔اور اپنی ٹھوڑی ماہی کے کندھے پر ٹکا دی۔۔۔۔وہ اس کے لمس سے خیالوں سے باہر آئی۔۔۔۔

دونوں کی نظریں کھڑکی سے باہر آسمان کی طرف تھیں جہاں اب بارش کے ساتھ طوفان بھی جاری تھا۔۔۔۔۔"جانتی ہو سکون کیا تھا؟۔۔۔۔تکلیفوں پر مرہم۔۔۔۔دل کی ڈھرکن کیا ہے؟"۔۔۔"میرے لیے ماہیر ارمان حیدر سکون ہے۔۔۔۔تمھارا

لمس میری تکلیفوں پر مرہم ہے۔۔۔۔ تمھارا سانس لینا، مجھے محبت سے دیکھنا یہ میرے دل کی دھڑکن ہے۔۔۔۔۔ میرے لیے سب سے خوبصورت نظارہ سراپائے ماہیر ارمان حیدر ہے۔۔۔۔ تم میری روح ہو۔۔۔۔۔ جسم میں جس طرح خون دوڑتا ہے۔۔۔۔ تم میرے جسم میں اس خون کی طرح گردش کرتی ہو۔۔۔۔ جب تمھاری آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں تو درد میری آنکھوں میں اٹھتا ہے۔۔۔۔۔ جب تم تکلیف میں ہو تو درد مجھے محسوس ہوتا ہے۔۔۔۔ جب تم مسکراتی ہو تو میری آنکھوں کو سکون ملتا ہے جب تم خوش ہوتی ہو تو میں اندر تک پر سکون ہو جاتا ہوں۔۔۔۔ تم ہو تو میں ہوں۔۔۔۔۔ تم میرا عشق اور جنون ہو"۔۔۔۔۔

ارمان نے سوال کرنے کے بعد خود ہی جواب دیااور وہ کسی سحر کی طرح اس کے لفظوں میں کھو گئی۔۔۔۔اپنے محرم کے منہ سے اس سے زیادہ خوبصورت اظہار محبت شاید کچھ اور نہیں ہو سکتا تھا۔۔۔۔۔

ارمان کاایک ایک لفظ ماہی کواپنے دل پر اترتاہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔۔۔

وہ اس کے دل میں ہمیشہ کی طرح سکون اتار رہا تھا۔۔۔۔۔وہ مسکرا رہی تھی۔۔۔۔۔کمرے میں خاموشی تھی۔۔۔۔۔۔کتنے ہی پل گزر گئے۔۔۔۔وہ اسی طرح اس کے حصار میں کھڑی رہی۔۔۔۔۔اس کی پشت ارمان کے سینے سے لگی تھی۔۔۔۔۔ارمان کے دونوں ہاتھ اس کے پیٹ کے گرد مظبوطی سے بندھے تھے۔۔۔۔۔

پھر ارمان نے اس کے دائیں گال پر شدت بھرا بوسہ دیا۔۔۔۔اس کا چہرہ لمحے کے ہزارویں حصے میں لال ہو گیا۔۔۔۔۔پھر اسے اپنے سر سے حجاب سرکتا ہوا محسوس ہوا۔۔۔۔ارمان نے ہاتھ بڑھا کر اس کا حجاب کھولا۔۔۔۔اس کا ڈوپٹہ جھولتا ہوا گلے میں آ گیا۔۔۔۔ارمان نے ہاتھ بڑھا کر اس کے بالوں سے کلپ اتار دیا۔۔۔۔۔

اس کے بال جو جوڑے میں بندھے تھے۔۔۔۔وہ جھٹکے سے آبشار کی طرح کھل کر بکھر گئے۔۔۔۔۔

ارمان نے اپنے ہاتھ سے اس کے بال چھوئے۔۔۔۔۔ہاتھوں میں ریشم کی نرمی محسوس ہوئی۔۔۔۔اس نے اپنا چہرہ ماہی کے بالوں میں چھپایا اور گہری سانس لے کر اس کی خوشبو کو اپنے اندر اتارنے لگا۔۔۔۔اس کے بالوں سے شیمپو کی بھینی بھینی خوشبو آ رہی تھی۔۔۔۔

اسے اپنے اندر سکون اترتا ہوا محسوس ہوا۔۔۔۔ارمان نے اس کے بال اکھٹے کر کے دوسرے کندھے پر منتقل کیے۔۔۔۔اب ماہی کی دائیں طرف سے دودھیا گردن ارمان کی آنکھوں کے سامنے تھی۔۔۔۔جس میں گولڈن پینڈنٹ کی زنجیر جھول رہی تھی۔۔۔۔۔

ماہی نے ارمان کے بائیں بازو جو ابھی تک اس کے پیٹ کے گرد لپٹا تھا اس بازو پر اپنے دونوں ہاتھوں سے گرفت مظبوط کی اور آنکھیں زور سے میچ گئی۔۔۔۔۔

کچھ پلوں بعد اسے اپنی گردن پر ارمان کے لبوں کا لمس اور بیڑد کی چھبن محسوس ہونے لگی۔۔۔۔۔جیسے جیسے ارمان کا عمل بڑھ رہا تھا ویسے ویسے ماہی کی پکڑ اس کے بازو پر سخت ہو رہی تھی۔۔۔۔۔۔

کچھ دیر بعد ارمان نے ماہی کا رخ اپنی طرف موڑا اور اب ماہی نے ارمان کی کالر کو مظبوطی سے پکڑ لیا۔۔۔۔ارمان اس کے چہرے پر جھکا اور ماہی نے دوبارہ آنکھیں زور سے میچ لیں۔۔۔۔۔۔

وہ اس کی ہر ادا پر دیوانہ ہو جاتا تھا۔۔۔۔کچھ پل بعد وہ اس کے سر پر بوسہ دیتا ہوا نرمی سے اس کے گرد حصار مظبوط کرتا ہوا اس کے سر کو اپنے سینے سے لگا گیا۔۔۔۔۔۔

باہر آسمان پر بارش زور و شور سے برس رہی تھی۔۔۔۔اور ماہی ارمان کے سینے پر سر رکھے پر سکون تھی۔۔۔۔۔ارمان مسکرا کر باہر آسمان کو دیکھ رہا تھا۔۔۔۔

وہ دونوں کھڑکی کے پاس کھڑے مکمل لگ رہے تھے۔۔۔۔۔دور سے قسمت ان کو دیکھ مسکرادی۔۔۔۔۔

اگر اس وقت ہم حویلی کے لاؤنج میں جھانکے تو سعدیہ تائی فواد کے چہرے پر ارمان کے مکوں کی وجہ سے بنے تازہ زخم صاف کر کے ان پر اینٹی سیپٹک لگا رہی تھیں۔۔۔۔

Zubi Novels Zone

فواد خان کے سامنے بار بار ارمان کی غصے سے بھری آنکھیں آ رہی تھیں وہ ویسے تو عمر میں فواد سے ایک سال چھوٹا تھا مگر اس کا جسم فواد سے زیادہ طاقتور تھا۔۔۔۔۔

اسے بے ساختہ ارمان سے وحشت و خوف محسوس ہوا۔۔۔۔۔نہ جانے اب وہ اس کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔۔۔۔۔ہاں اس نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی ماہی پر گندی نظر ڈال کر کی تھی۔۔۔۔۔اس کی شادی فائزہ سے ہو گئی۔۔۔۔۔

مگر اسے فائزہ سے نفرت محسوس ہوتی۔۔۔۔۔وہ ہر وقت اپنا سارا غصہ اور وحشت اس پر نکالتا۔۔۔۔وہ بے سکون ہو کر رہ گیا تھا۔۔۔۔

سرداری ہاتھ سے جا چکی تھی۔۔۔۔حویلی میں اس کی پہلے جیسی عزت نہیں رہی تھی۔۔۔۔

اور اسے لگتا تھا یہ سب ماہی اور فائزہ کی وجہ سے ہوا۔۔۔اس لیے اب وہ ماہی سے کوئی بدلہ نہیں لے سکتا تھا مگر فائزہ اس کے مکمل قبضے میں تھی اس لیے وہ اس کے ساتھ درندوں جیسا سلوک بھی کر گزرتا اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔۔۔۔۔۔۔

وہ باپ بننے والا تھا مگر اسے کوئی خوشی نہیں تھی۔۔۔۔نا ہی اسے فائزہ کی کوئی فکر۔۔۔۔۔

حویلی میں کوئی بھی ان دونوں کے معاملات میں نا بولتا۔۔۔۔۔کیونکہ یہ ان دونوں میاں بیوی کا مسئلہ تھا۔۔۔۔سب اندھے بن گئے تھے۔۔۔۔۔

مکافات

حویلی میں شام اتر آئی تھی۔۔۔۔بادل گرجنے کے ساتھ مسلسل برس رہے تھے۔۔۔۔

آرزو اور انوشہ سیڑھیاں اترتی ہوئی دکھائی دیں۔ان دونوں کی کچھ ہی گھنٹوں میں کافی اچھی دوستی ہو گئی تھی۔۔۔ولید جو لاؤنج میں بیٹھا تھا۔۔۔وہ انوشہ کے ساتھ کسی اجنبی چہرے کو دیکھ حیران رہ گیا۔۔۔۔

وہ جو کوئی بھی تھی پہلی ہی نظر میں ولید خان کے دل کے تار چھیر گئی۔۔۔۔۔وہ دونوں باتیں کرتی ہوئی کچن میں چلی گئیں مگر پیچھے ولید اس کے سحر میں کھو گیا۔۔۔۔اسے بھی معلوم ہو گیا تھا کہ ماہی حویلی واپس آ گئی ہے۔۔۔۔تو کیا یہ اس کی پھپھو کی بیٹی تھی؟۔۔۔۔

رات ہو چکی تھی سب کھانے کی ٹیبل پر جمع ہو چکے تھے اتنے میں سیڑھیوں سے ارمان اور ماہی اترتے ہوئے دیکھائی دیئے۔۔۔۔۔

آرزو تو بنا کسی ٹینشن کے ڈائنگ ٹیبل پر بیٹھ چکی تھی جیسے سالوں سے یہاں بیٹھتی آئی ہو۔۔۔اس وقت حویلی کا ہر فرد ٹیبل پر موجود تھا مگر پھر بھی بہت خاموشی تھی۔۔۔۔۔۔

ارمان آگے بڑھا اور ابرار حاکم کے سامنے والی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔وارث کی کرسی۔کسی کی ہمت نہ ہوئی ارمان حیدر کو منع کرنے کی۔۔۔ماہی تو پیچھے ہی کھڑی رہ گئی۔۔۔۔وہ آج بھی ان سب لوگوں سے خوفزدہ تھی۔۔۔۔۔۔ارمان نے محسوس کیا وہ بیٹھی نہیں۔۔۔۔۔۔

اس نے چہرہ موڑ کر ماہی کی طرف دیکھا۔۔۔۔جو آنکھوں میں خوف لیے ان سب کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔"کیا ہوا ہیر؟۔۔۔وہاں کیوں رک گئی؟"۔۔۔۔ارمان کی آواز پر سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔وہ ماہی سے زیادہ تر محبت بھرے لہجے میں ہی بات کرتا تھا۔۔۔ماہی نے ارمان کی طرف دیکھا اور نفی میں سر ہلایا۔۔۔"نہیں۔۔۔وہ۔۔۔میں۔۔۔"۔۔۔۔

ارمان اس کی آواز میں خوف محسوس کر سکتا تھا۔۔۔اسے ماہی کا یہی خوف تو ختم کرنا تھا۔۔۔اسے ان سب لوگوں کی نظروں میں اپنی بیوی کو اس کا مقام دلوانا تھا۔۔۔۔

ارمان اپنی کرسی پیچھے کھسکاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔۔ماہی کے پاس آیا ۔۔۔۔۔"کچھ نہیں ہوا تو پھر بیٹھ کیوں نہیں رہی۔۔۔۔ چلو آو"۔۔۔۔۔ارمان نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے لیے ٹیبل تک آیا۔۔۔اپنی دائیں طرف والی کرسی پیچھے کی ماہی کو کندھوں سے پکڑ کر کسی شہزادی کی طرح بٹھایا۔۔۔اور اپنی کرسی کھینچتا ہوا بیٹھ گیا۔۔۔۔۔

ہر شخص ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔۔۔۔ کسی کی آنکھوں میں انہیں اس طرح دیکھ خوشی ہوئی تو کسی کی آنکھوں میں حسد، جلن اور غصہ اترا۔۔۔۔

کچھ دیر تک ماہی پر سکون ہو کر ارمان کے پاس بیٹھی کھانا کھا رہی تھی۔۔۔۔"ہیر"۔۔۔۔۔ارمان کے مخاطب کرنے پر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔۔۔۔"جی"۔۔۔۔

ارمان نے پلیٹ پڑے کر دی۔۔۔۔"لگتا ہے اس حویلی میں کسی کو دھنگ کا کھانا بنانا نہیں آتا۔۔۔۔اس کھانے میں وہ ذائقہ نہیں جو تمھارے ہاتھ کے کھانے میں ہے۔۔۔۔بہت ہی کوئی تھرڈ کلاس قسم کے کک ہیں یہاں۔۔۔کوئی ٹیسٹ نہیں ہے"۔۔۔۔۔۔

ماہی یہ سن کر پریشان ہو گئی۔۔۔۔"اچھا میں آپ کے لیے کچھ بنا کر لاتی ہوں"۔۔۔۔۔۔۔ماہی کھڑی ہو گئی۔۔۔۔۔

اس سے پہلے وہ قدم اٹھاتی ارمان نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔۔۔۔"سکون سے بیٹھ جاؤ۔۔۔تم ارمان حیدر خان کی بیوی ہو۔اس حویلی کی کوئی نوکرانی نہیں جو رات کے اس پہر کچن میں جا کر کام کرو"۔۔۔۔۔

سارے ان دونوں کی طرف ہی متوجہ تھے۔۔۔۔۔"لیکن پھر آپ کیا کھائے گیں؟"۔۔۔۔ماہی کو تو ارمان کی بھوک کی فکر لگ گئی۔۔۔۔۔"کچھ نہیں بس میں کھا چکا۔۔۔۔۔

تم سکون سے بیٹھ کر اپنا کھانا ختم کرو"۔۔۔۔مگر ماہی کو سکون کہاں آنا تھا ارمان نے صرف تھوڑا سا کھانا ہی تو کھایا تھا۔۔۔۔"نہیں حیدر۔۔۔۔ایک کام کرتی ہوں پہلے میں آپ کے لیے چائے بنا کر لاتی ہوں آپ نے کھانا ٹھیک سے کھایا کہاں ہے"۔۔۔۔۔

ارمان نے اس کا ہاتھ نرمی سے چھوڑ دیا۔۔۔"اوکے۔۔۔ویسے بھی میں تمھارے ہاتھ کی چائے کو آج صبح سے مس کر رہا ہوں"۔۔۔۔۔اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔۔۔"میں تو آپ کے لیے دوپہر میں چائے لائی تھی مگر پھر وہ ٹھنڈی ہو گئی اور آپ نے پی ہی نہیں۔۔۔میں بنا کر لاتی ہوں"۔۔۔وہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔جانتا تھا وہ اس کی اسی طرح کیئر کرتی ہے۔۔۔۔

ماہی کچن میں چلی گئی۔۔۔اور ارمان اپنے موبائل میں بزی ہو گیا۔۔۔۔ انوشہ اور آرزو دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور اپنی ہنسی ضبط کی۔۔۔۔۔

دس منٹ بعد ماہی نے چائے کا کپ لا کر ارمان کے سامنے ٹیبل پر رکھا اور واپس کھانا کھانے بیٹھ گئی مگر اب وہ پر سکون تھی۔۔۔۔

ارمان نے مسکراتے ہوئے چائے کا کپ پکڑا اور اسے ہونٹوں سے لگا لیا۔۔۔۔۔۔

ابرار حاکم کی نظر ارمان کے ہاتھ میں موجود اس چائے کے کپ پر تھی۔۔۔۔۔چھ مہینوں کے بعد ماہی حویلی واپس آگئی تھی اور اس نے اپنے ہاتھوں سے چائے بنائی تھی۔۔۔۔۔

ابرار حاکم کا بس نہ چلا وہ ارمان سے کپ چھین کر چائے پی لیں۔۔۔۔۔ان کو تو ماہی کے ہاتھ کی کھانے کی عادت تھی۔۔۔۔جب سے ماہی گئی تھی وہ سکون سے کھا بھی نہیں پاتے تھے۔۔۔۔۔

انہوں نے ماہی سے کبھی پیار سے بات نہ کی کبھی تایا کی طرح سلوک نہ کیا۔۔۔۔وہ اندر سے تو نرم تھے مگر باہر سے وہ پتھر تھے۔۔۔۔۔

وہ کسی کو نہیں بتا سکتے تھے کہ ماہی ان کے لیے انوشہ سے زیادہ اہم اور خاص تھی۔۔۔۔۔چھے مہینوں سے وہ ایک رات بھی چین کی نیند نہیں سو پائے تھے۔۔۔۔۔

آج ماہی کو اپنے سامنے دیکھ کر انہیں بہت سکون مل رہا تھا۔۔۔۔۔وہ انوشہ سے زیادہ ماہی کو اپنی بیٹی سمجھتے تھے۔۔۔۔بس سردار کا خول اتار نہ سکے۔۔۔۔۔اگر وہ چاہتے تو اپنی بزدلی کو چھوڑ کر ماہی کو اپنی بیٹی کی طرح اس حویلی میں رکھ سکتے تھے۔۔۔۔۔

مگر وہ سالوں ملازماؤں کی طرح اس حویلی میں رہی اور انہوں نے کبھی کوئی رد عمل نہ دیا۔۔۔۔ان کو ہمیشہ سے ڈر لگا رہتا تھا کہ ایک دن ارمان آئے گا اور ماہی کو اپنے ساتھ لے جائے گا۔۔۔۔اس لیے وہ چاہتے تھے کچھ ایسا ہو جائے کہ ماہی ہمیشہ کے لیے حویلی میں رہے۔۔۔۔۔

اس لیے اس رات ان کو فواد سے ماہی کا نکاح، ماہی کو ہمیشہ کے لیے اپنے پاس رکھنے کا ایک واحد حل نظر آیا۔۔۔۔وہ یہ بھی بھول گئے کہ وہ کسی کی بیوی ہے۔۔۔اس لیے سرداری میں اتنا بڑا فیصلہ سنا دیا۔۔۔ارمان تو نہ آیا مگر ماہی چلی گئی۔۔۔قسمت تو حق اور سچ کا ساتھ ہی دیتی ہے۔۔۔۔

بظاہر توارمان کادھیان چائے کی طرف تھا مگر وہ ابرار حاکم کا ہر تاثر نوٹ کر رہا تھا۔۔۔۔اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھری جسے وہ چائے کے کپ کو منہ سے لگا کر چھپا گیا۔۔۔۔اسے مزہ آرہا تھا۔۔۔۔

ولید مسلسل آرزو کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔۔۔آرزو اب اس کی نظروں سے پریشان ہو گئی۔۔۔۔۔وہ انوشہ کے کان کے پاس جھکی اور بولی۔۔۔۔۔"یہ آپ کے بھائی مجھے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کیوں دیکھ رہے ہیں جیسے میں کوئی اور ہی مخلوق ہوں"۔۔۔۔

انوشہ نے ایک نظر ولید کو دیکھا اور دوسری نظر اس کی آنکھوں میں۔۔۔۔۔اچانک انوشہ کی آنکھوں میں چمک آئی۔۔۔۔"لگتا ہے تم

انہیں پسند آگئی ہو۔۔۔۔کہو تو بات چلاؤں اچھے انسان ہیں اور حویلی کے اگلے سردار بھی۔۔۔۔تم تو اس حویلی میں راج کرو گی سردانی بن جاؤ"۔۔۔۔۔

انوشہ نے پرجوش ہو کر کہا۔۔۔۔۔یہ سن کر آرزو ساکت رہ گئی۔۔۔۔۔کافی دیر بعد وہ کچھ بولنے کے قابل ہوئی۔۔۔۔۔"نہیں مجھے نہیں بننا سردارنی نہ ہی مجھے اس حویلی میں رہنے کا کوئی شوق ہے۔۔۔۔ہونہہ"۔۔۔۔۔وہ سر جھٹک کر دوبارہ اپنے کھانے کی طرف متوجہ ہو گئی۔۔۔۔۔مگر انوشہ مسکرا رہی تھی۔۔۔۔

نہ جانے رات کا کون سا پہر تھا۔۔۔جب اس کی آنکھ مسلسل آتے کسی شور سے کھلی۔۔۔۔۔

اس نے اپنے ارد گرد دیکھا تو ہمیشہ کی طرح آج بھی وہ ارمان کے حصار میں لیٹی سو رہی تھی۔۔۔۔اس کی پشت ارمان کے سینے سے لگی ہوئی تھی۔۔۔اس کا سر ارمان کے کندھے پر تھا۔۔۔دوسرے ہاتھ سے ارمان نے اس کے پیٹ کے گرد مضبوط حصار باندھا تھا۔۔۔۔۔

اس کے کانوں میں اب بھی شور کی آوازیں آ رہی تھی جیسے کوئی چیخ رہا ہو۔۔۔وہ یہ آوازیں سن کر مضطرب ہوئی۔۔۔۔اس نے نرمی سے ارمان کا بازو اپنے پیٹ سے ہٹایا اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔۔

اس کی نظر بے ساختہ سارے کمرے میں گھومی تو اسے یاد آیا وہ تو اس وقت حویلی میں اپنے باپ کے کمرے میں تھی۔۔۔۔۔

اس نے اپنا چہرہ موڑ کر ارمان کی طرف دیکھا تو وہ گہری نیند سو رہا تھا۔۔۔۔۔وہ اپنا دوپٹہ پکڑتی ہوئی اٹھی سر پر حجاب لیا اور کمرے کا دروازہ کھولتی ہوئی باہر نکل آئی۔۔۔۔۔۔

وہ ان آوازوں کی سمت متوجہ تھی۔۔۔۔۔باہر ساری حویلی اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔۔۔۔۔وہ چند قدم چل کر سیڑھیوں کی طرف آئی تو سامنے کا منظر دیکھ اس کے حلق سے ایک چیخ برامد ہوئی۔۔۔۔۔اس کی چیخ اتنی اونچی تھی کہ اندر کمرے میں آرزو انوشہ اور ارمان تینوں نے سنی۔۔۔۔۔۔

وہ بھاگتی ہوئی سیڑھیوں کی طرف آئی۔۔۔۔۔تیسری منزل کی سیڑھیوں میں۔۔۔۔فائزہ گری ہوئی تھی اور فواد مسلسل اس پر چیخ کر غصہ نکال رہا تھا۔۔۔۔۔اس نے دیکھا فائزہ کا سر پھٹ چکا تھا وہ اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھے تکلیف سے تڑپ رہی تھی۔۔۔۔۔

ماہی فورا فائزہ کی طرف بڑھی۔۔۔۔۔"فائزہ آپی آپ ٹھیک تو ہیں کیا ہوا آپ کو؟"۔۔۔۔۔ماہی کی آواز سن کر وہ دونوں اس کی طرف متوجہ ہوے۔۔۔۔۔"ماہی۔۔۔۔۔میرا۔۔۔۔۔بچہ"۔۔۔۔۔وہ درد سے تڑپتی ہوئی بولی۔۔۔۔۔

یہ سن کر ماہی کو اپنا کلیجہ چیرتا ہوا محسوس ہوا۔۔۔۔۔فواد نے آگے بڑھ کر دوبارہ اس پر ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی۔۔۔۔۔ماہی نے ایک ہی

جست میں اسے فائزہ سے دور دھکا دیا۔۔۔۔۔"کیا کر رہے ہو دور رہو۔۔۔۔۔انسان ہو یا حیوان۔۔۔۔۔خبر دار ان کے قریب آئے تو"۔۔۔۔۔۔وہ اتنی زور سے چیخی کہ ساری حویلی کے در و دیوار گونج اٹھے۔۔۔۔۔۔

وہ فائزہ کی طرف متوجہ ہوئی۔۔۔۔۔"آپی آپ فکر مت کریں آپ بالکل ٹھیک ہو جائیں گی کچھ نہیں ہو گا آپ کو اور آپ کے بچے کو"۔۔۔۔۔ماہی نے آگے بڑھ کر فائزہ کو سہارا دے کر اٹھانے کی کوشش کی۔۔۔۔۔

ماہی کی چیخ سن کر وہ ہڑ بڑا کر نیند سے جاگا۔۔۔۔اس نے دیکھا وہ کمرے میں نہیں تھی۔۔۔۔اسے لگا جیسے کسی نے اس کا دل مٹھی میں لے لیا ہو وہ فوراً بلیکنٹ پھینکتا ہوا کمرے سے باہر بھاگا۔۔۔۔۔

جیسے ہی وہ باہر نکلا ماہی سیڑھیوں میں کھڑی فائزہ کا اٹھانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔۔۔۔وہ فورا بھاگتا ہوا ماہی کی طرف آیا۔۔۔۔۔"تم کون ہوتی ہو میرے اور میری بیوی کے درمیان بولنے والی"۔۔۔۔۔۔فواد چیختا ہوا ماہی کی طرف بڑھا۔۔۔۔۔

اس سے پہلے وہ اسے ہاتھ لگاتا یا اس کے قریب ہوتا ارمان نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ ہوا میں ہی پکڑ لیا۔۔۔۔۔ارمان نے اس کا وہی ہاتھ پیچھے

اس کے کمر کے گرد لے جا کر مروڑ دیا۔۔۔۔۔"تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری بیوی پر ہاتھ اٹھانے کی"۔۔۔۔۔۔۔

ارمان فواد سے بھی اونچے لہجے میں دھاڑا ان سب کی چیخ و پکار سے سارے حویلی والی جاگ گئے تھے۔۔۔۔۔۔سب سے پہلے ولید بھاگتا ہوا آیا۔۔۔۔۔۔"کیا ہوا"۔۔۔۔۔۔وہ ماہی سے پوچھ رہا تھا۔۔۔۔فائزہ ابھی تک درد کی حالت میں تڑپ رہی تھی۔۔۔۔۔"حیدر کچھ کریں ان کو ہاسپٹل لے کر چلیں۔۔۔۔۔۔ولید بھائی کچھ کریں"۔۔۔۔۔۔ماہی تڑپ کر چیخی۔۔۔۔۔

ارمان اور ولید فورا فائزہ کی طرف متوجہ ہوئے۔۔۔۔۔ولید نے اسے سہارا دے کر کھڑا کیا۔۔۔۔۔۔انوشہ اور آرزو دونوں آگے بڑھیں۔۔۔۔انوشہ نے فائزہ کو دوسری طرف سے سہارا دیا۔۔۔۔۔"ہم اسے ہاسپٹل لے کر چلتے ہیں۔۔۔۔۔۔آرزو بولی۔۔۔۔"میں بھی چلتی ہوں"۔۔۔۔۔وہ سب جلدی سے نیچے کی طرف بھاگے۔۔۔۔۔۔۔۔

باقی سارے بڑے ابھی تک اس تماشے کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔۔۔۔۔ماہی کو اپنے سینے میں تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔۔۔۔۔ارمان نے اسے کندھوں سے پکڑ رکھا تھا۔۔۔۔اس کی نظریں ابھی تک سیڑھیوں کی طرف تھی جہاں فائزہ کے سر سے نکلا خون پڑا ہوا تھا۔۔۔۔۔۔

وہ ہوش میں آتی ایک جھٹکے سے فواد کی طرف مڑی اور اس کے منہ پر زوردار تھپڑ دے مارا۔۔۔۔۔۔"انسان نہیں ہو تم حیوان ہو حیوان۔۔۔۔۔شرم نہیں آتی تمہیں۔۔۔۔۔اس طرح کون ظلم کرتا ہے۔۔۔۔۔تم جیسے شخص کو تو جان سے مار دینا چاہیے۔۔۔۔ایک بار بھی نہیں سوچا وہ تمہاری بیوی اور تمہارے بچے کی ماں ہے۔۔۔۔اس حالت میں بھی تمہیں اس پر ترس نہیں آیا"۔۔۔۔۔

وہ غصے سے چیخ پڑی۔۔۔۔ارمان نے اسے اپنے دونوں بازوں میں پکڑ کر پیچھے کیا۔۔۔۔وہ ارمان کے حصار میں تڑپنے لگی۔۔۔۔"چھوڑیں حیدر آج میں اس شخص کو جان سے مار دوں گی۔۔۔۔۔اس نے میری

آنکھوں کے سامنے ان کو سیڑھیوں سے دھکا دیا۔۔۔۔یہ شخص انسان کہلانے کے بھی لائق نہیں"۔۔۔۔۔۔

ارمان نے اسے اپنے سینے سے لگالیا۔۔۔۔۔وہ جانتا تھا کہ اس طرح کے حادثات اسے ہانٹ کرتے ہیں۔۔۔۔"بس میری جان کچھ نہیں ہوا ریلیکس ہو جاؤ۔۔۔۔وہ بالکل ٹھیک ہو جائے گی پریشان مت ہو"۔۔۔۔۔

ماہی کی آنکھوں میں عجیب وحشت تھی۔۔۔۔ارمان نے اسے پیار سے ہینڈل کیا۔۔۔۔

ابرار حاکم آگے بڑھے اور فواد کے منہ پڑ ایک زناٹے دار تھپڑ دے مارا۔۔۔۔"تمہیں شرم نہیں آتی اس نازک جان پر اتنا ظلم کرتے

ہوئے۔۔۔۔اگران دونوں میں سے کسی کو کچھ ہوا تو یاد رکھنا تمہاری اس حویلی میں کوئی جگہ نہیں ہو گی"۔۔۔۔۔

ارمان ماہی کو لے کر کمرے کی طرف بڑھ گیا۔۔۔۔اسے ان لوگوں کے آپسی معاملات سے کوئی سروکار نہیں تھا اسے بس اپنی ہیر کی فکر تھی۔۔۔۔۔

ارمان ماہی کو لیے کمرے میں آیا۔۔۔۔اسے بیڈ پر بیٹھانے کے بعد ارمان پانی کا گلاس لایا۔۔۔۔وہ ویسے ہی ساکت بیٹھی تھی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں۔۔۔۔

ارمان کے سینے میں تکلیف ہوئی۔۔۔۔۔وہ بیڈ پر اس کے پاس بیٹھا۔۔۔اور اپنے ہاتھوں سے پانی کا گلاس اس کے منہ سے لگایا۔۔۔۔۔

اس نے ارمان کی طرف دیکھا۔۔۔۔اس سے پہلے وہ نفی کرتی ارمان نے زبردستی پانی اس کے حلق سے نیچے اتر ویا۔۔۔۔وہ بامشکل دو گھونٹ پی سکی۔۔۔۔۔اور گلاس ہاتھ سے پڑے کر دیا۔۔۔

ارمان نے وہی گلاس اپنے ہونٹوں سے لگالیا۔۔۔۔وہ باقی پانی ایک ہی سانس میں سارا پی گیا۔۔۔۔۔

گلاس خالی کرنے کے بعد ارمان نے وہ سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور ماہی کے قریب ہو کر اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔۔۔۔وہ اس کے سینے سے لگی بے آواز رونے لگی۔۔۔

اس کی آنکھوں کے سامنے بار بار وہ منظر آ رہا تھا جب دیکھتے ہی دیکھتے فواد نے فائزہ کو بالوں سے پکڑ کر سیڑھیوں کی طرف دھکا دیا۔۔۔۔۔ فائزہ تکلیف سے تڑپ رہی تھی۔۔۔۔

ارمان اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔۔۔۔۔کچھ ہی دیر میں روتے روتے ہی وہ سو گئی۔۔۔۔۔

ارمان نے اسے بیڈ پر لٹایا اس کے گلے سے ڈوپٹہ نکالا اور اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔۔۔۔۔

اور بیٹھے بیٹھے کب وہ سو گیا اسے معلوم نا ہوا۔۔۔۔

حویلی میں ایک نئ صبح کا آغاز ہو چکا تھا۔۔۔ مگر یہ صبح خوشگوار نہ تھی۔۔۔۔۔

ارمان کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا ماہی سو رہی تھی۔۔۔ وہ بنا شور پیدا کیے اٹھا اور فریش ہونے کے لیے واش روم میں چلا گیا۔۔۔۔

وہ فریش ہونے کے بعد وائٹ شرٹ اور بلیک پینٹ میں واش روم سے باہر نکلا۔۔۔۔ماہی کے پاس آیا اس کے سر پر اپنے لب رکھے اور اپنا موبائل اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔۔۔۔۔

وہ سیڑھیاں اترتا ہوا جیسے ہی لاؤنج میں داخل ہوا۔۔۔۔لاؤنج کے داخلی دروازے سے انوشہ اور آرزو داخل ہو رہیں تھی۔۔۔۔۔۔ان دونوں کے چہرے بہت سنجیدہ تھے ارمان کو بہت کچھ برا ہونے کا احساس ہوا۔۔۔۔۔

وہ ان دونوں کے پاس آیا۔۔۔۔انوشہ نے اپنی لال انگارا آنکھیں لیے ارمان کو دیکھا اور سارے ضبط توڑتی ہوئی اپنے بھائی کے سینے سے لپٹ کر رونے لگی۔۔۔۔۔

آرزو کا حال بھی کچھ مختلف نا تھا۔۔۔۔۔"گڑیا کیا ہوا ہے مجھے بتاؤ"۔۔۔۔ارمان نے اس کا سر تھپتھپاتے ہوئے پوچھا۔۔۔۔۔اس کے رونے میں کوئی کمی نہیں آئی۔۔۔۔۔ارمان نے سوالیہ نظروں سے آرزو کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔اس کی آنکھیں بھی بہنے کو بے تاب تھیں۔۔۔۔۔

ایک آنسو اس کی آنکھ سے نکلا اور گال پر بہہ گیا۔۔۔۔۔"انہوں نے اپنا۔۔۔بچہ۔۔۔۔بچہ کھو دیا۔۔۔۔ڈاکٹر نے کہا شاید اب وہ کبھی ماں نا بن سکیں۔۔۔ان کی حالت ٹھیک نہیں"۔۔۔۔۔

آرزو نے بہت مشکل سے یہ دو فقرے ادا کیے اور تیزی سے اوپر چلی گئی۔۔۔۔۔

انوشہ اب بھی رو رہی تھی۔۔۔۔۔اس کی آواز سن کر کلثوم تائی اور سعدیہ تائی آئیں۔۔۔۔۔۔اسے اس طرح روتے دیکھ کر دونوں پریشان ہو گئیں۔۔۔۔۔کلثوم تائی آگے بڑھیں۔۔۔۔۔"انوشہ میری بچی کیا ہوا کیوں رو رہی ہو"۔۔۔۔۔

بہت دیر بعد اس نے خود کو کمپوز کیا۔۔۔اور سرخ آنکھیں لیے ان دونوں کی طرف متوجہ ہوئی۔۔۔"مبارک ہو آپ کو آپ کا بیٹا آج اپنی ہی اولاد کا قاتل بن گیا۔۔۔۔وہ ہاسپٹل میں پڑی زندگی اور موت سے لڑ رہی ہے صرف آپ کے بیٹے کی وجہ سے"۔۔۔۔۔

وہ سعدیہ تائی کو دیکھ اتنی اونچی آواز میں گرجی کے سیڑھیوں پر کھڑی ماہی کو حویلی کی عمارت اپنے سر پر گرتی محسوس ہوئی۔۔۔۔اس نے سانس لینے کی کوشش کی مگر لے نا پائی۔۔۔۔

اس نے اپنے سینے کو مسلا۔۔۔۔بے سکونی بڑھنے لگی۔۔۔اور تائی تو ساکت ہو گئیں۔۔۔۔ماہی کی آنکھوں کے سامنے اپنی ماں کا چہرہ آ رہا تھا آج ایک ماں ہار گئی۔۔۔۔ماہی کو تکلیف ہو رہی تھی۔۔۔۔

اسے سانس نہیں آرہی تھی۔۔۔۔۔۔وہ تڑپنے لگی۔۔۔۔۔اس نے سیڑھیوں کے دھانے پر کھڑا وازہاتھ مار کر پھینکا جو زمین پر گر کر چکنا چور ہو گیا۔۔۔۔۔

ایک چھناکے کی آواز سے ارمان نے اوپر دیکھا اور اسے اپنے سینے میں کرچیاں چبھتی ہوئی محسوس ہوئیں۔۔۔۔۔وہ مسلسل اپنا سینا مسل رہی تھی۔۔۔۔۔"ہیر"۔۔۔۔۔۔۔۔ارمان کی چیخ نے حویلی کے در و دیوار ہلا دیے۔۔۔۔۔

وہ بنا کوئی لمحہ ضائع کیے ایک ساتھ دو دو سیڑھیاں پھیلانگتا ہوا اوپر بھاگا۔۔۔۔۔ارمان نے اس تک پہنچ کر اسے اپنے حصار میں لیا ۔۔۔۔۔۔۔ارمان سمجھ گیا اسے پھر سانس کا مسئلہ ہو رہا تھا۔۔۔۔۔

وہ وہیں زمین پر گر گئی۔۔۔۔"ہیر سانس لو۔۔۔۔۔میری جان سانس لینے کی کوشش کرو"۔۔۔۔۔ارمان اسے ریلکس کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔۔۔

ارمان کو اپنے قریب دیکھ وہ اس کے سینے سے لگی اور لمبے لمبے سانس لینے لگی۔ارمان کا لمس اسے سکون دیتا تھا۔۔۔۔۔10 منٹ بعد اس کا سانس نارمل ہوا۔۔۔۔۔اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔۔۔۔۔"آج ایک اور ماں ہار گئی حیدر۔۔۔۔۔ایک بار پھر ایک بچہ ماں سے جدا ہو گیا"۔۔۔۔۔

اس کے لہجے میں کتنی تکلیف تھی ارمان جانتا تھا۔۔۔۔ارمان نے اسے اپنے حصار میں لیے کھڑا کیا اور انوشہ اس کے لیے پانی کے کر آئی وہ ماہی کی حالت دیکھ اپنی تکلیف بھول ہی گئی۔۔۔۔

ارمان اسے کمرے میں لے گیا۔۔۔۔۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ واش روم گئی تو انوشہ ارمان کی طرف متوجہ ہوئی۔۔۔۔"بھائی ماہی کو کیا ہوا ہے۔۔۔۔اس کی حالت اتنی خراب کیسے ہو گئی۔۔۔اسے پہلے تو سانس کا کوئی مسئلہ نہیں تھا"۔۔۔۔۔

ارمان کی آنکھوں کے سامنے وہ رات آ گئی۔۔۔۔اس کا تڑپنا تکلیف سے چیخنا۔۔۔۔"اس نے میری بیوی ہونے کی بہت بڑی قیمت چکائی ہے۔۔۔۔ایک حادثہ ہوا تھا جسکی وجہ سے اس کو سانس لینے میں مسئلہ

ہوتا ہے۔۔۔اب وہ کوئی صدمہ برداشت نہیں کر سکتی۔۔۔اس کو خوف اور تکلیف دہ یادیں ہانٹ کرتیں ہیں۔پھر اس کو سانس لینے میں تکلیف ہونے لگتی ہے۔۔۔ڈاکٹر نے کہا ہے اسے ٹھیک ہونے میں کچھ مہینے لگے گیں"۔۔۔۔۔

اور انوشہ یہ سن کر ساکت رہ گئی۔۔۔۔۔ماہی کی قسمت میں آخر کتنی تکلیفیں اور آنی تھیں۔۔۔۔۔

دو دن سوگواریت میں گزر گئے ماہی اب پہلے سے بہتر تھی۔۔۔۔دو دن حویلی میں موت جیسا سناٹا رہا۔۔۔۔فواد خان اسی رات حویلی سے کہیں چلا گیا تھا۔۔۔کہاں گیا کوئی نہیں جانتا۔۔۔۔۔

ولید اور انوشہ ہاسپٹل فائزہ کے پاس تھے آرزو بھی انوشہ کے ساتھ تھی۔۔۔۔ پھپھو کا رو رو کر برا حال تھا۔۔۔۔اولاد تھی اور تکلیف میں تھی کب تک خفا رہتیں۔۔۔اس لیے ولید انہیں فائزہ سے ملوانے ہاسپٹل کے گیا۔۔۔اب وہ خطرے سے باہر تھی۔۔۔۔۔

یہ شام کا وقت تھا ارمان اس وقت حویلی کے اندر داخل ہوا۔۔۔۔شاید وہ واک کرنے گیا تھا۔۔۔۔وہ لاؤنج میں آکر

صوفے پر بیٹھ گیا۔۔۔اس وقت وہ لائٹ زنک کلر کی شرٹ کے ساتھ بلیو کلر کی جینز میں تھا۔۔۔۔اس وقت لاؤنج خالی تھا۔۔۔۔

تھوڑی دیر بعد رمشہ اپنے دھیان میں سیڑھیاں اترتی ہوئی دکھائی دی وہ جو اپنے دھیان میں سیڑھیاں اتر رہی تھی اس کی نظر ارمان پر پڑی۔۔۔اس نے دیکھا وہ اکیلا بیٹھا تھا سارا لاؤنج خالی تھا۔۔۔۔رمشہ کی آنکھیں چمکیں۔۔۔"میں آپ کے لیے کافی کے کر آئی ہوں۔۔۔۔ٹرائی کریں"۔۔۔۔ارمان جو اپنے موبائل میں مصروف تھا۔۔۔رمشہ کی آواز پر اپنا چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا جو بلیک جینز پر وائٹ ٹاپ پہنے ہوئے تھی۔۔۔بال کھول رکھے تھے۔۔۔گلے میں ڈوپٹہ جول رہا تھا۔ہاتھوں میں ٹرے پکڑے کھڑی تھی جس میں کافی کا کپ تھا۔۔۔ارمان کو سخت کوفت ہوئی۔۔۔۔"نو

تھینکس میں کافی نہیں پیتا"۔۔۔۔۔۔ارمان کا لہجہ برف جیسا سرد تھا۔۔۔۔۔

رمشہ کو بے ساختہ خوف آیا مگر بظاہر مسکرا کر بولی۔۔۔"شہر کے لوگ تو کافی شوق سے پیتے ہیں آپ ٹرائی تو کریں"۔۔۔۔۔۔

ارمان نے اپنا ہاتھ ایک انچ نا ہلایا وہ ویسے ہی ٹرے لیے کھڑی تھی۔۔۔۔ارمان دوبارہ موبائل کی طرف متوجہ ہوا۔۔۔۔

اچانک ٹھک کی آواز سارے لاؤنج میں گونجی اس نے ایک جھٹکے سے چہرہ اٹھا کر دیکھا۔۔۔۔ماہی سرخ رنگ کی فراک میں زنک کیپری اور سر پر زنک رنگ کا دوپٹہ لیے۔۔۔۔لال بھبوکا چہرہ لیے رمشہ کو وحشت سے گھور رہی تھی۔۔۔۔

اور رمشہ ابھی تک حیران تھی کہ یہ ہوا کیا۔۔۔۔ماہی نے اپنا ہاتھ بڑھا کر ٹرے پر مارا اور ٹرے اور کافی کا کپ لاؤنج کے فرش پر دور جا گرے۔۔۔۔۔۔

you" رمشہ کو ماہی کی اس حرکت پر غصہ آیا کہ حد نہیں۔۔۔۔۔

bloody fool How dare you?

تمھاری ہمت کیسے ہوئی...."۔۔۔۔۔چٹاخ۔۔۔۔۔ماہی کا ہاتھ اٹھا اور رمشہ کے گال پر اپنی انگلیوں کے چھاپ چھوڑ گیا۔۔۔۔رمشہ کے باقی الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔۔۔۔۔

وہ بے یقینی کی کیفیت میں اپنے منہ پر ہاتھ رکھے حیران رہ گئی۔۔۔۔۔۔

ماہی نے اس پر ہاتھ اٹھایا اس رمشہ پر جس پر کبھی اس کے باپ نے بھی ہاتھ نہیں اٹھایا تھا۔۔۔۔۔۔

اس سے پہلے وہ ماہی کو مزید کچھ کہتی۔۔۔۔"تمھاری اتنی ہمت"۔۔۔چٹاخ۔۔۔۔ماہی کا دوسرا ہاتھ اٹھا اور رمشہ کا دوسرا گال بھی لال کر گیا۔۔۔۔۔۔

ارمان پر سکون بیٹھا تماشہ دیکھ رہا تھا۔۔۔۔۔

"You bloody witch How dare you?"

ماہی غصے سے چیخی۔۔۔۔ارمان اسے غصے میں دیکھ اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔۔"میری ہمت کی بات کرتی ہو۔۔۔۔۔تمہاری ہمت کیسے

ہوئی۔۔۔۔میں ماہیر ارمان حیدر ہوں وہ پہلی ماہیر سلیمان نہیں۔۔۔اور نہ ہی یہ تمھاری دس ہزار کی کوئی شرٹ ہے جس پر رنگ لگا کر تم مجھ پر ہاتھ اٹھاؤ گی۔۔۔۔۔۔۔۔یہ میرا شوہر ہے۔۔۔۔۔آئیندہ اگر مجھے تم میرے شوہر کے آس پاس نظر آئی تو میں تمھاری آنکھیں نکال دوں گی۔۔۔۔یا تمھارا منہ توڑ دوں گی۔۔۔۔۔میں اندھی نہیں ہوں سب نظر آتا ہے مجھے۔۔۔۔کہ تم کن نظروں سے میرے حیدر کو دیکھتی ہو"۔۔۔۔۔۔۔۔

ماہی کی دھاڑ سے سب لاؤنج میں جمع ہو گئے۔۔۔۔۔"دفعہ ہو جاؤ اپنی شکل لے کر اس سے پہلے میں تمھارا خون پی جاؤں"۔۔۔۔۔

ماہی چیخی۔۔۔۔۔

ارمان آگے بڑھااور ماہی کو دونوں کندھوں سے پکڑ کر پیچھے کیا۔۔۔۔۔"ہیر۔۔۔۔ریلیکس۔۔۔۔کچھ نہیں ہوا۔۔۔۔۔پر سکون ہو جاؤ"۔۔۔۔۔وہ رمشہ کو بھسم کر دینے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔۔۔

اور رمشہ کو اپنے کیے کا بدلہ آج ملا تھا۔۔۔۔یہ مکافات عمل تھا۔۔۔۔ یہ وہ ماہی نہیں تھی جو اس حویلی سے گئی تھی۔۔۔۔۔یہ ماہی تو بہت بدل کر واپس آئی تھی۔۔۔۔"پانی لاؤ"۔۔۔۔ارمان نے ملازمہ کو حکم دیا۔۔۔۔۔

وہ فوراً بھاگتی ہوئی پانی لائی ارمان نے اسے پانی پلایا۔۔۔۔۔"پاگل ہو گئی ہے یہ"۔۔۔۔۔رمشہ غصے سے چیخی۔۔۔۔۔ارمان کے اندر اشتعال کی لہر دوڑی۔۔۔۔

ماہی گلاس رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔"اچھا میں پاگل ہو گئی ہوں۔۔۔۔تم تو اپنی بے جان دس ہزار کی شرٹ کے لیے چھ مہینے پہلے اسی وقت،اسی جگہ،اسی طرح پاگل ہوئی تھی۔۔۔۔۔تم اپنی ایک شرٹ کے لیے پاگل ہو سکتی ہو تو میں اپنے شوہر کے لیے نہیں ہو سکتی۔۔۔۔۔وہ تو پھر ایک جیتا جاگتا انسان ہے۔۔۔۔اور صرف میرا ہے۔۔۔۔۔میں اب مزید تم لوگوں کا کوئی ظلم برداشت نہیں کرنے والی۔۔۔۔بھول جاؤ گے میں وہ ماہی ہوں جس کو تم لوگ جب چاہے بے عزت کرتے تھے"۔۔۔۔۔

ماہی رمشہ سے بھی اونچی آواز میں چیخی۔۔۔۔۔

ارمان نے بنا کسی کی پرواہ کیے اسے اپنے ساتھ

لگایا۔۔۔۔۔"بس۔۔۔۔ہیر اتنا غصہ مت کرو۔۔۔۔۔دفعہ کرو تم کن پاگلوں کے منہ لگ رہی ہو میری طرح اگنور کرو"۔۔۔۔۔

وہ اس کا سر تھپتھپاتے ہوئے بولا۔۔۔۔۔"یہ غصہ 20 سالوں کا ہے ۔۔۔۔۔صرف ایک دن کا نہیں ہے حیدر۔۔۔۔۔یہ سب مجھ پر اپنا غصہ نکالتے تھے۔۔۔۔وہ غصہ میرے اندر بھرنے لگا۔۔۔۔اب وہ غصہ میں مزید اپنے اندر نہیں دبا سکتی حیدر"۔۔۔۔۔۔وہ کچھ بے بسی سے بولی۔۔۔۔۔

ارمان نے ان سب کو ایک نظر دیکھا۔۔۔۔۔"یہ جوان سب کے ساتھ ہو رہا ہے یہ ان کا مکافات عمل ہے۔۔۔۔تم قسمت پر چھوڑ دو وہ ان کو اس سے بھی بدتر سزا دے گی"۔۔۔۔۔

ارمان نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔۔۔۔۔

رمشہ غصے سے فلاور واز زمین پر مارتی ہوئی اپنے کمرے میں بھاگ گئی۔۔۔۔۔"آپ کی کوئی اولاد بھی آپ کے قابو میں نہیں کیا۔۔۔۔کوئی اپنی بیوی بچے کو مار رہا ہے کوئی دوسرے کے شوہر کو اپنی طرف مائل کر رہی ہے۔۔۔۔آپ نے ہی ماہی کو بد کردار کہا تھا نا مبارک ہو تائی آج آپ کی بیٹی بد کردار ہو گئی ہے"۔۔۔۔۔

انوشہ نفرت سے بولتی اپنے کمرے کی جانب چل دی سعدیہ بیگم کو لگا جیسے وہ ان کے منہ پر کھولتا ہوا تیزاب پھینک کر گئی ہو۔۔۔۔۔

آج ان کے کہے گئے الفاظ ان کے سامنے آرہے تھے۔۔۔۔۔

ارمان نے نفی میں سر ہلایا اور ماہی کو لیے باہر گارڈن میں چلا گیا تاکہ وہ کچھ دیر کھلی فضا میں سانس لے سکے۔۔۔۔آرزو نے شکوہ کناں نظروں سے ولید کو دیکھا۔۔۔۔ولید کو اپنے دل میں اندر تک تکلیف ہوئی وہ بھی بھاگتی ہوئی اوپر چلی گئی۔۔۔۔۔

دو دن بعد فائزہ ہاسپٹل سے واپس آگئی تھی۔۔۔۔۔۔

ماہی کی تو ہمت نہیں ہو سکی ہاسپٹل جا کر اسے دیکھ لیتی۔۔۔۔اور ارمان اسے جانے بھی نا دیتا۔۔۔۔اس کی اپنی طبیعت خراب ہو جانی تھی۔۔۔۔

فائزہ اس وقت اپنے پرانے کمرے میں تھی اور پھپھو اس کے ساتھ تھیں۔۔۔۔

صبح کا وقت تھا ماہی کمرے سے نکلی اس کا حوصلہ نہیں ہو رہا تھا فائزہ کی حالت دیکھنے کا۔۔۔۔وہ بہت ہمت کر کے آج اس کے کمرے کی طرف قدم بڑھانے کا سوچ پائی۔۔۔

وہ جو اپنے دھیان فائزہ کے کمرے کی طرف جا رہی تھی۔۔۔۔۔"ماہی"۔۔۔۔اس آواز نے اسے ساکت کر دیا اور اس کے قدم ہلنے سے انکاری ہو گئے۔۔۔۔۔"مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے"۔۔۔۔۔یہ بات سن ماہی کے چہرے پر تنزیہ مسکراہٹ آئی۔۔۔۔۔

تو زندگی میں دوسری بار آج ابرار حاکم اسے مخاطب کر رہے تھے۔۔۔۔پہلی بار تو اس کی موت کا فیصلہ سنانے کے لیے مخاطب کیا تھا۔۔۔مگر آج کیوں کر رہے تھے۔۔۔۔۔وہ اس کے سامنے کھڑے تھے۔۔۔۔۔۔

ماہی کی آنکھوں کے سامنے وہ رات کسی فلم کی طرح چلنے لگی۔۔۔۔۔"
نکاح تو ضرور ہو گا"۔۔۔۔۔وہ الفاظ آج بھی ماہی کی کانوں میں گونج
رہے تھے۔۔۔۔۔"تمہیں ارمان کیسے اور کہاں ملا۔۔۔۔کیا تم پہلے
سے جانتی تھی کہ وہ کہاں تھا؟"۔۔۔۔۔وہ اس کے سامنے کھڑے
سوال پوچھ رہے تھے مگر ماہی کا دماغ تو ماضی میں اٹک گیا۔۔۔۔وہ تھپر
آج بھی اس کے چہرے پر اپنی چھاپ کی اذیت کے ساتھ موجود
تھا۔۔۔۔

ماہی کچھ نہیں بول سکی نہ ہی اس نے ان کا سوال سنا۔۔۔۔۔"ماہی میں
کچھ پوچھ رہا ہوں!"۔۔۔ان کا لہجہ بے تاثر تھا۔۔۔۔۔"اس سے کیا
پوچھ رہیں ہیں میرے بارے میں جو جاننا ہے مجھ سے پوچھیں میں آپ
کو بتاتا ہوں سر داد صاحب"۔۔۔۔۔

ناجانے کب سے ارمان ابرار حاکم کے پیچھے پلر سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔۔۔۔ابرار حاکم فوراً پیچھے مڑے۔۔۔۔۔"بیٹا میں"۔۔۔۔

"آہاں بیٹا نہیں بیٹا کہنے کا حق آپ اسی دن کھو چکے تھے جس دن آپ نے میری بیوی پر ہاتھ اٹھا کر اس کے نکاح کا فیصلہ سنایا تھا یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ پہلے سے میرے نکاح میں ہے۔۔۔۔یہ بھی بھول گئے آپ کے نکاح پر نکاح کتنا بڑا گناہ ہے"۔۔۔۔۔۔

وہ چند قدم آگے آیا۔۔۔۔"ہاں تو آپ جو جاننا چاہ رہے تھے میں آپ کو بتاتا ہوں۔۔۔۔میں اس حویلی سے جانے سے اپنی بیوی کو بتا کر گیا تھا کہ میں کہاں جا رہا ہوں اور اسے کہاں ملوں گا۔۔۔۔۔وہ جانتی تھی اس لیے وہ یہاں سے نکل کر سیدھا میرے پاس آئی۔۔۔۔وہ میری قسمت

تھی اسے مجھ تک آنا ہی تھا۔۔۔۔ویسے کتنی عجیب بات ہے نا شاید یہ دنیا کی پہلی لڑکی ہو گی جو صرف اس لیے بھاگی کہ اسے اپنے شوہر کے پاس جانا تھا۔وہ اپنے محرم کے لیے بھاگ گئی۔۔۔ورنہ لڑکیاں تو نا محرم کی تھرڈ کلاس محبت میں بھی گھر سے بھاگ جاتیں ہیں۔۔۔۔۔

اور آپ کیسے تایا ہیں جو کبھی یہ نا جان پائے کہ وہ کچن کے کونے میں بیٹھ کر اس حویلی میں ملازموں والا کھانا کھاتی تھی۔۔۔۔اسے وہ کھانا کھانے کی بھی اجازت نہ تھی جو وہ اس حویلی کے لوگوں کے لیے اپنے ہاتھوں سے بناتی تھی"۔۔۔۔۔ارمان نے ایک ایک لفظ آنکھوں میں چنگاریاں لیے سرد لہجے میں کہا۔۔۔۔

اور اس انکشاف نے ابرار حاکم کو آسمان سے زمین پر لا پٹکا۔۔۔۔سارا تکبر، غرور اکڑ سب ملیامیٹ ہو گیا۔۔۔۔یہ بہت بڑا انکشاف تھا۔ان کو

امید نا تھی کہ ماہی ایسا کھانا کھاتی ہو گی۔۔۔۔ان کی نظر ماہی کی طرف اٹھی جو نرم نظروں سے ارمان کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔۔۔اور ارمان ابرار حاکم کی طرف سرد نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔

ارمان ان کو پتھر بنا چھوڑ کر ماہی کا ہاتھ پکڑے فائزہ کے کمرے کی طرف لے گیا۔۔۔۔۔

پیچھے ابرار حاکم کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔۔۔۔

یہ فائزہ کے کمرے کا منظر ہے۔۔۔۔اس وقت وہ بیڈ پر لیٹی تھی۔۔۔۔ پاس ہی پھپھو بیٹھی ہوئیں تھیں۔۔۔۔صوفے پر انوشہ اور آرزو بیٹھیں تھیں۔۔۔۔۔ولید ایک سائیڈ پر کھڑا تھا۔۔۔۔

ارمان ڈریسنگ کا سٹول بیڈ کے پاس رکھے اس پر پاس بیٹھا تھا۔۔۔ اور ماہی فائزہ کے پیروں میں بیٹھی تھی۔۔۔۔

وہ بہت کمزور ہو گئی تھی۔۔۔۔چہرے پر نیل کے نشان صاف تھے سر پر پٹی بندھی تھی۔۔۔۔اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔۔۔۔ کمرے کا ماحول سریس تھا۔۔۔۔ماہی چہرہ جھکائے بے آواز آنسو بہا رہی تھی۔۔۔۔

فائزہ بول رہی تھی اور وہ سب خاموش تھے۔۔۔۔"مجھے میرے گناہ کی سزا ملی ہے ماہی۔۔۔۔میں نے تم پر ہاتھ اٹھا کر تمہیں بد کردار کہا تھا۔۔۔۔۔پھر اس دن میں خود بد کردار بن گئی۔۔۔۔یہ میرا مکافات عمل ہے۔۔۔۔۔اچھا ہوا اس ننھی سی جان کو آزادی مل گئی۔۔۔۔وہ ناجائز تھا اس کا جانا ہی بہتر تھا"۔۔۔۔۔

ماہی نے جھٹکے سے سر اٹھا کر فائزہ کو دیکھا۔۔۔۔اور کمرے میں موجود سب لوگوں کو اپنے سروں پر بم پھٹتا ہوا محسوس ہوا۔۔۔۔۔

فیصلہ

کمرے کا ماحول اچانک گھٹن زدہ ہو گیا۔۔۔۔۔

سب خاموش رہ گئے۔۔۔۔۔"آپ کو فواد خان چاہیے تھا۔۔۔۔میں نے آپ کی خواہش پوری کروادی۔۔۔۔آپ کو چمک نے اندھا کر دیا تھا۔۔۔۔ہر چمکتی چیز سونا نہیں ہوتی۔۔۔۔میں چاہتی تھی آپ وقت رہتے سمجھ جائیں مگر شاید یہ سب قسمت میں ہونا لکھا تھا"۔۔۔۔۔

ماہی کی آواز خاموش کمرے میں گونجی۔۔۔۔۔"ہاں تم نے بلکل ٹھیک کہا۔۔۔۔خدا نے مجھے میرے گناہ کی سزا اس طرح ہی دینی تھی۔۔۔۔۔تمھیں پتا ہے ماہی ماں بننے کا احساس سب سے الگ ہوتا ہے۔۔۔۔ایک عورت چاہ کر بھی اس وجود سے نفرت نہیں کر پاتی جو

اس کے اندر پل رہا ہوتا ہے۔۔۔۔مجھے بھی اس نازک جان سے محبت ہو گئی تھی۔۔۔۔۔مجھے اسے کھونے سے ڈر لگتا تھا ماہی۔۔۔۔۔اور میرا ڈر جیت گیا۔۔۔۔میں خالی ہاتھ رہ گئی ماہی"۔۔۔۔۔۔

وہ روتے ہوئے بولی۔۔۔۔۔"ماں تو ماں ہوتی ہے وہ جیسی ماں بھی ہو۔۔۔۔پھر چاہے وہ اقصی سلیمان ہو یا فائزہ خان ماں کو اولاد سے اتنی محبت ہوتی ہے کہ وہ اپنی جان بھی قربان کر دیتی ہے"۔۔۔۔۔اتنا کہتے ساتھ ماہی نے اپنے دونوں ہاتھ منہ پر رکھ کر اپنی آواز کو حلق میں ہی دبانے کی کوشش کی۔۔۔۔۔

ارمان سیدھا ہو کر بیٹھا۔۔۔۔۔"جس طرح آرزو میری بہن ہے اسی طرح تم بھی میری بہیں ہو فائزہ۔۔۔۔۔تم مجھے اپنا بڑا بھائی اور مظبوط

محافظ اور سہارا سمجھو۔۔۔۔اب جو ہو چکا ہے اسے کوئی بدل نہیں سکتا۔۔۔۔اس کے بعد تمھاری زندگی کو بہتر بنانا ہے۔اس کے لیے تمھیں کوئی فیصلہ کرنا ہو گا"۔۔۔۔۔

ارمان حد سے زیادہ سنجیدہ تھا۔۔۔۔اور فائزہ کا دل بھر آیا وہ شخص اس کا بھائی اور مظبوط سہارا بن رہا تھا۔۔۔۔"میں اس شخص کے ساتھ ایک پل نہیں رہنا چاہتی بھائی۔۔۔۔میں اس حویلی کے قید خانے سے باہر نکل جانا چاہتی ہوں۔۔۔۔۔وہ انسان نہیں ایک پاگل نفسیاتی مریض ہے۔۔۔۔۔کوئی عورت اس کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔۔۔۔مجھے صرف آزادی چاہیے"۔۔۔۔۔

یہ کہتے ہوئے وہ ہچکیوں کے ساتھ رو دی۔۔۔۔۔

ارمان نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔۔۔۔ پھپھو کا کلیجہ منہ کو آرہا تھا۔۔۔۔"بس اب تم فکر نہ کرو تمھارا یہ بھائی سب کچھ ٹھیک کر کے ہی اس حویلی سے جائے گا"۔۔۔۔۔

فائزہ کا بے ساختہ دل چاہا ماہی کے گلے لگ کر روئے اس کی وجہ سے آج فائزہ کو ایک بھائی مل گیا تھا۔۔۔۔۔"مجھے معاف کر دو ماہی۔۔۔۔۔ میں نے اور میری ماں نے تمھارے ساتھ بہت زیادتی کی۔۔۔۔مجھے میرے گناہوں کی سزا مل گئی ہے۔۔۔۔پلیز مجھے معاف کر دو تاکہ مجھے سکون مل جائے۔۔۔۔۔میں بہت بے سکون ہوں"۔۔۔۔۔وہ دونوں ہاتھ جوڑتی ہچکیوں کے درمیان بامشکل بولی۔۔۔۔۔۔

ماہی کو اپنا دل چیرتا ہوا محسوس ہوا وہ فورا اٹھ کر آگے بڑھی اور فائزہ کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔۔۔۔۔"کیسی باتیں کر رہی ہیں آپی آپ میری بڑی بہن ہیں اس طرح معافی مانگ کر مجھے مزید تکلیف نہ دیں"۔۔۔۔۔۔

ماہی کی آنکھوں سے ایک کے بعد ایک آنسو بہہ رہا تھا۔۔۔۔۔"کاش میں نے تمہیں بہنوں کی طرح ٹریٹ کیا ہوتا۔۔۔۔۔آج اگر تم نہ ہوتی تو وہ شخص مجھے بھی مار چکا ہوتا۔۔۔۔۔تم نے مجھے ایک نئی زندگی دی اور ساتھ ایک بھائی بھی۔۔۔۔۔مگر میں اپنے بچے کو نہیں بچا پائی ماہی"

۔۔۔۔۔۔وہ اس کے دونوں ہاتھ پکڑتی ہوئی دوبارہ رونے لگی۔۔۔۔۔

ماہی اٹھ کر اس کے پاس آئی اور اسے اپنے گلے لگا لیا۔۔۔۔ارمان کو اپنی بیوی اس وقت دنیا کی سب سے زیادہ باوقار عورت لگی۔۔۔۔۔ہاں خدا نے اس کی قسمت میں ایک بہترین باپردہ، باحیا اور باوفا عورت لکھی تھی وہ آج سرخرو ہو گیا تھا۔

وہ خود کو دنیا کا خوش قسمت انسان تصور کر رہا تھا۔۔۔۔

پھپھو نے ارمان اور آرزو دونوں کو ہاتھ کے اشارے سے اپنے پاس بلایا دونوں اٹھے اور ان کے پاس گئے۔۔۔۔۔۔

پھپھو نے ارمان کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔۔۔۔۔ارمان نے فوراً ان کے ہاتھ پکڑ لیے۔۔۔۔۔"مجھے معاف کر دو بیٹا"۔۔۔۔۔ان کی آنکھوں سے ایک کے بعد ایک آنسو بہہ رہا تھا۔۔۔۔۔ارمان نے

آگے بڑھ کر انہیں گلے لگالیا۔۔۔۔"کیسی باتیں کر رہیں ہیں آپ میری ماں کی جگہ ہیں"۔۔۔۔۔

آج وہ ایک بیٹے کا سہارا ملتے پھوٹ پھوٹ کر رو پڑیں۔۔۔۔۔کچھ دیر بعد انہوں نے ارمان کی پیشانی پر بوسہ دیا۔۔۔۔"تمھارے اندر بلکل حماد اور سلیمان کی جھلک ہے تم اپنے باپ کی پرچھائی ہو۔۔۔۔اور تمہارا روب اور دبدبہ سلیمان جیسا ہے"۔۔۔۔اتنا اچھا کمپلیمنٹ سن کر ماہی اور ارمان دونوں مسکرا اٹھے۔۔۔۔۔

پھر وہ ارمان سے الگ ہونے کے بعد آرزو کی طرف متوجہ ہوئیں۔۔۔۔۔انہوں نے اپنی باہیں پھیلائی وہ ان کے گلے لگ گئی۔۔۔۔۔آرزو کی آنکھیں بھی نم تھیں۔۔۔۔۔۔"میں تمھاری خالہ

ہوں سمجھی"۔۔۔۔آرزو نے ان سے الگ ہونے کے بعد اثبات میں سر ہلایا۔۔۔۔۔۔

انہوں نے گردن موڑ کر ماہی کی طرف دیکھا دونوں کی نظریں ملیں اب وہ ماہی کو اپنے پاس بلا رہیں تھیں۔۔۔۔۔اور ماہی نے اپنے مردہ قدموں کو حرکت دی آرزو اور ارمان اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔۔۔۔وہ ارمان کی چھوڑی جگہ پر آ کر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔

پھپھو نے اسے اپنے سینے میں بھینچ لیا۔۔۔۔"مجھے معاف کر دو میری بچی میں نے تمھارے کردار پر انگلی اٹھائی تھی خدا نے مجھے اس کی سزا دے دی"۔۔۔۔۔

ماہی کو وہ آغوش ایک ماں کی آغوش محسوس ہوئی۔۔۔۔۔"بابا کہتے تھے آپ ان کی اچھی بہن ہیں مجھے آپ سے کبھی کوئی گلہ نہیں ہوا پھپھو۔۔۔۔اس دن آپ نے اپنی ماں کھوئی تھی اور ماں کو کھونا کیسا ہوتا ہے یہ میں بہت قریب سے جانتی ہوں۔۔۔۔۔۔اس لیے معافی مانگ کر مجھے میری ہی نظروں میں نا گرائیں"۔۔۔۔۔۔

پھپھو کو اس کے اعلیٰ ظرف نے مزید شرمندہ کر دیا۔۔۔۔۔ کمرے کا وہ ماحول جو کچھ منٹ پہلے گھٹن زدہ تھا اب خوشگوار ہو گیا۔۔۔۔

یہ دوپہر کے بعد کا وقت تھا جب فواد خان لاؤنج میں داخل ہوا۔۔۔آج وہ ایک ہفتے بعد واپس حویلی آگیا تھا۔اس سے پہلے وہ لاؤنج پار کر کے سیڑھیاں چڑھتا ارمان کی آواز نے اس کے قدم روک دیے

۔۔۔۔"رک جاؤ فواد خان"۔۔۔۔۔

وہ نا جانے کہاں سے نمودار ہوا اور فواد خان کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔۔۔۔۔

ارمان نے لاؤنج کی ایک کرسی کھینچی اور اسے فواد خان کے پاس لا کر چھوڑ دیا۔۔۔"بیٹھ جاؤ جب تک تمھارے سارے حساب نہیں ہو جاتے تم اس لاؤنج کو پار نہیں نہیں کر سکتے"۔۔۔۔۔۔

ارمان نے ٹھنڈے ٹھار لہجے میں کہا۔۔۔۔فواد کو اس کی آنکھوں سے عجیب سا خوف اور وحشت محسوس ہوئی کہ وہ ایک لفظ بھی حلق سے نہ نکال پایا۔۔۔۔۔۔

ارمان نے کچن میں موجود اقصی کو مخاطب کیا۔۔۔۔۔"حویلی کے سارے افراد کو لاؤنج میں آنے کا پیغام دیں۔۔۔۔ارمان حیدر خان کا حکم ہے کہ اگلے دس منٹ میں حویلی کا ہر فرد یہاں موجود ہو"۔۔۔۔۔اقصی سر ہلاتی ہوئی حکم پر عمل کرتی چلی گئی۔۔۔۔

اگلے دس منٹ میں سارے لاؤنج میں جمع ہو چکے تھے۔۔۔۔۔

فائزہ جو روبینہ پھپھو کے کمرے میں ان کے ساتھ شفٹ ہو گئی تھی۔۔۔۔ماہی اور انوشہ اسے سہارا دے کر لائیں اور اسے لاؤنج میں صوفے پر بٹھا دیا۔۔۔۔۔

ارمان اور فواد دونوں لاؤنج کے عین بیچ و بیچ آمنے سامنے دونوں کرسیوں پر بیٹھے تھے۔۔۔۔۔

انوشہ، ماہی، آرزو تینوں ایک سائیڈ پر کھڑی تھیں۔۔۔۔رمشہ اور زینب سیڑھیوں کے پاس کھڑی ہو گئیں۔۔۔۔۔ولید سیڑھیوں سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔۔۔۔

دونوں تایا۔۔۔تائیاں سامنے صوفوں پر بیٹھے تھے۔۔۔۔ڈبل صوفے پر فائزہ کے پاس پھپھو بیٹھی تھی۔۔۔۔۔لاؤنج میں مکمل خاموشی تھی۔۔۔۔۔ہر فرد صرف ان دونوں کی طرف نظریں جمائے بیٹھا تھا۔۔۔۔۔

سب ارمان کے بولنے کے منتظر تھے۔۔۔۔۔ارمان نے ایک نظر انوشہ کو دیکھ اشارہ کیا وہ سر ہلاتی پھپھو کے کمرے کی طرف چلی گئی۔۔۔۔۔

ارمان اٹھا ایک چھوٹا میز لا کر اپنے اور فواد کی کرسی کے درمیان رکھ دیا۔۔۔۔پھر کسی بادشاہ کی طرح ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر بیٹھ گیا۔۔۔۔۔

فواد مضطرب بیٹھا تھا۔۔۔۔پھر آخر کار لاؤنج کی اس خاموشی کو ارمان کی آواز نے توڑا۔۔۔۔"یہ فیصلے کا وقت ہے فواد خان۔۔۔۔۔ تمھارے پاس 3 راستے ہیں تم تینوں میں سے کوئی بھی راستہ چن سکتے ہو۔۔۔۔پہلا: ابھی اور اسی وقت سب کی موجودگی میں فائزہ کو طاق دے کر اسے آزاد کرو اور اس کے قدموں میں گر کر اس سے معافی مانگو اس قتل کے لیے جو تم نے خود اپنی ہی اولاد کا کیا۔۔۔۔وہ ماں ہے وہ چاہے معاف کرے یا نا کرے اس کی مرضی۔۔۔۔یہ تو ہوا ایک بیٹی کا انصاف، دوسرا میری بیوی سے بھی معافی مانگنی ہو گی وہ بھی اس کے قدموں میں گر کر۔جو سلوک اور جو ذلالت میری ہیر کو تمھاری وجہ سے ملی اس کی معافی۔۔۔اس کے بعد تم آزاد ہو اس حویلی میں جیسے مرضی رہو۔۔۔کوئی تمہیں کچھ بھی نہیں کہے گا"۔۔۔۔۔

وہ سانس لینے کو رکا۔۔۔۔سارے لاؤنج میں موت جیسا سناٹا تھا۔۔۔۔۔سب کی آنکھوں میں حیرت تھی۔۔۔۔۔انوشہ ارمان کے پاس آئی اور انویلپ اس کی طرف بڑھا دیا۔۔۔۔۔ارمان نے وہ انویلپ پکڑا اور اسے کھول کر وہ اس میں سے کچھ کاغذات نکال رہا تھا۔۔۔۔

ارمان نے وہ کاغذات فواد کے سامنے میز پر رکھے۔۔۔۔"دوسرا راستہ: تمہیں معافی نہیں مانگنی مت مانگو۔۔۔۔نہ ہی الفاظ ضائع کرنے کی ضرورت ہے۔۔۔۔یہ طلاق کے پیپرز ہیں ان پر سائین کر دو اس کے ساتھ یہ جائیداد کے پیپرز ہیں جس میں صاف لکھا ہے کہ تم اپنی ساری جائیداد فائزہ کے نام کر رہے ہو یہ اس بات کا کفارہ ہے کہ تم نے اپنے بچے کو مارا اور فائزہ پر جان لیوا حملہ کیا۔۔۔۔اس لیے تم یہ ساری جائیداد اس کی جان کی ضمانت کے طور پر اس کے نام کر چکے ہو۔۔۔مگر

اس میں کچھ شرائط ہیں۔۔۔۔وہ یہ کہ آج کے بعد اس حویلی کے دروازے تمھارے لیے ہمیشہ کے لیے بند ہو جائیں گے تمھارا اس وارثت میں 1٪ حصہ بھی نہیں رہے گا۔۔۔۔۔تم آزاد ہو اس حویلی کو چھوڑ کر دنیا کہ جس مرضی کونے میں جاؤ"۔۔۔۔۔

فواد خان کو ساری حویلی کی عمارت اپنے سر پر گرتی محسوس ہوئی۔۔۔۔۔وہ یہ دونوں کام نہیں کر سکتا تھا۔ارمان خاموش ہو کر سکون سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔۔۔۔۔بل آخر اس نے پوچھ ہی لیا ۔۔۔۔"اور تیسرا"۔۔۔۔

ارمان یہ بات سن کر پراسراریت سے مسکرایا۔۔۔۔۔"تیسرا راستہ سب سے آسان ہے۔۔۔۔تمہیں ان دونوں راستوں میں سے کسی

ایک بھی بات پر عمل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں"۔۔۔۔۔اتنا کہنے کے ساتھ ارمان نے اپنے جیب سے گن نالی اور اسے اپنے ہاتھ میں گول گول گھمانے لگا۔۔۔۔

گن دیکھ کر سب کی جان حلق میں ہی کہیں اٹک گئی۔۔۔سب سیدھے ہو گئے۔۔۔۔اور ماہی حیران ہو رہی تھی کہ وہ یہاں بھی اپنی گن لے آیا۔۔۔۔لاؤنج میں موجود ہر فرد کی آنکھوں میں حیرت اور خوف ہچکولے مارنے لگا سوائے آرزو اور ماہی کہ وہ دونوں جانتیں تھیں وہ اے ایس پی ہے۔۔۔۔اس کے پاس ہمیشہ گن ہوتی ہے۔۔۔۔

ارمان نے مسکراتے ہوئے گن کا رخ فواد کے سامنے کیا۔۔۔"میں تمھاری اپنے ہاتھوں سے ابھی جان لوں گا۔۔۔اس طرح فائزہ کا بدلہ

بھی پورا ہو جائے گا اور تمھارے مرنے کے بعد تو وہ ویسے ہی آزاد ہو جائے گی۔۔۔۔پھر اسے طلاق کی کیا ضرورت اور جائیداد قبر میں تو تم ساتھ لے کر نہیں جاؤ گے تو وہ تمھاری بیواہ ہونے کی وجہ سے فائزہ کو مل جائے گی۔۔۔۔اور جو تم نے میری بیوی کے ساتھ پنچ حرکت کی تھی میرا وہ بدلہ بھی پورا ہو جائے گا۔۔۔۔۔میرے لیے تو تیسرا راستہ سب سے آسان ہے۔۔۔۔۔باقی تمھارے پاس تینوں آپشن ہیں 5 منٹ سے پہلے کوئی ایک چن لو ورنہ میں تو تمھاری موت چن ہی چکا ہوں"۔۔۔۔۔۔

لاؤنج میں ایک بار پھر مکمل خاموشی چھا گئی۔۔۔۔۔ارمان اس کے بولنے کا منتظر تھا۔۔۔۔اور فواد خان نہ تو مرنا چاہتا تھا نہ ہی اپنی جائیداد

سے دست برداری اس لیے اس نے پہلا راستہ چن لیا۔۔۔۔ارمان نے اسے بے بس کر کے رکھ دیا تھا۔۔۔۔۔

وہ اٹھا اور قدم قدم چلتا ہوا فائزہ کی طرف آیا فائزہ کو خوف محسوس ہوا۔۔۔۔۔سب سانس روکے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔۔۔۔وہ اس کے پیروں میں بیٹھ گیا۔۔۔۔۔وہ فواد خان جو بہت مغرور اور متکبر تھا۔۔۔۔

آج ارمان نے اس کی انا کو پاش پاش کر دیا۔۔۔۔"مجھے معاف کر دو میں نے ہمارے بچے کی جان لی"۔۔۔۔یہ سن کر فائزہ نے اپنے پاؤں پیچھے کر لیے۔۔۔۔"دور رہو مجھ سے۔۔۔۔۔وہ تمھارا بچہ نہیں تھا صرف میرا تھا۔۔۔۔اگر وہ تمھارا کچھ لگتا تو مجھے مارنے کی بجائے تم مجھے ہاسپٹل

لے کر جاتے اور مجھے بچانے کی کوئی کوشش کرتے اگر آج ماہی اور ارمان بھائی نہیں ہوتے تو تم تو مجھے ویسے ہی مار دیتے"۔۔۔۔۔فائزہ پھٹ پڑی۔۔۔۔۔

اس کا غصہ کسی صورت کم نا ہوا۔۔۔۔اتنے مہینوں کی تکلیفیں برداشت کر کے اس کی بس ہو گئی تھی۔۔۔پھر اس نے فواد کے منہ پر ایک تھپڑ دے مارا۔۔۔۔۔"اپنی اس شکل سے صرف مجھے طلاق دو اور میری زندگی کو بخش دو"۔۔۔۔۔۔وہ اٹھ کھڑا ہوا چند قدم پیچھے لیے۔۔۔"میں فواد خان اپنے پورے ہوش و حواس میں فائزہ خان تمہیں طلاق دیتا ہوں۔۔۔۔میں تمھیں طلاق دیتا ہوں۔۔۔۔۔طلاق دیتا ہوں"۔۔۔۔۔اور فائزہ نے یہ سن کر لمبی گہری سانس لی۔۔۔اور

اپنے سارے آنسو بے دردی سے کچل ڈالے۔۔۔اب وہ آزاد ہو گئی تھی۔۔۔۔

وہ اٹھی اور اب کی بار بنا کسی سہارے کے کمرے میں چلی گئی۔۔۔اس کے گناہوں کا بوجھ اتر گیا تھا۔۔۔وہ اپنے خدا سے توبہ کر کے معافی مانگ چکی تھی۔۔۔۔۔

ارمان پر سکون بیٹھا تھا۔۔۔اور دونوں تایا کسے ہارے ہوئے شخص کی طرح۔۔۔۔وہ ایک بہترین حاکم تھا۔۔۔اس نے انصاف کر دیا۔۔۔۔فواد ماہی کی طرف آیا۔۔۔اور دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔۔۔۔"آہاں ایسے نہیں پاؤں میں گر کر"۔۔۔۔۔

ارمان کی آواز نے خاموشی کی توڑا۔۔۔۔وہ ماہی کے قدموں میں بیٹھ گیا۔۔۔۔ماہی بدک کر پیچھے ہٹی۔۔۔۔"مجھے معاف کر دو"۔۔۔۔

ماہی کچھ نہیں بولی بس چلتی ہوئی ارمان کی طرف آکر اس کے پاس کھڑی ہو گئی۔۔۔۔"چچ چچ تم اس قابل بھی نہیں کہ میری بیوی تمہیں معاف کر سکے۔۔۔۔۔چلو خیر اب تم آزاد ہو۔۔۔۔جانے سے پہلے طلاق کے پیپر زپر سائن کرتے جاؤ"۔۔۔۔۔

فواد ہارے ہوئے شخص کی طرح ٹیبل تک آیا۔۔۔۔طلاق کے پیپر زپر سائین کیے اور سیڑھیاں چڑھتے ہوئے غائب ہو گیا۔۔۔۔

ارمان نے گہری سانس لی اور اب اس نے اپنا رخ حاکم صاحب کی طرف کیا۔۔۔۔"میں نے اپنا انصاف کر دیا۔۔۔اب میں آپ کے انصاف

کو دیکھنا چاہتا ہوں سردار صاحب۔۔۔۔مجھے اپنی بیوی پر اس حویلی میں ہونے والے ایک ایک ظلم کا انصاف چاہیے"۔۔۔۔۔

اور حاکم صاحب کو یاد آ گیا انہیں تو ایک انصاف کرنا تھا وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کلثوم بیگم کے روبرو آئے۔۔۔۔"ماہی اس حویلی میں کون سا کھانا کھاتی تھی"۔۔۔۔انہوں نے اتنے سرد لہجے میں پوچھا کہ تائی خوف سے کپکپا اٹھیں۔۔۔۔"کیا مطلب کون سا کھانا وہی کھانا جو سب کھاتے ہیں"۔۔۔۔۔تائی نے اپنے ڈر کو قابو کر کے مظبوط لہجے میں کہا۔۔۔۔۔

تایا کو ان کے جھوٹ پر غصہ آیا کہ حد نہیں ان کا ہاتھ اٹھا اور کلثوم بیگم کے گال پر چھاپ چھوڑ گیا۔۔۔۔"جاہل عورت یہ صلہ دیا تم نے میری

محبت اور وفا کا۔۔۔اس سے لاکھ نفرت سہی وہ میرے بھائی کی بیٹی تھی۔۔۔تم اسے کچن کے کونے میں بیٹھا کر نوکروں کا کھایا کھانا دیتی رہی۔۔۔اور اتنے سال میری آنکھوں میں دھول جھونکتی رہی"۔۔۔۔۔تائی تو حیران رہ گئیں۔۔۔۔

انوشہ کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا اس کے دونوں ہاتھ منہ کی طرف گئے وہ بے ساختہ نفی میں سر ہلا گئی۔۔۔آنکھ سے آنسو بہنے لگے۔۔۔۔۔یہ کیسا کڑوا سچ تھا اس نے ماہی کی طرف دیکھا جو اپنی ہتھیلی پر نا جانے کیا تلاش کر رہی تھی۔۔۔وہ ان سب سے بے نیاز جیسے یہاں ہو ہی

نا۔۔۔۔۔

تائی کی حیرت غصے میں بدلی۔۔۔۔"ہاں دیتی تھی میں اسے وہ کھانا اور اگر میرا بس چلتا میں اسے جان سے مار دیتی۔۔۔۔نفرت ہے مجھے اس سے بے تحاشہ نفرت۔۔۔۔اس کی وجہ سے میری بہن کی شادی سلیمان سے نہ ہو سکی۔۔۔۔میں نے بچپن میں اپنے ان ہاتھوں سے پالا تھا اسے۔۔۔۔اور اس کی ماں نے سلیمان کو اپنی اداؤں میں پھنسا کر اسے میری بہن سے چھین لیا۔۔۔خود تو مر گئی اور یہ بوجھ سلیمان کے سر ڈال گئی۔اس کی وجہ سے سلیمان نے دوبارہ شادی سے انکار کیا تھا۔۔۔۔سلیمان کے مرنے کے غم میں وہ بھی مر گئی۔۔۔۔قاتل ہے یہ میری بہن کی"۔۔۔۔۔۔

تائی پاگلوں کی طرح چیخیں۔۔۔۔۔

ماہی کو لگا وہ اس کے کانوں میں پگھلتا ہوا سیسا انڈیل رہیں ہوں۔۔۔۔

اتنی بکواس سن کر ارمان کے دماغ کی نسیں ابھر گئیں۔۔۔۔اس کا دل

چاہاسب کچھ نہس تہس کر دے۔۔۔۔"شٹ اپ جسٹ شٹ اپ خبر دار آپ نے میری بیوی کے بارے میں مزید ایک لفظ کہا تو میں سارے لحاظ بھول جاؤں گا اور آپ کی جان اپنے ہاتھوں سے لوں گا"۔۔۔۔۔۔

اور ماہی پتھر ہو گئی۔۔۔اتنی نفرت وہ اس کی ماں سے اتنی نفرت کیسے کر سکتیں ہیں۔۔۔۔ماہی کو اپنے قدموں سے جان نکلتی محسوس ہوئی۔۔۔۔اسے لگا وہ مزید اپنے ان قدموں پر کھڑی نہیں ہو سکے گی۔۔۔۔

آنکھیں آنسوؤں سے دھندلی ہو رہیں تھیں۔۔۔۔اس سے پہلے وہ لڑکھڑا کر گرتی ارمان نے اسے دونوں بازوں کے حلقے میں لیا۔۔۔۔

اس نے اپنی لال انگارہ آنکھیں اٹھا کر ارمان کو دیکھا اور ارمان نے خود پر ضبط کرتے اسے اپنے ساتھ لگایا۔۔۔۔

تایا تو تائی کے الفاظ پر ویسے ہی ساکت رہ گئے تھے۔۔۔۔۔

کچھ پلوں بعد وہ ہوش میں آئے اور ایک بار پھر تایا کا ہاتھ اٹھا۔۔۔۔۔

"تم جاہل عورت۔۔۔۔۔پوری پاگل ہو گئی ہو۔۔۔۔میں ابرار حاکم تمہیں پورے ہوش و حواس میں طلاق دیتا ہوں"۔۔۔۔۔۔اور اس لمحہ حویلی کے لاؤنج میں سب کچھ ٹھہر گیا۔۔۔۔۔۔

سارے فرد ساکت رہ گئے۔۔۔۔۔۔

تایا اب کسی ملازمہ کو آوازیں دے رہے تھے۔۔۔۔۔ملازمہ بھاگتی ہوئی آئی۔۔۔"جو کھانا نوکروں کے لیے بنا ہے وہ لے کر آؤ"۔۔۔۔

ملازمہ گئی اور اگلے پانچ منٹ میں کھانا لا کر رکھ چکی تھی۔۔۔۔۔

"تمھاری یہ سزا ہے کہ تم آج سے وہی کھانا کھاؤ گی جو تم ماہی کو کھلاتی تھی"۔۔۔۔۔

ماہی حیرت زدہ رہ گئی۔۔۔۔۔یہ تایا نے کیا کیا؟؟۔۔اگر اسے ارمان نے پکڑ نا رکھا ہوتا تو وہ گر جاتی۔۔۔۔۔

وہ ارمان کے بازو کو پکڑتی ہوئی چلی اور ارمان اس کے ساتھ چلتا گیا۔۔۔۔۔وہ سیڑھیاں چڑھ گئی۔۔۔۔۔

اس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔۔۔۔

انوشہ نے اپنی حیرت کو قابو کیا اور طلاق کے پیپرز پکڑتی ہوئی پھپھو کے کمرے میں چلی گئی۔۔۔۔آرزو کے لیے بھی ڈرامہ مزید برداشت سے باہر تھا وہ بھی کمرے میں چلی گئی۔۔۔۔سب ایک ایک کر لاؤنج سے چلے گئے پیچھے تائی خالی ہاتھ رہ گئیں۔۔۔۔

وہ ارمان کے ساتھ مردہ قدموں سے چلتی ہوئی کمرے میں آئی۔۔۔۔

ارمان نے کمرے کا دروازہ بند کر کے اسے بیڈ پر بٹھایا۔۔۔۔۔

وہ گرنے کے سے انداز میں لیٹ گئی۔۔۔۔اور آنکھیں بند کیے انہیں سکون دینے کی کوشش کی ارمان بھی اس کے پاس ہی لیٹ گیا۔۔۔۔۔

ماہی آنکھیں بند کیے لیٹی تھی اور ارمان اس کے بلکل پاس کہنی کے بل سر ٹکائے لیٹا ماہی کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔۔۔اس چہرے کو اتنے قریب دیکھ کر وہ ساری دنیا اور ان کے مسئلے بھول جاتا تھا۔۔۔۔

اس نے اپنے سلگتے لب ماہی کے ماتھے پر رکھ دیے۔۔۔ماہی نے بند آنکھوں سے وہ لمس اپنے اندر سکون کی طرح اترتا محسوس کیا۔۔۔ارمان اپنے لمس سے اسے سکون پہنچانے لگا۔۔۔۔وہ آنکھیں بند کیے اس کے حصار میں کسی سحر کی طرح جکڑ گئی۔۔۔۔

ہر بار کی طرح اس کا چہرہ اور گردن پر ہی ارمان اپنا لمس چھوڑتا تھا۔۔۔ اس سے آگے ابھی اس نے کوئی حد کراس نہیں کی تھی۔۔۔۔

ارمان نے اس کی گردن سے دوپٹا نکالا اور اس کی گردن غور سے دیکھنے لگا۔۔۔۔جو بہت خوبصورت سفید میدے کی رنگت میں نرم روئی جیسی جلد تھی۔۔۔۔جہاں کہیں کہیں ہلکے ہلکے لال نشان تھے۔۔۔۔ جو ارمان کی وجہ سے اس کے گلے میں بنے تھے۔۔۔۔وہ مسکرایا۔۔۔۔۔

ماہی کو آہستہ آہستہ سکون محسوس ہونے لگا۔۔۔۔وہ آنکھیں بند کیے ویسے ہی لیٹی رہی۔۔۔۔اسے ارمان کے ہونٹوں کا لمس اپنے چہرے پر جگہ جگہ محسوس ہونے لگا۔۔۔۔۔

پھر اس کے بعد اپنی گردن پر بھی۔۔۔۔اس کا دماغ پر سکون ہو کر غنودگی میں جانے لگا۔۔۔۔۔وہ نیند کی وادیوں میں اتر رہی

تھی۔۔۔۔اسے بس ارمان کے ہونٹ اپنی گردن پر سفر کرتے محسوس ہوئے۔۔۔۔اس کے بعد کیا ہوا اسے یاد نہیں۔۔۔۔اور پھر وہ گہری نیند سو گئی۔۔۔۔

اس کی آنکھیں رات کے آٹھ بجے کھلیں۔۔۔۔وہ بہت پر سکون نیند لے کر اٹھی تھی۔۔۔۔دماغ پر سکون اور تروتازہ تھے۔۔۔۔اس نے ارد گرد دیکھا تو وہ مکمل طور پر بلینکنٹ سے کور بیڈ پر صحیح سے لیٹی ہوئی تھی۔۔۔۔ارمان کمرے میں کہیں بھی نہیں تھا۔۔۔۔وہ اٹھی اور فریش ہونے واش روم چلی گئی۔۔۔۔

ارمان نے جب اس کی گردن سے چہرہ نکال کر دیکھا تو وہ پر سکون ہو کر سو چکی تھی۔۔۔۔وہ دلکشی سے مسکرایا۔۔۔۔۔ارمان نے اسے صحیح سے بیڈ پر لیٹایا اور اس پر بلینکنٹ کور کرتا ہوا کمرے سے نکل گیا اسے کچھ ضروری کام نپٹانے تھے۔۔۔۔

آرزو اس وقت کچن میں اپنے لیے کافی بنا رہی تھی۔۔۔۔جیسے ہی وہ کپ پکڑ کر مڑی تو پیچھے ہی ولید دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔۔۔۔اسے دیکھ آرزو کچھ حیران ہوئی۔۔۔۔پھر سر جھٹک کر کچن سے باہر کی طرف قدم بڑھائے۔۔۔۔

وہ اس کے سامنے آگیا۔۔۔۔غصے کی ایک لہر آرزو کے اندر ڈوری۔۔۔"یہ کیا بد تمیزی ہے؟"۔۔۔۔وہ چاہ کر بھی اپنا لہجہ نرم نہ رکھ پائی۔۔۔"بد تمیزی تو نہیں کر رہا میں تو صرف بات کرنا چاہتا ہوں"۔۔۔"بات کرنے کا یہ کیا طریقہ ہے؟شریف لڑکیوں کے راستے کون روکتا ہے!۔۔۔۔اور مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی"۔۔۔۔۔

آرزو غصے سے کہتی دوبارہ باہر کی طرف بڑھ گئی۔۔۔۔"کیا محبت کرنا کوئی جرم ہے؟"۔۔۔۔اس بات نے آرزو جمال کو ساکت کر دیا۔۔۔۔وہ اپنے قدم مزید ہلا نا پائی۔۔۔۔اس کے قدم ہلنے سے انکاری ہو گئے

دل کی دھڑکن تیز ہو گئ۔۔۔۔اسے یہ ایک خواب لگا پھر وہ جلد ہی اس خواب سے خود کو باہر کھینچ لائی اس کی قسمت میں ایسا کچھ بھی لکھا نہیں ہو سکتا تھا۔۔۔۔

وہ واپس مڑی تو آنکھیں بے تاثر ہو چکیں تھیں۔۔۔۔ولید محبت بھری آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔"7 دن کی دل لگی محبت نہیں ہوتی مسٹر ولید۔۔۔۔میں صرف مہمان ہوں یہاں اور مسافروں سے اپنا دل لگایا نہیں کرتے۔۔۔۔اس ایک ہفتے میں حویلی میں رہ کر ساری زندگی کے لیے سبق حاصل کر چکی میں۔۔۔۔دوبارہ میں اس حویلی میں کبھی نہیں آؤں گی"۔۔۔۔

آرزو نے اس کی ہر امید ختم کر دی صرف اس کی نہیں اپنی بھی۔۔۔۔اس سے زیادہ وہ شاید خود کو یقین دلا رہی تھی کہ دل لگی محبت نہیں ہوتی۔۔۔۔۔اسے اپنا دل ٹوٹتا ہوا محسوس ہوا۔۔۔۔۔

یہ سن کر ولید کی آنکھوں میں تکلیف ابھری۔۔۔۔"کیا صرف اس لیے کے میں ولید خان ہوں"۔۔۔۔۔آرزو کے دل کو کچھ ہوا۔۔۔۔۔

"نہیں صرف اس لیے کیونکہ میں آرزو جمال، راحیلہ جمال کی بیٹی ہوں۔۔۔۔اس عورت کی جس کو پسند کی شادی کے بعد اپنے شوہر کی خاطر اپنا سارا مائیکا چھوڑنا پڑا۔۔۔۔۔میرا تعلق اس حویلی سے نہیں۔۔۔۔۔۔حویلی والے آج تک میری ماں کو معاف نہیں کر پائے مجھے کیا اپنائیں گیں"۔۔۔۔۔

یہ سن کر ولید کی آنکھوں کی چمک واپس آگئی۔۔۔۔مطلب وہ دل سے راضی تھی۔۔۔۔۔"اچھااور اگر میں حویلی والوں کو منالوں تو؟"۔۔۔۔۔

آرزو ٹوٹے دل کے ساتھ مسکرائی۔۔۔۔"میں وہ خواب نہیں دیکھتی جو کبھی پورے نا ہوں۔۔۔۔اگر خواب پورے نا ہوں تو ان کی کرچیاں روح کو زخمی کر دیتی ہیں۔۔۔۔صرف روح کو نہیں آنکھوں میں چبھ کر انہیں بھی لہولہان کر دیتی ہیں"۔۔۔۔۔۔

ولید کو اس بات نے اندر تک زخمی کر دیا۔۔۔۔۔"اپنے قد سے بڑی باتیں اور خواب نا دیکھیں مسٹر ولید۔۔۔۔۔میں صرف دو دن کی مسافر ہوں۔۔۔۔مسافر واپس جانے کے لیے آتے ہیں۔۔۔۔انہیں دلوں میں جگہ نہیں دیتے"۔۔۔۔۔

وہ اتنا کہتے ساتھ پلٹ گئی۔۔۔۔

پیچھے ارمان کھڑا تھا۔۔۔وہ بنا کچھ کہے ارمان کے پاس سے گزر گئی۔۔۔۔ارمان نے ایک نظر اس کی پشت کو دیکھا وہ اپنی بہن کو اچھے سے جانتا تھا اس کی چال سست ہو گئی۔۔۔۔وہ زخمی چال چلتی ہوئی اوپر چلی گئی۔۔۔۔

اس کے سیڑھیوں پر غائب ہو جانے کے بعد ارمان ولید کی طرف متوجہ ہوا۔۔۔"اگر کوئی لڑکی پسند آجائے تو اس کی آنکھوں کو خواب نہیں حقیقت سے روشناس کرواتے ہیں۔۔۔اظہار محبت سے بہتر ہے اس کے والدین کے پاس نکاح کا پیغام لے کر جاؤ۔۔۔۔محبت کا اظہار

محرم بن کر کیا جائے تو عورت سر خرو ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔غیر محرم سے اظہار محبت کر کے اس کا دل مت جلاؤ"۔۔۔۔۔

ارمان کی بات سن کر ولید ساکت رہ گیا۔۔۔۔۔بہت دیر کے بعد وہ کچھ بولنے کے قابل ہوا۔۔۔"کیا وہ راضی ہو جائے گیں"۔۔۔۔۔۔

ارمان مسکرایا کہ اس کا ڈمپل نمایاں ہوا۔۔۔۔"لڑکی راضی ہے۔۔۔اس کے ماں باپ کو میں راضی کر لوں گا باقی اپنے ماں باپ کو راضی کرنا تمھارا کام ہے"۔۔۔۔۔۔۔

وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے پھر وہ ہوا ارمان نے تصور نہ کیا تھا۔۔۔ولید آگے بڑھا اور اس کے گلے لگ گیا۔۔۔۔۔

کچھ پل تو ارمان ساکت رہ گیا۔۔۔۔۔پھر وہ کھل کر مسکرایا اور اس کے کندھے پر تھپکی دی۔۔۔۔۔"شکریہ بھائی"۔۔۔۔۔فرط جذبات سے ولید کی آواز بھیگ گئی۔۔۔۔۔

کچھ دیر بعد وہ اس سے الگ ہوا اور اپنے کمرے کی جانب چل دیا۔۔۔۔۔

ارمان کچن سے باہر نکلا تو ماہی سیڑھیاں اترتی ہوئی دکھائی دی۔۔۔۔۔اسے آنکھوں کے سامنے دیکھ ارمان جی جان سے مسکرایا۔۔۔۔۔ماہی کی نظر ارمان پر پڑی تو وہ مسکراتی ہوئی رک گئی۔۔۔۔۔ارمان نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑا۔۔۔۔"چلو آج ٹیرس پر چل کر بیٹھتے

ہیں"۔۔۔۔۔ماہی نے جواب میں سر اثبات میں ہلا دیا وہ اسے لیے ٹیرس پر آ گیا۔۔۔۔

موسم بہت خوبصورت ہو رہا تھا ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔۔۔۔۔ماہی ٹیرس کی چھوٹی سی دیوار کے پاس کھڑی ہو گئی۔۔۔۔۔ارمان بھی اس کے پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا۔۔۔۔۔۔"کیا خیال ہے آج یہاں ڈنر کریں؟"۔۔۔۔۔ماہی کو اپنے کان میں سرگوشی سنائی دی۔۔۔۔وہ مسکرائی۔۔۔

اور اپنا چہرہ ہلکا سا دائیں طرف موڑا تو ماہی کا گال ارمان کے گال سے ٹچ ہوا۔۔۔۔۔ارمان کا ڈمپل چمکا۔۔۔۔۔

اس نے دوبارہ اپنا گال ماہی کے گال سے مس کیا تو بیڑد کی جلن سے اسے کھجلی ہوئی وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔۔۔۔۔"مجھے کیک کھانا ہے بلکل ویسے جیسے ہم بچپن میں یہاں بیٹھ کر کھاتے تھے"۔۔۔۔وہ فرمائشی انداز میں بولی۔۔۔۔۔"اوکے جو حکم بیگم صاحبہ"۔۔۔۔وہ اس کی گال پر اپنا شدت بھرا لمس چھوڑتا بولا۔۔۔۔۔

بیگم صاحبہ لفظ پر وہ ہمیشہ کی طرح کھلکھلا کر ہنس دی۔۔۔۔۔"ہیر"۔۔۔۔وہ اب کچھ سنجیدہ ہوا۔۔۔۔ماہی اس کی طرف متوجہ ہوئی۔۔۔"ہم کل واپس جا رہے ہیں۔۔۔۔مجھے پولیس اسٹیشن سے فون آ رہیں ہیں۔۔۔۔تم صبح ناشتے کے بعد ساری پیکنگ کر لینا۔۔۔اور ہمارے ساتھ گڑیا اور فائزہ بھی جا رہی ہیں"۔۔۔ہیر نے حیرانی سے ارمان کی طرف دیکھا۔۔۔۔

اس کی آنکھوں کی حیرت پر وہ مسکرایا۔۔۔۔"تمہیں کیا لگا تھا میں اتنی دور سے صرف گڑیا سے ملنے آیا تھا۔۔۔نہیں میری جان میں اسے ہمیشہ کے لیے اپنے ساتھ لے جانے کے لیے آیا تھا۔۔۔۔وہ میری بہن ہے۔۔۔اس کا اصل وارث میں ہوں وہ اس حویلی میں رہ کر مینٹلی طور پر بیمار ہو رہی ہے۔۔۔اس لیے میں مزید اسے اس قید خانے میں نہیں رہنے دوں گا۔۔۔۔وہ ہمارے ساتھ ہی رہے گی اب"۔۔۔ہیر کھل کر مسکرائی۔۔۔۔"اس سے بڑھ کر بھی کوئی اچھی بات ہو سکتی ہے"۔۔۔۔

ماہی کو واقعی خوشی ہوئی تھی۔۔۔۔"اور فائزہ بھی اب مزید اس حویلی میں نہیں رہنا چاہتی اس لیے وہ بھی ہمارے ساتھ جائے گی۔۔۔میں

نے اماں سے بات کی ہے وہ ادھر رہے گی۔۔۔۔وہاں اپنی عدت سکون سے پوری کر سکتی ہے۔۔۔۔۔چلو میں تمھارے لیے کیک لے کر آتا ہوں"۔۔۔۔۔

ارمان نرمی سے اس سے الگ ہوتا نیچے چلا گیا اور وہ وہاں اپنی کرسی پر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔اس نے ہمیشہ سے چاہا تھا وہ دوبارہ حیدر کے ساتھ یہاں بیٹھے۔۔۔۔اس کا شوہر اس کی ہر خواہش کو دل کے اندر گہرائی تک جان جاتا تھا۔۔۔۔وہ مسکراتی ہوئی آنکھیں بند کر کے بیٹھ گئی۔۔۔۔۔

اس وقت وہ سارے لاؤنج میں جمع تھے۔۔۔۔کھانے کا وقت تھا جب ارمان لاؤنج کے داخلی دروازے سے اندر داخل ہوا۔۔۔۔اس کے ہاتھ میں کچھ پلاسٹک بیگ تھے۔۔۔۔۔جن میں یقیناً کھانا تھا۔۔۔۔۔ایک ہاتھ سے موبائل کان سے لگا رکھا تھا۔۔۔

وہ کسی سے بات کرتے ہوئے ڈائنگ ٹیبل تک آیا جہاں اقصی کھانا لگا رہی تھی۔۔۔۔۔"اسے ٹرے میں نکال دیں"۔۔۔۔۔اس نے وہ سارا کھانا اقصی کی طرف بڑھایا۔۔۔۔اقصی نے وہ پکڑا اور کچن کی جانب چلی گئی۔۔۔۔۔

ارمان دوبارہ کال کی طرف متوجہ ہوا۔۔۔۔۔"تم لوگ مجھے ایک دن بھی سکون سے نہ رہنے دینا۔۔۔۔۔صرف دس دنوں کے لیے میں نے

پولیس اسٹیشن تم لوگوں کے حوالے کیا اور تم لوگ ایک تھانہ نہیں سنبھال پا رہے سارے شہر کے کرائم کیا سنبھالو گے "۔۔۔۔وہ اونچی آواز میں لاؤنج میں چکر کاٹتے ہوئے بولا کہ لاؤنج میں جو فرد جہاں کھڑا تھا وہیں کا وہیں رہ گیا۔۔۔۔انوشہ بھی ساکت تھی۔۔۔۔

موبائل فون کے دوسری طرف سعد کی آواز ابھری۔۔۔"سر کیا کریں اس شیز املک نے ہمارا جینا حرام کر دیا ہے۔۔۔بس ایک ہی بات کہتی ہے کہ تم لوگوں کے سینئر سے مل کر ہی ہلوں گی۔۔۔۔اور پھر سارا دن یہیں بیٹھی رہتی ہے "۔۔۔۔

وہ بیچارہ رو دینے کو تھا۔۔۔"اچھا ٹھیک ہے میں جلدی ملتا ہوں تم لوگوں اسے ایک دن مزید سنبھالو اسے "۔۔۔۔ارمان نے چند رسمی

باتوں کے بعد موبائل رکھا تو آس پاس نظر پڑی سب اسے اس طرح دیکھ رہے تھے جیسے وہ کوئی بھوت ہو۔۔۔۔۔۔

اس نے انوشہ کی طرف دیکھا اور آنکھوں سے پوچھا کیا ہوا۔۔۔۔وہ اس کے قریب آئی۔۔۔۔"آپ کیا کام کرتے ہیں بھائی؟"۔۔۔۔۔وہ کچھ حیرت سے پوچھ رہی تھی۔۔۔۔۔"میں شہر کا اے ایس پی ہوں"۔۔۔۔۔۔

یہ سننا تھا کہ لاؤنج میں سب اپنی جگہ اچھل کر رہ گئے۔۔۔۔۔"کیا آپ بھی بابا کی طرح؟"۔۔۔۔اس سے زیادہ انوشہ بول نہ پائی۔۔۔۔"ان کی موت کا بدلہ لینے کے لیے ہی تو میں اے ایس پی بنا

تھا۔مجھے ان کے قاتلوں سے بدلہ لینے کے لیے طاقت چاہیے تھی۔۔اور وہ بدلہ میں چھ سال پہلے لے چکا ہوں"۔۔۔۔

یہ سن انوشہ حیرت کی زیادتی سے گنگ رہ گئی۔۔۔۔۔اقصی ٹرے پکڑ کر لائی۔۔۔۔۔ارمان نے وہ ٹرے پکڑی۔۔۔۔۔"پلیز ٹیرس پر پانی بھی دے جائیں"۔۔۔۔۔یہ کہتا ہوا وہ اوپر چلا گیا۔۔۔۔پیچھے لاونج میں سب ابھی تک حیرت زدہ تھے۔۔۔۔۔۔

رشتے

ارمان واپس ٹیرس پر آیا تو وہ ویسے ہی آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی۔۔۔۔ارمان نے ٹرے میز پر رکھی وہ اس کی موجودگی محسوس کرتی ہوئی آنکھیں کھول گئی۔۔۔۔۔

اس کی نظر ارمان سے ہوتی ہوئی ٹرے کی طرف گئی۔۔۔۔۔ٹرے میں بریانی کی دو پلیٹس تھیں۔۔۔۔۔اس کی آنکھوں میں خوشی اور غمی دونوں تاثر ابھرے۔۔۔یقیناً ارمان یہ بریانی اسی ڈھابے سے لایا تھا جہاں سے سلیمان ماہی کے لیے لاتا تھا۔۔۔۔۔

ماہی کچھ بول نہ سکی۔۔۔۔"چلو آؤ پرنسس کھانا کھالو"۔۔۔۔ارمان مسکراتے ہوئے بولا تو وہ سیدھی ہو کر بیٹھی۔۔۔۔اور پھر پلیٹ پکڑ کر کھانا شروع ہو گئی۔۔۔۔۔

کھانا کھانے کے بعد ارمان نے اس کے سامنے کیک رکھا۔۔۔۔اور وہ نم آنکھوں سے مسکرادی۔۔۔۔وہ جانتی تھی آج وہ ارمان کے ساتھ اس ٹیرس پر آخری بار بیٹھی ہے۔۔۔۔شاید پھر زندگی میں کبھی دوبارہ یہ موقع نہ ملے۔۔۔۔

وہ خوشی خوشی کیک کھانا شروع ہو گئی۔۔۔۔ارمان صرف اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔۔۔۔وہ بہت خوبصورت تھی۔۔۔۔شاید اس دنیا میں اس سے زیادہ خوبصورت کوئی لڑکی نہیں تھی۔۔۔۔اور اگر کوئی تھی بھی تو ارمان حیدر کو صرف ماہیر حیدر ہی دنیا کی سب سی خوبصورت لڑکی لگتی تھی۔۔۔۔

وہ اس کا ہر تاثر نوٹ کر رہا تھا۔۔۔۔اس نے پہلے بائٹ لی جیسے منہ میں چاشنی گھل گئی ہو۔۔۔۔۔وہ مسکرائی۔۔۔۔۔پھر دوسری بائٹ لی۔۔۔۔۔جیسے اسے کیک مزیدار لگا۔۔۔۔۔پھر تیسری۔۔۔۔۔ہر بائٹ پر اس کے چہرے پر ایک نیا تاثر آ رہا تھا۔۔۔۔اور ارمان ہر تاثر کو نوٹ کر رہا تھا۔۔۔۔۔

وہ مسلسل اس کی نظروں کی تپش اپنے چہرے پر محسوس کر سکتی تھی۔۔۔۔۔اس نے چہرہ اٹھا کر ارمان کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔اور کیک اس کے سامنے کیا۔۔۔۔اور آنکھوں سے کھانے کا بولا۔۔۔۔۔ارمان نے نفی میں سر ہلایا۔۔۔۔۔

ماہی نے دوبارہ کہا۔۔۔۔ارمان کی نظریں تواس کے خوبصورت چہرے سے ہٹ ہی نہیں رہی تھیں۔۔۔۔اس کی نظر ماہی کے سرخ یاقوت ہونٹوں پر پڑی جس پر کچھ کیک لگا تھا۔۔۔

ارمان نے اس کی کرسی کو کھینچا۔۔۔۔۔وہ سیدھا ارمان کی کرسی سے ٹکرائی۔۔۔۔۔جھٹکا لگنے سے اس نے خود کو گرنے سے بچانے کے لیے ارمان کی شرٹ کو پکڑا۔۔۔۔۔۔

اس کا چہرہ ارمان کے چہرے کے بالکل قریب آگیا۔۔۔۔۔

ارمان اس کے ہونٹوں پر جھکا۔۔۔۔۔ماہی شاید اس کے لیے تیار نہیں تھی۔۔۔۔اس لیے فورا ارمان کی شرٹ کو دوبارہ سہارے کے لیے

پکڑا۔۔۔۔۔کچھ پلوں بعد وہ پیچھے ہوا۔۔۔۔"یہ کیک زیادہ ٹیسٹی اور میٹھا تھا"۔۔۔۔۔

وہ اس کا ہونٹ سہلاتے ہوئے کان کے پاس سرگوشی نما آواز میں بولا۔۔۔۔۔اور ماہی کا چہرہ لال ہو چکا تھا۔۔۔۔۔

وہ چہرہ موڑ کر دوبارہ کیک کھانے لگی۔۔۔۔ارمان نے بڑی مشکل سے اپنا قہقا ضبط کیا۔۔۔۔۔

لاؤنج میں سب کھانا کھانے کے بعد چائے پی رہے تھے۔۔۔۔۔جب آرزو اپنی کافی کا کپ پکڑتی ہوئی ڈائننگ ٹیبل سے اٹھی۔۔۔۔اس کے

ہاتھ میں موجود فون بج اٹھا۔۔۔۔اس کی ماں کا فون آرہا تھا۔۔۔۔اس نے رسیو کر کے کان سے لگایا۔۔۔۔۔

راحیلہ جمال اس کی خیریت دریافت کر رہیں تھیں۔۔۔۔۔۔"ممی کیوں فکر کرتے ہو میں بالکل ٹھیک ہوں۔۔۔۔ہاں ماہی اور بھائی بھی ٹھیک ہیں۔۔۔۔ہاں مماسب حویلی میں بہت اچھے ہیں سب بہت خیال رکھتے ہیں۔۔۔ہاں آپ کے بھائی اور بھابھیاں سب بہت اچھے ہیں سب نے میرا بہت اچھے سے ویلکم کیا۔۔۔۔۔۔

کیسی باتیں کر رہی ہو ممی۔۔۔۔۔وہ آپ کے بھائی بہن ہیں۔۔۔۔۔خون کے رشتے ہیں۔۔۔۔۔وہ آپ سے بالکل خفا نہیں ہیں پریشان نہ ہو۔۔۔۔۔ہاں میں سچ کہہ رہی ہوں سب مجھ سے یہاں

بہت پیار سے ملے۔۔۔۔۔سب مجھے بہت اچھے سے ٹریٹ کر رہے ہیں۔۔۔۔۔ہاں چلو ٹھیک ہے میں آپ کو بعد میں کال کرتی ہوں"۔۔۔۔۔

وہ لاونج میں ٹہلتی ہوئی بات کر رہی تھی فون رکھنے کے بعد وہ جیسے ہی مڑی اس کے پیچھے انوشہ بہت سنجیدہ چہرہ لیے کھڑی تھی۔۔۔۔"کیا ضرورت تھی ان سے جھوٹ بولنے کی۔۔۔۔۔ان کو جھوٹی امید نہیں دینی چاہیے تھی"۔۔۔۔۔

آرزو تلخی سے مسکرائی۔۔۔۔۔"آپ کو پتہ ہے جب میں چھوٹی تھی تو بہت روتی تھی کہ مجھے بھی اپنے ننھیال جانا ہے جب میری پھپھو ہمارے گھر آتی تھیں اور میرے کزن میرے بابا کو ماموں کہتے میرا

بہت دل چاہتا میں ابھی اپنے ماموں سے ملوں۔۔۔۔۔مگر ممی ہر بار یہی کہہ کر ٹال دیتی کہ وہ ان سب کے لیے مر چکی ہیں۔۔۔۔

جب بھی گرمیوں میں چھٹیاں ہوتی تو میری ساری کلاس فیلوز کہتی کہ وہ گرمیوں کی چھٹیوں میں اپنے ننھیال گئی تھیں اور میرے پاس بتانے کے لیے کچھ نہیں ہوتا میں بڑی ہوتی گئی۔۔۔۔مگر میرے دل سے کبھی یہ احساسلی کمتری نہیں نکلا۔۔۔۔۔بس میں صرف ارمان بھائی کو جانتی تھی کہ وہ میرے ماموں کے بیٹے ہیں اس لیے میں ان سے اٹیچ ہو گئی۔۔۔۔۔اپنے سگے بھائی سے زیادہ مجھے ارمان بھائی عزیز ہیں۔۔۔۔۔انہوں نے ایک مضبوط بھائی کی طرح ہمیشہ میری حفاظت کی۔۔۔۔۔جس دن انہوں نے بتایا کہ وہ یہاں اس حویلی آرہے ہیں مجھے لگا میری سالوں کی خواہش پوری ہو جائے گی۔۔۔

میں ماما کو منا کر ارمان بھائی اور ماہی کے ساتھ یہاں آ گئی۔۔۔۔۔ مما دل سے مطمئن نہیں تھی انہیں یہ ڈر تھا کہ کہیں حویلی والے مجھے حویلی میں رہنے نہ دیں۔۔۔۔۔ارمان بھائی نے انہیں سمجھایا اور مجھے ساتھ لے آئے۔۔۔۔۔ میری ماما پریشان ہیں۔۔۔۔۔ان کے دل میں ایک امید کی کرن ہے میں اس کرن کو ختم ہونے نہیں دینا چاہتی۔۔۔۔۔ کیا بتاتی میں انہیں کہ میرے ماموں اور ممانیاں انہوں نے مجھے مخاطب کرنا دور میری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔۔۔۔ جتنی خوشی سے میں اس حویلی میں آئی تھی اتنے ہی غم لے کر واپس جاؤں گی۔۔۔۔۔

آج مجھے اپنا آپ اور ماہی دونوں ایک جیسے لگ رہے ہیں۔۔۔۔۔اسے کبھی حویلی کی بیٹی نہیں سمجھا گیا کیونکہ اس کے ماں باپ نے پسند کی

شادی کی تھی۔۔۔آج مجھے بھی اس حویلی میں بیٹی نہیں سمجھا گیا کسی ماموں نے میرے سر پر پیار سے ہاتھ تک نہیں رکھا۔۔۔جانتی ہیں کیوں صرف اس لیے کہ میرا قصور یہ ہے کہ میں راحیلہ جمال کی بیٹی ہوں راحیلہ خان کی نہیں۔۔۔۔پسند کی شادی اس حویلی میں صدیوں سے ایک ناسور کی طرح پلتی آرہی جو اگلی سات نسلوں تک چلتی رہے گی"۔۔۔۔۔

اس نے آخری بات ولید کی طرف دیکھ کر کی۔۔۔ولید کو اس کے ایک ایک لفظ میں تکلیف اور اذیت محسوس ہوئی۔۔۔۔اور اسی اذیت سے اس کے اندر چھن سے کچھ ٹوٹا۔۔لاؤنج میں سارے بیٹھے ان کی ایک ایک بات سن رہے تھے۔۔۔۔حاکم صاحب آگے بڑھے اور آرزو کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھ دیا۔۔۔۔۔

وہ نمی جو آرزو کی آنکھوں میں تھی وہ پانی بن کر آنکھ سے بہہ گیا۔۔۔۔وہ کچھ بھی کہے بنا اپنے کمرے میں چلے گئے۔۔۔۔۔

اتنے میں سیڑھیوں سے ارمان اور ماہی اترتے ہوئے نظر آئے۔۔۔۔ارمان ان دونوں کو اشارہ کرتا ہوا پھپھو کے کمرے کی طرف چلا گیا۔۔۔۔وہ دونوں بھی ان دونوں کے پیچھے چل پڑیں۔۔۔۔

انوشہ نے اٹھ کر دروازہ لاک کیا۔۔۔۔وہ چھ کے چھ اس وقت پھپھو کے کمرے میں تھے۔۔۔۔"صبح 12 بجے فلائٹ کا ٹائم ہے تم سب لوگ 9 بجے ریڈی ہو۔۔۔۔10 بجے سے پہلے ہم حویلی سے نکل جائیں گیں۔۔۔۔ہمیں ٹائم سے پہلے پہنچنا ہے۔۔۔۔تم چاروں نے جو بھی پیکنگ کرنی ہے کوشش کرنا کہ ابھی کر کے ہی سونا۔۔۔۔دوسری بات حویلی میں صبح سب کو بتائیں گے جانے سے پہلے ابھی کسی کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں"۔۔۔۔ان چاروں نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔۔۔۔

اس کے بعد انوشہ اور آرزو دونوں اٹھیں اور فائزہ کے ساتھ اس کی ساری پیکنگ مکمل کروانے لگیں۔۔۔۔پھپھو ارمان کو کچھ ہدایات کر رہیں تھیں اور وہ سر اثبات میں ہلا کر سن رہا تھا۔۔۔۔

کچھ دیر بعد وہ سب کمرے سے نکلے اور اوپر کی جانب چل دیے۔۔۔آرزو اور انوشہ دونوں نے اپنی پیکنگ شروع کی۔۔۔۔۔

ماہی نے کمرے میں آنے کے بعد خود بھی سارا سامان پیک کرنا شروع کر دیا۔۔۔اس نے سارے کمرے میں نگاہ دوڑائی اور اپنے باپ کی ایک تصویر دیوار سے اتار کر بیگ میں ڈال لی۔۔۔کچھ چیزیں جو وہ اپنے باپ کی اپنے ساتھ رکھنا چاہتی تھی وہ سب بھی رکھ لیں۔۔۔۔۔

سارے کام کے بعد وہ بیڈ پر آکر لیٹ گئی۔۔۔۔۔ارمان تو شاید لیٹے لیٹے ہی سو گیا تھا۔۔وہ اپنی سائیڈ ہو کر لیٹ گئی اور بلینکٹ پکڑ کر خود پر اور ارمان دونوں پر ٹھیک سے اوڑھا۔۔۔

ایک جھٹکے سے ارمان نے اسے کھینچا اور دوسرے ہی پل وہ ارمان کی باہوں میں قید ہو گئی۔۔۔۔۔ارمان اس کی گردن میں منہ چھپا گیا۔۔۔"مجھے لگا آپ سو گئے ہیں"۔۔۔۔۔وہ آنکھیں موندے سکون محسوس کر رہا تھا۔۔۔۔۔

ماہی کو خود میں اچھے سے بھینچا۔۔۔"جب تک تم میری باہوں میں نا ہو مجھے بلکل نیند نہیں آتی۔۔۔۔اب تمھاری عادت ہو چکی ہے"۔۔۔۔۔۔وہ بند آنکھوں سے ہی بولا۔۔۔۔ماہی نے مسکراتے ہوئے اس کے سینے پر سر رکھا اور خود بھی آنکھیں بند کیے نیند کی آغوش میں چلی گئی۔۔۔۔۔

حویلی میں ایک نئی صبح کا آغاز ہو گیا تھا۔۔۔۔۔

سب ناشتے کے ٹیبل پر بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے۔۔۔۔۔

وہ سب بھی وہیں موجود تھے۔۔۔۔۔

ارمان وارث کی کرسی پر بیٹھا تھا اس کے دائیں جانب ماہی اور بائیں جانب انوشہ بیٹھیں تھیں۔۔۔۔ماہی کے ساتھ آرزو بیٹھی تھی۔۔۔۔۔

فائزہ یہاں موجود نہیں تھی۔۔۔۔۔وہ کمرے میں ہی ناشتہ کر رہی تھی۔۔۔۔۔۔

ارمان نے ایک نظر گھڑی کی طرف دیکھا۔۔۔جہاں 8 بج چکے تھے۔۔۔۔۔۔وہ اپنا ناشتہ ختم کرتا ہوا اٹھا۔۔۔اس کے ساتھ ہی ماہی بھی اٹھ گئی۔۔۔۔۔وہ دونوں آگے پیچھے اوپر چلے گئے۔۔۔۔

ان دونوں کو دیکھ انوشہ اور آرزو بھی ناشتہ جلدی جلدی کرتیں اپنے کمرے میں چلیں گئیں۔۔۔۔۔

ارمان ریڈی ہو کر سارا سامان کمرے سے نکال رہا تھا۔۔۔وہ اس وقت براؤن کلر کی شرٹ اور خاکی پینٹ میں تھا۔۔۔۔

جب ڈریسنگ روم کا دروازہ کھلا اور ماہی باہر نکلی۔۔۔ارمان نے ایک نظر اسے دیکھا۔۔۔وہ وائٹ فراک کے ساتھ بلیک کیپری میں

تھی۔۔۔۔سر پر بلیک حجاب کیا تھا اور کندھوں پر ہمیشہ کی طرح ارمان کی دلائی شالز میں سے ایک وائٹ خوبصورت شال تھی۔۔۔۔۔پاؤں میں وائٹ سمپل شوز تھے۔۔۔۔۔

ارمان اسے دیکھ ہمیشہ کی طرح مسکرایا۔۔۔۔۔

وہ حسرت سے کمرے کے چاروں اطراف دیکھ رہی تھی۔۔۔۔

وہ جانتی تھی شاید اب کبھی یہاں واپس نا آئے۔۔۔۔

یہ حویلی اس کی زندگی کا ایک باب تھا جو اب بند ہونے والا تھا۔۔۔۔

اس نے آنکھوں کی نمی کو اندر دھکیلا اور اپنے ہاتھوں سے اس کمرے کو دوبارہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔۔۔۔۔

ارمان سارے بیگ نیچے لے جا چکا تھا۔۔۔اور وہ شکستہ قدموں سے حویلی کی ایک ایک در و دیوار کو حسرت سے دیکھ رہی تھی۔۔۔آج وہ ہمیشہ کے لیے اس حویلی سے اپنا ہر رشتہ ناتہ ختم کر کے جانے والی تھی۔۔۔۔

یہ وہ در و دیوار تھے۔۔۔جہاں اس کی اپنے باپ، شوہر، تایا، تائی، انوشہ، اقصی اور دادی کے ساتھ ڈھیروں یادیں تھیں۔۔۔۔۔

کتنا مشکل ہوتا ہے زندگی کے بیس سالوں کو چھوڑ دینا۔۔۔۔

آج وہ اپنے بیس سالوں کی یادیں سب کچھ ہی تو چھوڑ کر جا رہی تھی۔۔۔

وہ آہستہ سے چلتی ہوئی سیڑھیوں تک پہنچی اور ایک ایک کر زینے اتر گئی۔۔۔۔۔۔

جیسے جیسے سیڑھیاں اتر رہی تھی ویسے ویسے اس کا دل بھی ڈوب رہا تھا۔۔۔۔ایک دل چاہتا تھا کہ ہمیشہ حویلی میں رہ لے۔۔۔۔دوسرا دل کہتا تھا۔۔۔اس حویلی میں اسے سوائے اذیت کے کچھ نہیں ملا۔۔۔۔یہاں سے جانا ہی بہتر ہے۔۔۔۔

انوشہ اور آرزو بھی بیگز پکڑتی ہوئیں اپنے کمرے سے نکلیں۔۔۔۔آرزو اس وقت ریڈ کلر کی شرٹ اور بلو جینز میں تھی۔۔۔۔۔گلے میں بلیو دوپٹہ اپنے ازلی انداز میں سکارف کی صورت تھا۔۔۔۔۔بالوں کا جوڑا کیے۔۔۔۔پاؤں میں جوگرز پہنے کانوں میں سمپل آویزے۔۔۔۔۔وہ ریڈی تھی۔۔۔۔

انوشہ نے پرپل کلر کی شارٹ فراک ساتھ اورنج کلر کی پینٹ اور اورنج ڈوپٹہ سر پر لے رکھا تھا۔۔۔کندھوں پر بلیو کلر کی چادر تھی۔۔۔۔۔

وہ سارے لاؤنج میں آچکے تھے۔۔۔۔انوشہ کے احساسات بھی ماہی سے الگ نہ تھے۔۔۔۔اس نے اپنی ساری زندگی اس حویلی میں گزاری تھی۔۔۔۔۔کتنی خوبصورت یادیں تھیں۔۔۔۔۔

فائزہ بھی پھپھو کے ساتھ کمرے سے نکل چکی تھی۔۔۔۔وہ اس وقت بلیو فراک میں تھی۔۔۔۔سر پر ہم رنگ ڈوپٹہ اور ہم رنگ کیپری تھی۔۔۔۔۔اس نے ماسک لگا رکھا تھا۔۔۔۔اپنا چہرہ کور کرنے کے لیے۔۔۔۔۔اور کندھوں پر سکن چادر تھی۔۔۔

ان سب کو اس طرح تیار دیکھ تایا اور تائی کے ہوش اڑ گئے۔۔۔۔۔

تائی فورا انوشہ کی طرف بڑھیں۔۔۔"انوشہ میری بچی یہ تم تیار ہو کر کہاں جا رہی ہو"۔۔۔۔

تایا کو کچھ بہت غلط ہونے کا احساس ہوا۔۔۔۔۔

انوشہ اس عورت کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔جس نے 24 سال اسے ماں بن کر پالا۔۔۔۔۔وہ جیسی بھی عورت ہو مگر وہ ایک بہترین ماں تھی۔۔۔۔۔انوشہ کو ان سے بہت پیار تھا۔۔۔۔۔اسے اپنی ماں کی حالت دیکھ بہت دکھ ہوا۔۔۔۔۔کل سے وہ ٹوٹ پھوٹ گئی تھی۔۔۔۔۔

وہ بے تابی سے اس کے چہرے پر دونوں ہاتھ رکھ کر پوچھ رہیں تھیں۔۔۔۔۔انوشہ سے اپنی نمی مزید قابو نا ہو سکی۔۔۔۔۔آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر بہنے لگے۔۔۔۔۔وہ کچھ بھی کہنے کے قابل نہیں تھی۔۔۔۔۔"میری بہن میرے ساتھ جا رہی ہے ہمیشہ کے لیے"۔۔۔۔۔۔جواب ارمان کی طرف سے آیا جو لاؤنج کے دروازے سے اندر داخل ہو رہا تھا۔۔۔۔۔

تائی اور تایا کو لگا جیسے کوئی ان کی روح کھینچ رہا ہو۔۔۔۔۔"نہیں میری بچی کہیں نہیں جائے گی تم ایسے میری بیٹی کو نہیں لے کر جا سکتے۔۔۔۔۔۔یہ میری بیٹی ہے میں اس کی ماں ہوں۔۔۔۔۔تم کون ہوتے ہو ماں بیٹی کو الگ کرنے والے"۔۔۔۔۔تائی غصے سے چیخی۔۔۔۔

انوشہ کے دل میں کرچیاں سی چبھیں۔۔۔۔"میں اس کا اصل وارث اور حقیقی بھائی ہوں۔۔۔۔۔۔

سب سے زیادہ اگر کسی کا اس پر حق ہے تو وہ میں ہوں۔۔۔آپ بتائیں آپ کس حق سے اسے روک سکتے ہیں؟۔۔۔آپ دنیا کا کوئی بھی قانون لے آئیں۔۔۔۔پھر بھی مجھے اسے لے جانے سے روک نہیں سکتے"۔۔۔۔۔

ارمان اپنے ازلی لہجے میں بولا۔۔۔۔

تایا کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔۔۔۔"نہیں دیکھو بیٹا ایسا مت کرو وہ میری بیٹی ہے۔۔۔اس کے سوا میرا ہے ہی کون۔۔۔اسے مجھ سے جدا مت کرو"۔۔۔۔۔۔

وہ ارمان کے سامنے ہاتھ جوڑتی التجا کرنے لگیں۔۔۔۔"کیا آپ نے 14 سال پہلے مجھے میری ہیر اور میری گڑیا سے جدا نہیں کیا تھا؟۔۔۔آپ کو کیا لگتا ہے میں سچائی نہیں جانتا سردار حاکم کو یہ منصوبہ آپ نے نہیں دیا تھا کہ مجھے اس حویلی میں رکھنے کے لیے ہیر کا استعمال کریں۔۔۔۔آپ جانتی تھی میں سردار حاکم کی کمزوری ہوں اور ہیر میری کمزوری۔۔۔۔آپ کو صرف اس سے بدلہ لینا تھا اس لیے آپ نے ایک تیر سے دو نشانے لگائے۔۔۔۔آپ کا مقصد صرف ہیر کو اس حویلی میں قید کر کے رکھنا تھا۔۔۔اور مجھ سے دور۔۔۔آپ نے تب میرا سوچا تھا جو میں آج آپ کا سوچوں؟!"۔۔۔۔۔۔

ارمان غصے سے ان پر گرجا اور ماہی کو لگا کوئی اس کی روح اس کے جسم سے جدا کر چکا ہو۔۔۔۔یہ کیسے کیسے سچ اس کے سامنے آ رہے تھے۔۔۔۔لاؤنج میں موجود ہر فرد پر یہ سچ بجلی بن کر گرا تھا۔۔۔۔اور تائی کا چہرہ سفید ہو گیا تھا۔۔۔۔

اب کی بار وہ ارمان کے پیروں میں گر گئیں۔۔۔۔۔"پلیز مجھے معاف کر دو میں تمھارے پاؤں پڑتی ہوں میری بیٹی کو مجھ سے الگ مت کرو۔۔۔۔۔میں ماہی سے بھی معافی مانگوں گی میں اس کے پاؤں پکڑ لوں گی"۔۔۔۔۔

انوشہ آگے بڑھی اور اپنی ماں کو کندھوں سے پکڑ کر اٹھایا۔۔۔۔۔"بس کریں اماں مجھے جانیں دیں۔۔۔۔میں یہاں مزید نہیں رہ سکتی۔۔۔۔

اگر یہاں رہی تو پاگل ہو جاؤں گی۔۔۔۔مجھے خوشی سے الوداع کہیں میری مشکلات نے بڑھائیں"۔۔۔۔۔

آج پورے چھ مہینے بعد انوشہ نے انہیں اماں کہا تھا۔۔۔۔۔۔وہ نفی میں سر ہلا رہی تھیں۔۔۔۔

پھر سردار صاحب کی طرف گئیں۔۔۔۔"پلیز آپ روکیں نا اسے وہ جا رہی ہے۔۔۔۔ہماری بیٹی ہے وہ۔۔۔۔۔کچھ کریں نا"۔۔۔۔۔وہ ان کا کالر پکڑ کر تڑپ کر کہہ رہیں تھیں۔۔۔۔۔

تھوڑی دیر پہلے ہوئے انکشاف کے بعد تایا ویسے ہی ٹوٹ گئے تھے۔۔۔۔۔انہوں نے تائی کو صرف ایک طلاق دی تھی۔۔۔۔۔

انہوں نے تائی کو اپنے ساتھ لگایا۔۔۔۔۔"جانے دو اسے۔۔۔۔وہ

بلکل درست فیصلہ کر رہی ہے"۔۔۔۔تایا نے دل پر پتھر رکھ کر یہ الفاظ کہے وہ کہاں رہ سکتے تھے اپنی بیٹی کے بنا۔۔۔۔ مگر اب اپنے اعمال کے نتائج کے لیے انہیں ماہی اور انوشہ دونوں سے دور رہنا پڑے گا۔۔۔۔یہی ان کی سزا تھی۔۔۔۔

آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر ان دونوں بیٹیوں کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔۔۔۔

ارمان بے تاثر چہرے کے ساتھ کھڑا تھا۔۔۔۔

پھر وہ ابراج حاکم کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔۔۔۔اور اپنے ہاتھ میں موجود ایک فائل ان کی طرف بڑھائی۔۔۔۔"یہ رہی وہ ساری جائیداد جس کی خاطر آپ ایک تایا سے شیطان بنے تھے۔۔۔یہی چاہیے تھی نا

آپ دونوں کو اپنے بیٹوں کے لیے۔۔۔۔۔میں اپنی بیوی کی ساری جائیداد اس کی زندگی کا صدقہ سمجھ کر آپ کو دیتا ہوں۔۔۔۔۔آج سے سلیمان اور حماد خان کا آپ سے جڑا ہر تعلق ختم ہو گیا۔۔۔۔میری بیوی وعدہ کر کے گئی تھی کہ وہ ساری جائیداد واپس کرنے ضرور آئے گی۔۔۔۔آج اس کے سارے وعدے مکمل ہو گئے۔۔۔۔آج سے میرا اور میری بیوی کا اس حویلی سے کوئی تعلق نہیں رہا۔۔۔۔۔میں اپنے سارے تعلق توڑ کر جا رہا ہوں۔۔۔۔میں یا میری بیوی اب اس حویلی میں کبھی واپس نہیں آئیں گیں۔۔۔۔کہتے ہیں مرد کو دولت عورت کے نصیب سے ملتی ہے۔۔۔۔خدا نے مجھے اس کے نصیب سے بہت کچھ دیا ہے کہ مجھے اس جائیداد کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوتی"۔۔۔۔۔

چھوٹے تایا اور تائی کو لگا وہ زمین میں گڑ گئے ہیں۔۔۔۔تایا کی ہمت نا ہو سکی وہ فائل پکڑ لیں۔۔۔۔ارمان نے وہ فائل میز پر پھینکنے والے انداز میں رکھی۔۔۔۔

وہ ماہی کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔۔۔۔اور اس کا ہاتھ پکڑا وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔اور وہ ہمیشہ کی طرح نرم نظروں سے۔۔۔۔۔

پھر اس نے ماہی کے ہاتھ سے وہ چابی پکڑی اور پھپھو کے حوالے کر دی۔۔۔۔اس حویلی میں پھپھو ہی اس امانت کو سنبھال سکتیں تھیں۔۔۔۔

انوشہ دونوں ماں باپ سے ملی اور پھر تایا ماہی کے پاس آئے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔۔۔۔۔"ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا"۔۔۔۔۔یہ کہتے ہوئے وہ رکے نہیں اور اپنے کمرے میں غائب ہو گئے۔۔۔۔۔

ماہی ڈبڈبائی آنکھوں سے ان کی پشت تکتی رہ گئی۔۔۔۔

کچھ دیر بعد وہ سارے اس حویلی پر آخری نظر ڈالتے ہوئے نکل گئے۔۔۔۔

ایک گاڑی میں ارمان آرزو اور ماہی تھیں۔۔۔۔دوسری گاڑی میں ولید انوشہ اور فائزہ تھے۔۔۔ولید ان کو ڈراپ کرنے جا رہا تھا۔۔۔۔

پھر وہ سب حویلی کے گیٹ کو پار کر گئے۔۔۔۔پیچھے صرف پچھتاوے رہ گئے۔۔۔۔۔

گیارہ بجے وہ سب ائیر پورٹ پر پہنچ چکے تھے۔۔۔۔۔

وو تینوں ولید سے آخری بار ملیں۔۔۔ولید نے تینوں کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھا۔۔۔وہ تینوں اس کے لیے سگی بہنوں سے بڑھ کر تھیں۔۔۔۔۔

پھر ارمان ولید آمنے سامنے آئے اور ایک دوسرے کے گلے ملے۔۔۔۔

آرزو ایک سائیڈ پر فون کان سے لگائے کسی سے بات کر رہی تھی۔۔۔وہ جیسے ہی پیچھے مڑی ولید اس کے سامنے کھڑا تھا۔۔۔۔

دونوں کی نظریں ملیں۔۔۔دونوں ہی نہیں جانتے تھے کہ اتنے کم دونوں میں وہ دونوں ایک دوسرے کے دل میں کب اور کیسے جگہ بنا گئے۔۔۔۔آرزو جانتی تھی شاید یہ آخری بار ہو پھر وہ کبھی دوبارہ اس شخص کو دیکھ نا سکے۔۔۔۔

اسے لگا جیسے کوئی روح کھینچ رہا ہو۔۔۔ایک لمبی خاموشی رہی۔۔۔پھر وہ اس خاموشی کو ختم کرتا ہوا بولا۔۔۔"میرا انتظار کرنا میں بہت جلد آؤں گا۔۔۔رشتہ لے کر تمہیں ہمیشہ کے لیے اپنا بنانے"۔۔۔۔

وہ صرف دو فقرے بولا اور آرزو کو لگا وہ ہل نہیں پائے گی۔۔۔۔۔۔وہ کچھ کہہ نہیں پائی۔۔۔۔۔"رشتہ آئے تو انکار مت کرنا۔۔۔۔۔چلتا ہوں۔۔۔۔میں نے تمہیں خدا کی امان میں دیا"۔۔۔۔۔۔یہ کہہ کر وہ پلٹ گیا۔۔۔۔۔

اور آرزو دھندلی ہوتی آنکھوں کے ساتھ اس شخص کی پشت کو دیکھتی رہ گئی۔۔۔۔۔"کالی بلی آجاؤ"۔۔۔۔۔ارمان کی آواز نے اس کا تسلسل توڑا۔۔۔۔۔وہ دل پر ایک بوجھ لیے ایئرپورٹ کے اندر کی جانب چل پڑی۔۔۔۔۔

وہ پانچوں اس وقت فلائٹ کے اندر بیٹھ چکے تھے۔۔۔۔ارمان اور ماہی دونوں کھڑکی کے پاس بیٹھے تھے۔۔۔۔اور ان دونوں کے بالکل برابر میں وہ تین سیٹوں پر تینوں بیٹھی تھی۔۔۔۔

جیسے ہی فلائٹ نے ٹیک اوور کیا۔۔۔ماہی کو ایک بار پھر خوف نے آن گھیرا۔۔۔وہ پچھلی بار کی طرح ارمان سے چپک کر بیٹھ گئی۔۔۔۔

شام چھ بجے کے قریب وہ سب لوگ کراچی ایئرپورٹ سے نکلے۔۔۔۔جمال ولا سے دو گاڑیاں انہیں پک کرنے کے لیے آچکی

تھیں۔۔۔۔۔وہ سارے گاڑی میں بیٹھے اور جمال ولا کی جانب چل پڑے۔۔۔۔

آدھے گھنٹے بعد وہ سب جمال ولا میں موجود تھے۔۔۔۔۔پھوپھو تو اپنی دونوں بیٹیوں کو دیکھ پھولے نہیں سما رہی تھیں۔۔۔۔۔۔انوشہ اور فائزہ کے تو صدقے واری جا رہی تھی۔۔۔۔۔رات کا ڈنر کرنے کے بعد وہ تینوں جمال ولا سے نکلے اور اپنے گھر کو چل پڑے۔۔۔۔۔

فائزہ پھپھو کے گھر ہی رک چکی تھی۔۔۔۔۔ارمان ماہی اور انوشہ تینوں اس وقت فلیٹ میں موجود تھے۔۔۔۔۔فلیٹ دیکھ انوشہ بہت خوش ہوئی اس کے بھائی گھر بہت پیارا تھا۔۔۔۔۔

اس نے دوسرا کمرا سارا اپنے حساب سے سیٹ کر لیا۔۔۔۔

زنگی میں سکون محسوس ہو رہا تھا۔۔۔۔

وہ سب اپنی زندگی میں بہت خوش تھے۔۔۔۔۔

بہاریں لوٹ آئیں تھیں۔۔۔۔۔دن گزرنے لگے۔۔۔۔

یہ دسمبر کے سرد دن تھے۔۔۔۔ان کو حویلی سے واپس آئے آٹھ ماہ سے زیادہ عرصہ ہو گیا تھا۔۔۔۔زندگی میں سکون تھا۔۔۔۔اور زندگی اپنی ڈگر پر چل رہی تھی۔۔۔۔ان آٹھ مہینوں میں بہت کچھ بدل گیا تھا۔۔۔۔

انوشہ کی شادی وہاج جمال آرزو کے بڑے بھائی سے ہو گئی تھی۔۔

فائزہ اپنی زندگی میں بہت آگے بڑھ گئی تھی۔۔۔۔اس نے دوبارہ شادی نہیں کی وہ بزنس میں کافی ترقی کر چکی تھی اور پھپھو کے ساتھ ملتان شفٹ ہو گئی تھی وہاں اس نے اپنا کاروبار شروع کر لیا تھا۔۔۔۔۔

ولید خود ابرار حاکم کو راضی کر کے آرزو کا ہاتھ مانگنے کراچی آیا تھا۔۔۔بھائی کو اپنے گھر میں دیکھ کر راحیلہ جمال رشتے سے منع نہیں کر پائی اور اپنی بیٹی کا رشتہ ولید سے طے کر دیا۔۔۔۔ولید اور آرزو بھی اپنی زندگی میں بہت خوش تھے ان کا نکاح تبھی ہو گیا تھا۔۔۔۔اب تو رخصتی بھی دو مہینے پہلے ہو چکی تھی۔۔۔۔۔۔۔

اور جہاں تک رہی بات ہمارے ارمان اور ماہیر کی۔۔۔۔۔توان کی زندگی میں سکون اور خوشیاں تھیں۔۔۔۔۔ماہی اپنے دو سمیسٹر پورے کر چکی تھی۔۔۔۔

اس پورے ایک سال میں وہ بہت مطمعن اور خوش رہی تھی۔۔۔۔۔

اس وقت وہ کچن میں کام کر رہی تھی۔۔۔۔۔ہمیشہ کی طرح خوبصورت چہرہ۔۔۔۔۔رات کا وقت تھا وہ بلیک کلر کے نائٹ ڈریس میں کوئی باربی ڈول لگ رہی تھی۔۔۔۔۔

گلے میں ارمان کا دیا اچ والا لاکٹ اور ہاتھ میں انگوٹھی تھی اس انگوٹھی کے ساتھ دائیں ہاتھ میں ایک بریسلٹ کا اضافہ ہو چکا تھا۔۔۔۔۔وہ

بہت خوبصورت وائٹ گولڈ کا بریسلٹ تھا۔۔۔۔جس کے اوپر بہت سٹائلش الفاظ میں مسز ارمان حیدر لکھا تھا۔۔۔۔۔

یہ ارمان نے اسے ماہی کی 21 برتھ ڈے پر گفٹ دیا تھا۔۔۔۔ لاؤنج کی کچھ سیٹنگ بدل چکی تھی۔۔۔۔۔لاؤنج کی مین دیوار پر ماہی اور ارمان کے ایک بڑی فوٹو لگی تھی۔۔۔۔۔یہ فوٹو ان کی آرزو کی شادی کے دن کی تھی۔۔۔۔ جس میں ماہی ریڈ فراک میں بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔۔۔۔۔اور اس کے ساتھ ارمان بلیک تھری پیس ڈریس میں ملبوس تھا۔۔۔۔۔وہ دونوں مکمل تھے۔۔۔۔۔

وہ دونوں خوش تھے۔۔۔۔ مگر کیا قسمت ان کو اسی طرح خوش رہنے دے گی؟۔۔۔۔۔۔

ماہی ہمیشہ ڈرتی تھی کہیں اس کی خوشیوں کو کسی کی نظر نہ لگ جائے۔۔۔۔اس کے دل میں ایک انجانہ ساڈر اور خدشہ بیٹھ گیا تھا۔۔۔۔۔جو دل سے نکالے نہیں نکلتا تھا۔۔۔۔۔

وہ مین ڈور کھولتا ہوا گھر کے اندر داخل ہوا۔۔۔۔۔دروازہ بند کیا اور لاؤنج سے ہوتا اندر آیا۔۔۔۔۔اس کی نظر اپنی بیوی پر پڑی۔۔۔۔۔جو اس کی طرف پشت کیے کھانا بنانے کی طرف متوجہ تھی۔۔۔۔۔

وہ پیچھے سے آیا اور اسے اپنے حصار میں لیا۔۔۔۔۔اب ماہی کو اس کی خوشبو ہواؤں میں ہی محسوس ہو جاتی تھی۔۔۔۔۔وہ اس کی موجودگی

محسوس کر لیتی تھی۔۔۔۔۔وہ مسکرائی۔۔۔۔۔اور ارمان ہمیشہ کی طرح اپنے فیورٹ کام میں بزی ہو چکا تھا۔۔۔۔۔"آؤچ۔۔۔۔کیا کر رہیں ہیں حیدر؟"۔۔۔۔۔۔

ارمان جو اس کی گردن پر جھکا تھا۔۔۔۔۔اپنا چہرہ اٹھا کر اس کی طرف دیکھا آنکھوں میں عشق اور جنون کا اک خمار تھا۔۔۔۔۔"اسے پیار کرنا کہتے ہیں میری جان"۔۔۔۔

وہ محبت سے چور لہجے میں کہتے ہوئے اس کا رخ اپنی طرف موڑ چکا تھا۔۔۔۔۔پھر اس کے ہونٹوں پر جھک گیا۔۔۔۔اور اپنی پیاس بجھانے لگا۔۔۔۔وہ دن بادن مزید شدت پسند ہوتا جا رہا تھا۔۔۔۔۔

ارمان نے شدت سے اپنے دانت اس کے ہونٹ پر گاڑے کے ماہی کے ہونٹ سے خون نکلا۔۔۔۔خون کا ذائقہ دونوں کے منہ میں گھل گیا۔۔۔جسے محسوس کر ارمان فورا اس سے دور ہوا۔۔۔۔

ماہی نے اپنی سانس درست کی اب وہ لال بھبوکا چہرہ لیے ارمان کو گھور رہی تھی۔۔۔۔اور ارمان کا دھیان اس کے ہونٹ پر تھا جس پر خون کی ننھی بوند نمودار ہو چکی تھی۔۔۔۔وہ شرمندہ ہو گیا۔۔۔وہ کہاں اپنی ہیر کو کوئی تکلیف دینا چاہتا تھا۔۔۔۔

ماہی نے اسے گریبان سے پکڑا۔۔۔"جنگلی بلے بنتے جا رہیں ہیں آپ کتنے تیز دانت ہیں آپ کے"۔۔۔۔ارمان نے نظر ہونٹوں سے ہٹا کر اسے دیکھا۔۔۔۔وہ غصے میں ارمان کو گھور رہی تھی۔۔۔۔

"سوری میری جان کیا کروں تم میرے قریب آتی ہی کہاں ہو۔۔۔۔ اب مجھے اپنا پیار کہیں نہ کہیں نچھاور تو کرنا ہی ہے۔۔۔۔۔۔اس لیے یہ نشانہ بن گئے"۔۔۔۔۔

ماہی کے غصے کو تو ہوا ہی لگ گئی۔۔۔۔"کیا کہا میں آپ کے قریب نہیں آتی رات کو آپ مجھے اس طرح پکڑ کر سوتے ہیں جیسے میں کہیں بھاگ جاؤں گی۔۔۔۔۔۔ جھوٹ تو وہ بولیں جو یقین کے قابل ہو"۔۔۔۔۔

ارمان اسے غصے میں دیکھ اپنی ہنسی روکنے کی تگ ودو کرنے لگا وہ غصے میں ڈبل حسین لگتی تھی۔۔۔۔۔"اچھا تو پھر کیا خیال ہے۔۔۔۔۔آج میں ہم دونوں کے درمیان تمام فاصلے مٹادوں؟۔۔۔۔۔دیکھو تو میری

دونوں چھوٹی بہنیں اپنی زندگی میں شادی کر کے آگے بڑھ چکی ہیں۔۔۔اور ہم ابھی تک وہیں کے وہیں کھڑے ہیں"۔۔۔۔۔۔

وہ اچانک ہی اسے اپنے قریب کرتا ہوا جنونی لہجے میں اس کے کان سرگوشی کر گیا۔۔۔۔۔ماہی کچھ کہنے کے قابل نہ رہی۔۔۔۔۔وہ ساکت اور جامد ہو گئی۔۔۔۔۔"دیکھو نا ہماری شادی کو ایک سال ہو گیا ہے۔۔۔اب تو ہمیں بھی دو سے تین ہو جانا چاہیے"۔۔۔۔۔

ماہی نے اس کی شرٹ کو مظبوطی سے پکڑا وہ اسے تنگ کرنے کی پوری پلاننگ کیے بیٹھا تھا۔۔۔۔۔

اچانک اسے احساس ہوا کھانا جل رہا ہے وہ ایک جھٹکے سے کھانے کی طرف مڑی۔۔۔۔۔"ہائے اللہ جی آپ کی وجہ سے میرا کھانا جل

گیا"۔۔۔وہ اس کے سینے پر نازک ہاتھوں سے مکہ مارتے بولی۔۔۔۔"ظالم لڑکی یہاں میرا دل جل رہا ہے اور تمہیں کھانے کی پڑی ہے"۔۔۔۔

اس نے جلدی سے چولہا بند کیا اور اب وہ کھانے میں چمچہ ہلا رہی تھی۔۔۔۔"آپ کو سب کچھ کچن میں ہی کیوں یاد آتا ہے"۔۔۔۔وہ غصے سے بول رہی تھی ساتھ مسلسل ہاتھ بھی چل رہے تھے۔۔۔۔"اگر تم کہو تو بیڈ روم میں چل کر بھی میں اپنا پیار نچھاور کر سکتا ہوں"۔۔۔۔

اس نے اپنا لال چہرہ لیے ارمان کو گھورا۔۔۔۔"اچھا سنو آج بلڈ نگ میں نیو ایئر نائٹ پارٹی ہے چلو گی میرے ساتھ"۔۔۔۔وہ کچھ

سیریس ہوا۔۔۔۔۔"نہیں مجھے نہیں جانا کہیں بھی آپ جہاں مرضی جائیں"۔۔۔۔۔

غصہ برقرار تھا۔۔۔۔"انہوں نے تو مجھے میری مسسز کے ساتھ انوایٹ کیا ہے"۔۔۔۔۔وہ لاڈ سے اس کے کندھے پر سر رکھتا بولا۔۔۔۔"نہیں میرا دل نہیں چاہ رہا آپ چلیں جائیں"۔۔۔۔وہ بھی نارمل ہو گئی۔۔۔۔"اچھا چلو میں جلدی آجاؤں گا"۔۔۔۔

پھر کھانا کھانے کے بعد وہ چلا گیا اور ماہی کمرے میں جا کر ایل سی ڈی پر مووی دیکھنے لگی۔۔۔۔

یہ بلڈنگ کے ٹیرس کا سین تھا۔۔۔۔۔سارے بلڈنگ والے یہاں جمع تھے۔۔۔۔ارمان بھی ایک سائیڈ پر کھڑا کسی سے بات کر رہا تھا۔۔۔۔جب شیز املک اس کے سامنے آئی۔۔۔۔وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔۔۔ارمان کے ذہن میں ان دونوں کی آخری ملاقات چلی۔۔۔۔۔

آٹھ ماہ پہلے۔۔۔۔۔

وہ حویلی سے آنے کے بعد اگلے دن پولیس اسٹیشن گیا۔۔۔

وہ ابھی اپنے کیبن سے باہر ہی تھا جب اسے اندر سے آوازیں آئیں۔۔۔۔"کہانا تم لوگوں کے اے ایس پی سے ملے بنا نہیں جاؤں گی جو کرنا ہے کر لو"۔۔۔۔یہ شیزا کی آواز تھی۔۔۔۔۔سعد جو کچھ کہنے کے لیے لب کھولنے والا تھا ارمان کو دیکھ کر سی سے اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔۔۔

ارمان آیا اور آکر اپنی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔۔۔۔اور اپنے سامنے ارمان کو دیکھ شیزا ساکت رہ گئی۔۔۔۔۔"تم۔۔۔۔تم اے ایس پی ہو"۔۔۔۔۔

وہ حیرت کی زیادتی سے کچھ بول نا پائی۔۔۔۔"بیٹھ جاؤ شیزا ملک"۔۔۔۔ارمان نے ٹھنڈے ٹھار لہجے میں کہا وہ بیٹھ گئی۔۔۔۔سعدان دونوں کو چھوڑ کر کیبن سے باہر نکل آیا۔۔۔۔

شیزا کی آنکھوں میں وحشت آگئی۔۔۔۔اسے اپنے باپ کے الفاظ یاد آئے۔۔۔۔وہ کسی اے ایس پی سے بدلہ لینے کے بات کر رہے تھے۔۔۔اس کا مطلب وہ ارمان۔۔۔۔"کیا کیا تم نے میرے ڈیڈ کے ساتھ"۔۔۔۔وہ ٹیبل پر دونوں ہاتھ رکھے چیخ پڑی۔۔۔۔۔

ارمان نے بیزایت سے آنکھیں بند کیں۔۔۔۔۔"سکون سے یہ تمھارے باپ کا محل نہیں میرا پولیس اسٹیشن ہے"۔۔۔۔"میں نے پوچھا میرے ڈیڈ کو کیوں مارا"۔۔۔۔وہ پھٹ پڑی۔۔۔۔"اوہ

سمجھدار ہو۔۔۔کچھ خاص دشمنی نہیں تھی میری تمھارے باپ سے اس نے میری بیوی کو تکلیف دی میں نے اسے دے کر حساب برابر کیا ہے بس"۔۔۔۔۔۔

ارمان پر سکون لہجے میں بولا۔۔۔اور شیز املک پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔۔۔۔۔۔کچھ پل تو وہ کچھ بول نا پائی۔۔۔۔۔

"تم۔۔۔۔۔بلڈی۔۔۔۔۔تم قاتل ہو میرے باپ کے میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں"۔۔۔۔۔وہ غصے سے کرسی پر لات مارتی چیخی۔۔۔۔۔

ارمان کے کان پر توجوں تک نا رینگی۔۔۔۔۔"شوق سے پہلے یہ بات ثابت تو کرو کے میں نے کیا یہ سب۔۔۔۔۔تم کچھ بھی ثابت نہیں کر

سکتی"۔۔۔۔۔وہ تنزیہ مسکرایا۔۔۔۔۔"میں۔۔۔۔میں تمہیں تباہ کر دوں گی ارمان خان یاد رکھنا۔۔۔۔میں بدلہ ضرور لوں گی بس انتظار کرنا ہماری اگلی ملاقات کا"۔۔۔۔۔۔

وہ یہ کہتی نکل گئی۔۔۔۔ارمان سر جھٹک کہ رہ گیا۔۔۔۔

حال

آج وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے۔۔۔۔۔"لانگ ٹائم اے ایس پی"۔۔۔۔وہ پراسراریت سے مسکرائی۔۔۔۔۔"لانگ ٹائم مس ملک"۔۔۔۔ارمان نے بھی تپانے والے انداز میں کہا۔۔۔۔۔

وہ اس کے کچھ قریب آئی۔۔۔۔"میں نے کہا تھا نا انتظار کرنا۔۔۔۔ آج تمھارا انتظار ختم ہونے والا ہے اور میرا بدلہ شروع"۔۔۔۔۔۔

یہ کہتے ہوئے اس نے ارمان کے ہاتھ میں موجود جوس کے گلاس میں کچھ ملایا۔۔۔ارمان کا دھیان اس کے لہجے کی طرف تھا۔وہ دیکھ نا سکا۔۔وہ فورا تھوڑا پیچھے ہو گئی۔۔۔۔

سازش

وہ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔۔۔۔ارمان کو اس کی آنکھوں میں آگ کی چنگاریاں نظر آرہیں تھیں۔۔۔۔۔وہ ہنس دیا۔۔۔۔"شیور ٹرائی کرلو"۔۔۔۔۔

وہ مسکراتی ہوئی کچھ فاصلے پر جاکر کھڑی ہوگئی۔۔۔۔ارمان نے جوس کا گلاس پی لیا۔۔۔۔اور شیز املک کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ آگئی۔۔۔۔۔۔

کچھ ہی دیر گزری تھی۔۔۔۔جب ارمان کو گھٹن ہونے لگی۔۔۔۔اس کا سر گھومنے لگا۔۔۔۔اس کو سر میں درد کی ٹیسیں اٹھتی ہوئی محسوس ہوئیں۔۔۔۔۔اس نے اپنی شرٹ کا کالر بٹن کھول کر اسے ڈھیلا کیا۔۔۔۔مگر آہستہ آہستہ اس کی حالت خراب ہونے لگی۔۔۔۔

وہ نامحسوس انداز میں سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔۔۔نیچے آکر اس نے لفٹ کا بٹن پریس کیا۔۔۔اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔۔۔۔

وہ گرنے والا تھا جب دو ہاتھوں نے اسے سہارا دیا۔۔۔ارمان نے غور سے اس کی طرف دیکھنے کی کوشش کی مگر چہرہ واضح نا ہو سکا۔وہ کوئی لڑکی تھی۔۔۔"ارمان آر یو او کے؟۔۔۔۔تم ٹھیک نہیں لگ رہے۔۔۔آو میں تمہیں تمھارے اپارٹمنٹ چھوڑ دوں"۔۔۔۔۔یہ کہتے ساتھ وہ اسے لفٹ میں لے کر گئی۔۔۔۔کچھ دیر بعد لفٹ مطلوبہ فلور پر آکر رکی۔۔۔ارمان کی آنکھوں میں ابھی تک اندھیرا چھا رہا تھا۔۔۔۔

اس کا دماغ ماؤف ہو گیا تھا۔۔۔وہ اس لڑکی کے ساتھ چلتا آ رہا تھا۔۔۔اس لڑکی نے اپارٹمینٹ کا دروازہ کھولا۔۔۔اور ارمان کو اندر لے کر آ گئی۔۔۔۔ارمان کے دماغ میں کچھ بھی سوچ پانے کی صلاحیت نہیں رہی۔۔۔۔اس کا دماغ ایک جگہ سٹک ہو گیا کہ اس کے اپارٹمنٹ کا لاک اس کے علاوہ اور کوئی نہیں کھول سکتا۔۔۔۔۔

یہ اس کا گھر نہیں تھا۔۔۔۔۔وہ اسے لیے کمرے میں آ گئی۔۔۔۔ارمان کو بیڈ پر بٹھایا اور اس کے پاس بیٹھ گئی۔۔۔۔"تم ٹھیک نہیں لگ رہے۔۔۔۔۔میں ہوں نا فکر مت کرو میں تمھاری ساری تکلیف دور کر دوں گی"۔۔۔۔وہ بہت بے باکی سے ارمان کے سینے پر ہاتھ رکھتی بولی۔۔۔۔۔

ارمان کو لگا جیسے اسے آگ نے چھو لیا ہو اس کا چہرہ لال بھبوکا ہو گیا۔۔۔اس نے غور سے اس لڑکی کا چہرہ دیکھا اب وہ چہرہ واضح ہو گیا۔۔۔وہ شیز املک تھی۔۔۔۔ارمان اس خود سے دور کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔ارمان نے غصے سے اسے دھکا دیا اس کا سر سیدھا دیوار میں جا لگا اور سر پر چوٹ لگ گئی۔۔۔۔

ارمان نے اس کا گلا پکڑا۔۔۔۔۔"ہمت کیسے کی مجھے ہاتھ لگانے کی۔۔۔۔آج تک میں نے یہ حق اپنی ہیر کے علاوہ کسی کو نہیں دیا"۔۔۔۔

ارمان اس کے چہرے پر گر جا۔۔۔ارمان کو دوبارہ آنکھوں کے سامنے اندھیرا محسوس ہونے لگا۔۔۔ارمان نے اسے وہیں زمین پر دھکا دیا اور فوراً دروازے کی طرف بڑھ گیا۔۔۔۔

پیچھے شیز اسر پر چوٹ لگنے کی وجہ سے بے ہوش ہو گئی۔۔

ارمان سیڑھیاں چڑھتا ہوا اپنے فلیٹ کے سامنے آیا اب اس کا دماغ غصے سے بھر گیا تھا۔۔۔اس نے غصے سے دروازہ زور سے کھولا۔۔۔اس کی آنکھوں میں عجیب وحشت آگئی۔۔۔۔

شیز انے اس کے جوس میں ایک ہائے ڈوز درگ ملائی تھی جس سے ارمان اپنے ہوش کھو دیتا۔۔۔اور اب وہ ہوش کھو رہا تھا۔۔۔۔

وہ دروازہ لاک کرتا ہوا کمرے میں آیا کمرہ خالی دیکھ اسے غصہ آگیا۔۔۔۔اسے شدید گرمی لگنے لگی۔۔۔اس نے اپنی شرٹ کے سارے بٹن کھول دیے۔۔۔اس کی سکس پیکس باڈی واضح ہو گئی۔۔۔۔۔

ماہی واش روم سے باہر نکلی تو ارمان کو غصے میں ڈریسنگ کی چیزیں نیچے پھینکتے دیکھا۔۔۔وہ گھبرا گئی۔۔۔فوراً ارمان کے پاس آئی۔۔۔اس کو بازو سے پکڑا۔۔"حیدر کیا ہوا ہے آپ کو یہ کیا کر رہیں ہیں چھوڑیں"۔۔۔۔۔

وہ حیران تھی ارمان جلدی واپس آگیا اور اتنے غصے میں کیوں تھا۔۔۔۔

ارمان نے ایک جھٹکے اس کا وہ بازو پکڑا اور اسے اپنے حصار میں قید کیا۔۔۔۔ارمان نے اس کو بالوں سے پکڑا اور اس کا چہرہ اپنے چہرے کے قریب کیا۔۔۔اس کی آں کھیں دیکھ ماہی اندر تک کانپ گئی۔۔۔اسے کچھ ہو گیا تھا وہ اپنے حواس میں نہیں لگ رہا تھا۔۔۔

وہ ماہی کو کبھی بھی اس طرح ٹریٹ نہیں کر سکتا تھا۔۔۔اسے کچھ ہوا تھا۔۔اس کی آنکھوں میں اتنی وحشت تھی کہ ماہی کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔۔۔وہ خون چھلکا رہی تھیں۔۔۔۔

ارمان کی پکڑ ماہی کے بالوں اور کمر پر مظبوط ہوتی جا رہی تھی۔۔۔۔۔

"حیدر کیا کر رہیں ہیں۔۔مجھے درد ہو رہا ہے"۔۔۔۔۔وہ تڑپ کر بولی۔۔۔۔ارمان نے اس کے بال چھوڑ کر اس کا منہ دبوچا۔۔۔۔

"تمہیں درد ہو رہا ہے اس درد کا کیا جو تم مجھے دیتی ہو۔۔۔آخر کیوں نہیں آنے دیتی مجھے اپنے قریب۔۔۔۔۔شوہر ہوں میں تمھارا میرا حق ہے۔۔۔۔مگر نہیں تمہیں زرا سا ہاتھ لگاؤں تو تمہیں تکلیف ہونے لگتی ہے"۔۔۔۔۔ارمان اس کے چہرے پر دھاڑا۔۔۔اور اس کے الفاظ ماہی کا دل چیر گئے۔۔۔۔۔

ماہی کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔۔۔۔"یہ آپ کیسی باتیں کر رہیں ہیں۔۔۔۔میں کیوں آپ کو تکلیف دوں گی"۔۔۔۔وہ صدماتی کیفیت میں بولی۔۔۔۔"تم مجھے بہت زیادہ درد دیتی ہو۔۔۔۔جانتی ہو میں تمھارے لیے پل پل تڑپا ہوں اس لیے مجھے مزید تڑپاتی ہو۔۔۔۔سمجھ کیوں نہیں آتی کہ نہیں رہ سکتا میں تمھارے بغیر۔۔۔۔۔بولو کیوں دیتی ہو تکلیف"۔۔۔۔۔۔وہ اونچی آواز میں چیخا۔۔۔۔۔

ماہی اس کی حالت دیکھ اندر تک لرز گئی۔۔۔۔"آج تم مجھے نہیں روکو گی۔۔۔آج میں ہم دونوں کے درمیان ہر دوری ختم کر دوں گا سمجھی"۔۔۔۔۔

وہ سرد لہجے میں کہتا ہوا اس کے ہونٹوں پر جھکا۔۔۔ماہی کو اس کے لمس سے آج خوف آرہا تھا۔۔۔یہ اس کا حیدر نہیں تھا یہ تو کوئی اور ہی شخص تھا۔۔۔۔۔

وہ ارمان کی شرٹ کو مظبوطی سے تھام گئی۔۔۔آج ارمان کے لمس میں پیار نہیں شدت تھی۔۔۔۔

وہ بے دردی سے اس کے لبوں کو سک کرنے لگا۔۔۔ماہی کو سانس لینے میں تکلیف ہونے لگی۔۔۔اس نے ارمان کو خود سے دور کرنے کی کوشش کی مگر وہ ایک انچ نا ہلا۔۔۔اسے ارمان سے ڈر لگ رہا تھا۔۔۔۔

اس نے اپنی پوری قوت اکھٹی کر کے ارمان کو خود سے دور دھکا دیا۔۔۔وہ چند قدم اس سے دور ہوا۔۔۔ارمان نے اسے بھسم کر دینے والی نظروں سے دیکھا۔۔۔۔

اسے ارمان کی آنکھوں میں اتنی وحشت دیکھ اپنی روح فنا ہوتی محسوس ہوئی۔۔۔وہ قدم پیچھے لینے لگی۔۔۔۔مگر اس سے پہلے ہی ارمان کا ہاتھ اٹھا اور ماہی کے نازک گال پر چھاپ چھوڑ گیا۔۔۔

تھپڑ اس قدر زور کا تھا کہ ماہی کے ہونٹ کا کنارہ پھٹ گیا۔۔۔اس میں سے خون نکلنے لگا۔۔۔۔۔

اور ماہی ساکت رہ گئی۔۔۔۔اسے یقین نہ آیا کہ اس کے حیدر نے اس پر ہاتھ اٹھایا۔ ساری دنیا بھی اسے تھپڑ مار دیتی اسے اتنی تکلیف نہ ہوتی جتنی حیدر کے تھپڑ مارنے سے ہوئی تھی۔ دنیا کی آخری چیز جو وہ ارمان سے توقع کر سکتی تھی وہ تھپڑ تھا۔۔

اس نے دوبارہ ماہی کو پکڑ کر اپنے قریب کیا۔۔۔"کہا تھا نہ مجھے خود سے دور کرنے کی کوشش مت کرنا۔۔۔۔ سمجھ نہیں آئی تھی۔۔۔۔ خبردار اگر اب تم نے مجھے اپنے آپ سے دور کیا۔۔۔۔ تم صرف میری ہو۔۔۔ سر کے بال سے کے کر پاؤں کے ناخن تک

میں تم پر حق رکھتا ہوں۔۔۔۔اور آج مجھے میرے سارے حق چاہیے"۔۔۔۔۔۔ارمان اس کے چہرے پر گر جا۔۔۔۔

ماہی اندر تک خوفزدہ تھی اب اس نے ارمان کو خود سے دور کرنے کی کوشش نہ کی۔۔۔۔وہ کر ہی نا سکی۔۔۔۔۔۔وہ جان گئی تھی ارمان کو کچھ ہوا تھا وہ اپنے ہوش میں نہیں تھا۔۔۔۔

وہ ڈرگ ارمان کے دماغ پر اثر کر رہی تھی۔۔۔۔اس وقت اسے صرف جسم کی طلب ہو رہی تھی۔۔۔۔۔

ماہی آنسو بہاتی اس کے حصار میں کھڑی رہ گئی۔۔۔۔وہ اپنی منمانیاں سر انجام دینے لگا۔۔۔۔اچانک ماہی کو اپنی شرٹ کندھوں سے سرکتی محسوس ہوئی۔۔۔۔اسے لگا اب وہ گر جائے گی۔۔۔۔

یہ کیسی اذیت بھری رات آگئی تھی۔۔۔۔ارمان نے اسے اٹھایا اور بیڈ پر لا کر لٹا دیا۔۔۔ماہی بے حس و حرکت ہو چکی تھی۔۔۔وہ جان گئی تھی آج اس کی آزمائش کی رات ہے۔۔۔وہ ارمان کو خود سے دور کر کے دوبارہ اس کے غصے کو ہوا نہیں دے سکتی تھی۔۔۔۔

ارمان نے اپنی شرٹ اتار کر پھینکی اور اس کے چہرے پر جھک گیا۔۔۔۔ ماہی کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔۔۔ارمان کے ہاتھ اس کے گلے سے نیچے سفر کر رہے تھے۔۔۔۔وہ اس کی شرٹ کے بٹن کھول رہا تھا۔۔۔ماہی تکلیف سے آنکھیں میچ گئی۔۔۔۔۔

ارمان نے بلیکنٹ پکڑااور دونوں پر دیا۔۔۔اس کے بعد اس کے اور اپنے درمیان سارے پردے گرا کر وہ اس کے دونوں ہاتھوں کو بیڈ پر پن کر کے اس کے وجود پر مکمل طور پر قابض ہو گیا۔۔۔۔اور ماہی پھڑ پھڑا بھی نا سکی۔۔۔۔

ارمان کے ہونٹ اس کے چہرے پر اپنا لمس چھوڑ رہے تھے۔۔۔وہ اس کی باہوں میں تڑپنے لگی۔۔۔۔

وہ ساری حدیں توڑ گیا۔۔۔۔ساری رات وہ اس کی قید میں رہی۔۔۔۔وہ اس کی باہوں میں بے حال ہو گئی۔۔۔وہ اس شخص کا جنون سہہ نہیں سکتی تھی۔۔اس کے لمس میں اذیت نہیں تھی۔۔۔مگر

بہت شدت تھی۔۔۔ماہی کو وہ لمس تکلیف دہ نہیں لگا۔۔ مگر وہ تکلیف میں تھی۔۔۔۔۔

ارمان نے ہمیشہ کے لیے اس کے جسم و روح پر اپنے نام کی مہر ثبت کر دی۔۔۔وہ نہیں جانتی وہ کتنے گھنٹے اس کا جنون سہتی رہی مگر جب ارمان کی دیوانگی ختم ہوئی تب اس نے ماہی کو آزاد کیا اور اپنی باہوں میں بھر کر سو گیا۔۔۔۔

ماہی کو اپنے انگ انگ میں تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔۔۔اس کی آنکھیں جلن سے بھر گئیں۔۔۔۔وہ بہت مشکل سے ان کی جلن کو قابو کرتی آنکھیں بند کر گئی۔۔۔۔۔

وہ آج کسی اور کی سازش کا شکار ہو گئی تھی۔۔۔

ارمان اگر ہوش میں ہوتا تو کبھی بھی اپنی ہیر کو ایسی تکلیف نا دیتا۔۔۔۔
قسمت نے اسے ایک سازش سے بچا لیا۔۔۔ورنہ شیز املک کے
منصوبے کے حساب سے ماہی کی جگہ وہ ہونے والی تھی۔۔۔۔پھر اس
نے ارمان پر بہتان لگانا تھا۔۔۔قسمت نے شاید ایک سازش کو تو ناکام
کر دیا۔۔۔۔مگر ماہی کی نازک جان کو وہ تکلیف سہنی پڑ گئی۔۔۔۔

دن کے گیارہ بجے کا وقت تھا یہ نئے سال کی نئی صبح تھی۔۔۔مگر ان
دونوں کی زندگیوں میں ایک طوفان لائی تھی۔۔۔۔ارمان کی آنکھ

کھلی۔۔۔اس نے اپنے دماغ کو بیدار کرنے کی کوشش کی۔۔۔اسے اپنے دماغ میں اب تک درد اٹھتی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔

اس نے اپنے آس پاس دیکھا تو اسے پتا چلا وہ ماہی کو اپنے نیچے قید کیے ہوئے ہے۔۔۔اس کی نظر اپنے آپ پر اٹھی۔۔۔وہ اس وقت شرٹ لیس تھا۔۔۔۔اس کا دماغ بھک سے اڑا۔۔۔

وہ فوراً اٹھ کر بیٹھا۔۔۔اس نے یاد کرنے کی کوشش کی مگر کچھ بھی دماغ میں نہیں آ رہا تھا۔۔۔اس کی نظر خود سے ہوتی ماہی کی طرف گئی۔۔۔۔

اسے آسمان پنے سر پر پھٹتا ہوا محسوس ہوا۔۔۔۔

وہ بائیں طرف کروٹ لیے سوئی ہوئی تھی۔۔۔اس کے جسم پر ارمان کی شرٹ تھی۔۔۔اس کے چہرے پر انگلیوں کے نشان تھے۔۔۔ارمان کو لگا وہ زندر گور ہو گیا ہے۔۔۔۔۔جو اس کے دماغ میں آ رہا تھا وہ سوچنا نہیں چاہتا تھا۔۔۔

آخر کیا ہوا تھا کل رات وہ ماہی کے چہرے کی طرف جھکا۔۔۔ہاتھوں سے اس کے چہرے سے بال پیچھے کیے۔۔۔۔اس کا چہرہ لال ہو گیا تھا۔۔۔ایک گال پر تھپڑ اور ہونٹ پھٹا ہوا تھا۔۔۔ارمان کی نظر اس کی گردن کی طرف گئی۔۔۔اس کی گردن جگہ جگہ سے سرخ تھی۔۔۔۔

ارمان کو لگا وہ سانس نہیں لے پائے گا۔۔۔اس نے یہ کیا کیا۔۔۔۔۔وہ اپنی ہیر کے ساتھ یہ کیسے کر سکتا تھا۔۔۔اس نے ہیر

کے گال پر ہاتھ رکھا تو وہ آگ کی طرح جھلس رہی تھی۔۔۔اس کا دماغ ماؤف ہو گیا۔۔۔۔۔"ہیر آنکھیں کھولو۔۔۔۔ہیر کیا ہوا ہے"۔۔۔۔۔

وہ ہل نہیں رہی تھی۔۔۔وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔۔۔ارمان کو اپنے اندر چنگاریاں بھرتی محسوس ہوئیں۔۔۔وہ پاگلوں کی طرح اس پر جھکا اس کا گال تھپتھپا رہا تھا۔۔۔وہ صاف دیکھ سکتا تھا کہ کل رات ان دونوں کے درمیان کیا ہوا ہو گا۔۔۔۔

وہ اپنی ہیر پر کیسے ہاتھ اٹھا سکتا تھا۔۔۔۔۔

وہ فوراً ٹھنڈا پانی لایا اس نے ماہی کے سر پر ٹھنڈے پانی سے پٹیاں کیں کمرے کی حالت اس کی آنکھوں کے سامنے تھی۔۔۔ڈریسنگ کا سارا

سامان بکھرا پڑا تھا۔۔۔۔کیا ہوا تھا کل رات۔۔۔۔ہاں اسے یاد آیا

کل رات وہ واپس نیچے آرہا تھا۔۔۔۔

اس کے بعد کیا ہوا کچھ یاد نہیں۔۔۔۔۔

تین گھنٹے بعد ہیر کے بخار میں کچھ کمی آئی۔۔۔۔

وہ شاور کے نیچے کھڑا اتنی سردی میں ٹھنڈے پانی سے نہا رہا تھا۔۔۔۔۔

اس کا دماغ کل رات میں ہی اٹک گیا تھا۔۔۔جیسے جیسے پانی اس کے

دماغ پر پڑ رہا تھا اسے سب یاد آرہا تھا۔۔۔۔

اور یاد آتے ہی اسے اپنے آپ سے نفرت ہو گئی اس نے اپنا وہ ہاتھ جس

سے ماہی کو تھپڑ مارا تھا وہ زور زور سے دیوار میں مارنا شروع کر دیا وہ چیخ

رہا تھا۔۔۔۔

اس نے اپنا ہاتھ زخمی کر لیا مگر تکلیف کم نا ہوئی۔۔۔۔وہ کیسے اس سے نظریں ملائے گا۔۔۔۔۔

وہ تو اسے زرا سی تکلیف نہیں دیتا تھا اور کل رات یہ اس نے کیا کیا۔۔۔۔۔

وہ فریش ہونے کے بعد واش روم سے باہر آیا۔۔۔۔ہاتھ سے خون رس رس کر جم گیا تھا۔۔۔۔۔

مگر اسے اپنے ہاتھ کی کوئی فکر نہیں تھی۔۔۔اس کا دل جل رہا تھا۔۔۔۔ وہ کیسے اپنے ہوش کھو گیا۔۔۔۔"اپنی موت کی تیاری کر لو شیزا ملک۔۔۔۔میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا"۔۔۔۔۔۔

وہ دل ہی دل میں عہد کرتا ہوا ماہی کی طرف آیا۔۔۔۔اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر بخار کی تپش چیک کی اسے ابھی بھی بخار تھا۔۔۔ارمان نے ضبط سے مٹھیاں بھینچیں۔۔۔۔۔"ہیر میری جان آنکھیں کھولو"۔۔۔۔۔وہ اس کے چہرے کو تھپتھپا رہا تھا۔۔۔۔۔کچھ دیر کے بعد اس نے اپنی مندی مندی آنکھیں کھولیں۔۔۔

ارمان نے اسے ہوش میں آتے ہی سکون کا سانس لیا۔۔۔۔دونوں کی نظریں ملیں۔۔۔۔ارمان کی آنکھوں میں صرف تکلیف تھی۔۔۔۔اور ماہی کی آنکھیں بے تاثر ہو گئیں۔۔۔۔کل رات کے مناظر کسی فلم کی طرح چلنے لگے۔۔۔۔۔

وہ دیکھ سکتی تھی ارمان پہلے والا ارمان بن گیا۔۔۔۔کل رات کی کوئی شبہ نہیں تھی۔۔۔۔وہ آہستہ سے اٹھی ارمان نے اسے کندھوں سے پکڑنا چاہا اس نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔۔۔۔ارمان کو لگا اس کی روح ہزار ٹکڑوں میں بٹ گئی ہے۔۔۔۔

کل رات کے بعد اس کا یہ رویہ جائز تھا۔۔۔"یہ آپ کے ہاتھ پر کیا ہوا ہے؟"۔۔۔وہ جو چہرہ جھکائے کھڑا تھا۔۔۔ہیر کی آواز پر اس نے حیرانی سے چہرہ اٹھا کر اس کی طرف دیکھا جو اس کے ہاتھ کو غور سے دیکھ رہی تھی۔۔۔۔

اس نے ارمان کو اس لیے منع کیا تھا کہ اس کا ہاتھ زخمی تھا۔۔۔اس نے ہاتھ بڑھا کر ارمان کا ہاتھ پکڑا اور اب اس کا معائنہ کرنے

لگی۔۔۔۔وہ خاموش ساکت اور جامد کھڑا تھا۔۔۔۔"آپ بتا کیوں نہیں رہے۔۔۔۔میں آپ سے کچھ پوچھ رہی ہوں"۔۔۔۔وہ اس کا بازو ہلا کر بولی۔۔۔۔

وہ ہوش میں آیا۔۔۔۔ہاتھ کھینچ لیا۔۔۔"کچھ نہیں ہوا"۔۔۔۔ماہی نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا جو نگاہیں جھکائے کھڑا تھا۔۔۔۔"اتنی زیادہ چوٹ لگی ہے اور آپ کہہ رہیں ہیں کچھ بھی نہیں ہوا"۔۔۔۔

کچھ دیر تک ماہی نے اس کے بولنے کا انتظار کیا وہ خاموش ہی رہا۔۔۔۔ماہی کی نظر اپنے حلیے کی طرف اٹھی وہ اس کا ہاتھ اور چوٹ بھول کر

شرمندہ ہو گئی۔۔۔۔چہرہ خفت سے سرخ پڑ گیا۔۔۔۔وہ اٹھی اور واش روم میں بند ہو گئی۔۔۔۔۔

ارمان نے سارے کمرے کا سامان سمیٹنا شروع کیا۔۔۔۔۔۔

وہ اس وقت واش روم کے بیسن پر جھکی۔۔۔۔۔اپنی شکل کو شیشے میں دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔۔چہرہ لال ہو رہا تھا ایک گال سوزش کا شکار تھا اور اس پر واضح انگلیوں کے نشان تھے۔۔۔۔۔

اس کی آنکھیں جو باہر بے تاثر تھیں اب ان سے آنسو بہہ رہے تھے۔۔۔۔۔۔اس کے دماغ میں کل رات کا ایک ایک سین بار بار چل رہا تھا۔۔۔۔۔۔ایک سال۔۔۔۔۔پورا ایک سال وہ ارمان کے ساتھ

رہی۔۔۔۔۔وہ ہمیشہ اپنا سوچتے آئی اس کا کبھی کیوں نہیں سوچا۔۔۔۔۔

اسے اپنے شوہر کا خیال رکھنا چاہیے تھا۔۔۔۔۔اچھی بیویاں وہ ہوتیں ہیں جو شوہر کے حقوق کو پورا کریں۔۔۔۔۔کل رات بے شک ارمان ہوش میں نہیں تھا مگر اس نے جو باتیں کہیں وہ ماہی کے دل کے اندر کھب گئی تھیں۔۔۔۔۔

اس نے سوچ لیا تھا وہ ارمان سے دور نہیں ہو گی۔۔۔۔۔اسے کبھی خود سے جدا نہیں کرے گی۔۔۔۔۔وہ ایک اچھی بیوی بن کر دکھائے گی۔۔۔۔۔

آدھے گھنٹے بعد وہ فریش ہو کر بلیو شرٹ اور جینز ٹراؤزر میں باہر نکلی۔۔۔۔۔ارمان بیڈ پر بیٹھا نہ جانے زمین پر کیا دیکھ رہا تھا۔۔۔۔ماہی کو ابھی تک اپنے جسم میں تکلیف اور درد محسوس ہو رہی تھی۔۔۔۔۔

وہ قدم قدم چلتی اس کی طرف آئی۔۔۔اس کی موجودگی محسوس کر کے ارمان کھڑا ہوا۔۔۔۔۔ماہی آہستہ سے بیڈ پر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔ارمان اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھا۔۔۔۔وہ شاید بولنے کے لیے الفاظ تلاش کر رہا تھا۔۔۔۔۔

بالآخر اس نے بولنے کی ہمت کی کل رات ہوا سارا واقعہ اسے بتا رہا تھا۔۔۔۔"میں تم سے نظریں ملانے کے قابل نہیں رہا۔۔۔۔۔میں

نہیں جانتا میں کیسے ہوش کھو گیا۔۔۔۔میں کیسے اپنی پر نسس پر ہاتھ اٹھا سکتا ہوں۔۔۔۔میرا دماغ میرے قابو میں نہیں تھا۔۔۔۔میں تو ہوش میں بھی تمھاری اجازت کے بغیر۔۔۔۔۔۔۔میں کیسے تمہیں ہاتھ لگا سکتا ہوں۔۔۔۔میں تم سے معافی مانگتا ہوں۔۔۔۔پلیز مجھے معاف کر دو"۔۔۔۔۔وہ رو رہا تھا۔۔۔۔اسے الفاظ نہیں مل رہے تھے بات کرنے کے لیے۔۔۔۔وہ عجیب بے بسی کا شکار تھا۔۔۔۔۔

ماہی نے آہستہ سے اس کا ہاتھ پکڑا وہ اس کی چوٹ کا معائنہ کرنے لگی۔۔۔۔۔اب وہ جان گئی تھی کہ اس ہاتھ پر کیا ہوا۔۔۔۔وہ آہستہ سے اٹھی اور اب وہ دراز سے فرسٹ ایڈ باکس نکال رہی تھی۔۔۔۔

وہ واپس اپنی جگہ پر آکر بیٹھی۔۔۔۔۔اس نے ارمان کے ہاتھ کو اچھے سے اینٹی سیپٹک سے صاف کیا۔۔۔پھر پائیوڈین لگا کر پٹی کی۔۔۔۔۔اس نے روکنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔۔۔۔وہ اسے روک نہیں سکتا تھا۔۔۔ورنہ اس کا بس چلتا تو اپنا ہاتھ ہی اکھاڑ پھینکتا۔۔۔۔۔

ماہی نے اس کی کسی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور یہ خاموشی اس کی جان نکال رہی تھی۔۔۔۔۔"آپ کی قسمت اچھی تھی کہ شیزا کا پلان تباہ ہو گیا ورنہ آپ زنا کہ مرتکب ہو جاتے"۔۔۔۔۔

صرف ایک فقرہ اور ارمان کی ساری دنیا ساکت اور جامد ہو گئی۔۔۔۔۔ماہی نے ایک فقرے میں اسے یہ بتا دیا کہ اس نے کچھ بھی غلط نہیں کیا۔۔۔۔

ارمان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے جو ماہی کے ہاتھ پر گر رہے تھے۔۔۔۔"میں آپ کی بیوی ہوں۔۔۔آپ نے کوئی گناہ نہیں کیا۔آپ کو خود کو چوٹ نہیں پہنچانی چاہیے تھی"۔۔۔اتنا کہتے ساتھ وہ اٹھ گئی۔۔۔مزید وہ بول نہیں سکتی تھی۔۔۔

ارمان کو لگا وہ ہل نہیں پائے گا۔۔۔اس نے کوئی شکوہ شکایت کچھ بھی نہیں کیا۔۔۔اس نے ارمان کو غلط بھی نہیں کہا۔۔۔حالانکہ وہ غلط تھا۔۔۔۔

وہ اتنی اعلیٰ ظرف کیوں تھی۔۔۔۔اسے بخار تھا پھر بھی کمرے سے باہر نکل گئی۔۔۔۔ارمان کو خود سے سخت نفرت محسوس ہو رہی تھی۔۔۔۔۔

وہ کمرے سے نکل کر کچن میں آگئی اس نے ڈائنگ ٹیبل کی کرسی کھینچی اور گرنے کے سے انداز میں بیٹھ گئی۔۔۔۔۔۔

آنسو ایک ایک کر اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔۔۔۔۔"شوہر ہوں میں تمھارا میرا حق ہے۔۔۔۔مگر نہیں تمہیں زرا سا ہاتھ لگاؤں تو تمہیں تکلیف ہونے لگتی ہے"۔۔۔

اس کے کانوں میں بار بار کل رات ارمان کے کہے الفاظ گونج رہے تھے۔۔۔۔۔۔

کمرے کا دروازا کھلنے کی آواز سن کر اس نے اپنے آنسو بے دردی سے رگڑ ڈالے اور اٹھ کر کچن میں چلی گئی۔۔۔۔

ارمان نے اس کی پشت کو دیکھا جو اب کیبنٹ سے سامان نکال رہی تھی۔۔۔۔۔۔وہ وہیں صوفے پر بیٹھ گیا۔۔۔۔اس میں ہمت نہیں تھی اب اس کے سامنے جاتا۔۔۔۔

آدھے گھنٹے بعد وہ کھانا ٹیبل پر لگا رہی تھی۔۔۔ارمان خاموشی سے آیا اور چیئر کھینچ کر بیٹھ گیا۔۔۔۔دونوں کے درمیان مکمل خاموشی تھی۔۔۔۔دونوں سر جھکائے کھانا کھا رہے تھے۔۔۔۔۔

کھانا کھانے کے بعد وہ برتن سمیٹنے لگ گئی۔۔۔۔ارمان کا فون بج اٹھا۔۔۔"ٹھیک ہے میں آرہا ہوں"۔۔۔۔وہ فون پر بات کرتے ہوئے کمرے میں گیا چابیاں اٹھاتا ہوا وہ گھر سے نکل گیا۔۔۔۔۔

ماہی اس کی پشت کو بس دیکھتی رہ گئی۔۔۔۔آج وہ بنا گلے لگائے۔۔۔۔ بنا آنے کا بتائے چلا گیا۔۔۔۔

اسے اپنا آپ ٹوٹتا ہوا محسوس ہوا۔۔۔۔برتن دھونے کے بعد وہ واپس کمرے میں چلی گئی اور کمبل تان کر سو گئی۔۔۔۔۔۔

ناجانے رات کا کونسا پہر تھا جب اس کی آنکھ کھلی۔۔۔۔وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔۔۔اس نے ہمیشہ کی طرح اپنی بائیں طرف دیکھا ارمان اس سے کچھ فاصلے پر سو رہا تھا۔۔۔۔

ماہی کو اپنی آنکھوں پر یقین نا آیا۔۔۔۔وہ آج اس سے دور لیٹا سو رہا تھا۔۔۔آنسوؤں کا کوئی گولا تھا جو ماہی کے حلق میں ہی کہیں اٹک گیا ۔۔۔"جب تک تم میری باہوں میں نا ہو مجھے بلکل نیند نہیں آتی۔۔۔اب تمھاری عادت ہو چکی ہے"۔۔۔

کہیں دور سے ارمان کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔۔۔۔اسے خود بھی کہاں سکون ملتا تھا جب تک وہ اس کے سینے یا کندھے پر اپنا سر نہ رکھ لے۔۔۔۔۔آج کہاں گئی وہ عادت۔۔۔۔۔اس کا دل چاہا وہ اس کے سینے پر سر رکھ کر سو جائے۔۔۔۔مگر دل کی خواہش کو مارتی ہوئی وہ پانی پی کر دوبارہ اپنی جگہ لیٹ گئی۔۔۔۔۔

دن گزرنے لگے مگر ان کے درمیان دوریاں آنے لگی۔۔۔۔۔وہ صرف ماہی کی بات کا جواب دیتا کوئی ایکسٹرا بات نہیں کرتا۔۔۔۔۔وہ اس کی طرف نہیں دیکھتا تھا اب نگاہیں جھکا کر بات کرنے لگا تھا۔۔۔۔۔

پہلے ہمیشہ کی طرح اس کے ماتھے پر بوسہ دیتا تھا۔۔۔۔وہ یہ بھی چھوڑ چکا تھا۔۔۔۔اب اسے اپنے حصار میں لے کر سوتا بھی نہیں تھا۔۔۔۔اکثر وہ شام کو پولیس سٹیشن چلا جاتا ہے۔۔۔۔اور رات کے کسی پہر جب ماہی کی آنکھ کھلتی تو وہ اس سے کچھ فاصلے پر لیٹا سو رہا ہوتا۔۔۔۔

ماہی کی برداشت آہستہ آہستہ ختم ہو رہی تھی۔۔۔ارمان کا یہ سلوک اسے بہت تکلیف دے رہا تھا۔۔۔۔کیا اس رات کے بعد اس کی ساری محبت اور چاہت ختم ہو گئی۔۔۔۔کیا صرف یہ تھی اس کی اہمیت۔۔۔۔

وہ کچھ دیر پہلے گھر آیا تھا۔۔۔ماہی کمرے کے سارے دراز چھان مار رہی تھی۔۔۔۔آخر کافی دیر کی محنت کے بعد اسے اس کی مطلوبہ چیز مل گئی۔۔۔۔۔

ارمان جیسے ہی واش روم سے باہر نکلا۔۔۔ماہی کے ہاتھ میں گن دیکھ اس کا سانس سینے میں اٹک گیا۔۔۔۔۔۔وہ آرام سے اس کے قریب آیا۔۔۔اور کچھ پیار سے پوچھا۔۔۔۔۔"یہ گن کیوں ہاتھ میں پکڑی ہے۔لاؤ شاباش مجھے دو"۔۔۔ارمان کی آواز سن کر وہ اس کی طرف مڑی۔۔۔۔۔۔

ماہی نے گن اس کے ہاتھ پر رکھی۔۔۔اور اس کے ہاتھ کا رخ اپنے دل کی مقام پر کیا۔۔۔"ایک کام کریں اس میں جتنی بھی گولیاں ہیں میرے دل میں اتار دیں"۔۔۔۔ارمان کا ہاتھ لرزا گن نیچے نرم کالین پر گر گئی۔۔۔۔

اسے لگا وہ اس کی سانسیں چھیننے کی بات کر رہی ہے۔۔۔وہ کچھ بھی بول نہیں پایا۔۔۔۔"یہ۔۔۔یہ کیا بول رہی ہو!"۔۔۔۔اسے اپنی آواز کسی کھائی سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔۔۔۔

وہ اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔۔جس پر مذاق کا کوئی شبہ نہیں تھا۔۔۔۔"ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہوں میں۔۔۔۔دس دن کافی ہوتے ہیں انسان کو نارمل ہونے کے لیے۔۔۔۔آپ نے دیکھا

ہے خود کو کتنے بدل گئے ہیں۔۔۔۔آپ مجھے ہاتھ لگانا تو دور میری طرف دیکھتے بھی نہیں۔۔۔۔گھر سے جانے سے پہلے اور آنے کے بعد آپ مجھے گلے لگا کر پیار کرتے تھے۔۔۔۔وہ سب ختم کر دیا۔۔۔۔ آپ کو تو تب تک نیند بھی نہیں آتی تھی جب تک میں آپ کی باہوں میں نا ہوں اب آپ مجھ سے دور فاصلے پر سوتے ہیں۔۔۔۔آپ اس رات کے بعد کتنے بدل گئے ہیں آپ کہیں سے بھی میرے حیدر نہیں رہے۔۔۔۔۔کیا صرف یہ تھا آپ کا عشق۔۔۔۔۔آپ کو تو میری روح سے عشق تھا۔۔۔۔۔جانتے بھی ہیں آپ کا یہ رویہ مجھے ہزاروں موتیں مار رہا ہے۔۔۔۔۔کیا آپ کا سارا عشق، محبت، چاہت سب اس رات کے بعد ختم ہو گیا"۔۔۔۔۔وہ پھٹ پڑی۔۔۔۔

آنسو اس کی گالوں پر بہہ رہے تھے۔۔۔۔۔"صرف اس وجہ سے کے اس رات آپ کو میرا وجود حاصل ہو گیا تھا۔۔۔۔کیا یہی تھی آپ کی محبت جو میرے جسم تک محدود تھی"۔۔۔۔۔۔وہ بہت مشکل سے ہچکیوں کے درمیان بولی۔۔۔۔اور ارمان کو لگا وہ اس کے منہ پر تمانچہ مار رہی ہو۔۔۔۔"ہیر"۔۔۔۔۔وہ اونچی آواز میں دھاڑا۔۔۔

اس کے ماتھے کی رگیں ابھری۔۔۔۔۔۔"تم میرے بارے میں یہ سوچتی ہو۔۔۔۔تم نے اس قدر گھٹیا سمجھا ہے مجھے۔۔۔۔۔تمہیں وضاحت چاہیے نا کہ میں ایسا کیوں کرتا ہوں تو سنو۔۔۔۔۔اس رات کے بعد نفرت ہو گئی ہے مجھے خود سے۔۔۔۔میں کیسے بھول جاؤں کے میں نے تمہیں تکلیف دی۔۔۔۔۔تمہاری طرف اس لیے نہیں دیکھتا کیونکہ میں تم سے نظریں ملانے کے قابل نہیں رہا۔۔۔۔۔تمہیں اس

لیے نہیں چھوتا کیونکہ مجھے اپنا آپ ایک مجرم لگ رہا ہے۔۔۔۔۔۔رات کو تمہارے قریب اس لیے نہیں ہوتا کہ کہیں دوبارہ تمہیں کوئی تکلیف نہ دے دوں۔۔۔۔۔تمہارے لیے میں سالوں کتنا تڑپا ہوں یہ صرف میں یا میرا خدا جانتا ہے۔۔۔۔میں تو یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ تم کیسی دکھتی ہو گی تب سے تم سے عشق کرتا آرہا ہوں۔۔۔۔۔اور تم میرے پاکیزہ عشق کو حوس سمجھ رہی ہو"۔۔۔۔۔

وہ اونچی آواز میں چیخا۔۔۔۔۔ماہی نے اپنے دونوں ہاتھ منہ پر رکھ کر اپنی آواز کو دبایا۔۔۔۔وہ رو رہی تھی۔۔۔۔اور اس کی ہچکیاں ارمان سن رہا تھا۔۔۔۔وہ بے بس سا ہو گیا۔۔۔۔"ایم سوری میں تم پر غصہ نہیں کرنا چاہتا تھا بس...."۔۔۔۔۔

اس کے باقی کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے وہ بے تابی سے اس کے سینے سے آ لگی اور دوبارہ رونے لگی۔۔۔۔۔"جب اتنی ہی محبت ہے تو کیوں ہمارے درمیان یہ دوری کھڑی کر دی ہے۔۔۔۔مجھ سے نہیں ہوتی آپ کی یہ بررخی برداشت۔۔۔۔۔۔مجھے میرے حیدر واپس چاہیے"۔۔۔۔۔۔وہ ایک ہاتھ سے اس کے کالر کو مضبوطی سے پکڑے دوسرے ہاتھ سے اس کے سینے پر مکا مارتی بولی۔۔۔۔۔۔

ارمان نے اس کے گرد حصار مضبوط کیا۔۔۔۔۔وہ اس عورت کے معاملے میں بے بس تھا۔۔۔۔وہ اس کے سینے سے لگی کافی دیر تک روتی رہی۔۔۔۔10 دنوں بعد اس کے سینے سے لگی ہوئی تھی اور ارمان کو سکون مل رہا تھا۔۔۔۔

کتنے ہی منٹ گزر گئے وہ ویسے ہی اس کے سینے سے لگی کھڑی رہی ۔۔۔۔۔۔"ہیر۔۔۔۔کیا ساری رات ایسے ہی کھڑی رہنے کا ارادہ ہے"۔۔۔۔دوسری طرف خاموشی۔۔۔۔۔۔

وہ تو سکون سے آنکھیں بند کیے اس کی خوشبو میں سانس لے رہی تھی ۔۔۔۔۔۔"پہلے وعدہ کریں کہ آپ بالکل پہلے جیسے ہو جائیں گے تبھی میں آپ سے الگ ہوں گی ورنہ میں ایسے ہی کھڑی رہوں گی"۔۔۔۔۔وہ اپنی ٹھوڑی اس کے سینے پر ٹکاتی ہوئی مان سے بولی۔۔۔۔۔۔

ارمان نے گہری سانس لی۔۔۔۔۔"اوکے جو کام آپ کا بیگم صاحبہ"۔۔۔۔۔اور وہ ہمیشہ کی طرح لفظ بیگم صاحبہ پر کھل کھلا کر ہنس

پڑی۔۔۔۔ارمان نے اس کا چہرہ سامنے کر کے اس کے ماتھے پر لب رکھے اور ماہی کو لگا کہ وہ تپتی ہوئی زمین سے ٹھنڈی چھاؤں میں آ گئی ہے۔۔۔۔۔۔

ماہی نے ارمان کے گلے میں باہیں ڈالیں اور اپنے قدموں کو اوپر اٹھاتے ہوئے بہت مشکل سے اس کی گردن کے اوپر تک آئی ارمان نے اس کی کمر کے گرد حصار مضبوط کر کے اسے اوپر اٹھایا۔۔۔۔اب اس کا چہرہ ارمان کے چہرے سے اونچا ہو گیا تھا اس نے اپنے لب ارمان کے ماتھے پر رکھے۔۔۔۔۔

ارمان نے اسے داد طلب نظروں سے دیکھا۔۔۔۔وہ مکمل طور پر ارمان کے حصار میں اس کے سہارے کھڑی تھی۔۔۔ارمان نے اسے

تھوڑا سا نیچے کیا۔۔۔کہ اس کے ہونٹ ارمان کی ناک کے قریب آ گئے۔۔۔۔

پھر ارمان نے اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں پر رکھ دیے۔۔۔۔۔۔۔اس نے جلدی سے خود کو کمپوز کرنے کے لیے ایک ہاتھ سے ارمان کی کالر کو گردن سے پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے ارمان کے سر کے بال پیچھے سے مٹھی میں دبوچے۔۔۔۔۔

ارمان نے نرمی سے اس کے ہونٹوں پر مرہم رکھی جیسے اپنے پچھلے سلوک اور تکلیف پر مرہم لگا رہا ہو۔۔۔۔۔۔پھر وہ نرمی سے اس کی آنکھوں پر لمس چھوڑتا ہوا اسے زمین پر اتار چکا تھا۔۔۔۔۔

وہ دوبارہ اس کے سینے سے لگ گئی۔۔۔۔۔آج اتنے دنوں کے بعد اسے لگ رہا تھا کہ وہ واپس اپنے حیدر کو پا چکی ہے۔۔۔۔۔

فروری کا مہینہ اب شروع ہو گیا تھا۔۔۔۔۔پچھلے دو ہفتوں سے ارمان کچھ پریشان تھا اور اس کا دھیان بھی پتہ نہیں کہاں رہتا تھا۔۔۔۔۔کل شام کا وہ پولیس اسٹیشن گیا ہوا تھا اور اب صبح ہو گئی تھی وہ ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔۔۔۔۔اور ماہی کو پریشانی نے آن گھیرا تھا۔۔۔۔وہ ہمیشہ واپس آجاتا تھا اور آج ابھی تک نہیں آیا تھا اچانک اس کا موبائل بج اٹھا اس نے دیکھا انوشہ کی کال آرہی تھی۔۔۔۔۔

اس نے کال رسیو کر کے موبائل کان سے لگایا تو دوسری طرف سے انوشہ کی پریشان آواز آئی۔۔۔۔۔"ماہی جلدی سے نیوز سنو۔۔۔۔۔ بھائی کے بارے میں نیوز آرہی ہے"۔۔۔۔۔یہ سننا تھا کہ ماہی کا سارا خون نچڑ گیا وہ فورا ایل ای ڈی کی طرف بھاگی۔۔۔۔۔اور اس نے نیوز چینل لگایا۔۔۔۔۔

سامنے ہی ارمان کا پولیس اسٹیشن دکھایا جارہا تھا۔۔۔۔۔"جی تو ناظرین آپ کو بتاتے چلیں کہ کل رات اے ایس پی ارمان کو ان کے ہی پولیس اسٹیشن میں اریسٹ کر لیا گیا ہے۔۔۔۔۔ان پر شیز املک نے اپنے باپ اکرام ملک کی موت کا الزام لگایا ہے۔۔۔۔اور صرف یہی نہیں انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ جب انہوں نے ارمان کو دھمکی دی کہ وہ سب کو ان کی سچائی بتادے گی تو ارمان نے ان کے ساتھ جنسی زیادتی کر کے ان

کا منہ بند کر دیا۔دو گھنٹے بعد اے ایس پی ارمان کو عدالت طلب کیا گیا ہے دیکھتے ہیں اب ان کے کیس کا کیا فیصلہ ہوتا ہے"۔۔۔۔۔ماہی کو ساری بلڈ نگ کی عمارت اپنے سر پر گرتی محسوس ہوئی۔۔۔۔۔۔۔

اسے لگا کوئی اس کے کانوں میں پگھلتا ہوا سیسا انڈیل رہا ہو۔۔۔۔۔وہ نفی میں سر ہلاتی وہیں زمین پر بیٹھ گئی۔۔۔۔وہ جانتی تھی یہ بہت بڑا جھوٹ ہے جو اس کے شوہر کے خلاف بولا گیا ہے۔۔۔۔۔

بہت دیر بعد اس نے خود کو حرکت دی۔۔۔۔۔اس نے جلدی سے اپنا لباس تبدیل کیا۔۔۔وہ پرنٹڈ لائٹ پنک کلر کی فراک اور ہم رنگ دوپٹے میں موجود تھی خود کو اچھے سے چادر سے کور کیا اور فلیٹ لاک

کرتی ہوئی باہر نکل گئی۔۔۔۔۔اسے اپنے شوہر کے پاس جانا تھا وہ اسے اکیلا نہیں چھوڑ سکتی تھی۔۔۔۔۔

موت

وہ آدھے گھنٹے بعد پولیس اسٹیشن پہنچی۔۔۔۔۔جیسے ہی اس نے پولیس اسٹیشن کے اندر انٹر ہونے کی کوشش کی سارا پولیس اسٹیشن باہر سے رپورٹرز کے ہجوم سے بھرا ہوا تھا۔۔۔۔۔ایک طرف اکرام ملک کے حمایتی کھڑے تھے۔۔۔۔۔

ماہی کو ان سب سے عجیب خوف محسوس ہوا ان کے ہاتھوں میں ڈنڈے تھے۔۔۔۔۔اور وہ بار بار ایک ہی بات دہرا رہے تھے کہ اس ایس پی کو باہر نکالو ہم اس سے بدلہ لیں گے۔۔۔۔۔

ماہی اس سارے ہجوم کو نظر انداز کرتی دوسری طرف سے پولیس اسٹیشن کے اندر بھاگی۔۔۔۔۔وہ پولیس اسٹیشن کے اندرونی اینٹرنس تک آئی۔۔۔۔۔۔وہاں بہت ساری لیڈی کانسٹیبلز اور میل کانسٹیبل کھڑے تھے۔۔۔۔۔ان میں سے ایک نے روکنے کی کوشش کی مگر سدرہ نے اشارے سے اس کانسٹیبل کو روک دیا۔۔۔۔۔۔

اس نے ماہی کا راستہ چھوڑا ماہی بھاگتی ہوئی اندر گئی۔۔۔۔۔۔سامنے ہی سارے اضطرابی کیفیت میں کام کرتے نظر آرہے تھے۔۔۔۔۔

اس کی نظر ہر ایک شخص سے ہوتی ہوئی مریم اور مرحا پر رکی۔۔۔۔۔

وہ مریم کی طرف بھاگی۔۔۔۔۔"حیدر کہاں ہیں؟"۔۔۔۔اس کے لہجے میں کتنی بے تابی اور تڑپ تھی مرحا نے صاف محسوس کیا۔۔۔۔۔دل میں چھن سے کچھ ٹوٹا۔۔۔۔۔مریم نے ایک نظر اسے دیکھا۔۔۔۔۔۔

وہ صاف دیکھ سکتی تھی اس کی آنکھیں بہنے کے لیے بے تاب ہیں۔۔۔۔۔۔"میم آپ کو یہاں نہیں آنا چاہیے تھا ارمان سر غصہ کریں گے"۔۔۔۔۔وہ کچھ بے بسی سے بولی۔۔۔۔۔۔

ماہی نے ٹیبل پر دونوں ہاتھ زور سے مارے۔۔۔۔۔"مجھے مت سکھاؤ مجھے کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں میں نے پوچھا میرا شوہر کہاں ہے!"۔۔۔۔۔وہ غصے میں اتنی اونچی آواز میں چیخی کے سارے پولیس اسٹیشن کے در و دیوار ہل گئے۔۔۔۔۔۔

انویسٹیگیشن روم میں ارمان نے اس کی آواز سن کر اذیت سے آنکھیں میچیں۔۔۔۔۔۔"تمہیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا ہیر"۔۔۔۔وہ دل ہی دل میں اس سے مخاطب ہوا۔۔۔۔۔

وہ کرسی چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔"آرام سے بیٹھ جاؤ اے ایس پی ارمان"۔۔۔۔۔۔انویسٹیگیشن آفیسرز میں سے ایک بولا۔۔۔ارمان بے بسی سے واپس بیٹھ گیا۔۔۔۔۔

ماہی کی چیخ کی آواز وہ سب بھی سن چکے تھے۔۔۔۔"جاؤ دیکھو کون ہے یہ جاہل عورت جو اس طرح چیخ رہی ہے"۔۔۔۔۔۔اس شخص نے ایک کانسٹیبل کو حکم دیا۔۔۔

ارمان کا بس نا چلا وہ اس شخص کا منہ توڑ دے۔۔۔۔"اپنی زبان کو لگام دو۔۔۔۔خبردار اگر میری عورت کے بارے میں کوئی بکواس بات کہی۔۔۔۔بیوی ہے وہ میری"۔۔۔۔ارمان سرد لہجے میں دھاڑا کے سارے کمرے کے در و دیوار گونج اٹھے۔۔۔۔۔

ارمان کی آنکھیں اس کانسٹیبل پر تھیں۔۔۔۔وہ اس کی آنکھوں میں وحشت دیکھ ایک قدم نا ہلا پایا۔۔۔۔وہ آفیسر قہقا لگا کر

ہنسا۔۔۔۔"ارے واہ شادی شدہ ہو پھر بھی باہر منہ مارتے ہوئے شرم نہیں آئی۔۔۔۔۔کیا بیوی خوش نہیں کرتی"۔۔۔۔۔وہ خباثت سے آنکھ ونک کرتا بولا۔۔۔۔۔

ارمان ایک ہی جست میں اپنی کرسی چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔۔اور دوسرے لمحے اس شخص کا گریبان ارمان کے ہاتھ میں تھا۔۔۔۔"میں نے خبر دار کیا تھا نا کہ میری بیوی کے بارے میں کوئی بکواس نہ کرنا۔۔۔۔۔مگر شاید تمہیں سمجھ نہیں آئی تھی"۔۔۔۔۔ارمان نے اس شخص کا گلا دونوں ہاتھوں سے دبانا شروع کیا۔۔۔۔۔

وہ سارے آفیسر ارمان کو اس شخص سے دور کر رہے تھے۔۔۔۔۔بہت مشکل سے وہ اسے ارمان سے دور کر پائے۔۔۔۔دروازہ کھلا سامنے مرحا اور مریم کھڑی تھیں۔۔۔۔

ان دونوں کے چہروں پر بے بسی تھی۔۔۔۔"سعدان سب کو یہاں سے باہر نکالو مجھے اپنی بیوی سے ملنا ہے۔۔۔۔۔کوئی بھی مرد کمرے میں نہیں ہونا چاہیے"۔۔۔۔۔ارمان غصے سے دھاڑا۔۔۔۔۔"یہ تمھارا گھر نہیں ہے مسٹر ارمان جو تم اپنی مرضی کرتے پھرو۔۔۔۔تم اس وقت حراست میں ہو"۔۔۔۔

اس آفیسر کی بات سن ارمان ہنس پڑا۔۔۔۔"میں خود اے ایس پی ہوں تم لوگوں سے زیادہ مجھے قانون آتا ہے۔۔۔۔اس لیے میرے سامنے

بکواس کرنے کی کوشش مت کرنا۔۔۔۔میں اپنے کیبن میں جارہاہوں سعد اور خبر داران میں سے کوئی میری بیوی کی موجودگی میں وہاں آیا تو تم اپنی خیر منانا"۔۔۔۔۔۔یہ کہتے ساتھ وہ روم سے نکل گیا۔۔۔۔۔

ماہی اس کے کیبن میں اضطرابی کیفیت میں چکر پر چکر کاٹ رہی تھی۔۔۔۔۔کچھ پل بعد وہ اندر داخل ہوا۔۔۔۔اسے دیکھ ماہی سے اپنی نمی کنٹرول کرنا مشکل ہو گیا۔۔۔۔وہ بھاگتی ہوئی اس کے سینے سے آ لگی۔۔۔۔۔ارمان نے اذیت سے آنکھیں میچیں۔۔۔۔اور دونوں ہاتھوں سے اس کے گرد حصار باندھا۔۔۔۔۔

پیچھے وہ آفیسر غصے سے پھٹ پڑا۔۔۔"جاؤ تم دونوں اور اس اے ایس پی پر نظر رکھو"۔۔۔۔۔وہ مریم اور مرحا کو دیکھ دھاڑا۔۔۔وہ دونوں فورا ارمان کے کیبن کی طرف گئیں۔۔۔۔

وہ ارمان کے سینے سے لگی بے آواز رو رہی تھی۔۔۔۔۔

ارمان اذیت اور بے بسی کی انتہا پر تھا۔۔۔۔وہ دونوں کیبن کے دروازے پر آکر کھڑی ہو گئیں۔۔۔۔۔

سامنے کا منظر دیکھ مرحا کو لگا جیسے کسی نے اس کی آنکھوں میں مرچیاں بھر دیں ہوں۔۔۔۔وہ یہ منظر ایک پل بھی کہاں دیکھ سکتی تھی۔۔۔۔۔

اس نے بے اختیار سانس لینے کی کوشش کی مشکل سے لے پائی۔۔۔۔۔

ارمان نے نرمی سے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرا۔۔۔۔ اور اس کے سر پر اپنے لب رکھے۔۔۔۔ پھر اپنے ہاتھوں سے اس کے آنسو صاف کیے۔۔۔۔۔ اسے لیے وہ کرسی کی طرف آیا اسے بٹھایا اور اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھا۔۔۔۔

اس نے ماہی کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے۔۔۔۔۔ "مجھے پتا ہے یہ سب جھوٹ ہے الزام ہے آپ پر۔۔۔۔ آپ کو اپنی صفائی دینے کی کوئی ضرورت نہیں"۔۔۔۔ وہ ارمان کے کچھ بولنے سے پہلے ہی بھیگے لہجے میں بولی۔۔۔۔۔

ارمان بے ساختہ مسکرا اٹھا۔۔۔۔کتنا یقین اور مان تھا اس کی پرنسس کو اس پر۔۔۔۔۔"اس رات کے بعد شیزا کہاں غائب ہو گئی معلوم نہیں مگر چار دن پہلے وہ سڑک پر بہت بری حالت میں ملی۔۔۔۔اور کل ہوش میں آنے کے بعد اس نے بیان میں میرا نام لکھوا دیا"۔۔۔۔۔

وہ کچھ پل کو خاموش ہو گیا۔۔۔۔۔"مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا دنیا میرے بارے میں کیا سوچتی ہے۔۔۔۔بس میری جان تم مجھے کبھی غلط مت سمجھنا"۔۔۔۔۔ماہی نے آنسوؤں سے لبریز آنکھوں کے ساتھ نفی میں سر ہلایا۔۔۔۔۔

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ ہلکا سا مسکرایا۔۔۔"میں حق اور سچ کی خاطر جا رہا ہوں۔۔۔معلوم نہیں کہ کیا فیصلہ ہو مگر یاد رکھنا میں صرف تمھارا حیدر رہوں۔۔۔ہو سکتا ہے یہ ہماری آخری ملاقات ہو اس کے بعد ہم دونوں کبھی ایک دوسرے کو دیکھ نا سکیں ان آنکھوں سے"۔۔۔۔۔

وہ سوچ سوچ کر بول رہا تھا۔۔۔اور ماہی کی حالت تو ایسی تھی کہ کاٹو تو بدن میں لہو نا ہو۔۔۔وہ نفی میں سر ہلا رہی تھی۔۔۔"پلیز حیدر ایسا مت کہیں۔۔۔میں آپ کے بنا ایک پل نہیں جی سکوں گی"۔۔۔۔۔

وہ اس کے دونوں ہاتھ پکڑتی ہوئی بولی۔۔۔۔۔

ارمان نے نرمی سے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے۔۔۔"میری جان تمہیں حوصلہ نہیں ہارنا اس سچائی کی جنگ میں مجھے کچھ بھی ہو سکتا ہے۔۔۔ تمہیں مظبوط بننا ہو گا۔۔۔میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمھارے لیے واپس ضرور آؤں گا۔۔۔ لیکن اگر میں آ نہیں سکا۔۔۔تو تمہیں ساری زندگی میری امانت بن کر رہنا ہے۔۔۔ تمہیں کبھی نہیں بھولنا کہ تم میری بیوی ہو۔۔۔۔اے ایس پی ارمان حیدر کی۔۔۔ تمہیں طاقت ور بننا ہو گا۔۔۔اگر مجھے کچھ ہو جائے تو آنسو مت بہانا ہو سکتا ہے تمھارے آنسو صاف کرنے کے لیے میرے ہاتھ دوبارہ موجود نا ہوں"۔۔۔۔۔

ارمان کا اپنا دل اس وقت اذیت کا شکار تھا۔۔۔یہ سوچ ہی جان لیوا تھی کہ شاید اب وہ اس چہرے کو کبھی دوبارہ نہ دیکھ پائے۔۔۔اور یہ

سوچ اس کا دل چیر رہی تھی کہ وہ اپنی ہیر کو بنا کسی کے سہارے اکیلا چھوڑ کر جا رہا ہے۔۔۔۔۔"تمہیں اپنا خیال اور اپنی حفاظت اب خود کرنی ہے۔۔۔۔۔میری امانت ہو تم اپنا دھیان رکھنا"۔۔۔۔۔

وہ دل پر منوں بوجھ لیے بولا۔۔۔۔ماہی کے رونے میں اور روانی آ گئی۔۔۔۔۔"نہیں میں کیسے اپنا خیال رکھوں گی۔۔۔۔مجھے تو آپ کے بنا نیند ہی نہیں آتی اور آپ ساتھ نہ ہوں تو میں کھانا نہیں کھا پاتی۔۔۔۔ میں مر جاؤں گی ایسا مت کہیں حیدر"۔۔۔۔۔یہ سوچ ہی جان لیوا تھی کہ وہ اس شخص کو شاید ہی کبھی دوبارہ دیکھ پائے۔۔۔۔۔

دونوں کا حال بہت دل برداشتہ تھا۔۔۔۔اس لڑکی سے الگ ہونا بہت مشکل تھا جس سے اس نے اس کی پیدائش سے پہلے سے عشق کیا

تھا۔۔۔"تمہیں رہنا ہو گا۔۔۔۔تمہیں میری خاطر زندہ رہنا ہو گا۔۔۔۔۔تم خود کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔۔۔۔۔اس دنیا میں اگر آج کے بعد ہم دوبارہ نا مل پائے تو اس جہان میں ملیں گیں۔۔۔۔تم صرف میری ہو کبھی بھی اس بات کو نہ بھولنا"۔۔۔۔۔

وہ یہ کہتا ہوا اٹھ گیا۔۔۔۔

ماہی بھی ایک جھٹکے سے اٹھی اور اس کے سینے سے لپٹ گئی۔۔۔۔

"آپ بہت ظالم ہیں ایسی باتیں کیوں کر رہیں ہیں۔۔۔۔پتا ہے نہ نہیں رہ سکتی میں آپ کے بنا۔۔۔۔اس لیے مجھے تکلیف دے رہیں ہیں۔۔۔۔آپ مجھ سے بدلہ لے رہیں ہیں نا ان سب تکلیفوں کا جو میں نے آپ کو دیں۔۔۔۔میں آپ سے معافی مانگ لوں گی۔۔۔۔میں

آپ کواب کوئی درد نہیں دوں گی۔۔۔۔۔بس مجھے چھوڑ کرنا جائیں"۔۔۔۔۔

وہ ہچکیوں کے ساتھ روتی ہوئی بولی ارمان چاہ کر بھی اپنے آنسوؤں پر کنٹرول نا کر پایا۔۔۔۔اور اسے خود میں بھینچ لیا۔۔۔۔ہاں وہ یہ لمس آخری بار محسوس کر رہا تھا۔۔۔شاید اب دوبارہ نا کر پائے۔۔۔۔

مرحا اور مریم دونوں ان کو دیکھ بے آواز آنسو بہا رہیں تھیں۔۔۔۔۔"مجھے جانا ہو گا ہیر۔۔۔۔۔مجھے جانے دو۔۔۔۔۔مت روکو۔۔۔میرے لیے بہت مشکل ہے"۔۔۔۔وہ اسے زور سے پکڑ کر کھڑی تھی۔۔۔۔۔"نہیں۔۔۔۔میں کہیں نہیں جانے دوں

گی"۔۔۔۔۔وہ نفی میں سر ہلاتی اپنا حصار مظبوط کر گئی کھونے کا ڈر حاوی ہو رہا تھا۔۔۔۔

ایک بار پھر جدائی قسمت میں لکھ دی گئی تھی۔۔۔۔"میری جان بات کو سمجھو میں یہاں سے جا رہا ہوں تمھارے دل سے نہیں میں صرف تمھارا ہوں اور تمھارے علاوہ میری زندگی میں کوئی اور عورت نہیں آسکتی یہ بات کبھی بھولنا مت۔۔۔تم میری زندگی میں آنے والی پہلی اور آخری عورت ہو"۔۔۔۔۔۔

وہ اسے خود سے زبردستی دور کر چکا تھا۔۔۔۔وہ دوبارہ اس سے لپٹ گئی۔۔۔۔۔ارمان نے اب کی بار پیار سے اسے دور کیا پانی کا گلاس پکڑا

اور اسے کرسی پر بٹھا کر پلایا۔۔۔۔ماہی کو اپنا دل کرچیوں میں بٹتا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔۔

یہ سوچ ہی جان لیوا تھی کہ 14 سال کی دوری کے بعد وہ دوبارہ اس سے دور ہو جائے گی۔۔۔۔اسے اپنی دنیا نہس تہس ہوتی نظر آ رہی تھی۔۔۔۔۔وہ اس کی ہیزل گرین آنکھوں کو دیکھ رہی تھی کیا کبھی دوبارہ یہ آنکھیں دیکھ پائے گی۔۔۔۔۔

دونوں نے کچھ پل ایک دوسرے کو دیکھا۔۔۔۔"جب تک میں پولیس اسٹیشن سے نکل نہ گیا تم اس کبین سے باہر نہیں نکلو گی اور یہ میرا حکم ہے۔۔۔۔گھر چلی جانا"۔۔۔۔۔یہ کہتے ہوئے وہ اس کے ماتھے پر اپنا

آخری لمس چھوڑتا ہوا کیبن سے باہر نکل گیا۔۔۔اور ماہی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔۔۔۔۔

ارمان نے ایک نظر ان دونوں کو دیکھا جو دروازے میں ساکت کھڑیں تھیں۔۔۔۔"مجھے کچھ بھی ہو جائے اس کا دھیان رکھنا اور اسے اکیلا نا چھوڑنا۔۔۔"ارمان نے آخری بات کہی انہوں نے سر ہلایا ارمان چلا گیا۔۔۔۔

وہ ہمیشہ کے لیے ماہی کو چھوڑ کر چلا گیا۔۔۔ماہی کی ہچکیاں سارے کیبن میں گونج رہیں تھیں۔۔۔۔۔وہ ہل ہی نا پائی۔۔۔۔وہ اسے آواز نا دے پائی وہ چلا گیا۔۔۔ماہی کو لگا وہ اب کبھی بول نہیں پائے

گی۔۔۔۔اگراس نے دوبارہ اس شخص کو نادیکھا تو وہ اندھی ہو جائے گی۔۔۔۔۔

وہ دونوں بے بسی سے اسے روتے ہوئے دیکھتی رہ گئی۔۔۔۔

سارا کیبن ماہی کے ساتھ ماتم کناں رہ گیا۔۔۔۔۔

تین سال بعد:۔

یہ اپریل کے دن تھے۔۔۔۔اور منظر کراچی کی ایک مصروف شاہراہ کا تھا۔۔۔وہ گاڑی ڈرائیو کرتی ہوئی یونیورسٹی جارہی تھی۔۔۔۔آج

اس کے لاسٹ سمیسٹر کا تھیسیس تھا۔۔۔۔وہ اپنی گریجویشن مکمل کرنے کے بہت پاس تھی۔۔۔۔

تین سالوں میں بہت کچھ بدل گیا تھا۔۔۔۔وہ پہلے سے زیادہ خوبصورت اور پہلے سے زیادہ سنجیدہ ہو گئی تھی۔۔۔۔وہ حادثہ جو اس کی زندگی میں تین سال پہلے آیا تھا اس حادثے نے ماہی کو اندر تک توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا اس کے بعد وہ بہت بدل گئی تھی۔۔۔۔۔

اسے ڈرائیونگ کرتے ہوئے یاد آیا اس نے کس طرح ضد اور فرمائش سے ارمان سے گاڑی چلانا سیکھی تھی۔۔۔۔۔اس کا ذہن ماضی میں کھو گیا۔۔۔۔۔

یہ آرزو کی شادی سے دو ماہ پہلے کا کوئی دن تھا۔۔۔ارمان اس دن لاؤنج میں ایل سی ڈی کے سامنے بیٹھا نیوز سن رہا تھا۔۔۔ماہی کمرے سے نکلی اور اس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔۔۔۔"حیدر سنیں نا"۔۔۔۔۔ارمان نے ایک نظر اسے دیکھا وہ اس وقت ریڈ فراک میں انتہا کی خوبصورت لگ رہی تھی۔۔۔۔۔ارمان نے سکرین بند کی اور اسے کھینچ کر اپنی باہوں میں بھرا۔۔۔۔۔

ماہی اس کی آنکھوں میں عشق کے رنگ دیکھ تذبذب کا شکار ہوئی۔۔۔۔۔"مجھے بھی ڈرائیونگ سیکھنی ہے پلیز سیکھائیں نا"۔۔۔۔۔وہ ارمان کو اپنی بات کی طرف متوجہ کرتی بولی۔۔۔۔۔"تمہیں سیکھنے کا شوق ہے!"۔۔۔۔ماہی نے ارمان کی بات پر زور و شور سے ہاں میں سر ہلایا۔۔۔۔

ارمان اس سے تھوڑا دور ہوا۔۔۔"لیکن تمہیں ڈرائیونگ سکھا کر مجھے کیا فایدہ ہو گا؟"۔۔۔ماہی نا سمجھی سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔وہ اس کے سینے سے لگ گئی۔۔۔"کیا مطلب کیا فایدہ ہو گا۔۔۔آپ کو اچھا نہیں لگے گا آپ کی بیوی بھی انڈیپینڈنٹ ہو"۔۔۔۔

ارمان مسکرایا۔۔۔"لیکن پھر اس کے بدلے میں مجھے کیا ملے گا!"۔۔۔ماہی سمجھ نا سکی۔۔۔"آپ کو کیا چاہیے؟"۔۔۔۔۔۔"کیا دے سکتی ہو تم مجھے۔جو مانگوں گا وہ دو گی؟۔۔۔وہ اسے الجھا رہا تھا۔۔۔۔"ہاں جو کہیں گیں وہ دے دوں گی بس مجھے ڈرائیونگ سکھا دیں۔۔۔پلیز۔۔۔مجھے نہیں پتا بس مجھے سیکھنی ہے"۔۔۔۔

وہ لاڈ سے اس کے گلے لگتی ہولی۔

ارمان نے ہونٹوں پر خوبصورت مسکراہٹ دوڑ گئی۔۔۔۔"اوکے مگر تمہیں ایک ڈیل کرنی ہو گی"۔۔۔۔۔ماہی نے حیرانی سے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔۔۔۔"کیسی ڈیل؟"۔۔۔۔"تمہیں روز مجھے کس دینی ہو گی وہ بھی یہاں"۔۔۔۔۔ارمان نے اس کے ہونٹوں پر اپنی انگلی رکھی۔۔۔۔ماہی کا رنگ لمحے کے ہزارویں حصے میں بدلہ۔۔۔۔

وہ خفت سے اپنے لباس کی طرح سرخ پڑ گئی۔۔۔۔۔"ویل۔۔۔اسے بزنس کہتے ہیں میری جان اب تم لال حسینہ بن کر میرے سامنے آ کر بیٹھ گئی ہو اور میں صرف آہیں ہی بھر سکتا ہوں۔۔۔۔اگر تمہیں اپنی

بات منوانی ہے تو میری بھی ماننی ہو گی۔ابھی تو تم نے کہا میں جو مانگوں گا دو گی"۔۔۔۔اور ماہی منہ کھولے اسے دیکھتی رہ گئی۔۔۔۔۔

ارمان بے نیاز ہو کر بیٹھ گیا۔۔۔"آپ مجھے چیلنج کر رہیں ہیں۔۔اوکے تو پھر مجھے آپ کی ڈیل منظور ہے۔۔۔۔لیکن مجھے آج سے ہی ڈرائیونگ سیکھنی ہے"۔۔۔۔۔وہ اس کا کالر پکڑتی ہوئی مظبوط لہجے میں بولی۔۔۔۔۔ارمان نے ایک جھٹکے سے اسے قید کیا۔۔۔"اوکے تو پھر مجھے بھی آج سے ہی اپنی ڈیل پر عمل کرنا ہے"۔۔۔۔۔یہ کہتے ساتھ اس نے ماہی کو صوفے پر گرا کر اپنے حصار میں قید کیا اور اس کے ہونٹوں پر جھک گیا۔۔۔۔

مسلسل بجتے ہارن سے وہ موجودہ دن میں واپس آئی۔۔۔۔۔اس نے جلدی سے گاڑی سائیڈ کی وہ ماضی میں ہی کھو گئی تھی۔۔۔اس کو محسوس ہوا اس کی آنکھیں بھیگ گئیں تھیں۔۔۔

وہ مسکراتی ہوئی اپنی آنکھیں صاف کر گئی۔۔۔اسے یاد آیا پھر ارمان اسے روز شام کو دو گھنٹے ڈرائیونگ سکھاتا تھا۔۔۔ تین ماہ میں وہ بہت اچھی ڈرائیونگ سیکھ گئی تھی۔۔۔۔

وہ کتنی خوش ہوئی تھی جب پہلے دن وہ خود سارا راستہ کار چلا کر یونیورسٹی تک آئی تھی اور ارمان اس کے ساتھ دوسری سیٹ پر بیٹھا اس کی ڈرائیونگ دیکھ رہا تھا۔۔۔۔

وہ یونیورسٹی پہنچ گئی تھی۔۔۔اس نے پارکنگ میں گاڑی پارک کی اور گاڑی سے اتر کر لاک لگا کر اپنا بیگ اٹھاتی ہوئی یونیورسٹی کے اندر کی طرف بڑھ گئی۔۔۔۔۔

وہ اس وقت بہت خوبصورت بلیک فراک میں ملبوس تھی جس کے اوپر گولڈن کام ہوا تھا۔۔۔گولڈن کیپری اور گولڈن حجاب میں کندھوں پر مہرون شال اوڑھے وہ اپنے دیپارٹمنٹ کی جانب بڑھ گئی۔۔۔۔۔۔

وہ کہیں سے بھی 24 سالہ ماہیر حیدر نہیں لگتی تھی وہ آج بھی اتنی سمارٹ تھی کے ٹین ایجر بچی ہی لگتی۔۔۔کوئی اسے دیکھ یہ اندازہ نہیں لگا پاتا تھا کہ وہ شادی شدہ ہے۔۔۔۔۔

وہ گروانڈ سے گزر ہی تھی جب اس کی آنکھوں کے سامنے یونیورسٹی میں اپنا پہلا دن گھوما۔۔۔وہ گراؤنڈ کے عین درمیان میں بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔۔۔

یہ وہی جگہ تھی جہاں وہ پہلی بار ارمان سے ٹکرائی تھی۔۔۔۔۔۔"ہمت کیسے ہوئی اسے ہاتھ لگانے کی؟۔۔۔ارمان احمد کے گھر کی عورتوں کی طرف کسی نے آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہیں کی اور تم نے ہاتھ کیسے لگایا؟۔۔۔۔۔۔تمہیں ارمان احمد کی عزت پر گندی نظر ڈالنے سے پہلے اپنا انجام سوچنا چاہیے تھا۔۔۔۔اب تمہیں میرے قہر سے کوئی نہیں بچا پائے گا"۔۔۔۔۔۔۔

اس گراؤنڈ میں میں آج بھی ارمان کی وہ آواز گونج رہی تھی۔۔۔۔وہ نم آنکھوں سے مسکرادی۔۔۔۔۔

وہ سر جھٹک کر دوبارہ چلنے لگی۔۔۔۔پھر نظر ایک خالی گوشے کی طرف اٹھی۔۔۔۔۔

اسے یاد آیا یہاں اس نے ارمان کو کالر سے پکڑا تھا۔۔۔۔وہ اپنے پچھنے پر ہنس دی۔۔۔۔۔وہ کتنی پوزیسو ہوتی تھی۔۔۔۔۔

"How could you do this Mr Arman?"

ماہی کو اپنی آواز دور سے آتی سنائی دی۔۔۔۔وہ بے اختیار ہنستی گئی۔۔۔۔پھر اس کی نظر راستے کی طرف اٹھی۔۔۔۔

اس کی آنکھوں کے سامنے دو لوگ نمودار ہو گئے۔۔۔اب وہ لڑکا اس لڑکی کا ہاتھ پکڑ رہا تھا کچھ کہہ بھی رہا تھا۔۔۔"ارے پرنسس سنو تو کیا ہوا میری جان"۔۔۔۔۔

اب لڑکی خفگی سے کچھ کہہ رہی تھی۔۔۔۔پھر کچھ دیر بعد وہ اس لڑکے کی بات سن کر ہنس دی۔۔۔وہ دونوں مسکراتے ہوئے اب یونیورسٹی کی روش پر چلتے دور جا رہے تھے۔۔۔اس شخص نے اپنی بیوی کا ہاتھ مظبوطی سے تھام رکھا تھا۔۔۔۔۔۔

ماہی پیچھے کھڑی نم آنکھوں سے انہیں دیکھتی رہ گئی۔۔۔۔۔۔وہ یہاں نا ہو کر بھی یہیں تھا ہر جگہ اس کی یادیں تھیں۔۔۔اس یونیورسٹی کے گوشے گوشے میں ماہی کو وہ نظر آتا تھا۔۔۔۔

وہ بے اختیار رو دی۔۔۔اس نے دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر رکھ کر اپنی آواز کو قابو کرنا چاہا۔۔۔۔پھر اسے محسوس ہوا کوئی اس کے پاس آکر کھڑا ہوا ہے۔۔۔۔

ماہی نے گردن موڑ کر دیکھا وہ عمایہ تھی۔۔۔اور اسے ہمدرد نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔۔عمایہ اسی یونیورسٹی میں پڑھانے لگ گئی تھی۔۔۔۔۔

عمایہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے حوصلہ دیا۔۔۔"ماہی حوصلہ رکھو جانے والے چلے جاتے ہیں۔۔۔اس طرح کب تک تم خود کو تکلیف دیتی رہو گی"۔۔۔۔۔

ماہی نم آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔۔"آپ کو پتا ہے وہ واحد شخص تھا جس سے میں نے اپنے دل و جان سے بڑھ کر عشق کیا۔۔۔۔ مجھے اس کی آنکھوں سے عشق تھا۔۔آج تین سال اور دو ماہ ہو گئے ہیں مجھے اس کی شکل دیکھے ہوئے۔۔جب اس کی شکل نہیں دیکھتی تھی تو سکون نہیں آتا تھا اس کی آواز نہیں سنتی تھی تو بے چین رہتی تھی۔۔۔۔ تین سالوں سے مجھے اس شخص کی صورت نظر نہیں آئی مجھے لگتا ہے میں اندھی ہو گئی ہوں۔۔۔۔ تین سالوں سے میری کانوں نے اس کی آواز نہیں سنی مجھے لگتا ہے میں بہری ہو گئی ہوں۔۔۔ تین سالوں سے میں نے اس کے ہونٹوں سے ہیر نہی سنا مجھے لگتا ہے میں بے نام ہو گئی ہوں۔۔۔۔ تین سالوں سے میں نے اس شخص کا لمس محسوس نہیں کیا مجھے لگتا ہے میں مر گئی ہوں۔۔۔۔۔اس دن صرف اس شخص کی موت نہیں ہوئی تھی آپی میں بھی اس کے ساتھ ہی مر گئی

تھی۔۔۔۔میں صرف زندہ لاش بن کر رہ گئی ہوں۔۔۔۔وہ جاتے ہوئے مجھے بے بس کر گیا تھا۔۔۔میں مر بھی نا سکی وہ مجھے اس طرح باندھ گیا تھا۔۔۔۔کہ مجھے زندہ رہنا پڑا۔۔۔شیز املک نے کہا تھا وہ مجھے بتاہ کر دے گی اور اس نے کر دیا اس نے مجھے اس طرح سے تباہ کیا کہ اب میں چاہوں تو بھی اپنے وجود کے پرخچوں کو جوڑ نہیں سکتی۔۔۔اس شخص کے ساتھ ہی میرے اندر کا ایک حصہ مر گیا"۔۔۔۔۔وہ یہ کہتے ہوئے اپنے آنسو ضبط کر کے بھاگتی ہوئی اپنے ڈیپارٹمینٹ میں چلی گئی۔۔۔۔۔اور عمایہ نم آنکھیں لیے کھڑی رہ گئی۔۔۔۔

تین سال پہلے اس دن ماہی کیبن میں زمین پر بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی مرحا اور مریم نے اسے سنبھالا۔۔۔۔

کچھ دیر بعد پولیس اسٹیشن میں کال آئی۔۔۔۔"یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"۔۔۔۔سعد غصے سے چیخا۔۔۔۔وہ تینوں اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔۔۔۔"کیا ہوا؟"۔۔۔یہ آواز مرحا کی تھی۔۔۔

اس نے ایک نظر اس عورت کو دیکھا جو اپنے شوہر کی جدائی میں آدھے گھنٹے میں ہی بے حال ہو گئی تھی۔۔۔۔"ارمان سر کی گاڑی پر حملہ ہوا ہے۔اکرام ملک کے لوگوں کا کام ہے۔۔۔گاڑی بلاسٹ ہو گئی ہے۔۔۔۔وہ لوگ ابھی عدالت نہیں پہنچے تھے"۔۔۔۔یہ سن کر ماہی کو لگا کسی نے اس کے جسم سے روح کھینچ لی ہو۔۔۔۔

وہ زمین پر گر گئی۔۔۔۔"نہیں حیدر کو کچھ نہیں ہو سکتا وہ مجھے اس طرح چھوڑ کر نہیں جا سکتے"۔۔۔۔مریم نے اسے پکڑا۔۔۔۔"پلیز مجھے میرے حیدر کے پاس لے جاؤ"۔۔۔۔۔وہ اس کے گلے لگ کر روتے ہوئے بولی۔۔۔۔۔

آدھے گھنٹے بعد وہ ہاسپٹل پہنچے۔۔۔۔۔۔ماہی کا دل تیزی سے ڈھرک رہا تھا۔۔۔وہ ان کے ساتھ ایمرجنسی تک پہنچی جب اس نے آئی سی یو کے دروازے کھلتے دیکھے۔۔۔۔۔

وارڈ بوائے ایک لاش سٹریچر پر دھکیل کر لا رہے تھے۔۔۔اس کے چہرے کے مقام سے وہ سفید چادر خون سے رنگ گئی تھی۔۔۔۔وہ

لاش ماہی کے پاس سے گزری اس لاش کا ہاتھ کپڑے سے باہر نکلا۔۔۔اور ماہی کو لگا آسمان اس کے سر پر پھٹ پڑا ہو۔۔۔۔

وہ جھٹکے سے کہیں دور ماضی میں پہنچ گئی۔۔۔۔"حیدر آج میں انوشہ آپی کے ساتھ مارکیٹ گئی تھی دیکھیں میں آپ کے لیے کیا لائی ہوں"۔۔۔وہ بیڈ پر بیٹھی ارمان کو دو گھڑیاں دکھا رہی تھی۔۔۔۔وہ ہلکے گلابی رنگ کی تھیں۔۔۔۔"واہ بیگم اب میں گلابی گھڑی پہنوں گا یہ تو لڑکیاں پہنتیں ہیں"۔۔۔۔ارمان جل بھن کر بولا۔۔۔۔

ماہی نے اسے غصے سے گھورا۔۔۔"یہ کپل واچ ہے سکون سے ہاتھ آگے کریں میں آپ کے ہاتھ پر خود پہناؤں گی۔۔۔۔یہ مسٹر والی آپ

کی اور اس کے جیسی سیم مسز والی میری۔۔۔۔۔سب کو پتا ہونا چاہیے کہ آپ بکڈ ہیں"۔۔۔۔۔

وہ اس کا ہاتھ پکڑتی پورے حق اور مان کے ساتھ گھڑی پہناتی بولی۔۔۔۔"کچھ بھی ہو جائے اسے خود سے جدا مت کیجیے گا۔۔۔۔ آپ جب جب اسے دیکھیں گیں میں آپ کو یاد آجاؤں گی"۔۔۔۔۔وہ مسکراتی ہوئی بولی۔۔۔۔۔"اوکے میری جان کبھی اسے اپنے جسم سے جدا نہیں کروں گا چاہے موت ہی آجائے"۔۔۔۔۔موت کی بات سن ماہی کا دل لرز گیا۔۔۔۔

اس نے ایک مکہ ارمان کے سینے پر دے مارا۔۔۔۔"بس اس طرح کی باتیں کروالو آپ سے۔۔۔۔یہ پکڑیں اور پہنائیں مجھے"۔۔۔۔وہ خفگی

سے بولتی اپنی واچ ارمان کی طرف کر گئی۔۔۔۔"نہیں میری جان میں سچ میں وعدہ کر رہا ہوں اس گھڑی کو کبھی خود سے دور نہیں کروں گا چاہے کچھ بھی ہو جائے"۔۔۔۔۔۔وہ اسے گھڑی پہناتا بولا۔۔۔۔۔ماہی مسکرا اٹھی۔۔۔۔

اس لاش کے بازو پر وہ گھڑی تھی۔ارمان نے وعدہ پورا کر دیا وہ اس گھڑی کو مرنے کے بعد بھی اپنے جسم سے جدا نہ کر پایا۔۔۔۔۔ماہی کو لگا وہ زندہ در گور ہو گئی ہے۔۔۔وہ لاش پولیس والوں کے پاس آ کر روک دی گئی۔۔۔۔ماہی کو اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔۔۔۔۔

اسے لگا وہ پاش پاش ہو گئی ہے۔۔۔۔وہ اپنے پورے قد سے زمین بوس ہوئی۔۔۔۔۔"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔۔حیدر۔۔۔۔۔۔آپ مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔۔۔۔۔۔نہیں۔۔۔۔نہیں۔۔۔۔میں مر

جاؤں گی۔۔۔۔۔پلیز کہہ دیں یہ جھوٹ ہے"۔۔۔۔۔وہ درد کی شدت سے چلا اٹھی۔۔۔۔۔

ہاسپٹل کا وہ سارا کوریڈور اس کی چیخوں سے گونج رہا تھا۔۔۔۔وہ سب پتھر ہو گئے۔۔۔۔ارمان چلا گیا۔۔۔۔۔سالوں پہلے اس کے باپ نے بھی اسی طرح ہسپتال میں اپنی بیوی کھو دی تھی۔۔۔۔آج وہ بھی اپنا شوہر کھو چکی تھی۔۔۔۔۔

قسمت نے ایک بار پھر دو دلوں کو جدا کر دیا۔۔۔۔۔۔وہ اتنی اونچی آواز میں چیخ رہی تھی۔۔۔۔کہ سب کے دل باہر آ رہے تھے۔۔۔۔۔وہ اپنے چہرے پر ہاتھ رکھے پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔۔۔۔۔مرحا اور

مریم کی ہمت نا ہو سکی وہ اس کے قریب جاتیں۔۔۔۔وہ اس وقت نیم مردہ اور نیم پاگل لگ رہی تھی۔۔۔۔۔۔

پھر اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھایا اور وہ وہیں فرش پر بے حس و حرکت ہو کر گر گئی۔۔۔۔وہ دونوں بوکھلاتی ہوئیں اس کے پاس پہنچیں۔۔۔۔

ماہی کو دو دن بعد ہوش آیا تھا۔۔۔۔اس کی آنکھیں ویران ہو گئیں تھیں۔۔۔وہ بلکل بھی نہیں روئی۔۔۔۔وہ خاموش ہو گئی تھی۔۔۔۔

اس کی بے ہوشی میں ہی ارمان کو سپرد خاک کر دیا گیا۔۔۔۔۔

سب نے اپنی اپنی کوشش کی مگر وہ ایک لفظ نہ بولی نا ایک آنسو بہایا۔۔۔ وہ پاگل ہو گئی تھی۔۔۔۔اس کا دماغ کچھ بھی پروسیس نہیں کر پاتا تھا۔۔۔4 دن وہ ہاسپٹل میں رہی۔۔۔۔نہ کچھ کھاتی نہ پیتی نا کسی سے بات کرتی نظریں ایک جگہ ساکت رکھ کر گھنٹوں دیکھتی رہتی۔۔۔۔۔

اسے کچھ بھی ہوش نہیں رہی تھی۔۔۔۔ان دنوں میں ہر ایک نے اس سے بات کرنے کی کوشش کی مگر وہ تو نیم مردہ ہو گئی تھی۔۔۔۔ پھپھو اسے اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئیں۔۔۔۔وہ وہاں بھی ایسی ہی رہتی۔۔۔۔۔ایک ماہ وہ ایسے ہی رہی۔۔۔۔

بس پھپھو زبردستی کھانا کھاتیں تو کھا لیتی۔۔۔۔نہ اسے بال سنبھالنے کا کوئی ہوش رہا تھا۔۔۔۔نہ کپڑے بدلنے کا۔۔۔۔ارمان کی موت کے ایک ماہ بعد پھپھو نے اسے سمجھایا۔۔۔۔

ان کی باتوں نے اس جنجھوڑ ڈالا پھر وہ کھل کر روئی۔۔۔۔ارمان کے آخری الفاظ کانوں میں گونجتے رہتے۔۔۔۔۔"تمہیں رہنا ہو گا۔۔۔۔تمہیں میری خاطر زندہ رہنا ہو گا۔۔۔۔۔تم خود کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گی"۔۔۔۔اور پھر وہ زندہ رہ گئی۔۔۔کیونکہ وہ ارمان کی امانت تھی۔۔۔۔

اسے ارمان کی خاطر زندہ رہنا پڑا وہ اسے ایک امید دے کر گیا تھا۔۔۔

اس امید نے اسے زندہ رہنے پر مجبور کر دیا۔۔۔۔"میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمھارے لیے واپس ضرور آؤں گا"۔۔۔

پھر ماہی نے خود کو کمپوز کیا۔۔۔اس نے دو مہینے میں خود کو ہیل کرنا شروع کیا۔۔۔وہ اپنا خیال رکھنے لگ گئی۔۔۔مگر ہر وقت، ہر پل، ہر گھڑی وہ اسے یاد آتا تھا وہ کبھی اس شخص کو بھول نہیں سکتی تھی۔۔۔۔

اس کی یادوں کے سہارے وہ زندگی گزارنے لگی۔۔۔وہ واپس اپنے اور ارمان کے گھر آگئی جہاں وہ تھا اس کی یادیں اور سکون تھا۔۔۔۔

پھپھو بھی اس کے پاس رہنے لگیں ایک سال تک وہ اس کے ساتھ رہیں۔۔۔۔

اس کی حالت ایسی نہیں تھی کہ اسے اکیلا چھوڑا جاتا۔۔۔۔۔مگر اندر سے وہ ایک نئی موت مرنے لگی۔۔۔۔وہ بولنا چھوڑ گئی۔۔۔کسی سے بات نہیں کرتی تھی۔۔۔۔وہ پہلے سے بھی زیادہ خاموش ہو گئی تھی۔۔۔۔۔

ان تین سالوں میں بہت کچھ بدل گیا تھا۔۔۔۔انوشہ ایک بچے کی ماں بن گئی تھی۔۔۔۔۔آرزو کا بھی ایک بیٹا تھا۔۔۔۔حویلی کا اگلا وارث۔۔۔ولید اگلا سردار بن گیا تھا۔۔۔۔کلثوم تائی کی موت ہو گئی تھی۔۔۔۔اور ابرار تایا خاموشی سے اپنا بڑھاپا گزار رہے تھے۔۔۔۔۔فواد ہمیشہ کے لیے واپس لندن چلا گیا تھا۔۔۔۔اسے یہ ماحول پریشان کرتا تھا۔۔۔۔

سب اپنی زندگی میں آگے بڑھ گئے تھے۔۔۔انوشہ آرزو، ولید، ان سب کی فیملیز پوری ہو گئی تھیں اور ماہی آج بھی خالی ہاتھ کھڑی رہ گئی تھی۔۔۔وہ اپنے حیدر کے بنا ادھوری تھی۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔

یونیورسٹی سے اپنا کام نمٹا کر وہ گاڑی ڈرائیو کرتی ہوئی سڑک پر نکلی۔۔۔۔اس کا رخ جمال ولا کی طرف تھا۔۔۔۔

یہ جمال ولا کے لاؤنج کا منظر تھا۔۔۔انوشہ صوفے پر بیٹھی۔۔۔اپنے سامنے بیٹھی اڑھائی سالہ بچی کو کھانا کھلا رہی تھی۔۔۔وہ بچی بہت خوبصورت تھی۔۔۔۔

سفید دودھیا میدے کی رنگت جیسی نازک اور ملائم۔۔۔اس کی آنکھیں ہیزل گرین تھیں۔۔۔بلکل انوشہ اور ارمان جیسی۔۔۔۔ بھورے بال شولڈر تک آتے تھے جن کو پیچھے پونی کی صورت باندھا ہوا تھا۔۔۔وہ اس وقت پنک فراک میں باربی ڈول لگ رہی تھی۔۔۔۔۔

انوشہ نے کھانے کا چمچ اس کے چہرے کے پاس کیا۔۔۔۔۔وہ خفگی سے رخ پھیر گئی۔۔۔۔۔"میری پیاری گڑیا کھالو نا"۔۔۔۔وہ نفی میں سر ہلانے لگی۔۔۔۔۔"میں دیکھ رہی ہوں تم مجھ سے بلکل پیار نہیں

کرتی بس سارا پیار ماہی کے لیے ہے۔۔۔آنے دو آج ماہی کو میں تمھاری شکایت لگاتی ہوں کے تم مجھ سے زیادہ اس سے پیار کرتی ہو"۔۔۔۔۔

یہ بات سن بچی کی آنکھوں میں غصہ آگیا۔۔۔"وہ میلی جان۔۔۔۔میلی پلنشش، میلی ہیل اے اش کے بالے مے تش مت بولو۔۔۔مے شب شے جاد اش شے پال کلتی اوں"۔۔۔۔(وہ میری جان، میری پرنسس، میری ہیر ہے اس کے بارے میں کچھ مت بولو۔۔۔میں سب سے زیادہ اس سے پیار کرتی ہوں۔۔۔۔)

وہ خفگی سے بولتی انوشہ کو بہت پیاری لگی۔۔۔۔"اچھا اگر وہ جان ہے تو پھر میں کون ہوں؟"۔۔۔۔وہ بھی بچی کے انداز میں منہ پھلا کر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔

وہ چھوٹی سی پرنسس ہنس پڑی۔۔۔۔"آپ تو میلی گلیا او"۔۔۔۔(آپ تو میری گڑیا ہو)۔۔۔۔وہ لاڈ سے انوشہ کے گلے لگتی بولی۔۔۔۔"مجھے مکھن مت لگاؤ۔۔۔ہائے اللہ ساری مجھ پر گئی ہے مکھن باز"۔۔۔۔انوشہ نے پہلی بات اسے دیکھ کر کہی اور دوسری بات منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔۔۔۔۔

اتنے میں لاؤنج کا دروازہ کھلا اور ماہی اندر داخل ہوئی۔۔۔۔ماہی کو دیکھ بچی کی آنکھیں چمکیں۔۔۔۔وہ انوشہ کو چھوڑتی صوفے سے اتر کر ماہی

کی طرف بھاگی۔۔۔۔اسے دیکھ ماہی مسکرائی۔۔۔اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اپنی دونوں باہیں پھیلائیں۔۔۔۔۔۔

وہ اپنے ننھے ننھے قدموں سے ماہی کی طرف بھاگی۔۔۔۔"ماما آگئی۔۔۔۔ماما"....وہ چلاتی ہوئی ماہی کے گلے لگ گئی۔۔۔۔۔

ماہی نے اسے اپنے سینے میں بھینچا اور اس کے چہرے پر جابجا بوسے دینے لگی۔۔۔۔وہ ماہی کی جان اور اس کے جینے کی وجہ تھی۔۔۔۔وہ بچی زرین ارمان حیدر تھی۔۔۔۔ماہی اور ارمان کی بیٹی۔۔۔۔۔۔

ارمان خود تو چلا گیا۔۔۔مگر جاتے جاتے ماہی کو جینے کی ایک وجہ اور امید دے گیا۔۔۔۔

جب ارمان کی موت ہوئی تب ماہی اکیلی نہیں تھی۔۔۔اس کے وجود میں اس کے حیدر کا عکس پل رہا تھا۔۔۔۔

اگر آج تک وہ زندہ تھی تو وجہ اس کی بیٹی تھی۔۔۔وہ بلکل حیدر کی کاپی تھی۔۔۔۔اس کے بال اور آنکھیں حیدر جیسی تھیں مگر باقی سارا حسن اس نے ماہی سے لیا تھا۔۔۔۔انوشہ ان دونوں کو دیکھ مسکرادی۔۔۔۔

تنہا

جس طرح 24 سال پہلے اقصی اس دنیا سے جانے سے پہلے سلیمان کو ایک جینے کی وجہ دے کر گئی تھی۔۔۔ بلکل اسی طرح 3 سال پہلے ارمان بھی ماہی کو اکیلا چھوڑ کر نہیں گیا تھا وہ اسے جینے کی ایک وجہ دے گیا تھا۔۔۔۔ یا شاید ایک سہارا۔۔۔۔

تین سال پہلے۔۔۔ماضی۔۔۔۔

ماہی کی ہمت نا ہو سکی۔۔۔ کہ وہ اس لاش کے قریب جاتی یا ہاتھ لگا پاتی وہ وہیں فرش پر گری اور بے ہوش ہو گئی۔۔۔۔

مرحااور مریم نے اسے اٹھایااور فوراً ڈاکٹر کو آوازیں دیتے اسے کمرے میں لے کر گئے۔۔۔۔4 گھنٹے بعد ڈاکٹر نے انہیں وہ خبر سنائی۔۔۔۔

"پیشنٹ کے ہسبینڈ کہاں ہیں؟"۔۔۔۔

ڈاکٹر مرحااور مریم کے سامنے کھڑی ان سے پوچھ رہی تھی۔۔۔۔مرحا کے جسم کے اندر کرچیاں چھب رہیں تھیں۔۔۔۔پتہ نہیں وہ کس طرح زندہ کھڑی تھی۔۔۔۔

وہ شخص دنیا سے جاچکا تھا۔۔۔اور مرحا جو پہلے صرف اسے دیکھ سکتی تھی۔۔۔اب وہ دیکھ بھی نہیں سکے گی۔۔۔۔وہ تو پہلے ہی لاحاصل ہو گیا تھا۔۔۔۔۔

مریم نے بہت مشکل سے جواب دیا۔۔۔"ان کی کچھ گھنٹے پہلے ڈیتھ ہو گئی ہے"۔۔۔کچھ پل تو ڈاکٹر شاک کے مارے کچھ بول ہی نا پائی۔۔۔"اور ان کے باقی فیملی میمبرز؟"۔۔۔مریم کے ذہن میں جمال ولا آیا جہاں اس وقت صف ماتم بچھ گیا تھا۔۔۔"ہم نے انہیں اطاع کر دی ہے۔۔۔وہ کچھ دیر تک آجائیں گیں۔۔۔آپ پیشنٹ کی کنڈیشن ہمیں بتادیں ہم بھی ان کی فیملی ہیں"۔۔۔۔۔۔

کچھ دیر ڈاکٹر ان کے چہروں کی طرف دیکھتی رہی۔۔۔"وہ ماں بننے والی ہیں۔۔ان کی حالت ٹھیک نہیں دماغ پر بہت زیادہ سٹریس لیا ہے۔۔۔اگر وہ اس طرح ہی ڈپریسڈ رہیں تو ان کا مس کیرج بھی ہو سکتا ہے"۔۔۔۔۔۔

یہ بات سن کر مرحا کا سانس سینے میں ہی اٹک گیا۔۔۔اسے آج اپنا دل ٹکڑوں میں بٹتا ہوا محسوس ہوا۔وہ اس کی بیوی تھی یہ تو ہونا ہی تھا پھر اسے اتنا درد کیوں ہو رہا تھا۔۔اور مریم نے بے بسی سے آنکھیں میچیں۔۔۔۔وہ بچہ دنیا میں آنے سے پہلے ہی یتیم ہو گیا تھا۔۔۔۔

کچھ گھنٹے بعد اماں ہاسپٹل آئیں اور یہ خبر سن سب کو نئی اذیت ملی۔۔۔۔ انوشہ اور آرزو کا حال بھی بہت برا تھا۔۔۔وہ دونوں اپنے لاڈلے بھائی کو کھو چکیں تھیں۔۔۔۔۔

وہ کیس جو شیز املک نے ارمان پر کیا تھا وہ ارمان کی موت کے ساتھ ہی ختم ہو گیا۔۔۔۔جب مجرم ہی مر گیا تو پھر کیس کیا چلنا تھا۔۔۔

ارمان کی موت کو ایک مہینہ ہو چکا تھا۔۔۔۔اس کی حالت میں کوئی بھی سدھار نہیں آیا تھا۔۔۔۔اس کی حالت پھپھو کا کلیجہ چیرتی تھی۔۔۔۔ابھی وہ سب ارمان کی موت کے غم سے ابھر نہیں سکے تھے۔۔۔۔اب وہ ماہی کو نہیں کھو سکتے تھے۔۔۔۔اگر وہ اسی طرح دماغی ٹینشن لیتی رہی تو وہ اپنا بچہ بھی کھو دے گی۔۔۔۔

پھپھو اس کے پاس بیٹھی اسے کھانا کھلا رہیں تھیں۔۔۔۔وہ تھوڑا سا کھا کر ہی منہ موڑ گئی۔۔۔۔"ماہی میری بچی بس کر دو۔۔۔۔آخر تم کب تک اس طرح پڑی رہو گی اپنی حالت تو دیکھو"۔۔۔۔ماہی ویسے ہی چھت کو گھورتی رہی۔۔۔۔ان کی کسی بات پر کوئی رد عمل نہ دے سکی۔۔۔۔

پھپھو نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اس کے پیٹ کے مقام پر رکھا۔۔۔۔

"اسے محسوس کرو تم اکیلی نہیں ہو اب تمھارے اندر تمھارے شوہر کا عکس ہے۔۔۔۔وہ ننھی جان ابھی اس دنیا میں نہیں آئی اگر تم اسی طرح اپنی صحت پر لاپرواہی کرتی رہی تو تم اسے بھی کھو دو گی۔۔۔۔وہ ارمان کی آخری نشانی ہے تمھارے پاس"۔۔۔۔

پھپھو نے اسے جھنجوڑ ڈالا۔۔۔۔"اگر وہ اس دنیا میں آیا تو تم بھی اقصی کی طرح اپنی جان کھو دو گی۔۔۔۔وہ تو پھر بھی تمہیں سلیمان کے حوالے کر کے گئی تھی۔۔۔تم اپنا بچہ کس کے حوالے کرو گی۔۔۔۔اس کا تو باپ بھی نہیں رہا۔۔۔۔۔بولو۔۔۔۔۔کیا تم بھی دوسری اقصی بن جاؤ گی"۔۔۔۔

ان الفاظوں نے ماہی کی روح تک کو زخمی کر دیا۔۔۔اور ایک مہینے بعد ماہی کے جسم میں احساس جاگا۔۔۔۔اس نے پھپھو کی طرف دیکھا اس کی آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو گئے۔۔۔۔پھر وہ بے آواز رونے لگی۔۔۔۔کچھ دیر بعد وہ ہچکیوں کے ساتھ رو دی۔۔۔۔اس کی ہچکیاں اونچی ہو گئیں۔۔۔۔

اس کا دماغ پروسیس کرنے لگا۔۔۔۔"میں۔۔۔۔ماں۔۔۔یہ۔۔۔۔میرے۔۔۔حیدر۔۔۔کا۔۔۔بچہ"۔۔۔وہ ہچکیوں کے درمیان بہت مشکل سے حیرت زدہ بولی۔۔۔۔۔بے یقینی کی کیفیت تھی۔۔۔۔۔پھپھو نے ہاں میں سر ہلایا۔۔۔اس کا ہاتھ اب تک پیٹ پر تھا۔۔۔۔یہ سن ماہی پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔۔۔۔۔۔

پھپھو نے اسے اپنے سینے سے لگالیا۔۔۔اور دروازے میں کھڑی آرزو اور انوشہ کا حال بھی کچھ مختلف نہ تھا۔۔۔۔

وہ اونچی آواز میں رو رہی تھی۔۔۔۔۔"وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے پھپھو میں نے بہت کہا مت جائیں۔۔۔وہ چلے گئے مجھے ان کے بنا سکون نہیں ملتا۔۔۔ان کے بنا نیند نہیں آتی۔۔۔۔جب تک حیدر میرے پاس نہ بیٹھیں ہوں نوالہ میرے حلق سے نیچے نہیں اترتا۔۔۔۔وہ میری سانسوں کی ڈور تھے پھپھو وہ کیوں چلے گئے مجھے چھوڑ کر۔۔۔۔۔میرا زندہ رہنے کو دل نہیں چاہتا۔۔۔میں مر جانا چاہتی ہوں۔۔۔۔اس شخص کے بغیر میری کوئی دنیا اور زندگی نہیں۔۔۔۔میں تنہا رہ گئی پھپھو۔۔۔۔میرا بچہ دنیا میں آنے سے پہلے ہی یتیم ہو گیا پھپھو میں نے اپنی ساری زندگی ماں کے لمس کو محسوس کیے بنا گزاری۔۔۔وہ بھی

میری طرح بد قسمت بن گیا۔۔۔جو اپنے باپ کو اس دنیا میں آنے سے پہلے ہی کھو چکا۔۔۔وہ کل کو مجھ سے پوچھے گا اس کا باپ کہاں میں کیا کہوں گی پھپھو کے اس کا باپ اس دنیا سے چلا گیا"۔۔۔۔۔یہ کہتے رو پڑی۔۔۔اسے اپنے دل میں درد ہوئے وہ دوبارہ پھوٹ پھوٹ کر اٹھتی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔۔۔

انوشہ نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی ہچکیوں کا گلا گھونٹا وہ ماہی کی حالت مزید نہیں دیکھ سکتی تھی وہ خود بھی ماں بننے والی تھی وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔۔۔۔"نا میری بچی۔۔۔تم تنہا نہیں ہو۔۔۔اب تمھارے ساتھ تمھارا بچہ ہے۔۔۔اس کی خاطر اپنا خیال رکھو۔۔۔ارمان تمہیں وہ ننھی جان امانت دے کر گیا ہے۔۔۔اس کی امانت کی حفاظت کرو۔۔۔وہ تمھارے حیدر کا خون ہے۔۔۔وہ تمہیں نئی زندگی دے

کر گیا ہے۔۔۔ تمہیں اپنے بچے کی خاطر زندہ رہنا ہے۔۔۔۔۔وہ ننھا حیدر ہو گا۔۔۔۔وہ جاتے جاتے تمہیں ایک مظبوط رشتہ دے گیا ہے۔۔۔اپنا خیال رکھو گی نا۔۔۔کیا تم اسے کھو کر حیدر کو تکلیف دینا چاہتی ہو؟"۔۔۔۔۔

ماہی کا سر بے ساختہ نفی میں ہلا۔۔۔"تو پھر وعدہ کرو مجھ سے کہ تم اپنا خیال رکھو گی۔۔۔۔۔ارمان کی خاطر اپنے بچے کی خاطر۔۔۔۔۔مٹا دو اپنا ہر ایک آنسو۔تم اسے ماں اور باپ دونوں بن کر پالنا جیسے سلیمان نے تمہیں پالا تھا۔۔۔۔تم ایک بہترین ماں بن کر ارمان کا نام فخر سے اونچا کر دینا"۔۔۔۔۔۔پھپھو نے اس کے آنسو صاف کیے۔۔۔اس نے سر اثبات میں ہلایا۔۔۔۔۔

پھر اس دن کے بعد وہ خود کو خود ہی ٹھیک کرنے لگی وہ اپنا پورا خیال رکھنے لگی۔۔۔وہ حیدر کو کھو چکی تھی اپنا بچہ کسی صورت کھو نہیں سکتی تھی۔۔۔اس کے ذہن میں فائزہ کی باتیں گونجتیں۔۔۔اس نے بلکل ٹھیک کہا تھا کہ ماں کو اپنے بچے سے بہت محبت ہوتی ہے۔۔۔ماہی کو بھی اس وجود سے بے پنا محبت ہو گئی تھی۔۔۔۔اس نے اپنا آپ مصروف کرنے کے لیے آن لائن کلاسز لینی شروع کر دیں۔۔۔

پھر اس کی زندگی میں اس کی بیٹی آئی اس کے جینے کی وجہ۔۔۔اس نے پہلے بار اس ننھی سی کلی کو اپنے ہاتھوں میں بھرا اور پھر اسے حیدر کی کمی شدت سے محسوس ہوئی۔۔۔وہ اپنی بیٹی کو سینے سے لگائے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔۔۔اسے وہ آنکھیں دوبارہ عطا کر دیں گئی تھیں۔۔۔

وہ حیدر کی آنکھیں تھیں۔۔۔۔وہ اس کے حیدر کا حصہ اس کا خون تھی۔۔۔۔

ماہی کا حال بالکل ویسا تھا جیسا 24 سالوں پہلے سلیمان کا تھا۔۔۔۔۔وہ دونوں باپ بیٹی کی ایک جیسا نصیب لے کر آئے تھے۔۔۔۔۔

وہ اپنی بیٹی کے ساتھ جینے لگی۔۔۔مگر اس کا ایک حصہ اندر سے کھوکھلا ہونے لگا وہ بہت خاموش ہو گئی۔۔۔۔وہ اکثر تنہا بیٹھ کر روتی۔۔۔وہ اپنے آنسو کنٹرول نہیں کر پاتی تھی۔۔۔۔۔

اس نے خود کو بس اپنی بیٹی تک محدود کر لیا تھا۔۔۔اس کا نام ماہی نے اپنی پسند سے رکھا تھا۔۔۔۔بچی زیادہ تر پھپھو کے پاس رہتی۔۔۔۔۔

پھپھو خود اسے یونیورسٹی بھیجتیں تاکہ اس کا دھیان ارمان میں ہی اٹکا نہ رہے۔۔۔۔وہ ان سب کے سامنے بلکل نارمل ہو گئی تھی۔۔۔۔مگر پھپھو کبھی جان نا پائیں کہ ماہی کا دھیان ارمان سے کبھی ایک پل کے لیے نہیں ہٹا۔۔۔۔

اس کی دنیا ارمان سے شروع ہو کر اپنی بیٹی پر ختم ہوتی تھی۔۔۔۔وہ آج بھی بے سکون تھی۔۔۔۔ارمان کا لمس اسے پل پل یاد آتا تھا۔۔۔۔وہ اسے ہر وقت اپنے آس پاس ڈھونڈتی مگر وہ ہوتا تو ہی ملتا۔۔۔۔وہ تو یہ بھی نہیں جانتی تھی کہ ارمان کی قبر کہاں ہے۔۔۔۔بس وہ ارمان کو اپنے دل میں بسائے بیٹھی تھی۔۔۔۔اس طرح اس کی زندگی کے تین سال گزر گئے۔۔۔۔۔

(حال)

ماہی نے اپنی ڈول کو اٹھایا اور سینے سے لگا کر وہ انوشہ کے پاس صوفے پر آکر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔

انوشہ تھوڑی چینج ہو گئی تھی۔۔۔۔۔اس کا چہرہ بھرا بھرا محسوس ہوتا تھا اور وہ تھوری صحت مند ہو گئی تھی۔۔۔۔۔

ماہی کے سامنے زرین کو کوئی اور نظر نہیں آتا تھا۔۔۔۔وہ ماہی کو ماما بہت کم کہتی تھی۔۔۔۔وہ اسے ان تمام ناموں سے بلاتی تھی جن سے ارمان

اسے بلاتا تھا۔۔۔یہ ساری باتیں اسے انوشہ نے بتائیں تھیں وہ بھی اپنے باپ کی طرح اپنی ماں سے بہت زیادہ پیار کرتی تھی۔۔۔۔

وہ ماہی کی جھولی میں کھڑی تھی۔۔۔اب وہ اپنی ماں کے چہرے پر اپنے ننھے ننھے ہونٹوں سے پیار نچھاور کر رہی تھی۔۔۔۔"ماہی تمھاری بیٹی بہت تیز ہے یہ مجھ سے بلکل پیار نہیں کرتی اس کا تو سارا پیار تمھارے لیے ہی ہے"۔۔۔انوشہ جل بھن کر بولی۔۔۔ماہی مسکرا اٹھی۔۔۔۔"یے میلی ماما ایں اش لیے مے ان شے شب شے جادا پال کلتی اوں"۔۔۔(یہ میری ماما ہیں اس لیے میں ان سے سب سے زیادہ پیار کرتی ہوں)۔۔۔وہ خفگی سے انوشہ کو گھور کر بولی۔۔۔۔

ماہی اس کی خوبصورت باتوں پر ہمیشہ کی طرح مسکرا اٹھی۔۔۔۔۔اور انوشہ توحیرت سے منہ کھولے اس چھوٹی گڑیا کی گوہر افشائیاں سن رہی تھی۔۔۔۔۔"اچھا تو پھر میں کون ہوں"۔۔۔۔۔

وہ فل لڑنے کے موڈ میں تھی۔۔۔۔"آپ تو پپو اول گلیا او"۔(آپ تو پھپھو اور گڑیا ہو)۔۔۔۔۔۔انوشہ مسکرا اٹھی۔۔۔۔۔اسے اپنی یہ بھتیجی بہت عزیز تھی یہ اس کے بھائی کی بیٹی تھی۔۔۔۔۔۔جب جب وہ اسے دیکھتی اسے اپنا بھائی شدت سے یاد آتا تھا۔۔۔۔۔

انوشہ نے ایک نظر ماہی کو دیکھا جو اپنی بیٹی کی سارے دن کی روداد مسکرا کر سن رہی تھی۔۔۔۔وہ مسکراہٹ اپنے چہرے سے جدا نہیں

ہونے دیتی تھی۔۔۔۔مگر انوشہ جانتی تھی کہ وہ اندر سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔۔۔۔۔

اس نے کچھ سوچتے ہوئے ماہی کو مخاطب کیا۔۔۔۔"ماہی"۔۔۔۔۔

ماہی نے انوشہ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔۔۔۔۔۔"کچھ دنوں بعد آرزو کے بیٹے کی پہلی سالگرہ ہے۔۔۔۔تم بھی ہمارے ساتھ حویلی چلونا۔۔۔۔ تمھارا دماغ بھی فریش ہو جائے گا اور زرین بھی حویلی دیکھ لے گی"۔۔۔۔۔انوشہ کی بات سے ماہی کے چہرے پر ماضی کا سایہ لہرایا۔۔۔۔

انوشہ اس کے تاثرات نوٹ کر رہی تھی۔۔۔۔۔۔وہ بہت کم ری ایکشن دیتی تھی۔۔۔۔۔۔وہ بالکل ایک روبوٹ کی طرح بن گئی

تھی۔۔۔۔اس وقت بھی اس کا چہرہ بے تاثر تھا۔۔۔۔۔وہ ماہی کے بولنے کا انتظار کر رہی تھی۔۔۔۔"آپ میرا جواب اچھے سے جانتی ہیں"۔۔۔۔اتنا کہتے ساتھ ماہی دوبارہ اپنی بیٹی کی طرف متوجہ ہو گئی۔۔۔۔

انوشہ اس سے بہت سوچ سمجھ کر بات کرتی تھی۔۔۔۔اب ماہی سے بات کرتے ہوئے اسے الفاظ کا چناؤ کرنا پڑتا تھا۔۔۔۔"ماہی چار سال ہو چکے ہیں۔۔۔۔ تمہیں اب وہ سب بھول جانا چاہیے۔۔۔۔وہ حویلی ہے جہاں ہم نے اپنا بچپن گزارا ہے۔۔۔۔تم ایک بار چلو تو صحیح تم فریش فیل کرو گی"۔۔۔۔

ماہی نے اب کی بار انوشہ کی طرف نہیں دیکھا۔۔۔۔۔"آپ بھول چکی ہیں میں اس حویلی سے سارے رشتے ناتے توڑ کر آئی تھی۔۔۔۔اور جس شخص کے ساتھ میرا اس حویلی سے رشتہ جڑا تھا۔۔۔۔وہ ہر شخص اب مجھے چھوڑ کر جا چکا ہے۔۔۔۔میرے لیے اب وہ حویلی کوئی معنی نہیں رکھتی۔۔۔وہاں جا کر مجھے مزید اذیت ہو گی"۔۔۔۔۔

انوشہ خاموش ہو گئی۔۔۔۔وہ جانتی تھی اب ماہی پہلے والی ماہی نہیں رہی تھی۔۔۔۔اب اسے کسی بھی بات کے لیے راضی نہیں کیا جا سکتا تھا۔۔۔۔ارمان کی موت نے اسے بہت زیادہ بدل کر رکھ دیا تھا۔۔۔۔

اس کی زندگی کا ہر حادثہ اسے بدل کر رکھ دیتا تھا۔۔۔۔وہ سلیمان کی موت کے بعد بھی بہت بدل گئی تھی۔۔۔۔بالکل اسی طرح وہ ارمان کی موت کے بعد بھی بدل گئی تھی۔۔۔۔

کچھ منٹ مزید گزرے جب انوشہ نے دوبارہ ماہی کو مخاطب کیا۔۔۔۔"ماہی اب تمہیں اپنی زندگی میں آگے بڑھ جانا چاہیے۔۔۔۔وہاج کے بہت اچھے بزنس پارٹنر ہیں انہوں نے تمہیں ایک بار ہمارے گھر سے نکلتے ہوئے دیکھا تھا۔۔۔۔انہیں تم پسند آئی ہو۔۔۔تم شادی کر کے آگے کیوں نہیں بڑھ جاتی؟۔۔۔۔زرین کو بھی ایک باپ کی ضرورت ہے۔۔وہ 30 سال کا خوبصورت ہینڈسم مرد ہے اور اسے تمہارے شادی شدہ ہونے یا ایک بیٹی کی ماں ہونے پر

بھی کوئی مسئلہ نہیں۔۔۔وہ سنگل ہے اور اسے تم پسند آ گئی ہو"۔۔۔۔۔۔

ماہی کو لگا وہ اس کے کانوں میں سیسہ انڈیل رہی ہو۔۔۔۔۔اسے سانس لینے میں تکلیف ہونے لگی۔۔۔۔۔وہ ایک جھٹکے سے صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔۔۔"فار گوڈ سیک آپی۔۔۔۔۔یہ بات آپ کر رہی ہیں۔۔۔۔۔آپ کو ہو کیا گیا ہے۔۔۔۔میں آپ کے بھائی کی بیوی ہوں۔۔۔۔اور آپ مجھے کسی غیر مرد کے قصیدے سنا رہی ہیں۔۔۔۔۔میں حیدر کی امانت تھی، ہوں اور ہمیشہ ان کی ہی رہوں گی۔۔۔۔۔آج تو آپ نے یہ بات کہہ دی ہے آئندہ مت کہیے گا۔۔۔۔۔

اگر آپ کو میرا یہاں آنا پسند نہیں تو ویسے ہی بتا دیں میں دوبارہ نہیں آؤں گی۔۔۔۔۔کیوں اس طرح کی باتیں کر کے میرا دل دکھاتی ہیں۔۔۔۔۔آپ نے سوچ بھی کیسے لیا کہ میں اپنے شوہر کے علاوہ کسی دوسرے مرد کے بارے میں سوچنے کا تصور کروں گی۔۔۔۔۔میں پچھلے 19 سالوں سے ارمان حیدر کی بیوی تھی اور اپنی آخری سانس تک صرف ان کی رہوں گی۔۔۔آپ نے تو اتنے سال مجھے تڑپتے، روتے اور صبر کرتے دیکھا ہے۔۔۔۔مجھے اس بات کی امید آپ سے نہیں تھی آج آپ نے مجھے بہت ناامید اور مایوس کیا ہے"۔۔۔۔

ماہی غصے سے پھٹ پڑی۔۔۔۔وہ چاہ کر بھی اپنے آنسو قابو نہ کر پائی اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے گالوں پر پھسل گئے۔۔۔۔۔

ماہی یہ کہتے ساتھ رکی نہیں اور فورا اپنے کمرے کی طرف بھاگی۔۔۔۔۔ پھپھو جو سیڑھیوں سے اتر رہی تھیں انہوں نے ماہی کی ساری بات سنی۔۔۔۔۔ان کے ساتھ انوشہ کا بیٹا تھا۔۔۔۔۔وہ بہت پیارا تھا۔۔۔۔۔کالی آنکھوں والا وہ اپنی باپ کی کاپی تھا۔۔۔۔وہ زرین سے کچھ ماہ بڑا تھا۔۔۔۔۔

پھپھو نے کچھ افسوس سے انوشہ کی طرف دیکھا۔۔۔۔زرین نے اپنے نازک ہاتھوں سے انوشہ کو مارا۔۔۔۔"گندی پپو میلی ماما کو ہٹ کیا۔۔۔ میں نئ بولتی آپ شے"۔۔۔۔۔(گندھی پھپھو میری ماما کو ہرٹ کیا میں نہیں بولتی آپ سے)۔۔۔۔وہ آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لیے بولی۔۔۔۔۔

وہ بہت زیادہ حساس تھی۔۔۔۔۔وہ ماہی کو بالکل تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی تھی۔۔۔۔۔ماہی اس لیے اس کے سامنے بالکل بھی نہیں روتی تھی۔۔۔۔۔وہ نہیں چاہتی تھی اس کی بیٹی کے دماغ پر برا اثر پڑے۔۔۔۔۔انوشہ تو حیران رہ گئی۔۔۔۔۔وہ بھی ماہی کے پیچھے کمرے کی طرف چلی گئی۔۔۔۔۔

انوشہ ٹوٹے دل کے ساتھ صوفے پر بیٹھنے کے سے انداز میں گری۔۔۔۔۔"تم جانتی نہیں ہو کیا۔۔۔۔کہ وہ ارمان کے بارے میں کتنی حساس ہے۔۔۔۔۔تمہیں اسے یہ بات کہنے سے پہلے ہزار دفعہ سوچنا چاہیے تھا۔۔۔۔۔اب اس کے سارے زخم تازہ ہو گئے"۔۔۔۔۔پھپھو نے کچھ افسوس سے کہا۔۔۔۔۔۔

انوشہ نے بھیگی آنکھیں اٹھا کر ان کو دیکھا۔۔۔۔۔"پھپھو میں کون سا اس کی دشمن ہوں۔۔۔۔۔میں اسے بچپن سے جانتی ہوں۔۔۔۔۔بس میں نہیں چاہتی تھی کہ جس طرح ماہی نے حسرتوں میں اپنی زندگی گزاری۔۔۔۔زرین بھی ویسے ہی گزارے۔۔۔۔کیا میں نہیں جانتی میرے بھائی کی زندگی میں وہ کتنی اہمیت رکھتی تھی۔۔۔۔۔میں نے کس طرح اپنے دل پر پتھر رکھ کر اسے یہ بات کہی صرف میں ہی جانتی ہوں۔۔۔۔۔میں نے صرف اس کی بھلائی کے لیے کہا تھا۔۔۔۔۔مگر میں بھول گئی کہ وہ مجھ سے زیادہ تکلیف میں ہے"۔۔۔۔۔وہ افسوس سے اپنے آنسو صاف کرتی ہوئی بولی۔۔۔۔۔اب اسے افسوس ہو رہا تھا اس نے ماہی کو یہ بات کہی ہی کیوں۔۔۔۔۔

وہ اپنے ننھے ننھے قدموں سے چلتی ہوئی کمرے میں آئی۔۔۔۔اس نے دیکھا اس کی ماں آنسو بہاتی ہوئی جلدی جلدی اس کے بیگ میں اس کا سارا سامان ڈال رہی تھی۔۔۔۔۔۔وہ بیڈ کے پاس آئی اور پھر بہت مشکل سے اس پر چڑھ کر کھڑی ہو گئی۔۔۔۔۔۔

ماہی نے اسے دیکھ جلدی سے اپنے آنسو صاف کیے۔۔۔۔۔۔"ہیل ام کاں جالئے ایں؟"۔۔۔۔(ہیر ہم کہاں جا رہے ہیں؟)۔۔۔۔جب جب وہ ماہی کو ہیر کہتی تھی تب تب ماہی کے دل میں سکون کے ساتھ تکلیف بھی اٹھتی تھی۔۔۔۔"ہیر کی جان ہم گھر جا رہیں ہیں۔۔۔۔۔

آپ نے کھانا کھایا؟"۔۔۔۔یہ بات سن کر زرین نے نفی میں سر ہلایا۔۔۔"کیوں نہیں کھایا؟"۔۔۔۔

ماہی سارے کام چھوڑا اپنی بیٹی کو اپنی باہوں میں بھرتی بولی۔۔۔۔"مجھے نابلیانی اول شیڈوش کھانا اے"۔۔۔(مجھے نابریانی اور سینڈوچ کھانا ہے)۔۔۔۔وہ اپنی ماں کے گلے لگتی لاڈ سے بولی۔۔۔۔اور ماہی کے سامنے ماضی کے پنے کھل گئے۔۔۔۔"ہیر مجھے بھی سینڈوچ کھانا ہے"۔۔۔۔اس کی آواز ماہی کو اپنے کانوں میں سنائی دی۔۔۔۔اس کا دل غم سے پھٹنے کے قریب ہو گیا۔۔۔۔کیوں چلا گیا وہ اپنی ہیر کو اس دنیا میں اکیلا چھوڑ کر۔۔۔۔۔

وہ جو اپنے خیالوں میں گم تھی اچانک اسے اپنے گالوں پر ننھے ہاتھوں کا لمس محسوس ہوا۔۔۔۔وہ چونک کر خیالوں سے باہر آئی۔۔۔۔اس کی بیٹی اپنے ہاتھوں سے اس کے آنسو صاف کر رہی تھی۔۔۔۔ماہی کا دل چاہا دھاڑے مار مار کر روئے۔۔۔۔مگر اس نے بہت مشکل سے اپنے تکلیف کو قابو کیا۔۔۔۔اور اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔۔"اوکے ہم کھانے چلتے ہیں"۔۔۔۔۔یہ بات سن کر وہ خوشی سے کلیپنگ کرنے لگی۔۔۔۔

ماہی نے اس کا بیگ پکڑا اور اسے اپنی باہوں میں اٹھاتی ہوئی کمرے کا دروازا بند کر کے لاؤنج میں آئی۔۔۔انوشہ اسے دیکھ اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔"ماہی ایم سوری۔۔۔پلیز مجھے معاف کر دو مجھے غلط مت

سمجھو میں تو بس..."۔۔۔ماہی نے اپنی لال انگارہ آنکھیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔۔۔

انوشہ اس کی آنکھوں کی تکلیف دیکھ خاموش رہ گئی۔۔۔۔ماہی کوئی بحث نہیں چاہتی تھی اس نے اپنا بیگ صوفے سے اٹھایا اور کچھ بھی کہے بنا لاؤنج کا دروازہ پار کر گئی۔۔۔اور انوشہ تکلیف سے واپس صوفے پر گر گئی۔۔۔۔۔

ماہی اسے اٹھا کر گاڑی تک لائی۔۔۔۔فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول کر اسے بٹھا کر سیٹ بیلٹ پہنائی۔۔۔اور اس کا بیگ پیچھے رکھنے کے بعد وہ ڈرائیونگ سیٹ کی طرف آئی۔۔۔اور گاڑی جمال ولا کا گیٹ عبور کرتی ہوئی باہر نکل گئی۔۔۔۔۔

ماہی نے گاڑی مال کے پارکنگ ایریا میں پارک کی اور گاڑی سے اتری اس سے پہلے کے وہ دوسری طرف جا کر زرین کو گاڑی سے نکالتی ایک جھٹکے سے ایک بڑی گاڑی اس کے پاس آ کر رکی۔۔۔۔

اس نے گاڑی میں سے کسی لڑکی کو باہر نکلتے ہوئے دیکھا۔۔۔۔۔وہ لڑکی بہت زیادہ بولڈ ڈریس پہنے ہوئے تھی۔۔۔۔ماہی اسے ایک نظر میں ہی پہچان گئی۔۔۔وہ شیز املک تھی۔۔۔۔آج وہ دونوں چار سالوں بعد آمنے سامنے آئیں تھیں۔۔۔۔۔ماہی کو اپنے سینے میں درد اٹھتی ہوئی محسوس ہوئی۔۔۔۔۔

وہ ماہی کی طرف قدم لیتی ہوئی اس سے چند قدم دور رک گئی۔۔۔۔اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔۔۔۔"ہائے ماہی۔۔۔کیسی ہو؟۔۔۔۔ تمھارے ہسبینڈ کی موت سن کر بہت افسوس ہوا۔۔۔۔ویسے سنا ہے کہ اس کا چہرہ سارا جل گیا تھا کوئی آخری بار اس کا چہرہ بھی دیکھ نہیں پایا۔۔۔۔بہت ہی کوئی افسوس کی بات ہے کہ تم اپنے حیدر کو آخری بار دیکھ بھی نا پائی"۔۔۔۔۔وہ اپنی مکروہ ہنسی ہنستی ہوئی ماہی پر طنز کر رہی تھی۔۔۔۔۔

وہ طنز نہیں کر رہی تھی وہ ماہی کا دل ٹکڑوں میں توڑ رہی تھی۔۔۔۔۔ماہی کو اپنا سانس سینے میں اٹکتا ہوا محسوس ہوا۔۔۔۔۔یہی تو تھی اس کی خوشیوں کی قاتل۔۔۔۔۔ماہی کا دل چاہا وہ اس لڑکی کا گلا

دبادے۔۔۔۔۔اسے ارمان سے دور کرنے والی یہ لڑکی آج کتنی خوش تھی۔۔۔۔۔

ماہی نے بہت مشکل سے اپنے آپ پر قابو پایااور مسکرا کر گویا ہوئی۔۔۔۔"میں بلکل ٹھیک ہوں شیز املک تم میرا کچھ بھی بگاڑ نہیں پائی۔۔۔تم تو ارمان سے دس سالوں کے جنون کی دعوے دار تھی۔۔۔پھر اسے ہی مروادیا۔۔۔کہاں گیا تمہارا وہ جنون اور عشق؟"۔۔۔۔

ماہی چاہ کر بھی اپنے لہجے کو تلخ ہونے سے روک نا پائی۔۔۔۔۔شیز اقہقا لگا کر ہنس پڑی۔۔۔۔"چلو ایک بات تو بتاؤ اگر ایک طرف تمہارا شوہر اور دوسری طرف تمہارا باپ تو تم کس سے زیادہ محبت کی دعویدار ہو گی"۔۔۔۔۔

ماہی نے ناسمجھی سے اس کی طرف دیکھا۔۔۔۔"تم بھی اپنے باپ سے اتنا ہی پیار کرتی ہو گی جتنا میں کرتی تھی۔۔۔۔۔کوئی بھی بیٹی اپنی باپ سے بڑھ کر کسی دوسرے مرد کو نہیں چاہتی۔۔۔۔۔تمہارے شوہر نے میرے باپ کو مارا تھا میں نے اسے مار کر حساب برابر کر دیا۔۔۔۔اس نے میرے باپ کی لاش جلائی تھی میں نے اس کی لاش جلا کر حساب برابر کر دیا"۔۔۔۔۔

ماہی کو لگا وہ ہل نہیں پائے گی۔۔۔۔وہ ساکت ہو گئی۔۔۔۔اسے سانس لینے میں تکلیف ہونے لگی۔۔۔۔وہ کتنے ہی منٹ اس کے سامنے کھڑی اس کی بے بسی دیکھتی رہی۔۔۔۔۔اچانک ماہی کو یاد آیا اس کی بیٹی گاڑی میں ہے۔۔۔۔۔"ہاں تم نے بالکل ٹھیک شیزا

ملک۔۔۔۔ایک بیٹی سے زیادہ باپ سے کوئی محبت نہیں کر سکتا"۔۔۔۔۔۔یہ کہتے ساتھ اس نے اپنے قدم گاڑی کی طرف بڑھائے۔

اور اپنی بیٹی کو اٹھاتی ہوئی گاڑی لاک کرتی واپس شیزا کی طرف مڑی۔۔۔۔"جس طرح تم نے ایک بیٹی ہونے کے ناطے اپنے باپ کی موت کا بدلہ لیا۔۔۔۔اسی طرح بہت جلد اے ایس پی ارمان حیدر خان کی بیٹی اپنے باپ کی موت کا بدلہ ایک دن ضرور لے گی۔۔۔۔۔تم بھی اس دن کا انتظار کرنا۔۔۔۔۔یہ ایک شہید کی بیٹی ہے۔۔۔۔اس کی رگوں میں ارمان حیدر کا خون ہے۔۔۔۔۔کبھی بھی بھولنا مت۔یاد رکھنا بدلے کے چکر میں ہمیشہ ایک کھلاڑی رہ جاتا ہے۔۔تم نے اپنا بدلہ لیا۔بہت جلد میری بیٹی بھی لے گی۔۔۔یہ موت

کا کھیل تمہارے باپ سے شروع ہوا تھا اور اب تم تک آ کر ہی ختم ہو گا"۔۔۔۔۔۔۔

ماہی اتنے سرد لہجے میں بولی کہ شیزا کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔۔۔۔اس نے ماہی کے ہاتھ میں بچی دیکھی۔۔۔وہ ارمان کو ختم کر چکی تھی۔۔۔ لیکن افسوس وہ دونوں پھر بھی ایک ہو گئے۔۔۔۔۔

ماہی مال کے اندر کی طرف بڑھی۔۔۔

وہ زرین کو لیے ریسٹورنٹ آئی۔۔۔۔۔اور اب اپنی بیٹی کے پاس بیٹھ کر اسے سینڈوچ اور بریانی کھلا رہی تھی۔۔۔۔۔۔اور وہ خوشی خوشی کھا رہی تھی۔۔۔۔۔۔ان دونوں چیزوں کو دیکھ ماہی کی آنکھوں میں بار بار نمی اتر رہی تھی۔۔۔۔۔ تین سال ہو گئے تھے وہ دوبارہ سے بریانی اور سینڈوچ کھانا چھوڑ چکی تھی۔۔۔۔۔ارمان کے بنا اس کا کھانا حلق سے نیچے اترتا ہی نہیں تھا۔۔۔۔۔۔

تین سال گزر تو گئے تھے مگر وہ آگے نہ بڑھ سکی وہ ذہنی طور پر آج بھی تین سال پیچھے کھڑی تھی۔۔۔۔۔وہ ظاہری طور پر تو بہت آگے بڑھ گئی تھی مگر کوئی نہیں جانتا تھا اس کے دل و دماغ میں کتنی جنگیں چلتی رہتی تھیں۔۔۔۔

زندگی اپنے ڈگر پر دنیا کے لیے واپس آئی تھی مگر اس کی زندگی تو وہیں کہیں رک گئی تھی۔۔۔۔۔اسے اپنی بیٹی سے بہت زیادہ محبت تھی۔۔۔۔۔وہ اسے ارمان کی طرح بہت عزیز تھی۔۔۔مگر وہ بیٹی تھی۔۔۔۔۔وہ چاہ کر بھی اپنے باپ کی کمی اپنی ماں کی زندگی میں پوری نہیں کر سکتی تھی۔۔۔۔۔۔

ماہی نے اس شخص سے 21 سال محبت کی تھی۔۔۔۔۔اور 21 سالوں کی محبت تین سالوں میں کیسے ختم یا کم ہو سکتی تھی۔۔۔۔۔اس کا دل چاہتا تھا وہ کہیں سے آجائے صرف ایک بار اس کے سامنے آئے اور وہ جی بھر کر اسے دیکھ لے۔۔۔۔۔

وہ تمام خیال جھٹکتی ہوئی زرین کی طرف متوجہ ہوئی وہ کھانا کھا چکی تھی۔۔۔۔"پلنشش آئش کلیم"۔۔۔(پرنسس آئس کریم)۔۔۔۔ وہ مسکراتی ہوئی بولی۔۔۔۔تو اس کا ڈمپل نمایاں ہوا۔۔۔اس کے پاس ڈمپل بھی تھا۔۔۔ارمان سے اس نے آنکھوں اور بالوں کے ساتھ ڈمپل بھی لیا تھا۔۔۔۔ماہی کو اس کے اندر اپنا آپ نظر آتا تھا۔۔۔۔ چھوٹی ماہی۔۔۔۔۔

ماہی نے اس کے کیے آئس کریم آرڈر کی اور اب وہ اپنے ہاتھوں سے اسے کھلا رہی تھی۔۔۔۔۔۔

جب وہ کھانا کھا چکی تو ماہی اسے لیے ریسٹورنٹ سے باہر نکلی۔۔۔۔

اچانک ماہی کو محسوس ہوا وہ کسی کی نظروں کے حصار میں ہے۔۔۔۔وہ دوبارہ ماضی میں پہنچ گئی۔۔۔۔وہ یونیورسٹی میں ہمیشہ ارمان کی نظروں کے حصار میں رہتی تھی۔۔۔۔اس نے گردن موڑ کر پیچھے چاروں طرف دیکھا۔۔۔

اس سے پہلے ماہی کی نظر اس طرف اٹھتی ایک کالا سایا فوراً پلر کی اوٹ میں ہو گیا۔۔۔۔

ماہی کی نظر کچھ فاصلے پر ایک کپل کی طرف گئی۔۔۔۔وہ ایک منٹ میں پہچان گئی وہ مرحا اور سعد تھے۔۔۔۔۔

مرحا اور سعد کی شادی ہو گئی تھی۔۔۔۔وہ دونوں بھی ماہی کو دیکھ چکے تھے اس لیے وہ ماہی کی طرف آئے۔۔۔۔"ہائے میم کیسی ہیں

آپ؟"۔۔۔ماہی نے مسکراتے ہوئے سر ہاں میں ہلا کر جواب دیا۔۔۔۔

مرحا حسرت اور کچھ تکلیف سے اس عورت کو دیکھ رہی تھی۔وہ بہت خاص تھی کیونکہ وہ ارمان حیدر کی بیوی تھی۔۔۔"آپ کیسی ہو چھوٹی ڈول"۔۔۔۔سعد نے زرین سے سوال کیا۔۔۔۔وہ انجان لوگوں کو دیکھ اپنی ماں کے سینے میں منہ چھپا گئی۔۔۔۔مرحا نے غور سے بچی کی طرف دیکھا۔۔۔۔اس کی آنکھوں اور بالوں کا رنگ بالکل ارمان جیسا تھا۔۔۔

ماہی دوبارہ ان دونوں کی طرف متوجہ ہوئی۔۔۔۔"کانگریچولیشن آپ کی شادی کا سن کر اچھا لگا اللہ پاک آپ دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے اور

اپنی حفاظت میں رکھے "۔۔۔۔وہ دونوں ماہی کی دعا پر مسکرا اٹھے وہ دونوں جانتے تھے اس عورت نے کتنا کچھ سہا ہے اب وہ پہلے جیسی نہیں رہی تھی۔۔۔۔

وہ کالا سایہ پلڑ کی اوٹ سے نکلا۔۔۔۔اور دوبارہ اس بلیک فراک اور گولڈن حجاب میں ملبوس لڑکی کی طرف متوجہ ہو گیا۔۔۔۔جو اپنے سامنے کھڑے ایک کپل سے مسکرا کر کوئی بات کر رہی تھی۔۔۔۔شاید وہ کوئی رسمی باتیں کر رہی تھی۔۔۔۔پھر وہ دونوں پلٹ گئے۔۔۔۔

وہ اتنی دور سے بھی دیکھ سکتا تھا اس لڑکی کی آنکھیں جو کچھ دیر پہلے مسکرا رہی تھیں اب وہ تکلیف اور اذیت کا شکار ہو گئیں۔۔۔۔اس کی باہوں

میں چھوٹی بچی تھی۔۔۔۔۔اب وہ بچی کو لیے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔۔۔۔۔۔

پلڑ کی اوٹ میں کھڑے اس شخص کی نظروں نے اس گاڑی کا تب تک پیچھا کیا جب تک وہ آنکھوں سے اوجھل نہیں ہو گئی۔۔۔۔۔۔

وہ گاڑی گھر کی طرف موڑ چکی تھی۔۔۔۔اور زرین گاڑی میں بیٹھے بیٹھے ہی سو گئی۔۔۔۔ابھی آدھا راستہ ہی گاڑی چلی تھی کہ وہ بند ہو گئی۔۔۔۔ماہی نے اسے دوبارہ سٹارٹ کیا۔۔۔مگر وہ جھٹکے کھا رہی تھی۔۔۔۔

ماہی کی نظر فیول کی طرف اٹھی اور اس نے سر پر ہاتھ مارا فیول ختم ہو چکا تھا۔۔۔۔اس نے بے اختیار روڈ پر آگے اور پیچھے دیکھا یہ روڈ کچھ سنسان تھی۔۔۔۔سامنے ہی ایک ڈھابہ تھا۔۔۔۔

ماہی گاڑی سے اتری اور مدد مانگنے کے لیے ڈھابے کی طرف گئی۔۔۔۔ ڈھابے کے مالک نے ایک بچے کو بھیجا وہ کچھ دیر بعد ایک بوتل میں فیول لے آیا ماہی نے شکر کا سانس لیا۔۔۔۔اور ان کا شکریہ ادا کرتی ہوئی گاڑی میں بیٹھی اور گاڑی کو سٹارٹ کر دوبارہ سفر شروع کیا۔۔۔۔۔

ابھی وہ کچھ دور ہی گئی تھی کہ سڑک کے کنارے اسے ایک لڑکی کھڑی نظر آئی۔۔۔۔۔اور پاس ہی ایک گاڑی کھڑی تھی اس کا بونٹ کھلا ہوا

تھا۔۔۔۔شاید اس کی گاڑی خراب ہو گئی تھی۔۔۔۔اس لڑکی نے ماہی کی گاڑی دیکھ کر ہاتھ کے اشارے سے روکا۔۔۔۔۔۔

ماہی نے گاڑی روک دی۔۔۔۔وہ اس کے شیشے کی طرف آئی۔۔۔۔ ماہی نے شیشہ نیچے کیا۔۔۔۔"کیا آپ پلیز میری کچھ ہیلپ کر دیں گیں میری گاڑی خراب ہو گئی ہے۔۔۔آپ کا ٹول بکس مل سکتا ہے۔۔۔ پلیز"۔۔۔۔ماہی کچھ تذبذب کا شکار ہوئی۔۔۔۔وہ کوئی 25 سے 27 سالہ گرے آنکھوں والی لڑکی تھی۔۔۔۔پینٹ شرٹ پہنے سنہری بالوں کی ہائی پونی کیے۔۔۔۔۔چہرے سے خوبصورت لگتی تھی۔۔۔۔

ماہی سر ہلاتی ہوئی گاڑی سے اتری اور اپنا بونٹ کھول کر ٹول بکس نکال کر اسے دیا۔۔۔۔وہ ٹول باکس پکڑتی ہوئی اپنی گاڑی کی طرف گئی اور

اب وہ اس کے بونٹ پر جھکی اسے ٹھیک کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔۔۔ماہی زرین کی طرف آئی۔۔۔۔اس کا دھیان اپنی بیٹی کی طرف گیا وہ پر سکون ہو کر سو رہی تھی۔۔۔۔

تقریبا 15،20 منٹ تک وہ لڑکی اپنا کام کرتی رہی۔۔۔۔۔پھر وہ سیٹ کی طرف بڑی اور اندر بیٹھ کر گاڑی سٹارٹ کی۔۔۔۔۔گاڑی سٹارٹ ہو گئی اس لڑکی کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔۔۔۔وہ گاڑی بند کرتی ہوئی باہر نکلی اپنے بونٹ کو بند کیا اور ماہی کا ٹول باکس پکڑتی ہوئی ماہی کی طرف آئی اور اس کو واپس کر دیا۔۔۔۔۔ماہی نے بونٹ کھول کر ٹول باکس اندر رکھا اور اسے بند کر دیا۔۔۔۔۔"شکریہ آپ نے میری ہیلپ کی"۔۔۔۔۔ماہی نے سر کو خم دیا۔۔۔۔۔"کوئی بات نہیں"۔۔۔۔۔۔

وہ لڑکی بار بار پیچھے درختوں کی طرف کچھ دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔۔"کیا ہوا آپ ٹھیک تو ہیں"۔۔۔۔۔لڑکی نے ہاں میں سر ہلایا۔۔۔۔۔۔"وہ ایکچولی میرے شوہر کال پر بات کرتے ہوئے اس طرف گئے تھے ابھی تک آئے نہیں بس ان کا انتظار کر رہی ہوں"۔۔۔۔۔ماہی نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔۔۔۔۔۔

کچھ دیر گزری جب ایک شخص ان دونوں کی طرف بڑھتا ہوا آیا۔ماہی کو ایک عجیب سے احساس نے آگیرا۔۔۔اسے لگا جیسے سالوں بعد اس نے ہواؤں میں ایک خوشبو کو محسوس کیا ہو۔۔۔یہ احساس۔۔یہ احساس ماہی ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں پہچان گئی۔اس نے ایک

جھٹکے سے دائیں طرف اپنا چہرہ موڑا۔سامنے سے ایک شخص قدم قدم چلتا آ رہا تھا۔۔۔۔۔

جیسے ہی ماہی کی نظر اس شخص کی کے چہرے پر گئی ماہی کو لگا وہ کبھی سانس نہیں لے پائے گی۔۔۔۔اس نے دنیا میں اس سے زیادہ حسین مرد نہیں دیکھا تھا۔۔۔۔۔اسے اپنے ارد گرد سب کچھ ساکت ہوتا محسوس ہوا۔۔۔۔۔کوئی حرکت، کچھ بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا۔۔۔۔۔۔ماہی کی ساری دنیا رک چکی تھی۔۔۔۔۔

ماہی کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔۔۔۔۔وہ سالوں بعد بھی اس شخص کو لاکھوں کے مجمعے میں پہچان سکتی تھی۔۔۔۔۔۔اس کے

ہونٹوں سے سرگوشی نما آواز نکلی۔۔۔۔"حیدر"۔۔۔۔ارمان حیدر۔۔۔۔اے ایس پی ارمان حیدر۔۔۔۔۔وہ زندہ تھا۔۔۔۔۔

دھوکا

وہ شخص قدم قدم چلتا ان دونوں کی طرف آرہا تھا۔۔۔۔اس کی چال آج بھی بالکل ویسی تھی۔۔۔۔۔وہ لائٹ پرپل کلر کی شرٹ کے ساتھ بلو جینز میں ملبوس تھا۔۔۔۔سر کے بال کچھ بڑے ہو چکے تھے جو اب کان کی لوؤں کو چھو رہے تھے۔۔۔۔۔کالی آنکھوں پر نظر کا چشمہ لگا رکھا تھا۔۔۔۔شیو بھی کافی بڑی تھی جیسے کچھ دنوں سے کی نہ

ہو۔۔۔۔۔اس شخص کا حلیہ بہت زیادہ بدل گیا تھا۔۔۔۔۔ مگر وہ ماہی تھی وہ اس شخص کو سالوں بعد بھی۔۔۔۔۔لاکھوں کے مجمعے میں اور سنسان سڑک پر کسی بھی حلیے میں پہچان سکتی تھی۔۔۔۔

ماہی کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔۔۔۔۔وہ دیوانوں کی طرح بس اس شخص کو دیکھے جارہی تھی۔۔۔۔۔سالوں بعد کوئی سکون تھا جو ماہی کی آنکھوں میں اترا۔۔۔۔۔ماہی کو لگا وہ شاید اب کبھی ہل نہ پائے۔۔۔۔۔اسے اپنی آنکھیں بار بار دھندلی ہوتی محسوس ہو رہی تھیں۔۔۔۔۔وہ بار بار اپنی آنکھوں کو صاف کر کے اس شخص کو دوبارہ دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔بالآخر فاصلہ ختم ہوا وہ شخص اس کے قریب آگیا تھا۔۔۔۔۔

ماہی نے اپنے دل کی کیفیت کو کس طرح قابو کیا تھا صرف وہی جانتی تھی۔۔۔۔۔یہ کیسی حقیقت تھی۔۔۔۔۔ماہی کو لگا درمیان سے گزرے ماہ و سال غائب ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔وہ میرج ہال میں نیلی میکسی میں کھڑی ہے اور وہ شخص نیلے رنگ کے تھری پیس سوٹ میں اس کے سامنے سے چلتا آرہا ہے۔۔۔۔۔۔ماہی کو اب کی بار منظر بدلتا ہوا محسوس ہوا۔۔۔۔۔اب وہ پولیس اسٹیشن میں کھڑی ہے اور وہ شخص اس کے سامنے کھڑا ہے۔۔۔۔۔

ماہی نے بہت مشکل سے اپنے قدموں کو حرکت دی۔۔۔۔۔وہ قدم قدم چلتی اس شخص کی طرف بڑھی۔۔۔۔۔۔۔ماہی کو اپنے جسم سے جان نکلتی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔۔۔۔بالا خر فاصلہ ختم ہوا وہ اس شخص کے بہت نزدیک پہنچ گئی۔۔۔۔۔

ماہی نے اپنا ہاتھ ہلانا چاہا مگر اس کا سارا ہاتھ کانپ رہا تھا۔۔۔۔اس نے اپنا وہی کپکپاتا ہاتھ اٹھایا اور بہت مشکل سے اس کے کندھے تک لائی۔۔۔۔اس نے اس طرح اس کے کندھے کو چھوا جیسے وہ چھونے کے بعد کہیں غائب ہو جائے گا۔۔۔۔۔

مگر یہ کیا وہ شخص غائب نہیں ہوا۔۔۔۔۔۔ماہی نے اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھا۔۔۔۔۔یہ لمس وہ ہزار سالوں بعد بھی نہیں بھول سکتی تھی۔۔۔۔۔۔یہ لمس اس کے حیدر کا تھا۔۔۔۔اس کا ہاتھ بے اختیار اس شخص کے چہرے پر گیا۔۔۔۔۔۔۔

ماہی نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔۔۔۔یہ آنکھیں اس کے شوہر کی آنکھیں نہیں تھیں۔۔۔۔یقیناً اس نے دوبارہ لینز لگا لیے تھے۔۔۔۔وہ بے تاثر نگاہوں کے ساتھ اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔اور ماہی دھندلی ہوتی بصیرت کے ساتھ۔۔۔۔

ماہی کا سارا جسم کپکپانا شروع ہو گیا۔۔۔وہ بہت مشکل سے اپنے قدموں کے سہارے کھڑی تھی۔۔۔اس کا ضبط ختم ہو رہا تھا۔۔۔اور پھر وہ اونچی آواز میں رونے لگی۔۔۔۔وہ یقین کر رہی تھی کہ یہ حقیقت ہے کوئی خواب نہیں۔۔۔۔

ماہی کسی کٹی ڈال کی طرح آگے بڑھی اور ایک جھٹکے سے اس کے سینے سے لگ گئی۔ہاں یہ وہی سکون تھا جو اسے اس لمس میں ملتا تھا اسے کوئی

شک نہیں رہا تھا۔اسے یقین ہو گیا تھا وہ اس کا حیدر ہی ہے۔۔۔ماہی پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔۔۔۔ماہی نے ہمیشہ کی طرح ایک ہاتھ سے اس کا کالر پکڑا دوسرے ہاتھ سے اس کے سینے پر مکے مارنے لگی۔۔۔۔۔

وہ اپنے اندر موجود سارا غبار باہر نکالنے لگی۔۔۔۔"کہاں چلے گئے تھے آپ مجھے چھوڑ کر حیدر۔۔۔۔کیوں چلے گئے تھے مجھے چھوڑ کر"۔۔۔۔۔وہ روتے ہوئے بولی۔۔۔۔۔

اس شخص نے ماہی کو دونوں کندھوں سے پکڑا اور کھینچ کر خود سے دور دھکا دیا۔۔۔۔ماہی حیران رہ گئی۔۔۔۔وہ یقین نا کر پائی۔۔۔۔۔وہ شخص آنکھوں میں غصہ لیے ماہی کو گھورنے لگا۔۔۔۔۔۔۔

ماہی کو یقین نا آیا اس کے حیدر نے اسے خود سے دور کیا۔۔۔۔"یہ کیا بد تمیزی ہے؟"۔۔۔۔وہ اجنبی لہجے میں غصے سے بولا۔۔اس کی آواز آج بھی ویسی ہی تھی کانوں کو سکون پہچانے والی۔۔۔ماہی کا دل کٹ کر رہ گیا۔۔۔۔"حیدر۔۔۔۔یہ کیا ہو گیا ہے آپ کو میں آپ کی ہیر ہوں"۔۔۔۔۔وہ آنسوؤں کے درمیان بامشکل بولی۔۔۔۔۔

ماہی نے غور سے ان آنکھوں میں دیکھا مگر وہاں شناسائی کی کوئی رمک نہیں آئی۔۔۔۔"کون حیدر، کون ہیر۔۔۔۔میں آپ کو نہیں جانتا مس"۔۔۔۔اور ماہی کو لگا وہ اس کی سانسوں کی ڈور اپنے ہاتھوں سے کاٹ رہا ہو۔۔۔۔۔

وہ دوبارہ اس کے سینے سے لپٹ گئی۔۔۔۔"نہیں میں جانتی ہوں آپ میرے حیدر ہیں"۔۔۔۔۔اس نے دوبارہ ماہی کو خود سے دور دھکا دیا۔۔۔وہ چند قدم دور ہو گئی۔۔۔۔

ماہی کی آنکھیں دھندلی ہو رہیں تھیں۔۔۔۔"شرم نہیں آتی اس طرح بیچ راستے میں کسی غیر مرد سے چپکتے ہوئے۔۔۔۔حلیے سے تو تم شریف لگتی ہو۔۔۔۔اس طرح سڑک پر کھڑے ہو کر مردوں پر ڈورے ڈالتے ہوئے شرم آنی چاہیے"۔۔۔۔۔وہ سرد لہجے میں ڈھارا۔۔۔۔

ماہی کو لگا جیسے وہ اس کے کانوں میں پگھلتا ہوا سیسا انڈیل رہا ہو۔۔۔۔۔ماہی کے اندر باہر غصہ بھر گیا۔۔۔اور پھر وہ ہوا جو ماہی نے خود کبھی سوچا بھی نا تھا۔۔۔۔

ماہی کا نازک ہاتھ اٹھا اور سامنے کھڑے شخص کے چہرے پر ایک تھپر دے مارا۔۔۔۔اور اب کی بار ماہی نے اس کی آنکھوں میں حیرت ابھرتے دیکھی۔۔۔۔"شرم آنی چاہیے آپ کو میرے بارے میں اس طرح کی بکواس کرتے ہوئے۔۔۔۔غیر مردوں کی بات کرتے ہیں شاید آپ کے دماغ پر چوٹ لگ گئی ہے۔۔۔۔اس لیے بھول گئے ہیں۔۔۔میں آپ کی بیوی ہوں۔۔۔کوئی غیر نہیں۔۔۔شوہر ہیں آپ میرے"۔۔۔۔۔۔

ماہی نے اس کی شرٹ کو گریبان سے پکڑ کر جھنجھورا اور غصے سے پھٹ پری۔۔۔۔۔

اچانک کسی نے ماہی کو زور سے دھکا دیا وہ اپنا بیلینس برقرار نا رکھ پائی اور سیدھی سڑک پر جا گری۔۔۔۔"تمھاری ہمت کیسے ہوئی میرے شوہر پر ہاتھ اٹھانے کی"۔۔۔۔ماہی نے چہرہ اٹھا کر دیکھا۔۔۔وہ لڑکی جس نے ماہی سے مدد لی تھی وہ ماہی پر چلا اٹھی۔۔۔۔۔

ماہی کو لگا آسمان اس کے سر پر پھٹ پڑا ہو۔۔۔۔وہ دوبارہ کھڑی ہوئی اور حیرانی سے ان دونوں کو دیکھنے لگی۔۔۔۔"تمھارا شوہر؟"۔۔۔۔وہ انگلی حیدر کی طرف کیے پوچھنے لگی۔۔۔۔۔

ماہی کے لہجے میں بے یقینی ہی بے یقینی تھی۔۔۔"ہاں یہ میرا شوہر ہے۔۔۔۔تم سے مدد کیا مانگ لی تم تو میرے شوہر پر ہاتھ اٹھانے تک

پہنچ گئی۔۔۔۔میں ایک کال سننے تھوڑا دور گئی تھی۔۔۔۔ تمھارے سامنے ہوتی تو تمہیں یہ موقع بھی نا دیتی"۔۔۔۔۔

اور ماہی کو لگا کسی نے اس کے سینے میں خنجر گھونپ دیا ہو۔۔۔اسے لگ رہا تھا وہ لڑکی اس کے کانوں میں صور پھونک رہی ہو۔۔۔اس نے بے یقینی سے حیدر کی طرف دیکھا جس کی نگاہیں اب بھی بے تاثر تھیں۔۔۔۔ماہی نے میکانکی انداز میں نفی میں سر ہلایا۔۔۔۔"بکواس۔۔۔سب بکواس ہے۔۔۔۔یہ تمھارا نہیں میرا شوہر ہے"۔۔۔۔ماہی غصے سے چیخی۔۔۔۔

اس نے دوبارہ حیدر کو کالر سے پکڑ کر جھنجھورا۔۔۔"حیدر آخر آپ کچھ بولتے کیوں نہیں بتائیں نا سچ۔۔۔میں آپ کی بیوی ہوں آپ کی

ہیر۔۔۔۔ کہہ دیں یہ عورت جھوٹ بول رہی ہے۔۔۔آپ صرف میرے ہیں۔۔اپنی ہیر کے۔۔۔۔پلیز سچ بتادیں میرا دل پھٹ جائے گا"۔۔۔۔۔

اس شخص نے اپنے دونوں ہاتھوں سے ماہی کے ہاتھ اپنے کالر سے ہٹائے اور اسے دوبارہ دھکا دینے والے انداز میں خود سے دور کیا ۔۔۔۔"میں حارث شیرازی ہوں کوئی ارمان حیدر نہیں اور نا ہی میں کسی ماہیر کو جانتا ہوں۔۔۔۔دور رہو مجھ سے۔۔۔میں صرف اپنی بیوی کا وفادار ہوں میری صرف ایک بیوی ہے جو اس وقت میرے سامنے کھڑی ہے۔۔۔۔ عجیب پاگل پن ہے"۔۔۔۔وہ جھنجھلا کر بولا۔۔۔

اور ماہی پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔۔۔۔ماہی کو لگا جیسے وہ آسمان سے زمین پر لا کر پٹکھ دی گئی ہو۔۔۔ماہیر حیدر پاش پاش ہو گئی۔۔۔اتنا بڑا دھوکا۔۔۔۔وہ شخص اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے جھوٹ بول رہا تھا۔۔۔

ماہی کو لگا جیسے وہ اسے موت کا پروانہ سنا رہا ہو یہ وہ شخص نہیں تھا جس نے ساری کلاس کے سامنے کہا تھا۔۔۔

"She is my wife. Mrs Maheer Arman Haider"

یہ شخص تو آج اسے پہچاننے سے انکار کر چکا تھا۔یہ وہ حیدر نہیں تھا جس کے ساتھ ماہی نے ایک سال گزارا تھا۔اس شخص کا لہجہ بہت بدل گیا تھا یہ تو کوئی اور ہی شخص تھا۔۔۔

ماہی کا دل ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔۔۔۔اس کے سارے الفاظ ختم ہو گئے۔۔۔آسمان پر بادل اتنی زور سے گرجے جیسے یہ جھوٹ برداشت نا کر پائیں ہوں۔۔۔

ماہی پتھر ہوتی اس شخص کو حیرانی سے دیکھتی رہی۔۔۔۔وہ شخص دوسری شادی کر چکا تھا۔۔۔ماہی نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ اسے چھوڑ کسی دوسری لڑکی سے شادی کر لے گا۔۔۔۔آنسو آنکھوں کی باڑ توڑ کر گالوں پر بہتے گئے۔۔۔۔۔اسے سانس لینے میں دشواری ہونے لگی۔۔۔۔"دھوکا۔۔۔۔اتنا بڑا دھوکا"۔۔۔۔وہ روتی ہوئی نفی میں سر ہلانے لگی۔۔۔۔۔۔

وہ دونوں جو اسے دیکھ رہے تھے۔۔۔۔۔سر جھٹکتے ہوئے گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔۔۔۔۔۔اور ماہی پورے قد سے زمین بوس ہوئی۔۔۔۔۔۔وہ دونوں ہاتھ سڑک پر مارتی ہوئی بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔۔۔۔۔۔"نہیں آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے حیدر۔۔۔۔آپ کیسے مجھے دھوکا دے کر کسی اور کے ہو سکتے ہیں۔۔۔۔میں جانتی ہوں آپ ہی حیدر ہیں"۔۔۔۔وہ پاگلوں کی طرح چیخی۔۔۔۔۔

ان دونوں نے آخری نظر اسے دیکھا اور گاڑی سڑک پر بھگا کر یہ جا وہ جا۔۔۔اور ماہی کو منظر بدلتے ہوئے محسوس ہوئے وہ اسے حویلی کی دہلیز پر چھوڑ کر جا رہا تھا۔۔۔۔پھر وہ اسے پولیس اسٹیشن میں روتے

ہوئے چھوڑ کر جا رہا تھا۔۔۔وہ ایک بار پھر اسے روتا بلکتا ہوا چھوڑ کر چلا گیا۔

وہ ہمیشہ اسے چھوڑ کر چلا جاتا تھا اس کے لیے ماہی کو چھوڑنا آسان تھا۔۔۔آج وہ ماہی کی سانسوں کی ڈور کو اپنے ہاتھوں سے کاٹ کر گیا تھا۔۔۔

وہ اس سنسان سڑک پر چیخ چیخ کر روتی رہ گئی۔۔۔دیکھتے ہی دیکھتے آسمان برسنا شروع ہو گیا۔۔۔۔

آسمان بھی اس کے غم میں رو پڑا۔۔۔۔وہ وہیں سڑک پر گری بھیگتی ہوئی روتی گئی۔۔۔۔۔اب تو بارش کا پانی اس کے چہرے پر پڑ رہا تھا

جس نے ماہی کے آنسو چھپا دیے۔۔۔۔۔۔سنسان سڑک پر اس کی چیخ و پکار دور دور تک جا رہی تھی۔۔۔۔۔مگر کوئی سننے والا نہ تھا۔۔۔۔

وہ لڑکی گاڑی ڈرائیو کر رہی تھی اور وہ شخص موبائل میں بزی تھا۔۔۔۔

"کون تھی وہ لڑکی۔۔۔۔اور کیوں کہہ رہی تھی تمہیں اپنا شوہر؟"۔۔۔۔۔۔وہ غصے سے پھٹ پڑی۔۔۔۔۔مگر وہ پر سکون موبائل چلا رہا تھا۔۔۔"میں نہیں جانتا اور یہ بات میں اس کے سامنے بھی تمہیں بتا چکا ہوں"۔۔۔۔۔

اس لڑکی نے تفتیشی نظروں سے اسے دیکھا۔۔۔"مجھے دھوکا دینے کی کوشش مت کرنا حارث ورنہ تمہاری موت میرے ہاتھوں ہو گی"۔۔۔۔لڑکی کی بات سن حارث نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔۔۔۔"تمہیں اس لڑکی کو اس طرح دھکا نہیں دینا چاہیے تھا۔۔۔میں ہینڈل کر رہا تھا نا۔۔۔کیا پتا اس کے شوہر کی شکل مجھ سے ملتی ہو اور تم نے اس کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔۔۔اگر اس لڑکی کو کوئی چوٹ لگ جاتی تو؟"۔۔۔

وہ ٹھنڈے لہجے میں بولا۔۔۔

لڑکی نے اس کی آنکھوں کو غور سے دیکھا مگر کوئی تاثر نہیں ڈھونڈ پائی۔۔۔"تمہیں اس کی بہت فکر ہو رہی ہے۔۔۔بتا ہی دو وہ کیا لگتی

ہے تمھاری۔۔۔اس کو چوٹ لگنے کی فکر ہو گئی ہے تمہیں اور جو اس نے تمھارے منہ پر تھپر مارا اس کا کیا"۔۔۔۔۔

لڑکی کا انداز تنزیہ تھا۔۔۔"میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں میں نہیں جانتا وہ کون تھی۔۔۔اور میں صرف انسانیت کے ناتے کہہ رہا ہوں دیکھا نہیں تھا وہ کس طرح رو رہی تھی۔۔ہو سکتا ہے اسے کوئی ٹروما ہو۔۔۔اور رہی بات تھپر کی تو وہ میں ڈیزرو کرتا تھا اس نے مار دیا"۔۔۔۔اتنا کہتے ساتھ اس نے اپنا دھیان دوبارہ موبائل کی طرف کر لیا۔۔۔۔

لڑکی ڈرائیونگ کرتے ہوئے بار بار اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔۔"اچھا اور تم کس طرح ڈیزرو کرتے تھے وہ تھپر"۔۔۔اس سوال پر ان کالی

آنکھوں میں سایہ سا لہرایا۔۔۔مگر وہ صرف کچھ پلوں کے لیے تھا اس نے خود کو جلدی کمپوز کر لیا۔۔۔۔"میں نے اس کو ہرٹ کیا۔۔۔اس کو تکلیف پہنچائی اس نے تھپر مار کر بلکل ٹھیک کیا"۔۔۔۔۔

وہ لڑکی شدید قسم کی جھنجلاہٹ کا شکار تھی۔۔۔۔۔"لیکن"۔۔۔۔ "سٹاپ اٹ ثانیہ"۔۔۔۔وہ اس کی بات کاٹ گیا۔۔۔اور ثانیہ خاموش ہو گئی۔۔۔۔۔اور اپنا دھیان ڈرائیونگ کی طرف متوجہ کیا۔۔۔۔

وہ نہیں جانتی کہ وہ کتنے گھنٹے وہاں بیٹھی روتی رہی۔۔۔اس شخص کا دھوکا دماغ پر وسیس نہیں کر پا رہا تھا۔۔۔۔اچانک اسے اپنی بیٹی یاد آئی

وہ اپنے سن جسم کو حرکت دیتی ہوئی اٹھی۔۔۔اور خود کو گھسیٹتی ہوئی گاڑی تک لائی۔۔۔۔

ماہی پوری بارش میں بھیگ چکی تھی۔۔۔اس نے دیکھا زرین سو رہی تھی۔۔۔اس نے بے ساختہ شکر کا سانس لیا۔۔۔اس کی زندگی میں جو طوفان آیا اس کی بیٹی اس سے بے خبر ہی رہی۔۔۔۔

وہ گاڑی میں آکر بیٹھی ایک نظر اپنی معصوم بچی کے چہرے کو دیکھا۔اس کے نقش نین بالکل حیدر جیسے تھے۔۔۔اس کا باپ اس کی زندگی میں کہیں نہیں تھا۔۔۔وہ جو کل تک اپنی بیٹی کو کہتی آئی تھی کہ اس کا باپ مشن پر گیا ہے اور بہت جلد واپس آجائے گا

اب وہ اپنی بیٹی کو کیسے یہ بتائے گی کہ اس کا باپ اس کی ماں کو اس حالت میں چھوڑ کر گیا تھا۔۔۔جب ایک بیوی کو سب سے زیادہ اپنے شوہر کی ضرورت ہوتی ہے۔۔۔۔

اسے یاد آیا وہ ان تین سالوں میں اس شخص کی جدائی میں کتنا روئی تھی۔۔۔۔آج وہ شخص زندہ اس کے سامنے کھڑا تھا مگر وہ کسی اور کا ہو گیا۔۔۔اور ماہی انجان بنی خالی ہاتھ رہ گئی۔۔۔۔

ماہی کا سارا جسم کانپ رہا تھا۔۔۔۔اس نے اپنے دونوں ہاتھ منہ پر رکھ کر اپنی ہچکیوں کا گلا گھونٹا۔۔۔۔وہ جس شخص سے زندگی کے 24 سال عشق کرتی آئی تھی آج اس شخص نے ماہی کو زندہ در گور کر دیا تھا۔۔۔۔۔

وہ بے آواز روتی رہی۔۔۔باہر بارش زور و شور سے برس رہی تھی۔۔۔۔

جب تک اسے یہ معلوم تھا کہ اس کا شوہر اس دنیا میں نہیں رہا تب رونا آسان لگتا تھا۔۔۔مگر اس کے زندہ ہوتے ہوئے وہ کیسے اسے مردہ سمجھ کر روئے۔۔۔۔

وہ آج ماہی کو اپنی زندگی سے نکال باہر پھینک چکا تھا۔۔۔کیا وہ ساری زندگی یہ سمجھ کر آنسو بہاتی رہے گی کہ وہ شخص ان دونوں ماں بیٹی کے لیے مر چکا ہے۔۔۔یا پھر وہ سچ کی تلاش میں جائے گی۔۔۔اسے سچ جاننا چاہیے آخر کیوں حیدر نے ایسا کیا۔۔۔

کافی دیر کے بعد اس نے اپنے ہاتھوں کو حرکت دی اور گاڑی سٹارٹ کی اس کا دماغ اس وقت سن ہو چکا تھا۔۔۔۔۔

آدھے گھنٹے بعد اس کی گاڑی جمال ولا کے پورچ میں آکر رکی۔۔۔وہ ٹھیک نہیں تھی اس لیے گھر جانے کا ارادہ ترک کر کے وہ یہاں آگئی۔۔۔۔۔

وہ گاڑی سے باہر نکلی۔۔۔اسے اپنے جسم میں درد کی ٹیسیں اٹھتی محسوس ہو رہی تھیں۔۔۔۔اس نے کچھ فاصلے پر کھڑی ملازمہ کو آواز دی وہ بھاگتی ہوئی آئی۔۔۔۔"بیگ اور اور بچی دونوں کو اندر لے

جاؤ"۔۔۔۔وہ سر ہلاتی ہوئی سوئی ہوئی زرین کو اٹھا کر اندر لے گئی۔۔۔۔ماہی نے بہت مشکل سے خود کو حرکت دی۔۔۔اور لاؤنج کا دروازہ کھولتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔۔۔۔۔

پھپھو اور انوشہ اس کی حالت دیکھ اندر تک ہل گئیں۔۔۔۔انوشہ بھاگتی ہوئی اس کے پاس آئی۔۔۔ماہی کا جسم ڈھیلا ہو رہا تھا۔۔۔اور پھر اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔۔۔۔"ماہی کیا ہوا ہے"۔۔۔۔وہ ماہی کا گال تھپتھپا رہی تھی۔۔۔

ماہی نے ایک نظر اسے دیکھا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ اس کے بازوؤں کے درمیان جھول گئی۔۔۔۔۔۔"ماہی آنکھیں کھولو۔۔۔۔

ماہی"۔۔۔۔۔۔انوشہ گھبرا گئی۔۔۔۔"جلدی سے ڈاکٹر کو کال

کرو"۔۔۔وہ ملازمہ کو دیکھ بولی اور پھر ملازماؤں کے سہارے ماہی کو اس کے کمرے میں لے کر گئے۔۔۔۔۔

انوشہ نے اس کے کپڑے چینج کیے۔۔۔وہ سر سے لے کر پاؤں تک ٹھنڈی پر گئی تھی۔ ٹھنڈ لگنے کی وجہ اسے بخار ہو گیا۔۔۔۔کچھ دیر بعد ڈاکٹر آئی اور ماہی کا چیک اپ کیا۔۔۔۔"انہوں نے کسی چیز کی بہت زیادہ ٹینشن لی ہے۔۔۔۔اور شاید یہ کافی گھنٹے بارش میں بھیگتی رہی ہیں اس لیے بخار ہو گیا ہے"۔۔۔۔۔

وہ ماہی کو چیک کر کے دوائیاں دے کر چلی گئی۔۔۔۔انوشہ کو اپنے دل میں درد اٹھتی محسوس ہوئی۔۔۔یہ وہ ماہی نہیں تھی جو کچھ گھنٹوں پہلے

یہاں سے گئی تھی۔۔۔یہ ماہی تو بہت زیادہ ٹوٹی بکھری واپس آئی تھی۔۔۔۔

زرین پھپھو کے پاس تھی۔۔۔۔۔

اور انوشہ ماہی کے پاس اس کا خیال رکھنے کے لیے موجود تھی۔۔۔۔

وہ نیم غنودگی میں تھی۔۔۔جب اسے اپنے چہرے پر کسی کے ہونٹوں کا لمس محسوس ہوا۔۔۔ماہی کو اپنے جسم میں سکون اترتا محسوس ہوا۔۔۔اسے یہ لمس بہت اچھے سے یاد تھا۔۔۔اس کے ہونٹ ہلے۔۔۔"حیدر"۔۔۔۔

وہ ہوش میں آنے لگی۔۔۔اس نے اپنی مندی مندی آنکھیں کھولیں تو وہ وجود اس کے چہرے پر جھکا پیار نچھاور کر رہا تھا۔۔۔ماہی کی آنکھوں میں نمی اتری۔۔۔وہ حیدر نہیں تھا۔۔۔مگر وہ حیدر کا عکس تھا ۔۔۔اس کی بیٹی اپنے ننھے ننھے ہونٹوں سے اپنی ماں کے چہرے پر لمس چھوڑ رہی تھی۔۔۔۔

ماہی نے اس اپنے سینے سے لگا لیا۔۔۔۔اپنی ماں کو ہوش میں آتا دیکھ وہ کھلکھلا کر ہنسی۔۔۔"آپ کو بال اوا اے؟"۔۔۔(آپ کو بخار ہوا ہے؟)اب وہ ماہی کے چہرے کو اپنے ننھے ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر پوچھ رہی تھی۔۔۔ماہی نے ہاں میں سر ہلایا اور اسے اپنے سینے سے

لگائے اس کی بیٹھ تھپتھپانے لگی۔۔۔اور وہ دونوں ماں بیٹی نیند کی وادیوں میں اتر گئیں۔۔۔۔۔

دوبارہ جب اسے ہوش آیا تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔۔۔کمرہ خالی تھا۔نئے دن کی روشنی باہر پھوٹ چکی تھی۔۔۔اس نے یاد کیا کہ وہ کہاں ہے۔۔۔اور پھر آہستہ آہستہ سب یاد آتا گیا۔۔۔۔۔

اس کی آنکھوں میں کرب اور تکلیف ابھری۔۔۔اسے سچ جاننا ہو گا۔۔۔

وہ بلیکنٹ پھینکتی ہوئی اٹھی۔۔۔اور فریش ہونے واش روم میں گھس گئی۔۔۔۔۔

انوشہ ڈائنگ ٹیبل پر بیٹھی آیان اور زرین کو ناشتہ کروا رہی تھی۔۔۔۔کھانا کھانے کے ساتھ وہ مسلسل انوشہ سے سوالات پوچھ رہی تھی۔۔۔"مجھے پلنشش کے پاش جانا اے"۔۔(مجھے پرنسس کے پاس جانا ہے)۔۔۔۔اب کی بار وہ کچھ جھنجلا کر بولی۔۔۔۔۔

اس کی پھپھو اس کی بات ہی نہیں سن رہی تھی اس لیے وہ منہ پھلا کر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔"میری جان ابھی ماہی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے ماما کو ریسٹ کرنے دو کچھ دیر بعد ہم چلیں گیں"۔۔۔۔انوشہ نے اسے پیار سے ہینڈل کرنا چاہا۔۔۔۔۔

اس کی چھوٹی چھوٹی ہیزل گرین آنکھوں میں اداسی تھی۔۔۔وہ ماہی سے بہت اٹیچ تھی۔۔۔اس کو تکلیف میں دیکھ کر وہ بہت پریشان ہو جاتی

تھی۔۔۔"نئ"(نہیں)۔۔۔۔۔انوشہ نے کچھ بے بسی سے اس کی طرف دیکھا۔۔۔"سکون سے کھانا کھاؤ بار بی"۔۔۔۔۔انوشہ کا بیٹا آیان بولا۔۔۔وہ کافی زہین تھا اور اتنی سی عمر میں سارے الفاظ صحی سے ادا کرتا تھا۔

زرین نے ایک نظر اسے گھور کر دیکھا۔۔۔"تم تھا موش لئو کالے بلے"۔۔۔۔(تم خاموش رہو کالے بلے)۔۔۔۔وہ خفگی سے منہ پھلا کر بیٹھ گئ۔۔۔وہ اداس تھی اور وہ دونوں ماں بیٹا دیکھ سکتے تھے۔۔۔

وہ جب بھی اداس ہوتی ایسے ہی ناراضگی سے بولتی تھی۔۔۔اس کی ننھی ننھی آنکھوں میں نمی اتر رہی تھی۔۔۔جنہیں وہ بار بار

اپنے ہاتھوں سے صاف کر رہی تھی۔۔۔انوشہ کا دل کٹ کہ رہ گیا۔۔۔وہ ابھی بہت چھوٹی تھی پھر بھی اپنے جذبات چھپا کر رکھتی تھی۔۔۔۔۔۔

اتنے میں ماہی کمرے سے نکل کر لاؤنج میں آئی وہ ماہی کو دیکھ ایک ہی جست میں کرسی سے اتر کر بھاگتی ہوئی اس کی ٹانگوں سے لپٹ گئی۔۔۔ماہی نے اسے اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا۔۔۔وہ دونوں ماں بیٹی کے دل ایک دوسرے کے گلے لگتے پر سکون ہو گئے۔۔۔۔۔۔۔۔

اپنی ماں کو دیکھ کر وہ بہت ہی پر سکون ہو گئی۔۔۔۔ماہی اسے لیے ڈائننگ ٹیبل پر آ کر بیٹھ گئی۔۔۔۔انوشہ نے غور سے ماہی کو دیکھا۔۔۔سفید دودھیا چہرہ بخار کی وجہ سے سرخ ہو گیا تھا۔۔۔اس

وقت وہ مہرون رنگ کی شرٹ اور بلیک کیپری میں تھی اور گلے میں کالا دوپٹہ تھا۔۔۔۔

ماہی اب زرین کو کھانا کھلا رہی تھی۔۔۔۔انوشہ سے تو وہ کھا ہی نہیں رہی تھی۔۔۔۔ماہی نے ایک نظر بھی انوشہ کو نہیں دیکھا۔۔۔انوشہ کے دل میں تکلیف ہوئی۔۔۔۔"اب طبیعت کیسی ہے ماہی؟۔۔۔بخار کم ہو؟"۔۔۔۔اس نے ڈرتے ڈرتے سوال پوچھا۔۔۔۔

ماہی نے ایک نظر اسے دیکھا۔۔۔وہ بے تاثر آنکھوں سے دیکھ کر گویا ہوئی۔۔"جی آپی اب ٹھیک ہوں آپ پریشان مت ہوں"۔۔۔۔وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہہ کر دوبارہ کھانے کی طرف متوجہ ہو گئی۔۔۔۔

ملازمہ اب اس کے سامنے کھانا لگا رہی تھی۔۔۔۔انوشہ نے شکر کا سانس لیا۔۔۔وہ ناراض نہیں تھی۔۔۔وہ پوچھنا چاہتی تھی کہ کل کیا ہوا تھا ماہی کو مگر ہمت نہیں کر سکی۔۔۔۔ماہی خود بھی ناشتہ کر رہی تھی اور چھوٹے چھوٹے نوالے اپنی جھولی میں بیٹھی اپنی بیٹی کو بھی کھلا رہی تھی۔۔۔اور آیان ہمیشہ کی طرح ماہی کو پیار سے دیکھ رہا تھا۔۔۔وہ بہت خوبصورت تھی۔۔۔۔

ماہی کا دھیان اچانک آیان کی طرف اٹھا وہ دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر ٹکائے ماہی کو محبت سے دیکھ رہا تھا۔۔۔ماہی مسکرائی۔۔۔۔اور ماہی کو مسکراتا دیکھ وہ بھی مسکرا اٹھا۔۔۔"آنی آپ بہت پیاری

ہیں"۔۔۔ماہی کی ہنسی نکل گئی۔۔۔"آپ بھی بہت پیارے ہو میرے شہزادے"۔۔۔۔۔۔

انوشہ ماہی کو ہنستا دیکھ کھل کر مسکرائی۔۔۔"آنی جب باربی بڑی ہو جائے گی تو کیا وہ بھی آپ کی طرح پیاری ہو گی؟"۔۔۔وہ معصومیت سے سوال پوچھ رہا تھا۔۔۔"میری بیٹی تو مجھے سے بھی زیادہ پیاری ہو گی"۔۔۔ماہی نے محبت سے اپنی بیٹی کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔۔۔

یہ سن کر آیان کی آنکھیں چمکیں۔۔۔"ہیں سچ تو پھر میں بڑا ہو کر باربی سے شادی کر لوں گا جیسے ماموں نے آپ سے کی تھی"۔۔۔۔وہ

پر جوش ہوتا ہوا بولا۔۔۔اور ماہی ساکت رہ گئی۔۔۔۔اس کی مسکراہٹ اگلے ہی پل غائب ہو گئی۔۔۔۔۔

اسے یاد آیا وہ جس شخص سے سالوں سے عشق کرتی آ رہی تھی۔۔۔۔وہ شخص عشق میں اپنی ہیر کو دھوکا دے چکا تھا۔۔۔۔۔وہ اپنے بچپن میں پہنچ گئی۔۔۔۔"پرنسس۔۔۔۔ہیر"۔۔۔اس کے کانوں میں کہیں دور سے یہ آوازیں پڑیں۔۔۔۔۔دکھ کی ایک لہر اس کے سارے جسم میں ڈوری۔۔۔۔۔

انوشہ نے دیکھا ماہی کا رنگ اڑ گیا تھا۔۔۔۔"بیٹا بچے ایسی باتیں نہیں کرتے جب آپ بڑے ہو جاؤ گے تب کی تب دیکھیں گے"۔۔۔۔۔انوشہ نے اسے سمجھایا۔۔۔اور اس نے سمجھنے والے

انداز میں سر ہلا دیا۔۔۔انوشہ کی آواز نے ماہی کی سوچوں کا تسلسل توڑا۔۔۔ماہی جلدی جلدی ناشتہ کرنے لگی۔۔۔۔۔۔

ناشتہ کرنے کے بعد ماہی زرین کو صوفے پر بٹھا کر اس کا دودھ بنانے کچن میں چلی گئی۔۔۔۔ماہی نے زرین کے دودھ کی بوتل میں دودھ ڈال کر اسے اوون میں رکھا جب انوشہ اس کے پاس آ کر کھڑی ہوئی۔۔۔۔۔۔

کچھ پلوں بعد ماہی نے اوون کا ڈھکن کھول کر دودھ کی بوتل باہر نکالی۔۔۔۔اور پیچھے مڑی تو انوشہ اضطرابی کیفیت میں اس کے سامنے کھڑی تھی۔۔۔۔ماہی نے ایک نظر اس کے چہرے کو دیکھا۔۔۔"جو

بھی پوچھنا چاہتی ہیں پوچھ لیں"۔۔۔۔ماہی جانتی تھی جب تک انوشہ نے اپنے دل کی بات باہر نا نکال لی اسے سکون نہیں ملنا۔۔۔۔

ماہی کی بات سے انوشہ کو تھوڑا حوصلہ ہوا۔۔۔۔"کل کیا ہوا تھا ماہی؟۔۔۔۔تم بخار میں تپتی اور بارش میں بھیگتی ہوئی واپس آئی تھی"۔۔۔۔۔انوشہ کی بات سن ماہی کی آنکھوں میں کل کا منظر گھوما۔۔۔۔آنکھوں میں تکلیف اور کرب اکھٹا ہو گیا۔۔۔اس کی آنکھیں لال انگارہ ہو گئیں۔۔۔جیسے سارا خون ان میں سمٹ آیا ہو۔۔۔۔

اس نے ایک نظر اپنے ہاتھوں کی لکیروں پر ڈالی۔۔۔۔"قسمت نے میرے ساتھ بہت گھٹیا مذاق کیا ہے آپی۔۔۔۔آپ نے کبھی وہ

تکلیف محسوس کی ہے کہ آپ آسمان کی بلندیوں پر ہوں اور آپ کے پر ہی آپ کا ساتھ چھوڑ کر دھوکا دے جائیں اور آپ آسمان کی بلندی سے سیدھا زمین پر اوندے منہ آ گریں۔۔۔۔۔وہ چوٹ بہت بری طرح لگتی ہے۔۔۔۔مجھے بھی زندگی نے بہت بڑا دھوکا دیا ہے۔۔۔۔۔میں آسمان سے زمین پر پٹخ دی گئی ہوں۔۔۔۔میرا سارا غرور پاش پاش ہو گیا"۔۔۔۔

آنسو اس کی آنکھوں کی باڑ توڑ کر پلکوں سے نیچے گرے اور گال پر بہہ گئے۔۔۔ماہی نے بے دردی سے اپنے آنسو پونچھ ڈالے اور کچن سے باہر نکل گئی۔۔۔پیچھے انوشہ اس کی باتوں میں الجھ کر رہ گئی۔۔۔۔۔وہ بہت مشکل باتیں کرنے لگی تھی۔۔۔مگر انوشہ نے

محسوس کیا کہ کچھ عجیب ہوا تھا وہ بہت بری طرح سے ٹوٹی ہوئی لگ رہی تھی۔۔۔۔۔۔

ماہی اس وقت اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھی تھی۔۔۔۔۔۔اس کی جھولی میں زرین لیٹی اپنے دودھ کی بوتل سے دودھ پی رہی تھی۔۔۔۔۔ماہی کی ساری سوچیں کل ہوئے اس واقعے کی طرف تھیں۔۔۔

اسے اب تک یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ شخص کسی اور کا ہو گیا۔۔۔"آپ نے عشق میں شراکت کی ہے حیدر۔۔۔آپ تو مجھ سے محبت کے دعوے دار تھے۔۔۔تو کیسے کسی اور کو وہ مقام دے دیا جو میرا تھا۔مجھے

آپ سے یہ امید نہیں تھی"۔۔۔۔جسے زندگی سے بڑھ کر چاہا ہو اسے کسی اور کے ساتھ دیکھنا مشکل ہی نہیں نا ممکن ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔

ماہی نے تو ہمیشہ اسے اپنا سمجھ کر اس پر حق جتایا تھا۔۔۔۔کتنے حق کے ساتھ اس نے کل اس شخص کا گریبان پکڑا تھا۔۔۔مگر اس ایک ٹھوکر نے اسے آسمان سے زمین پر پٹخ دیا جو اس لڑکی نے اسے ماری تھی۔۔۔۔۔۔

زرین دودھ ختم کرنے کے بعد اب وہ ماہی کی جھولی میں چڑھ کر کھڑی ہو گئی۔۔۔۔اور لاڈ سے اپنی ماں کے گلے لگ گئی۔۔۔۔اس کے لمس سے ماہی اپنی سوچوں سے باہر آئی۔۔۔۔۔ماہی نے کس کے اس

کے گرد اپنا حصار باندھا۔۔۔۔اس ساری دنیا میں اگر ماہی کا اب اپنا کوئی بچا تھا تو وہ صرف اس کی بیٹی تھی۔۔۔۔۔

وہ اپنی پیاری پیاری باتوں سے ماہی کو ہمیشہ ہنساتی تھی۔۔۔۔وہ ماہی سے بہت زیادہ اٹیچ تھی۔۔۔۔۔ماہی اس کے ساتھ وقت کم گزارتی تھی مگر پھر بھی اسے اپنی ماں سب سے زیادہ عزیز تھی۔۔۔۔۔۔

ماہی اسے اٹھا کر واش روم میں لائی اور اب اس کو برش کروا رہی تھی۔۔۔۔۔۔اس کے بعد ماہی نے کبرڈ سے اس کے کپڑے نکالے۔۔۔۔۔۔اور اسے بہت خوبصورت بلو کلر کی فراک پہنائی پھر اس کے بال بنائے۔۔۔۔۔۔15 منٹ بعد زرین فریش بالکل تیار تھی۔۔۔۔۔۔

ماہی شیشے کے سامنے کھڑی ہو کر حجاب کرنے لگی۔۔۔۔اس کے بعد اس نے اپنے پاؤں میں شوز ڈالے۔۔۔۔بیڈ سے اپنی مہرون چادر اٹھائی۔۔۔۔اسے اپنے گرد اچھے سے لپیٹا۔۔۔۔۔۔اپنا موبائل بیگ میں ڈالا اپنا بیگ اٹھایا اور اسے کندھے پر ڈالا۔۔۔۔۔پھر اس نے بیڈ کے پاس بیٹھ کر زرین کے پاؤں میں جوتے پہنائے۔۔۔۔۔اور اس کی انگلی پکڑتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔۔۔۔۔

لاؤنج میں پھپھو صوفے پر بیٹھی ہوئی تھیں۔۔۔۔۔ماہی پھپھو کے پاس آئی اور زرین کو اٹھا کر صوفے پر بٹھایا۔۔۔۔اس کے سامنے گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھی۔۔۔۔۔"ہیر کی جان ماما ضروری کام

سے باہر جارہی ہیں۔۔۔۔۔میں تھوڑی دیر بعد واپس آؤں گی پھر گھر چلیں گے اوکے "۔۔۔۔۔۔

ماہی کی بات سن کر زرین نے سر ہلایا۔۔۔۔۔"اماں کو بالکل تنگ نہیں کرنا۔۔۔۔۔ سمجھ گئی "۔۔۔۔۔۔اس نے زور و شور سے اثبات میں سر ہلایا اور ماہی کے چہرے پر اپنے ہونٹ رکھتی ہوئی اماں کے پاس بیٹھ گئی اور ہاتھ کے اشارے سے ماہی کو اللہ حافظ کہا۔۔۔۔۔ماہی ایک آخری نظر ان دونوں پر ڈالتی ہوئی لاؤنج کا دروازہ پار کر گئی۔۔۔۔۔اسے سچ کی تلاش میں جانا تھا۔۔۔۔۔

وہ پورچ میں آئی اور اس کی نظر اپنی گاڑی کی طرف اٹھی۔۔۔۔۔دل میں درد کی ٹیسیں دوبارہ اٹھیں۔۔۔۔یہ گاڑی ارمان کی تھی۔۔۔۔۔اس کا بس نا چلا کہ وہ دھاڑے مار مار کر روئے۔۔۔۔۔۔

وہ گاڑی میں بیٹھی اور گاڑی کو جمال ولا سے باہر نکالا۔۔۔۔۔۔اب اس کا رخ اس جگہ کی طرف تھا جس جگہ سے یہ سب شروع ہوا تھا۔۔۔۔۔

آدھے گھنٹے بعد اس کی گاڑی پولیس اسٹیشن میں آکر رکی۔۔۔۔۔

اسے اپنا پہلا سچ یہیں سے ڈھونڈنا تھا۔۔۔۔۔یہ وہ جگہ تھی جہاں سے سب شروع ہوا تھا۔۔۔۔۔یہیں پر آخری بار اس کا شوہر اسے چھوڑ کر گیا تھا۔۔۔۔۔

دس منٹ بعد وہ ارمان کے کیبن میں بیٹھی تھی۔۔۔۔۔اس کے ساتھ صوفے پر مریم بیٹھی تھی اور سامنے دونوں کرسیوں پر سعد اور مرحا بیٹھے تھے۔۔۔۔۔۔

سعد اب پولیس اسٹیشن کا ہیڈ بن گیا تھا۔۔۔۔۔ مگر وہ ماہی کے سامنے ارمان کی کرسی پر نہیں بیٹھ سکتا تھا وہ جانتا تھا اس سے اس عورت کو تکلیف ہو گی۔۔۔۔۔۔

ماہی نظر جھکائے بیٹھی تھی۔۔۔۔آنکھوں سے بے آواز آنسو بہہ رہے تھے۔۔۔۔اور وہ تینوں اتنے حیران تھے کہ کچھ پل تو کچھ بول ہی

نہیں پائے۔۔۔۔۔ماہی کو آج بھی اس کمرے میں ارمان کی خوشبو محسوس ہو رہی تھی۔۔۔۔۔

گزرے ماہ و سال جیسے کہیں غائب ہو گئے ہوں۔۔۔۔۔وہ اسی صوفے پر بیٹھی تھی اور اس کے پاس وہ بیٹھا اس کے بازو پر پٹی کر رہا تھا۔۔۔۔۔ پولیس سٹیشن وہی تھا، کمرہ وہی تھا، کیبن وہی تھا، صوفہ وہی تھا، ماہی وہی تھی، بس صرف ایک وہ کہیں نہیں تھا۔۔۔۔۔۔۔

بہت دیر کے بعد سعد کچھ کہنے کے قابل ہوا۔۔۔۔۔"ڈاکٹر نے ڈی این اے رپورٹ کی تھی اس کے حساب سے وہ لاش ارمان سر کی ہی تھی۔۔۔۔۔اگر وہ زندہ ہیں تو پھر وہ لاش کس کی تھی۔۔۔۔۔اور لاش کو چھوڑو۔۔۔۔وہ زندہ تھے تو کبھی واپس کیوں نہیں

آئے"۔۔۔۔ان تینوں کے ذہنوں میں بہت سارے سوال اٹھ رہے تھے۔۔۔۔۔۔

ماہی نے بے بسی سے ان تینوں کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔"مجھے صرف سچ جاننا ہے۔۔۔۔وہ بہت بدل گئے ہیں۔۔۔۔میں نہیں جانتی کہ انہیں سچ میں سب کچھ بھول گیا ہے یا وہ جھوٹ بول رہے تھے۔۔۔۔ مگر ایک چیز جو سچ ہے۔۔۔۔وہ شخص ارمان حیدر ہی تھا۔۔۔میں نے خود اسے ہاتھ لگا کر دیکھا تھا۔۔۔۔میں اس کے لمس کو سالوں بعد بھی نہیں بھول سکتی"۔۔۔۔۔۔

مریم سیدھی ہو کر بیٹھی۔۔۔۔"ہو سکتا ہے آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہو۔۔وہ شخص کوئی اور ہو اور بس اس کی شکل ارمان سر سے ملتی ہو؟"۔۔۔۔۔

ماہی نے اس کی طرف افسوس سے دیکھا۔۔۔۔۔"میں کوئی بچی نہیں ہوں۔۔۔۔میں سچ کہہ رہی ہوں میں نے جس شخص کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھا وہ ارمان حیدر تھا اس کا کوئی ہم شکل نہیں۔۔۔۔چلو اگر ہم شکل تھا بھی تو اس کی آواز ہو بہو حیدر جیسی کیسے ہو سکتی ہے۔۔۔۔میں اس کے لمس کو محسوس کر کے بتا سکتی ہوں وہ کوئی اور نہیں ارمان حیدر ہی تھا۔۔۔۔۔مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی نہ ہی وہ کوئی ہیلو سینیشن تھی۔۔۔۔اور اگر ہیلو سینیشن ہونی ہوتی تو مجھے

تین سالوں میں ایک بار بھی کیوں نہیں ہوئی صرف کل ہی کیوں ہوئی"۔۔۔۔۔

مرحا جو کب سے کسی گہری سوچ میں گم تھی اب کی بار وہ بولی۔۔۔۔۔"میرے پاس آپ کے اس مسلئے کا ایک حل ہے"۔۔۔۔۔۔ان تینوں نے ایک جھٹکے سے مرحا کی طرف گردن موڑ کر دیکھا۔۔۔۔۔"انہوں نے دوسری شادی کر لی ہے آپ بھی دوسری شادی کر لیں"۔۔۔۔اور ماہی کو سارے پولیس اسٹیشن کی چھت اپنے سر پر گرتی محسوس ہوئی۔۔۔۔۔

اس نے حیرانی سے مرحا کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔ماہی کا چہرہ سفید پڑ گیا۔۔۔اسے لگا جیسے مرحا اسے موت کا پروانہ سنا رہی ہو۔۔۔۔۔

سچ

پولیس اسٹیشن کے اس کیبن میں اچانک گھٹن ہو گئی۔۔۔۔۔وہ تینوں یک ٹک مرحا کی طرف اس طرح دیکھ رہے تھے جیسے اس کی دماغی حالت پر افسوس کر رہے ہوں۔۔۔۔۔۔

مرحا نے ان تینوں کو اپنی طرف اس طرح گھورتے دیکھ اپنی بات کی وضاحت کی۔۔۔۔۔"میرا کہنے کا مطلب ہے کہ ارمان سر اگر اس طرح کر رہے ہیں۔۔۔۔۔تو اس کے پیچھے ضرور کوئی نہ کوئی وجہ

ہو گی۔۔۔۔اگر وہ زندہ ہیں اور منظر عام پر نہیں آئے۔۔۔۔تو اس کا ایک ہی مقصد ہے کہ انہوں نے خود اپنی موت کو پلانٹ کیا ہو گا۔۔۔۔ہو سکتا ہے ان کے سر پر کوئی چوٹ آئی ہو جس کی وجہ سے وہ سارا ماضی بھول گئے ہوں۔۔۔۔اور اگر وہ سچ جانتے ہوئے بھی جھوٹ بول رہے ہیں تو اس کا ایک ہی حل ہے۔۔۔۔آپ دوسری شادی کا ڈرامہ کریں۔۔۔۔اگر وہ واقعی آج بھی آپ کے حیدر ہوئے تو خود ہی آپ کے سامنے آجائیں گے"۔۔۔۔

وہ اتنا کہنے کے ساتھ خاموش ہو گئی اور اب وہ ماہی کے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔۔۔جس کی رنگت واپس ٹھیک ہو رہی تھی۔۔۔۔"میں یہ نہیں کر سکتی یہ بہت مشکل ہے۔۔۔۔اور کیا

گارنٹی ہے کہ وہ اس طرح سامنے آجائیں گے۔۔۔۔۔میں تو یہ بھی نہیں جانتی وہ کہاں رہتے ہیں"۔۔۔۔۔

وہ اس وقت بے بسی کی انتہا پر تھی۔۔۔۔

مریم کے دماغ میں کچھ کلک ہوا۔۔۔۔۔"اگر وہ زندہ ہیں تو ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ آپ سے بے خبر ہوں۔۔۔۔وہ ضرور آپ کی آس پاس ہی ہوں گے۔۔۔۔۔بلی کو تھیلے سے باہر نکالنے کے لیے جال بچھانا پڑے گا"۔۔۔۔۔۔ماہی نے جھٹکے سے مریم کی طرف دیکھا۔۔۔

وہ تینوں بالکل پولیس والوں کی طرح سوچ رہے تھے۔۔۔۔۔۔"ہاں ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔اس سے پہلے ہمیں ارمان سر کی موت کا سچ جاننا ہو گا۔۔۔۔۔یہ سچ ہے کہ ان کی لاش آدھی سے زیادہ جل گئی

تھی۔۔۔۔مگر ڈاکٹر نے خود تصدیق کی تھی کہ وہ لاش ارمان سر کی تھی ہمیں پہلے اس ڈاکٹر سے ملنا ہو گا پھر اس کے بعد ہم مزید سچ کی تہہ تک پہنچ سکتے ہیں"۔۔۔۔۔۔۔ماہی کو وہ تینوں اس وقت اپنا سہارا لگ رہے تھے۔۔۔۔۔۔

اسے لگ رہا تھا اس نے یہاں آکر بالکل ٹھیک کیا۔۔۔"ارمان سر کا ڈیتھ سرٹیفکیٹ۔۔۔۔۔اس پر ڈاکٹر کا نام لکھا ہو گا۔۔۔۔۔پہلے ہمیں اس ڈاکٹر کو ڈھونڈنا ہو گا اور اس سے سارا سچ جاننا ہو گا"۔۔۔۔۔۔سعد کی بات سن کر ماہی ایک جھٹکے سے اٹھی۔۔۔۔۔"ٹھیک ہے پھر ابھی ٹائم ضائع کیے بنا میں وہ لے کر آتی ہوں"۔۔۔۔۔۔ان تینوں نے اثبات میں سر ہلایا وہ ان تینوں پر آخری نگاہ ڈالتی ہوئی کیبن سے باہر نکل گئی۔۔۔۔۔

وہ گاڑی میں آکر بیٹھی۔۔۔اب دل میں امید تھی۔۔۔وہ بہت جلد سچ کی تہہ تک پہنچ جائے گی۔۔۔اس کا رخ اب اپنے اپارٹمنٹ کی بلڈنگ کی طرف تھا۔۔۔۔۔

وہ ان 4 سالوں میں کراچی کی ہر سڑک اور ہر راستے کو یاد کر چکی تھی۔۔۔۔۔

آدھے گھنٹے بعد اس کی گاڑی پارکنگ میں آکر رکی۔۔۔اس کے ہر عمل میں بے تابی تھی۔۔۔وہ گاڑی لاک کرتی ہوئی لفٹ کی طرف بھاگی۔۔۔

لفٹ بند ہونے ہی والی تھی۔۔۔جب اندر سے کسی مردانہ ہاتھ نے لفٹ کو بند ہونے سے روکا۔۔۔وہ جلدی جلدی گاڑی کی چابیاں بیگ میں ڈالتی ہوئی لفٹ کے اندر داخل ہوئی۔۔۔۔

جیسے ہی اس نے اپنا سر اٹھا کر دیکھا تو سامنے ان دونوں کو دیکھ ماہی کا سانس رک گیا۔۔۔۔وہ دونوں اس وقت اس کی بلڈنگ کی لفٹ کے اندر کیا کر رہے تھے۔۔۔۔ماہی کو امید نہیں تھی وہ 24 گھنٹوں میں دوسری بار اس شخص کو دوبارہ دیکھے گی۔۔۔آج وہ گرے شرٹ کے ساتھ بلیک پینٹ میں موجود تھا۔۔۔۔

ماہی بس یک ٹک اس شخص کو دیکھے جا رہی تھی۔۔۔۔آنکھوں میں کب نمی اتری اسے معلوم نہ ہو سکا۔۔۔۔۔ٹک کی آواز کے ساتھ وہ ہوش کی دنیا میں واپس آئی۔۔۔۔لفٹ اس کے فلور پر آ کر رک چکی تھی۔۔۔۔وہ شخص تب سے موبائل میں گم تھا۔۔۔ان دونوں میں سے کسی نے ماہی کو نہیں دیکھا مگر ماہی دونوں کو دیکھ چکی تھی۔۔۔۔

لفٹ کے دروازے کھلے۔۔۔اور ماہی کی نظریں ویسے ہی اس شخص کے چہرے پر ساکت رہیں۔۔۔۔لفٹ کے دروازے کھلنے کی وجہ سے اس شخص نے چہرہ اٹھا کر دیکھا تو کالی آنکھیں ہلکی بھوری آنکھوں سے ٹکرائیں۔۔۔۔

اس کی آنکھوں میں شناسائی کی ہلکی سی بھی رمک نہیں تھی۔۔۔۔۔ماہی کے دل میں کرچیاں چبھ گئیں۔۔۔۔۔کچھ پل وہ شخص ماہی کی طرف دیکھتا رہا۔۔۔۔۔اور پھر اپنے ساتھ موجود اس لڑکی سے گویا ہوا۔۔۔۔۔"تمہیں سارے شہر میں صرف یہی بلڈنگ ملی تھی رہنے کے لیے"۔۔۔۔۔

وہ جو اپنے موبائل میں گم تھی۔۔۔۔۔حارث کی آواز پر سر اٹھا کر دیکھا۔۔۔۔۔"کیوں اس بلڈنگ میں کیا حرج ہے یہ شہر کی سب سے اچھی بلڈنگ ہے"۔۔۔۔۔

اتنا کہتے ساتھ ثانیہ نے اپنا چہرہ موڑا تو سامنے ماہی کو کھڑی دیکھ حیران ہوئی۔۔۔۔"ہیلو مس تم کہیں ہمارا پیچھا تو نہیں کر رہی"۔۔۔۔۔اس کی آواز سے ماہی کی نظروں کا ارتکاز ٹوٹا۔۔۔۔۔۔۔

جیسے ہی ماہی نے چہرہ موڑ کر اس لڑکی کو دیکھا اس کی آنکھیں سرد اور اجنبی ہو گئیں۔۔۔۔۔"یہ سوال تو مجھے آپ لوگوں سے پوچھنا چاہیے۔۔۔۔۔کہ کہیں آپ لوگ میرا پیچھا تو نہیں کر رہے۔۔۔۔۔یہاں میرا گھر ہے"۔۔۔۔۔

ماہی نے سرد لہجے میں کہا کہ وہ لڑکی کچھ شرمندہ ہو گئی۔۔۔۔۔"سوری وہ مجھے لگا شاید۔۔۔ہم بھی آج ہی اس بلڈنگ میں شفٹ ہوئے ہیں"۔۔اور ماہی حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہو گئی تھی۔۔۔

وہ اسے تکلیف دینے کے لیے اس کے آس پاس رہے گا اب؟۔۔۔"میں اپنے کل کے عمل کی آپ سے معافی مانگنا چاہتی

ہوں۔۔۔۔وہ تو بعد میں مجھے میرے ہسبینڈ نے سمجھایا کہ ہو سکتا ہے آپ کے شوہر کی شکل حارث سے ملتی ہو۔۔۔۔مجھے آپ کو دھکا نہیں دینا چاہیے تھا"۔۔۔۔۔

اس بات بعد پرماہی نے ایک نظر اپنے سامنے کھڑے اس شخص کو دیکھا۔۔۔۔جو بے تاثر نگاہوں کے ساتھ ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔۔۔۔۔"ہاں آپ کے ہسبینڈ نے بالکل ٹھیک کہا۔۔۔۔۔ان کی صرف شکل ہی میرے شوہر سے ملتی ہے۔۔۔۔مگر جو روح ہے وہ میرے شوہر کی نہیں ہے"۔۔۔۔۔۔

اس نے اتنے ٹوٹے لہجے میں کہا کہ اس شخص نے بے ساختہ چہرہ اٹھا کر ان خوبصورت آنکھوں میں دیکھا۔۔۔۔۔"ویسے آپ کے شوہر ہیں کہاں۔۔۔کیا آپ کو چھوڑ کر چلے گئے؟"۔۔۔۔۔

اس لڑکی کے سوال پر ماہی نے اپنے دل میں کرچیاں چھبتی ہوئی محسوس کیں۔۔۔۔۔"ہاں چلے گئے چھوڑ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔۔۔۔۔ تین سال پہلے ان کی ڈیتھ ہو گئی تھی۔ان کی موت کو آج تک میرا دماغ پروسیس نہیں کر پایا۔۔ جس شخص سے زندگی کے 21 سال عشق کیا ہو اس کی موت انسان کو پاگل بنا دیتی ہے۔۔۔۔تب سے میں پاگل ہو گئی ہوں۔۔۔۔۔سنسان سڑک پر کھڑا ہر دوسرا اجنبی مجھے اپنا شوہر لگتا ہے۔۔۔۔۔اس لیے میں پاگلوں کی طرح اس سے چپک جاتی ہوں۔۔۔۔ غلطی میری ہے مجھے آپ کے شوہر کو ہاتھ نہیں لگانا چاہیے تھا۔۔آپ نے تو مجھے دھکا دے کر میری اوقات اور میری غلطی یاد دلائی۔۔۔۔میں تو آپ کی شکر گزار ہوں۔۔۔۔میں آپ دونوں سے معافی مانگتی ہوں"۔۔۔۔

اس نے ایک ایک لفظ لہجے میں کاٹ لیے کہا۔اور اس شخص کو لگا وہ اپنے لفظوں سے اس کا دل چیر رہی ہو۔۔۔۔بات کے اختتام تک ماہی کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔۔اس نے ایک ایک لفظ سامنے کھڑے اس شخص کے چہرے کو دیکھ کر ادا کیا۔۔۔۔۔

پھر ماہی رکی نہیں اور لفٹ سے باہر نکل گئی۔۔۔۔۔پیچھے اس شخص کو لگا جیسے وہ اس کے سینے میں خنجر گھونپ کر گئی ہو۔۔۔۔۔کتنا زخمی اور ٹوٹا ہوا لہجہ تھا اس معصوم لڑکی کا۔۔۔۔۔وہ بہت مشکل سے لفٹ سے باہر نکلا۔۔۔۔۔

ماہی نے اپنا بیگ کھولا اور اپنے بیگ سے فلیٹ کی چابیاں باہر نکالیں۔۔۔۔۔۔اب کے اس کے ہاتھوں میں واضح کپکپاہٹ تھی۔۔۔۔۔وہ دونوں اسے ہی دیکھ رہے تھے اور پھر ماہی کے سامنے والے فلیٹ کا لاک کھولنے لگے۔۔۔۔۔۔۔

ماہی دروازہ بند کرتی ہوئی فوراً اپنے کمرے کی طرف دوڑی۔۔۔۔۔۔اس کے ہاتھوں میں بہت بے تابی تھی۔۔۔۔۔وہ ڈریسنگ روم میں گھسی اور اس وقت وہ کبرڈ کھول کر۔۔۔۔ارمان کا ڈیتھ سرٹیفکیٹ ڈھونڈ رہی تھی۔۔۔۔۔

بالآخر اسے ڈیتھ سرٹیفکیٹ مل ہی گیا۔۔۔۔۔۔

وہ فورا کمرے کا دروازہ بند کرتی ہوئی باہر نکلی۔۔۔۔۔اچانک اس کی نظر لاؤنج میں لگی اپنی اور ارمان کی فوٹو پر گئی۔۔یہ فوٹو آج بھی اپنی جگہ پر موجود تھی۔۔۔۔اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔۔۔۔۔اب یہ رونا تو ساری زندگی قسمت میں تھا۔۔۔۔۔

وہ پانچ منٹ بعد ہی دوبارہ باہر نکل آئی۔۔۔۔۔اس کے ہاتھوں میں اب تک کپکاہٹ تھی۔۔۔۔اس نے فلیٹ کو لاک کیا۔۔۔۔۔۔وہ دونوں اپنے فلیٹ کے باہر کھڑے ماہی کو جلد بازی میں بھاگتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔۔۔۔۔۔وہ فورا لفٹ کی طرف بھاگی۔۔۔۔۔اس کی آنکھوں سے آنسو لگاتار بہہ رہے تھے۔۔۔۔۔۔اور اگلے دو منٹ میں لفٹ کے اندر غائب ہو گئی۔۔۔۔۔

پیچھے کھڑے اس شخص کا دل ٹوٹ کر کرچی کرچی ہو گیا۔۔۔۔اب اسے اپنے الفاظوں کی گہرائی کا اندازہ ہو رہا تھا۔۔۔اسے کل اس لڑکی کے کردار پر وار نہیں کرنا چاہیے تھا۔۔۔۔ایک لڑکی کے لیے اس کا کردار کتنا خاص ہوتا ہے وہ کیوں بھول گیا۔۔۔۔۔۔

ثانیہ نے کچھ افسوس سے اس لڑکی کی پشت کو دیکھا۔۔۔۔"کتنی خوبصورت لڑکی ہے۔۔۔بہت ہی کوئی بد قسمت نصیب تھا جو وہ شخص اسے چھوڑ کر چلا گیا"۔۔۔۔۔۔ثانیہ یہ بات کہتی ہوئی اندر چلی گئی اور پیچھے کھڑے اس شخص کو ایسا لگا جیسے ثانیہ اسے لفظوں سے تمانچہ مار کر گئی ہو۔۔۔۔

اس کی آنکھ سے ایک آنسو بہہ کر اس کی داڑھی میں جذب ہو گیا۔۔۔۔۔جسے وہ لمحے کے ہزارویں حصے میں ہی رگڑ کر مٹا گیا۔۔۔۔اور خود کو کمپوز کرتا ہوا فلیٹ کے اندر داخل ہوا۔۔۔۔۔

آدھے گھنٹے بعد وہ دوبارہ ارمان کے کیبن میں موجود تھی۔۔۔۔"میں نے کہا تھا ناوہ آپ کے آس پاس ہی ہونگے"۔۔۔۔مریم پرجوش ہو کر بولی۔۔۔۔

اور ماہی نے حیرت سے اسے دیکھا۔۔۔"لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔وہ میرے آس پاس نہیں وہ تو اس لڑکی کے

ساتھ۔"۔۔۔اس سے زیادہ ماہی بول نا پائی۔۔۔۔"تصویر کے دو رخ ہوتے ہیں ضروری نہیں جو نظر آرہا ہو وہی سچ ہو"۔۔۔۔۔مرحا بہت سنجیدہ تھی۔۔۔۔۔

ماہی مختلف سوچوں کی شکار تھی۔۔۔وہ اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرا کر بیٹھ گئی۔۔۔"میرا دماغ کچھ بھی پروسیس نہیں کر پا رہا۔۔۔۔میں نہیں جانتی کہ یہ سب کیوں ہو رہا ہے لیکن یہ مجھے بہت تکلیف دے رہا ہے"۔۔۔۔۔ماہی کی آنکھوں سے آنسو ایک کے بعد ایک بہہ نکلے۔۔۔۔۔۔

ان دونوں نے کچھ بے بسی سے ماہی کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔یہ لڑکی کتنی ٹوٹ گئی تھی۔۔۔۔۔"کیا وہ جانتے ہیں کہ آپ دونوں کی ایک بیٹی بھی

ہے؟"۔۔۔۔اور اس سوال پر ماہی کو اپنی دنیا رکتی ہوئی محسوس ہوئی۔۔۔۔اس کا سر بے ساختہ نفی میں ہلا۔۔۔"وہ کیسے جان سکتے ہیں"۔۔۔۔۔

مرحا کی سوچ بہت گہری تھی۔۔۔۔مریم دونوں کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔"جب وہ آپ کے آس پاس رہیں گیں تو جان جائیں گیں کہ آپ کی ایک بیٹی ہے شاید پھر بیٹی کی محبت کی خاطر ہی سچ بتادیں اور کچھ نرم پڑ جائیں"۔۔۔۔۔۔

یہ سن کر ماہی نے اذیت سے اپنی آنکھیں میچیں۔۔۔۔۔"اب اس بات سے کیا فرق پڑتا ہے۔۔۔۔۔وہ شخص دوسری شادی کر چکا ہے"۔۔۔۔۔۔

مرحانے اپنا چہرہ موڑ کر ماہی کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔"شاید آپ کو کچھ عجیب لگے۔۔۔۔مگر میں نے ان کی آنکھوں میں آپ کے لیے جنون اور عشق دیکھا ہے۔۔۔۔۔وہ دوسری شادی کر چکے ہیں اگر وہ خود آکر بھی مجھے کہہ دیں تو بھی مجھے یقین نہیں آئے گا۔۔۔۔۔کیا آپ کو یقین ہے وہ دوسری شادی کر چکے ہیں؟۔۔۔۔جب 14 سال بعد بھی وہ صرف آپ کے تھے۔۔۔۔تو پھر تین سال کے مختصر عرصے میں وہ کیسے کسی اور کے ہو سکتے ہیں دماغ اس بات کی نفی کر سکتا ہے دل نہیں۔۔۔۔ہو سکتا ہے انہوں نے اپنی باتوں میں آپ کو کوئی کلیو دیا ہو۔۔۔۔یاد کرنے کی کوشش کریں"۔۔۔۔۔

مرحا کی باتیں اس کے دل کے اندر تک گہرائی میں گئیں۔۔۔۔۔۔وہ سوچنے پر مجبور ہو گئی۔۔۔۔۔ مگر اسے کوئی ایسی خاص بات یاد نہ آئی۔۔۔۔۔"نہیں میرا دماغ کچھ بھی سوچ سمجھ نہیں پا رہا"۔۔۔۔۔۔

مرحا نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔۔۔۔"کوئی بات نہیں آپ خود کو کچھ ٹائم دیں آہستہ آہستہ سب یاد آجائے گا"۔۔۔۔۔

اب کے سعد بولا۔۔۔۔"ہم اس ڈاکٹر کا پتہ لگاتے ہیں اب وہی سارا سچ بتائے گا"۔۔۔۔ماہی نے سر ہلایا اور کچھ دیر بعد وہ پولیس اسٹیشن سے نکل آئی۔۔۔۔۔

آدھے گھنٹے بعد اس کی گاڑی جمال ولا کے پورچ میں آکر رکی۔۔۔۔۔۔

وہ گاڑی پارک کرتی ہوئی اندر کی طرف بڑھی۔۔۔۔۔۔

وہ جیسے ہی لاؤنج میں داخل ہوئی ہر طرف اس کی بیٹی کی قہقاریاں گونج رہی تھیں۔۔۔۔۔۔

اس نے دیکھا سامنے ہی فرش پر آیان گرا ہوا تھا اور زرین اس کے اوپر بیٹھی اپنے ننھے ہاتھوں سے گدگدی کر رہی تھی۔۔۔۔۔۔اور وہ دونوں ہنستے جا رہے تھے۔۔۔۔۔

جیسے ہی ماہی ان کے قریب گئی وہ آیان کو چھوڑ فوراً ماہی کی طرف بھاگی۔۔۔۔۔۔"ہیل"۔۔(ہیر)۔۔۔۔۔ماہی اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھی اور وہ اپنی ماں کے سینے سے لگ گئی۔۔۔۔۔۔۔

ماہی نے اس کے چہرے پر اپنے ہونٹوں سے پیار نچھاور کیا۔۔۔۔"پلنشش گل جانا اے۔۔بابا پاش"۔۔۔۔۔(پرنسس گھر جانا ہے۔۔۔۔بابا پاس)۔۔۔اس کے منہ سے باپ کا نام سن ماہی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔۔۔۔وہ اپنے باپ کو یاد کرتی تھی۔۔۔ماہی چاہ کر بھی اس کے باپ کی کمی کو پورا نہیں کر سکتی تھی۔۔اور اس کا باپ اس بات سے بے خبر تھا کہ اس کی کوئی بیٹی بھی ہے۔۔۔۔۔

وہ حیدر کی تصویر کو سینے سے لگا کر اس سے باتیں کرتی تھی۔۔۔کیونکہ اس کا باپ اس کے پاس نہیں تھا۔۔۔ماہی نے اپنی آنکھیں صاف کیں۔۔۔"اوکے چلو گھر چلتے ہیں"۔۔۔۔۔وہ خوش ہو گئی۔۔۔۔ماہی اسے لیے کمرے میں آئی آیان بھی ان کے ساتھ ہی آ گیا۔۔۔۔ماہی

نے اس کا سارا سامان بیگ میں رکھا اور اسے اٹھاتی ہوئی باہر آ گئی۔۔۔۔

اتنے میں انوشہ کچن سے باہر نکلی۔۔۔۔۔

ماہی اسے اللہ حافظ کہتی باہر کی جانب چل پڑی۔۔۔۔

اسے گاڑی میں بٹھا کر وہ ڈرائیونگ سیٹ کی طرف آئی۔۔۔اور گاڑی اس خوبصورت بنگلے سے باہر نکل گئی۔۔۔۔

شام کے چار بج رہے تھے جب اس کی گاڑی شہر کی اس رہائشی بلڈنگ کے اندر داخل ہوئی۔۔۔۔۔

اس نے دیکھا ہمیشہ کی طرح آج بھی زرین گاڑی میں ہی سو گئی تھی۔۔۔۔۔وہ اکثر گاڑی میں سو جاتی تھی۔۔۔۔۔

ماہی نے اسے اپنی باہوں میں بھرا اور بیگ اٹھاتی ہوئی گاڑی لاک کر کے لفٹ کی جانب بڑھی۔۔۔۔۔اتنے سال گزر گئے تھے اب اسے لفٹ میں ڈر نہیں لگتا تھا۔یا شاید اب وہ بہادر بن گئی تھی۔کیونکہ اس کا ڈر دور کرنے کے لیے اب کوئی ارمان حیدر نہیں آئے گا۔۔۔

وہ لفٹ میں داخل ہوئی۔۔۔۔۔لفٹ ساری خالی تھی۔۔۔۔۔اس سے پہلے کہ لفٹ کے دروازے بند ہوتے ایک جھٹکے سے ایک مردانہ ہاتھ دونوں دروازوں کے درمیان آیا۔۔۔اور لفٹ دوبارہ کھل گئی۔۔۔۔۔وہ شخص سارے کا سارا کالے رنگ میں ملبوس

تھا۔۔۔۔بلیک پینٹ کے اوپر بلیک ہڈی پہنے سر پر کیپ لیے چہرے پر کالا ماسک لگا رکھا تھا۔۔۔۔۔۔

وہ اندر آیا اور ایک سائیڈ پر آ کر کھڑا ہو گیا۔۔۔۔ماہی نظریں فرش پر جمائے نہ جانے کہاں غائب تھی۔۔۔۔۔اس کے دماغ میں مرحا اور مریم کی باتیں گونج رہی تھیں۔۔۔۔وہ شخص اپنی سیاہ آنکھوں سے اس سیاہ حجاب کے حالے میں وہ سفید دودھیا پر نور چہرہ دیکھ رہا تھا۔۔۔۔۔۔

اس کی آنکھوں میں عشق کی آگ تھی۔۔۔۔۔وہ بنا پلکیں جھپکائے بس صرف اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔۔۔لڑکی سے ہوتی ہوئی اس کی نظر اس کے سینے سے لگی چھوٹی بچی پر گئی۔۔۔۔وہ بہت خوبصورت نیلے رنگ کی فراک میں اس لڑکی سے لپٹی سو رہی تھی۔۔۔۔۔۔

اچانک ٹھک کی آواز آئی۔۔۔۔اور لفٹ کھل گئی۔۔۔۔۔ماہی اپنی سوچوں کو جھٹکتی ہوئی۔۔۔لفٹ سے باہر نکلی۔۔۔وہ شخص اس کی پشت کو تکتا رہ گیا۔۔۔۔وہ اس قدر اپنی سوچوں میں گم ہوئی تھی کہ اس نے ایک بار بھی محسوس نہیں کیا کہ لفٹ میں کوئی آدمی کھڑا تھا۔۔۔۔۔

ماہی نے اپنے ایک ہاتھ سے بیگ کی زپ کھولی۔۔۔۔چابیاں باہر نکالیں اور فلیٹ کا دروازہ کھولتی ہوئی اندر داخل ہو گئی۔۔۔۔۔۔جب تک ماہی راہداری سے غائب نہیں ہوئی وہ شخص لفٹ کے اندر ہی کھڑا رہا۔۔۔۔۔

ماہی کے فلیٹ کے اندر جانے کے بعد وہ لفٹ سے باہر نکلا۔۔۔اور قدم قدم چلتا فلیٹ کے دروازے کے سامنے آرکا۔۔۔۔جس کے اوپر بہت خوبصورت الفاظ میں ایک تختی لگی تھی۔۔۔۔۔"ارمان حیدر"۔۔۔۔اس نے کچھ حسرت سے اس تختی اور بند دروازے کو دیکھا۔۔۔۔

اور سامنے والے فلیٹ میں داخل ہو گیا۔۔۔۔

ماہی اسے لیے کمرے میں آئی اور اسے بیڈ پر لٹا دیا۔۔۔۔وہ اکثر اس ٹائم سو جاتی تھی۔۔۔۔ماہی نے کمرے کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا اور کچن میں چلی گئی۔۔۔۔

وہ اکثر کمرے کا دروازہ کھلا چھوڑ کر کچن میں کام کرتی تھی تاکہ اس کا دھیان پیچھے اپنی بیٹی کی طرف بھی رہے۔۔۔۔۔

اگر ہم وقت میں تھوڑا سا آگے جائیں تو یہ ایک ہفتے بعد کا وقت تھا۔۔۔۔۔۔

کراچی شہر میں رات اتر آئی تھی۔۔۔۔

یہ رات کا کوئی دوسرا پہر تھا سارا شہر اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔۔۔۔

شہر کی اس بلڈ نگ پر بھی گہری رات اتر آئی تھی۔۔۔۔اس بلڈ نگ کے پانچویں فلور کے فلیٹ کا دروازہ بہت آہستگی سے کھلا۔۔۔ایک کالا سایہ باہر نکلا اور اتنے ہی آرام سے دروازہ بند کر دیا۔۔۔۔۔۔

وہ قدم قدم چلتا سامنے والے فلیٹ کے دروازے پر آ کھڑا ہوا۔۔۔۔۔اس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر دروازے پر لگی اس نام کی تختی کو چھوا۔۔۔۔۔دل میں جیسے کرچیاں چبھ گئیں۔۔۔۔۔

اس نے اپنے گلے سے ایک لاکٹ نکالا۔۔۔۔۔اس لاکٹ کے ساتھ ایک چابی جھول رہی تھی۔۔۔۔اس نے وہ چابی دروازے کے اندر ڈالی۔۔۔۔ڈیجیٹل سکرین پر پاسورڈ ٹائپ کیا۔۔۔۔اور اپنی فنگر

پرنٹ رکھی۔۔۔۔فورا گرین لائٹ چل پڑی اور اس شخص کے ہونٹوں پر ایک زخمی مسکراہٹ آئی۔۔۔۔۔دروازہ کھل چکا تھا۔۔۔۔۔۔

وہ بہت آہستگی سے بنا شور پیدا کیے گھر کے اندر داخل ہو گیا۔۔۔۔سارا لاؤنج اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔۔۔۔۔۔اس کی نظر ہر طرف گھوم رہی تھی۔۔۔۔۔پھر آخر اس کی نظر سامنے کمرے کے دروازے پر آ کر رک گئی۔۔۔۔۔وہ بہت خاموشی سے بنا شور پیدا کیے کمرے کے دروازے تک آیا۔۔۔۔۔اور دروازے کے پاس ایک چھوٹے سے فنگر پرنٹ سکینر پر اپنی انگلی رکھی دروازہ کھل گیا۔۔۔۔۔

وہ ہینڈل پر ہاتھ رکھتے ہوئے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔۔۔۔۔اس کی نظر سارے کمرے میں گھومتی ہوئی بیڈ پر جا کر رکی۔۔۔۔۔وہ قدم قدم چلتا بیڈ کے پاس آیا۔۔۔۔۔

سامنے ہی بیڈ پر بلیک کلر کے نائٹ ڈریس میں اس کی متاعِ جان سو رہی تھی۔۔۔۔۔اس کی باہوں میں وہ چھوٹا نازک وجود لائٹ پنک کلر کے نائٹ ڈریس میں سو رہا تھا۔۔۔۔۔وہ بچی کو اپنی باہوں میں بھر کر اس طرح سوئی ہوئی تھی جیسے کوئی چھین لے گا۔۔اس کے دائیں ہاتھ پر پٹی بندی تھی۔۔۔

وہ شخص بہت آہستگی سے بیڈ پر بیٹھا۔۔۔۔۔اور نہ جانے کتنے ہی پل وہ بس اس خوبصورت چہرے کو دیکھتا رہا۔۔۔اس کی آنکھوں کی پیاس تھی کہ بجھ ہی نہیں رہی تھی۔۔۔

اس کا دل چاہا وہ فورا اسے اپنی باہوں میں بھر لے۔۔۔۔۔اس نے ایک نظر اپنے ہاتھ پر موجود گھڑی کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔اور پھر اس ننھی بچی کے چہرے پر جھکا اور اپنے سلگتے لب اس کے ماتھے پر رکھے۔۔۔۔

بچی تھوڑا سا کسمسائی پھر دوبارہ سوتی بنی۔۔۔۔۔یہ دیکھ مقابل کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔۔۔۔اب کی بار وہ بچی کی ماں کے چہرے کی طرف جھکا۔۔۔اور اپنے سلگتے لب اس کی پیشانی پر رکھ دیے۔۔۔۔۔اس شخص کو سالوں بعد اپنے دل میں ٹھنڈک اترتی ہوئی محسوس ہوئی۔۔۔

وہ جو نیند میں کچھ بے چین تھی۔۔۔۔اچانک اپنے ماتھے پر لمس محسوس کر کے اس کے حواس بیدار ہو گئے۔۔۔۔وہ اس لمس کو سالوں بعد بھی پہچان گئی تھی۔۔۔۔اس کے ہونٹ حرکت میں آئے۔۔۔۔"حیدر"۔۔۔۔

وہ جو اس کے چہرے پر اپنے لب رکھنے کے لیے دوبارہ جھکنے لگا تھا۔۔۔۔مقابل کی آواز کانوں میں پڑی تو وہ فوراً اس سے دور ہو گیا۔۔۔۔ماہی نیند سے جاگ رہی تھی۔۔۔۔۔

اس نے وہ لمس محسوس کر کے فوراً اپنی آنکھیں کھولیں۔۔۔۔۔کچھ پل لگے اسے نیند سے بیدار ہونے میں۔۔۔۔ہواؤں میں اس کی

خوشبو تھی۔۔۔۔اس نے ایک نظر اپنے سینے کی طرف دیکھا جہاں اس کی بچی سو رہی تھی۔۔۔۔۔

اگر وہ سو رہی تھی کہ پھر وہ لمس کس کا تھا۔۔۔۔اس نے فوراً زرین کو بیڈ پر منتقل کیا اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔۔۔۔اس کی نظر سارے کمرے میں گھومی۔۔۔۔۔اسے ابھی تک وہ خوشبو محسوس ہو رہی تھی۔۔۔۔۔وہ سچ میں یہاں تھا اس کا وہم نہیں تھا۔۔۔۔۔۔

وہ فوراً بیڈ سے اٹھی۔۔۔۔۔"حیدر۔۔۔۔کہاں ہیں آپ؟"۔۔۔۔۔وہ اسے پکارتی ہوئی کمرے سے باہر نکلی سارا لاؤنج سنسان تھا۔۔۔۔۔"مجھے پتہ ہے آپ یہیں کہیں ہیں میرے سامنے آئیں۔۔۔۔۔۔حیدر میں کہہ رہی ہوں میرے سامنے

آئیں۔۔۔۔۔میں جانتی ہوں آپ ابھی یہیں تھے۔۔۔۔۔خدا کے لیے مجھے اذیت دینا بند کریں"۔۔۔۔وہ لاؤنج کے ایک ایک کونے میں اسے ڈھونڈتی ہوئی پکار رہی تھی۔۔۔۔

اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔۔۔۔مگر دوسری طرف سے خاموشی اس نے لاؤنج کی بتی جلائی۔۔۔اچانک اس کی نظر لاؤنج کے ٹیبل پر پڑی۔۔۔۔وہ دیوانہ وار آگے بڑھی وہاں ایک نیوز پیپر پڑا تھا۔۔۔۔۔

اس نے وہ نیوز پیپر کھولا۔۔۔۔اس کے اندر ایک کاغذ پڑا تھا۔۔۔۔جس میں خون سے لکھا تھا۔۔۔"خبردار اگر آج کے بعد دوبارہ خود کو کوئی تکلیف پہنچانے کی کوشش کی تو مجھ سے برا کوئی

نہیں ہو گا"۔۔۔۔۔۔اس کی نظر ٹیبل کی طرف اٹھی۔۔۔۔وہاں چھڑی پڑی تھی جس پر خون لگا تھا۔۔خون کے چھینٹیں ٹیبل اور نیچے زمین پر بھی پڑے تھے۔۔۔

ماہی کو لگا کسی نے اس کا کلیجہ مٹھی میں دبا لیا ہو۔۔۔۔۔۔اس نے ساری اخبار پلٹی۔۔۔۔۔پھر اس نے اخبار کو کھول کر دیکھا۔۔۔۔۔۔اس پر جگہ جگہ الفاظ دائرے کی صورت بنے تھے۔۔۔۔۔۔

ماہی نے فوراً سارے الفاظ پین سے پیپر پر نوٹ کیے۔۔۔۔۔۔۔ان الفاظوں کا کچھ یوں مطلب تھا۔۔۔۔۔"کل دن کے 10 بجے مزار قائد۔۔۔۔۔سیاحوں کی بھیڑ میں ایک کالا سایہ"۔۔۔۔۔۔وہ اسے ایک اور کلیو دے کر گیا تھا۔۔۔۔۔۔

ماہی کی نظر دوبارہ ان خون کے چھینٹوں پر پڑی۔۔۔۔۔اس نے اپنا دایاں ہاتھ سامنے کیا جس پر پٹی بندھی تھی۔۔۔۔۔وہ ایسا کیسے کر سکتا تھا۔۔۔۔۔وہ ماہی کے ہاتھ کے زخم کے بدلے اپنا ہاتھ زخمی کر گیا تھا۔۔۔۔۔

ماہی نے بے بسی سے اس خون کے قطرے کو چھوا اور اپنی آنکھوں کی نمی کو صاف کیا۔۔۔۔۔"آپ کو خود کو چوٹ نہیں پہنچانی چاہیے تھی حیدر"۔۔۔۔۔۔

اگر ہم موجودہ دن میں ایک ہفتہ پیچھے واپس آئیں۔۔۔۔۔۔

تو ماہی لاؤنج میں کام کر رہی تھی کھانا وہ بنا چکی تھی۔۔۔۔زرین ابھی تک سو رہی تھی جب دروازے کی گھنٹی بجی۔۔۔۔۔ماہی اپنا دوپٹہ ٹھیک کرتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھی۔۔۔۔۔

اس نے جیسے ہی دروازہ کھولا سامنے وہی لڑکی کھڑی تھی جو خود کو حیدر کی بیوی کہہ رہی تھی۔۔۔۔ماہی کی آنکھوں میں حیرت دیکھ وہ گویا ہوئی۔۔۔۔۔"ہیلو ہم پہلے تو مل ہی چکے ہیں ویسے میرا نام ثانیہ ہے۔۔۔۔۔آپ کے سامنے والے فلیٹ میں رہتی ہوں۔۔۔۔۔وہ اصل میں نا مجھے نا اپنے کچن میں سوئی گیس کا کنکشن نہیں مل رہا تھا۔۔۔۔تو میں نے سوچا آپ کے کچن کا دیکھ لوں پھر مجھے سمجھ آ

جائے گی۔۔۔یہاں سارے کچن ایک جیسے ہیں"۔۔۔۔۔ماہی کچھ اضطرابی کیفیت کا شکار ہوئی۔۔۔۔۔۔

وہ امید بھری نظروں سے ماہی کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔۔اگر حیدر شادی کر چکا تھا اس میں غلطی سامنے کھڑی اس لڑکی کی نہیں تھی۔۔۔۔۔اس میں غلطی اس کے اپنے شوہر کی تھی۔۔۔۔۔ماہی سائیڈ ہوئی وہ اندر آ گئی۔۔۔ماہی نے دروازہ بند کیا۔۔۔۔۔۔اور اس لیے کچن میں چلی گئی۔۔۔۔۔۔

اس نے اچھے سے سارا کنیکشن سمجھ لیا۔۔۔۔۔۔پھر ماہی کا شکریہ ادا کرتی ہوئی واپس دروازے تک آئی۔۔۔۔۔۔اچانک اس کی نظر لاؤنج کی دیوار پر لگی تصویر پر پڑی وہ ساکت رہ گئی۔۔۔۔۔۔

وہ بہت غور سے اس تصویر کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔"تو یہ ہیں آپ کے شوہر؟"۔۔۔۔ماہی نے اس کی بات سن کر اثبات میں سر ہلا دیا ہے۔۔۔۔"ہاں یہ واقعی حارث جیسے ہیں"۔۔۔۔۔اتنا کہتے ساتھ وہ لڑکی باہر نکل گئی مگر اس کے چہرے پر واضح غصہ تھا۔۔۔۔۔

یہ دو دن بعد کا منظر ہے ماہی اس وقت زرین کے ساتھ بلڈنگ کے پارک میں تھی۔۔۔۔زرین سامنے جھولے پر بیٹھی کھیل رہی تھی۔۔۔۔اور ماہی پاس ہی بینچ پر بیٹھی اس پر نظر رکھ رہی تھی۔۔۔۔اچانک اس نے دیکھا کہ سوسائٹی کی ایک اماں بہت مشکل

سے چل رہی ہیں ماہی ان کے پاس گئی اور ان کو سہارا دیتی ہوئی پارک کے اندر لے کر آئی۔۔۔۔۔

زرین کی نظر اچانک بینچ پر گئی اس کی ماں وہاں نہیں تھی۔۔۔۔۔وہ آہستہ سے جھولے سے نکلی اور اپنی ماں کو ڈھونڈتی ہوئی چلنے لگی۔۔۔۔۔اچانک اس کی نظر سامنے سے آتے ایک شخص پر پڑی۔۔۔۔

زرین اپنی ماں کو بھول گئی اس نے اپنے قدم اس شخص کی طرف بڑھائے۔۔۔۔۔اور اچانک اس کی ٹانگوں سے لپٹ گئی۔۔۔۔۔۔وہ شخص حیران رہ گیا۔۔۔۔۔اس نے نیچے جھک کر بچی کو اپنی باہوں میں اٹھالیا۔۔۔۔۔۔اس نے غور سے بچی کو چہرے کو دیکھا۔۔۔۔۔۔اسے

لگا جیسے وہ سانس نہیں لے پائے گا۔۔۔۔بچی بہت خوبصورت تھی۔۔۔۔اور اس چہرے میں بہت زیادہ شناسا عکس تھا۔۔۔۔۔

اچانک وہ بچی اس کے گلے لگ گئی۔۔۔۔۔مقابل تو حیران رہ گیا۔۔۔۔"حیدل۔۔۔۔پلنش"۔۔۔۔۔۔۔(حیدر۔۔۔۔پرنس)۔۔۔۔۔اور اس شخص کو لگا اس کی ساری دنیا رک گئی ہے۔۔۔۔۔۔اس نے بے اختیار سانس لینے کی کوشش کی مگر لے نہ پایا۔۔۔۔۔

جیسے ہی ماہی واپس آئی جھولا خالی دیکھ کر وہ ساکت ہو گئی۔اسے لگا کسی نے اس سے اس کی سانسیں چھین لی ہوں۔۔۔۔اس کو لگ رہا تھا اس کا دل باہر آجائے گا۔۔۔۔۔اس کی بیٹی کہیں بھی نہیں تھی۔۔۔۔۔وہ پاگلوں کی طرح اسے ادھر ادھر ڈھونڈنے لگی۔۔۔۔۔وہ سارے

پارک میں کہیں نہیں تھی۔۔۔۔۔۔"زرین۔۔۔۔زرین"۔۔۔۔
ماہی اسے آوازیں دے رہی تھی۔۔۔۔۔

اس شخص کی جھولی میں موجود زرین نے اپنی ماں کی آواز
سنی۔۔۔۔۔۔اس نے انگلی سے آواز کی طرف اشارہ کیا اور بولی۔۔۔۔
"ہیل۔۔۔ پلنشش۔۔۔حیدل کی ہیل۔۔۔ ہیل کا
حیدل"۔۔۔۔۔(ہیر۔۔۔۔پرنسس۔۔۔۔حیدر کی ہیر۔۔۔۔ہیر کا
حیدر)۔۔۔۔۔یہ کہتے ساتھ بچی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔۔۔۔۔۔

اور اس شخص کو لگا جیسے کسی نے اس کے سینے میں خنجر گھونپ دیا
ہو۔۔۔۔۔اچانک ماہی کی نظر ان دونوں کی طرف اٹھی وہ دیوانہ وار

بھاگتی ہوئی آئی اور ایک جھٹکے سے زرین کو اس شخص کی باہوں سے چھینا۔۔۔۔۔۔

اس نے فوراً اپنی بیٹی کو اپنے گلے لگا لیا۔۔۔۔۔اور اب وہ آنکھوں میں خوف لیے اپنے سامنے کھڑے اس شخص کو گھور رہی تھی۔۔۔۔۔جو کبھی اس کا شوہر ہوا کرتا تھا۔۔۔۔۔زرین بار بار ہاتھ کے اشارے سے حیدر حیدر بول کر ماہی کو اس کی طرف متوجہ کر رہی تھی۔۔۔۔۔۔

ماہی نے اسے نیچے اتارا۔۔۔۔اور اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھی۔۔۔۔۔"آپ کو کتنی بار منع کیا ہے کہ سٹرینجرز کے پاس نہیں جاتے۔آپ کی ہیر کتنی پریشان ہو گئی تھی۔۔اور یہ آپ کی ہیر کے

حیدر نہیں ہیں۔۔۔۔آج کے بعد آپ ان کے پاس نہیں جاؤ گی"۔۔۔۔۔۔

ماہی نے اسے پیار سے سمجھایا۔۔۔۔مگر وہ دوبارہ اس شخص کی طرف جانے لگی۔۔۔۔ماہی نے اس زبردستی اپنے بازوں میں اٹھایا۔۔۔۔اور اس شخص کی طرف اپنی سرد نظریں گاڑیں۔۔۔۔۔"تین سال پہلے ہیر کا حیدر مر گیا تھا۔۔۔۔اور تین دن پہلے حیدر کی ہیر مر گئی"۔۔۔۔۔اتنا کہتے ساتھ وہ واپس مڑ گئی۔۔۔۔۔

اور پیچھے کھڑے شخص کا وجود پاش پاش ہو گیا۔اسے لگا کسی نے اسے اونچائی سے دھکا دے دیا ہو۔۔۔۔۔کتنی نفرت اور حقارت تھی اس

کے لہجے میں۔۔۔۔۔وہ اس کی پشت کو تکلیف سے دیکھ کر رہ گیا۔۔۔۔۔

دو دن مزید گزر گئے۔۔۔۔وہ اس وقت کمرے میں بیٹھی تھی۔۔۔۔اور اس کے پاس ہی نیچے کلین پر بیٹھ کر زرین کھلونوں کے ساتھ کھیل رہی تھی۔۔۔۔۔جب ماہی کا موبائل فون بجا۔۔۔۔۔اس نے کال ریسیو کر کے فون کان سے لگایا۔۔۔۔۔

دوسری طرف سعد تھا۔۔۔۔۔"میم ہم نے پتہ کیا ہے وہ ڈاکٹر تو دو سال پہلے ہی مر چکا ہے۔۔۔۔۔وہ ہمیں سچ تک پہنچا سکتا تھا مگر اب وہی

نہیں رہا۔۔۔۔ہمیں اب کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرنا ہوگا سچ جاننے کے لیے"۔۔۔۔۔ماہی کا دل یکایک تکلیف سے بھر گیا۔۔۔۔۔ایک امید کی کرن تھی وہ بھی ختم ہوگئی۔۔۔۔۔اس نے رسمی گفتگو کے بعد فون رکھ دیا۔۔۔۔۔

کچھ ہی دیر گزری جب مین دروازے کی گھنٹی بجی۔۔۔۔۔وہ ایک نظر زرین پر ڈال کر دروازے کی طرف گئی۔۔۔۔۔دروازہ کھولا تو سامنے وہ دونوں کھڑے تھے۔۔۔۔۔

ماہی سمجھ نہ سکی وہ دونوں اس کے گھر میں کیا کر رہے تھے۔۔۔۔۔"کیا میں دو منٹ کے لیے اندر آسکتی ہوں میں نے اپنے شوہر کو کچھ دکھانا ہے"۔۔۔۔ماہی سمجھ نہ سکی اب وہ کیا کرنا چاہ رہی تھی۔۔۔۔۔وہ کچھ

جھجکتی ہوئی سائیڈ پر ہو گئی۔۔۔۔ثانیہ کافی غصے میں لگ رہی تھی۔۔۔۔۔

وہ حارث کو بازو سے پکڑتی ہوئی لائی اور لاؤنج کی دیوار کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا۔۔۔۔۔"دیکھو غور سے اسے ہو بہو تمہارے جیسا یہ شخص کون ہے"۔۔۔۔۔وہ سرد لہجے میں دھاڑی۔۔۔۔۔

اس نے ثانیہ سے اپنا بازو ایک جھٹکے میں چھڑوایا۔۔۔۔اور غور سے اس تصویر کی طرف دیکھنے لگا۔۔۔۔۔"میں نے کہا میں نہیں جانتا یہ کون ہے۔۔۔جو کوئی بھی ہے مگر میں نہیں ہوں"۔۔۔۔۔

مقابل کی بات ثانیہ کے سر پر لگی اور تلوں پر بجھی۔۔۔۔۔"جھوٹ تم جھوٹ بول رہے ہو۔۔۔۔۔یہ تم ہی ہو غور سے دیکھو۔۔۔۔۔میں اندھی نہیں ہوں حارث مجھے سب نظر آتا ہے۔۔۔۔۔اس دن یہ لڑکی کس طرح روتی ہوئی کہہ رہی تھی تم اس کے شوہر ہو۔۔۔۔۔بولو کتنی شادیاں کر رکھی ہیں؟"۔۔۔۔۔۔اس نے حارث کو گریبان سے پکڑا۔۔۔۔۔۔

ان دونوں کو لڑتا دیکھ ماہی پریشان ہو گئی۔۔۔۔۔۔وہ تو ایک دوسرے کا خون پینے تک پہنچ گئے تھے۔۔۔۔۔۔حارث نے ایک جھٹکے سے اس کے دونوں بازو اپنے گریبان سے دور کیے۔۔۔۔۔"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے میں کہہ رہا ہوں یہ میں نہیں ہوں۔۔۔۔۔اور میں نے کوئی

دوسری شادی نہیں کی"۔۔۔۔اب کی بار وہ بھی غصے سے بولا۔۔۔۔۔۔

ثانیہ کی آنکھیں غصے اور وحشت سے لال ہو گئی۔۔۔۔"اچھا تو تم نہیں ہو۔تم اس لڑکی کے کچھ نہیں لگتے۔۔۔۔ٹھیک ہے میں نے مان لیا"۔۔۔۔اتنا کہتے ساتھ اس نے ایک جھٹکے سے تصویر دیوار سے اتاری اور اسے اپنی پوری قوت سے لاؤنج کے فرش پر دے مارا۔۔۔۔۔۔

اور ماہی کو لگا جیسے کسی نے اس کے سینے میں خنجر گھونپ دیا ہو۔۔۔۔اس کی چیخ نکلی۔۔۔۔۔وہ دیوانہ وار آگے بڑھی اور اس تصویر کو نیچے سے اٹھایا۔۔۔۔۔"تم لوگوں کی ہمت کیسے ہوئی اس

تصویر کو نیچے پھینکنے کی۔۔۔۔۔۔نہیں ہے یہ شخص میرا شوہر۔یہ شخص تمھارا شوہر ہی ہو سکتا ہے۔۔۔۔تم لوگوں کی ہمت کیسے ہوئی میرے گھر میں گھس کر میرے شوہر کی تصویر کو نقصان پہنچانے کی"۔۔۔۔۔۔۔۔ماہی غصے سے چیخ پڑی۔۔۔۔۔۔وہ دونوں اپنا غصہ بھول کر ماہی کی طرف متوجہ ہو گئے۔۔۔۔۔ماہی نے تصویر پکڑی اس کا سارا فریم ٹوٹ گیا تھا۔۔۔۔۔

ماہی نے اپنے ہاتھوں سے اس کے اوپر سے کانچ اتارے۔۔۔۔۔۔اور کانچ اتارتے ہوئے ماہی کا دائیاں ہاتھ کانچ کے ساتھ کٹ گیا۔۔۔۔۔

اس کے ہاتھ سے خون نکل کر تصویر پر گرنے لگا۔۔۔۔۔۔۔"دفع ہو جاؤ نکل جاؤ میرے گھر سے۔۔۔۔۔۔میں تم لوگوں کی شکل نہیں دیکھنا

چاہتی۔۔۔۔۔یہ دھوکے باز شوہر تمہیں مبارک ہو۔۔۔۔۔بخش دو میری زندگی"۔۔۔۔۔وہ تصویر کو سینے سے لگائے پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔۔۔۔اور وہ شخص آنکھوں میں تکلیف کی کرچیاں لیے ماہی کو دیکھتا رہ گیا۔۔۔۔

سچائی

وہ دونوں کچھ شرمندہ ہو کر ماہی کو دیکھ رہے تھے۔۔۔۔اور ماہی بچوں کی طرح تصویر کو سینے سے لگائے پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔۔۔۔اس

کے ہاتھ سے خون بہہ رہا تھا۔۔اس کا ہاتھ کافی زیادہ کٹ گیا تھا۔ مگر ماہی کو اس وقت اپنے ہاتھ کی کوئی تکلیف محسوس نہیں ہو رہی تھی۔۔اور اس شخص سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔۔۔۔۔اس کا بس نہ چلا وہ ماہی کا ہاتھ پکڑ کر اس کا خون بند کر دے۔۔۔۔۔۔

اچانک ثانیہ کو اپنے ہاتھ پر کچھ تکلیف محسوس ہوئی۔۔۔۔۔اس نے نیچے دیکھا تو زرین لال بھبوکا چہرہ لیے ثانیہ کو غصے سے گھور رہی تھی۔۔اس نے ثانیہ کے ہاتھ پر اپنے نازک دانت گاڑ دیے۔۔۔پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے ثانیہ کو مارنا شروع کر دیا۔۔۔۔۔۔اور وہ دونوں حیرت زدہ اس بچی کو دیکھ رہے تھے۔۔۔۔۔۔

پتہ نہیں شور سن کر وہ کس ٹائم کمرے سے نکلی اور باہر آئی۔۔۔۔"دندی آنٹی۔۔۔۔میلی ہیل کو مالا۔۔۔۔میلی جان کو لولایا۔۔۔میں مالوں دی۔۔۔میلی پلنشش کو ہٹ کیا"۔۔۔۔(گندی آنٹی۔۔۔۔میری ہیر کو مارا۔۔۔۔میری جان کو رولایا۔۔میں ماروں گی۔۔۔میری پرنسس کو ہرٹ کیا)۔۔۔۔۔اس کی سفید دودھیا رنگت غصے سے سرخ پڑ گئی۔۔۔۔اور وہ دونوں ساکت رہ گئے۔۔۔۔

کچھ پلوں بعد وہ شخص گھٹنوں کے بل بیٹھا اور بچی کو پکڑ کر اپنی باہوں میں بھرنا چاہا۔۔۔۔مگر وہ اس کی باہوں سے خود کو آزاد کروا کر دور ہو گئی۔۔۔۔۔"دول لئو۔۔۔آپ امالے حیدل نئی او"۔۔۔۔۔(دور رہو۔۔۔آپ ہمارے حیدر نہیں ہو)۔۔وہ غصے سے چیخی۔۔۔۔اور

اس شخص کو لگا وہ دوبارہ اپنے قدموں پر کھڑا نہیں ہو پائے گا۔اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔۔

وہ واپس ماہی کی طرف گئی۔۔۔اور اس کی جھولی میں چڑھ کے کھڑی ہو گئی۔۔۔۔اب وہ اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے ماہی کے آنسو صاف کر رہی تھی۔۔۔۔"میلی جان لومت مے اوں نا آپ کے پاش ام پھوٹو نئ لے آئے دیے"۔۔۔۔(میری جان رومت میں ہوں نا آپ کے پاس ہم فوٹو نئ لے آئیں گے)۔۔۔۔۔ماہی نے تصویر کو چھوڑا سے اپنے سینے میں بھینچا۔۔۔۔۔

اوران دونوں کوایک نظر دیکھاوہ ایک نظر بہت زخمی تھی۔۔۔۔وہ شخص کٹ کر رہ گیا۔۔۔ماہی نے ہاتھ سے ان دونوں کو باہر نکل جانے کا اشارہ کیاوہ اپنی بیٹی کے سامنے چیخ چلا نہیں سکتی تھی۔۔۔۔

وہ خاموشی سے اپنا ٹوٹا دل لیتا دروازے کی طرف پلٹ گیا۔۔۔۔۔

ثانیہ بھی شرمندہ ہوتی دروازے کی طرف چلی گئی۔۔۔۔۔

ماہی نے بہت مشکلوں سے اپنی ہچکیوں کا گلا گھونٹا۔۔۔۔اب وہ اس کا ہاتھ دیکھ رہی تھی۔۔۔۔

"ماما۔۔ائی۔۔۔۔داد۔۔۔۔دائی۔۔۔۔"۔۔۔۔(ماما۔۔۔۔ہائی۔۔۔۔درد۔۔۔۔دوائی)۔۔۔۔۔

وہ ماہی کی جھولی سے باہر نکلی اور اب وہ لاؤنج میں موجود دراز کھول کر اس میں سے بہت مشکل سے فرسٹ ایڈ باکس نکال کر لائی۔۔۔۔"ماما۔۔۔دائی"۔۔۔۔(ماما۔۔۔۔دوائی)۔۔۔۔

ماہی نے اپنے آنسو صاف کیے اور اسے اٹھا کر صوفے پر بٹھایا اور اپنا ہاتھ بیسن کے نیچے کر کے کھڑی ہو گئی۔۔۔اس کے ہاتھ سے خود دھاڑ کی صورت بہہ رہا تھا۔۔۔ماہی نے بہت مشکلوں سے اپنے آنسوؤں پر قابو پایا۔۔۔

ماہی نے ٹاول پکڑا اور اسے اپنے ہاتھ کے گرد اچھے سے لپیٹ کر زور سے دبایا۔۔تاکہ خون رک جائے۔۔۔۔

ماہی واپس صوفے کی طرف آئی اور زرین کے پاس بیٹھ گئی۔۔۔۔ماہی نے بے بسی سے ایک نظر اپنے ہاتھ کو دیکھا۔۔۔وہ اپنے ہات پر پٹی خود نہیں کر سکتی تھی۔۔۔اس نے اپنا موبائل پکڑا اور اب اس کا بائیاں ہاتھ تیزی سے کسی کا نمبر ملا رہا تھا۔۔۔۔

دس منٹ بعد عمایہ بھاگتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔۔۔اس نے زمین پر دیکھا سارا فرش کانچ اور خون سے بھرا پڑا تھا۔۔۔وہ فوراً ماہی کی طرف بھاگی۔۔۔"ماہی کیا ہوا ہے تم ٹھیک تو ہو نا؟۔۔۔۔

ماہی نے ایک نظر اسے دیکھا۔۔۔اور عمایہ کو لگا وہ ان آنکھوں میں اس سے زیادہ تکلیف نہیں دیکھ سکتی۔۔۔۔"کچھ نہیں وہ تصویر نیچے گر گئی تھی۔۔۔اسے اٹھاتے ہوئے میرا ہاتھ کٹ گیا۔۔۔میں خود پٹی نہیں کر سکتی تھی اس لیے آپ کو بلایا"۔۔۔۔۔

وہ فوراً ماہی کے پاس بیٹھی اور اس کے ہاتھ سے ٹاول نکالا وہ ٹاول سارا خون سے رنگ گیا تھا۔۔۔عمایہ نے فوراً فرسٹ ایڈ باکس کھولا اور اس کے ہاتھ پر اینٹی سیپٹک لگا کر زخم صاف کیا پھر پائیوڈین لگا کر روئی رکھی اور پٹی باندھ دی۔۔۔۔

پٹی کرنے کے بعد وہ ہاتھ دھونے چلی گئی۔۔۔۔زرین نے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑا اور اس پر اپنے ننھے ننھے لب رکھ دیے۔۔۔۔ماہی

مسکرائی۔۔۔اس کا سفید چہرہ زرد ہو گیا تھا۔۔ہاتھ کی چوٹ نے اس کا خون نچوڑ لیا تھا۔۔۔۔۔

کچھ دیر بعد عمایہ واپس آئی۔۔۔اس کے ہاتھ میں جوس کا گلاس تھا۔۔۔"ماہی یہ پیو تھوڑی طاقت محسوس ہو گی"۔۔۔۔۔ماہی نے بائیاں ہاتھ بڑھا کر گلاس پکڑ لیا۔۔۔۔۔عمایہ نے احتیاط سے سارے کانچ اٹھائے اور فرش صاف کیا۔۔۔۔۔

اس نے تصویر کو ٹیشو سے صاف کیا اور اسے ٹوٹے ہوئے فریم سے نکال دیا۔۔۔وہ بہت خوبصورت تھی۔۔۔۔۔"میں ایک نیو فریم کے کر آوں گی پھر اس میں یہ ڈال کر لگا لینا"۔۔۔۔یہ کہہ کر عمایہ نے اسے لاؤنج میں موجود چھوٹی سی کبڑد نما الماری کے اوپر کھڑا کر دیا۔۔۔۔۔

اب عمایہ زرین سے باتیں کر رہی تھی اور ماہی کا ذہن ماضی کی بھول بھلیوں میں الجھ گیا۔۔۔اسے وہ دن یاد آیا جب وہ کتنی خوشی سے اس فوٹو کو اپنے ہاتھوں سے اس دیوار پر لگا رہی تھی۔۔۔۔"یہ کیا کر رہی ہو ہیر۔۔۔چوٹ لگ جائے گی۔نیچے اترو شاباش"۔۔۔وہ سٹول پر کھڑی دیوار کا جائزہ لے رہی تھی۔۔۔۔۔

اس نے ایک نظر ارمان کو دیکھا۔۔جو سٹول کے پاس کھڑا فکر مند نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔"کچھ نہیں ہوتا بس میں اس دیوار کو صاف کر رہی ہوں"۔۔۔۔وہ دوبارہ سے اپنے کام میں مگن ہو گئی۔۔۔۔"نیچے اترو میں کرتا ہوں میری جان تم ان کاموں کے لیے

نہیں ہو"۔۔۔۔اب کی بار ماہی نے اپنا رخ موڑ کر خفگی سے اسے گھور کر دیکھا۔۔۔۔"اچھا تو یہ کام کیا شاہی نوکر آکر کریں گے؟"۔۔۔

ارمان دلکشی سے مسکرایا۔۔"میری جان میں ہوں نا تمھارا نوکر"۔۔۔۔وہ دل پر ہاتھ رکھ کر عاشقوں کی طرح سر کو خم دیتا بولا۔۔۔۔۔"آئے بڑے نوکر جا کر اپنا کام کریں"۔۔۔۔اتنا کہتے ساتھ ماہی دوبارہ مڑی مگر اپنا بیلینس برقرار نہ رکھ پائی اور سیدھا نیچے گری۔۔۔۔مگر اس کا وجود زمین بوس ہوتا اس سے پہلے ہی ارمان اسے باہوں میں بھر چکا تھا۔۔۔۔وہ خوفزدہ ہو کر اپنی آنکھیں بند کر گئی۔۔۔۔۔

اس نے کچھ پلوں بعد جیسے ہی آنکھیں کھولیں خود کو ارمان کی مظبوط باہوں میں پایا ماہی کا ایک ہاتھ ارمان کے کالر پر تھا۔۔۔تو دوسرا اس کے بازو پر۔۔۔۔ارمان غصے سے اسے گھور رہا تھا۔۔۔۔"ہو گیا۔۔۔۔۔منع کر رہا تھا نا میں۔۔۔مگر نہیں تمہیں میری بات تو سننی نہیں ہوتی"۔۔۔۔اتنا کہتے ساتھ اس نے ماہی کے گرد حصار مضبوط کیا اور اسے اپنے بہت قریب کر گیا۔۔۔

ماہی کا چہرہ ارمان کے چہرے کے قریب آ گیا۔۔۔۔"اگر ابھی میں یہاں نا ہوتا تو۔۔۔۔اگر تمہیں کوئی چوٹ لگ جاتی تو"۔۔۔اس کی آنکھوں میں خوف آ گیا۔۔۔۔"ایسے کام مت کیا کرو"۔۔۔۔اتنا کہتے ساتھ ارمان اس کے چہرے پر جھکا اور جا بجا اپنے ہونٹوں سے لمس چھوڑنے لگا۔ماہی نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔۔۔کافی دیر بعد وہ پیچھے

ہوااور ایک ہی جھٹکے میں اس نے ماہی کو اپنے سینے میں

ں ھینچا۔۔۔۔۔۔

اس کی پکڑ ماہی کے گرد بہت مظبوط تھی۔۔۔۔۔"بس کریں پیچھے ہٹیں مجھے سانس نہیں آرہی"۔۔وہ اس کے حصار میں مچلی۔۔۔تو ارمان نے حصار کچھ ڈھیلا کیا۔۔۔۔۔ارمان اسے کچھ کہہ رہا تھا۔۔۔

مگر اچانک کسی نے ماہی کا کندھا ہلایا۔۔۔ماضی کا بلبلا ہوا میں تحلیل ہو گیا۔۔۔ماہی نے آنکھیں کھولیں تو اس کی نظر سامنے اس دیوار کی طرف اٹھی۔۔۔۔دیوار آج بھی ویسے ہی خالی تھی۔۔۔۔نہ وہاں کوئی سٹول تھا اور نہ ہی وہ دونوں۔۔۔۔۔

اس نے لمبی سانس لے کر اپنا چہرہ موڑ کر عمایہ کی طرف دیکھا۔۔۔۔عمایہ اسے ہمدرد نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔۔۔"ماہی تم ٹھیک تو ہو؟"۔۔۔ماہی نے اپنے آنسو صاف کیے اور سر اثبات میں ہلایا۔۔۔"اچھا اپنا خیال رکھنا میں چلتی ہوں"۔۔۔۔۔

ماہی نے سر ہلایا۔۔۔"شکریہ آپ میری ایک کال پر یہاں آئیں"۔۔۔۔عمایہ مسکرائی۔۔۔۔"تم تو میری چھوٹی بہن ہو۔۔۔۔جب چاہے مجھے بلا سکتی ہو میں اسی طرح بھاگتی ہوئی آجاؤں گی۔۔۔اپنا خیال رکھنا"۔۔۔۔۔

پھر وہ زرین کی طرف متوجہ ہوئی۔۔۔۔"اوکے چھوٹی دنیا پھر ملیں گے اپنی ہیر کا خیال رکھنا"۔۔۔۔زرین مسکرائی۔۔۔۔عمایہ اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔۔"بائے آنی"۔۔۔وہ اپنا ننھا سا ہاتھ ہلاتی ہوئی بولی۔۔۔۔

وہ اتنی زیادہ کیوٹ لگی کہ عمایہ کھل کر مسکرائی اور اس کے گال پر کس کر کے بھاگ گئی۔۔۔۔پیچھے زرین کی ہنسی غائب ہوئی۔۔۔۔اور چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔۔

اس نے اپنے ہاتھ سے اپنا گال رگڑ ڈالا۔۔۔۔"دندی آنی۔۔۔میلا پھیش دندا کل دیا"۔۔۔(گندی آنی۔۔۔۔میرا فیس گندا کر دیا)۔۔۔۔ماہی کھل کر مسکرائی۔۔۔اس کی بیٹی اپنی ماں کے علاوہ کسی کا پیار برداشت نہیں کرتی تھی۔۔۔۔اگر کوئی اسے کس کرتا تو وہ اپنے ہاتھوں سے رگڑ رگڑ کر مٹا دیتی۔۔۔۔۔

ماہی نے اسے پکڑا اپنے سینے میں بھینچا اور گلے لگا کر اس کے چہرے پر اپنے لب رکھے۔۔۔اس کا غصہ فوراً غائب ہوا اور وہ ماہی کی باہوں میں کھلکھاتی ہوئی ہنسی۔۔۔۔۔۔

وہ نیند میں بہت زیادہ اضطراب کا شکار تھی۔۔۔اس کے دماغ میں ماضی کسی خواب کی طرح چلنے لگا۔۔۔۔پھر اس کے سامنے ایک منظر نمودار ہوا۔۔۔۔اس نے خود کو ساڑھے تین سال پہلے ماضی میں لاؤنج میں بیٹھے پایا۔۔۔۔۔۔

وہ ایل سی ڈی پر کوئی مووی دیکھ رہی تھی۔۔۔۔جب کمرے کا دروازہ کھلا اور ارمان باہر نکلا۔۔۔۔۔۔ماہی کا دھیان مووی میں گم تھا۔۔۔۔وہ اسے اس طرح مووی میں گم دیکھ چڑ گیا۔۔۔

وہ ماہی کے پاس آکر بیٹھا اور ریموٹ پکڑ کر مووی روک دی۔۔۔۔۔وہ جو غور سے مووی دیکھ رہی تھی اچانک رکنے کی وجہ سے بدمزہ ہوتی ہوئی ارمان کی طرف متوجہ ہوئی۔۔۔۔۔آنکھوں میں خفگی آگئی۔۔۔۔۔۔"یہ کیا تم ہر وقت مووی دیکھتی رہتی ہو مجھ پر بھی دھیان دیا کرو"۔۔۔۔۔۔ارمان اسے اپنے حصار میں لیتا ہوا بولا۔۔۔۔۔۔

ماہی نے اپنا سر ارمان کے سینے پر رکھا۔۔۔۔"اتنی اچھی مووی دیکھ رہی تھی آپ نے سارا مزہ خراب کر دیا"۔۔۔۔۔اس بات پر تو ارمان کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔۔۔۔۔"اچھا اور ایسا بھی کیا دیکھ رہی تھی کہ میں نے تمہیں ڈسٹرب کر دیا"۔۔۔۔۔۔اس بات پر ماہی نے اپنا چہرہ اٹھا کر ارمان کو دیکھا اور پر جوش ہوتی ہوئی اسے مووی کی کہانی بتانے لگی۔۔۔۔۔۔

وہ کوئی پولیس ہیرو مووی دیکھ رہی تھی۔۔۔۔جس میں ہیرو کسی مشن پر جاتا ہے۔۔۔۔مگر جانے سے پہلے ساری دنیا والوں کے لیے وہ اپنی نقلی موت کا ڈرامہ کرتا ہے۔۔۔۔اور پھر کچھ سالوں بعد وہ دوبارہ منظر عام پر آتا ہے مگر اپنا حلیہ اور نام بدل لیتا ہے۔۔۔۔

ارمان غور سے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا جہاں زندگی کے سارے رنگ تھے۔۔۔۔۔وہ اسے ساری کہانی بتا چکی تھی۔۔۔۔۔"بتائیں ناحیدر کیا واقعہ ایسا ہوتا ہے؟۔۔۔۔آپ تو پولیس والے ہیں آپ کو پتہ ہو گا"۔۔۔۔۔

اس کے کندھا ہلانے سے ارمان کی آنکھوں کا ارتکاز ٹوٹا۔۔۔۔"ہاں ایسا ہوتا ہے"۔۔۔۔۔یہ سن کر اس کی آنکھیں چمکیں۔۔۔۔۔"مطلب یہ حقیقی زندگی میں ہوتا ہے واؤ کتنا اچھا لگتا ہے نا"۔۔۔۔

ارمان اس کی معصومیت پر مسکرایا۔۔۔۔"میری جان یہ کہانیاں صرف فلموں میں اچھی لگتی ہیں حقیقی زندگی میں بہت تکلیف دیتی

ہیں"۔۔۔۔۔ماہی نے کچھ نہ سمجھی سے اس کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔"ساری دنیاوالوں کے لیے مرنااور پھر ایک نئ پہچان کے ساتھ اپنے عزیز رشتوں سے دور رہ کر جینا بہت مشکل ہوتا ہے۔۔۔۔انسان کی شناخت مٹ جاتی ہے"۔۔۔۔۔

ارمان بہت سنجیدہ تھا ماہی نے کچھ الجھن سے اس کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔"تو وہ اپنے پیاروں کو بتا بھی تو سکتا ہے کہ وہ ایک مشن پر ہے اور اپنی پہچان بدل کر رہے گا"۔۔۔۔۔

ارمان دوبارہ مسکرایا مگر اس بار اس کی مسکراہٹ میں تکلیف تھی۔۔۔۔۔"ہیر اگر یہ اتنا ہی آسان ہوتا تو پھر وہ انسان اپنی شناخت ہی کیوں بدلتا۔۔۔۔اور جو پولیس والے ہوتے ہیں۔۔۔دشمن ان کے

گھر پر بھی نظر رکھتے ہیں۔۔۔۔۔ان کے اپنے عزیز کی جانوں کو خطرہ ہوتا ہے۔۔۔۔۔اس لیے اگر وہ شخص سالوں بعد اپنے گھر والوں سے ملے تو اس کے ساتھ اس کے گھر والوں کی جان کو بھی خطرہ ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔اس لیے وہ ان کے سامنے آکر انجان بن جاتا ہے"۔۔۔۔۔۔

اس نے دیکھا ماہی کی آنکھوں میں بھی تکلیف ابھری۔۔۔۔۔"وطن کی حفاظت کرنا بہت مشکل ہے۔۔۔۔۔۔لیکن وہ کلیو بھی تو دے سکتا ہے"۔۔۔۔۔۔یہ بات سن کر ارمان سوچ میں پڑ گیا۔۔۔۔۔۔"ہاں یہ بات تو ہے وہ کوئی کلیو تو دے سکتا ہے جو صرف ان اپنوں کے درمیان کوئی کوڈ ورڈ ہو"۔۔۔۔۔۔

ماہی پر جوش ہوئی۔۔۔۔۔۔"ہاں نا۔۔۔۔اچھا اگر آپ کو مجھے کوئی کلیو دینا ہو تو آپ کیسے دیں گے"۔۔۔۔۔

ارمان نے اس کی آنکھوں میں دیکھا جہاں ایک چمک تھی۔۔۔

اس کے دل میں خوف اٹھا۔۔۔"خدا نا کرے کہ کبھی ایسا دن آئے"۔۔۔۔۔وہ اپنی بیوی کو نہیں سمجھا سکتا تھا۔۔۔کہ یہ کتنا مشکل ہوتا ہے۔۔۔۔۔"اوہو میں کب چاہتی ہوں کہ ایسا کوئی دن آئے مگر ویسے ہی بتائیں تو صحیح۔۔۔۔اگر آپ کو مجھے کوئی کلیو دینا ہوا تو آپ کیسے دیں گے"۔۔۔۔۔۔ارمان نے ایک گہری سانس بھری اور پھر کچھ سوچنے لگا۔۔۔۔۔

مائی ایکسائٹڈ سی اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔کافی دیر بعد ارمان کے دماغ میں کچھ کلک ہوا۔۔۔۔۔۔"بہت ہی آسان ہے۔۔۔۔۔میرا نام ہی کلیو ہو گا"۔۔۔۔۔اور ماہی کا سارا جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔۔۔۔۔۔

وہ منہ پھلا کر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔"کوئی حال نہیں آپ نے میرا ساری ایکسائٹمنٹ مار دی۔۔۔۔۔آپ کا نام بھی کوئی کلیو ہوا۔۔۔۔۔سارا مزہ خراب کر دیا"۔۔۔۔۔ارمان کا ڈمپل چمکا۔۔۔۔۔"دیکھو جان حیدر۔۔۔۔۔تم مجھے صرف حیدر کہتی ہو ارمان نہیں تو اگر کل کو ایسا کچھ ہو کہ مجھے تمہارے سامنے انجان بننا ہو۔۔۔۔۔اور میرے آس پاس کوئی ایسا شخص ہو جس کے سامنے مجھے تم سے اپنا رشتہ چھپانا ہو تو میں اپنا نام ہی کلیو دوں گا"۔۔۔۔۔

ماہی نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔۔۔۔۔"تم مجھے حیدر کہو گی۔۔۔۔اور میں کہہ دوں گا میں ارمان حیدر نہیں ہوں۔۔۔۔۔اور اس ساری بات میں مین کو ڈور ڈارمان حیدر ہے۔۔۔۔۔جب تم مجھے ارمان کہو گی ہی نہیں تو بتاؤ مجھے کیسے پتہ چلے گا میں ارمان ہوں۔۔۔۔۔بس تب سمجھ جانا کہ میں تمہیں وہ کلیو دے رہا ہوں۔۔۔۔۔اور تمہارے آس پاس خطرہ ہے اس لیے میں انجان بن جاؤں گا"۔۔۔۔۔

یہ بات سن کر ماہی کی آنکھوں کی چمک واپس آگئی اور اس نے خوشی خوشی سر اثبات میں ہلایا۔۔۔۔۔"ٹھیک ہے میں فورا سمجھ جاؤں گی کہ آپ ہی میرے حیدر ہیں"۔۔۔۔وہ اس کے گلے لگتی ہوئی

بولی۔۔۔۔۔"بالکل میں صرف اور صرف اپنی ہیر کا حیدر رہوں اور رہوں گا"۔۔۔۔۔۔۔وہ اس کے گرد اپنا حصار مضبوط کر گیا۔۔۔۔۔۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے خواب کے مناظر بدل گئے۔۔۔۔۔۔اب وہ سنسان سڑک پر کھڑی اس شخص کا گریبان پکڑ کر چیخ رہی تھی۔۔۔۔۔۔"حیدر۔۔۔۔یہ کیا ہو گیا ہے آپ کو میں آپ کی ہیر ہوں"۔۔۔۔۔

اس شخص نے غصے سے ماہی کی ہاتھ جھٹک دیے۔۔۔۔"میں حارث شیرازی ہوں کوئی ارمان حیدر نہیں اور نا ہی میں کسی ماہیر کو جانتا ہوں۔۔۔۔دور رہو مجھ سے۔۔۔میں صرف اپنی بیوی کا وفادار ہوں

میری صرف ایک بیوی ہے جو اس وقت میرے سامنے کھڑی ہے"۔۔۔۔

ماہی کا سارا جسم پسینے سے شرابور ہو گیا۔۔۔۔۔اس کی آنکھ ایک جھٹکے سے کھلی۔۔۔۔۔اور وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔۔اس کا سانس ٹھیک سے نہیں آ رہا تھا۔۔۔۔۔۔اس نے اپنا سانس درست کیا۔۔۔۔۔۔اس کی نظر سارے کمرے میں گھومی۔۔۔۔۔۔تو اسے یاد آیا وہ اپنے گھر میں اپنے کمرے میں سو رہی تھی۔۔۔۔۔اس کی نظر بائیں طرف گئی جہاں اس کی بیٹی سو رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔

اس کے دماغ میں بار بار وہ باتیں گونج رہی تھیں۔۔۔۔۔۔"بہت ہی آسان ہے۔۔۔۔۔میرا نام ہی کلیو ہو گا"۔۔۔۔۔۔"میں حارث

شیر ازی ہوں کوئی ارمان حیدر نہیں اور ناہی میں کسی ماہیر کو جانتا ہوں۔۔۔۔دور رہو مجھ سے۔۔۔میں صرف اپنی بیوی کا وفادار ہوں میری صرف ایک بیوی ہے جو اس وقت میرے سامنے کھڑی ہے"۔۔۔۔۔

اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے بال مٹھی میں دبوچے۔۔۔۔۔اسے لگ رہا تھا اس کے کان کے پردے پھٹ جائیں گے۔۔۔۔۔بار بار وہ آوازیں کانوں میں گونج رہی تھیں۔۔۔۔۔۔

ماہی نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں پر رکھے۔۔۔۔۔۔۔اسے لگ رہا تھا اس کا سر درد سے پھٹ جائے گا۔۔۔۔۔۔"حیدر۔۔۔۔یہ کیا ہو گیا ہے آپ کو میں آپ کی ہیر

ہوں"۔۔۔۔۔۔"حیدر۔۔۔۔ہیر۔۔۔حیدر۔۔۔۔ہیر"۔۔۔۔"کو

ئی ارمان حیدر نہیں اور نا ہی میں کسی ماہیر کو جانتا

ہوں"۔۔۔۔۔۔"ارمان حیدر۔۔۔۔ماہیر۔۔۔۔ارمان

حیدر۔۔۔۔۔۔ماہیر"۔۔۔۔۔

اور اس ایک لمحے میں ماہی کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔۔۔۔ماہی کی

ساری دنیا رک گئی۔۔۔۔۔اس کے ہاتھ ڈھیلے پڑ گئے۔۔۔۔۔اور اس

کی آنکھیں پوری پھیل گئیں۔۔۔۔۔۔وہ حیران رہ گئی اسے لگ رہا تھا وہ

اگلی سانس نہیں لے پائے گی۔۔۔۔۔۔

اس کا دماغ پروسیس کر چکا تھا۔۔۔۔۔اسے اچھے سے یاد تھا اس نے ایک بار بھی اس شخص کو ارمان نہیں کہا تھا نہ ہی ماہیر بولا تھا۔۔۔۔۔پھر اس شخص نے ارمان اور ماہیر کیوں بولا۔۔۔۔۔۔

اوخدا۔۔۔۔۔ماہی کی آنکھوں سے فرط جذبات سے آنسو بہہ نکلے۔۔۔۔۔اس کے دونوں ہاتھ بے ساختہ اس کے ہونٹوں کی طرف گئے۔۔۔۔۔۔وہ پہچان گئی تھی۔۔۔۔۔۔وہ اس کا حیدر ہی تھا اور اسے کلیو دے رہا تھا۔۔۔۔۔

وہ کتنی ناسمجھ تھی وہ سمجھ کیوں نہ سکی۔۔۔۔۔ارمان نے کہا تھا کہ اس کی صرف ایک بیوی ہے اور اس کے سامنے کھڑی ہے۔۔۔۔اور اس

سنسان سڑک پر ارمان کے سامنے کھڑی وہ لڑکی کوئی اور نہیں ماہی خود تھی۔۔۔۔۔

ثانیہ تو اس کی دائیں طرف کھڑی تھی۔۔۔۔۔ماہی کو لگا جیسا کسی نے اس کے اندر نئی روح پھونک دی ہو۔۔۔۔۔وہ ثانیہ کے سامنے انجان بن گیا تھا۔۔۔۔ مطلب ماہی کی جان کو خطرہ تھا۔۔۔۔۔

آس پاس کوئی خطرہ ہے اس وجہ سے وہ حارث بن گیا ہے۔۔۔۔۔ماہی کی ہچکیاں بند گئیں۔۔۔۔۔اسے پولیس اسٹیشن کے اس کیبن میں اپنے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھے ارمان کی باتیں یاد آئیں۔۔۔۔۔"میری جان بات کو سمجھو میں یہاں سے جا رہا ہوں تمھارے دل سے نہیں میں صرف تمھارا ہوں اور تمھارے علاوہ

میری زندگی میں کوئی اور عورت نہیں آسکتی یہ بات کبھی بھولنا مت"۔۔۔۔

اور ماہی پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی وہ یہ بات کیسے بھول گئی کہ ارمان حیدر کی زندگی میں آنے والی پہلی اور آخری عوت صرف وہی تھی۔۔۔۔۔شاید ارمان نے وہ بات تین سال پہلے اسی لیے کہی تھی۔۔۔۔۔اور ماہی اس بات کا مطلب آج سمجھی تھی۔۔۔۔۔

اس کے دماغ میں مرحا اور مریم کی باتیں گونج رہی تھیں۔۔۔۔۔ان دونوں نے کہا تھا ارمان اسے چھوڑ نہیں سکتا۔۔۔۔۔۔اور وہ پاگل کتنی جلدی اپنی آنکھوں دیکھے سچ پر یقین کر گئی۔۔۔۔۔۔۔"میں نے کہا تھا ناوہ آپ کے آس پاس ہی ہونگے"۔۔۔۔۔۔اس کے کانوں میں مریم

کی آواز پڑی۔۔۔۔"تصویر کے دو رخ ہوتے ہیں ضروری نہیں جو نظر آرہا ہو وہی سچ ہو"۔۔۔۔"ہو سکتا ہے انہوں نے اپنی باتوں میں آپ کو کوئی کلیو دیا ہو۔۔۔۔یاد کرنے کی کوشش کریں"۔۔پھر اس کے کانوں میں مرحا کی باتیں گونجیں۔۔۔۔۔

وہ ایک جھٹکے سے کمبل پھینکتے ہوئے واش روم میں بھاگی۔۔۔۔۔کچھ دیر بعد وہ جائے نماز بچھائے سجدے میں گری اونچی آواز میں رو رہی تھی۔۔۔۔۔

اس نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے۔دائیں ہاتھ پر ابھی تک پٹی بندھی تھی۔۔۔۔اللہ پاک کا شکر ادا کرنے کے لیے اس کے پاس الفاظ نہیں تھے وہ بس پھوٹ پھوٹ کر روتی رہی۔۔۔۔۔اللہ پاک نے اس کی

دعائیں سن لی تھیں۔۔۔۔۔انسان اگر مر جائے تو واپس نہیں آتا۔۔۔۔۔۔ مگر اس کا شوہر آ گیا تھا ہاں وہ اس کے لیے موت کو مات دے کر واپس آیا تھا۔۔۔۔۔۔

نہ جانے وہ کتنے گھنٹے جائے نماز پر بیٹھی اپنے اللہ سے اپنے دل کا حال رو رو کر بیان کرتی رہی۔۔۔۔۔ مگر آج اس کے آنسو تکلیف کے نہیں تشکر اور خوشی کے تھے۔۔۔۔۔

وہ آدھی سچائی تو جان چکی تھی باقی سچائی بھی ابھی جاننا باقی تھی۔۔۔۔۔۔اسے ارمان سے رابطہ کرنا ہو گا مگر اس طریقے سے کہ کسی کو پتہ نہ چلے۔۔۔۔۔۔

ایک نئے دن کا آغاز ہو چکا تھا۔۔۔۔

بلڈنگ کے پانچویں فلور کے فلیٹ کا دروازہ کھلا اور اس میں سے ماہی کا چہرہ نمودار ہوا۔۔۔۔۔وہ اس وقت سفید حجاب کیے بلیک فراک پہنے جس کے ساتھ سفید پجامہ تھا۔۔۔۔کندھوں پر سفید شال اوڑھے۔۔۔۔۔پاؤں سفید شوز میں تھے۔۔۔۔

اس کے ایک ہاتھ میں بیگ تھا تو دوسرے ہاتھ میں زرین کا ہاتھ تھا۔۔۔۔۔زرین اس وقت بہت خوبصورت وائٹ فراک میں تھی۔۔۔۔۔پاؤں میں وائٹ شوز پہنے سر پر وائٹ پنز اور پونی ڈالے وہ بالکل وائٹ باربی لگ رہی تھی۔۔۔۔۔

اس نے کندھوں پر اپنا چھوٹا سا بیبی پنک بیگ پہن رکھا تھا۔۔۔۔

وہ دونوں باہر نکلی تو ماہی نے فلیٹ لاک کیا۔۔۔۔۔اور لفٹ کی جانب چل پڑی۔۔۔۔۔۔اتنے میں سامنے والا فلیٹ کھلا اور وہ دونوں باہر نکلے۔۔۔۔۔۔۔

ماہی کے اندر داخل ہوتے وہ دونوں بھی لفٹ میں داخل ہوئے۔۔۔۔۔۔زرین کے ہاتھ میں کیک کا پیکٹ تھا جسے وہ بار بار ماہی کی طرف بڑھا رہی تھی۔۔۔۔۔۔"اشے تھولو"۔۔۔۔۔(اسے کھولو)۔۔۔۔۔۔

ماہی نے وہ پیکٹ پکڑا اور کھول دیا۔۔۔۔۔اور وہ مزے مزے سے کھانے لگی۔۔۔۔۔۔لفٹ میں موجود اس شخص کی نظران دونوں ماں بیٹی کی طرف ہی تھی۔۔۔۔۔

اچانک زرین کی نظر اس شخص کی طرف اٹھی۔۔۔۔۔مقابل مسکرایا۔۔۔۔وہ منہ پھیر گئی۔۔۔۔۔اور اس شخص کی آنکھیں پوری کی پوری کھل گئیں۔۔۔۔۔۔وہ اپنی ناراضگی دکھا رہی تھی۔۔۔۔۔ہاں زرین بھولی نہیں تھی دو دن پہلے اس کی ماں کے ہاتھ پر ان دونوں کی وجہ سے چوٹ لگی تھی۔۔۔۔۔ماہی ان سب سے بے نیاز اپنی سوچوں کے بھنور میں اٹکی ہوئی تھی۔۔۔۔۔

لفٹ رکی۔۔۔"میرا موبائل رہ گیا ہے میں لے کر آتی ہوں۔۔۔۔تم نیچے پارکنگ میں میرا انتظار کرنا"۔ثانیہ کہتے ہوئے لفٹ سے نکل گئی۔۔۔

اب لفٹ میں صرف وہ تینوں رہ گئے تھے۔۔۔۔

ماہی کو اپنے چہرے پر کسی کی نظروں کی تپش محسوس ہوئی اس نے چہرہ اٹھا کر دیکھا دونوں کی نظریں ٹکرائیں۔۔۔۔مگر اس نے دیکھا آج ماہی کی آنکھوں میں کوئی تکلیف یا نفرت نہیں تھی۔۔۔۔۔۔بس وہ کرب سے اس شخص کو دیکھنے لگی۔۔۔۔

اچانک لفٹ کی لائٹس بند ہو گئیں۔۔۔اور لفٹ ایک جھٹکے سے رک گئی۔۔۔۔۔دونوں کی نظروں کا ارتکاز ٹوٹا۔۔۔۔۔۔لفٹ کو جھٹکا لگا

جس کی وجہ سے ماہی کا ہاتھ ارمان کی شرٹ پر گیا۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ گرتی ارمان نے اسے سہارا دے کر پکڑا۔۔۔۔۔۔

ماہی نے اپنی بیٹی کو سینے میں بھینچا اور آس پاس خوف سے دیکھنے لگی۔۔۔۔ارمان صاف دیکھ سکتا تھا اس کے چہرے پر خوف کے سائے منڈلا رہے تھے۔۔۔۔۔۔"ریلیکس سب کچھ ٹھیک ہے ابھی چل پڑے گی لفٹ"۔۔۔۔۔وہ اسی محبت بھرے لہجے میں بولا جس لہجے میں وہ تین سال پہلے ماہی سے بات کرتا تھا۔۔۔۔۔اور ماہی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔۔۔۔۔وہ اپنا آپا کھوتی ہوئی آگے بڑھی اور اس شخص کے سینے سے لگ گئی۔۔۔۔۔۔

اور وہ شخص ساکت کا ساکت رہ گیا۔۔۔۔۔ماہی اس کے سینے میں اس طرح منہ چھپا کر کھڑی تھی جیسے وہ ساری دنیا کی مشکلوں سے چھپ گئی ہو۔ماہی کو اس لمس سے سکون ملا۔۔۔۔بہت دیر کے بعد ارمان کا ہاتھ اٹھا اور اس سے پہلے کہ ماہی کے گرد باندھتا

۔۔۔۔۔

اس نے فورا ماہی کو خود سے دور کیا۔۔۔۔۔۔نہیں ابھی صحیح وقت نہیں آیا تھا۔۔۔۔اور ایک بار پھر ماہی حیران رہ گئی۔۔۔۔اس کی نظر اپنے کندھوں کی طرف گئی۔۔۔۔۔۔پھر غصے کی ایک لہر اس کے اندر ڈوری۔۔۔۔۔۔

اس نے زرین کو نیچے کھڑا کیا اور دوسرے ہی جھٹکے میں ارمان کا گریبان پکڑا۔۔۔۔۔۔"ایک بات تو بتائیں مسٹر حارث۔۔۔۔اس دن جب

سڑک پر میں نے ارمان اور ماہیر بولا ہی نہیں۔۔۔۔۔تو پھر آپ کو کیسے پتہ چلا میرے شوہر کا نام ارمان حیدر اور میرا پورا نام ماہیر ہے"۔۔۔۔۔اور سامنے کھڑے شخص کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔۔۔۔۔

اس سے پہلے وہ اپنے لب کھولتا۔۔۔۔۔ماہی نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔۔۔۔۔"خبردار آگر میری بات کی نفی کرنے کی کوشش کی۔۔۔۔۔اس دن میں غم میں تھی آج نہیں ہوں۔۔۔۔۔اگر آپ ثانیہ کے سامنے انجان بن رہے تھے تو پھر اب کیا مسئلہ ہے۔۔۔۔۔جانتے ہیں تین سال کتنا روئی اور تڑپی ہوں میں۔۔۔ایک ایک دن سو سو موت مری ہوں۔۔۔۔کچھ نہیں جانتے آپ۔۔۔۔دیکھیں اس ننھی سی جان کو۔۔۔۔۔بیٹی ہے یہ آپ

کی"۔۔۔۔۔۔وہ روتی ہوئی چیخ پڑی۔۔۔۔اور ارمان کو لگا وہ سانس نہیں لے پائے گا۔اس کی آنکھوں میں نمی اتری۔۔

اس کی نظر اس ننھی سی جان پر گئی جو کیک کھا رہی تھی۔۔۔۔"اس دن آپ تو چلے گئے مگر میں زندہ مر گئی۔۔۔۔۔اسی دن مجھے پتا چلا کہ میں اکیلی نہیں ہوں۔۔۔میرے وجود میں آپ کا عکس پل رہا ہے۔۔۔۔۔اگر جانا ہی تھا تو مجھے اعتماد میں لے سکتے تھے۔۔۔۔مگر نہیں آپ تو مجھے زندہ مار کر گئے۔۔۔۔اس حالت میں ایک بیوی کو سب سے زیادہ اپنے شوہر کی ضرورت ہوتی ہے مگر آپ کہیں نہیں تھے۔۔۔۔۔میری بچی آپ کی تصویروں سے باتیں کرتی ہے اور ان کو سینے سے لگا کر اپنے باپ کو پکارتی ہے۔۔۔۔یہ دیکھ میرا کلیجہ پھٹتا ہے۔۔۔۔آپ جانتے تھے نا میں آپ کے بنا نہیں رہ سکتی پھر کیوں کیا

یہ سب "۔۔۔۔آخر میں اس کی ہچکیاں بند گئیں۔۔۔۔اس نے بہت مشکل سے اپنے آنسو قابو کیے۔۔۔۔۔اور ایک نظر اپنی بیٹی کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔ماہی نے لمبی سانس لی۔۔۔۔لفٹ کی لائٹس چل پڑی اور لفٹ دوبارہ نیچے کی جانب چلنے لگی۔۔۔۔۔۔

ماہی نے دوبارہ ارمان کی طرف دیکھا جو پتھر بن گیا تھا۔۔۔۔۔ہاں اس کے لیے سچ پروسیس کرنا بہت مشکل تھا۔۔۔۔۔"صرف دو دن ہیں آپ کے پاس۔۔۔۔مجھے سچ جاننا ہے۔۔۔۔کہاں تھے اتنے عرصے سے اور کیوں کیا یہ سب۔۔۔۔میں جانتی ہوں آپ ہی حیدر ہیں۔۔۔صرف 48 گھنٹے ورنہ اس کے بعد میں اپنی جان لے لوں گی۔۔۔۔پھر آپ ہم دونوں کو ساری زندگی نہیں دیکھ پائیں گے"۔۔۔۔۔۔

اتنا کہتے ساتھ وہ زرین کو اٹھاتی ہوئی لفٹ سے باہر نکل گئی۔۔۔۔۔اور پیچھے ارمان نے لفٹ کی دیوار پر ہاتھ رکھ کر خود کو گرنے سے بچایا۔۔۔۔۔اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔۔۔۔۔

وہ بہت مشکل سے لفٹ سے نکلا۔۔۔۔۔تب تک ماہی کی گاڑی بلڈ نگ سے باہر نکل چکی تھی۔۔۔۔۔اس کی آنکھوں کے سامنے پچھلے تین سال کسی فلم کی طرح چلنے لگے۔۔۔۔۔

تین سال پہلے:۔

یہ جنوری کے مہینے کی بات تھی۔۔۔۔ارمان کو پیچھے سے آرڈرز ملے تھے اسے منظر عام سے غائب ہونا تھا۔۔۔۔۔اور ترکی میں میں ایکٹو ہونا تھا۔وہاں ہزاروں لڑکیوں کی زندگی بچانے کا سوال تھا۔۔۔وہ سپیشل فورس میں تھا اس لیے اسے سپیشل آرڈرز ملے تھے۔۔۔۔۔۔

اور اس کے لیے اسے ہمیشہ کے لیے اپنی موت دنیا کو دکھانی تھی۔کیونکہ اس مشن میں کچھ بھی ہو سکتا تھا وہ مر بھی سکتا تھا اس لیے وہ اپنے گھر والوں کو کوئی امید نہیں دے کر جا سکتا تھا۔۔۔۔وہ بہت زیادہ پریشان رہنے لگا تھا۔۔۔۔وہ کیسے اپنی ہیر کو چھوڑ کر جا سکتا تھا۔۔۔۔۔۔دو ہفتے اسی ٹینشن میں گزر گئے۔۔۔۔۔۔پھر شیزانے اس کے خلاف سازش کی۔۔۔۔۔۔

وہ ہر طرف سے گھیرا گیا۔۔۔اسے شیزا کے پلان کا پہلے ہی پتہ چل چکا تھا۔۔۔۔اس لیے اس نے شیزا کے حملہ کروانے سے پہلے خود ہی اپنی نقلی موت کو پلانٹ کر لیا۔۔۔۔۔وہ لاش کسی قیدی کی تھی بس اس کا قد ارمان کے قد کاٹھ کے برابر تھا۔۔۔

ارمان نے اپنی گھڑی کے جیسی بالکل دوسری گھڑی خریدی۔۔۔۔اور اس لاش کے ہاتھ پر باندھ دی۔وہ جانتا تھا ہیر تو گھڑی دیکھ کر یقین کر لے گی اور باقی لوگوں کا یقین کرنے کے لیے ڈی این اے ٹیسٹ کافی تھا۔۔۔۔

وہ جانتا تھا ہیر کی حالت بہت بری ہو گی۔۔۔وہ یہ صدمہ برداشت نہیں کر پائے گی۔۔۔۔۔۔ مگر اسے جانا تھا۔۔۔۔۔وہ ہسپتال کے کوریڈور میں کھڑا تھا جب اس نے ہیر کو روتے بلکتے دیکھا۔۔۔۔۔وہ بہت بے بس تھا وہ چاہ کر بھی اس کے قریب نہیں جا سکتا تھا۔۔۔۔۔

سامنے لاش پڑی تھی فرش پر وہ بیٹھی رو رہی تھی اور اس کے بالکل سامنے کچھ فاصلے پر وہ کالا سایہ بنا اسے تکلیف میں دیکھ رہا تھا۔۔۔۔۔۔وہ بے ہوش ہو گئی۔۔۔۔۔۔ارمان کو لگا کسی نے اس کا دل مٹھی میں دبوچ دیا ہو۔۔۔۔اسے ایک گھنٹے کے بعد پاکستان سے نکلنا تھا۔۔۔۔۔وہ آخری نظر اس پر ڈالتا ہوا چلا گیا۔۔۔۔۔۔

ترکی میں جا کر اس نے اپنی پہچان بدل دی۔۔۔۔اس کا پاکستان سے ہر قسم کا رابطہ ختم ہو گیا۔۔۔۔۔وہ صرف اپنی فورس والوں سے رابطہ کرتا۔۔۔۔وہ بالکل نہیں جانتا تھا اس کی بیوی کہاں تھی اور کس حال میں تھی۔۔۔۔

وہ بہت بے سکون رہنے لگا۔۔۔۔۔اس کا دماغ ہر وقت پیچھے اپنی بیوی میں اٹکا رہتا۔۔۔۔

اس کی آنکھوں کے سامنے ان کی آخری ملاقات گھومتی۔۔۔۔۔کس طرح وہ کیبن میں بیٹھے روتی ہوئی اسے روک رہی تھی اور وہ پتھر دل بنا اسے چھوڑ کر چلا گیا۔۔۔۔۔

اسے پورے تین سال لگے اس سارے ریکٹ کو جڑ سے ختم کرنے میں۔۔۔۔۔اس تین سال کے عرصے میں اس نے ہزاروں لڑکیوں کی زندگی اور عزت بچائی۔۔۔۔۔بہت ساری لڑکیوں کو ان کے گھر واپس بھجوایا۔۔۔۔۔

وہ اپنا مقصد پوری ایمانداری سے نبھا رہا تھا مگر پھر بھی اس کا دھیان ہیر سے کبھی ہٹتا نہیں تھا۔۔۔۔۔

پھر اس مشن کے دوران اسے ثانیہ ملی۔۔۔۔۔ثانیہ کے شوہر کو اس ریکٹ کے لوگوں نے مارا تھا۔۔۔۔اور اسے اپنے شوہر کی موت کا بدلہ لینا تھا۔۔۔۔اس لیے ارمان اور ثانیہ نے ہاتھ ملا لیا۔۔۔۔۔پھر

بالاخر تین سال بعد وہ حارث بن کر پاکستان کی سرزمین پر واپس آیا۔۔۔۔۔

اس ریکٹ کا مین ہیڈ اور ماسٹر مائنڈ پاکستان میں تھا۔۔۔۔انہیں اس کے ماسٹر مائنڈ کو جان سے مار کر اپنا مشن پورا کرنا تھا۔۔۔۔۔

وہ اور ثانیہ بظاہر ہسبینڈ وائف بن کر لوگوں سے اپنا تعارف کرانے لگے۔۔۔۔۔ مگر وہ دونوں صرف اس مشن میں ساتھ تھے ان دونوں کی پرسنل زندگی کیسی تھی وہ دونوں نہیں جانتے تھے۔۔۔۔۔

اور آخر کار دو مہینے کی محنت کے بعد وہ یہ جان گئے کہ اس سارے ریکٹ کی ماسٹر مائنڈ شیز املک ہے وہ اپنے باپ اکرام ملک کہ راستے پر چل رہی ہے۔۔۔۔۔۔

اور ارمان کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔۔۔۔۔شیز املک کی موت ارمان کے ہاتھوں ہو گی یہ تو طے تھا۔۔۔۔۔

ایک دن وہ دونوں شیز املک کا پیچھا کرتے مال میں پہنچے۔۔۔۔۔۔ثانیہ اس کے پیچھے اندر چلی گئی اور وہ مال کے باہر کھڑا رہا۔۔۔۔۔جب اس نے مال سے کسی کو نکلتے دیکھا۔۔اس وجود کو دیکھ ارمان کو لگا وہ سانس نہیں لے پائے گا۔۔۔۔وہ تین سالوں بعد اس کی آنکھوں کے سامنے

سے گزر رہی تھی۔ارمان اسے لاکھوں کے مجمع میں بھی پہچان سکتا تھا۔۔۔

وہ چونک کر رکی۔۔۔۔جیسے اسے محسوس ہو گیا تھا کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔۔۔۔۔ارمان پلٹر کی اوٹ میں ہو گیا۔۔۔۔۔

جب اس نے دوبارہ چہرہ نکال کر دیکھا تو وہ سعد اور مرحا سے بات کر رہی تھی۔۔۔۔۔

سب سے زیادہ جس چیز نے اسے پریشان کیا وہ اس کی باہوں میں ایک بچی تھی۔۔۔کیا وہ دوسری شادی کر چکی؟ یہ سوچ آتے ہی ارمان کو لگا اس کا سانس بند ہو جائے گا نہیں وہ ایسا نہیں کر سکتی کیا وہ اپنی ہیر کو جانتا نہیں تھا۔۔۔ان دونوں کے جانے کے بعد اس نے ہیر کی آنکھوں

میں واضح تکلیف ابھرتی دیکھی۔۔۔اور وہ جان گیا تھا کہ وہ آج بھی اس کی ہے۔۔۔۔۔

اس نے دیکھا ہیر اسی کی گاڑی میں بیٹھ کر جا رہی تھی۔۔۔۔۔وہ آسودگی سے مسکرایا اور اس کی انکھوں نے تب تک گاڑی کا پیچھا کیا جب تک وہ غائب نہیں ہو گئی۔۔۔

ZNZ Zubi Novels Zone

ملاقات

مال سے واپسی پر آتے ہوئے اچانک ان کی گاڑی خراب ہو گئی۔۔۔۔۔ارمان فون سننے کچھ دور چلا گیا جب وہ واپس آیا تو اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی ہیر کو کھڑی دیکھا۔۔۔کچھ پل تو وہ ہل نہیں پایا۔۔۔۔۔ تین سال بعد وہ دوبارہ اس کے سامنے کھڑی تھی۔۔۔۔اسے یقین نہیں تھا وہ دوبارہ اپنی ہیر کو دیکھ بھی سکے گا۔۔۔۔۔۔کچھ پل وہ وہیں کھڑا اسے دیکھ کر اپنی آنکھوں کی پیاس بجھاتا رہا۔۔۔۔

اس نے محسوس کیا کہ ہیر چونک گئی تھی۔۔۔۔وہ فورا چل پڑا۔۔۔۔۔وہ قدم قدم چلتا اپنی بیوی کی طرف آرہا تھا اور وہ حیرت کے سمندر میں غوطہ زن اسے زندہ دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔

ثانیہ کو کوئی فون آیا وہ سننے کے لیے کچھ فاصلے پر چلی گئی۔۔۔۔اور ماہی اس کے سینے سے آ لگی۔۔۔۔ارمان کو تین سال بعد سکون ملا۔۔۔۔اسے اپنے جسم میں ٹھنڈک اترتی محسوس ہوئی۔۔۔۔۔

اس کا دل چاہا وہ ہیر کو اپنے سینے میں زور سے بھینچ لے۔۔۔۔مگر اس کی نظر ثانیہ پر پڑی۔۔۔۔جوان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔ارمان ہوش کی دنیا میں لوٹا اور ہیر کو خود سے دور کیا۔۔۔۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ ثانیہ کو پتہ چلے ہیر اس کی بیوی ہے۔۔۔۔۔وہ انجان بن گیا۔۔۔۔۔

پھر اس نے جان بوجھ کر ماہی کے کردار پر الٹی سیدھی بات کہہ دی اپنا شک دور کرنے کے لیے۔۔۔۔اسے امید نہیں تھی ماہی اسے تھپڑ مار دے گی۔۔۔۔کچھ پل تو وہ حیران رہ گیا۔۔۔۔مگر تھپڑ کھانے کے بعد

اس کا دل اندر سے سرشار ہو گیا۔۔۔۔ہاں وہ یہ تھپڑ ڈیزرو کرتا تھا۔۔۔۔اس کے لیے بہت مشکل تھا ماہی کو خود سے دور کرنا۔۔۔۔ اس لیے وہ اسے کلیو دے گیا۔۔۔۔

جب ثانیہ نے اسے دھکا دیا تو اسے بہت غصہ آیا۔ارمان کا بس نا چلا وہ ثانیہ کے ہاتھ توڑ دیتا جن ہاتھوں سے اس نے ہیر کو تکلیف دی تھی۔۔۔۔وہ واضح دیکھ سکتا تھا کہ ہیر کتنی بے یقین تھی۔۔۔

وہ پولیس والا تھا اس لیے وہ اپنی آنکھوں کا ہر تاثر قابو کر سکتا تھا اس لیے اس نے اپنی آنکھیں بے تاثر رکھیں۔۔۔۔۔یہ وہ ٹریننگ میں سیکھ چکا تھا۔۔۔۔اس کے لیے بہت مشکل تھا ہیر کو روتے ہوئے چھوڑ کر جانا

مگر ابھی اس کا مشن پورا نہیں ہوا تھا اگر وہ ہیر کے قریب جاتا تو اس کی جان کو بھی خطرہ ہو سکتا تھا جو بالکل نہیں چاہتا تھا۔۔۔۔۔

وہ ہیر کو اس طرح سڑک پر روتا چھوڑ تو آیا تھا مگر خود سارا راستہ بے چین رہا۔۔۔اسے ہیر کا ہر آنسو اپنے دل پر گرتا محسوس ہو رہا ہوتا ہے۔۔سب سے اہم بات جس سے وہ خوش ہوا تھا۔۔۔۔وہ تین سالوں بعد اسے اس حلیے میں بھی پہچان گئی تھی۔۔۔۔

اس کے بعد اسے ہیر اگلے دن لفٹ میں داخل ہوتی نظر آئی۔وہ کافی جلدی میں لگ رہی تھی۔۔اور آج اس کے ساتھ کوئی بچی نہیں تھی۔ارمان کچھ مطمئن ہوا۔۔۔۔

اس سے پہلے لفٹ بند ہوتی ارمان نے ہاتھ بڑھا کر لفٹ کو بند ہونے سے روکا۔۔۔۔وہ اپنے دھیان اندر داخل ہوئی مگر جیسے ہی اس نے چہرہ اٹھا کر دیکھا ارمان نے اپنا رخ موبائل کی طرف موڑ لیا۔۔۔۔بظاہر اس کا دھیان موبائل کی طرف تھا مگر کن اکھیوں سے بار بار وہ ہیر کو ہی دیکھ رہا تھا۔۔۔۔وہ اسے حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔

ثانیہ نے یہاں فلیٹ ڈھونڈ لیا تھا مگر وہ یہاں نہیں رہنا چاہتا تھا۔۔۔۔کیا وہ جانتا نہیں تھا۔۔۔اپنے حیدر کو کسی اور کے ساتھ دیکھ اسے کتنی تکلیف ہو گی۔۔۔۔اسے ثانیہ پر بہت غصہ آیا اس نے مشن کے لیے اسی بلڈنگ میں فلیٹ کیوں ڈھونڈا۔۔۔۔۔

ہیر لفٹ سے نکلنے سے پہلے ایک ایک لفظ اس کے سینے میں خنجر کی طرح مار کر گئی تھی۔۔۔۔وہ جانتا تھا اس نے کل اسے بہت زیادہ تکلیف دی ہے۔۔۔۔اس لیے وہ اس طرح ٹوٹی بکھری۔۔۔۔اپنی بڑاس نکال رہی ہے۔۔۔۔۔

اسے بالکل بھی اچھا نہ لگا وہ اپنے بارے میں کس طرح کی باتیں کر رہی تھی۔۔۔۔۔اس کا بس نہ چلا وہ اسے سینے میں بھینچ لے۔۔۔۔مگر وہ مجبور تھا۔۔۔وہ اس کی طرف تکلیف سے دیکھ رہی تھی۔۔۔۔وہ آنکھیں جن میں ارمان ایک آنسو بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا آج وہ اس کی وجہ سے آنسو بہا رہی تھی۔۔۔۔۔

اور اس لمحے میں ارمان کو خود سے بہت نفرت محسوس ہوئی۔۔۔۔

وہ اس کی آنکھوں کے سامنے فلیٹ سے نکلتی ہوئی لفٹ میں داخل ہو گئی اور وہ بے بسی سے کھڑا رہ گیا۔۔۔۔۔

پھر کچھ گھنٹے بعد ارمان اپنا کام کر کے واپس آیا تو وہ دوبارہ بلڈنگ میں آئی۔۔۔ارمان نے اسے بلڈنگ میں داخل ہوتے دیکھا تو اس کے پیچھے ہی لفٹ میں چلا گیا۔۔۔۔اس کی باہوں میں وہی بچی تھی اور اس کے سینے سے لگی سو رہی تھی۔۔۔۔۔

ارمان سمجھ نا سکا وہ بچی کون تھی اور ہیر کے پاس کیوں تھی۔ کہیں وہ انوشہ کی بچی نا ہو۔۔۔اس کے جانے کے بعد وہ تو ایک بچے کی ماں بن گئی ہو گی۔۔۔۔۔۔

ہیر کچھ پریشان اور الجھی ہوئی لگ رہی تھی۔۔۔وہ خیالوں میں اتنی کھوئی تھی کہ یہ بھی محسوس نا کر سکی کہ وہ اس کے پاس کھڑا تھا۔۔۔۔۔

لفٹ کھولنے کی آواز سے وہ اپنی سوچوں سے باہر آئی اور بنا اس کی طرف دیکھے لفٹ سے باہر نکل گئی۔۔۔۔۔جب تک وہ فلیٹ میں چلی نہیں گئی ارمان لفٹ کے اندر ہی کھڑا رہا۔۔۔۔۔اس کے جانے کے بعد وہ باہر نکلا۔۔۔۔۔

پھر دو دن بعد وہ بلڈنگ کے پارک کے پاس سے گزر رہا تھا جب وہ چھوٹی بچی اس کی ٹانگوں سے آکر لپٹ گئی۔۔۔۔۔ارمان کا دل اس بچی کی طرف نہ جانے کیوں اتنا کھینچا جا رہا تھا۔۔۔۔۔

اس نے جھک کر بچی کو اٹھالیا۔۔۔۔ مگر جیسے ہی اس نے بچی کی آنکھیں دیکھیں اسے لگا وہ سانس نہیں لے پائے گا۔۔۔۔۔اس کی آنکھیں ہوں بہو ارمان کی آنکھوں جیسی تھیں۔۔۔۔۔اسے یقین ہونے لگا یہ بچی ضرور انوشہ کی ہو گی۔۔۔۔۔ہو سکتا ہے اس کی آنکھیں اس لیے انوشہ کی آنکھوں جیسی ہیں۔۔۔۔۔

سب سے زیادہ حیران تو وہ تب ہوا جب بچی نے اسے حیدر کہہ کر پکارا۔۔۔۔اسے وہ بچی اتنی اچھی لگی اس کا دل چاہا اسے اپنے سینے سے لگا کر رکھے۔۔۔۔اس کے چہرے پر بہت زیادہ شناسائی تھی ارمان سمجھ نہ سکا آخر اس کے چہرے میں ایسا کیا تھا جو وہ بچی کی طرف کھینچا جا رہا تھا۔۔۔۔۔

اچانک ماہی کی آواز کانوں میں پڑی وہ بچی کو ڈھونڈ رہی تھی۔۔۔۔اور بچی خوشی خوشی ہیر اور حیدر بول رہی تھی۔۔۔۔۔۔ارمان کی ساری دنیا رک رہی تھی۔۔۔۔وہ حیرتوں کے سمندر میں غوطہ زن ہو گیا کہ یہ ہو کیا رہا تھا۔۔۔۔۔

ہیر نے آگے بڑھ کر غصے سے اس سے بچی چھین لی۔۔۔۔" تین سال پہلے ہیر کا حیدر مر گیا تھا۔۔۔۔اور تین دن پہلے حیدر کی ہیر مر گئی "۔۔۔۔۔۔ لفظوں میں کاٹ لیے وہ نفرت سے کہتی چلی گئی۔۔۔۔اور ارمان کو لگا جیسے وہ اسے اپنے ہاتھوں سے مار کر گئی ہو۔۔۔۔۔

دو دن بعد ثانیہ انفارمیشن لے کر واپس آئی۔۔۔۔مگر نا جانے اسے کس بات کا غصہ تھا جو وہ ارمان سے لڑنا شروع ہو گئی۔۔۔۔"آخر تم کچھ کرتے کیوں نہیں ہو۔۔۔۔وہ اب تک آزاد کیوں گھوم رہی ہے ہم کب ماریں گیں اسے"۔۔۔۔۔وہ غصے سے پھٹ پڑی۔۔۔۔"ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے۔۔۔اس کی موت کا بھی ایک وقت ہے۔۔۔۔اور مجھ پر اس طرح رعب نا جاڑا کرو یہ مت بھولو کہ ہم دونوں اپنی زندگی میں کیا کرتے ہیں اس کے لیے آزاد ہیں"۔۔۔۔۔

اس بات نے توثانیہ کے غصے کو ہوا دے دی وہ ارمان کو زبردستی ماہی کے فلیٹ تک لائی اور وہاں جھگڑا شروع کر دیا۔۔۔۔ارمان نے سوچا بھی نہیں تھا ثانیہ اس تصویر کو توڑ دے گی۔۔۔۔۔وہ جانتا تھا ماہی کو وہ تصویر سب سے زیادہ پسند ہے۔۔۔۔۔

ماہی غصے سے چیخ پڑی اور ارمان کا دل تکلیف سے بھر گیا۔۔۔۔۔اس کا بس نہ چلا وہ ثانیہ کا گلا دبا دیتا۔۔۔۔۔اچانک ماہی کا ہاتھ کٹ گیا اور ارمان کو لگا وہ شیشہ ماہی کے ہاتھ پر نہیں اس کے دل میں کھب گیا ہو۔۔۔۔۔وہ غصے اور نفرت سے ان دونوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔۔اس کا دل چاہا وہ آگے بڑھے اور ماہی کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر اسے اپنے سینے سے لگا لے۔۔۔۔۔۔

معلوم نہیں کہاں سے وہ بچی آ گئی۔۔۔۔۔ارمان نے اسے اپنے سینے سے لگانے کی کوشش کی مگر وہ چیختی ہوئی ماہی کی طرف چلی گئی۔۔۔۔۔اس نے صاف الفاظ میں کہا کہ وہ ان کا حیدر نہیں ہے۔۔۔۔۔اور ارمان کو لگا وہ واقع مر چکا ہے۔۔۔۔۔

وہ اپنے اندر کتنی جنگوں اور اذیتوں سے لڑ رہا تھا یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔۔۔۔۔اس سے ماہی کے آنسو برداشت نہیں ہو رہے تھے۔۔۔۔۔اس لیے وہ خاموشی سے فلیٹ سے باہر نکل آیا۔۔۔۔۔

مگر اگلے پانچ منٹ بعد ثانیہ کے گردن ارمان کے ہاتھوں میں تھی۔۔۔۔۔"منع کیا تھا نا میں نے اسے تکلیف پہنچانے سے۔۔۔۔۔پھر تمہیں سمجھ کیوں نہیں آئی۔۔۔۔۔تم تو اس سے اس طرح لڑنے پہنچ گئی جیسے میں سچ میں تمہارا شوہر ہوں"۔۔۔۔۔

ارمان نے اپنی گن کی نال اس کے ماتھے کے بیچ و بیچ رکھی۔۔۔۔۔"تمہاری ہمت کیسے ہوئی اس کے سامنے مجھ پر اپنا کوئی حق جتانے کی۔۔۔شیز املک تو بعد میں مرے گی پہلے تمہیں ماروں گا"۔۔۔۔۔۔۔

وہ اتنی اونچی آواز میں گرجا کے ثانیہ کو اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔۔۔۔۔اس نے رو رو کر ارمان سے معافی مانگی پتہ نہیں کس کس کے واسطے دیے تب جا کر ارمان نے اسے چھوڑا۔۔۔۔۔"خبر دار اگر آج کے بعد تم نے اس سے ایک لفظ بھی کہا تمہاری جان نکال دوں گا"۔۔۔۔اس کے بعد ثانیہ نے خاموش رہنے کو ہی اپنی بہتری سمجھا۔۔۔۔۔

اور آج وہ دوبارہ ہیر کے روبرو آیا تھا۔۔۔۔اس نے جان بوجھ کر ثانیہ کا موبائل فلیٹ کے اندر چھوڑ دیا۔۔۔۔وہ جانتا تھا یہ لڑکی اپنے موبائل کے بغیر نہیں رہتی وہ فورا اپنا موبائل لینے کے لیے واپس آئے گی۔۔۔۔۔

اس نے ماہی کو اس بچی کے ساتھ فلیٹ سے نکلتے دیکھا۔۔۔۔وہ دونوں بالکل پریاں لگ رہی تھیں۔۔۔۔ارمان کو بے ساختہ ان دونوں پر دل کھول کر پیار آیا۔۔۔۔۔

اس کے پلان کے حساب سے ثانیہ لفٹ سے باہر نکل گئی۔۔۔۔مگر اچانک لفٹ رک گئی یہ بے ساختہ ہوا تھا۔۔۔۔اسے امید نہیں تھی ماہی اس کے گلے لگ جائے گی۔۔۔۔۔

اس سے پہلے وہ اپنا حصار باندھتا اسے محسوس ہوا کہ ہو سکتا ہے لفٹ کے اندر کوئی کیمرہ لگا ہو اس لیے اس نے ماہی کو خود سے دور کر دیا۔۔۔۔۔اور پھر وہ ہوا جو اس نے کبھی سوچا نہ تھا۔۔۔۔۔

ارمان خان کی ساری ہستی مٹ گئی۔۔۔۔۔وہ بچی کسی اور نہیں اس کی اپنی تھی۔۔۔۔۔۔اس نے ایک بار بھی نہیں سوچا وہ بچی ارمان کی اپنی بھی ہو سکتی تھی۔تو یہی وجہ تھی جو اس کا دل بار بار اس بچی کی طرف کھینچا جا رہا تھا۔وہ خون کی کشش تھی۔۔۔

وہ آنکھیں دیکھ اس نے خود ہی اندازہ لگا لیا وہ بچی انوشہ کی ہو گی۔اس کے دماغ میں دور دور تک یہ خیال نہیں آیا کہ وہ اس کی۔۔۔۔ارمان حیدر

کی بیٹی تھی۔۔۔۔۔یہ سچ بہت بڑا تھا۔۔۔۔۔اس کا دماغ درد سے پھٹنے لگا کہ وہ ہیر کو اس حالت میں کیسے چھوڑ کر چلا گیا۔۔۔۔۔۔

وہ کتنی اذیت برداشت کرتی رہی ہو گی۔۔۔۔۔۔اس کی بیٹی اتنے سالوں سے اپنے باپ سے دور تھی۔۔۔۔۔ارمان کا دل چاہا خود کو جان سے مار دے۔۔۔۔۔۔وہ جاتے جاتے اسے اپنی جان کی دھمکی دے گئی تھی۔۔۔۔۔۔اور وہ جانتا تھا وہ کچھ نہ کچھ ضرور کر گزرے گی۔۔۔۔۔۔اب وقت آگیا تھا دونوں کے روبرو آنے کا۔۔۔۔۔

حال

وہ پارکنگ میں کھڑا تھا جب ثانیہ آئی اور وہ دونوں اپنے مشن کی طرف چل پڑے۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔

ماہی کی گاڑی ہواؤں سے باتیں کر رہی تھی۔۔۔۔اور گاڑی میں زرین کی قہقاریاں گونج رہی تھیں۔۔۔۔۔

وہ زرین کو چھوڑ کر یونیورسٹی گئی تھی اور اب جمال ولا سے اپنی بیٹی کو ساتھ لے کر واپس گھر آ رہی تھی۔۔۔۔۔اس کی بیٹی ہمیشہ اس کے ساتھ خوش رہتی تھی۔۔۔۔۔

ایک گھنٹے بعد وہ دونوں ماں بیٹی فلیٹ میں موجود تھے۔۔۔۔ماہی اپنے ہاتھوں سے اس نوڈلز کھلا رہی تھی۔۔۔"ماما جمی ٹیشٹی"۔۔۔(ماما یمی ٹیسٹی)۔۔۔۔اور ماہی دل کھول کر ہنسی۔۔۔۔۔

ماہی کے ہاتھ پر اب تک پٹی بندی تھی اس کا زخم اب بھی ویسا ہی تھا۔۔۔۔۔اچانک زرین کی نظر ماہی کے ہاتھ کی طرف اٹھی۔۔۔۔"ماما آپ کو دداے"۔۔۔(ماما آپ کو درد ہے)۔۔۔۔

وہ ماہی کے ہاتھ پر اپنے ننھے ہاتھ رکھ کر معصومیت سے پوچھ رہی تھی۔۔۔۔ماہی کا سر بے ساختہ نفی میں ہلا۔۔۔۔۔اس نے ماہی کا ہاتھ پکڑ کر ہونٹوں سے لگالیا۔۔۔۔"میں نے کشی کل دی اب تھیٹ اوجائے دا"۔۔۔(میں نے کسی کر دی اب تھیک ہو جائے

گا)۔۔۔"بلکل میری جان نے کسی کردی اب تو یہ بلکل ٹھیک ہو جائے گا"۔۔۔۔۔

ماہی نے اسے اپنے سینے میں بھینچا تو وہ کھل کھلا کر ہنس پڑی۔۔۔۔۔

آدھی رات کے بعد ارمان اپنے اس نقلی فلیٹ سے باہر نکلا۔۔۔۔اور اپنے اصلی فلیٹ کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔۔۔۔پھر اس نے اپنے گلے سے لاکٹ نکالا اور اس میں سے چابی نکال کر دروازہ کھولا۔۔۔۔لاؤنج سے ہوتا ہوا کمرے میں آیا۔۔۔۔

اس نے دیکھا وہ دونوں ماں بیٹی بلیک اور بیبی پنک کلر کے نائٹ ڈریس میں ملبوس بیڈ پر گہری نیند سو رہی تھیں۔۔۔۔۔ان دونوں کو دیکھ ارمان کی آنکھوں میں ٹھنڈک اتری۔۔۔ہاں اب اس کی زندگی میں اس کی بیٹی کا اضافہ ہو چکا تھا۔۔۔ایک بار وہ اس شیز املک کو جان سے مار دے اس کے بعد وہ اپنی بیوی اور بیٹی کو کبھی خود سے دور نہیں کرے گا۔۔۔۔۔

وہ ان دونوں کے پاس بیٹھا بس ان دونوں کو دیکھے گیا۔۔۔۔۔اس کی زندگی میں پہلی عورت اس کی جان، اس کی بیوی، اس کی ہیر تھی۔۔۔۔اور اب اس کی زندگی میں اس کی بیٹی کا اضافہ بھی ہو چکا تھا ہاں وہ اسے بہت محبت کرتا تھا 12 گھنٹے میں ہی اسے اپنی بیٹی سے بے شمار پیار ہو گیا تھا۔۔۔۔۔

وہ ارمان حیدر کی بیٹی تھی اس کے جگر کا ٹکڑا اس کا خون اس کے جسم کا حصہ۔۔۔۔۔اس نے سوچا نہیں تھا کہ ہیر اس کنڈیشن میں ہو گی۔۔۔۔۔اگر اسے پتہ ہوتا کہ وہ ایک نہیں دو جانوں کو چھوڑ کر جا رہا ہے۔۔۔۔تو وہ کبھی اس کیس کو لیتا ہی نہ۔ کتنی تکلیف سے گزری ہو گی اس کی ہیر جب اس کی بیٹی اس دنیا میں آئی ہو گی۔۔۔۔۔وہ اس کی اولاد کو اس دنیا میں لائی اور حیدر اس کے پاس تھا ہی نہیں۔۔۔۔۔۔یہ بات اسے ساری زندگی ملامت میں رکھنے والی تھی۔۔۔۔۔۔

جب اس کی بیٹی نے پہلی بار اپنے ننھے قدم اٹھائے ہوں گے۔۔۔۔اور جب اس کی بیٹی نے پہلی بار اپنے منہ سے ماما اور بابا بولا ہو گا۔۔۔۔تب

وہ کہیں بھی نہیں تھا یہ بات اسے ساری زندگی تکلیف اور گلٹ میں مبتلا رکھنے والی تھی۔۔۔۔

بہت شکر تھا کہ وہ دونوں بالکل ٹھیک تھیں۔۔۔۔۔ماہی کی طرح اس کی بیٹی نے اپنی ماں کو نہیں کھویا تھا۔۔۔۔۔ہاں وہ اپنا باپ کھو چکی تھی مگر بہت جلد ارمان اسے اپنی باہوں میں بھر کر جی بھر کر پیار کرے گا۔۔۔۔۔

ارمان نے آگے بڑھ کر اپنی بیٹی کی پیشانی پر اپنے سلگتے لب رکھے۔۔۔۔اس کے احساسات عجیب ہوئے اسے اپنے دل میں ایک عجیب ٹھنڈک اور سکون اترتا محسوس ہوا۔۔۔۔۔باپ بننے کا احساس

بہت عجیب تھا۔۔۔۔وہ ایک انوکھا اور خوبصورت اور خوشی کا احساس تھا۔۔۔۔۔

وہ تھوڑا سا کسمسائی اور پھر سوتی بنی ارمان دل کھول کر مسکرایا۔۔۔۔۔۔۔

اس کے بعد ارمان نے ماہی کی پیشانی پر اپنے سلگتے لب رکھے۔۔۔۔۔وہ نیند میں بھی اس کے لمس کو محسوس کر چکی تھی۔۔۔۔۔ارمان جو اس کے چہرے کو اتنے قریب سے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔اچانک اس نے ہیر کے ہونٹوں کو ہلتا ہوا محسوس کیا۔۔۔۔۔"حیدر"۔۔۔۔۔۔۔

اور کچھ پل تو ارمان حیدر واقع ہی ساکت رہ گیا۔۔۔۔۔وہ اسے نیند میں بھی پہچان گئی تھی۔۔۔۔۔وہ اس سے دور ہو کر کھڑا ہو گیا

ہے۔۔۔۔۔ماہی نے اپنا ہاتھ ہلایا۔۔۔۔۔اور نیند میں اس کے منہ سے ایک کراہ نکلی۔۔۔۔۔اس کے ہاتھ میں ابھی تک درد تھا۔۔۔۔۔ارمان کو خود پر وہ غصہ آیا کہ حد نہیں۔۔۔۔۔وہ جاگ رہی تھی اس سے پہلے ارمان کو یہاں سے نکلنا تھا۔۔۔۔۔اگر وہ اٹھ جاتی پھر اسے سنبھالنا بہت مشکل ہو جانا تھا۔۔۔۔۔

کچھ پلوں بعد ماہی نے اپنی آنکھیں کھولیں۔۔۔۔۔اس نے محسوس کیا کمرے میں ارمان کی خوشبو تھی۔۔۔۔اس نے دیکھا اس کی بیٹی تو اس کے سینے سے لپٹی سو رہی تھی پھر وہ لمس کس کا تھا۔۔۔۔۔وہ ضرور یہاں آیا تھا۔۔۔۔۔وہ اپنی بیٹی کو بیڈ پر لٹاتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔۔۔اور بیڈ سے اٹھ کر سارے کمرے کا جائزہ لینے لگی۔۔۔۔

وہ بنا آواز پیدا کیے کمرے سے باہر نکل آیا۔۔۔۔پھر کچن میں گیا وہاں سے ایک تیز دھار چاقو اٹھایا۔۔۔۔اور لاؤنج کے صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔۔۔۔اس نے اپنا دایاں ہاتھ سامنے کیا اور اپنا ہاتھ اسی جگہ سے کاٹ لیا جہاں پر ماہی کے ہاتھ میں شیشہ لگا تھا۔۔۔۔۔۔

خون ٹیبل اور فرش پر گرنے لگا۔۔۔۔وہ اس اذیت کو محسوس کرنا چاہتا تھا جو پچھلے دو دن سے ماہی کر رہی تھی۔۔۔۔اس نے اپنی جیب سے ایک نیوز پیپر باہر نکالا۔۔۔۔اسے ٹیبل پر رکھا اور اس کے بعد پاس ہی نوٹ بیڈ سے ایک پیپر نکالا۔۔۔۔۔

اور اپنے ہاتھ سے اپنے خون کے ساتھ کچھ الفاظ لکھ کر وہ اٹھا۔۔۔۔ٹشو باکس سے کچھ ٹشو پکڑے اپنے ہاتھ کے گرد لپیٹے اور دروازے کی

طرف بڑھا۔۔۔جب اس کے کانوں میں ماہی کی آواز پڑی۔۔۔۔۔۔وہ اسے پکار رہی تھی۔۔۔۔۔"حیدر۔۔۔۔کہاں ہیں آپ؟"۔۔۔۔۔وہ رکنا چاہتا تھا مگر دل پر پتھر رکھ کر باہر نکل گیا۔۔۔۔۔۔

وہ اسے پکارتی ہوئی کمرے سے باہر نکلی سارا لاؤنج سنسان تھا۔۔۔۔۔

"مجھے پتہ ہے آپ یہیں کہیں ہیں میرے سامنے آئیں۔۔۔۔۔۔حیدر میں کہہ رہی ہوں میرے سامنے آئیں۔۔۔۔۔۔میں جانتی ہوں آپ ابھی یہیں تھے۔۔۔۔۔۔خدا کے لیے مجھے اذیت دینا بند کریں"۔۔۔۔۔وہ لاؤنج کے ایک ایک کونے میں اسے ڈھونڈتی ہوئی پکار رہی تھی۔۔۔۔۔

اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔۔۔۔۔مگر دوسری طرف سے خاموشی اس نے لاؤنج کی بتی جلائی۔۔۔۔اچانک اس کی نظر لاؤنج کے ٹیبل پر پڑی۔۔۔۔۔وہ دیوانہ وار آگے بڑھی وہاں ایک نیوز پیپر پڑا تھا۔۔۔

ماہی نے نیوز پیپر اٹھایا اسے کھولا اس کے اندر ایک کاغذ پڑا تھا۔۔۔۔۔کچھ پل بعد وہ اس کاغذ کو پڑھ رہی تھی۔ جس پر خون سے کچھ الفاظ لکھے تھے۔۔۔۔۔۔"خبر دار اگر آج کے بعد دوبارہ خود کو کوئی تکلیف پہنچانے کی کوشش کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا"۔۔۔۔۔۔اس کی نظر ٹیبل کی طرف اٹھی۔۔۔۔وہاں چھڑی پڑی تھی جس پر خون لگا تھا۔۔خون کے چھینٹے ٹیبل اور نیچے زمین پر بھی پڑے تھے۔۔۔

ماہی کو لگا کسی نے اس کا کلیجہ مٹھی میں دبا لیا ہو۔۔۔۔۔اس نے ساری اخبار پلٹی۔۔۔۔۔پھر اس نے اخبار کو کھول کر دیکھا۔۔۔۔۔اس پر جگہ جگہ الفاظ دائرے کی صورت بنے تھے۔۔۔۔۔۔

ماہی نے فوراً سارے الفاظ پین سے پیپر پر نوٹ کیے۔۔۔۔۔۔ان لفظوں کا کچھ یوں مطلب تھا۔۔۔۔۔"کل دن کے 10 بجے مزار قائد۔۔۔۔۔سیاحوں کی بھیڑ میں ایک کالا سایہ"۔۔۔۔۔۔وہ اسے ایک اور کلیو دے کر گیا تھا۔۔۔۔۔۔

ماہی کی نظر دوبارہ ان خون کے چھینٹوں پر پڑی۔۔۔۔۔اس نے اپنا دایاں ہاتھ سامنے کیا جس پر پٹی بندھی تھی۔۔۔۔۔وہ ایسا کیسے کر سکتا

تھا۔۔۔۔۔وہ ماہی کے ہاتھ کے زخم کے بدلے اپنا ہاتھ زخمی کر گیا تھا۔۔۔۔۔

ماہی نے بے بسی سے اس خون کے قطرے کو چھوا اور اپنی آنکھوں کی نمی کو صاف کیا۔۔۔۔۔"آپ کو خود کو چوٹ نہیں پہنچانی چاہیے تھی حیدر"۔۔۔۔۔۔

ایک نئی صبح کا آغاز ہو چکا تھا۔۔۔۔۔

دن کے آٹھ بجے وہ فلیٹ سے باہر نکلی۔۔۔آج اس نے پنک کلر کی گھٹنوں کو چھوتی فراک پہن رکھی تھی۔۔۔جس پر وائٹ کام ہوا

تھا۔۔۔۔۔وائٹ کیپری اور وائٹ ہی حجاب کیے۔۔۔۔کندھوں پر وائٹ شال لیے۔۔۔وائٹ شوز میں تھی۔۔۔۔۔

اور زرین نے لائٹ پرپل کلر کی فراک پہن رکھی تھی ساتھ میچنگ شوز اور بینڈز میں وہ پرنسس لگ رہی تھی۔۔۔اور وہ منی بیبی پنک بیگ آج بھی کندھوں پر تھا۔۔۔۔۔

آج اس کے ہاتھوں میں چاکلیٹ تھی۔۔۔۔اور ماہی نے اس کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا وہ قدم قدم چلتی ماہی کے ساتھ فلیٹ سے نکلی۔۔۔۔اچانک ماہی کو یاد آیا اس کا موبائل کمرے میں رہ گیا۔۔۔۔

وہ واپس دروازے کی طرف مڑی اور زرین کو لاؤنج میں چھوڑ کمرے میں گئی۔۔۔۔

دروازہ کھلا تھا جب سامنے والے فلیٹ سے ارمان نکلا۔۔۔اسے دیکھ اس بچی کی آنکھیں چمکیں۔۔۔وہ فورا بھاگتی ہوئی دروازے تک گئی اور اگلے ہی لمحے وہ ارمان کی ٹانگوں سے لپٹ چکی تھی۔۔۔۔۔

ارمان نے اپنی ٹانگوں پر نرم و نازک لمس محسوس کیا تو نیچے دیکھا۔۔۔اس کی بیٹی اس سے لپٹ کر کھڑی تھی۔۔۔وہ حیران ہوا یہ باہر کیسے آئی۔۔۔اس نے زرین کو اپنی باہوں میں اٹھالیا۔۔۔اور اسے اپنے سینے میں بھینچا۔۔۔۔

اس کی نظر دروازے کی طرف اٹھی جو آدھا کھلا تھا۔۔۔۔ہیر ایسی غلطی کیسے کر سکتی تھی۔۔۔۔وہ تو شکر ہے کہ ارمان اسی وقت نکلا۔۔۔۔۔وہ اس وقت بلیک ٹراؤزر کے اوپر وائٹ شرٹ میں تھا۔۔۔۔

ہیر اتنی لاپرواہ تو نہیں ہے ضرور کوئی وجہ ہو گی۔۔۔۔وہ اپنی بیوی کو بہت اچھے سے جانتا تھا۔۔۔۔۔

ماہی موبائل لے کر واپس آئی تو لاؤنج خالی دیکھ اس کو اپنی روح فنا ہوتی محسوس ہوئی۔۔۔۔اس کی بیٹی غائب تھی۔۔۔۔۔وہ فورا دروازے کی طرف بھاگی۔۔۔۔۔مگر سامنے کا منظر دیکھ دروازے میں ہی ساکت رہ گئی۔۔۔۔

زرین لاڈ سے اپنے باپ کے گلے سے لپٹ گئی ارمان کو اندر تک سکون محسوس ہوا۔۔۔۔"بابا"۔۔۔۔۔اور ارمان ساکت رہ گیا۔۔۔۔۔ اسے اس لفظ کی امید نہیں تھی۔اس کی آنکھوں میں نمی اتری۔اسے آج سے پہلے اتنی خوشی کبھی نہیں ہوئی جتنی اب محسوس ہو رہی تھی۔۔۔اس کا دل چاہا وہ بار بار یہ لفظ بولے اور ارمان حیدر بار بار سنے۔ارمان کو اپنی بیٹی پر دل و جان سے پیار آیا۔۔۔۔

ارمان نے اسے مزید کس کر گلے لگایا اور اس کی پیشانی پر اپنے لب رکھے۔۔۔۔وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔۔۔۔

ارمان غور سے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔۔۔آج اسے اس چہرے کی شناسائی کا پتہ چل گیا تھا وہ بالکل اس کی کاپی تھی اس چہرے میں ارمان کو اپنی پرچھائی نظر آئی۔۔۔۔۔

زرین نے لاڑ سے اس کے کندھے پر سر رکھ دیا ارمان کھل کر مسکرایا۔۔۔۔اور ماہی دروازے میں کھڑی نم نگاہوں سے ان باپ بیٹی کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔یہ باپ اور بیٹی کی پہلی ملاقات تھی۔۔۔۔۔

اچانک ارمان کی نظر دروازے کی طرف اٹھی۔۔۔اس کی بیوی آنکھوں میں آنسو لیے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔

ارمان نے زرین کو آہستہ سے نیچے اتارا۔۔۔۔اور اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھا۔۔۔۔۔اور اس کے بالکل پاس سرگوشی

کی۔۔۔۔"بابا کی جان ابھی ماما کے پاس جاؤ بابا کو کام سے جانا ہے۔۔۔۔پھر دوبارہ ملیں گیں۔۔۔اوکے"۔۔۔۔ارمان نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔۔۔۔اس نے مسکرا کر سر ہلایا۔۔۔۔تو ارمان کو پتہ چلا کہ اس کا ڈمپل بھی ہے۔۔۔۔

ارمان نے جھک کر اس کے دونوں گالوں پر بوسہ دیا۔۔۔اور وہ اپنے باپ کے گلے لگ گئی۔۔۔۔پھر دو منٹ بعد پیچھے ہوئی۔۔۔۔اور ماہی کی طرف قدم بڑھائے۔۔۔۔اور اپنا ننھا ہاتھ اٹھایا۔۔۔۔"بائے بائے"۔۔۔۔۔۔

ارمان کھل کر مسکرایا۔۔۔۔ایک نظر ماہی کی طرف دیکھا۔۔۔۔وہ نظر حیدر کی نظر تھی۔۔۔۔جس نے ماہی کو اندر تک پر سکون کر

دیا۔۔۔۔وہ آنکھوں میں عشق اور جنون کے دیپ لیے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔پھر اٹھا اور لفٹ میں داخل ہو گیا۔۔۔۔۔۔

پیچھے ماہی نم آنکھوں سے مسکرا دی۔اس نے دیکھا ارمان کے دائیں ہاتھ پر بھی پٹی بندی تھی۔وہ اس کے جنون پر کھل کر مسکرائی۔۔۔

ماہی زرین کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھی۔۔۔۔۔"وہ آپ کو کیا کہہ رہے تھے"۔۔۔۔۔سوال سن کر زرین نے ماہی کو اپنے ہاتھ سے پاس بلایا۔۔۔

ماہی اس کے پاس ہوئی۔۔۔۔اس نے ماہی کے دونوں گالوں پر بلکل اسی طرح لب رکھے۔۔۔۔جیسے ابھی تھوڑی دیر پہلے ارمان اس کی

گالوں پر رکھ کر گیا تھا۔۔۔۔" بابا نے پال کلا اور کشی بھی کلی"۔۔۔۔(بابا نے پیار کیا اور کسی بھی کی)۔۔۔۔

اس کی بیٹی نے آج پہلی بار اپنے باپ کا پیار اور لمس محسوس کیا تھا۔۔۔اس کی بیٹی بہت زیادہ خوش تھی۔۔۔اس کے چہرے پر سارے رنگ پھوٹ رہے تھے۔۔۔۔اور اپنی بیٹی کو اس طرح خوش ہوتا دیکھ ماہی کے دل میں ٹھنڈک اور سکون اتر رہا تھا۔۔

ماہی اسے لے کر اٹھی اور لفٹ کی طرف بڑھ گئی۔۔۔۔

اگلے آدھے گھنٹے بعد ماہی جمال ولا کے لاؤنج میں داخل ہو رہی تھی۔۔۔۔۔۔سامنے ہی انوشہ، پھوپھو، ان کا بیٹا وہاج اور آیان بیٹھے تھے۔۔۔۔

وہاج 30 سالہ ایک خوبصورت کالی آنکھوں والا مرد تھا اس کی شکل آرزو سے کافی ملتی تھی۔۔۔۔۔۔ماہی نے ان سب کو سلام کیا اور کچھ دیر ان کے پاس بیٹھ گئی۔۔۔۔۔

پھر ماہی نے اپنی گھڑی کی طرف دیکھا نو بجنے والے تھے وہ زرین کو پھپھو کے پاس چھوڑتی ہوئی جمال ولا سے نکل آئی اسے حیدر سے ملنے جانا تھا۔۔۔۔۔۔۔

وہ 10 بجے سے پہلے ہی مزار قائد میں موجود تھی۔۔۔۔یہاں سیاحوں کی ایک بہت بڑی تعداد تھی بہت سارے لوگ اس شاندار لیڈر کے مزار کو دیکھنے کے لیے ہر روز آتے تھے۔۔۔۔۔

ماہی کو اس وقت صرف حیدر کی تلاش تھی۔۔۔اسے اس سیاہوں کی بھیڑ میں اس کالے سائے کو ڈھونڈنا تھا۔۔۔۔

ماہی کی نظر دور دور تک جا رہی تھی۔۔۔۔۔اور پھر وہ اسے دور سے نظر آیا۔۔۔۔وہ کالا سایہ گھاس پر چلتا ہوا آ رہا تھا۔۔۔۔اس نے اس وقت بلیک پینٹ کے اوپر بلیک ہڈی پہنی تھی سر پر کیپ لی ہوئی تھی چہرہ

ماسک سے چھپایا تھا اس کی صرف ہیزل گرین آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔۔۔۔۔

ماہی اتنی دور سے بھی اس کی ہیزل گرین آنکھیں دیکھ سکتی تھی۔۔۔۔ماہی کو اتنی خوشی ہوئی کہ وہ بیان نہیں کر سکتی تھی۔۔۔۔۔وہ تین سالوں بعد اس کی آنکھیں دیکھ رہی تھی۔۔۔۔وہ آج حیدر بن کر آیا تھا۔۔۔۔۔

اس نے اپنی عادت کے مطابق چلتے ہوئے اپنے بائیں ہاتھ کے بازو کو اوپر کیا۔۔۔تو اس کے ہاتھ میں موجود گلابی گھڑی نظر آئی۔۔۔۔اور ماہی ساکت رہ گئی۔۔۔۔۔

وہ گھڑی آج بھی اس کے پاس تھی۔۔۔۔۔مگر وہ گھڑی تو اس لاش کے اوپر۔۔۔۔۔اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا یہ کیا ہو رہا ہے۔۔۔۔۔مگر ایک بات سمجھ آگئی تھی۔۔۔۔ارمان نے کہا تھا وہ اس گھڑی کو کبھی نہیں اتارے گا۔۔۔۔۔اور اس نے واقعی نہیں اتارا تھا۔۔۔۔۔

ماہی کی آنکھیں بار بار دھندلی ہو رہی تھیں۔۔۔۔۔کیونکہ اس کی آنکھوں میں نمی اتر رہی تھی۔۔۔۔۔۔وہ بار بار اپنا چہرہ جھکا کر اپنی آنکھیں صاف کر رہی تھی۔۔۔۔۔اچانک اس نے دیکھا وہ کہیں غائب ہو گیا۔۔۔۔۔وہ سیاحوں کی بھیڑ میں کہیں کھو گیا تھا۔۔۔۔۔ماہی نے بے ساختہ آس پاس ڈھونڈا۔۔۔۔۔صرف کچھ پل کے لیے اس نے چہرہ جھکایا تھا اور وہ غائب ہو گیا۔۔۔۔۔۔ماہی پریشان ہو گئی۔۔۔۔۔

اچانک کسی نے ماہی کا بازو ہلایا۔۔۔۔ماہی نے چہرہ موڑ کر دیکھا تو وہ ایک چھوٹا سات سالہ بچہ تھا۔۔۔۔۔وہ ماہی کو جھکنے کا اشارہ کر رہا تھا۔۔۔۔۔ماہی اس کی طرف جھکی اس نے ماہی کی طرف ایک باکس بڑھایا۔۔۔۔

ماہی نے کچھ نہ سمجھی سے اس کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔"کالا سایا"۔۔۔۔اس بچے نے صرف دو لفظ بولے اور ماہی نے بے تابی سے باکس پکڑ لیا۔۔۔۔وہ بچہ تو فورا بھاگ گیا۔۔۔۔

ماہی نے باکس کھولا تو اس کے اندر ایک موبائل اور ایئر بگ پڑا تھا۔۔۔۔ماہی نے موبائل اٹھا کر دیکھا تو اس پہ کال چل رہی تھی۔۔۔۔باکس میں کچھ اور بھی تھا۔۔۔۔ماہی نے نکال کر دیکھا وہ

ایک پینڈنٹ تھا۔۔۔۔اس پر بہت خوبصورت بٹر فلائی بنی تھی۔۔۔۔۔

ماہی نے فوراوہ باکس اپنے بیگ میں ڈالااوراس ایئر بگ کواپنے حجاب کے نیچے سے کان میں لگایا۔۔۔۔۔ماہی کے کان میں لگانے کی دیر تھی کہ دوسری طرف سے کانوں میں اس کی آواز پڑی۔۔۔۔"ہیر"۔۔۔اورماہی کی ساری دنیالمحے کے ہزارویں حصے میں رک گئی۔۔

آس پاس ہونے والاشور، چلتی ہوا، سیاحوں کی بھیڑ وہ سب کچھ بھول گئی۔۔۔اگرکچھ یاد تھاتوصرف اس کے کانوں میں وہ سالوں بعد پڑتااپنا نام۔۔ماہی کولگاوہ سالوں بعد سکون کی وادی میں پہنچ گئی ہو۔۔۔۔آج

تین سال بعد اسے اپنی قوت سماعت واپس آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔

ماہی نے اپنی نم آنکھیں اٹھا کر اِدھر ادھر دیکھا۔۔۔۔وہ اسے ڈھونڈنا چاہتی تھی مگر فوراً اس کے کانوں میں آواز پڑی۔"مجھے ڈھونڈنا بند کرو ہیر۔۔۔۔بس نارمل ری ایکٹ کرو جس طرح تم یہاں ایک سیاح بن کر آئی ہو۔۔۔۔اپنے فیس ایکسپریشنز نارمل رکھو"۔۔۔۔۔

اس نے بہت مشکل سے اپنی آنکھوں کی نمی کو اندر دھکیلا اور اثبات میں سر ہلایا۔۔۔۔پھر اس نے اپنے ہونٹوں کو حرکت دینے کی کوشش کی۔۔۔۔

اسے لگ رہا تھا جیسے وہ صدیوں بعد اس کی آواز سن رہی ہو۔۔۔۔۔"حیدر"۔۔۔۔۔۔وہ بہت مشکل سے لفظ بولی اس کی آواز بھیگ گئی تھی۔۔۔۔دوسری طرف ارمان کے سینے میں ٹھنڈک اتری۔۔۔۔۔

اسے لگا وہ سالوں بعد دوبارہ اسے عطا کر دی گئی ہو۔۔۔۔۔۔پا کر کھو دینے سے بڑا کوئی کرب نہیں ہوتا۔۔۔۔اور ارمان حیدر نے اسے پا کر کھو یا تھا۔۔۔۔۔"کیسی ہو؟"۔۔۔۔۔وہ دور سے اس پر اپنی نظریں ٹکائے کھڑا تھا۔۔۔۔"آج تک صرف زندہ تھی۔۔۔۔ٹھیک نہیں تھی۔۔۔۔اب محسوس ہو رہا ہے کہ میرے اندر نئی روح پھونک دی گئی ہو"۔۔۔۔

ماہی کی آواز بھیگ رہی تھی۔۔۔۔۔"جان حیدر۔۔۔۔افسوس تم آج تک میرے عشق کو سمجھ نہ سکی۔۔۔۔۔تم صرف عشق نہیں ہو۔۔۔۔۔تم جنون کی طرح میرے خون میں گردش کرتی ہو۔۔۔۔تم نے سوچ بھی کیسے لیا میں کسی دوسری عورت کے بارے میں اپنے ذہن میں کوئی خیال بھی لا سکتا ہوں۔۔۔۔۔شاید تم بھول گئی میں نے کہا تھا میں صرف تمہارا ہوں"۔۔۔۔۔۔

ماہی چلنا شروع ہو گئی۔۔۔۔"اس حالت میں اور میں کیا سمجھتی۔۔۔۔۔اور آپ نے مجھے خود سے دور دھکا دیا۔۔۔میں کچھ بھی سوچنے سمجھنے کی حالت میں نہیں تھی۔اب آپ کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالنے سے تو رہی"۔۔۔وہ بھیگی آواز میں خفگی سے بولی۔۔۔۔۔

ارمان چند میٹر دور گھاس پر کھڑا۔۔۔۔موبائل میں اس کی تصویریں لے رہا تھا۔اس کے شکوے پر مسکرایا۔۔۔۔۔"میں نے بچپن میں تمہارے اس دنیا میں آنے سے پہلے خود سے یہ وعدہ کیا تھا۔۔۔۔کہ میری زندگی میں صرف ایک ہی پرنسس ہو گی۔۔۔۔۔نہ اس سے پہلے کوئی نہ اس کے بعد کوئی۔۔۔۔۔۔اور اپنی زندگی کے 24 سال میں وہ وعدہ نہیں بھولا جو میں نے اپنی ذات سے کیا تھا۔۔۔۔۔تمہاری سوچ سے کہیں زیادہ اور بے پناہ عشق ہے مجھے تم سے، تمھاری روح سے تمھاری وجود سے۔۔۔تم سراپائے عشق ہو۔۔۔۔۔تم پر سر کے بالوں سے لے کے پاؤں کے ناخن تک صرف میرا حق ہے"۔۔۔۔۔

اور ماہی کو لگا کہ اس کے تین سالوں کی اذیت کہیں غائب ہو گئی ہے۔۔۔۔۔وہ شخص اس کے کانوں میں سکون اتار رہا

تھا۔۔۔"تمہیں پتہ ہے ہیر تم صرف تین سال کی تھی جب ایک دن تم بابا کی پولیس کیپ پکڑ کر میرے سر پر رکھتی بولی پولیس۔۔۔۔میں نے تم سے پوچھا کیا تم چاہتی ہو میں پولیس والا بنوں۔۔۔اور تم نے زور وشور سے ہاں کہا تھا۔۔۔۔وقت گزرتا گیا تم بڑی ہوتی گئی۔۔۔اور شاید تم وہ بات بھی بھول گئی۔۔۔مگر میں اس بات کو کبھی نہیں بھولا۔۔۔۔تمہاری خواہش پوری کرنے کے لیے میں پولیس والا بن گیا"۔۔۔۔اور ماہی کو لگا وہ اگلا سانس نہیں لے پائے گی۔۔۔۔۔۔

ممتا

ماہی کو یقین نا آیا کہ وہ شخص اس کے بچپن کی ایک خواہش کی خاطر اپنی ساری زندگی گزار گیا۔۔۔کچھ پل تو وہ کچھ بول نا پائی۔۔۔"حیدر یہ سب آپ نے صرف میرے اس بچپنے کی خاطر کیا؟"۔۔۔۔۔ وہ حیران تھی۔۔۔۔

ارمان کی آنکھیں آس پاس ہر وجود کو سکین کر رہیں تھیں۔۔۔"بلکل میری جان تمھاری ہر خواہش سر آنکھوں پر اس دن میں نے تمھاری آنکھوں میں خوشی دیکھی تھی۔۔۔مجھے لگا اگر میں پولیس والا بن گیا تو تمھاری آنکھوں میں وہ چمک ہمیشہ رہے گی اس لیے بن گیا"۔۔۔۔

ماہی چاہتے ہوئے بھی آنسو روک نا پائی۔۔۔"یہ کیسا پاگل پن ہے آپ کی اپنی بھی کوئی خواہش ہو گی۔۔۔آپ نے اپنا سارا فیوچر میرے اس بچپنے کی وجہ سے برباد کر دیا"۔۔۔۔

ارمان کھل کر مسکرایا مگر چہرے پر ماسک تھا اس لیے اس کی صرف آنکھیں مسکراتی ہوئی نظر آئیں۔۔۔۔"تم میری دیوانگی ہو اور اگر دیوانگی میں یہ پاگل پن تھا تو پاگل پن ہی سہی۔۔۔اور میری کوئی بھی خواہش تمھاری خواہش سے الگ نہیں"۔۔۔۔۔ماہی نے ایک گہری سانس لے کر خود کو ریلیکس کیا۔۔۔"آپ کہاں چلے گئے تھے حیدر؟"۔۔۔۔اس بات پر ارمان کی آنکھوں میں تکلیف کے ساتھ نمی بھی اتر آئی۔۔۔اور ارمان نے اسے سب کچھ بتا دیا وہ تین سال پہلے کسیے، کہاں اور کیوں گیا۔۔۔۔

اور ماہی کسی مجسمے کی طرح سارا سچ سنتی رہی۔۔۔اب اسے اپنی تکلیف بے معنی لگی۔۔۔اس کے شوہر نے ہزاروں لڑکیوں کی زندگی بچائی جو کہ بہت بڑی بات تھی۔۔۔۔اسے آج حیدر پر فخر ہو رہا تھا۔۔۔"یہ سب کب ختم ہو گا حیدر میں آپ سے کسی مجرم کی طرح ملنا نہیں چاہتی"۔۔۔وہ چلتی ہوئی سیڑھیوں پر آ کر بیٹھ گئی۔۔۔۔

ارمان اس کے قریب آ رہا تھا۔۔"بس کچھ دن اس کے بعد میرا مشن مکمل ہو جائے گا پھر ساری دنیا والوں کو پتا چل جائے گا کہ ارمان حیدر کبھی مرا نہیں تھا۔۔۔میں تمھاری جان پر کوئی رسک نہیں لینا چاہتا تھا۔۔۔اس لیے میں تمھیں پہچاننے سے انکار کر گیا۔۔۔مگر تم نے خود کو نقصان پہنچانے والی بات کہہ کر مجھے بے بس کر دیا۔۔۔۔اس

لیے میں تمھیں سارا سچ بتانے آگیا"۔۔۔۔ارمان اس کے پاس دو سیڑھیاں اوپر بیٹھ گیا اور اس کی پشت کو محبت سے دیکھنے لگا۔۔۔۔۔

ماہی نے اپنا سر گھٹنے پر ٹکایا آنکھوں سے بے آواز آنسو بہہ رہے تھے۔۔۔۔"میں کیا کرتی حیدر مجھ سے وہ اذیت اور تکلیف برداشت نہیں ہو رہی تھی۔۔۔۔میرے برداشت کی ساری حدیں ٹوٹ گئیں تھیں۔۔۔اور آپ کو کسی دوسری عورت کے ساتھ دیکھنا میرے دل پر چھڑیاں چلنے جیسا تھا۔۔۔مجھے تو لگا تھا میں مر جاؤں گی۔۔۔مگر اتنی تکلیف کے بعد بھی یہ دل دھڑکتا رہا"۔۔۔۔۔

اس کے لہجے میں کتنی تکلیف اور بے بسی تھی وہ صاف محسوس کر سکتا تھا۔۔۔۔ارمان کی آنکھیں ضبط کے باوجود بھی لال انگارہ ہو

گئیں۔۔۔۔۔"میں جانتا ہوں میری جان میں نے تمہیں بہت تکلیفیں دیں ہیں میں ان سب کا ازالہ کروں گا۔۔۔بس صرف کچھ دن اور صبر کر لو۔۔۔۔مجھے پتا ہوتا کہ تم اکیلی نہیں تھی۔۔۔۔ تمھارے ساتھ ایک اور جان بھی تھی تو قسم سے میں کبھی نا جاتا۔۔۔۔۔یہ تکلیف میرا دل جلا رہی ہے۔۔۔۔یہ اذیت مجھے پچھتاوے کی موت مار رہی ہے کہ۔۔۔تم اس حالت میں تکلیف میں تھی اور میں تمھارے پاس تھا ہی نہیں۔۔۔۔بس کچھ دن پھر میں تم دونوں کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا"۔۔۔۔۔ماہی اس کے لہجے کی تکلیف اور تڑپ محسوس کر سکتی تھی۔۔۔۔اچانک اسے یاد آیا۔۔۔۔۔"ایک مسئلہ ہو گیا"۔۔۔۔ارمان نے دیکھا وہ اچانک چونک کر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔۔۔۔"کیسا مسئلہ؟"۔۔۔۔۔۔

ماہی کچھ شرمندگی سے بولی۔۔۔۔"میں سچ جاننا چاہتی تھی۔۔۔اس لیے آپ کو دیکھنے کے بعد پولیس اسٹیشن گئی تھی اور میں نے..."۔۔۔۔وہ مزید بول نا پائی اپنی غلطی کا اسے شدت سے احساس ہوا۔۔۔"کوئی بات نہیں تم نے کچھ غلط نہیں کیا۔۔۔تم نے وہ کیا جو تمہیں ٹھیک لگا ان لوگوں سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں وہ میرے انڈر سالوں سے کام کر چکے ہیں اور آج بھی میرے وفادار ہیں۔۔۔۔ تمہیں سعد نے ڈاکٹر والی بات میرے کہنے پر ہی بتائی تھی۔۔۔وہ ڈاکٹر زندہ ہے"۔۔۔۔

اور ماہی حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہو گئی۔۔۔۔"آپ کو کیسے پتا یہ سب..."۔۔۔۔وہ سمجھ نا سکی کہ یہ ہو کیا رہا ہے۔۔۔۔"میں نے

تمہیں پولیس اسٹیشن سے نکلتے دیکھ لیا تھا بس پھر پرسنلی سعد سے ملاقات کرلی۔۔۔ارمان کے ذہن میں وہ ملاقات دوڑی۔۔۔۔۔

چھ دن پہلے رات کے وقت۔۔۔۔

سعد کی گاڑی سنسان سڑک سے گزر رہی تھی جب اس کے سامنے کوئی سایہ آیا۔۔۔اس نے فوراً گاڑی کو بریک ماری۔۔۔۔کوئی شخص کالے لباس میں کھڑا تھا۔۔۔۔

سعد نے اپنی گن اٹھائی اور گاڑی سے باہر نکلا۔۔۔۔سعد نے گن کا رخ اس کے سینے کی طرف کیا۔۔۔"کون ہو تم؟"۔۔۔۔سنسان سڑک پر سعد کی آواز گونجی۔۔۔۔

ارمان قدم قدم چلتا اس کے قریب آیا۔۔۔"کیسے کو انسپیکٹر سعد؟"۔۔۔اور اس آواز کو سعد اتنے سال بعد بھی پہچان سکتا تھا۔۔۔"ارمان سر آپ زندہ ہیں۔۔۔اس کا مطلب میم سچ کہہ رہیں تھیں"۔۔۔

ارمان اس کے قریب آگیا۔۔۔"بلکل میں زندہ ہوں۔۔۔اور اس وقت خاص مشن پر ہوں۔۔۔باقی باتیں تفصیل میں ہوں گیں۔۔۔ ابھی صرف اتنا کام کرو میری بیوی کا دھیان مجھ پر سے ہٹاؤ۔۔۔اسے کہہ دو کہ وہ ڈاکٹر نہیں ملا۔۔۔یا مر گیا۔۔۔جس نے میری دی این اے رپورٹ بنائی تھی۔۔۔وہ تمھارے پاس میرا ڈیتھ سرٹیفکیٹ لے کر آئی تھی نا"۔۔۔

اور سعد حیرت سے منہ کھولے اسے سن رہا تھا۔۔۔۔"لیکن سر"۔۔۔۔وہ کچھ پریشان ہوا۔۔۔"ڈونٹ وری۔۔۔وہ میری بیوی ہے میں اسے اچھے سے ہینڈل کر سکتا ہوں۔۔۔۔جتنا کہا ہے اتنا کرو۔۔۔اگلی ملاقات جلد ہو گی۔۔۔۔چلتا ہوں"۔۔۔۔

اتنا کہتے ساتھ ارمان اندھیرے میں غائب ہو گیا۔۔۔اور سعد حیران پریشان کھڑا تھا۔۔۔چند منٹ بعد وہ اس سچ کو پروسیس کر کے گاڑی میں بیٹھا اور گاڑی سڑک پر بھگا لے گیا۔۔۔۔

ارمان نے ماہی کو فلیٹ سے ڈیتھ سرٹیفکیٹ لے کر جاتے دیکھا تھا اسے تب ہی شک ہو گیا تھا۔۔۔۔"آپ کو برا نہیں لگا میری اس حرکت کی وجہ سے آپ پر کوئی مصیبت بھی آسکتی تھی"۔۔۔۔ماہی کی آواز سے وہ

اپنی سوچوں سے باہر آیا۔۔۔"بلکل بھی نہیں۔۔۔تم میری جان بھی مانگ کو تو تمھارے لیے وہ بھی حاضر"۔۔۔۔

ماہی کی آنکھوں سے پھر آنسو بہہ نکلے۔۔۔"بس کریں اب تو موت کی باتیں نا کریں۔۔۔مجھے صرف آپ کی زندگی چاہیے۔۔۔آپ کے بنا جینا کتنا مشکل ہے یہ میں جان گئی ہوں"۔۔۔وہ روتے ہوئے بہت مشکل سے بولی۔۔۔۔

وہ اٹھا اور اس کے بلکل پاس نیچے والی سیڑھی پر اس کے پاؤں کے پاس آکر بیٹھ گیا۔۔۔ماہی کو اس کی خوشبو نے اپنے حصار میں جکڑا۔۔۔۔"اچھا میری جان رونا تو بند کرو نہیں کرتا آئیندہ ایسی بات"۔۔۔ماہی نے بھیگی آنکھوں سے اس کی پشت کو دیکھا۔۔۔۔

ماہی نے اپنا کانپتا ہاتھ اٹھایا اور اس کے کندھے پر رکھا۔۔۔اس لمس کے ملتے ہی اسے سکون ملا۔۔"میں آپ کے ساتھ جینا چاہتی ہوں حیدر"۔۔۔۔وہ اپنی آنکھوں کی نمی کو قابو کرتی بولی۔۔۔۔

ارمان نے اس کا نازک لمس محسوس کر کے آنکھیں بند کر کے دل میں اتارا۔۔"ہماری بیٹی کا نام کیا رکھا ہے؟"۔۔۔۔اسے ساری باتوں کے بعد اب اپنی بیٹی کی فکر لاحق ہوئی۔۔۔"زرین ارمان حیدر"۔۔۔اور ارمان حیدر ساکت ہو گیا۔۔۔۔

اس نے حیرانی سے گردن موڑ کر ماہی کو دیکھا۔۔۔ہیزل گرین آنکھیں ہلکی بھوری آنکھوں سے ٹکرائیں۔۔۔ارمان اٹھ کر مزار کے

اندر کے جانب چل پڑا۔۔۔۔"تمہیں یہ نام یاد تھا؟"۔۔۔ارمان کے لہجے میں بے یقینی ہی بے یقینی تھی۔۔۔"میں نے آپ کو کہا تھا نہ کہ 14 سالوں کے بعد بھی میں آپ کی کوئی بات اور یاد نہیں بھولی تھی"۔۔۔اور ارمان ماضی میں پہنچ گیا۔۔۔۔

اس کی آنکھوں کے سامنے حویلی کے ٹیرس کا منظر نمودار ہوا۔۔۔۔چھ سالہ ماہیر 13 سالہ حیدر کے ساتھ ٹیرس کی کرسی پر بیٹھی تھی۔۔۔۔

ارمان اسے کوئی بات بتا رہا تھا۔۔۔۔"تمہیں پتہ ہے آج ہماری کلاس میں ایک نئی میم آئی تھی۔۔۔۔ان کا نام تھا زرین مجھے یہ نام بہت پسند آیا"۔۔۔۔۔

ہیر نے دیکھا اس کی آنکھوں میں ایک انوکھی چمک تھی۔۔۔۔۔"اچھا اگر یہ نام آپ کو اتنا پسند ہے تو آپ مجھے اس نام سے بلا لیا کریں"۔۔۔۔۔ارمان مسکرایا۔۔۔۔"نہیں تم تو میری ہیر ہو۔۔۔۔وہ نام مجھے بہت اچھا لگا مگر تمہارے نام سے زیادہ نہیں یہ میرے کانوں کو سکون دیتا ہے"۔۔۔۔۔اور اس بات پر ماہی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔۔۔۔

ماضی کا بلبلا ہوا میں تحلیل ہوا اور ارمان حیدر کی آنکھیں صرف اپنی بیوی پر ٹکی تھیں جو اب سیڑھیوں سے اٹھ کر اس کی طرف آ رہی تھی۔۔۔۔

وہ نام سن کر ارمان کے سینے میں سکون اترا۔۔۔۔وہ دلکشی سے مسکرایا۔۔۔۔"تم نے یہ نام رکھ کر ثابت کر دیا کہ تم مجھ سے عشق کی تمام حدیں پار کر چکی ہو"۔۔۔۔

ماہی یہ بات سن کر مسکرادی۔۔۔۔"اگر آپ میری 21 سال پرانی خواہش پوری کر سکتے ہیں۔۔۔۔تو میں بھی آپ کی 18 سال پرانی خواہش پوری سکتی ہوں"۔۔۔۔اور اس بات پر ارمان قہقہا لگا کر ہنس پڑا۔۔۔۔

اس کی ہنسی کی آواز ماہی کے کانوں میں کسی ساز کی طرح بجی۔۔۔"تم دنیا کی سب سے بہترین بیوی اور بہترین ماں ہو"۔۔۔ماہی دلکشی سے مسکرا اٹھی۔۔۔"آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کے بارے میں بھی

یہی الفاظ کہوں تو اس خوش فہمی کو دل و دماغ سے نکال دیں آپ نے مجھے جتنی تکلیف دی اب میں یہ الفاظ آپ کو لٹانے سے رہی"۔۔وہ آنکھوں میں شرارت لیے بولی۔۔۔

اپنے شوہر کو دوبارہ پا کر وہ کچھ منٹوں میں ہی پہلے کی طرح ہنستی مسکراتی اور زندگی جینے والی ماہیر ارمان حیدر بن گئی تھی۔۔۔۔

ارمان نے اس کی آنکھوں میں دیکھ جیسے سب سمجھ گیا۔۔۔"ہر گز نہیں تمہیں میری تعریف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں میں جانتا ہوں میں ایک اچھا شوہر تو بن نا سکا۔۔ایک اچھا باپ کیا خاک بنوں گا جو اپنی اولاد سے ہی بے خبر رہا وہ اچھا باپ کیسے بن سکتا ہے"۔۔۔۔

ارمان کے لہجے میں تکلیف محسوس کر وہ تڑپ اٹھی۔۔۔"ایسا مت کہیں حیدر آپ دنیا کہ بہترین شوہر ہیں۔۔۔آپ نے جو بھی کیا وہ میری حفاظت کے لیے کیا۔۔۔اور آپ انجان تھے اس سے۔۔۔میں تو خود آپ کے جانے کے بعد جان پائی۔۔۔آپ دنیا کہ بہترین باپ بنیں گیں یہ میں جانتی ہوں۔۔۔آپ کو پتا ہے آپ نے آج اسے پیار سے گلے لگایا اور محبت سے اپنے لبوں سے مہر ثبت کی میری چھوٹی سی بچی آج جی اٹھی"۔۔۔۔۔

ارمان کو لگا ہیر کے الفاظ اس کے زخموں پر مرہم لگا رہیں ہیں۔۔"اس وقت وہ کہاں ہے؟"۔۔۔ارمان کو تو یہ خیال ہی اب آیا کہ اگر ہیر یہاں ہے تو پھر وہ کہاں ہے۔۔۔۔۔۔"وہ جمال ولا میں ہے انوشہ آپی اور پھپھو کے پاس۔۔۔۔۔میں یونیورسٹی جانے سے پہلے اسے وہیں

چھوڑ جاتی ہوں اور پھر واپسی پر ساتھ لیے گھر آ جاتی ہوں"۔۔۔۔اس کے بعد ماہی نے اسے انوشہ اور آرزو کے بارے میں سب بتایا۔۔۔۔۔

ارمان نے ایک نظر اس کے ہاتھ کی طرف دیکھا جہاں ایک ہاتھ میں ارمان کی پہنائی رنگ اور بریسلٹ تھا۔۔۔۔۔اور دوسرے ہاتھ میں ہلکے گلابی رنگ کی وہ کپل واچ۔۔۔۔۔"وہ پینڈنٹ یہاں سے جاتے ساتھ ہی میری بیٹی کے گلے میں پہنا دینا اور خیال رہے پہنانے کے بعد اسے اتارنا مت"۔۔۔۔ماہی نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔۔۔۔۔

ماہی رک گئی۔۔۔۔ارمان نے دیکھا وہ کسی کی نظروں کے حصار میں تھی۔۔۔۔ارمان چونک کر سیدھا ہوا۔۔۔۔۔"ہیر بی الرٹ کوئی تم پر

نظر رکھ رہا ہے۔کسی قسم کا کوئی ری ایکٹ مت کرنا۔۔۔فورا میری طرف آؤ"۔۔۔۔۔

یہ سننا تھا کہ ماہی کا رنگ سفید پڑ گیا۔۔۔۔ماہی چوکنا ہوتی ارمان کی طرف بڑھنے لگی اتنے میں پیچھے سے اسے کسی نے پکارا۔۔۔۔۔"مس ماہیر"۔۔۔۔۔
صرف ایک ہی شخص تھا جو اسے ماہیر کہتا تھا۔۔۔

ماہی جھٹکے سے پیچھے مڑی۔۔۔۔۔

پیچھے ایک خوبرو نوجوان کھڑا تھا۔۔۔۔بلیک تھری پیس سوٹ پہنے ہوئے وہ کوئی 30 سالہ ہینڈسم مرد تھا۔۔۔۔وہ اس سے کچھ فاصلے پر

کھڑا تھا۔۔۔۔ماہی کو دیکھ اس کی طرف بڑھنے لگا۔۔۔۔"یہ کون ہے؟"۔۔۔۔۔

ارمان کی آواز کانوں میں پڑی تو اس نے ایک نظر ارمان کو دیکھا جس کی آنکھوں میں غصہ، حیرت اور خوف تھا۔۔۔۔"یہ جبران ہاشمی ہے۔۔۔وہاج بھائی کا بزنس پارٹنر۔۔۔ایک دن اس نے مجھے جمال ولا سے نکلتے دیکھ لیا تھا۔۔۔تب سے انوشہ آپی کے پیچھے پڑا ہے۔۔۔۔اور میرا پروپوزل بھی بھیج چکا ہے۔۔۔وہ جانتا ہے کہ میری ایک چھوٹی بیٹی ہے اور میرے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے۔۔۔۔اس لیے مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔۔۔کیونکہ میں اسے پسند آگئی ہوں"۔۔۔۔۔۔۔

یہ سننا تھا کہ ارمان کی آنکھیں غصے اور وحشت سے لال ہو گئیں۔۔۔۔۔۔"اس کی اتنی ہمت کی یہ میری بیوی کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے گا۔۔۔۔اس نے سوچ بھی کیسے لیا کہ ارمان حیدر کے جانے کے بعد بھی اس کی بیوی کو کوئی آنکھ اٹھا کر دیکھ سکتا ہے۔۔۔۔۔اس کو تو میں ابھی دیکھتا ہوں"۔۔۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھتا ماہی کی نظر شیزا پر پڑی۔۔۔۔جو جبران کے ساتھ چلتی آ رہی تھی۔۔۔۔۔"رک جائیں حیدر اس کے ساتھ شیزا ہے آپ اس کے سامنے نہیں آ سکتے۔۔۔۔۔۔آپ فکر مت کریں میں اس سے ہینڈل کر لوں گی"۔۔۔۔۔

شیز اکا سننا تھا کہ ارمان کی آنکھیں اس طرف اٹھیں۔۔۔۔"اس مصیبت کو بھی ابھی یہاں آنا تھا۔۔۔۔۔کیا دونوں ایک دوسرے کو جانتے ہیں؟"۔۔۔۔۔ارمان کے ذہن میں بہت سارے سوال اٹھ رہے تھے ماہی نے صرف کندھے اچکانے پر اکتفا کیا۔۔۔۔

اب وہ دونوں ماہی کے پاس آچکے تھے۔۔۔۔۔ارمان ایک سائیڈ پر کھڑا کن اکھیوں سے ان تینوں کو ہی دیکھ رہا تھا۔۔۔۔۔۔

وہ ماہی کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔۔۔ماہی نے اپنی آنکھیں بے تاثر کر لیں۔۔۔۔"کیسی ہیں آپ؟"۔۔۔۔وہ ماہی سے سوال پوچھ رہا تھا اور شیز اہو نقوں کی طرح ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔۔۔

ارمان کے کانوں میں صاف آواز سنائی دے رہی تھی۔۔۔ماہی کے کان میں لگے ائیر بگ کی وجہ سے۔۔۔۔ماہی نے سر ہلا کر جواب دیا۔۔۔"ویسے مجھے امید نہیں تھی آپ سے یہاں ملاقات ہو جائے گی۔۔۔۔اگر آپ برا نا منائیں تو پانچ منٹ بات کر سکتے ہیں!"۔۔۔۔۔

ارمان ضبط سے اپنی مٹھیاں بھینچ رہا تھا۔۔۔اس سے کہاں برداشت ہو سکتا تھا کوئی اس کی ہیر کو ویسے ٹریٹ کرے جیسے ارمان کرتا ہے۔۔۔وہ اس کے سامنے اس کی بیوی کو محبت سے دیکھ رہا تھا اور ارمان ضبط کیے کھڑا تھا۔۔۔"آپ کیوں بات کرنا چاہتے ہیں۔۔۔میرا آپ سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں جو آپ کو مجھ سے کوئی بات کرنے کی ضرورت محسوس ہو"۔۔۔۔ماہی نے سرد لہجے میں جواب دیا۔۔۔۔۔

وہ شخص رسمی انداز میں مسکرایااور سر کو خم دیا جیسے ماہی کی بات کی تردید کر رہا ہو۔۔۔"رشتے تو بنانے سے بنتے ہیں۔۔۔میں آپ سے رشتہ بنانا چاہتا ہوں۔۔۔میں نے مسٹر وہاج کے ہاتھ آپ کے لیے پرپوزل بھی بھیجا تھا۔۔۔آپ کی طرف سے ابھی تک کوئی جواب نہیں آیا۔۔۔تو آج آپ کو یہاں دیکھ میں نے سوچا آپ سے خود ہی پوچھ لوں"۔۔۔۔۔۔

اور شیز املک پر یہ بات بجلی کی طرح گری۔۔۔اس نے حیرانی سے ماہی کی طرف دیکھا۔۔۔وہ شہر کا سب سے بڑا بزنس مین تھا اس لیے شیزا اس سے شادی کی پلاننگ کر رہی تھی۔۔۔مگر ماہی درمیان میں آگئی۔۔۔یہ لڑکی اس کی خوشیوں کی دشمن ہے۔۔

شیزا کا بس نا چلا وہ ماہی کی جان لے لے۔۔۔۔

اور ارمان کا حال ایسا تھا کہ کسی نے اس کے جسم کو جلا دیا ہو۔۔۔۔"اس شخص کی تو میں جان لے لوں گا اس کی ہمت کیسے ہوئی میری ہیر سے اس بکواس کی۔۔۔۔میری بیوی سے رشتہ جوڑے گا یہ۔۔میرے ہاتھ بندھے ہیں ورنہ اب تک اس کا یہ چہرہ سلامت نا رہا ہوتا"۔۔۔ارمان غصے سے گرجا۔۔۔ماہی کے کانوں میں ارمان کی آواز پڑی۔۔۔۔دل میں سکون اترا کہ اس کا محافظ ابھی زندہ ہے۔۔۔۔۔۔

ماہی نے ایک نظر شیزا کی طرف دیکھا۔۔۔اس نے بھی گردن موڑ کر شیزا کی طرف دیکھا جس کی آنکھوں میں چنگاریاں تھیں۔۔۔۔"شیزا ایکسکیوز اس فار 5 منٹس۔آئیں چہل قدمی کرتے ہیں۔اور آپ ایزیلی بات بھی کر پائیں گیں"۔۔اتنا کہہ کر اس نے ماہی کی طرف دیکھا ماہی

چلنا شروع ہو گئی مگر ارمان کی طرف وہ بھی اس کے پیچھے چلا۔۔۔وہ ارمان کے بلکل سامنے آ کر رکی اور اسے آنکھ کے اشارے سے ریلیکس رہنے کا کہا۔۔۔وہ بھی کھڑا ہو گیا۔۔۔اب ارمان ان دونوں کے بلکل سامنے اپنے موبائل میں گم ہو کر کھڑا ہو گیا۔۔۔مگر دھیان ان کی طرف ہی تھا۔۔۔۔

اور شیز اوہاں کھڑی انگاروں میں لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔۔۔۔وہ آج جبران کے ساتھ سارے شہر کو گھومنے نکلی تھی تاکہ اس کے ساتھ ٹائم سپینڈ کر سکے۔۔۔۔۔

ماہی نے بولنا شروع کیا۔۔۔"پہلی بات مجھے شادی کرنے میں کوئی انٹرسٹ نہیں دوسری بات میں اپنے شوہر کی امانت ہوں۔۔۔اور اس

امانت کی حفاظت کرنا بخوبی جانتی ہوں۔۔۔تیسری بات میرا شوہر دنیا کے لیے مر چکا ہے میرے لیے نہیں۔۔۔۔میں نے 24 سال صرف اور صرف اس کی بن کر گزارے ہیں اگلے 24 سال بھی اس کی بن کر گزار سکتی ہوں چاہے وہ ہو نا ہو۔۔۔۔آپ میرا پیچھا چھوڑ دیں میں کوئی شادی نہیں کرنے والی"۔۔۔۔ماہی غصے سے سرد لہجے میں پھنکاری۔۔۔۔۔

اس شخص کے چہرے کا سارا خون نچڑ گیا۔۔۔اسے شاید ماہی سے اس جواب کی توقع نہیں تھی۔۔۔۔۔"مگر میں اچھا انسان ہوں آپ کو خوش رکھ سکتا ہوں میرے پاس دنیا کی ہر سہولت ہے۔۔۔۔اور میں آپ کی بیٹی کو باپ کا پیار بھی دے سکتا ہوں۔۔۔۔انکار کی کوئی وجہ بھی

تو ہونی چاہیے۔۔۔مرے ہوئے لوگوں کے ساتھ مرا تو نہیں جا سکتا آپ کا بھی حق ہے آپ زندگی میں آگے بڑھیں"۔۔۔۔۔

ارمان کے برداشت کی حد ختم ہو رہی تھی۔۔۔۔"آپ کو وجہ جاننی ہے۔۔۔تو صرف ایک بات کا جواب دیں کیا آپ ارمان حیدر ہیں؟" اور وہ شخص ساکت رہ گیا۔۔۔۔"میرے لیے دنیا کا کوئی دوسرا مرد ارمان حیدر نہیں ہو سکتا۔۔۔چاہے پھر آپ ساری دنیا کی دولت میرے قدموں میں ڈھیر کیوں نا کر دیں۔۔۔اور افسوس جس عورت نے میرے شوہر کا قتل کیا آپ اسی کے ساتھ گھوم رہیں ہیں۔۔۔۔وہ عورت میری خوشیوں کی قاتل ہے۔۔۔میری بیٹی آج اپنے باپ سے محروم ہے اس کی وجہ بھی وہ ہے۔۔۔۔مجھے مرنا تو منظور ہے مگر اپنے شوہر کے علاوہ دوسرے کسی بھی مرد کا تصور نہیں۔۔۔۔میں اپنے

شوہر کی امانت میں خیانت کر کے اس کی گناہ گار نہیں بنوں گی۔۔۔۔
میں نے وعدہ کیا تھا کہ چاہے وہ رہے نا رہے میں مگر میں اپنی آخری
سانس تک اس کی ہی رہوں گی"۔۔۔۔ماہی غصے سے دھیمی آواز میں
بولی۔۔۔

ارمان پر سکون ہو کر اپنی بیوی کو بولتے سنتا رہا۔۔۔۔"مگر مس
ماہیر.."۔۔۔۔۔"مسز ارمان حیدر نام ہے میرا۔۔۔۔مجھے بلکل پسند
نہیں کوئی غیر محرم میرا نام لے"۔۔۔۔۔

ماہی اس کی بات کاٹ کر بولی۔۔۔۔اور وہ شخص مزید بولنے کی ہمت نا
کر پایا۔۔۔۔"امید ہے آپ کے دماغ سے اب یہ شادی کا فطور نکل گیا

ہو گا۔۔۔آپ جس سے مرضی شادی کریں۔۔۔۔مگر میں دنیا کی وہ آخری لڑکی بھی نہیں ہوں جس سے آپ کی شادی ہو سکے"۔۔۔۔۔

اتنا کہتے ساتھ ماہی رکی نہیں اور مزار کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔۔۔۔

اور پیچھے جبران ہاشمی کو سمجھ نا آیا وہ خوش ہو یا روئے۔۔۔۔اسے اس لڑکی سے محبت ہو گئی تھی۔۔۔اور وہ اپنے شوہر سے کس قدر اعلیٰ عشق کے رتبے پر فائز تھی۔۔۔۔۔

ماہی شیزا کے قریب آئی دونوں کی نظریں ملیں۔۔۔"تم نے قسم کھا رکھی ہے میری زندگی برباد کرنے کی!"۔۔۔۔وہ غصے سے پھنکاری۔۔۔"تم زندگی برباد کرنے کی بات نہ ہی کرو تو اچھا ہے۔۔۔

آج میں اس حال میں صرف تمھاری وجہ سے ہوں۔اب مجھے ایک شادی شدہ لڑکی اور ایک بچی کی ماں کو غیر مرد پر پوز بھی کریں گیں۔۔۔میرے شوہر کی قاتل ہو تم۔۔۔۔ سمجھی۔۔۔۔اپنے حیدر کے سوا میں نے کسی دوسرے مرد کا خیال بھی دماغ بھی نہیں آنے دیا۔۔۔میں مسز ماہیر ارمان حیدر خان ہوں۔۔۔۔وہ شخص تمہیں ہی مبارک ہو"۔۔۔۔۔

ماہی اس سے زیادہ اونچی آواز میں گرجی اور ایک پل بھی رکے بغیر وہ باہر کی جانب چل دی۔۔

اور شیزا کو لگا وہ اسے تمانچہ مار کر گئی ہو۔۔۔۔۔۔

ارمان بھی پر سکون ہوتا باہر کی جانب نکل گیا۔۔۔جبران شیزا کے قریب آیا۔۔۔وہ جبران کی طرف بڑھی اس نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔۔۔۔۔

"You Bloody witch. How dare you... Don't.... You are a murderer"

جبران چیخ پڑا۔۔۔"شرم نہیں آئی تمہیں اس کے شوہر کا قتل کرواتے ہوئے۔۔۔تم نے ایک ہنستا بستا گھر آجاڑ دیا۔۔۔خبر دار اگر تم نے مجھ سے کسی بھی قسم کا کوئی رشتہ بنانے کی کوشش کی تم تو دوستی کے بھی قابل نہیں آئیندہ مجھے نظر نہ آنا"۔۔۔۔وہ غصے سے اس پر دھاڑا اور وہ بھی نکل گیا۔۔۔۔۔

اور شیزا کو لگا کسی نے اس کے سر پر آسمان دے مارا ہو۔۔۔"ماہی میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں۔۔۔۔۔اب تم دیکھنا تمہاری تباہی میرے ہاتھوں ہے"۔۔۔۔

اس نے اپنا موبائل نکالا اور کسی کو کال ملائی۔۔۔"ہیلو میں تم لوگوں کو ایک گاڑی کا نمبر بھیج رہی ہوں کسی کو کڈنیپ کرنا ہے شام سے پہلے یہ کام ہو جانا چاہیے۔۔۔جتنے پیسے کہو گے ملیں گیں"۔۔۔۔۔وہ غصے سے پھٹ پڑی۔۔۔۔

ماہی کی گاڑی جمال ولا کی طرف رواں دواں تھی اس کے کان میں ابھی تک ائیر بگ لگا تھا۔۔۔اور دوسری طرف ارمان بھی واپس جا رہا

تھا۔۔۔"واہ بیگم آج تو تم نے دل خوش کر دیا۔۔۔کیا باتیں سنائیں ہیں ان دونوں کو"۔۔۔اور ماہی ہمیشہ کی طرح اس کے بیگم کہنے پر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔۔۔۔"میں ارمان حیدر خان کی بیوی ہوں اتنی بہادری تو ہونی چاہیے"۔۔۔وہ مسکراتی ہوئی بولی۔۔۔"بلکل میری جان"۔۔۔۔

ماہی اس سے باتیں کرتی جمال ولا پہنچ گئی۔۔۔اس نے گاڑی پارک کی۔۔۔بچے گارڈن میں کھیل رہے تھے۔۔۔۔زرین ماں کو دیکھتی ہر چیز چھوڑ کر بھاگتی ہوئی آئی۔۔۔۔"ماما"۔۔۔دوسری طرف ارمان نے اپنی بیٹی کی آواز سن کر سکون محسوس کیا۔۔۔

ماہی نے اسے اپنے سینے سے لگایا اور اس کے چہرے پر جا بجا اپنے ہونٹ رکھے۔۔۔۔پھر ماہی نے اپنا بیگ کھولا اور وہ پینڈنٹ نکال کر زرین کے گلے میں پہنا دیا۔۔۔"یہ دیکھو میری جان بابا نے آپ کے لیے بھیجا ہے اسے اتار نا مت ورنہ بابا ناراض ہو جائیں گیں"۔۔۔۔

یہ سن کر اس کی آنکھیں چمکیں۔۔۔"نئ میے نئ اتالوں دی بلنا بابا ناناج ہو جائے دے"۔۔۔(نہیں میں نہیں اتاروں گی ورنہ بابا ناراض ہو جائیں گے)

ماہی نے مسکرا کر سر ہلایا۔۔۔"چلو آؤ گھر چلتے ہیں"۔۔۔۔۔ماہی نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اندر لے کر آئی۔۔۔۔پانچ منٹ بعد وہ سب کو خدا حافظ کہتی گاڑی میں بیٹھی اور گاڑی کو جمال ولا سے نکال لیا۔۔۔۔۔

ان کی گاڑی ابھی آدھے راستے میں ہی پہنچی تھی جب اس کی گاڑی کے سامنے ایک گاڑی آئی اور ماہی نے ایک جھٹکے سے بریک ماری۔۔۔۔ماہی کا سر سیدھا ڈیش بورڈ سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔۔۔۔

ماہی نے سر اٹھا کر دیکھا تو وہ چھ سات لوگ تھے سب کے ہاتھ میں گنز تھیں ماہی کی روح کپکپا گئی۔۔۔۔اس نے ایک نظر اپنی بیٹی کو دیکھا اور اسے اٹھا کر اپنے سینے میں بھینچا۔۔۔۔۔

وہ لوگ ماہی کی گاڑی کی طرف بڑھ رہے تھے۔۔۔۔۔ماہی کو یہ بھی ہوش نا رہی کے دروازہ لاک کر لیتی۔۔۔۔۔ان میں سے ایک نے

دروازہ کھولا اور دیکھتے ہی دیکھتے ماہی کے سر پر گن رکھ دی۔۔۔ماہی کو اپنی جان فنا ہوتی محسوس ہوئی۔۔۔"باہر نکل"۔۔۔۔۔

ماہی خاموشی سے باہر نکل آئی۔۔۔ان کے ہاتھ میں گنز تھیں وہ اپنی بیٹی کی جان کو خطرے میں نہیں ڈال سکتی تھی۔۔۔انہوں نے ابھی بھی ماہی کے سر پر گن رکھی تھی۔۔۔ماہی نے مظبوطی سے زرین کو اپنے سینے میں چھپایا۔۔۔

ایک نے دوسرے کو اشارہ کیا۔۔۔"بچی پکڑ اس سے"۔۔۔اور ماہی کو لگا اس کا سانس رک جائے گا۔۔۔وہ نفی میں سر ہلانے لگی۔۔۔"تم لوگوں کو جو چاہیے لے لو مگر میری بچی کو کچھ مت کرو"۔۔۔ماہی کی ممتا تڑپ اٹھی۔۔۔۔شاید ارمان تک اس کی آواز نہیں جا رہی

تھی۔۔۔اس لیے ارمان اس کی آواز سن نا پایا۔۔۔ کنیکشن میں کوئی مسئلہ آگیا تھا۔۔۔

اس آدمی نے زبردستی ماہی سے بچی چھین لی۔۔۔ماہی چیخ اٹھی ماہی نے بہت کوشش کی مگر وہ بچی اس کے ہاتھوں سے چھین چکے تھے۔۔۔۔ زرین نے رونا شروع کر دیا۔۔۔۔

ان میں سے دو لوگوں نے ماہی کے بازو پکڑ لیے تھے۔۔۔۔ماہی پھڑ پھڑا بھی نا سکی۔۔۔۔"پلیز خدا کے لیے میری بچی کو چھوڑ دو"۔۔۔۔ماہی تڑپ کر چیخنے لگی۔۔۔۔اس آدمی نے جو شاید ان کا باس تھا ماہی کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ دے مارا ماہی کا سر ہی گھوم گیا۔۔۔۔اس پر بھی بس

نہیں اس نے گولی چلائی اور ماہی کی چیخ اس سنسان سڑک پر گونجی۔۔۔۔۔

گولی ماہی کا بازو چیرتی ہوئی گزر گئی۔۔۔۔انہوں نے ماہی کو چھوڑا اور بچی کو کے کر گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔۔۔زرین چیخ رہی تھی۔۔۔۔رو رہی تھی۔۔۔ مگر وہ اسے گاڑی میں لے کر بیٹھے اور گاڑی بھگا کر لے گئے۔۔۔۔ پیچھے ماہی سڑک پر گر گئی۔۔۔۔اس کے ہونٹوں سے آخری نام جو ادا ہوا وہ حیدر تھا پھر وہ بے ہوش ہو گئی۔۔۔۔۔

دوسری طرف حیدر اپنے اس نقلی فلیٹ کی دیوار کے سامنے کھڑا تھا ۔۔۔۔جو ساری اخبار، تصویروں، پیپر کے ٹکروں سے بھری پڑی تھی۔۔۔۔یہ وہ ساری انفارمیشن تھی جو ان دونوں نے شیزا کے بارے میں اکھٹی کی تھی۔۔۔۔۔۔

وہ اپنے کام میں مصروف تھا جب اچانک اس کے کانوں میں گولی چلنے کی آواز پڑی۔۔۔۔اس کے ساتھ ہیر کی چیخ بھی ارمان کو لگا کسی نے اس کی جان نکال دی ہو۔۔۔۔"ہیلو۔۔۔۔ہیر۔۔۔میری آواز آرہی ہے۔۔۔بولو کیا۔۔۔۔ہوا ہے"۔۔۔۔۔۔۔۔وہ بے تابی سے بولا۔۔۔۔"حیدر"۔۔۔۔اس کی چیخ گونجی اور پھر سکوت چھا گیا۔۔۔۔

وہ ہیر ہیر کرتا چلا رہا تھا۔۔۔ مگر دوسری طرف سے کوئی جواب نا آیا۔۔۔وہ فورا فلیٹ سے باہر کی طرف بھاگا۔۔۔اپنے موبائل سے ہیر کے بریسلٹ کی لوکیشن ٹریس کی۔۔۔۔۔۔وہ 10 منٹ کے فاصلے پر تھی۔۔۔۔ارمان نے وہ فاصلہ 4، 3 منٹ میں تہہ کیا۔۔۔۔

وہ جیسے ہی اس جگہ پہنچا سامنے ہی اس کی گاڑی کھڑی تھی۔۔۔۔گاڑی کا فرنٹ ڈور کھلا تھا۔۔۔اور زمین پر ماہی بے ہوش پڑی تھی۔۔۔۔وہ بھاگتا ہوا ماہی کی طرف آیا اسے اٹھا کر سیدھا کیا۔اس کا سر اپنی جھولی میں رکھا۔۔۔۔

اور ماہی کا گال تھپتھپایا۔۔۔"ہیر میری جان آنکھیں کھولو"۔۔۔۔۔ارمان مسلسل اسے ہلا رہا تھا۔۔۔۔وہ ہوش میں آنے

لگی۔۔۔۔جیسے ہی اس نے آنکھیں کھولیں اس کی نظر ارمان سے ٹکرائی جو اس کے چہرے پر جھکا اسے فکر مند نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔

ماہی نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور ارمان کی شرٹ کو مظبوطی سے پکڑا۔۔۔۔ارمان نے اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔۔اسے اپنی بچی یاد آئی۔۔وہ اس کی شرٹ کو پکڑ کر رونے لگی۔۔۔۔"حیدر۔۔۔۔ وہ۔۔۔۔۔میری بچی کو لے گئے۔۔۔۔۔حیدر میری۔۔۔۔ زرین۔۔۔۔کچھ کریں۔۔۔میں مر جاؤں گی۔۔۔۔۔وہ ہماری بیٹی۔۔۔۔۔کچھ کریں۔۔میں اس کے بغیر۔۔۔۔نہیں رہ سکتی۔۔۔۔میں جی نہیں۔۔۔پاؤں گی۔۔۔۔۔۔میں اچھی ماں نہیں۔۔۔۔بن سکی۔۔۔اپنی بیٹی کی۔۔۔۔حفاظت نہیں کر

سکی۔۔۔۔"وہ پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے بولی۔۔اس کی ہچکیاں بند گئیں۔۔۔اس کی حالت دو منٹ میں ہی غیر ہو گئی۔۔۔۔

ارمان کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔۔۔"میری جان فکر مت کرو اسے کچھ نہیں ہو گا میں اسے واپس لاؤں گا"۔۔۔۔۔وہ بہت برے طریقے سے رو رہی تھی۔۔۔اس کی حالت کسی آدھ مرے ہوئے شخص کی طرح ہو گئی۔۔۔۔ارمان سے اسے سنبھالنا مشکل ہو گیا۔۔۔۔۔

ارمان اسے اپنی باہوں کے حلقے میں لیتا ہوا اٹھا۔۔۔اس کی وائٹ شال ساری خون سے رنگ گئی تھی۔۔۔۔صرف ایک گھنٹہ پہلے وہ بلکل ٹھیک تھی اور کچھ ہی دیر میں کیا ہو گیا۔۔۔۔وہ ارمان کے بازوؤں میں

ہی جھول گئی۔۔۔۔۔"ہیر"۔۔۔۔۔ارمان دھاڑا مگر وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔۔۔۔۔۔

ارمان نے اسے اپنی باہوں میں بھر ااور اپنی گاڑی تک لایا۔۔۔۔اسے فرنٹ سیٹ پر بیٹھا کر سیٹ بیلٹ پہنائی۔۔۔۔اور دروازہ بند کرنے کے بعد ارمان اپنی پہلی گاڑی کی طرف آیا ہیر کا بیگ اٹھایا اور گاڑی لاک کر کے چابی اس کے بیگ میں ڈالی اور واپس دوسری گاڑی کی طرف گیا۔۔۔۔اب اس کا رخ ہاسپٹل کی جانب تھا۔۔۔۔

وہ لوگ اسے شیزا کے بنگلے میں کے آئے تھے وہ مسلسل رو رہی تھی۔۔۔۔۔"شولو مجھے ماما پاش جانا اے۔۔۔۔۔دندے انتل۔۔۔۔میلے باباشب کو دیشو دیشو کلے دے"۔۔۔۔۔۔(چھوڑو مجھے ماما پاس جانا ہے۔۔۔۔گندے انکل۔۔۔۔میرے باباسب کو ڈیشو ڈیشو کریں گے)۔۔۔۔۔وہ روتے ہوئے مسلسل چیخ چلا رہی تھی۔۔۔۔۔

شیز املک نزاکت سے چلتی ہوئی آئی اور سامنے بیٹھ گئی۔۔۔۔وہ بچی نہیں پوری آفت تھی کسی کے قابو میں نہیں آرہی تھی۔۔۔۔۔شیزا نے نفرت سے اسے دیکھا۔۔۔۔"ارمان حیدر کی بیٹی مجھ سے بدلہ لے گی۔۔۔۔میں اسے صفحہ ہستی سے ہی مٹادوں گی"۔۔۔۔۔ماہی کی باتیں یاد کر کے وہ غصے سے پھنکاری۔۔۔۔۔

اور اٹھ کر زرین کے پاس آئی۔۔۔۔زرین اسے امید سے دیکھ رہی تھی۔۔۔۔شیز انے اپنا ہاتھ اٹھایا اور اس نازک بچی کے پھول جیسے گال پر ایک تھپر رکھ کر دے مارا تھپر اس قدر زور کا تھا کہ بچی کا ہونٹ پھٹ گیا۔۔۔۔اور وہ بے ہوش ہو گئی۔۔۔۔۔"لے جاؤ اسے اب اس کی ماں کو میں بتاؤں گی تباہی ہوتی کیا ہے"۔۔۔۔۔وہ نوکرانیوں کو دیکھ کر چیخی۔۔۔۔۔

وہ نوکرانیاں اس معصوم پھول جیسی بچی کو تکلیف سے دیکھ رہیں تھیں۔۔۔۔۔ایک آگے بڑھی اور بچی کو سینے سے لگا کر ایک کمرے میں لے گئی۔۔۔۔۔۔

ان کی مالکن بہت زیادہ سفاک تھی۔۔۔۔۔

ارمان اسے ہاسپٹل لے آیا تھا۔۔۔

اس وقت وہ بے ہوش تھی۔۔۔ڈاکٹر نے اس کا ٹریٹمنٹ کر دیا تھا۔۔۔ارمان نے انوشہ کے نمبر پر ماہی کے موبائل سے ایک میسج بھیج دیا تھا۔۔۔وہ اس پر ایک آخری نظر ڈالتا ہوا ہاسپٹل سے نکل آیا۔۔۔انوشہ اس کے جانے کے بعد آجائے گی۔۔اسے اپنی بیٹی کو واپس لانے جانا تھا۔۔۔

وہ ہاسپٹل سے نکل کر سیدھا فلیٹ میں آیا۔۔۔اس نے زرین کے گلے میں موجود پینڈنٹ سے اس کی لوکیشن ٹریس کی۔۔۔۔۔اور وہ حیران رہ گیا۔۔۔وہ شیزا کے بنگلے میں تھی۔۔۔۔۔

ارمان کی برداشت بس اتنی ہی تھی۔۔۔۔آج شیزا کا اس دنیا میں آخری دن ہے۔اس نے اب کی بار وار ارمان کے سینے پر کیا تھا اور ارمان اپنے سینے پر وار کرنے والے کو دنیا سے مٹا دیتا ہے۔۔۔"وقت آگیا ہے شیزا ملک کی موت کا تمہیں اسے ابدی نیند سلانا تھا نا چلو آج تمھاری خواہش پوری کرتے ہیں"۔۔۔۔وہ ثانیہ سے بولا۔۔۔۔۔

جو اسے بے چین ہوتا دیکھ رہی تھی۔۔۔۔یہ سن کر اس کی آنکھیں چمکیں۔۔۔۔۔شیزا ملک کا انجام بہت قریب تھا۔۔۔۔۔۔

انجام

وہ میسیج دیکھ کر انوشہ پریشان ہو گئی۔۔۔۔۔اس نے فون کیا تو فون ایک نرس نے اٹھایا۔۔۔۔

نرس نے تصدیق کر دی۔۔۔۔کہ واقعی ماہی ہسپتال میں ہے۔اور اسے کوئی شخص لایا تھا جو اب جا چکا ہے۔۔۔

وہ فوراً ہاسپٹل گئی۔۔۔۔۔

ماہی کو سکون کے لیے نیند کا انجیکشن لگایا تھا۔۔۔اس لیے وہ ابھی بے ہوشی کی حالت میں تھی۔۔۔۔انوشہ کو زرین کی فکر لگ گئی۔۔۔اس کے بھائی کی بیٹی پتا نہیں کہاں اور کس حال میں ہو گی۔۔۔۔۔

رات شروع ہو گئی تھی۔۔۔وہ دونوں شیز املک کے بنگلے میں خوفیہ راستے سے گھسے۔انہوں نے دو مہینے میں اس کے بنگلے پر پورا سبق یاد کر لیا تھا۔۔۔۔

وہ دونوں سیدھے شیزا کے بیڈ روم میں پہنچے۔۔۔ارمان نے بے ہوشی کی گیس چھوڑ دی۔۔۔۔وہ جو واش روم سے باہر نکلی تھی کمرے میں دھواں دیکھ اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ پاتی وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔۔۔ثانیہ نے اسے کرسی پر بٹھا کر رسی سے باندھا۔۔۔۔

اور ارمان اپنی بیٹی کو ڈھونڈنے نکل گیا۔۔۔۔

وہ سارے کمرے چیک کر رہا تھا جب ایک کمرے کے باہر سے اسے وہ آواز آئی۔۔۔۔"بیٹا دودھ پی لو"۔۔۔۔کسی عورت کی آواز تھی۔۔۔۔"نئی ماما پاش جانا"...(نہیں ماما پاس جانا)۔۔۔اس کی بیٹی روتے ہوئے بول رہی تھی۔۔۔ارمان کے دل میں کرچیاں چبھیں۔۔۔۔وہ الرٹ ہوتا کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آیا۔۔۔۔

اندر داخل ہوتے ہی اس نے دیکھا ایک ملازمہ بیڈ پر بیٹھی دودھ کا گلاس ہاتھ میں پکڑے اسے پلانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔۔۔
اور اس کی نازک بیٹی رو رہی تھی۔۔۔۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر نوکرانی نے دروازے کی طرف دیکھا تو وہ کانپ کر رہ گئی۔۔۔۔ سامنے ہی ایک شخص پورا سیاہ کپڑوں میں تھا۔۔۔۔ اس کا چہرہ بھی ڈھکا ہوا تھا۔۔۔۔ اس کے ہاتھ میں گن تھی۔۔۔۔۔ عورت کو حیرت میں دیکھ ارمان نے گن فوراً پیچھے بیلٹ میں ڈالی اور اپنی بیٹی کی طرف قدم بڑھائے۔۔۔۔

عورت ابھی تک خوفزدہ تھی۔۔۔۔۔ "بابا کی جان"۔۔۔۔۔ ارمان کی آواز سن کر زرین جھٹکے سے مڑی اور اپنے سامنے اس شخص کو دیکھ فوراً

اس کی طرف بھاگی۔۔۔۔ارمان گھٹنوں کے بل بیٹھا اور اپنی باہیں پھیلائیں۔۔۔۔۔وہ اپنے باپ کی آواز کو پہچانتی تھی۔۔۔۔وہ ارمان کے سینے سے لگ گئی۔۔۔۔ارمان کو اپنے دل میں سکون اترتا ہوا محسوس ہوا۔۔۔۔۔

ارمان نے اپنا ماسک اتارا اور اپنی بیٹی کے چہرے پر جا بجا بوسے دینے لگا۔۔۔۔ارمان نے دیکھا اس کے چہرے پر انگلیوں کے نشان تھے اور ہونٹ بھی پھٹ گیا تھا۔۔۔۔

یہ دیکھ ارمان کا خون کھول اٹھا اس کی نازک بچی جس پر کبھی اس کی ماں نے ہاتھ نہیں اٹھایا تھا اس نے کبھی اسے جھڑکا بھی نہیں تھا۔۔۔۔۔اور اس کی بیٹی پر کسی نے ہاتھ اٹھایا۔۔۔۔۔

اس کی آنکھیں ضبط کے باعث لال انگارہ ہو گئیں۔۔۔۔"میری بیٹی کے چہرے کا یہ حال کس نے کیا؟"۔۔۔وہ اس عورت سے سرد لہجے میں پوچھ رہا تھا۔۔۔۔

وہ عورت پر سکون ہو گئی کہ یہ بچی کا باپ ہے۔۔۔"شیز امیڈم نے"۔۔۔وہ ڈرتے ہوئے بولی۔۔۔"شیز املک۔۔۔تمہیں میری بیٹی کو تکلیف نہیں پہنچانی چاہیے تھی"۔۔۔۔"بابا اے میلی دوشت اے"۔(بابا یہ میری دوست ہے)۔۔۔

وہ اپنے باپ کو اس عورت پر غصہ کرتے دیکھ بولی ارمان مسکرایا۔۔"اچھا میری جان"۔۔۔ارمان نے اس کی پیشانی پر اپنے

لب رکھے اور اسے عورت کے حوالے کیا۔۔۔"آپ یہاں اپنی دوست کے پاس رکو بابا اس گندی آنٹی کو سبق سکھا کر آتے ہیں پھر ہم ماما کے پاس جائیں گے"۔۔۔

زرین نے سر ہلایا۔۔۔"کچھ بھی ہو جائے آپ بچی کو لے کر اس کمرے سے باہر نہیں نکلیں گیں۔۔۔کمرہ اندر سے لاک کر لیں میں شیز املک سے نپٹ کر آتا ہوں"۔۔۔۔۔عورت نے سر ہلایا۔۔۔ارمان کمرے سے نکل گیا۔۔۔وہ عورت اس کی بیٹی کو پیار سے ہینڈل کر رہی تھی۔۔۔اس لیے وہ پر سکون ہو گیا۔۔۔۔۔

ماہی کو ہوش آگیا تھا۔۔۔۔

کچھ منٹ لگے اسے اپنے دماغ کو بیدار کرنے میں۔۔۔اور پھر وہ انوشہ کے گلے لگ کر رونے لگی۔۔۔۔"آپی وہ میری بیٹی کو لے گئے۔۔۔۔میری بچی پتہ نہیں کس حال میں ہو گی"۔۔۔۔۔

وہ مسلسل رو رہی تھی اور انوشہ کا کلیجہ منہ کو آ رہا تھا وہ اس کے بھائی کی آخری نشانی تھی۔۔۔۔۔۔اس کا دماغ ماؤف ہو گیا۔۔۔۔

اس نے اپنی مندی مندی آں کھیں کھولیں۔۔۔پھر خود کو حرکت دینے کی کوشش کی مگر وہ مکمل طور پر بندی ہوئی تھی۔۔۔

اس نے اپنے ہاتھ پیر مارنے شروع کی۔۔۔اور بولنے کی کوشش کی مگر ہونٹوں سے آؤں آں کی آواز صرف نکل سکی۔۔۔۔جب اچانک کمرے کی لائٹ جلی۔۔۔۔۔اس نے آنکھیں بند کر کے کھولیں تو سامنے ہی کرسی پر کوئی کالے کپڑوں میں بیٹھا تھا۔۔۔۔شیزا کا دماغ ماؤف ہو گیا کہ وہ اپنے ہی کمرے میں اس حالت میں کیسے پہنچی۔۔۔۔۔

اور اس کے سامنے کون تھا۔۔۔۔"ہائے شیز املک پہچانا مجھے ؟"۔۔۔۔۔ارمان کی آواز کمرے میں گونجی۔۔۔۔۔وہ بولنے کی کوشش کر رہی تھی مگر بول نہیں پا رہی تھی یہ دیکھ کر ارمان نے ثانیہ کو اشارہ کیا وہ آگے بڑھی اور شیزا کے منہ سے ٹیپ کھینچ دی۔۔۔۔۔۔

ٹیپ اترنے کی دیر تھی۔۔۔وہ چیخ اٹھی۔۔۔۔"کون ہو تم لوگ اور تم لوگوں کی ہمت کیسے ہوئی میرے گھر میں میرے کمرے میں گھس کر مجھے اس طرح باندھنے کی"۔۔۔۔۔۔۔ارمان نے بیزاریت سے آنکھیں میچیں۔۔۔۔"ایک تو تم شور بہت کرتی ہو۔۔۔افسوس کی بات ہے تم مجھے پہچان نہیں پائی ایک وقت تھا تم میرے لیے پاگل ہوا کرتی تھی"۔۔۔ارمان جانتا تھا یہ اس کا صرف تھرڈ کلاس جنون تھا ورنہ اس کی بیٹی اور اس کی بیوی اسے ہر گیٹ اپ میں پہچان لیتے تھے کیونکہ وہ اصل محبت تھی۔۔۔۔۔

شیز املک ابھی تک حیران تھی وہ شخص کون تھا۔۔۔۔۔"کون ہو تم اور کیا بکواس کر رہے ہو۔۔؟"اب کی بار ارمان مسکرایا۔۔۔۔"اچھا تمہیں ابھی تک یاد نہیں آیا تو چلو میں بتا دیتا ہوں۔۔۔ تین سال پہلے تم نے

خود اپنے ریپ کا ڈرامہ کھیلا اور اے ایس پی ارمان حیدر کو پھنسانے کا سوچا۔۔۔۔تم جانتی تھی اگر کیس عدالت تک گیا تو پھر میڈیکل ٹیسٹ ہوں گے اور اس میں تم پھنس جاؤ گی اس لیے تم نے اسے راستے میں ہی ختم کروانے کا سوچا تم ساری دنیا کو دھوکا دے سکتی ہو سوائے ارمان حیدر کے"۔۔۔۔۔

اور شیزا کو لگا کسی نے اس کے سر پر سارے بنگلے کی عمارت دے ماری ہو۔۔۔۔آسمان اپنے سر پر پھٹتا محسوس ہوا۔۔۔۔"تم۔۔۔۔۔۔تم زندہ ہو"۔۔۔۔۔ارمان دلکشی سے مسکرایا۔۔۔۔"بالکل تمہیں کیا لگا تھا ارمان حیدر کو مارنا اتنا آسان ہے میں ہوں وہ جو تمہارے سارے دھندے بند کروا چکا ہوں بالکل ویسے جیسے ایک وقت میں تمہارے

باپ کے کیے تھے۔۔۔۔میں نے کہا تھا نا تمہاری موت میرے ہاتھوں لکھی ہے مبارک ہو آج وہ دن آگیا ہے"۔۔۔۔

یہ بات سن کر شیز ا اندر تک کانپ گئی۔۔۔مگر اچانک اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھری۔۔۔تم مجھے نہیں مار سکتے ارمان حیدر تمہاری کمزوری میری قبضے میں ہے"۔۔۔۔

اس بات پر ارمان اٹھا اور قدم قدم چلتا شیز ا کے سامنے آیا اور شیز ا کے چہرے پر زوردار تھپڑ دے مارا۔ تھپڑ اس قدر زور کا تھا کہ شیز ا کا ہونٹ پھٹ گیا۔۔"تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری بیٹی کو ہاتھ لگانے کی۔۔۔۔تم نے میری پھول جیسی بچی کے نازک گال پر تکلیف پہنچا کر اچھا نہیں کیا اس کی سزا تو تمہیں ملی گی"۔۔۔۔

اور شیزا کے دماغ میں دھماکے ہو رہے تھے۔۔۔وہ اپنی بیٹی تک بھی پہنچ گیا تھا۔۔۔۔ارمان نے اتنا کہتے ساتھ اس کا منہ دبوچا۔۔۔۔"مگر پہلے یہ بتاؤ میری بیٹی سے تمھاری کیا دشمنی تھی کیوں کیا میری بیٹی کو کڈنیپ۔۔۔مجھے تو تم پہلے ہی مار چکی تھی پھر کیوں کیا وجہ بتاؤ"۔۔۔۔۔ارمان اس کے چہرے پر گرجا۔۔۔۔اور ثانیہ زلزلوں کی زد میں تھی۔۔۔اسے اپنا دل چیرتا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔۔۔وہ شادی شدہ تھا۔۔۔مطلب وہ واقعی ارمان حیدر ہے۔۔۔۔اس خوبصورت لڑکی کا شوہر۔۔۔۔اس کی بیٹی بھی ہے۔۔۔۔۔

ارمان نے اس کا جبڑا اس طرح پکڑا تھا جیسے ابھی توڑ دے گا۔۔۔۔"نہیں بتاؤں گی جو کرنا ہے کر لو"۔۔۔۔۔وہ بھی چیخی...

"اچھاتوایسی بات ہے"۔۔۔اس کے بعد ارمان نے موبائل پر کوئی ویڈو چلائی اور شیزا کے سامنے کر دی جس میں وہ کسی سے اپنے ہر ایک جرم کا اعتراف کر رہی تھی یہ بھی کہ ارمان کو پھسا کر اس نے مروا دیا۔۔۔یہ ویڈیو اس کے گھر کے لاؤنج کی تھی۔۔۔۔ارمان نے اس کے گھر کے کیمروں کو ہیک کیا تھا۔۔۔۔یہ دیکھ شیزا کا چہرہ سفید پڑ گیا۔۔۔

ارمان پراسراریت سے مسکرایا۔۔۔۔"صبح ہوتے ہی یہ ویڈیو ہر یوز چینل پر ہو گی اور سب یہی سمجھیں گے کہ شیز املک اپنا چہرہ چھپا کر کہیں انڈر گراؤنڈ ہو گئی ہے۔۔۔۔مگر تم ابھی کچھ منٹ کے بعد اسی کمرے میں مرو گی اور اس کے بعد تمہاری لاش بھی کسی کو نہیں ملے گی۔۔۔۔۔میں تمہیں زیادہ اذیت ناک موت نہیں دوں گا بس ایک جھٹکے میں تم ختم۔۔۔۔۔تمہارے باپ کے ساتھ تو میں نے بہت

نرمی بڑھتی تھی مگر تمہاری لاش کے ساتھ میں کچھ الگ کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں تمہاری لاش کے میں نے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کو دریا میں پھینکنا ہے اور کچھ کتوں کے آگے ڈال دوں گا تمہارے باپ کا تو پھر بھی کوئی ثبوت ملا تھا تمہارا تو وہ بھی نہیں ملے گا۔۔۔۔اس لیے اگر اپنی بھلائی چاہتی ہو تو وجہ بتاؤ میری بیٹی کو کیوں کڈنیپ کیا"۔ارمان سرد لہجے میں چیخا۔۔۔۔

شیز ااندر تک کپکپا اٹھی۔اسے اپنی موت بہت نزدیک نظر آ رہی تھی۔۔اسے ماہی کے الفاظ یاد آئے اس نے کہا تھا یہ کھیل شیز اکی موت پر ختم ہو گا۔۔۔۔"تمہاری بیوی کی وجہ سے میرا سارا پلان خراب ہو گیا۔۔۔میں جبران ہاشمی سے شادی کرنے والی تھی۔میرے سارے دھندے کوئی تباہ کر رہا تھا۔۔۔اس لیے مجھے طاقت کی ضرورت تھی جو

مجھے صرف وہ شخص دے سکتا تھا۔۔۔مجھے نہیں پتا تھا کہ مجھے تباہ کرنے کے پیچھے تمھارا ہاتھ ہے۔۔۔سارا قصور تمھاری بیوی کا ہے آج مزار قائد پر وہ میرے سامنے اسے پرپوز کر رہا تھا اور اس کے بعد ماہی نے اس کے دماغ میں میرے خلاف زہر بھر دیا وہ مجھ پر چیخ چلا کر چلا گیا۔۔۔مجھے غصہ آیا اس لیے میں نے ماہی کو ختم کرنے کے لیے اس کی کمزوری کو اپنا ہتھیار بنایا اور اس کی بیٹی کو کڈنیپ کر لیا"۔۔۔۔۔۔

یہ سن کر ارمان کا دماغ گھوم گیا۔۔۔اس کی آنکھیں لال انگارہ ہو گئی جیسے سارا خون آنکھوں میں سمٹ آیا ہو۔۔۔اس نے شیز املک کے منہ پر تین چار تماچے مار دیے۔۔۔"بیوقوف عورت صرف اس لیے تم نے میری بیٹی اور بیوی کو تکلیف تھی۔۔۔۔وہ شادی شدہ ہے وہ کیوں کرے گی کسی اور سے شادی۔۔۔وہ میری بیوی ہے۔۔چاہے

میں زندہ رہوں یا مر جاؤں وہ کسی دوسرے مرد سے شادی تو دور تصور بھی نہیں کرے گی"۔ارمان گرج پڑا۔۔۔۔

ارمان نے اپنی گن اٹھائی اور شیزا کے بازو پر ایک گولی ماردی۔۔۔۔ اس کی چیخ کمرے میں گونجی۔۔۔۔"تم بھی وہ درد برداشت کرو جو اس وقت میری بیوی کر رہی ہے"۔۔۔۔

اور ثانیہ پتھر کی مورت بنی ارمان کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔اس لیے ارمان نے اس دن ثانیہ کا گلا پکڑا تھا۔۔۔۔تو یہ وجہ تھی۔۔وہ تو پورا جنونی تھا اس لڑکی کے لیے۔۔۔

اس کے بعد ارمان نے لائٹر نکالا اور اس کے گال کے نزدیک لے کر اسے جلا دیا۔۔۔۔اس کی خوفناک چیخیں نکل گئیں۔۔۔۔مگر کمرہ ساؤنڈ پروف تھا اس لیے آواز اندر ہی دب گئی۔۔۔۔"میری بیٹی کے گال پر بھی ایسی ہی تکلیف ہوئی تھی اب تم بھی وہ تکلیف برداشت کرو"۔۔۔۔پھر ارمان ثانیہ کی طرف متوجہ ہوا۔۔۔۔"اسے مارنے کا کام تم کرو گی یا میں کروں"۔۔۔۔

اتنا سننا تھا کہ ثانیہ آگے بڑھی اور اپنی گن اٹھائی۔۔۔۔آنکھوں کے سامنے اس کا شوہر آیا۔۔۔۔اس کا محبوب۔۔۔۔۔اس پر اپنی جان چھڑکنے والا شوہر۔۔۔۔۔اس کی آنکھوں میں غصہ اترا اور پھر اس نے اگلے ہی پل وہ ساری کی ساری گولیاں شیز املک کے سینے میں اتار دیں۔۔۔۔۔۔

اور شیز املک اپنے انجام کو پہنچ گئی۔۔۔۔۔۔

اس کی لاش کو وہ ٹھکانے لگا چکے تھے۔۔۔ بلکل ویسے جیسے ارمان نے کہا تھا۔۔۔۔۔

کچھ دیر بعد ارمان واپس اس کمرے میں آیا اور زرین بھاگتی ہوئی ارمان کی طرف آئی۔۔۔۔" بابا ماما پاش جانا اے۔۔۔۔ میلی پلنشش لو لئ دی۔۔۔۔اش کو دندے انتل نے مالا دا۔۔۔۔۔۔ ہیل کے آئی بھی اوی دی"۔۔۔۔(بابا ماما پاس جانا ہے۔۔۔ میری پرنسس رو رہی تھی۔۔۔۔اس کو گندے انکل نے مارا تھا۔۔۔۔ہیر کے ہائی بھی ہوئی تھی۔۔۔)

وہ اپنی توتلی زبان میں بولتی ہوئی ارمان کو دل و جان سے پیاری لگی۔۔۔۔ارمان نے اسے اپنے سینے میں بھینچا۔۔۔"میری جان ماما ٹھیک ہیں۔۔۔ہم ابھی ماما کے پاس جائیں گیں"۔۔۔۔ارمان نے اس کے چہرے پر اپنے لب رکھے اور اسے اٹھالیا۔۔۔۔

اور ثانیہ نم آنکھوں سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔

کچھ دیر بعد ارمان اپنی بیٹی کو گود میں اٹھائے بنگلے سے نکلا اور اس کا رخ ہاسپٹل کی جانب تھا اس کی ہیر بے تابی سے اپنی بیٹی کا انتظار کر رہی ہو گی۔۔۔ثانیہ اس کے ساتھ تھی۔۔۔مگر وہ خاموش تھی۔۔۔جیسے اپنے اندر لگی آگ پر قابو پانے کی کوشش کر رہی ہو۔۔۔۔

کچھ منٹوں کا سفر طے کرنے کے بعد وہ ہاسپٹل پہنچے۔۔۔۔۔ارمان گاڑی سے اترا۔۔۔۔"تم فلیٹ چلی جاؤ میں فلحال نہیں آؤں گا"۔۔۔

ثانیہ نے اثبات میں سر ہلایا اور وہ گاڑی سے اترا۔۔۔وہ گاڑی بڑھا لے گئی۔۔۔۔۔۔ارمان زرین کو اٹھائے ہاسپٹل میں داخل ہوا۔۔۔۔اس کی بیٹی ارمان کے سینے سے لگی پر سکون ہو کر سو گئی تھی۔۔۔۔۔۔

ارمان نے کمرے کا دروازہ کھولا تو سامنے ہی بیڈ پر وہ ہاسپٹل کے سادے لباس میں سو رہی تھی۔چہرے پر زردیاں گھل گئیں تھیں۔۔۔۔آنکھے رونے کی وجہ سے سوزش کا شکار ہو گئیں تھیں۔۔۔۔

اسے دیکھ ارمان مسکرایا۔۔۔۔اور اس کے پاس آکر زرین کو اس کے ساتھ لٹا دیا۔۔۔۔اور خود ان دونوں کے پاس بیٹھ کر ان دونوں کو دیکھنے لگا۔۔۔۔۔۔

وہ دونوں سوئی ہوئی کتنی کیوٹ لگ رہیں تھیں۔۔۔۔آج ارمان حیدر مکمل ہو گیا تھا۔۔۔۔۔اس کی فیملی مکمل تھی۔۔۔۔۔۔

وہ ان دونوں کو دیکھ رہا تھا جب اچانک کمرے کا دروازا کھلا اور انوشہ اندر داخل ہوئی۔۔۔۔وہ ڈاکٹر سے ملنے گئی تھی۔۔۔۔۔

ماہی کے پاس کسی کو بیٹھے دیکھ وہ حیران اور پریشان ہو گئی۔۔۔۔۔۔۔

اس کی نظر ماہی کی طرف اٹھی اور ماہی کے ساتھ زرین کو دیکھ اسے لگا کسی نے اس کو نئی زندگی دے دی ہو۔۔۔۔۔

ارمان نے کسی کی موجودگی محسوس کر کے چہرہ موڑ کر دیکھا تو دونوں کی نظریں ملیں۔۔۔۔اور اپنے سامنے ارمان کو دیکھ انوشہ کو لگا وہ ہل نہیں پائے گی۔۔۔۔ارمان اسے محبت سے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔۔۔

انوشہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔۔۔۔یہ کیسا سچ تھا۔۔۔۔اس کا بھائی زندہ تھا۔۔۔۔ارمان اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔۔انوشہ تو سٹل رہ

گئی۔۔۔۔ارمان قدم قدم چلتا اس کے پاس آیا اور اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔۔۔۔

پھر اس کے ساکت جسم میں حرکت ہوئی اور وہ اپنے بھائی کے سینے سے لگی رو پڑی۔۔۔۔ہاں یہ بہت بڑی حقیقت تھی اور بہت نا قابل یقین بھی۔۔۔۔۔ارمان نے ایک نظر اپنی روتی ہوئی بہن پر ڈالی اور دوسری نظر اپنی بیوی اور بیٹی پر وہ دونوں گہری نیند سو رہی تھیں۔۔۔

کافی دیر کے بعد ارمان نے اس کا سر تھپتھپایا۔۔۔۔"بس کرو گڑیا میری بہن روتے نہیں ہیں تمہارا بھائی زندہ ہے۔۔۔۔شاباش چپ ہو جاؤ ورنہ وہ دونوں جاگ جائیں گے پھر تم تینوں سمبھالنا میرے لیے مشکل ہو جائے گا"۔۔۔۔

اس نے بہت مشکل سے اپنی ہچکیوں کا گلا گھونٹا۔۔۔۔اور خود پر قابو پاتے ہوئے اپنا چہرہ اٹھا کر ارمان کو دیکھا۔۔۔۔"آپ زندہ تھے۔۔۔تو پھر واپس کیوں نہیں آئے؟۔۔۔۔اور ماہی جانتی تھی۔۔۔۔کسی نے مجھے کیوں نہیں بتایا!"۔۔۔۔۔

ارمان کی آنکھوں میں نمی ابھری۔۔۔۔۔"ہاں میں زندہ تھا۔۔۔۔مجھے کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔۔۔۔اور ہیر کو ابھی حال ہی میں ایک ہفتہ پہلے پتا چلا وہ تو خود انجان تھی۔۔۔میں نے ہی اسے منع کیا تھا کسی کو بھی بتانے سے"۔۔۔۔پھر ارمان نے اسے سب بتا دیا۔۔۔۔۔

اورانوشہ آج بہت پر سکون ہو گئی۔۔۔۔۔اسے زندگی میں اتنی خوشی کبھی نہیں ہوئی جتنی آج ہو رہی تھی۔۔۔۔۔ارمان ماہی کے پاس تھا۔۔۔اس لیے انوشہ کو گھر بھیج دیا وہ کافی گھنٹوں سے ہاسپٹل میں تھی۔۔۔۔۔۔

ایک نئی صبح کا آغاز ہو چکا تھا۔۔۔۔۔۔

یہ صبح بہت خوبصورت تھی۔۔۔۔۔

ارمان نے رات کے آخری پہر شیز املک کا سارا سچ ایکسپوز کر دیا تھا۔۔۔میڈیا پر تہلکہ مچ گیا تھا۔۔۔ہر جگہ شیز املک کو حراست میں

لینے کے لیے لوگ اکٹھے ہو رہے تھے۔۔۔۔۔اور ارمان کے سپورٹرز ارمان کے حق میں نعرے لگا رہے تھے۔۔۔۔۔۔۔

ارمان اپنے کیس سے بھی آزاد ہو چکا تھا۔۔۔۔۔اب اسے مزید چھپ کر رہنے کی ضرورت نہیں تھی۔۔۔۔۔

اب ساری دنیا جان بھی جائے کہ وہ زندہ ہے تو کوئی پریشانی کی بات نہیں۔۔۔۔۔

اس وقت وہ ہاسپٹل کے کمرے میں اپنی بیوی کے پاس بیٹھا تھا۔۔۔۔وہ ابھی تک دوائیوں کے زیر اثر سو رہی تھی۔۔۔۔۔اور اس کی بیٹی بھی پاس ہی سو رہی تھی۔۔۔۔اور وہ دونوں اس وقت سلیپنگ بیوٹیز لگ رہی تھیں۔۔۔۔

کچھ دیر گزری جب زرین کے جسم میں حرکت ہوئی۔۔۔۔وہ نیند سے جاگ رہی تھی۔۔۔۔۔۔ارمان اسے کسمساتے دیکھ مسکرایا۔۔۔۔ماہی جو نیند میں تھی۔۔۔۔۔اپنے بازو پر نرم لمس محسوس کر کے کسمسائی۔۔۔۔۔اور زرین نے اپنی ننھی ننھی آنکھیں کھولیں۔۔۔۔

اور کچھ ہی پل میں وہ نیند سے جاگ کر اٹھی اور خود کو اپنی ماں کے ساتھ لیتے دیکھ مسکرائی۔۔۔۔اور بیڈ پر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔پھر ماہی کے چہرے پر جھکی اور اپنے ننھے لبوں سے بوسے دینے لگی۔۔۔۔

اس کے لمس سے ماہی کو سکون ملا اور اس نے اپنی آنکھیں بڑی مشکل سے کھولیں آنکھوں میں بہت درد تھا۔۔۔۔۔

کچھ پل لگے اسے مکمل بیدار ہونے میں جب اس نے دیکھا وہ ننھا وجود اس کے اوپر جھکا اس کے چہرے پر پیار نچھاور کر رہا تھا۔۔۔۔۔

ماہی کے انگ انگ میں سکون اترا اس کی بچی اس کے پاس تھی۔۔۔۔۔ ماہی تھوڑا سا اوپر ہوئی مگر بازو میں شدید درد کی لہر اٹھی۔۔۔۔۔اس کے چہرے پر تکلیف نمودار ہوئی اور ہونٹوں سے ایک کراہ نکلی۔۔۔۔

اس نے تکلیف سے آنکھیں میچیں جب اچانک اسکو اپنے کندھوں پر مظبوط ہاتھوں کا لمس محسوس ہوا اس نے آنکھیں کھولیں تو ارمان اسے

کندھوں سے پکڑ کر بٹھا رہا تھا۔۔۔۔ماہی نے نم آنکھوں سے اپنے محبوب شوہر کو دیکھا۔۔۔۔۔

ارمان نے اسے بٹھا کر اس کی کمر کے پیچھے تکیہ سیٹ کیا۔۔۔جس کے سہارے وہ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔۔۔۔ارمان بھی اس کے پاس بیٹھ گیا۔۔۔۔ماہی نے اپنی بیٹی کو ایک بازو سے اپنے حصار میں لیا اور اسے کس کر گلے لگا لیا۔۔۔۔اس کی بیٹی واپس آ گئی تھی۔۔۔۔ہاں اس کا شوہر واپس لے آیا تھا۔۔۔۔۔

ماہی نے اس کا چہرہ سامنے کیا اور اپنی بیٹی کو دیوانہ وار پیار کرنے لگی۔۔۔۔اس کے اندر لگی آگ پر پانی پڑ رہا تھا۔۔۔۔۔اس نے دیکھا زرین کے ہونٹ اور گال پر چوٹ لگی تھی۔۔۔۔۔

ارمان نے میڈیسن لے کر لگادی تھی۔۔۔۔مگر چوٹ اب بھی تھی۔۔۔۔ماہی کو نئے سرے سے تکلیف ہوئی۔۔۔۔۔۔"ماما کی جان ماما کو معاف کر دو آپ کی ماما بلکل بھی اچھی نہیں ہے۔۔۔۔۔آپ کو میری وجہ سے اتنی چوٹ لگی۔۔۔۔۔میں آپ کی کیئر نہیں کر پائی"۔۔۔۔وہ آنسوؤں کے درمیان بہت مشکل سے بولی اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رو پری۔۔۔۔۔۔

ارمان نے آگے بڑھ کر اسے اپنے ساتھ لگالیا۔۔۔۔"حیدر میں ایک اچھی ماں نہیں بن پائی۔۔۔میری وجہ سے میری بچی کو اتنی تکلیف ملی"۔۔۔۔۔وہ اس کے سینے سے لگی روتے ہوئے بولی۔۔۔۔۔

ارمان نے اس کے گرد نرم حصار بنایا اور اس کے بال سہلانے لگا۔۔۔۔

"ہیر میری جان اس طرح کی باتیں مت کرو۔۔۔۔تم سب سے اچھی ماں ہو چلو شاباش رونا بند کرو۔۔۔دیکھو تمہیں روتا دیکھ کر وہ بھی رونا شروع کر دے گی"۔۔۔۔

اس بات پر ماہی نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں بھی نمی تھی۔۔۔۔ چھوٹے سے ہونٹ رونے کے لیے باہر نکلنے والے تھے۔۔۔۔۔ماہی نے اسے اپنے سینے میں بھینچا۔۔۔۔ارمان نے دونوں کے گرد حصار مضبوط کیا۔۔۔آج وہ تینوں مکمل ہو گئے تھے۔۔۔۔۔

شام تک ماہی ڈسچارج ہو گئی تھی ارمان اسے لیے ہاسپٹل سے نکلا۔۔۔۔

وہ اپنی گاڑی واپس لا چکا تھا۔۔۔۔۔۔

ارمان کے ایک کندھے پر زرین تھی۔۔۔۔جو لاڈ سے اپنے باپ کے گلے لگی تھی۔۔۔۔تو دوسری طرف ماہی تھی۔۔۔۔۔

ماہی اس وقت پرپل فراک میں تھی۔۔۔۔۔اس کا پنک ڈریس تو سارا خون سے رنگ گیا تھا۔۔۔۔۔

لفٹ کے دروازے کھلے وہ تینوں باہر نکلے۔۔۔۔ارمان نے آگے بڑھ کر اپارٹمنٹ کا لاک کھولا اور ان دونوں کے ساتھ اندر داخل ہوا۔۔۔۔۔

دروازہ بند کر کے اس نے زرین کو لاؤنج کے صوفے پر بٹھایا اور ماہی کو اپنے بازوؤں کے حلقے میں لیتا ہوا صوفے تک آیا اور اسے بٹھا کر کچن میں گیا۔۔۔۔

پانچ منٹ بعد وہ جوس کا گلاس لے کر آیا اور ماہی کے پاس بیٹھ کر اپنے ہاتھوں سے اسے پلایا۔۔۔۔۔۔

اس کے بعد وہ کچن میں واپس گیا اور ان دونوں کے کھانے کے لیے کچھ بنانے لگا۔۔۔۔۔۔

کچھ دیر بعد اس نے زرین کے لیے نوڈلز بنائے اور ماہی کے لیے پاستہ۔۔۔۔۔۔پھر تینوں نے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا ارمان اپنے ہاتھوں سے ان دونوں کو کھانا کھلا رہا تھا۔۔۔۔اور وہ دونوں میاں بیوی اندر

تک پر سکون تھے۔۔۔۔ماہی کے بازو میں ابھی بھی درد تھی اس لیے ارمان کھانے کے بعد اسے کمرے میں لے کر چلا گیا۔۔۔۔اور اسے آرام سے بیڈ پر لٹا دیا تاکہ وہ آرام کر سکے۔۔۔۔۔۔

پھر واپس باہر لاؤنج میں آ گیا اور اپنی بیٹی کے ساتھ مصروف ہو گیا۔۔۔جو اپنے باپ سے پیاری پیاری باتیں کر رہی تھی۔۔۔۔اور اندر کمرے میں ماہی سو گئی تھی۔۔۔۔۔

دو دن گزر گئے۔۔۔اب ماہی کی طبیعت پہلے سے کافی بہتر تھی۔۔۔ اور ارمان بھی اپنے پرانے حلیے میں واپس آ گیا تھا۔۔اس نے اپنے بال

اور داڑھی دونوں ہی پہلے جیسی کرلی تھی۔۔۔اب اس کا حلیہ تین سال پہلے ارمان کی طرح تھا۔۔۔۔۔

سب کو پتہ چل گیا تھا وہ زندہ ہے۔۔۔۔خوشیوں کی لہر دوڑ گئی تھی۔۔۔۔۔۔

اس وقت وہ دونوں باپ بیٹی سوئے ہوئے تھے۔۔۔ماہی نے ایک نظر ان دونوں کو دیکھا۔۔۔۔اور مسکراتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔۔۔۔۔

کچھ دیر بعد اس نے اپنی ننھی ننھی آنکھیں کھولیں تو اٹھ کر بیٹھ گئی۔۔۔۔ پھر سارے کمرے میں نظر گھومی۔۔۔۔اس نے دیکھا ارمان اوندھے

منہ بیڈ پر پڑا سو رہا ہے تو اپنے باپ کے اوپر چڑھ کر اس کی کمر پر پھیل کر دوبارہ سو گئی۔۔۔۔۔

ماہی کچن میں کام کر رہی تھی۔۔۔۔جب ڈور بیل بجی۔۔۔۔۔وہ کام چھوڑ کر دروازے کی طرف بڑھی تو سامنے ثانیہ کھڑی تھی۔۔۔۔۔"ہائے ماہی کیسی ہو۔۔۔۔میں تمھاری طبیعت کا پوچھنے آئی تھی"۔۔۔۔وہ رسمی سا مسکرائی۔۔۔۔ماہی نے سائیڈ ہو کر اسے راستہ دیا وہ اندر آ گئی۔۔۔۔۔ماہی نے دروازہ بند کیا۔۔۔۔

وہ لاؤنج کے صوفے پر بیٹھ گئی۔۔۔۔"کیا لیں گیں آپ؟"۔۔۔۔۔ماہی نے مسکرا کر پوچھا۔۔۔۔"نہیں کچھ بھی نہیں بس میں تمھاری خیریت پوچھنے آئی تھی۔۔۔۔تم بیٹھو میرے پاس"۔۔۔۔

ماہی بیٹھ گئی۔۔۔۔۔"میں تم سے شرمندہ ہوں اس دن میں نے تمہیں ہرٹ کیا۔۔۔اور وہ فوٹو بھی توڑ دی۔۔۔اصل میں مجھے غصہ اس عورت پر تھا۔۔۔۔میں اسے مزید زندہ نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔۔۔بس اس لیے۔۔۔۔۔وہ سارا غصہ اور فرسٹریشن کہیں اور نکل گئی"۔۔۔۔۔

ماہی نے دیکھا وہ دکھی تھی۔۔۔۔"کوئی بات نہیں تصویریں نئی بن جائیں گیں۔۔۔۔میرے لیے حیدر کی زندگی زیادہ اہمیت رکھتی تھی۔۔۔۔وہ زندہ ہیں اور مجھے کچھ نہیں چاہیے"۔۔۔۔۔

ثانیہ کی آنکھوں میں کرب ابھرا"تم لکی ہو تمہیں اتنا اچھا شوہر ملا۔۔۔۔ہر کوئی خوش قسمت نہیں ہوتا۔۔۔۔ تمھاری قسمت بہت اچھی ہے۔۔۔۔میں واپس ترکی جارہی ہوں۔۔۔۔آج شام میری فلائیٹ ہے۔۔۔۔۔اب اس ملک میں میرے لیے کچھ بھی نہیں رہا"۔۔۔۔۔۔

وہ کچھ پل خاموش ہوئی پھر دوبارہ بولی۔۔۔۔"تمھارا شوہر کہاں ہے؟"۔۔۔۔اس نے آس پاس دیکھ کر پوچھا۔۔۔۔"وہ دونوں باپ بیٹی سو رہیں ہیں"۔۔۔۔۔یہ سن ثانیہ کہ چہرے پر مایوسی چھائی۔۔۔۔۔"اچھا میں اس سے ایک آخری بار ملنا چاہتی تھی چلو کوئی بار نہیں۔۔۔۔۔اچھا پھر میں چلتی ہوں۔۔۔۔خدا تم دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے"۔۔۔۔۔۔۔

اتنا کہتے ساتھ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔۔۔

اور ماہی پر ایک آخری نظر ڈالتی ہوئی دروازے کی جانب چل دی۔۔۔۔۔

ماہی آگے بڑھی اور اس کے جانے کے بعد دروازہ بند کیا اور واپس کچن میں چلی گئی۔۔۔۔۔

وہ تھوڑا سا کسمسایا تو اسے محسوس ہوا اس کی کمر پر کوئی بوجھ تھا۔۔۔۔کچھ پل لگے اسے نیند سے بیدار ہونے میں اور پھر اسے احساس ہوا کہ اس کی بیٹی اس کی کمر پر لیٹی سو رہی ہے۔۔۔۔۔۔۔اسے اپنی بیٹی پر بے ساختہ پیار آیا۔۔۔۔۔۔

ارمان نے بہت احتیاط سے ایک ہاتھ سے اسے پکڑا اور بیڈ پر منتقل کیا۔۔۔۔۔پھر اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور بیڈ سے اٹھ گیا۔۔۔۔۔وہ گہری نیند سو رہی تھی۔۔۔۔۔

کچھ منٹوں بعد وہ فریش ہو کر گرے پینٹ پر بلیک شرٹ پہنے واش روم سے نکلا۔۔۔اور اپنی بیٹی پر ایک نظر ڈالتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔۔۔۔۔

وہ لاؤنج سے ہوتا ہوا کچن میں آیا۔۔۔وہ جانتا تھا ہیر یہیں ہو گی۔۔۔وہ اس کی طرف پشت کیے اس وقت یلو کلر کی شرٹ اور

پنک کیپری میں تھی۔۔۔۔بالوں کا جوڑا بنائے۔۔۔اپنے دھیان کام میں لگی تھی۔۔۔۔۔

ارمان نے ایک نظر اس کے بازو پر ڈالی اس کے بائیں بازو پر گولی لگی تھی۔۔۔۔۔ارمان کو غصہ آیا کیا ضرورت تھی درد میں کام کرنے کی۔۔۔۔۔

وہ قدم قدم چلتا اس کے قریب گیا اور اسے پیچھے سے اپنے حصار میں لیا۔۔۔۔اور ماہی کا ہاتھ رک گیا۔۔۔ارمان کے لمس سے وہ مسکرائی۔۔۔۔اندر تک جیسے تمانیت بھر گئی ہو۔۔۔"ابھی تک تمھارے بازو کا زخم ٹھیک نہیں ہوا کیا ضرورت تھی کچن میں کام کرنے

کی سکون سے ریسٹ نہیں کر سکتی تھی"۔۔۔۔اس کے لہجے میں دھیمہ ساغصہ بھی شامل تھا۔۔۔۔

وہ اس کی اپنے لیے کیئر پر مسکرائی۔۔۔۔"اب میں ٹھیک ہوں حیدر آپ دونوں میرے پاس ہیں نا بس میری طاقت واپس آگئی ہے یہ زخم اب تکلیف نہیں دیتا"۔۔۔۔۔ارمان نے اس کی بات پر ہونٹوں کو گول شیپ دی جیسے اسے سراہ رہا ہو۔۔۔۔"اچھا تو ایسی بات ہے"۔۔۔۔یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔۔۔۔۔

اس کی پشت ارمان کے سینے سے لگی تھی۔۔۔۔اور ارمان کی آنکھوں میں جنون اور دیوانگی ابھرنے لگی۔۔۔۔وہ کہاں اپنی ہیر سے دور رہ سکتا تھا۔۔۔۔۔تین سالوں کی دوری اس کے کیے صدیوں برابر

تھی۔۔۔۔وہ اچانک سے اس کی گردن پر جھکا اور اپنی شدتیں اس کی گردن پر نچھاور کرنے لگا۔۔۔۔۔

ماہی نے آنکھیں بند کر کے اس کا لمس کو اپنے اندر سکون کی طرح محسوس کیا۔۔۔۔۔اس کی پکڑ ارمان کے بازو پر سخت ہوئی اور اس نے اپنا وزن ارمان کے سینے پر ڈال دیا۔۔۔۔وہ اس کی قربت میں اپنے قدموں پر کھڑی نہیں ہو سکتی تھی۔۔۔۔۔

اسے اپنی گردن پر ارمان کے لبوں کا لمس سرکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔۔۔

ارمان نے ایک جھٹکے میں اس کا رخ اپنی طرف موڑا اور اس کو کمر سے پکڑ کر اپنی قید میں لیا۔۔۔اور اس کا ایک ہاتھ اپنے گلے میں ڈالا اور

دوسرا اپنی کمر پر رکھا۔۔۔۔۔اور اس کے ہونٹوں پر جھک گیا۔۔۔۔۔ماہی نے ارمان کے کالر کو گردن سے مٹھی میں دبوچا۔۔۔۔۔۔

اس کی شدت آہستہ آہستہ بڑھنے لگی۔۔۔۔اور ماہی کی پکڑ بھی مظبوط ہونے لگی۔۔۔۔وہ اپنے تین سالوں کی پیاس بجھانے لگا۔۔۔۔۔اور اپنے اندر لگی آگ کو پر سکون کرنے لگا۔۔۔۔۔۔ماہی کو اس کے لمس نے تکلیف نہیں دی۔۔۔۔ مگر اسے سانس لینے میں دشواری ہونے لگی۔۔۔

ارمان نے اسے شلیف سے پن کیا اور اس کے ہونٹوں پر اپنی شدت بڑھا گیا۔۔اس کی دیوانگی بڑھنے لگی۔۔۔۔۔وہ مدہوش ہونے

لگا۔۔۔ماہی نے سانس لینے کی کوشش کی مگر لے نا پائی۔۔۔اس نے ارمان کے سر کے بال اپنی مٹھی میں لیے اور اس کی سانسوں سے اپنے اندر سانس کھینچنے لگی۔۔۔۔

کیونکہ وہ جان گئی تھی ارمان کا اسے سانسیں دینے کا کوئی ارادہ نا تھا۔۔۔ماہی نے بہت مشکل سے اپنی سانس کو بحال کیا۔۔۔۔کافی دیر بعد وہ اپنی دیوانگی پر قابو پاتے ہوئے پیچھے ہوا۔۔۔۔اور اس کے گلے پر جھک گیا۔۔۔ماہی اس کی خوشبو کے حصار میں بہت بری طرح جکڑ گئی تھی۔۔۔۔۔

اس کی پکڑ ارمان کی کمر پر سخت ہو رہی تھی۔۔۔۔اور ارمان کا جنون بڑھ رہا تھا۔۔۔جو ماہی کی نازک جان برداشت نہیں کر سکتی

تھی۔۔۔اس کا گلا پور پور ارمان کے لمس سے بھیگ کر مہک اٹھا۔۔۔۔۔۔۔

اچانک زرین کے رونے کی آواز آئی تو فوراً ہڑ بڑا کر ہوش میں آیا اور کمرے کی طرف بھاگا۔۔۔۔۔اور ماہی شلف پر جھکی اپنا سانس ٹھیک کرنے لگی۔۔۔۔۔

وہ کمرے میں آیا تو زرین بیڈ پر بیٹھی رو رہی تھی۔۔۔۔"کیا ہوا بابا کی جان"۔۔۔وہ اسے اپنی باہوں کے حلقے میں لیتا بولا۔۔۔۔"اپ مجھے کیلا شول دئے۔۔۔۔مے ڈل دئی دی۔۔۔داجابی بند تل دیا دا"۔۔(آپ مجھے اکیلا چھوڑ گئے۔۔۔میں ڈر گئی تھی۔۔۔دروازہ بھی بند کر دیا تھا)۔۔۔وہ اس کے سینے سے لگی روتے ہوئے بولی۔۔۔۔۔

ارمان نے اس کو کس کر اپنے سینے سے لگالیا۔۔۔۔۔"سوری میری جان بابا غلطی سے بند کر گئے تھے۔۔۔اور ڈرتے نہیں ہیں آپ کی بابا کی اسٹرونگ بیٹی ہونا"۔۔۔۔۔وہ یہ بات سن کر رونا بھول ارمان کو حیرانی سے دیکھنے لگی۔۔۔"اں مے شٹوندااوں"۔۔۔(ہاں میں اسٹرونگ ہوں)۔۔۔۔۔

ارمان اسے لیے کمرے سے نکلا۔۔۔"بلکل بابا کی شہزادی بہت بہادر ہے"۔۔۔یہ بات سن کر زرین کھلکھلا کر ہنس پڑی۔۔۔۔

وہ اسے لیے لاؤنج کے صوفے پر بیٹھ گیا ماہی اپنا کام ختم کرتی لاؤنج میں آئی۔۔۔"پلنشش"...(پرنسس)۔۔۔ارمان

مسکرایا۔۔۔ماہی نے اسے اپنی گود میں اٹھالیااور اسے لیے کمرے میں چل دی۔۔۔۔

کچھ دیر بعد ماہی نے اسے نہلا کر کپڑے پہنائے اور اسے لیے باہر آئی۔۔۔۔جہاں ارمان ٹیبل پر کھانا لگا چکا تھا۔۔۔۔۔

وہ ارمان کو دیکھ اس کی طرف جانے کے لیے مچلی تو ارمان نے فورا آگر بڑھ کر اسے اپنے ہاتھوں میں لیا اور کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔۔۔۔۔۔

وہ دونوں کھانا کھا رہے تھے اور ارمان اپنے ہاتھوں سے چھوٹے چھوٹے نوالے بنا کر اپنی بیٹی کو کھلا رہا تھا۔۔۔۔آج اس کی زندگی مکمل ہو گئی تھی۔۔۔۔اچانک سے ماہی کو یاد آیا۔۔۔۔"حیدر ثانیہ آئی تھی۔۔۔وہ آج شام کی فلائٹ سے واپس جا رہی ہے ایک بار آپ

سے ملنا چاہتی ہے آپ سو رہے تھے۔۔۔ایک بار اس سے مل لیجے گا۔۔۔پھر تو وہ ویسے ہی چلی جائے گی"۔۔۔۔۔

یہ بات سن کر ارمان نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔۔۔۔"اچھا ٹھیک ہے میں اسے الوداع کر آؤں گا"۔۔۔۔ماہی ہلکا سا مسکرائی اور اپنے کھانے کی طرف متوجہ ہو گئی۔۔۔۔۔مگر ارمان کا دھیان اب کھانے سے ہٹ کر کہیں اور ہی پہنچ گیا تھا۔۔۔۔۔

اختتام

شام کے چار بجنے والے تھے۔۔۔وہ اپنی پیکنگ مکمل کر چکی تھی۔۔۔۔
اس کا اب اس ملک میں کوئی کام نہیں بچا تھا۔۔۔اب اسے واپس جانا تھا
ہمیشہ کے لیے۔۔۔۔

اس ملک نے ہمیشہ اسے تکلیف دی تھی۔۔۔وہ جب جب یہاں آئی کسی
نا کسی اپنے کو کھوتی گئی۔۔۔۔سب سے پہلے اس نے اپنا باپ کھویا پھر
ماں اور اس کے بعد اپنا شوہر۔۔۔۔مگر اس بار اسے لگ رہا تھا۔۔۔وہ
خود کو کھو کر جا رہی ہو۔۔۔۔۔یہ محبت بھی کتنی کمبخت چیز ہوتی
ہے۔۔۔۔کسی سے بھی اور کبھی بھی ہو جاتی تھی۔۔۔۔اور ایک
لاحاصل شخص سے محبت انسان کو اندر سے کھا جاتی ہے۔۔۔۔۔

وہ اس وقت لاؤنج کے صوفے پر بیٹھی مختلف سوچوں کا شکار تھی۔۔۔۔ڈور بیل بجی تو اپنی سوچوں سے باہر نکلی۔۔۔۔دروازہ کھولا تو سامنے ارمان کھڑا تھا۔۔۔ثانیہ سائیڈ ہو گئی۔۔۔۔وہ اندر داخل ہو گیا۔۔۔۔

دونوں لاؤنج کے صوفوں پر آکر بیٹھ گئے۔۔۔۔"تم مجھ سے ملنا چاہتی تھی!"۔۔۔۔ارمان کی بات سن ثانیہ نے زخمی آنکھوں سے اسے دیکھا۔۔۔۔"ہاں مجھے تم سے ایک سوال پوچھنا تھا کہ تم نے میرے سامنے اتنا ڈرامہ کیوں کیا۔۔۔جب وہ تمھاری بیوی تھی تو مجھ سے چھپانے والی کیا بات تھی"۔۔۔۔اس کے لہجے میں شکوہ تھا۔۔۔۔"ہمارا ایسا کوئی تعلق نہیں تھا کہ میں تمہیں اپنی پرسنل لائف کا بتاتا دوسری بات ہمارے درمیان صرف ایک ساتھ کام کرنا

تہہ ہوا تھا۔۔۔۔ہم اپنی پرسنل لائف میں کیا کرتے ہیں اس کے کیے آزاد تھے۔۔اب وہ کام ختم اور ساتھ بھی"۔۔۔۔ارمان سرد لہجے میں بولا۔۔۔۔

ثانیہ نے اسے تکلیف سے دیکھا۔۔۔۔"تمہیں چھپانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟"۔۔۔۔ارمان مسکرایا۔۔۔"کیا تم نے مجھ سے کچھ نہیں چھپایا ثانیہ ملک؟"۔۔۔۔اور ثانیہ ساکت رہ گئی۔۔۔۔

وہ فوراً سیدھی ہو کر بیٹھی آنکھوں میں حیرت تھی۔۔۔۔"تمہیں۔۔۔کیسے؟..."اس سے زیادہ وہ کچھ بول نا پائی۔۔۔۔"میں نے تمھارے بارے میں سب کچھ جاننے کے بعد ہی تم سے ہاتھ ملایا تھا۔۔۔تم شیز املک کی بہن اور اکرام ملک کی بیٹی ہو

یہ جاننے کے بعد میں اپنی بیوی کو تم سے چھپا کر رکھنا چاہتا تھا۔۔۔۔
تمھارا کیا پتہ تم دونوں بہنیں کوئی ڈیل کر لیتی اور میری کمزوری پر وار کرتی۔۔۔۔اس لیے میں نے تمھارے سامنے اسے خود سے دور جھٹک دیا۔۔۔۔مجھے اپنی بیوی کا تحفظ زیادہ عزیز تھا۔۔۔۔۔اس کے لیے اگر مجھے اسے تکلیف دے کر خود سے دور کرنا پڑتا تو مجھے کوئی حرج نہیں لگا"۔۔۔۔ارمان سکون سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔۔۔۔۔

کافی دیر کے بعد ثانیہ نے اپنی حیرت پر قابو پایا۔۔۔۔"تم میرے بارے میں کتنا غلط سوچتے تھے۔۔۔ مسٹر ارمان۔۔۔۔وہ رشتے میں میری بہن ضرور تھی۔۔۔ مگر وہ میری تکلیفوں کا سبب تھی۔۔۔۔اس کی وجہ سے میں ساری زندگی اپنے باپ کے سائے سے دور رہی۔۔۔۔۔میرا باپ کو میری ماں سے محبت ہو گئی اس لیے اس نے

شادی کرلی۔۔۔مگر میری ماں غریب عورت تھی۔۔۔اور اکرام ملک کو پیسا چاہیے تھا۔۔۔شیز املک کی ماں بہت امیر عورت تھی۔۔۔میرے باپ نے اس کے ساتھ افئیر چلایا۔۔۔۔پھر اس عورت کے میرے باپ کے ساتھ تعلقات بن گئے۔۔۔وہ میرے باپ سے شادی کرنے کے لیے بے تاب ہونے لگی۔۔۔کیونکہ اسے اپنے گناہوں کی کلنک کو چھپانا تھا۔۔۔اس کے لیے وہ ساری جائیداد میرے باپ کے نام کرنے پر تیار ہو گئی۔۔۔اور میرے باپ کو یہی تو چاہیے تھا اس نے اس عورت سے شادی کرلی۔۔۔اور اپنی زندگی میں میں آئی۔۔۔میرے باپ نے خوش ہو گیا۔۔۔میری ماں اس ملک اس سے ہر رشتہ ختم کر لیا اور مجھے اپنانے سے انکار کر دیا یہ بھی کہہ دیا کہ میں اس کی اولاد ہوں ہی نہیں۔۔۔۔کیا تم جانتے ہو کچھ ماہ کی بچی کو اس کے باپ نے اپنے سائے سے محروم کر دیا۔۔وہ تکلیف کیسی ہوتی

ہے۔۔۔۔وہ اس عورت اور اپنی اس ناجائز بیٹی شیز املک دونوں کا ہو گیا۔۔۔۔۔میری ماں واپس چلی گئی۔اور اس شخص کے غم میں مر گئی۔۔۔۔میں تنہا رہ گئی۔۔۔۔میں نے اپنے باپ کا لمس تک محسوس نہیں کیا۔۔۔۔صرف اور صرف اس شیز املک کی وجہ سے۔۔۔۔

میرے باپ نے مجھے جائز ہوتے ہوئے بھی نہیں اپنایا اور اسے اپنا لیا۔۔۔۔کیونکہ وہ صرف اس کے لیے خزانے کی چابی تھی۔۔۔۔۔

میں بڑی ہوتی گئی۔۔۔اور اس کے ساتھ شیز املک سے میری نفرت بھی بڑھتی گئی۔مجھے میرے باپ نے اپنا نام تک نہیں دیا۔۔۔۔۔مجھے صرف اس عورت سے بدلہ لینا تھا۔۔۔جس نے میرے حق پر ڈاکا ڈالا سے ہاتھ ملالوں گی۔۔۔۔وہ میری زندگی کی اور تمہیں یہ لگا میں اس ولن تھی حارث"۔۔۔۔۔۔آنسو اس کی آنکھوں سے بہہ کر گالوں پر پھسل رہے تھے۔۔۔۔۔۔

ارمان نے کچھ افسوس سے اسے دیکھا۔۔۔۔"ہاں وہ میری کہانی کی بھی ولن تھی۔۔۔اس کا انجام ہونا ہی تھا۔۔۔ولن کے انجام کے بعد ہی تو کہانی اپنے اختتام کو پہنچتی ہے۔۔۔۔اس کی وجہ سے سب شروع ہوا تھا۔۔۔اس نے بہت ساری تکلیفیں دیں تھیں۔۔مجھے میری بیوی اور پھر میری بیٹی کو بھی"۔۔۔ارمان غصے سے ٹھنڈے لہجے میں بولا۔۔

کچھ پل وہ روتی رہی پھر دوبارہ بولی۔۔۔"مجھے مردوں سے خوف آنے لگا۔۔۔میرے لیے سب مرد ایک جیسے دھوکے باز تھے۔۔۔۔ مگر پھر میری زندگی میں وہ آیا۔۔۔اس نے کہا اسے مجھ سے محبت ہے۔۔۔وہ میرا سہارا بنے گا۔۔۔وہ بھی تمھاری طرح وطن کا محافظ

تھا۔۔۔۔اور اس مشن پر کام کرنے والا ایک سپاہی۔۔۔۔ مگر مجھے یقین نا آیا۔۔۔۔مجھے کسی بھی مرد پر یقین آ ہی نہیں سکتا تھا۔۔۔۔۔پھر ایک دن اس نے میری جان اور عزت کی حفاظت کی۔۔۔۔۔مجھے تباہ ہونے سے بچایا۔۔۔اور میں مکمل ٹوٹ گئی۔۔۔۔پھر مجھے محسوس ہوا۔۔۔میں اکیلی نہیں رہ سکتی۔۔۔۔اس نے شادی کے لیے پرپوز کیا۔۔۔میں نے کرلی۔۔۔۔وہ اچھا انسان تھا۔۔۔۔ مگر مجھے اس سے کوئی دھواں دار قسم کی محبت نا ہو سکی۔۔۔۔میرا محبت سے اعتبار اٹھ چکا تھا۔۔۔۔ جن بچوں نے بچپن میں اپنے ماں باپ کو ایک بروکن ریلیشن پاتے۔۔۔۔۔ان کا خوف ان میں دیکھا ہو وہ بچے کبھی ریلیشن نہیں بنا کو ہانٹ کرنے لگتا ہے۔۔۔۔۔ مگر ایک دن وہ مر گیا۔۔۔۔۔مجھے لگا میں دوبارہ اکیلی رہ گئی۔۔۔۔پھر میں بہادر بننے لگی۔۔۔۔میں نے چھان مارا وہ سارا راز اور جان گئی کہ اسے کس نے مارا تھا۔۔۔۔۔مجھے

بدلہ لینا تھا۔۔۔۔اس لیے میں نے سوچ لیا میں اس گینگ کو ہی ختم کر دوں گی جس کے لوگوں نے مجھ سے میرا سہارا چھین لیا۔۔۔۔پھر تم ملے۔۔۔۔ مگر تم سے ملنے بعد میں خود کو کھونے لگی۔۔۔۔۔مجھے لوگوں کو تمھاری بیوی کہہ کر تعارف کروانا اچھا لگنے لگا۔۔۔۔۔میں تمھارے اندر کہیں کھونے لگی حارث۔۔۔وہ ایک ایلویژن تھا حارث اور میں اسے حقیقت ماننے لگی۔۔۔۔۔تم کب میرے دل میں اترے میں جان نا سکی۔۔۔۔میں تمہیں اپنا سمجھ کر ہر حق جتانے لگی۔۔۔۔ میں محبت سے بھاگنے والی لڑکی کو تم سے شدید محبت ہو گئی حارث"۔۔۔۔یہ کہتے ساتھ وہ دونوں ہاتھ اپنے ہونٹوں پر رکھے ہچکیوں سے رونے لگی۔۔۔۔

ارمان نے افسوس سے اس لڑکی کو دیکھا۔۔۔وہ صرف ہیر کا تھا۔۔۔

باقی لڑکیاں اس کے لیے مر بھی جائیں تو اسے کوئی پرواہ نہیں وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔۔۔۔

ثانیہ نے اپنے آنسو روکے اور پھر بولنا شروع ہوئی۔۔۔۔"جب اس لڑکی نے کہا وہ تمھاری بیوی ہے۔۔۔مجھے بہت تکلیف ہوئی۔۔۔۔میں بھول گئی تھی کہ تم میرے کچھ نہیں لگتے اور اس لڑکی نے میرے خواب کو توڑ کر مجھے حقیقت میں لا پٹکا۔۔۔۔وہ بہت خوش نصیب ہے۔۔۔۔میں جانتی ہوں تم صرف اس کے ہو۔۔۔تم اگر اسے دھوکا دیتے تو شاید مجھے یقین ہو جاتا کہ ہر مرد ایک جیسا ہوتا ہے۔۔۔مگر تم نے میری سوچ بدل دی۔۔۔۔۔ہر مرد ایک سا نہیں ہوتا۔۔۔کچھ تمھاری طرح اپنی بیوی کے وفادار بھی ہوتے ہیں۔بس اسی طرح ہمیشہ

اس کے وفادار رہنا۔۔۔میں جانتی ہوں یہاں غلط میری قسمت
تھی۔۔۔۔۔تم تو ایک لاحاصل شخص تھے۔۔۔۔اور پھر جن سے محبت
ہو جائے ان کی خوشی دیکھی جاتی ہے۔۔۔اسے پانے کی چاہ میں اس کے
پیچھے بھاگا نہیں کرتے۔۔۔۔۔تمھاری خوشی وہ ہے۔۔۔۔میری دعا
ہے تمھاری خوشی ہمیشہ سلامت رہے۔۔۔اور تم دونوں ہمیشہ ایک
ساتھ رہو۔۔۔۔۔تین گھنٹے بعد میری فلائٹ ہے۔۔۔میں چلی جاؤں
گی۔۔۔یہاں آنے سے ہر بار میرا دل ٹوٹتا ہے۔۔۔۔دوبارہ کبھی دل
تروانے نہیں آؤں گی۔۔۔۔اب تمہیں جانا چاہیے ارمان حیدر تمھاری
بیوی اور بیٹی تمھارا انتظار کر رہیں ہونگی"۔۔۔۔۔اتنا کہتے ساتھ اس نے
اپنے آنسو بے دردی سے رگڑ ڈالے اب وہ ارمان کو نہیں دیکھ رہی تھی
وہ چھت کو گھور رہی تھی۔۔۔۔۔

ارمان نے ایک گہری سانس لی اور اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔۔"محبت ایک لاحاصل شخص سے ہو جائے تو صرف دکھ دیتی ہے۔۔۔۔۔اگر محبت اس سے کرو جو بدلے میں آپ سے بھی محبت کرے تو شاید ایک ہونے کی کوئی امید بھی ہو۔۔۔میں دعا کروں گا کہ خدا تمھاری زندگی میں کوئی اچھا ہمسفر شامل کرے جو تمھارے دل سے ہر لاحاصل کی تکلیف کو ختم کر دے۔۔۔۔"ارمان نے اتنا کہتے ساتھ ایک آخری نظر اس پر ڈالی اور دروازہ پار کر گیا۔۔۔

پیچھے ثانیہ اذیت سے مسکرا اٹھی۔۔۔کچھ محبتوں کا اختتام صرف تکلیف دہ ہوتا ہے۔۔۔اور اب اسے یہ تکلیف ساری زندگی سہنی تھی۔۔۔سب کو اپنی اپنی محبت نہیں ملتی۔۔۔کوئی لاحاصل بھی رہ جاتا ہے۔۔۔۔

اور ثانیہ ملک کے کہانی کا اختتام صرف اکیلے رہ جانا تھا۔۔۔مگر اب وہ مظبوط ہو گئی تھی۔۔۔ہر کہانی کی ہیپی اینڈ نگ نہیں ہوتی۔۔۔کچھ کہانیوں کی صرف اینڈ نگ ہوتی ہے۔۔۔

اور پھر ثانیہ ملک ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پاکستان سے چلی گئی۔۔۔۔

دو ہفتے گزر گئے تھے۔۔۔اب ماہی کے ہاتھ کا زخم مکمل طور پر بھر چکا تھا۔۔۔سارے شہر کو ارمان کے زندہ ہونے کی خبر مل گئی

تھی۔۔۔۔کیونکہ ارمان نے پریس کانفرنس میں سب کو سارا سچ بیان کیا تھا۔۔۔۔۔

اس کے اپنے سب اس سے مل کر بہت خوش ہوئے۔۔۔۔۔پھپھو تو اپنے بیٹے کو دیکھ جی اٹھی تھیں۔۔۔۔

وہ دونوں اس وقت گاڑی میں بیٹھے گھر کی طرف روانہ تھے۔۔۔۔۔وہ آنکھیں بند کیے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھی تھی۔۔۔۔اور اس کا شوہر گاڑی چلا رہا تھا۔۔۔۔

اس نے آنکھیں بند کیں تو آج دن کا منظر اس کی آنکھوں کی سکرین پر چلا۔۔۔وہ دونوں آج چھٹی ہونے کی وجہ سے شاپنگ پر آئے جب مرحا نے ان تینوں کو دیکھا۔۔۔وہ تینوں ایک ساتھ کتنے خوش اور مکمل تھے۔۔۔۔۔

ایک وقت تھا جب مرحا کو اس سے محبت تھی۔۔۔۔ مگر پھر مرحا نے وہ محبت اپنے دل میں دفنا دی۔۔۔۔۔۔ارمان کی موت کے بعد سعد نے اسے پرپوز کیا تھا۔۔۔اور وہ اچھے سے جانتا تھا کہ مرحا کے دل میں کون ہے۔۔۔۔

اس نے صرف وفاداری مانگی محبت نہیں۔۔۔۔۔سعد کے خیال سے اس کی محبت دونوں کے کیے کافی تھی۔۔۔۔۔اس کے ماں باپ کو بھی

کوئی اعتراض نہیں ہوا۔۔۔اور اس کی شادی کر دی گئی۔۔۔۔۔ مگر سچ تو یہ تھا کہ وہ آج بھی دل کے کسی کونے میں دفن تھا۔۔۔۔

مرحا نے اپنے شوہر کی محبت قبول کر کے اس کی وفاداری چن لی۔۔۔۔یہی اس کی کہانی کا اختتام تھا۔۔۔۔اس کی قسمت میں محبت کرنے والا شوہر تھا۔۔۔وہ اس سے محبت کرتا تھا۔۔۔۔

ضروری نہیں کہ ہماری زندگی میں وہی شخص ہمارا ہو جسے ہم نے چاہا ہو۔۔۔۔ کبھی کبھی وہ شخص بھی ہمارا ہو جاتا ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے۔۔۔اور کیا پتہ جو آپ سے محبت کرے وہ زیادہ اچھا ہمسفر ثابت ہو جائے۔۔۔۔

وہ ہمیشہ سعد کی وفادار رہے گی۔۔۔۔اور ہو سکتا ہے آہستہ آہستہ اپنے دل کو اس سے محبت کرنے پر راضی بھی کر لے۔۔۔۔۔۔وہ اب اپنی زندگی میں پر سکون ہو گئی تھی۔۔۔۔۔اس کا اختتام بہتر نا سہی اچھا تو ہو گیا تھا۔۔۔۔۔

رات اپنے پنکھ پھیلائے ہوئے تھی۔۔۔۔

جب وہ گھر میں داخل ہوا تو اسی وقت ہیر کمرے سے نکلی اس کے ہاتھ میں زرین کا خالی فیڈر تھا۔۔۔۔۔

وہ اسے کچن میں رکھنے جا رہی تھی۔۔۔۔ارمان دروازہ بند کرتا ہوا اس کے پیچھے ہی کچن میں آ گیا۔۔۔۔۔

اور اس کے پاس کھڑا ہو گیا۔۔۔وہ ہمیشہ کی طرح آج بھی بلیک کلر کے نائٹ ڈریس میں تھی۔اور ارمان کو اس ڈریس میں وہ کوئی چھوٹی سی باربی ڈول ہی لگتی تھی۔۔۔۔۔

ماہی نے فیڈر دھو کر اس کی جگہ پر رکھا اور واپس مڑی تو سامنے ارمان کھڑا تھا۔۔۔۔جو اسے محبت سے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔۔۔

ارمان نے ہاتھ پھیلایا۔۔۔تو ماہی نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔۔۔۔اور دوسرے ہی پل ارمان نے اسے اپنی جانب کھینچا تو وہ اس

کے کشادہ سینے سے آ ٹکرائی۔۔۔۔ارمان نے اس کی کمر کے گرد حصار باندھا اور اس کے چہرے کے ایک ایک نقش کو دیکھنے لگا۔۔۔۔۔۔

آنکھوں میں ہمیشہ کی طرح عشق اور جنون کی آگ تھی۔۔۔۔۔۔ارمان نے اپنے سلگتے لب اس کی پیشانی پر رکھے۔۔۔ ماہی نے ہمیشہ کی طرح آنکھیں بند کر کے اس کے لمس کو اپنے اندر اترتا محسوس کیا۔۔۔۔۔

وہ ارمان کے اسٹرونگ پرفیوم کی خوشبو کے حصار میں جکڑ گئی تھی۔۔۔۔۔۔۔"زرین سو گئی؟"۔۔۔۔۔اسے اپنے کان میں سرگوشی سنائی دی۔۔۔۔۔۔۔ماہی نے آنکھیں کھولیں۔۔۔۔تو ارمان

کی خمار آنکھوں سے نظریں ٹکرائیں۔۔۔ماہی نے اثبات میں سر ہلایا۔۔۔۔۔۔

ارمان کھل کر مسکرایا۔۔۔۔"مطب اب تم فری ہو"۔۔۔۔اتنا کہتے ساتھ ارمان نے اسے بناسوچنے سمجھنے کا موقع دیے اپنی باہوں میں برائیڈل سٹائل میں اٹھالیا۔۔۔۔

ماہی کے لیے یہ غیر متوقع تھا۔۔۔اسنے فوراً ارمان کی کالر کو مظبوطی سے پکڑ کر اپنی باہیں اس کے گلے میں ڈالیں۔۔۔۔۔۔

ارمان اسے لے کر دوسرے کمرے میں آگیا۔۔۔۔"حیدر کیا کر رہیں ہیں زرین اکیلی ہے وہ ڈر..."۔۔۔۔ارمان نے اسے بیڈ پر لٹایا اور اس

کے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش کروادیا۔۔۔۔۔"فکر مت کرو ہم صرف دوسرے کمرے میں ہیں اس سے زیادہ دور نہیں۔۔۔۔اسے سکون سے سونے دو وہ ڈسٹرب ہو جائے گی۔۔۔فل حال مجھ پر فوکس کرو"۔۔۔۔

ماہی خاموش ہو گئی۔۔۔ارمان کی آنکھوں میں جنون اور دیوانگی کا خمار دیکھ وہ کچھ کہنے کے قابل نا ہو سکی۔وہ اس کے ارادے سمجھ گئی تھی۔۔۔ارمان تھوڑا سا پیچھے ہوا۔۔۔۔اپنی شرٹ کے بٹن کھول کر اس نے شرٹ کو اتار پھینکا اور ماہی پر سایہ فگن ہو گیا۔۔۔۔

وہ ماہی کے چہرے پر جھکا اپنی شدت اس کے چہرے پر نچھاور کرنے لگا۔۔۔۔ماہی نے زور سے آنکھیں میچ لیں۔۔۔۔وہ اپنے چہرے

کے ایک ایک نقش پر ارمان کے لبوں کا لمس محسوس کر سکتی تھی۔۔۔۔۔ارمان اس کی بند آنکھیں دیکھ دل کھول کر مسکرایا۔۔۔وہ ہمیشہ ایسے ہی کرتی تھی۔۔۔۔۔

اس کے لمس کو آنکھیں بند کر کے محسوس کرتی تھی۔۔۔۔۔ارمان کی منمانیاں بڑھنے لگیں۔۔۔۔وہ اس کے گلے پر جھک گیا۔۔۔۔۔ماہی نے زور سے ارمان کے بازو کو پکڑا۔۔۔۔۔

کمرے میں صرف نائٹ بلب چل رہا تھا۔۔۔۔ماہی کی سانسیں اتھل پتھل ہونے لگیں۔۔۔۔وہ ارمان کے حصار میں بے حال ہو جاتی تھی۔۔۔۔کمرے میں اس کی سانسوں کا مدھم سا ساز اور خوابناک ماحول تھا۔۔۔

کچھ دیر بعد ماہی کے کانوں میں سرگوشی نما آواز آئی۔۔۔۔"میں آج پورے ہوش وحواس میں تمہیں محسوس کرنا چاہتا ہوں پچھلی بار کی طرح زبردستی نہیں۔۔۔۔کیا اجازت ہے"؟۔۔۔۔وہ اس سے اجازت مانگ رہا تھا۔۔۔اس بات نے ماہی کی آنکھوں میں نمی بھر دی۔۔۔۔۔

ماہی نے آنکھیں کھولیں تو دونوں کی نظریں ملیں۔ارمان کی آنکھوں میں عشق کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔۔۔ماہی ان آنکھوں میں اس سے زیادہ نہیں دیکھ سکتی تھی اس نے اپنی پلکوں کی جھالر گرادی اور حیدر دل کھول کر مسکرایا۔۔۔۔۔

ارمان کا چہرہ اس کے چہرے کے بہت قریب تھا کہ دونوں کی سانسیں ایک دوسرے کے چہرے پر پڑھ رہی تھیں۔۔۔۔۔ارمان نے اپنی ناک ماہی کی ناک سے مس کی۔۔۔۔"مطلب تم مجھے اجازت دے رہی ہو"۔۔۔۔۔وہ نمایاں ہوتے ڈمپل کے ساتھ بولا۔۔۔۔ماہی کچھ بول نا سکی۔۔۔بس اس کے سینے میں چہرہ چھپا دیا۔۔۔۔ارمان اس کی حرکت پر قہقا لگا اٹھا۔۔۔۔۔

ارمان نے اس کا چہرہ سامنے کیا اور اس کے لبوں پر جھک گیا۔۔۔ارمان اس کے وجود پر مکمل طور پر قابض ہو گیا۔۔۔۔۔ماہی دوبارہ آنکھیں بند کر گئی۔۔۔۔۔کچھ دیر بعد اسے اپنی شرٹ کے بٹن کھلتے محسوس ہوئے اور اس کے بعد شرٹ کندھوں سے سرکتی محسوس ہوئی۔۔۔۔۔پھر

ارمان کا لمس اور اس کے بعد ارمان کے ہاتھ اس کے گلے سے نیچے سفر کرنے لگے۔۔۔۔۔

ارمان اسے ہر پرے سے آزاد کرتا اس کے وجود پر اپنا وزن ڈالتا اس کے دونوں ہاتھ بیڈ سے پن کر گیا۔۔۔۔دوسرے ہاتھ سے اس نے بلینکٹ کھینچا اور دونوں کو اس میں چھپا گیا۔۔۔۔۔ماہی نے خود کو اپنے شوہر کے حوالے کر دیا۔۔۔۔۔

اس کی آنکھوں سے دو موتی ٹوٹ کر نکلے اور تکیے میں جذب ہو گئے۔۔۔۔۔وہ بے حال ہو گئی۔۔۔۔وہ آج بھی ارمان کی قربت برداشت نہیں کر سکتی تھی۔۔۔

رات بھر ارمان اس کے کانوں میں محبت بھری سرگوشیاں کرتا رہا۔۔۔۔۔اور پھر صبح کے قریب جا کر وہ اس کی حالت پر ترس کھاتا اسے آزاد کر گیا۔۔۔۔اس کی آنکھیں مزید کھلنے سے انکاری ہو گئیں۔۔۔۔وہ صرف سونا چاہتی تھی۔۔۔۔۔۔اور پھر ارمان نے اس کی دونوں آنکھوں پر اپنے لب رکھے اور اسے اپنے حصار میں لے کر اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔۔۔۔۔وہ اس کر سینے پر سر رکھ کر سو گئی۔۔۔۔ارمان بھی آنکھیں بند کر گیا۔۔۔۔۔۔

نئے دن کی روشنی ہر طرف پھوٹ چکی تھی۔۔۔۔اس کی آنکھ کسی آواز سے کھلی۔۔۔۔۔۔اس نے دماغ کو بیدار کیا۔۔۔۔پھر ایک نظر اپنی

متاع جان کو دیکھا جو اس کی گرے شرٹ میں اسی کے سینے پر سر رکھے۔۔۔۔اپنے نازک ہاتھوں سے اس کے گرد حصار بنائے گہری نیند سو رہی تھی۔۔۔۔

ارمان کو باہر سے زرین کے رونے کی آواز آ رہی تھی۔۔۔۔ارمان نے ماہی کو بیڈ پر منتقل کیا۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ ماہی کی نیند خراب ہو۔۔اس کی پیشانی پر بوسہ دیتا ہوا اٹھا۔۔۔اور اس کے گرد بلیکنٹ ٹھیک کرتا ہوا کمرے سے باہر نکلا۔۔۔۔۔

وہ دوسرے کمرے میں آیا تو وہ بیڈ پر بیٹھی رو رہی تھی۔۔۔۔وہ اکیلی نہیں رہ سکتی تھی۔۔۔اگر کوئی اس کے آس پاس نا ہوتا تو وہ رونے لگ جاتی تھی۔۔۔ارمان کو دیکھ اس سے لپٹ گئی۔۔۔۔۔"کاں چلے

دے دے مجے شول کل"۔۔(کہاں چلے گئے تھے مجھے چھوڑ کر)۔۔۔۔۔وہ خفگی سے بولی۔۔۔۔۔۔"کہیں نہیں بابا کی جان کمرے سے باہر تھا بس"۔۔۔۔۔۔

ارمان اس سے باتیں کرتا ساتھ لیے کچن میں آگیا۔۔۔۔اس کا فیڈر بنا کر واپس کمرے میں آیا اور اسے بیڈ پر لٹا کر فیڈر اس کے ہاتھوں میں دے دیا۔۔۔۔وہ فیڈر پیتے پیتے ہی دوبارہ سو گئی۔۔۔۔ارمان فریش ہونے چلا گیا۔۔۔۔۔۔

فریش ہونے کے بعد وہ واپس کمرے میں آیا۔۔۔۔زرین کے پاس لیٹا اور پھر وہ بھی دوبارہ سو گیا۔۔۔۔۔

دوپہر کے وقت ماہی کی آنکھ کھلی۔۔۔۔۔وہ پر سکون ہو کر سوئی تھی۔۔۔۔دماغ کو بیدار کیا۔۔۔۔اور اس کی نظر سارے کمرے میں گھومی۔۔۔۔۔کمرے میں نائٹ بلب کی ہلکی سی روشنی تھی۔۔۔۔۔

اس نے گھڑی کی طرف دیکھا اور فوراً بلیکنٹ پھینکتی ہوئی اٹھی۔۔۔۔وہ اتنی دیر تک سوتی رہی اسے پتہ ہی نا چلا۔۔۔۔۔۔

وہ جیسے ہی دوسرے کمرے میں آئی تو نظر ان دونوں پر گئی وہ باپ بیٹی سو رہے تھے۔۔۔۔ماہی مسکراتی ہوئی واش روم میں چلی گئی۔۔۔۔۔۔

آدھے گھنٹے بعد فریش ہو کر باہر نکلی تو زرین ارمان کے اوپر چڑھ کر بیٹھی تھی۔۔۔۔۔"اٹونا بابا"۔۔۔۔۔(اٹھونا بابا)۔۔۔۔۔ارمان نے اپنی مندی مندی آنکھیں کھولیں۔۔۔۔اور اس پکڑ کر اپنے سینے سے لگا لیا وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔۔۔۔ماہی ان دونوں کو مسکرا کر دیکھتی ہوئی ڈریسنگ ٹیبل پر بیٹھ گئی اور اپنے بال ڈرائیر سے خشک کرنے لگی۔۔۔۔۔۔

ارمان اسے گدگدی کر رہا تھا اور سارے کمرے میں اس ننھی سی جان کی قہقہاریاں گونج رہیں تھیں۔۔۔۔۔

ماہی کمرے سے باہر نکلی اور کچن میں ناشتہ بنانے چلی گئی۔۔۔۔۔

ارمان بھی اسے لیے اٹھا اور کمرے سے باہر لاؤنج میں بیٹھ گیا۔۔۔۔۔

اب وہ اپنی توتلی زبان میں ارمان سے باتیں کر رہی تھی۔۔۔۔۔

ارمان نے چہرہ موڑ کر ایک نظر ہیر کو دیکھا جو مسکرا کر کام کر رہی تھی۔۔۔۔۔ پیرٹ کلر کی شرٹ کے ساتھ ریڈ کلر کی کیپری میں وہ خوبصورت لگ رہی تھی۔۔۔۔۔ پرنٹڈ دوپٹہ گلے میں جھول رہا تھا۔۔۔۔۔

ارمان اسے دیکھ دل کھول کر مسکرایا۔۔۔۔۔

دیکھتے ہی دیکھتے دو ماہ گزر گئے۔ماہیر اور ارمان کی زندگی میں خوشیاں واپس آگئی تھیں۔ارمان کا پروموشن ہو گیا تھا اب وہ اس شہر کا ڈی ایس پی بن گیا تھا۔۔۔آج انوشہ کے بیٹے کی سالگرہ تھی وہ 3 سال کا ہو گیا تھا۔۔۔۔۔

یہ منظر رات کے وقت جمال ولا کے گارڈن کا ہے جہاں پر بہت خوبصورت سجاوٹ کی گئی تھی۔۔۔۔۔۔بزنس مین وہاج جمال کے بیٹے کی سالگرہ تھی اس لیے کافی مہمان آئے ہوئے تھے۔۔۔۔۔۔ہر طرف شور و گل اور باتوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔۔۔۔۔۔۔

گیٹ پر ہارن ہوا۔۔۔۔گارڈز نے گیٹ کھولا ان کی گاڑی اندر داخل ہو گئی۔۔۔۔۔۔

ارمان نے گاڑی پورچ میں پارک کی اور وہ تینوں گاڑی سے اترے۔۔۔۔۔۔ماہی بلیک کلر کی بہت خوبصورت فراک میں تھی۔۔۔۔۔۔ساتھ میچنگ کلر سے حجاب کیے۔۔۔۔۔دوپٹہ کندھوں پر ڈالے وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔۔۔۔۔۔ارمان بلیک کلر کے تھری پیس سوٹ میں ملبوس تھا۔۔۔۔۔اور زرین بھی بلیک کلر کی فراک میں باربی ڈول لگ رہی تھی۔۔۔۔۔۔ان تینوں نے ٹوینگ کی تھی۔۔۔۔

وہ تینوں ساتھ چلتے ہوئے گارڈن کی طرف آئے۔۔۔۔۔۔ہر ایک کی نظر ان تینوں پڑ گئی وہ تینوں ایک ساتھ مکمل اور خوبصورت لگ رہے تھے کہ سب نے ان کی نظر اتاری۔۔۔۔۔۔انوشہ اور پھپھو تو محبت سے ان تینوں کو دیکھ رہیں تھیں۔۔۔۔۔۔۔

جبران ہاشمی نے اس لڑکی کے چہرے پر زندگی کے تمام رنگ پھوٹتے دیکھے۔۔۔۔۔اسے بے ساختہ اس شخص کی قسمت پر رشک آیا۔۔۔۔۔وہ بہت خوش قسمت تھا جس کی قسمت میں اتنی اچھی عورت لکھ دی گئی تھی۔۔۔۔۔

آج فائزہ بھی اپنی ماں کے ساتھ کراچی آئی تھی اور جمال ولا میں موجود تھی۔۔۔۔۔وہ بہت بدل گئی تھی۔۔۔۔۔اب پردہ کرنا شروع کر دیا تھا۔۔۔۔اس وقت میں ایک اور چیز ہوئی کہ رمشہ نے خود کشی کر لی۔۔۔۔وہ کسی سے محبت کرتی تھی مگر وہ لڑکا کسی اور کو چاہتا تھا۔۔۔۔

رمشہ خود کو ٹھکرائے جانا برداشت نا کر پائی اور خود کشی کر لی۔۔۔۔۔یہ اس کا غرور اور تکبر تھا۔۔۔۔۔جب ہار برداشت نا ہوئی تو اپنی جان لے لی۔۔۔۔۔۔زینب بھی اپنی مرضی سے خود ہی شادی کر کے حویلی سے چلی گئی۔۔۔۔

ابراج تایا اور تائی کو ان کے تینوں بچوں نے چھوڑ دیا۔۔۔۔جن بچوں کی خاطر انہوں نے اتنا سب کیا وہ سب ان کو اکیلا چھوڑ گئے۔۔۔۔اب صرف ولید اور آرزو تھے جو ان کا خیال رکھتے تھے۔۔۔۔۔وہ روز پچھتاوے کی موت مرتے مگر اب کوئی فائدہ نہیں تھا۔۔۔۔۔۔ان کے گناہوں کی سزا تو انہوں نے بھگتنی تھی۔۔۔۔آرزو ایک اچھی بہو تھی۔۔۔۔۔

ارمان کے ایک طرف آرزو تھی تو دوسری طرف انوشہ دونوں نے اسے ایک ایک بازو سے پکڑ رکھا تھا اور اپنی جانب کھینچ رہیں تھیں۔۔۔۔۔۔"میں کہہ رہی ہوں یہ میرے بھائی ہیں آرزو چھوڑو انہیں"۔۔۔۔۔انوشہ غصے سے بولی۔۔۔۔"نہیں آپی یہ غلط بات ہے۔۔۔میں نے آپ کو اپنا بھائی دیا جائیں اپنے شوہر کے پاس یہ میرے بھائی ہیں اور میں ان کی کالی بلی ہوں"۔۔۔۔۔۔

انوشہ تو منہ کھولے اسے دیکھ کر رہ گئی۔۔۔۔۔"اچھا میں نے بھی تو تمہیں اپنا بھائی دیا ہے نا تم جاؤ اپنے شوہر کے پاس یہ میرے بھائی ہیں اور میں ان کی گڑیا"۔۔۔۔۔ارمان ان دونوں کے ڈرامے انجوئے کر رہا تھا۔۔۔اور وہ سب ان تینوں کو دیکھ ہنس رہے تھے۔۔۔۔۔

زرین یہ دیکھ غصے سے جل بھن گئی اور اپنے باپ کے پاس آکر ان دونوں کو ارمان سے دور کرنے لگی۔۔۔۔۔"شولو وہ شلف میلے بابا ایں"۔۔(چھوڑو وہ صرف میرے بابا ہیں)۔۔۔ان دونوں نے ایک نظر اس چھوٹی سی باربی کو دیکھا۔۔۔۔"لو ایک اور حصے دار آگئی۔۔۔ تمھارا باپ بعد میں پہلے ہمارا بھائی ہے"۔۔۔۔۔وہ دونوں ایک ساتھ خفگی سے بولیں۔۔۔۔

وہ ارمان کی ٹانگوں سے لپٹ گئی۔۔۔۔۔ارمان نے ان دونوں سے اپنے بازو چھڑوائے۔۔۔۔"چلو دونوں جان چھوڑو میری۔۔۔۔۔تم دونوں اپنی بیویوں کو پکڑو یہ تو مجھ سے چمٹ ہی گئی ہیں"۔۔۔۔۔ارمان نے ولید اور وہاج کو دیکھ کر کہا۔۔۔۔

ارمان نے جھک کر اپنی بیٹی کو اٹھالیا۔۔۔۔"بس میں اپنی بیٹی کا بابا ہوں نکلو تم دونوں"۔۔۔۔ارمان کچھ جھنجلا کر بولا اور ان دونوں کے منہ کھل گئے۔۔۔۔دونوں غصے سے پیر پٹھکتی ہوئیں اپنے اپنے شوہر کے پاس جا کر کھڑی ہو گئیں۔۔۔۔ماہی کی ہنسی سارے گارڈن میں گونجی ارمان نے مسکرا کر اسے دیکھا دل ہی دل میں اس کی نظر اتاری اور اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔۔۔۔وہ مسکراتی ہوئی آئی اور ارمان کے پاس کھڑی ہو گئی۔۔۔۔۔

وہ اپنے دھیان میں لاؤنج سے باہر نکلی جب سامنے سے آتے کسی چوڑے وجود سے جا ٹکرائی۔۔۔۔اس سے پہلے وہ زمین بوس ہوتی جبران نے اسے گرنے سے بچانے کے لیے اس کی کمر کے گرد بازو لپیٹا۔۔۔۔وہ ایک ہی جھٹکے میں سیدھی ہوئی اور اس سے دور ہو

گئی۔۔۔اور غصے سے سامنے کھڑے شخص کو گھورا۔۔۔۔"ہمت کیسے ہوئی مجھے ہاتھ لگانے کی!"۔۔۔۔اس لڑکی کی گرجدار آواز سے جبران کچھ حیران ہوا۔۔وہ غصہ کیوں کر رہی تھی۔۔۔۔۔

جبران نے وضاحت دی۔۔۔"میں تو صرف آپ کو گرنے سے بچا رہا تھا"۔۔۔۔۔یہ سن کر فائزہ کو تو مزید غصہ آگیا۔۔۔۔۔"گرنے دیتے۔۔۔زیادہ سے زیادہ چوٹ لگتی یا کمر ٹوٹ جاتی۔۔۔مگر کم سے کم کسی غیر مرد کا ہاتھ تو نا لگتا مجھے"۔۔۔۔اس بات نے جبران کو ساکت کر دیا۔۔۔۔

وہ غصے سے سائیڈ سے نکلی اور گارڈن کی جانب چل دی۔۔۔۔وہ حیرانی سے اس لڑکی کی پشت کو دیکھتا رہ گیا۔۔۔۔اس کی صرف آنکھیں ہی نظر آئیں تھیں۔۔۔۔اسنے چہرے پر نقاب کر رکھا تھا۔۔۔۔۔۔

وہ حیران رہ گیا یہ لڑکی کون تھی۔۔۔۔۔۔۔روبینہ پھپھو اس کے پاس آئیں اور فائزہ کے رویے کی معذرت کی۔۔۔۔۔وہ حیران تھا۔۔۔۔وہ اس رویے کی وجہ جاننا چاہتا تھا تو پھپھو نے اسے فائزہ کی زندگی کی ساری کہانی سنادی۔۔۔۔۔اسے اس لڑکی کی قسمت پر افسوس ہوا۔۔۔۔مگر اچھا لگا وہ باحیا بن گئی تھی۔۔۔۔۔۔۔

اس وقت وہ دونوں گارڈن میں کرسیوں پر آپنے سامنے بیٹھیں تھیں۔۔۔۔۔"میں نے اپنی زندگی کا مقصد حاصل کر کیا ماہی اور یہ بھی

جان گئی کہ تم کتنی صحیح تھی۔۔۔۔۔عورت کا مطلب خود کو چھپا کر رکھنا ہوتا ہے۔۔۔۔۔اچھی عورت وہ ہے جو ہر غیر مرد سے پردہ کرے۔۔۔۔۔تم نے ہمیشہ اپنی عزت کی حفاظت کی۔۔۔۔۔تمھاری زندگی نے مجھے بہت اچھا سبق دیا۔۔۔۔۔اب میں دین کی طرف راغب ہو گئی ہوں امید ہے کہ خدا میرے گناہ معاف کر دے گا"۔۔۔۔۔۔ماہی مسکرا کر سن رہی تھی۔۔۔۔۔۔

پھر وہ جواب میں بولی۔۔۔۔۔"میں نے اپنی زندگی میں اپنے شوہر سے محبت کی کیونکہ محرم سے محبت جائز ہے۔۔۔۔۔نامحرم جہنم کی وہ آگ ہے جو ہمیں راکھ کر دیتی ہے۔۔۔۔ایک عورت کو اپنے شوہر کی وفادار اور اس کی عزت کی حفاظت کرنے والی ہونا چاہیے۔۔۔۔اگر وہ باحیا اور باوفا ہو تو خدا اسے بہترین شوہر سے نوازتا ہے"۔۔۔۔ماہی نے گردن

موڑ کر ارمان کی طرف دیکھا جو زرین کو گود میں اٹھائے ایک سائیڈ پر کھڑا اپنی بیٹی کی باتوں پر مسکرا رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔

ماہی کی آنکھوں میں نمی ابھری۔۔۔۔وہ دوبارہ فائزہ کی طرف دیکھ کر گویا ہوئی۔۔۔"میں خود کو بہت خوش نصیب سمجھتی ہوں کہ مجھے خدا نے اتنا اچھا شوہر دیا۔۔۔میں اپنی زندگی میں خوش اور مطمئن ہوں۔۔۔خدا نے میرے سالوں انتظار اور صبر کا بہت اچھا پھل دیا۔۔۔۔۔مجھے خوشی ہے کہ آپ نے خود کو بہتر بنا کر زندگی کی طرف قدم بڑھایا اب آپ کو شادی کر لینی چاہیے زندگی کی خوشیوں پر آپ کا بھی حق ہے"۔۔۔۔۔۔

فائزہ کی آنکھوں میں کرب ابھرا۔۔"مجھ جیسی بد کردار لڑکی سے کون شادی کرے گا ماہی۔۔۔۔اور پھر شاید میں کبھی ماں بھی نا بن ماؤں یہ میرے گناہوں کی سزا ہے۔۔۔۔جو مجھے ساری زندگی برداشت کرنی ہے"۔۔۔۔ماہی کو دکھ ہوا۔۔۔۔"ہو سکتا ہے کوئی اچھا انسان ہو جو آپ کو سب سچ جاننے کے بعد بھی سچے دل سے اپنا لے۔۔۔۔خدا نے آپ کو جو سزا دی ہے۔۔۔۔ہو سکتا ہے اب اس کے ختم ہونے کا وقت آگیا ہو"۔۔۔۔۔ماہی مسکرا کر بولی۔۔۔۔۔

فائزہ نے نفی میں سر ہلا کر گردن موڑی تو اس کی نظر سیدھا جبران سے ٹکرائی جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔۔۔اچانک اس کا دل تکلیف سے بھر گیا۔۔۔۔وہ ہر چیز سے بیزار ہو گئی۔۔۔۔اسے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا اس لیے اٹھی اور اندر چلی گئی۔۔۔۔۔جبران نے افسوس سے اس کی

پشت کو دیکھا۔۔۔اسکی آنکھوں میں وہ صاف تکلیف دیکھ چکا تھا۔۔۔۔۔۔

برتھڈے پارٹی ختم ہو گئی تھی۔۔۔۔۔رات کافی گہری ہو گئی تھی اس لیے وہ آج جمال ولا میں ہی رک گئے۔۔۔۔۔

ماہی کپڑے چینج کرتی ہوئی واش روم سے باہر نکلی۔۔۔۔وہ اس وقت سمپل سے لائٹ بلیو کلر کے نائٹ ڈریس میں تھی۔۔۔۔۔۔ارمان بیڈ پر بیٹھا موبائل چلا رہا تھا۔۔۔۔

اسے دیکھ موبائل سائیڈ ٹیبل پر رکھتا ہوا کھڑا ہو گیا۔۔۔۔"زرین کہاں ہے؟"۔۔۔وہ اپنی بیٹی کو ناپا کر پوچھنے لگی۔۔۔۔"وہ اماں کے پاس ہے"۔۔۔۔۔ارمان اس کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے بولا۔۔"اچھا میں اسے دیکھتی ہوں"۔۔۔۔۔۔

ماہی بات کرتے ہوئے اپنے دھیان دروازے کی طرف بڑھی۔۔۔مگر اس سے پہلے ہی ارمان نے اسے بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا وہ کٹی ڈال کی طرح اس کے سینے سے آ لگی۔۔۔۔۔۔

ارمان کی آنکھوں میں جذبات دیکھ وہ کچھ تذبذب کا شکار ہوئی۔۔۔۔۔"چھوڑو اسے وہ آج اماں کے پاس ہی سو جائے گی۔۔۔تم مجھ پر فوکس کرو اور تم اس حلیے میں باہر جاؤ

گی؟"۔۔۔۔ارمان اپنا حصار مظبوط کرتا ہوا خمار لہجے میں بولا۔۔۔۔۔۔اور ماہی تو بھول ہی گئی تھی وہ اس وقت نائٹ ڈریس میں ہے اس لیے ایک لمبی سانس لے کر رہ گئی۔۔۔

ماہی نے دروازے کی طرف دیکھا کہ کہیں کوئی آنا جائے مگر وہ پہلے سے ہی لاک لگا چکا تھا۔۔۔اسے ارمان کی چالاکی پر حیرت ہوئی۔۔۔۔"حیدر اچھا نہیں لگتا وہ کیا سوچیں گی"۔۔۔۔ماہی نے کمزور سی مزاحمت کی۔۔۔۔"فکر مت کرو جان حیدر وہ کچھ نہیں سوچیں گیں۔۔۔وہ جانتیں ہیں کہ میاں بیوی کو کچھ پرسنل اسپیس بھی دینی چاہیے۔۔۔۔۔آخر ہماری کوئی پرائیویسی بھی ہے"۔۔۔۔وہ آنکھ ونک کرتا بولا اور ماہی اسے گھور کر رہ گئی۔۔۔۔۔

ارمان نے اسے بیڈ پر گرا دیا۔۔۔۔اور خود بھی اس کے اوپر گر گیا۔۔۔۔۔۔

وہ اس کے چہرے پر اپنی منمانیاں سر انجام دینے لگا۔۔۔۔ماہی نے اس کے کندھے پر اپنے دانت گاڑے وہ ایک جھٹکے سے اس سے دور ہوا۔۔۔۔"ظالم عورت۔۔۔جنگلی بلی"۔۔۔۔وہ اسے گھور کر بولا۔۔۔۔ماہی کی خوبصورت ہنسی سارے کمرے میں گونجی۔۔۔۔اس کی آنکھوں میں شرارت چمک رہی تھی۔۔۔۔۔۔

ارمان نے آئی بروا چکائی اور اپنی شرٹ اتار کر پھینکتا ہوا اس پر جھک گیا۔۔۔۔وہ جو کچھ دیر پہلے ہنس رہی تھی اب سسک اٹھی۔۔ارمان نے بھی اس کے گلے پر اپنے دانت گاڑ دیے۔۔۔ارمان نے اپنے دانتوں کی نمائش کی۔۔۔۔۔"کیسا لگا۔۔۔۔میری جان"۔۔۔۔۔اتنا

کہتے ساتھ ارمان نے بلینک پکڑا اور اس کے وجود پر اپنا وزن ڈالتا ہوا بلینکٹ اپنے اوپر لیتا اس کو قید کر کے مکمل طور پر ہیر پر قابض ہو گیا۔۔۔۔۔۔

انوشہ کپڑے چینج کر کے واش روم سے نکلی تو آیان بیڈ پر سو رہا تھا۔۔۔اور وہاج کال پر کسی سے بات کر رہا تھا۔۔۔۔۔

وہ اسے دیکھ خفگی سے رخ پھیر کر ڈریسنگ ٹیبل کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔۔۔وہ کال پر بات ختم کرتا اس کے پاس آیا اور پیچھے سے اسے اپنے حصار میں لیا۔۔۔۔

انوشہ کا منہ اب تک پھولا تھا۔۔۔۔"دور رہیں مجھ سے"۔۔۔وہ اس کے ہاتھ جھٹک کر بولی۔۔۔۔۔"کیا ہوا نشہ میری زندگی"۔۔۔۔۔وہ انوشہ کو نشہ کہتا تھا۔۔۔۔اس بات پر انوشہ نے اسے گھورا۔۔۔۔"آج آپ نے ایک بار بھی میری تعریف نہیں کی۔۔۔۔میں آپ کے لیے اتنے دل سے تیار ہوئی تھی۔۔۔۔۔پتہ نہیں کونسی عورتیں ہوتیں ہیں جن کے شوہر ان کی شان میں قصیدے پڑھتے ہیں۔۔۔۔ایک میری ہی مت ماری گئی تھی جو آپ سے شادی کر لی"۔۔۔۔۔۔وہ تو پھٹ ہی پڑی۔۔۔۔۔

وہاج نے اپنی مسکراہٹ روکی۔۔۔"بلکل تمہیں ہی مجھ سے پیار ہوا تھا۔۔۔۔اگر مت ماری گئی تھی تو نا کرتی محبت"۔۔۔۔۔۔اس الزام پر انوشہ کا منہ کھل گیا۔۔۔۔۔

وہ ایک جھٹکے سے پیچھے مڑی اور وہاج کی شرٹ کو گریبان سے پکڑا۔۔۔۔"آپ کو شرم آنی چاہیے مجھ پر الزام لگاتے ہوئے۔۔۔۔مجھے آپ سے نہیں آپ کو مجھ سے محبت ہوئی تھی۔۔۔اس لیے میرے بھائی کے پیچھے پڑ گئے تھے میرا رشتہ لینے کے لیے۔۔۔۔بھائی نے نا کہا ہوتا تو میں آپ سے شادی ہی نا کرتی اب آپ کی ساری محبت ختم ہو گئی ہے"۔۔۔۔آخری بات دکھ سے کہتے ہوئے وہ بیڈ کی جانب بڑھ گئی۔۔۔۔

مگر اس سے پہلے ہی وہاج نے اسے کھینچ کر اپنے سینے سے لگا لیا۔۔۔۔"تم جانتی ہو نا میں زبان سے زیادہ عمل سے اپنی محبت کا اظہار کرتا ہوں۔۔۔۔میرے لیے تیار ہوئی تھی تو چینج مت کرتی نا

اب میں فرصت سے تمہیں اپنے عمل سے بتاتا کہ تم کتنی خوبصورت لگتی ہو مجھے "۔۔۔۔۔۔وہ عشقیہ لہجے میں کہتا ہوا اس کے ماتھے پر اپنے لبوں کا لمس چھوڑ گیا۔۔۔۔۔۔

اس کا موڈ بدلتا دیکھ وہ فورا اس سے الگ ہو گئی۔۔۔۔"اب ضرورت نہیں سکون سے سو جائیں مجھے نیند آ رہی ہے"۔۔۔۔۔اتنا کہتے ساتھ وہ دوبارہ بیڈ کی جانب بڑھی

مگر وہاج نے اسے پھر قید کر لیا۔۔۔"اچھا جان من ناراض تو مت ہو۔۔۔۔تم میرے لیے دنیا کی سب سے زیادہ خوبصورت اور بہترین عورت ہو۔۔۔۔تم سادگی میں بھی میرے دل میں اترتی ہو۔۔۔۔۔تمھاری تعریف کرنے کی ضرورت کبھی محسوس اس لیے

نہیں ہوئی کیونکہ تمھاری تعریف کے شیان شان الفاظ ہی نہیں "۔۔۔۔

انوشہ کے چہرے پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ آئی۔۔۔وہاج نے اسے اٹھا کر گول گول گھمایا۔۔۔اس کی ہنسی کی آواز سارے کمرے میں گونج اٹھی۔۔۔۔۔

ہاں وہ بہت خوش قسمت تھی اسے بہت اچھا اور محبت کرنے والا شوہر ملا تھا۔ جس پر ہزاروں لڑکیاں مرتی تھیں مگر وہ اپنی بیوی کا وفادار تھا۔۔۔اسے اپنے شوہر سے بہت محبت تھی۔۔۔۔۔اس کی زندگی میں ہر خوشی تھی۔۔۔اللہ پاک نے اسے اولاد کی نعمت سے بھی نوازا تھا۔۔اس کی لائف کی اینڈنگ بہت خوبصورت تھی۔۔۔۔۔

آرزو کب سے اپنے بیٹے کو سلانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔۔ مگر اس نے آج اپنی ماں کو تنگ کرنے کا پروگرام بنالیا تھا۔۔۔۔۔"بس بھی کرو سو جاؤ اب۔۔۔۔ تم دونوں باپ بیٹے نے قسم کھا رکھی ہے مجھے سونے نہیں دینا"۔۔۔۔۔اس الزام پر تو ولید حیرت زدہ رہ گیا۔۔۔۔جو کب سے صوفے پر بیٹھا لیپ ٹاپ پر کوئی کام کر رہا تھا۔۔۔۔۔

اس نے لیپ ٹاپ بند کیااور آرزو کے پاس آکر بچے کو پکڑااور فیڈر اس کے منہ سے لگا کر اسے سلانے کی کوشش کرنے لگا۔۔۔۔۔

آرزو صوفے پر بیٹھ کر اپنا سر دبانے لگی۔۔۔۔۔کچھ دیر تک اس کا بیٹا سو گیا وہ اسے بیڈ پر لٹا کر آرزو کے پاس آیا۔۔۔۔۔"کیا ہوا ہے۔۔۔۔ تمھاری طبیعت نہیں ٹھیک تو ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں"۔۔۔۔۔وہ محبت سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔۔۔۔

آرزو نے اپنا سر چھوڑ کر اس کا ہاتھ جھٹکا۔۔۔۔۔"بات مت کریں مجھ سے"۔۔۔۔۔وہ پھٹ پڑی۔۔۔۔۔ولید اس کے پاس بیٹھا اور اسے اپنے ساتھ لگایا۔۔۔۔

اس نے مزاحمت کر کے دور ہونے کی کوشش کی مگر ولید کی پکڑ مظبوط تھی۔۔۔۔۔"کیا ہو گیا ہے کیوں اس طرح ہائپر ہو رہی ہو"۔۔۔۔۔۔اس بات پر آرزو نے شکوہ کناں آنکھوں سے اسے دیکھا۔۔۔۔۔"جائیں ان لڑکیوں سے پوچھیں جن سے کچھ گھنٹے پہلے ہنس ہنس کر نیچے گارڈن میں باتیں کر رہے تھے۔۔۔۔۔میں مروں یا جیوں آپ کو کوئی فرق نہیں پڑنا چاہیے"۔۔۔۔۔۔

آرزو کے اندر غصہ ابل رہا تھا۔۔۔۔۔اسے اس طرح جیلیس ہوتا دیکھ ولید مسکرایا۔۔۔۔۔"میری بیوی تم ہو وہ تھوڑی ہیں"۔۔۔۔۔۔وہ محبت سے بولا۔۔۔۔۔"تو بنالیں بیویاں مشکل تھوڑی

ہے"۔۔۔۔۔وہ اس کے حصار سے زبردستی نکل گئی۔۔۔۔اور اس سے پہلے بیڈ کی جانب بڑھتی اسے زبردست قسم کا چکر آیا۔۔۔۔۔۔

وہ فوراً آگے بڑھا اور اسے مظبوطی سے پکڑا۔۔۔۔۔"تم ٹھیک تو ہو نا"۔۔۔۔اس نے آرزو کے گال کو ہاتھ لگایا وہ جل رہی تھی۔۔۔۔۔"تمہیں تو بہت تیز بخار ہے۔۔۔۔مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا"۔۔۔۔۔وہ فوراً فکر مند ہوا۔۔۔۔۔۔آرزو نے دوبارہ اس کے حصار سے نکلنے کی کوشش کی مگر اب کی بار ولید نے اسے غصے سے گھورا۔۔۔۔اور اسے اپنی باہوں میں بھر کر بیڈ تک لایا۔۔۔۔۔اور اسے لٹا کر اس پر بلینکنٹ کور کیا۔۔۔۔"خبردار اب یہاں سے ہلی تو"۔۔۔۔اتنا کہتے ساتھ وہ کمرے سے باہر نکل گیا اور آرزو کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔۔۔۔۔۔

وہ کہاں کسی دوسری لڑکی کی نظر اپنے شوہر پر برداشت کر سکتی تھی۔۔۔۔۔۔برتھ ڈے پارٹی میں اس کے بھائی کی ساری کولیگز ولید کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہیں تھیں۔۔۔۔۔۔

کچھ دیر بعد وہ واپس کمرے میں آیا۔۔۔۔اس کے ہاتھ میں ٹرے تھی۔۔۔۔۔۔ولید اس کے پاس بیٹھا۔۔۔۔۔۔ٹرے میں کھانا تھا۔۔۔۔۔"چلو اٹھو کھانا کھاؤ پھر میڈیسن کھا کر ریسٹ کرنا۔۔۔۔۔میں جانتا ہوں تم نے کھانا نہیں کھایا"۔۔۔۔۔اور آرزو کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔۔۔۔ہاں اس نے غصے میں واقعی کچھ نہیں کھایا تھا۔۔۔۔۔۔

وہ اپنی آنکھوں کی نمی کو قابو کرنے کے لیے چہرہ موڑ گئی۔۔۔۔۔"آرزو میں کہہ رہا ہوں اٹھ کر کھانا کھاؤ۔۔۔۔۔ناراض ہونا ہے نا تو جتنا مرضی ہو۔۔۔۔لیکن ان سب میں تمھاری صحت پر میں کوئی کمپرومائز نہیں کروں گا"۔۔۔۔۔۔وہ غصے سے بولتا ہوا آگے بڑھا اور اسے پکڑ کر بٹھایا۔۔۔۔۔۔

اور آرزو اسے فکر کرتا دیکھ کچھ کہہ نا پائی۔۔۔۔اب وہ اپنے ہاتھوں سے اسے کھانا کھلا رہا تھا۔۔۔۔اور وہ بہتے آنسوؤں کے ساتھ خاموشی سے کھاتی گئی۔۔۔۔۔۔"میں ان لڑکیوں کو یہ بتا رہا تھا کہ میں شادی شدہ اور ایک بچے کا باپ ہوں۔۔۔۔اور مجھے اپنی بیوی سے بہت زیادہ محبت ہے۔۔۔۔۔اس لیے مجھ پر لائن مارنی بند کریں۔۔۔۔مجھ پر کوئی اثر نہیں ہونے والا"۔۔۔۔۔اور ایک لمحے کے لیے سب کچھ ٹھہر

گیا۔۔۔۔اس نے بے یقینی سے ولید کو دیکھا۔۔۔۔جو بہت سریس تھا۔۔۔۔۔۔

کھانا کھلانے کیے بعد ولید نے اس کے ہاتھ پر میڈیسن رکھی اور پانی کا گلاس پکڑایا وہ میڈیسن کھا گئی۔۔۔۔۔ولید نے سارے برتن سمیٹ کر ٹیبل پر رکھے اور دوبارہ اس کے پاس بیٹھ گیا۔۔۔۔اس کی آنکھیں ضبط سے لال ہو رہیں تھیں۔۔۔۔۔۔

کچھ بھی کہنے بنا وہ اسے اپنے ساتھ لگا گیا۔۔۔۔اور پھر وہ اس کے سینے سے لگی بچوں کی طرح رو پڑی۔۔۔۔۔۔۔"بس میری جان۔۔۔۔۔اس کی اتنی ہی زندگی تھی۔۔۔۔کب تک خود کو اذیت دو گی"۔۔۔۔۔۔اور آرزو ایک بار پھر ساکت رہ گئی۔۔۔۔۔وہ اس کے

رونے کی وجہ جانتا تھا۔۔۔"وہ ہماری اولاد تھی۔۔۔مجھے سکون نہیں ملتا۔۔۔میں نے اسے کھو دیا"۔۔۔۔۔وہ اس کے سینے سے لگی پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔۔۔۔آرزو اور ولید کی پہلی اولاد اس دنیا میں آنے سے پہلے ہی چل بسی۔۔۔۔آرزو آج بھی اس غم سے نکل نا سکی۔۔۔۔۔۔

ولید اس کی پیٹھ تھپتھپانے لگا۔۔۔۔۔"تم خود کو قصوروار سمجھ کر کب تک خود کو تکلیف دو گی۔۔۔۔۔میں تمہیں مزید تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔۔۔تم میرے جینے کی وجہ ہو اس طرح رو کر تم خود کو بیمار کر لو گی تو ہمارے بیٹے کا خیال کون رکھے گا کیا تم چاہتی ہو کہ وہ بھی اپنی ماں کے پیار سے محروم ہو جائے"۔۔۔۔

آرزو نے نفی میں سر ہلایا۔۔۔۔"بس پھر آج کے بعد تم کبھی نہیں رو گی۔۔۔وہ خدا کی امانت تھی اس نے واپس لے لی۔۔۔۔ہمیں بھی ایک دن اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے"۔۔۔۔۔آرزو نے اپنے آنسو پونچھ ڈالے۔۔۔۔۔۔۔

ہاں اسے ولید خان سے دل و جان سے محبت تھی۔۔۔۔۔وہ بہترین شوہر تھا۔۔۔۔۔اسے بہت اچھے سے سمجھتا تھا۔۔۔۔۔وہ اس کی زندگی میں سکون بن کر آیا تھا۔۔۔۔۔اس کی زندگی میں آزمائش آئی اور گزر گئی۔۔۔۔۔۔اس شخص نے اس کا ساتھ اور حوصلہ دیا۔۔۔۔۔اس کی زندگی کا اختتام پر سکون تھا۔۔۔۔وہ خود سے عہد کر چکی تھی کہ وہ کبھی نہیں روئے گی۔۔۔۔۔۔

وہ اسی طرح ولید کے سینے سے لگی سو گئی۔۔۔۔ولید نے اسے بیڈ پر لٹایا اس کی پیشانی پر لب رکھے اور دوسری سائیڈ آ کر لیٹ گیا۔۔۔۔۔۔۔وہ اپنی زندگی کو حاصل کر چکا تھا۔۔۔۔آرزو ولید خان ہی تو اس کی زندگی تھی۔۔۔۔۔۔

ماہی کی آنکھ کھلی تو کمرے میں سورج کی روشنی آ رہی تھی۔۔۔۔۔اس نے دماغ کو بیدار کیا تو وہ اس وقت ارمان کی قید میں تھی۔۔۔۔۔وہ شرٹ لیس اوندھے منہ بیڈ پر لیٹا سو رہا تھا۔۔۔۔اس کا دایاں ہاتھ ماہی کے کندھے تک آ رہا تھا۔۔۔۔۔جس سے اس نے ماہی کی گرد حصار بنا رکھا تھا اور اپنا چہرہ ماہی کی گردن میں چھپائے سویا پڑا تھا۔۔۔۔۔۔

ساری رات وہ اس کو اپنی قید میں لے کر سکون لیتا رہا۔۔۔۔ صبح کے قریب جا کر اس نے ماہی کی حالت پر رحم کھا کر اس کو اپنی قید سے آزاد کیا تھا کیونکہ ماہی کی آنکھیں نیند سے بند ہو رہیں تھیں۔۔۔ مگر ماہی بس کچھ ہی دیر سو پائی اور اب اس کی آنکھ کھل گئی۔۔۔۔۔

ماہی نے آہستہ سے اس کا ہاتھ اپنے کندھے سے ہٹایا اور تھوڑا سا دور ہو کر اٹھ کر بیٹھی۔۔۔۔۔ پھر نظر اپنے حلیے پر گئی تو وہ شرم سے سرخ پر گئی۔۔۔ وہ اس وقت ارمان کی وائٹ شرٹ میں تھی۔۔۔۔ جس میں سے ارمان کے اسٹرونگ پرفیوم کی خوشبو ماہی کو اپنے انگ انگ سے اٹھتی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔۔۔ اسے یہ پرفیوم بہت پسند

تھا۔۔۔ارمان سب سے الگ اور کوئی خاص پرفیوم لگاتا تھا۔۔۔اس کی سمیل دل کو سکون دیتی تھی۔۔۔۔۔

وہ اٹھی اور الماری سے اپنے کپڑے نکالتی ہوئی واش روم میں بند ہو گئی۔۔۔۔۔۔

آدھے گھنٹے بعد وہ فریش ہو کر پیچ کلر کے ڈریس میں باہر نکلی۔۔۔۔اس نے دیکھا کہ ارمان ابھی تک سو رہا تھا۔۔۔۔اسے اپنے گلے پر ابھی تک جلن محسوس کو رہی تھی۔۔۔۔جہاں کل رات ارمان نے اپنے دانت گاڑے تھے۔۔۔۔۔

اچانک ماہی کی آنکھوں میں شرارت چمکی۔۔۔۔۔۔۔وہ ارمان کے پاس آئی اور اپنے بیھگے بالوں کو اس کے چہرے پر لا کر ہلا ڈالا سارا پانی ارمان کے چہرے پر گرا اور وہ ہڑ بڑا کر جاگ گیا۔۔۔۔۔ماہی کی ہنسی سارے کمرے میں گونجی۔۔۔۔۔۔۔

ارمان سیدھا ہوتا اسے پکڑ کر اپنے اوپر گرا چکا تھا۔۔۔۔۔۔۔اور ماہی کی ہنسی کا فوارہ رک گیا۔۔۔۔۔"لگتا ہے تمہیں سکون راس نہیں آرہا تھا اس لیے میری نیند خراب کر دی۔۔۔۔ساری رات میری باہوں میں رہنے کہ بعد بھی اپنی حالت بھول گئی کیا"۔۔۔۔۔اس بات پر ماہی کا منہ خفگی سے پھولا۔۔۔۔۔"ہاں تو ساری رات آپ نے مجھے سونے نہیں دیا اور خود پھیل کر سو رہیں ہیں۔۔۔۔۔میری نیند خراب کی تو میں کیوں آپ کو سکون سے سونے دوں۔۔۔۔۔اٹھیں آٹھ بج گئیں ہیں

باہر سب کیا سوچتے ہوں گیں"۔۔۔۔ماہی نے اٹھنا چاہا مگر ارمان کی پکڑ سخت تھی۔۔۔۔۔۔۔

وہ بے بس ہو گئی۔۔۔"حیدر چھوڑیں۔۔۔کیوں مجھے سب کے سامنے شرمندہ کروانا چاہتے ہیں۔۔۔۔یہ ہمارا گھر نہیں ہے جہاں اپنی مرضی سے سوئیں اور جاگیں۔۔۔۔باہر سب ناشتے پر ہمارا انتظار کر رہے ہونگے۔۔۔اور میری بچی نے تو ناشتہ ہی نہیں کرنا ان میں سے کسی کے ہاتھوں سے۔۔۔۔اٹھ بھی جائیں"۔۔۔۔۔۔

ارمان جو اسے محبت بھری نظروں سے تک رہا تھا۔۔۔اس کے جھنجھلا کر کہنے پر اس کے ماتھے پر اپنے لب رکھے اور اسے چھوڑ دیا۔۔۔وہ اٹھ

کر ڈریسنگ کے سامنے جا کھڑی ہوئی اور ارمان فریش ہونے واش روم میں گھس گیا۔۔۔۔۔

وہ اپنے بال خشک کر کے دوپٹہ پکڑ کر حجاب کرتی کمرے سے نکل گئی۔۔۔۔۔۔

زرین اس وقت آیان کے ساتھ کھیل رہی تھی۔۔۔۔۔ماہی کو دیکھ دوڑتی ہوئی اس کے پاس آئی۔۔۔۔ماہی اسے لیے ڈائنگ ٹیبل پر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔۔اور اسے ناشتہ کروانے لگی۔۔۔۔۔۔آہستہ آہستہ باقی سب بھی ناشتے کی میز پر آکر بیٹھتے گئے۔۔۔۔اور ماہی شرمندہ ہونے سے بچ گئی۔۔۔۔۔

ارمان بھی فریش ہو کر بلیو شرٹ اور بلیک پینٹ میں کمرے سے نکلا اور ڈائنگ ٹیبل پر آ کر بیٹھ گیا۔۔۔۔۔۔

سب نے ایک عرصے بعد ساتھ بیٹھ کر خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا اور دوپہر سے پہلے وہ جمال ولا سے نکلے اور واپس گھر آ گئے۔۔۔۔۔۔

دن گزر رہے تھے لائف اپنی روٹین پر آ گئی تھی۔۔۔۔۔۔

آج جبران جمال ولا میں روبینہ پھپھو اور فائزہ سے ملنے آیا ہوا تھا۔۔۔۔۔۔۔

اس وقت وہ دونوں لان میں کرسیوں پر آمنے سامنے بیٹھے تھے۔۔۔۔۔فائزہ نے نقاب کر رکھا تھا۔۔۔۔۔اور اس کی نظریں نیچے تھیں۔۔۔۔۔"میں وہ عورت نہیں جو ساری زندگی آپ کے ساتھ چل سکوں۔۔۔۔۔میں بدکراد تھی۔۔۔۔اور یہ کلنک ساری زندگی میرے ماتھے پر لگا رہے گا اور شاید میں کبھی ماں بھی نا بن پاؤں۔۔۔۔۔۔آپ کی زندگی تباہ ہو جائے گی"۔۔۔۔۔وہ کچھ بے بسی سے بولی۔۔۔۔۔۔

جبران نے ایک نظر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔۔۔۔۔۔"آپ کا ماضی کیسا تھا مجھے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔۔۔میرے نکاح میں آنے کے بعد بس میں آپ سے صرف وفاداری چاہتا

ہوں۔۔۔۔۔کیا آپ وہ دے پائیں گیں؟"۔۔۔۔۔اس بات پر فائزہ نے حیرت سے اس مہربان شخص کو دیکھا۔۔۔۔۔"مگر میں کبھی.."۔۔۔۔۔"مجھے فرق نہیں پڑتا اولاد مرد کے نصیب سے ہوتی ہے اس میں عورت کا کوئی قصور نہیں۔۔۔۔۔اگر میری قسمت میں ہوئی تو مجھے مل جائے گی۔۔۔۔۔ورنہ ہم بچہ اڈاپٹ کر لیں گے۔۔۔۔بس آپ ایک اچھی ماں بن جایئے گا"۔۔۔۔۔اور فائزہ کی آنکھوں سے ایک کہ بعد ایک آنسو گرنے لگا۔۔۔۔۔۔۔وہ کچھ کہنے کے قابل نا ہو سکی۔۔۔۔۔اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ کوئی شخص اتنا اچھا بھی ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔

بہت دیر کہ بعد وہ کچھ کہنے کے قابل ہوئی۔۔۔۔"آپ ارمان بھائی سے بات کرلیں وہ میرے سرپرست ہیں۔۔۔۔وہ جو فیصلہ کریں گے مجھے منظور ہو گا"۔۔۔۔۔۔۔

جبران نے اثبات میں سر ہلایا اور وہ اندر کی طرف بڑھ گئی۔۔۔۔اسے اپنی زندگی میں ایک وفادار اور باحیا لڑکی چاہیے تھی۔۔۔۔اور یہ لڑکی اسے دل و جان سے پسند آئی تھی۔۔۔۔ماہی کے اندر اسے اپنی پسند کی لڑکی کی جھلک نظر آئی تھی اس لیے وہ اس سے شادی کرنا چاہتا تھا مگر وہ کسی اور کی بیوی تھی۔۔۔۔اس کی قسمت میں شاید بہتر عورت تھی۔۔۔۔۔

ارمان کو کوئی برائی نظر نہیں آئی اور فائزہ کا ایک ہفتے بعد سادگی سے نکاح کر دیا گیا۔۔۔۔جبران ایک اچھا انسان ہی نہیں بہت اچھا شوہر بھی ثابت ہوا۔۔۔۔فائزہ کو خدا نے بہتر کی جگہ بہترین سے نواز دیا تھا۔۔۔۔۔۔۔

اس کی زندگی کا اختتام بہترین ہوا۔۔۔۔۔

اگست کا مہینہ شروع ہوئے 10 دن گزر چکے تھے۔۔۔اس کی سٹڈی کمپلیٹ ہو چکی تھی۔۔۔اس لیے اب وہ یونیورسٹی نہیں جاتی تھی

۔۔۔۔یہ سپہر کا وقت تھا۔۔۔۔۔وہ اس وقت کچن میں کام کر رہی تھی۔۔۔۔۔مگر اسے اپنی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔۔۔۔۔

اچانک کھانے کی سمیل سے اس کا جی متلا اٹھا وہ فوراً بیسن پر جھکی ابکائیاں کرنے لگی۔۔۔۔۔۔کچھ دنوں سے اس کی طبیعت بیزار اور عجیب تھی۔۔۔

اس کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا۔۔۔۔۔۔وہ چولہا بند کرتی ہوئی کچن سے نکلی۔۔۔۔۔۔

اس کا رخ کمرے کی جانب تھا۔۔۔۔ارمان اور زرین دونوں کمرے میں تھے۔۔۔۔۔۔۔وہ آہستہ آہستہ قدم چل لے رہی تھی۔۔۔۔۔۔اس

کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔۔۔۔اور وہ دروازے تک پہنچنے سے پہلے ہی لاؤنج میں گری۔۔اس کا ہاتھ ٹیبل پر پڑے واز پر گیا۔۔۔۔اس نے سہارا لینے کی کوشش کی مگر واز زمین پر گرا اور وہ بے ہوش ہو گئی۔۔۔۔۔۔

کسی چیز کے گرنے کی آواز سن کر ارمان کمرے سے باہر نکلا تو ہیر کو زمین پر بے ہوش دیکھ اسے اپنی روح نکلتی محسوس ہوئی۔۔۔۔۔وہ فوراً اس کے پاس آیا۔۔۔۔۔اس کا سر اپنی گود میں رکھا اور اس کا گال تھپتھپانے لگا۔۔۔۔۔۔۔"ہیر۔۔۔۔میری جان کیا ہوا آنکھیں کھولو"۔۔۔۔۔۔

ارمان کا دماغ ماؤف ہو گیا۔۔۔۔وہ فوراً اسے بازوؤں میں بھرتا ہوا کمرے میں لایا اور بیڈ پر لٹا کر ڈاکٹر کو کال ملائی۔۔۔۔۔۔زرین سو رہی تھی اس لیے ارمان اسے دوسرے کمرے میں لے آیا۔۔۔۔۔۔

کچھ دیر بعد ڈاکٹر آئی اور اس نے ماہی کا اچھے سے چیک اپ کیا اور ارمان کو اس کی کنڈیشن بتا کر چلی گئی۔۔۔۔۔۔

ماہی اب بھی بے ہوش تھی۔۔۔۔۔وہ کتنی ہی دیر ساکت بیٹھا رہا اسے اندازہ نا ہو سکا۔۔۔۔۔وہ اس خبر کو پروسیس کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔۔۔

وہ کچھ دیر بعد ہوش میں آئی۔۔۔۔اسے اپنا سر چکراتا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔

وہ آہستہ سے اٹھی اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔اس نے دیکھا حیدر کہیں کھویا ہوا اس کے پاس بیٹھا تھا۔۔۔۔۔"حیدر"۔۔۔۔۔

ماہی کی آواز پر ارمان نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔۔۔۔جیسے ہی ماہی کی نظر اس کے چہرے پر گئی ماہی کو لگا کسی نے اس کا کلیجہ چیر دیا ہو۔۔۔۔۔اس کی آنکھیں لال خون چھلکا رہیں تھیں۔۔۔۔اور وہ رو رہا تھا۔۔۔۔

وہ فوراً اس کے قریب ہوئی۔۔۔۔"حیدر کیا ہوا ہے آپ کو؟"۔۔۔۔اس نے اپنے ہاتھوں سے ارمان کے آنسو صاف

کیے۔۔۔۔۔وہ تکلیف دہ آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔۔

اس نے کبھی بھی حیدر کو اس طرح ٹوٹا ہوا نہیں دیکھا تھا۔۔۔۔ارمان کچھ نہیں بولا بس اس کے ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹا کر ہونٹوں سے لگا لیے۔۔۔۔ماہی کو یاد آیا وہ بے ہوش ہوئی تھی۔۔۔۔۔۔"حیدر دیکھیں میں بلکل ٹھیک ہوں کچھ بھی نہیں ہوا مجھے۔۔۔۔۔بس چکر ہی آئے تھے۔۔۔۔اور شاید گرمی کی وجہ سے بیہوش ہو گئی۔۔۔۔۔آپ کیوں پریشان ہو رہیں ہیں"۔۔۔۔

ماہی نے اپنی طرف سے اسے ریلیکس کرنے کی کوشش کی وہ کچھ بول کیوں نہیں رہا تھا۔۔۔۔ارمان نے اسے اپنے سینے سے لگالیا اور اس کے ماتھے پر اپنے لب رکھے اور ایک گہری سانس لی۔۔۔۔۔۔

ماہی اب بے چین ہو رہی تھی۔۔۔۔"ہیر"۔۔۔۔۔۔۔بہت دیر بعد وہ بول ہی اٹھا۔۔۔۔۔۔اس کی آواز بھیگی ہوئی تھی۔۔۔۔ماہی کو تکلیف ہوئی۔۔۔۔وہ تو بہت اسٹرونگ مرد تھا کبھی اس طرح سے ٹوٹا بکھرا نا تھا۔۔۔۔۔

دوبارہ خاموشی چھا گئی۔۔۔۔۔ماہی کی حسیں اس کی آواز کی طرف تھیں۔۔۔۔۔۔۔"بہت شکریہ میری زندگی کو اتنا خوبصورت بنانے

کے کیے "۔۔۔۔۔وہ جذبات سے چور لہجے میں بولا اور ماہی کا دماغ بھک سے اڑا آج اسے ہو کیا گیا تھا۔۔۔۔۔۔

اس نے فورا اپنا سر نکال کر پیچھے کیا اور اسے غصے سے گھورا۔۔۔۔۔"بس صرف اتنی سی بات کے لیے آپ نے میری آدھی جان نکال دی"۔۔۔۔۔۔ارمان بھیگی آنکھوں سے مسکرایا اور نفی میں سر ہلایا۔۔۔۔"بہت شکریہ مجھے اتنا خوبصورت تحفہ دینے کے لیے"۔۔۔۔۔ماہی نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔۔۔۔ماہی نے تو کوئی تحفہ نہیں دیا۔۔۔۔۔۔

اب کی بار وہ غصے سے اس کا حصار توڑتے ہوئے پیچھے ہو گی۔۔۔۔۔"لگتا ہے آپ کے دماغ کا کوئی سکڑ وڈھیلا ہو گیا

ہے۔۔۔۔پتہ نہیں آج آپ کو ہو کیا گیا ہے۔۔۔۔میں نے تو کوئی تحفہ نہیں دیا"۔۔۔۔۔۔

اتنا کہتے ساتھ وہ اٹھنے لگی۔۔۔۔مگر ارمان دوبارہ اسے پکڑ کر اپنے سینے سے لگا چکا تھا۔۔۔۔۔"میں باپ بننے والا ہوں"۔۔۔۔۔۔ماہی نے اچمبھے سے اسے دیکھا۔۔۔۔۔"آپ تو پہلے سے ہی ایک بچی کے باپ ہیں۔۔۔۔۔آپ تو ایسے کہہ رہیں ہیں جیسے پہلی بار باپ....."۔۔۔۔وہ جو روانی سے بول رہی تھی ایک منٹ سے پہلے اس کی زبان کو بریک لگی۔۔۔۔۔۔

سب کچھ ٹھہر گیا۔۔۔۔۔۔

اس کی آنکھیں حیرت سے کھل گئیں۔۔۔۔اس نے ارمان کی طرف بے یقینی سے دیکھا۔۔۔۔۔۔ارمان نے اثبات میں سر ہلا کر اسے دوبارہ اپنے سینے سے لگا لیا۔۔۔۔۔اور ماہی کو لگا اس کی ساری دنیا ساکت ہو گئی ہے۔۔۔۔۔۔۔

وہ ابھی تک بے یقین تھی۔۔۔۔۔ارمان نے کچھ دیر بعد اسے اپنے سینے سے ہٹا کر اس کا چہرہ سامنے کیا اور ماہی کی پیشانی پر اپنے لب رکھے پھر اس کی دونوں آنکھوں پر اور دونوں گالوں پر۔۔۔۔۔وہ ابھی تک ساکت بیٹھی اس خبر کو پروسیس کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔۔۔۔

بہت دیر بعد وہ کچھ کہنے کے قابل ہوئی۔۔۔۔۔

"میں۔۔۔۔ماں"۔۔۔۔۔اس سے زیادہ بول نا پائی اور آنسو آنکھوں

سے بہتے گالوں پر پھسلتے گئے۔۔۔۔۔ارمان نے ہاں میں سر ہلایا۔۔۔۔"اسی خوبصورت تحفے کی بات کر رہا تھا"۔۔۔۔۔

اب ماہی کی حالت بھی ارمان سے الگ نا تھی۔۔۔۔وہ ایک جھٹکے سے آگے بڑھی اور ارمان کے سینے سے لگ گئی۔۔۔۔۔دونوں کے احساسات بہت عجیب تھے۔۔۔کیونکہ دونوں نے ہی اس احساس کو پہلی بار محسوس کیا تھا۔۔۔پچھلی بار ماہی تو اس حالت میں نہیں تھی کہ وہ اس احساس اور خوشی کو جی پاتی۔۔۔۔۔

وہ دونوں بے آواز آنسو بہا رہے تھے۔۔۔۔دونوں کی آنکھوں میں شکر کے آنسو تھے۔۔۔۔ان کی زندگی میں اللہ پاک نے بہت ساری

آزمائشیں ڈالیں انہوں نے ہر امتحان کو پاس کر کے اپنی خوشیاں حاصل کیں۔۔۔۔۔۔

آج وہ دونوں اتنے خوش تھے کہ اپنی خوشی بیان نہیں کر پا رہے تھے۔۔۔۔۔بس آنسو بہتے گئے۔۔۔۔۔

آج اس کی گریجویشن پوری ہو گئی تھی وہ اپنی ڈگری لینے کے لیے یونیورسٹی آئی تھی۔۔۔۔۔

یہ نومبر کے دن تھے۔۔۔۔اس وقت وہ کینٹین میں بیٹھی تھی۔۔۔۔ بہت خوبصورت گرین اور گولڈن امتزاج کی فراک کے ساتھ گولڈن حجاب کیے۔۔۔۔آنکھوں میں بہت خوبصورت چمک تھی۔۔۔۔کندھوں پر سکن شال تھی۔۔۔۔

وہ مسکرا کر کینٹین کے داخلی دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔۔۔کچھ دیر بعد اسے اس کی ڈگری ملنے والی تھی۔۔۔اس کی آنکھوں کے سامنے پچھلے پانچ سال کی زندگی چل رہی تھی۔۔۔۔

وہ اپنی سوچوں میں گم تھی جب اچانک سامنے والی کرسی کھینچ کر کوئی بیٹھا۔۔۔۔ماہی اپنی سوچوں سے باہر آئی اور اس شخص کی طرف

دیکھا۔۔۔۔۔تو فوراً ماہی کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔۔۔اور چہرے پر سنجیدگی آئی۔۔۔۔۔

وہ یونیورسٹی کا ینگ پروفیسر تھا۔۔۔۔30 سالہ کالے بال بھوری آنکھیں۔۔۔۔ہلکی شیو گندمی رنگت بلیک پینٹ کے اوپر کریم کلر کی شرٹ پہنے ہوئے تھا۔۔۔۔

ماہی نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔۔۔۔"مجھے آپ سے کچھ بات کرنی تھی۔۔۔۔اگر آپ کی اجازت ہو تو کر سکتا ہوں"۔۔۔۔۔

ماہی کو غصہ تو بہت آیا وہ بنا پوچھے اس کے سامنے آکر بیٹھ گیا مگر پروفیسر تھا اس لیے اپنا غصہ قابو کر گئی۔۔۔۔۔ماہی نے ایک لمبی سانس لی اور اس کے بولنے کی منتظر ہوئی۔۔۔۔۔۔

وہ کچھ جھجک رہا تھا۔۔۔"وہ دراصل میں آپ سے....."۔۔اس سے پہلے وہ بات پوری کرتا کوئی شخص چیر گھسیٹتا ہوا لایا۔۔۔۔۔چیئر ماہی کے پاس آکر رکی اور وہ شخص اس چیئر پر پرسکون ہو کر بیٹھ گیا۔۔۔۔ماہی کا آدھا جوس کا گلاس جو اس کے سامنے پڑا تھا۔۔۔اسے اٹھایا اور اپنے ہونٹوں سے لگا کر پینے لگا۔۔۔۔۔۔

اس پروفیسر کو غصہ آیا کہ کوئی حد نہیں۔۔۔۔اسے سامنے بیٹھے شخص کی ہمت نے تیش دلادیا۔۔۔اور تو اور وہ ماہی کے ساتھ جرکر بیٹھا اس کا جوس بھی اس طرح پی رہا تھا جیسے اس کی پرسنل پراپرٹی ہو۔۔۔۔۔

ماہی نے اپنی مسکراہٹ ضبط کی۔۔۔۔۔اور ایک نظر اپنی دائیں طرف دیکھا وہ بلیک شرٹ اور بلیو جینز میں بہت ہینڈسم لگ رہا تھا۔۔۔۔ماہی نے دل ہی دل میں اپنے شوہر کی نظر اتاری۔۔۔۔۔

ارمان نے جوس کا خالی گلاس ٹیبل پر رکھا اور سامنے بیٹھے شخص کی طرف متوجہ ہوا۔۔۔۔"ہاں تو کوئی بات کرنی تھی نا کرو"۔۔۔۔۔۔ارمان کا لہجہ نارمل تھا۔۔۔۔۔پروفیسر نے اسے بھسم کر دینے والی نظروں سے گھورا۔۔۔۔۔۔"یہ کیا بدتمیزی ہے تمہیں شرم نہیں آتی اس طرح کا

بیہیو کرتے ہوئے۔۔۔کس کی اجازت سے تم ان کے پاس بیٹھے "۔۔۔۔وہ غصے سے دانت پیس کر بولا۔۔۔۔۔

ارمان نے معصومیت سے آنکھیں جھپکائیں۔۔۔"کیوں تم پوچھ کر بیٹھے تھے ؟"۔۔۔۔۔اور پروفیسر کے سارے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔۔۔۔"کیا مجھے اجازت کی ضرورت ہے ؟"۔۔۔اس نے ماہی کی طرف دیکھ کر معصومیت سے پوچھا۔۔۔ماہی نے اپنی ہنسی ضبط کی اور نفی میں سر ہلایا۔۔۔۔۔

وہ پروفیسر تو حیرت زدہ رہ گیا۔۔۔۔"تم۔۔۔۔شرم نہیں آتی اس طرح ایک لڑکی کو تنگ کرتے ہوئے۔۔۔۔۔نکلو یہاں سے ابھی مجھے ان سے ضروری بات کرنی ہے "۔۔۔۔۔وہ تیش سے

بولا۔۔۔۔۔"تو کرو میں کب روک رہا ہوں"۔۔۔۔"میں نے کہا پرسنل بات ہے"۔۔۔۔۔۔وہ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بول رہے تھے۔۔۔۔۔۔

ماہی کو امید تھی کچھ دیر میں اس کا شوہر یہاں سب کو ڈسٹرب کرنے والا ہے۔۔۔۔اس لیے ماہی بولی۔۔۔۔"آپ کو جو بھی بات کرنی ہے آپ ان کے سامنے کر سکتے ہیں۔۔۔۔ان سے کچھ بھی پرسنل نہیں۔۔۔یہ میرے باڈی گارڈ ہیں"۔۔۔۔۔۔ارمان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ مچلی۔۔۔"پرسنل بوڈی گارڈ"۔۔۔۔۔ارمان نے تصیح کی۔۔۔

تو وہیں پروفیسر کے دماغ میں بھی کچھ آیا۔۔۔۔وہ مسکراتے ہوئے۔۔۔ماہی کی طرف دیکھ کر بولا۔۔۔۔"میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔۔۔کیا آپ شادی کریں گیں مجھ سے"۔۔۔۔۔۔

اور اس بات پر ماہی ساکت رہ گئی۔۔۔اس نے ایک نظر ارمان کو دیکھا اسے اب اس پروفیسر کی کی قسمت پر افسوس ہوا۔۔۔کچھ دیر میں ارمان اس کا چہرہ تو بگاڑ ہی دے گا۔۔۔۔مگر ارمان نارمل تھا۔۔۔پھر وہ قہقا لگا کر ہنس پڑا۔۔۔۔اسے ہنسے دیکھ ماہی کی بھی ہنسی نکل گئی۔۔۔۔۔

وہ دونوں ہنستے گئے۔۔۔ماہی نے اپنے دونوں ہاتھ چہرے پر رکھ کر اپنی ہنسی روکی۔۔۔۔اور پروفیسر الجھن سے ان دونوں کو دیکھ رہا

تھا۔۔۔۔"میں نے کوئی جوک نہیں سنایا سریس ہوں"۔۔۔۔وہ ارمان کو گھور کر بولا۔۔۔۔ارمان نے اپنی ہنسی روکی۔۔۔۔"سوری اس سے زیادہ گھٹیا جوک میں نے اپنی زندگی میں سنا بھی نہیں"۔۔۔۔ارمان کی ہسی غائب ہوئی اب اس کا چہرہ سرد ہو گیا۔۔۔۔۔

وہ ابھی ان دونوں کو ہی دیکھ رہا تھا۔۔۔۔جب ایک آواز آئی۔۔۔۔ "ماما"۔۔۔۔۔اور ماہی نے چہرہ موڑ کر بائیں سائیڈ دیکھا جہاں عمایہ نے تین سالہ زرین کو اٹھا رکھا تھا۔۔۔۔۔وہ ماہی کو دیکھ بھاگتی ہوئی آئی ماہی نے اپنی کرسی پیچھے کی اور اسے اٹھا کر گود میں بٹھا لیا۔۔۔۔۔اور پروفیسر زلزلوں کی زد میں تھا۔۔۔۔۔۔

وہ شادی شدہ تھی۔۔۔۔اور ایک بچی کی ماں بھی۔۔۔۔ مگر وہ کیں سے شادی شدہ نہیں لگتی تھی۔۔۔۔۔زرین نے ایک نظر ارمان کو دیکھا اور اسے غصے سے گھورا۔۔۔۔۔

ارمان نے باہیں پھیلائیں۔۔۔۔۔۔ لیکن وہ ناراضگی سے رخ پھیر گئی۔۔۔۔۔"مے آپ شے نئ بلتی"(میں آپ سے نہیں بولتی)۔۔۔۔۔۔ارمان نے حیرانی سے اسے دیکھا۔۔۔۔"کیوں کیا ہوا؟"۔۔۔۔۔ماہی نے پوچھا۔۔۔۔"ماما بابا نے مجے چکلیٹ نئ لے کل دی اور میلا کیک بی کھادئے"(ماما بابا نے مجھے چاکلیٹ نہیں لے کر دی اور میرا کیک بھی کھا گئے)۔۔۔۔اس بات پر ماہی کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔۔۔۔۔۔

اس نے غصے سے ارمان کو گھورا۔۔۔"چھوٹے بچے ہیں کیا۔۔۔اور میری بچی کو چاکلیٹ کیوں نہیں لے کر دی"۔۔۔۔ارمان نے اپنے ڈمپل کی نمائش کی۔۔۔۔"اچھا بھئی اب لے دیتے ہیں۔۔۔ادھر آؤ بابا کی جان"۔۔۔نئ (نہیں)۔۔۔۔وہ خفگی سے رخ پھیر گئ۔۔۔۔"ہٹیں میں خود ہی لے دوں گی"۔۔۔۔وہ اٹھ کر کاؤنٹر پر چلی گئ۔۔۔۔۔زرین ارمان کی گود میں چڑھ کر کھڑی ہو گئ۔۔۔۔"اب پلی ناڈانٹ"(اب پڑی ناڈانٹ)۔۔۔یہ کہہ کر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔۔۔۔ارمان کے ہونٹوں پر خوبصورت مسکراہٹ آئی۔۔۔۔

وہ اور پنخ فراک میں بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔۔۔۔

اور وہ پروفیسر ساکت رہ گیا۔۔۔۔ارمان نے اسے نیچے چھوڑا تو وہ ماہی کے پاس چلی گئی۔۔۔۔اب ارمان نے اپنی آنکھیں اس پروفیسر کی آنکھوں میں گاڑیں۔۔۔۔"تمھاری قسمت اچھی تھی کہ میری بیٹی یہاں آگئی۔۔۔۔ورنہ میری بیوی سے جو بکواس تم نے کی اس کے بعد میں نے تمھارا چہرہ تو توڑ ہی دینا تھا۔۔۔۔۔اپنی بچی کا صدقہ سمجھ کر بخش رہا ہوں"۔۔۔۔۔۔ارمان یہ کہتے ساتھ اٹھا اور ان دونوں کی طرف چل دیا۔۔۔۔

ماہی نے اسے اتنی ساری چاکلیٹس لے دیں کہ وہ خوشی سے پھولے نا سما پائی ارمان نے اسے اپنی گود میں اٹھا لیا اور دوسرے ہاتھ سے ماہی کا ہاتھ پکڑا اور کینٹین سے باہر کی جانب چل دیا۔۔۔۔۔پیچھے پروفیسر کے

سارے خواب ٹوٹ کر چکنا چور ہو گئے۔۔۔۔۔پسند بھی آئی تو ایک شادی شدہ لڑکی۔۔۔۔۔۔

ماہی نے یونیورسٹی میں ٹاپ کیا تھا۔۔۔۔۔اسے ارمان نے خود اپنے ہاتھوں سے اسٹیج پر کھڑے ہو کر میڈل پہنایا۔۔۔۔دونوں کی آنکھیں نم تھیں۔۔۔۔سارا آڈیٹوریم ٹیچر اور سٹوڈینٹس سے کچا کچ بھرا پڑا تھا۔۔۔۔سب حیران اور خوش ہو رہے تھے کہ ایک بیوی اپنے شوہر کے ہاتھوں اپنا میڈل کے رہی ہے۔۔۔۔اور زرین عمایہ کی جھولی میں بیٹھی کلیپنگ کر رہی تھی۔۔۔۔۔۔

دو گھنٹے بعد وہ سب سٹوڈنٹس کے جمگھٹے سے ماہی کو اپنی باہوں کے حصار میں لے کر نکلا اور پارکنگ کی طرف آئے۔۔۔۔ماہی نے ایک ہاتھ سے زرین کی کلائی پکڑی تھی تو دوسرا ہاتھ ارمان کے ہاتھ میں تھا۔۔۔۔

گاڑی دیکھ اس کی آنکھوں میں چمک آئی۔۔۔"حیدر آج گاڑی میں چلاؤں گی"۔۔۔ارمان نے اس کی طرف ایسے دیکھا جیسے اس کی سوچ پر افسوس ہوا ہو۔۔۔"بلکل بھی نہیں تم اس حالت میں ڈرائیو نہیں کرو گی"۔۔۔۔ارمان نے اسے ڈپٹا۔۔۔"کیا ہے میری حالت بلکل ٹھیک ہوں۔۔۔اور میں کوئی انوکھی ماں نہیں بن رہی۔۔۔۔ناہی پہلی بار بن رہی ہوں"۔۔۔۔وہ بھی غصے سے بولی۔۔۔۔"ہیر ضد مت کرو۔۔۔میں کہہ چکا ہوں اس حالت میں تم کوئی بھی ایسا کام

نہیں کرو گی جس سے تم دونوں کی جان کو کوئی رسک ہو۔۔۔۔اور میرے لیے تو پہلی بار ہی ہے۔۔۔۔۔زرین کے ٹائم میں یہاں نہیں تھا۔۔۔اس لیے اب کی بار میں تمھارا پہلے سے بھی زیادہ خیال رکھوں گا۔۔۔۔۔پچھلی بار میں تمھاری بلکل کیئر نہیں کر پایا تھا۔۔۔۔اب میں خود تمھاری کیر کر رہا ہوں تو تمہیں کوئی خوشی ہی نہیں ہو رہی"۔۔۔۔۔۔

وہ جھنجلا ہی گیا اور ماہی زیر لب مسکرا اٹھی۔۔۔۔ان تین مہینوں میں ارمان اس کی ڈبل کیئر کرنے لگا تھا۔۔۔۔اسے گھر کا کوئی کام بھی نہیں کرنے دیتا تھا۔۔۔۔اور تو اور اس کے کیے ہوم میڈ بھی رکھوا دی تھی۔۔۔۔۔

وہ پچھلی بار اس کے ساتھ نہیں تھا مگر اب وہ اس کی ہر محرومی کا ازالہ کر رہا تھا۔۔۔۔

اس نے زرین کو پیچھے بٹھایا اور ماہی کو آگے بیٹھا کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔۔۔۔۔

اب وہ زیادہ دیر زرین کو ماہی کی گود میں بھی بیٹھنے نہیں دیتا تھا۔۔۔۔

اس سے ماہی کی طبیعت خراب ہو سکتی تھی۔۔۔۔۔۔

ماہی اپنی زندگی میں بہت خوش رہنے لگی تھی۔۔۔۔

گاڑی سڑک پر رواں دواں تھی اور ماہی مسکرا کر ارمان کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔ پھر آنکھیں بند کر کے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔اس کے ذہن میں یہ بات آئی۔۔۔۔ کہ وہ اتنے سال ارمان سے دور رہی جب وہ کراچی آئی ارمان نے اس پر آنکھیں بند کر کہ یقین

کیا۔۔۔اس کے کردار کو جج کیے بنا ہی اسے اپنی زندگی میں شامل کر لیا۔۔۔۔اس نے زندگی کے ہر مقام پر ہیر کا ساتھ دیا۔۔۔ کبھی اسے غلط نہیں سمجھا۔۔۔وہ اس پر اندھا بھروسا کرتا تھا۔۔۔ صرف اس لیے کیونکہ وہ اس کی ہیر تھی۔۔۔۔کوئی اور لڑکی ہوتی تو ارمان کبھی یقین نا کرتا۔۔۔۔

ارمان نے ایک نظر اس کی بند آنکھوں کو دیکھا اور دل کھول کر مسکرایا۔۔۔۔وہ جانتا تھا۔۔۔اس کی بیوی نے زندگی میں بہت ساری تکلیفیں سہیں۔۔۔۔ صرف اور صرف اپنے شوہر کے لیے ہی تو اس نے وہ تمام ظلم برداشت کیے۔۔۔۔ مگر پھر بھی صرف اس کی وفادار رہی۔۔۔۔ کبھی اس کے علاوہ کسی دوسرے مرد کے بارے میں سوچا تک نہیں۔۔۔۔اس نے کبھی ارمان کے دیے مان کو توڑا نہیں۔۔۔۔

ارمان کو اس پر اپنی ذات سے زیادہ بھروسہ تھا۔۔۔۔کیونکہ وہ اس کی ہیر تھی۔۔۔۔اس کی روح۔۔۔۔

کچھ مہینے بعد۔۔۔۔۔

وہ ہسپتال کے کوریڈور میں چکر پر چکر کاٹ رہا تھا۔۔۔۔اسے ایک پل کے لیے بھی سکون نصیب نہیں ہو رہا تھا۔۔۔وہ پچھلے دو گھنٹوں سے آپریشن تھیٹر میں تھی۔۔۔وہ ان دونوں کی زندگی کی دعا مانگ رہا تھا۔۔۔۔

پاس ہی انوشہ اور وہاج بیٹھے تھے۔۔۔۔۔اور ساڑھے تین سالہ زرین بھی ان کے پاس تھی۔۔۔۔اب وہ تھوڑی سی بڑی ہو گئی تھی۔۔۔۔ بال بھی کچھ لمبے ہو گئے تھے۔۔۔۔۔

کچھ دیر گزری جب دروازے کھلے اور ڈاکٹر باہر نکلی۔۔۔۔۔وہ بے تابی سے ڈاکٹر کی طرف بڑھا۔۔۔۔"میری بیوی ٹھیک تو ہے نا؟"۔۔۔۔۔ڈاکٹر مسکرائی۔۔۔۔"مبارک ہو بیٹا ہوا ہے"۔۔۔۔اور ارمان کو اپنے جسم میں ایک نئی روح اترتی محسوس ہوئی۔۔۔۔ احساسات بہت عجیب ہو گئے۔۔۔۔

اسے سمجھ نا آئے وہ خوش ہو یا روئے۔۔۔۔"اور میری بیوی؟"۔۔۔۔وہ بے تابی سے جاننا چاہتا تھا اس کی ہیر کیسی

ہے۔۔۔۔"دونوں ماں بچہ بلکل ٹھیک ہیں۔۔۔ابھی وہ بے ہوش ہیں ہم روم میں شفٹ کرتے ہیں پھر آپ مل لیجے گا"۔۔۔۔ارمان کی آنکھوں سے خوشی اور تشکر سے آنسو بہہ نکلے۔۔۔۔۔اب ایک نرس باہر نکلی اور اس کے ہاتھ میں سفید کپڑے میں لپٹا وہ ننھا وجود تھا۔۔۔۔

ارمان چاہ کر بھی ایک قدم نا ہلا سکا۔۔۔۔نرس نے بچہ ارمان کے سامنے کیا ارمان نے کانپتے ہاتھوں سے وہ بچہ اپنی باہوں میں بھر لیا۔۔۔۔۔پھر بہت آہستہ سے اس کا چہرہ سامنے کیا۔۔۔وہ بہت خوبصورت تھا بلکل سفیدی کی طرح۔۔۔۔ارمان نے اس کی پیشانی پر اپنا پہلا لمس چھوڑا وہ کسمسایا اور پھر آنکھیں کھولیں اس کی آنکھیں بالکل

ماہی کی آنکھوں جیسی تھیں۔۔۔ارمان کو وہ ننھا سلیمان لگا۔۔۔۔وہ نم آنکھوں سے مسکرا اٹھا۔۔۔۔

پھر وہ بچہ انوشہ اور وہاج کے ہاتھوں میں گیا۔۔۔وہ دونوں مسکرا رہے تھے۔۔۔ارمان فوراً پرئیر روم میں چلا گیا۔۔۔اسے اپنے اللہ کا شکر ادا کرنا تھا۔۔۔۔

ہیر کو روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔۔۔

وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو وہ دوائیوں کے زیر اثر بے ہوش تھی۔۔۔ارمان کو اس پر ڈھیروں پیار آیا وہ اس کی اولاد کو دنیا میں

لانے کی خاطر موت کومات دے آئی تھی۔۔۔۔وہ اس کے پاس بیٹھا اور اس کی پیشانی پر اپنا لمس چھوڑا پھر آنکھوں اور گالوں پر۔۔۔۔

وہ اس کے لمس سے کسمسائی اور آنکھیں کھول گئی۔۔۔۔ارمان نے اس کے ہونٹوں کو پیار سے چھوا۔۔۔اور اس کا ہاتھ پکڑ کر لبوں سے لگایا۔۔۔۔"بہت شکریہ میری زندگی کو مکمل کرنے کے لیے"۔۔۔۔وہ مسکرائی۔۔۔۔ماہی نے نظریں بے تاب تھیں اپنے بچے کو دیکھنے کے لیے۔۔۔۔ارمان اٹھ کر بے بی کاٹ تک گیا اپنے بیٹے کو باہوں میں بھر کر بیڈ تک لایا اور اس کے پاس لٹا دیا۔۔۔۔

ماہی کی آنکھوں میں تشکر سے آنسو بہہ نکلے۔۔۔۔ارمان نے اس کا اتنا خیال رکھا تھا کہ وہ آج اپنے بچے کے ساتھ صحیح سلامت

تھی۔۔۔۔۔دروازہ کھلا اور زرین اندر آئی۔۔۔۔وہ اپنی ماں کو دیکھ کر بھاگی۔۔۔۔ارمان نے اس پکڑ کر ماہی کے پاس بٹھا دیا۔۔۔۔۔

وہ غور سے اپنے بھائی کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔۔"ماما بھائی"۔۔۔۔ماہی مسکرا اٹھی۔۔۔۔انوشہ اسے بتا چکی تھی کہ یہ اس کا بھائی ہے۔۔۔۔۔

اب وہ الفاظ بھی صحیح سے بولنے لگ گئی تھی۔۔۔۔۔

کمرے میں ان سب کی ہنسی کی آواز گونجی۔۔۔۔۔باہر انوشہ اور وہاج ان کو ہنستے دیکھ کر مسکرا اٹھے۔۔۔۔۔

ماہی اور ارمان کی زندگی میں خوشیاں ہمیشہ کے لیے لوٹ آئیں تھیں۔۔۔۔ارمان بہت خوش تھا خدا نے اسے تین رشتوں سے نوازا تھا۔۔۔۔۔وہ اپنے بیٹے کا نام سلیمان رکھ چکا تھا۔۔۔۔جس سے ماہی فرط جذبات سے رو پڑی۔۔۔۔وہ سب سے زیادہ اپنے باپ سے محبت کرتی تھی۔۔۔۔۔وہ جانتا تھا اس کے بیٹے کا اس سے بہتر نام کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا تھا۔۔۔۔۔

وہ بیڈ روم میں آیا تو تینوں ماں اور اس کے دونوں بچے بیڈ پر بیٹھے ایک دوسرے میں مگن تھے۔۔۔۔۔ارمان نے اپنے گھر اور اپنی خوشیوں کی نظر اتاری اور اللہ پاک سے اس کی حفاظت کی دعا کی۔۔۔۔۔

زرین اس کے ننھے ننھے ہاتھوں سے کھیل رہی تھی اور ماہی اس کی باتوں پر مسکرا رہی تھی۔۔۔۔۔

ارمان ان تینوں کو دیکھ کر ایک بات سوچ رہا تھا۔۔۔۔"جب عورت آپ کو باپ کے عہدے پر فائز کرتی ہے تو وہ نہیں جانتی کہ وہ اولاد کی خوشی دیکھ بھی سکے گی یا نہیں لیکن وہ پھر بھی زندگی اور موت کی جنگ لرتی ہے۔۔۔اور آپ کو اولاد کی خوشی دیتی ہے۔۔۔اپنی بیوی کی قدر کریں کیونکہ وہ مر کر جیتی ہے"۔۔۔۔۔۔

ارمان مسکرایا اور ان تینوں کے طرف گیا۔۔۔اب اس کی زندگی میں یہ تین وجود بہت اہم ہو گئے تھے۔۔۔۔۔۔وہ دونوں اس کی ہیر کے

جسم کا حصہ اور اس کے جگر کا ٹکڑا اور خون تھے۔۔۔۔۔اور ہیر تو اس کے دل کی دھڑکن تھی۔۔۔۔۔۔

آج وہ اور اس کی فیملی مکمل ہو گئی تھی۔۔۔۔۔

ہر ماں اولاد سے پیار کرتی ہے۔۔۔۔۔پھر چاہے وہ اقصی سلیمان ہو جو اپنی زندگی کی بازی ہار کر اپنی اولاد کو دنیا میں لائے۔۔۔۔یا پھر وہ ماہیر حیدر ہو جو اپنی اولاد کی خاطر زندہ رہی ہو۔۔۔۔۔۔

یا پھر وہ فائزہ خان ہو جو اس اولاد سے بھی محبت کرتی ہے جو اس کے لیے تکلیف اور بدکرداری کا باعث بنے۔۔۔۔۔یا پھر وہ آرزو ولید ہو جو اپنی اولاد کو کھونے کے غم سے سالوں بعد بھی باہر نا نکل سکے۔۔۔۔۔۔

انسان کی قسمت بہت عجیب ہوتی ہے۔۔۔ کبھی خوشی تو کبھی غم آتے رہتے ہیں۔۔۔۔۔اس کہانی کہ ہر کردار نے اپنے کیے کا انعام پایا۔۔۔۔ اگر کسی نے برا کیا تو وہ سزا پا گیا۔۔۔۔ کسی نے دکھ دیکھے تو خوشیاں حاصل کر گیا۔۔۔۔اور کچھ عمایہ اور فائزہ کی طرح اپنی غلطیوں سے سبق سیکھ گئے۔۔۔۔۔اور کچھ زمینی خدا بن بیٹھے تھے۔۔۔ جن کے حصے میں موت آئی۔۔۔۔۔

امید ہے پھر کسی کہانی کے کسی کردار میں ملاقات ہو۔۔۔۔۔۔۔یہ کہانی کا اختتام ہے۔۔۔ان کی زندگیوں کا نہیں۔۔۔۔اور ہر اختتام ایک نئے آغاز کو جنم دیتا ہے۔۔۔۔۔ جس سے نئی کہانی بنتی ہے۔۔۔۔۔۔۔کیونکہ زندگی رکتی نہیں ہے۔۔۔ چلتی رہتی ہے۔۔۔۔۔۔

ختم شد

Zubi Novels Zone

اگر آپ ناول پڑھنے کے شوقین ہیں تو ہم آپکے لئے لائے ہے دنیا کا سب سے بڑا ناولز کا مشہور ویب سائٹ جہاں سے آپ دنیا جہاں کے مزے کے ناولز پڑھ اور ڈاؤنلوڈ کر سکتے ہے جو ناولز آپکو کہی کسی اور ویب سائٹ سے نہیں ملے گے

ZUBINOVELSZONE.COM 👉 ZNZ.LIFE

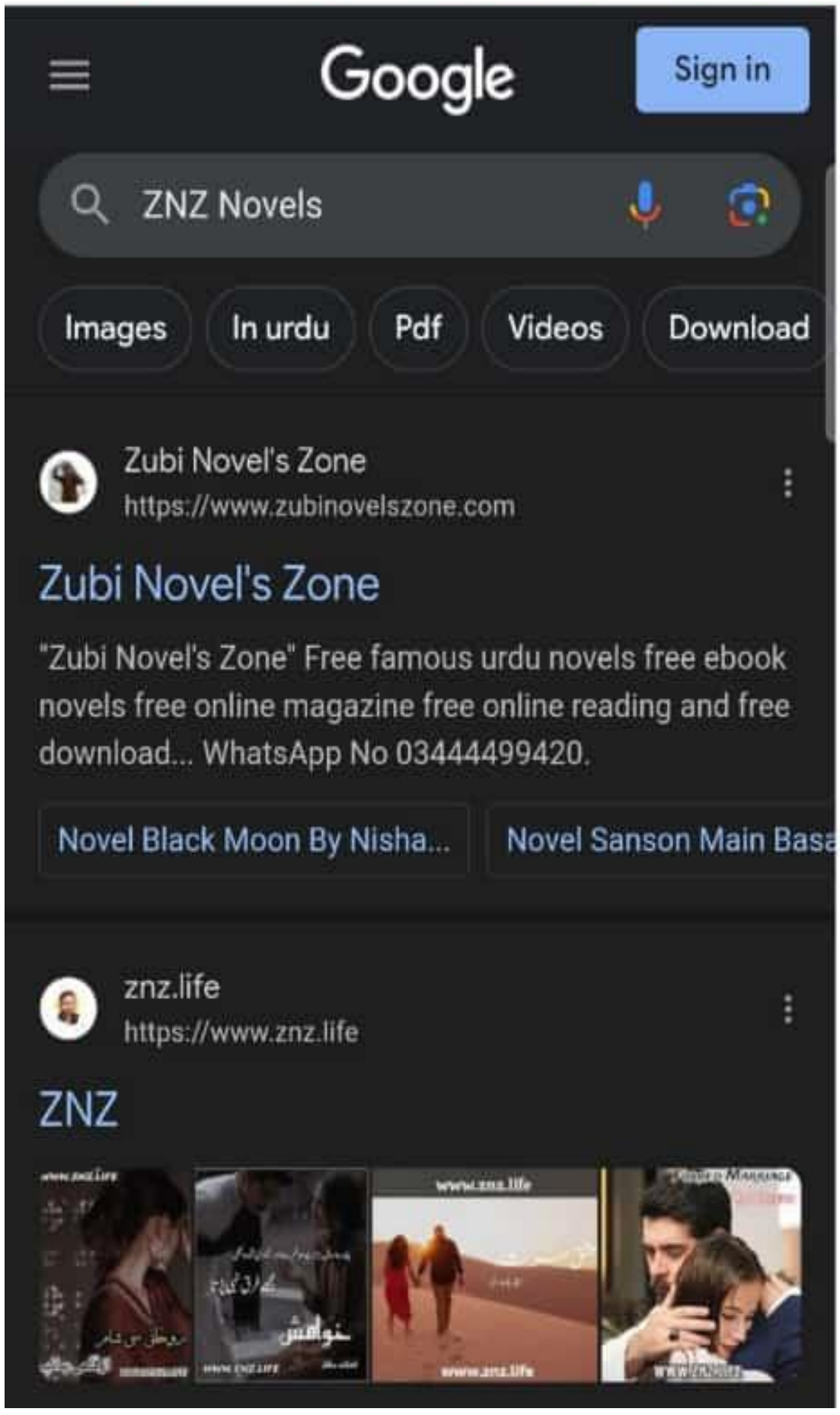

تو دیر کس بات کی ابھی گوگل پر جائے اور ٹائپ کریں

ZNZ NOVELS

ٹوپ پر دو ویب سائٹ آجائے گے جسکی سکرین شاٹ آپ سامنے دیکھ سکتے ہے کوئی بھی ایک سائٹ وزٹ کریں اور اپنے پسند کا ناول سرچ کر کے بآسانی ڈاؤنلوڈ کر کے پڑھ لیں

مذید کے لئے رابطہ کریں

0344 4499420

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420

https://www.zubinovelszone.com/

For Free Ebook Novels Link

https://heylink.me/ZUBI_NOVELS_ZONE

اسلام علیکم !

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا

تک پہنچانا چاہتے ہیں تو زوبی ناولز زون

https://www.zubinovelszone.com

https://www.zubinovelszone.in

https://www.znz.life

آن لائن ویب سائٹ آپکو پلیٹ فارم فراہم کر رہا ہے اگر آپ ہماری ویب سائٹ پر اپنا ناول، افسانہ، کالم آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ای میل کریں۔

ZUBINOVELSZONE@GMAIL.COM

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل اور وٹس ایپ کے ذریعہ رابطہ کر سکتے ہیں

وہاٹسپپ پر رابطہ کرنے کے لئے نیچے لنک پر کلک کرے

0344 4499420

https://www.facebook.com/zubairkhanafridi2020

انتباہ! اس ناول کے تمام جملہ حقوق زوبی ناولز زون کے پاس محفوظ ہیں کسی بھی طرح کاپی کرنے سے گریز کیا جائے۔

https://www.facebook.com/groups/Z.Novel.Zone

WhatsApp Channel Link

Channel Join Now

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420

https://www.zubinovelszone.com/